# تذکرہ روسائے پنجاب

سر لیپل ایچ گرفن و کرنل میسی صاحبان

ایچ ڈی کریک صاحب بہادر

گورنمنٹ عالیہ کی خاص اجازت حاصل کرکے

ترجمہ کرکے شائع کیا




مطبوعہ نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور

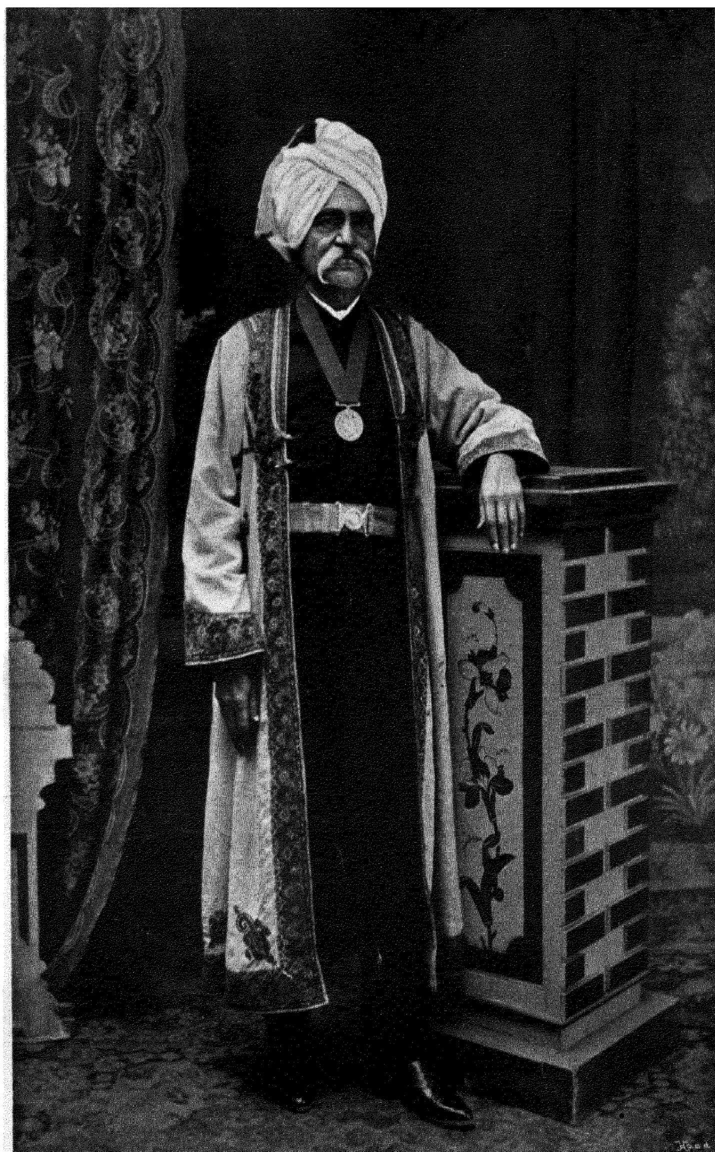
سنہ ۱۹۱۱ء

(اسد اللہ کاتب)
(اوناؤ - اودھ)
(آسیون)



سردار بہادر کپتان تفضل حسین خاں رئیس فرخ نگر و سیواڑی

Sardar Bahadur Captain Tafazzul Hussain Khan of Farrukhnagar and Siwari



مفتی محمّد سراج الدین حیدر خاں رئیس فرّخ نگر و سیواڑی

Mufti Muhammad Siraj-ud-din Haidar Khan of Farrukhnagar and Siwari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ضلع گورگانوہ

## محمد سراج الدین حیدر خاں رئیس فرخ نگر

### نور الحق

غلام حسین ۱ امان الحق ۲ خان بہادر بخشی غلام حیدر خاں ۳ محب الحق ۴

شمس الحق ۱ ثناء الحق ۲ ظفر علیخاں ۳ عبد العلیخاں ۴ امداد حسین ۵ غلام یحییٰ ۶ فضل الحق ۷ احسان الحق ۸

(وفات ۱۸۲۶ء)

نظام الحق ۹ امیر الحق ۱۰ نصیر الحق ۱۱

محب حسین خاں (وفات ۱۸۵۱ء)

فیض اللہ خاں ۱ برکت اللہ خاں ۲ فیض الحق خاں ۳

عنایت علی خاں ۱ (متوفی) رحیم علی خاں ۲ (متوفی) منظہر علی خاں ۳ (متوفی) ولایت علی خاں ۴ (متوفی) وزارت علی خاں (متوفی)

نور الدین حسین خاں معز الدین حسین خاں (متوفی)

معین الحق خاں ۱ کریم الحق خاں ۲ انوار الحق خاں ۳ طفیل علی خاں ۴

محمد صادق

عزیز الدین ۱ بہاؤ الدین ۲

غلام محمد خاں ۱ (وفات ۱۸۳۳ء) خیرات علی خاں ۲ جیون علی خاں ۳ عوض علی خاں ۴

کپتان تفضل حسین خاں (وفات ۱۸۶۰ء)

شہاب الدین حیدر ۱ (متوفی) غازی الدین حیدر ۲ (متوفی) غیاث الدین حیدر ۳ (متوفی) محمد سراج الدین حیدر خاں ۴ (ولادت ۱۸۴۸ء) بلال الدین حیدر خاں ۵ (متوفی)

علاؤ الدین حیدر خاں ۱ (ولادت ۱۸۶۶ء) نصیر الدین حیدر خاں ۲ (ولادت ۱۸۶۹ء) سرفراز الدین حیدر خاں ۳ (ولادت ۱۸۷۳ء)

رشید الدین حیدر خاں ۱ (ولادت ۱۸۸۵ء) بشیر الدین حیدر خاں ۲ (ولادت ۱۸۹۲ء) امیر الدین حیدر خاں ۳ (ولادت ۱۸۹۵ء) ضمیر الدین حیدر خاں ۴ (ولادت ۱۹۰۱ء) افتخار الدین حیدر خاں ۵ (ولادت ۱۹۰۶ء)

شیخ عمرالدین بخارا سے سلطان شہاب الدین غوری کے ہمرکاب ہندوستان میں آیا اور سلطانپور میں جو دریائے بیاس اور ستلج کے مقام اتصال کے قریب ہے آباد ہوا۔ اس کے بیٹے دہلی چلے گئے اور موجودہ قصبہ ریواڑی کے عہدۂ مفتی پر مامور ہوئے۔ یہ معزز عہدہ کئی پشتوں تک اسی خاندان میں رہا۔ اکبرشاہ ثانی بادشاہِ دہلی کے عہدِ حکومت میں امان الحق نے راگھوجی راؤ بھونسلا راجۂ ناگپور کے ہاں ملازمت اختیار کرلی اور سالہائے دراز تک اس کی خدمت میں رہا۔ پھر اسکے پوتے محب حسین خاں کو بھنڈارا علاقۂ ناگپور کی صوبہ داری عطا ہوئی اور جب سرکار انگریزی نے ۱۸۵۳ء میں راگھوجی راؤ ثالث کے لاولد فوت ہونے پر علاقۂ ناگپور اپنے علاقہ میں شامل کرلیا تو محب حسین کو بھی ممالک متوسط میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا عہدہ مل گیا اور ۱۸۷۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا نورالدین حسین خاں کئی سال تک ناگپور کی سوار پولیس میں رسالدار رہا +

امان الحق کا لڑکا ظفر علی خاں ناگپور میں ۹ سال تک ۶۰۰ روپیہ مشاہرہ سالانہ پر صوبہ دار رہا اور ۱۸۴۰ء میں جب وہ رہگرائے عالم بقا ہوا تو اسکے پانچ لڑکوں کو ریاست سے قلیل پنشنیں مل گئیں۔ ان میں سے ایک یعنی عنایت علی خاں نے فوجی خدمات کے صلہ میں ۶۰۰ روپیہ پنشن پائی اور اسی امتیاز کی وجہ سے وہ ریواڑی ضلع گورگانوہ میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہا۔ ظفر علی خاں کا دوسرا لڑکا عبدالعلی[ل] خاں غدر کے دنوں میں پنجاب کے دوسرے رسالے میں رسالدار تھا اور ان پانچوں کا چچا[ع] محب الحق الحاق ناگپور سے پہلے ریاست ناگپور کا جج تھا +

ل انگریزی کتاب میں غالباً غلطی ہے عبدالعلی خاں ظفر علی خاں کا لڑکا نہیں بلکہ بھائی تھا (مترجم)
ع یہ بھی غلط ہے۔ شجرہ ملاحظہ ہو (مترجم) +

اِس خاندان کے موجودہ بزرگ سراج الدین حیدر خاں کے پردادا بخشی غلام حیدر خاں نے نظام حیدر آباد کے ہاں ملازمت اختیار کر لی تھی اور ۱۸۰۳ء کی جنگ آسئی کے موقع پر ولنگٹن صاحب کے ماتحت تھوڑے سے حصۂ فوج کا افسر بھی رہا اور ان خدمات کے صلہ میں اس کو خطاب خان بہادر اور تحصیل ریواڑی میں چودہ سو بیگھہ زمین بطور معافی عطا کی گئی۔ بعدازاں وہ راگھوجی راؤ بھونسلا کی جس کو اُس کے بھتیجے آپا صاحب نے ۱۸۱۶ء میں زہر دیدیا سلک ملازمت میں شامل ہوگیا۔ خان بہادر بخشی غلام حیدر خاں نے آپا صاحب کی ان کوششوں کی جو وہ ۱۸۱۷ء میں سرکار انگریزی کے برخلاف کر رہا تھا سخت مخالفت کی اور جب راجہ موصوف ریاست سے خارج کر دیا گیا تو ۱۲ سال تک وہاں کی فوج کا کمیدان رہا۔ اس کے لڑکوں میں سے تین لڑکے بھی فوج ہی میں ملازم تھے جن میں سب سے بڑا غلام محمد خاں اپنے باپ کی جگہ ناگپور کی فوج کے عہدۂ کمیدانی پر مامور ہوا اور ایک لڑکا تفضل حسین خان نامی چھوڑ مرا جو بعدازاں کپتان کہلایا اور جب مئی ۱۸۵۷ء میں دہلی کے غدر کی خبر ناگپور میں پہنچی تو تفضل حسین خاں ہی وہاں کے مقامی رسالہ کا افسر تھا اور اس کے رسالہ نے اگرچہ اس علاقے میں بغاوت برپا کرانے کی بہت کچھ کوششیں کیں۔ لیکن وہ سب ناکام رہیں جو ایک حد تک تفضل حسین ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔ اسکے صلہ میں اسے سوار پولیس میں عہدہ رسالداری اور خطاب سردار بہادر عطا ہوئے پھر ۱۸۶۰ء میں کپتان موصوف کو فرخ نگر اور ریواڑی ضلع گورگانوہ میں حقوق بسوہ داری و جاگیر جن کی آمدنی ۶ ہزار روپے سالانہ تھی

۱۵۰۰ روپیہ بطور نذرانہ وضع ہونے کی شرط پر عطا کئے گئے۔ کپتان تفضل حسین خاں کے بعد اس کے لڑکے محمد سراج الدین حیدر خاں کے نام جو اس کی جگہ خاندان کا سرکردہ اور ڈویژنل درباری مقرر ہوا یہی عطیہ برقرار رکھا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں محمد سراج الدین حیدر خاں فرخ نگر کا آنریری مجسٹریٹ اور سب رجسٹرار مقرر ہوا مگر چونکہ وہاں کچھ کام نہ تھا اس لئے ۱۸۹۳ء میں رجسٹری کے اختیارات اس سے لے لئے گئے۔ ۱۸۷۰ء میں اسے مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات اور نیز ۳۰۰ روپے تک کی مالیت کے مقدمہ سننے کے دیوانی اختیار دئے گئے اور ۱۸۸۴ء میں آخرالذکر اختیار کو بڑھا کر ۵۰۰ روپیہ کی مالیت کے مقدمات کی سماعت تک کے اختیارات عطا ہو گئے۔ سراج الدین حیدر خاں کچھ عرصہ تک مقامی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ بھی رہا مگر ۱۸۹۳ء میں اس عہدہ سے مستعفی ہو گیا۔ بدقسمتی سے اس کی فضول خرچی کی وجہ سے یہ خاندان ناداری کی مصیبت میں گرفتار ہو گیا اور ۱۸۸۶ء میں اس کے سارے کاروبار کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں لے لئے گئے۔ آخرالامر گورنمنٹ ہند نے سراج الدین کو اسکے دادا اور پردادا کی خدمات کا خیال کر کے ۴ روپے سیکڑا سالانہ سود پر ۴۲۰۰۰ روپیہ قرضہ دینا منظور فرمایا جو اب بالکل اتر گیا ہے مگر سنا جاتا ہے کہ جاگیردار بنفس خود ابھی تک سخت مقروض ہے۔ یہ واضح رہے کہ جاگیر کی آمدنی کے علاوہ اس خاندان کے پاس کوئی اور ذریعہ آمدنی نہیں ہے ✣

محمد سراج الدین حیدر خاں کے تین لڑکے ہیں۔ سب سے بڑا علاؤالدین حیدر خاں سربراہ ذیلدار ہے اور جاگیر کے انتظام میں

اپنے باپ کی امداد کرتا ہے۔ دوسرے بیٹے نصیرالدین حیدر خاں نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی اور ۱۹۰۲ء میں ضلع حصار میں نائب تحصیلدار مقرر کر دیا گیا۔ تیسرا بیٹا سرفرازالدین حیدر خاں پلول ضلع گورگانوہ میں جوڈیشل محرر ہے اور اس کا نام قسمت دہلی کے عہدہ نائب تحصیلداری کے امیدواروں کی فہرست میں درج ہے۔

اسی خاندان کا ایک رکن معزالدین حسین خاں سرکار نظام کے ہاں منصبدار ہے۔

# ضلع دہلی

## مرزا ثریّا جاہ عرف کیوان شاہ

### عظیم الشّان

(شاہِ دہلی)

ہمایوں بخت

مرزا عزت افزا

(نواب عمدۃ الزّمانی النسا بیگم دختر عالمگیر ثانی شاہ دہلی سے شادی ہوئی)

مرزا شجاعت افزا عرف مرزا بچھو

مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الٰہی بخش

(وفات سنہ ۱۸۷۸ء)

۱ مرزا سلیمان شاہ (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) — ۲ مرزا ثریا جاہ عرف کیوان شاہ (ولادت سنہ ۱۸۵۳ء) — ۳ مرزا اقبال شاہ (وفات سنہ ۱۹۰۶ء)

(سنہ ۱۸۹۰ء میں دہلی کے خاندانِ شاہی کا بزرگ تسلیم کیا گیا)

۱ مرزا جواں بخت — ۲ مرزا محمد شاہ

ضلع دہلی کے پراونشل درباریوں کی فہرست میں مرزا ثریّا جاہ عرف کیوان شاہ کی جگہ سب سے اول ہے۔ اس کو جاہ و مرتبہ اپنے والد مرزا الٰہی بخش سے جس نے سنہ ۱۸۵۷ء میں سرکار انگریزی کی جان نثاری

وخدمتگزاری بدرجۂ غایت کی تھی ورثہ میں ملے ہیں اور اس کا دہلی کے خاندان
شاہی سے عالمگیر ثانی کی دختر نواب عمدۃ الزمانی بیگم کی وجہ سے رشتہ ہے
محلِ شاہی میں مرزا الٰہی بخش کی خوب چلتی تھی کیونکہ بیگم زینت محل بہادر شاہ
اخیر بادشاہ دہلی کی چاہتی بیوی اس پر بڑی مہربان تھی۔ مرزا کی ایک لڑکی
بادشاہ کے سب سے بڑے لڑکے فتح الملک مرزا فخرو سے بھی جس کا غدر کے
شروع ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے انتقال ہوگیا تھا بیاہی ہوئی تھی۔ غدر
ہوجانے پر جب دہلی کا محاصرہ شروع ہوا تو مرزا الٰہی بخش شہر پناہ کے اندر
ہی رہا اور اس وجہ سے وہ باغیوں کی کارروائیوں کی ضروری اطلاع
بہم پہنچا سکتا تھا اور ہمارے (سرکار انگریزی کے) ایجنٹوں کی حفاظت
اور مدد کرسکتا تھا۔ اس نے پچاس عیسائیوں کی ایک جماعت کی جانیں بچانے
میں حد درجہ کی کوشش کی مگر وہ بادشاہ کے علم سے قلعے کے اندر بے رحمی
اور سنگدلی کے ساتھ قتل کردئے گئے۔ انگریزوں کی جنگی کارروائیوں میں جو
واقعی امداد مرزا نے کی وہ یہ تھی کہ دریائے جمنا کے پل کو جو شہر کے
مقابل تھا کاٹ دیا جس سے مشرقی جانب سے باغیوں کی رسد اور فوجی
امداد کا آنا بند ہوگیا۔ بعدازاں مرزا نے ایسی کارروائی کی کہ لڑائی جھگڑا ہونے
کے بغیر ہی بادشاہ حراست میں آگیا اور اس کے بعد اس نے شہزادگان
خضر سلطان اور ابوالباقر کے گرفتار کرانے میں بھی ہڈسن صاحب بہادر
کی امداد کی جن کی گرفتاری کے بعد باغیوں کا کوئی خاندانی سردار نہ رہا
اور بغاوت فرو ہوگئی۔ غدر کے فرو ہونے پر مرزا کی کارروائیوں کی اچھی
طرح سے چھان بین ہوئی اور ان کا مناسب معاوضہ دیا گیا۔ یعنی یکم مئی
۱۸۵۷ء سے مرزا اور اسکے کنبے کو مبلغ ۲۲۸۴۰ روپے سالانہ کی

نسلاً بعد نسلٍ پنشنیں بہ تفصیل ذیل عطا کی گئیں :-

| | |
|---|---|
| مرزا کی ذات خاص کے لئے | ۹۵۵۰ روپیہ |
| مرزا کی بیویوں کے لئے | ۴۵۳۰ روپیہ |
| مرزا کی لڑکیوں کے لئے | ۲۶۷۰ روپیہ |
| مرزا کے دوسرے رشتہ داروں کے لئے | ۱۰۸۰ روپیہ |

بعد ازاں سنہ ۱۸۶۱ء میں اس عطیہ کے عوض جو غدر سے پہلے مرزا اور اسکے رشتہ داروں کو مشترک طور پر مواضعات سانپلا و آسودہ ضلع رہتک سے ملا کرتا تھا گورنمنٹ ہند نے صرف مرزا کو پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی مالیت کی دوامی جاگیر عطا کردی اور سنہ ۱۸۶۶ء میں اضلاع دہلی اور میرٹھ میں مبلغ ۲۲۲۶ روپیہ سالانہ کی مالیت کے چند مواضعات کا مالیہ مرزا اور اس کے کنبے کے لئے واگزاشت کر دیا۔ نیز ایام غدر کے محاصرے میں مرزا کے مال و اسباب کے نقصان کی تلافی میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے مبلغ ۱۱۴۳۷۶ روپیہ عطا کئے اور سنہ ۱۸۷۲ء میں ۳۵۰۰۰ روپیہ بطور قرضہ دیا جس میں سے نصف سے زیادہ رقم مرزا پر خاص مہربانی کی نظر سے معاف کر دی گئی۔ اور پھر سنہ ۱۸۷۷ء میں حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند کے خطاب شہنشاہ اختیار کرنے کے موقع پر اس کی پنشن میں ۲۲۵۰ روپیہ کا اضافہ کیا گیا۔ جب سنہ ۱۸۷۸ء میں مرزا الٰہی بخش کا انتقال ہو گیا تو اُس کا سب سے بڑا بیٹا مرزا سلیمان شاہ اسکا جانشین ہوا مگر بارہ سال کے اندر ہی یعنی سنہ ۱۸۹۰ء میں انتقال کر گیا اور اسی سال مرزا ثریا جاہ عرف کیوان شاہ اپنے بڑے بھائی کی جگہ مغلوں کا بزرگ خاندان تسلیم کیا گیا۔ مرزا ثریا جاہ عدالت ہائے دیوانی میں بذات خود حاضر ہونے سے مستثنٰے ہے۔ شہر کا آنریری مجسٹریٹ اور

میونسپل کمشنر ہے اور جامع مسجد اور مسجد فتح پوری اور اینگلو عربی ہائی سکول کی منتظمہ کمیٹیوں کا ممبر بھی ہے۔ مرزا اور اس کے کنبے کو ۲۰۹۰ روپیہ ماہوار کی پنشن ورثہ میں ملی ہے جس میں سے ۸۷۶ روپیہ تو مرزا کی ذاتی پنشن ہے اور باقی ماندہ اس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۸۷۷ء میں جب دہلی کالج ٹوٹا تو مرزا نے اس کے دوبارہ قائم کرنے کے لئے بہت سی کوششیں کیں اور اس کے لئے ۷۰۰۰ روپیہ چندہ کے وعدے بھی حاصل کر لئے مگر کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ آخرکار ۹ نومبر ۱۸۹۹ء کو اس نے شہزادہ ہائی سکول قائم کیا اور اس کا ۳۰۰ روپے ماہوار خرچ جن میں صرف ۹۴ روپے کی امداد سرکار دیتی ہے باقی سب مرزا اپنی جیب خاص سے ادا کرتا ہے۔ مرزا نے چالیس یا پچاس روپے ماہوار کرایہ کا ایک مکان بھی جسے چاندنی محل کہتے ہیں اس سکول کے استعمال کے لئے بلا کرایہ دے رکھا ہے ؎

مرزا ثریا جاہ نے جامع مسجد کی کمیٹی منتظمہ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ۱۵۵۰۰۰ روپیہ جو نواب رام پور نے مسجد مذکور کی مرمت کے لئے عطا کیا تھا اپنے زیر اہتمام خرچ کیا۔ مرزا حاجی اور قرآن مجید کا حافظ بھی ہے ؎

مرزا کی شادی ہز ہائینس نواب محمد علیخاں مرحوم والئ ریاست ٹونک کی لڑکی سے ہوئی جس کی والدہ نواب آبادی بیگم صاحبہ اکبر شاہ بادشاہ کی پوتی تھی ؎

مرزا ثریا جاہ کی وساطت سے گورنمنٹ ہند نے ۱۸۹۱ء میں مغلیہ نسل کی پچاس عورتوں اور پانچ مردوں کے لئے اور پھر ۱۸۹۶ء میں

باسٹھ عورتوں اور چالیس مردوں کے لئے ان کی ناداری اور بے معیشتی کا لحاظ رکھ کر پنشنیں مقرر کردی ہیں ✤

خاندان مغلیہ کے یہ اشخاص بھی ذکر کئے جانے کے مستحق ہیں :-

(۱) بہادر شاہ اخیر بادشاہ دہلی کے مرحوم ولیعہد مرزا فتح الملک کا لڑکا مرزا فرخندہ جمال مبلغ ۱۶۱ روپیہ ماہوار پنشن پاتا ہے جو اسے اُس کے نانا مرزا الٰہی بخش کے توسُّل سے ملی تھی ✤

(۲) خورشید عالم جو اسی مرزا فتح الملک کا بیٹا ہے پچاس روپے کی ماہوار پنشن تو گورنمنٹ انگریزی سے اور ۲۰۰ روپیہ ماہوار کا وثیقہ نظام کی سرکار سے پاتا ہے ✤



# ضلع کرنال کی جدید تواریخ کا مُفصّلۂ ذیل خاکہ سر ڈنزل اِبٹسن صاحب بہادر آنجہانی کا جوہر قلم ہے جو ایک زمانہ میں اس ضلع کے افسر بندوبست تھے :-

سترھویں صدی کے اخیر میں سلطنت دہلی سرعت کے ساتھ مُتنزّل وضعیف ہوتی جاتی تھی اور سکھ زور پکڑتے جاتے تھے۔ ۱۷۰۹ء میں سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی بیراگی کے خاص چیلے مسمی بندا نے اس حصّۂ ملک میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا اور سکھوں کی ایک فوج جمع کر کے دریائے جمنا کے تمام مغربی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ بندا نے آس پاس کا تمام علاقہ تباہ و ویران کر دیا اور بالخصوص کرنال کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے وہاں کے فوجدار کو مار ڈالا اور رعایا کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ بادشاہ اس بات پر غضبناک ہو کر کہ بادشاہ دہلی نے اسکے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور ۸ جنوری ۱۷۳۹ء کو سرہند آ پہنچا۔ یہاں اسے خبر ملی کہ محمد شاہ بادشاہ بہت سی فوج کے ساتھ کرنال پر نہایت استقلال سے قدم جمائے ہوئے ہے اس لئے اس نے تراوڑی کی طرف کوچ کر دیا اور گولہ باری کر کے شہر فتح کر لیا۔ یہاں اسے چند قیدیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تراوڑی سے کرنال پہنچنا سخت دشوار ہے کیونکہ ایک بڑے گنجان جنگل میں ہو کر گزرنا پڑتا ہے اور محمد شاہ کے لئے پیچھے ہٹنے کی ذرا گنجائش نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے چھوٹے میدان میں خیمہ زن ہے جو اس کی اپنی فوج کے لئے بھی بمشکل کافی ہے اور

اس کے تین طرف گنجان جنگل ہے۔ چنانچہ نادر شاہ نے مشرقی پہلو سے دشمن پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا اور ۱۵ جنوری کو وہ تراوڑی سے روانہ ہوکر دریائے جمنا کے کنارے کنارے شہر کے پچھلی طرف کوچ کرتا ہوا ایسے مقام پر جا پہنچا جو دہلی کی لشکرگاہ کے مُتّصل تھا۔ اسی اثنا میں اس نے شہزادہ نصر اللہ مرزا کو جمعیت کثیر کے ساتھ ایسے موقع پر بھیجا جو نہر کے شمال اور کرنال کے قریب تھا۔ محمد شاہ کو ابھی خبر تک بھی نہ ہوئی تھی کہ نادر شاہ اس کے قریب پہنچ گیا ہے۔ عین اسی وقت نادر شاہی فوج کے ایک دستہ کی سعادت علی خاں صوبہ دار اودھ سے جو پانی پت سے بادشاہ کی کمک کو آرہا تھا مُٹھ بھیڑ ہوگئی اور نادر شاہ اور شہزادہ نصر اللہ نے فوراً اپنے اس دستہ کی مدد کے لئے کوچ کر دیا۔ یہ سب سے پہلی خبر تھی جو شاہی فوج کو نادر شاہی فوج کی آمد کی ملی۔ اس موقع پر جو لڑائی ہوئی وہ فیصلہ کن نہ تھی مگر شاہی فوج جو تین ہفتے سے کرنال میں پڑی تھی اور پہلے ہی سامان رسد کی وجہ سے تنگ تھی عقب سے بھی گھر گئی اور اشیائے خوردنی کی ایسی قِلّت ہوئی کہ ایک سیر آٹا چار روپے کو بھی نہ مِلتا تھا حتیٰ کہ فوج پر فاقے گزرنے لگے اور ناچار ہوکر اس نے ہتھیار ڈال دئے۔ ۱۳ فروری کو محمد شاہ نے نادر شاہ کی اطاعت قبول کرلی اور افواج نادری کے ہمراہ ہی دہلی تک آیا۔ پھر ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ بڑے تزک و شان کے ساتھ پانی پت پہنچا یہاں اسکو محمد شاہ کے انتقال کی خبر ملی اور یہیں اسکی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی ٭

اس وقت سے انگریزی عملداری قائم ہونے تک ایسا خوفناک زمانہ رہا جو لوگوں کو ابھی تک خوب یاد ہے اور جس کا آغاز پانی پت کی سب سے

بڑی لڑائی سے ہوا۔ سنہ ۱۷۶۰ء کے برسات کے موسم میں شبداس راؤ بھاؤ نامی مرہٹہ نے کنجپورہ پر جو کرنال کے قریب افغانوں کا ایک قصبہ ہے چڑھائی کی۔ یہ قصبہ اس زمانہ میں نہایت مستحکم تھا اور اس وقت اس میں ۲۰۰۰ افغانوں کی فوج مقیم تھی۔ بھاؤ نے ان سب افغانوں کو تہ تیغ کیا اور گرد و نواح کے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ احمد شاہ درّانی اس وقت دوابہ کے علاقہ میں تھا اور اس قابل نہ تھا کہ عین وقت پر دریائے جمنا عبور کرکے اس بربادی کا سدّباب کر سکتا لیکن آخر کار وہ باغ پت کے قریب دریا سے پایاب گزر کر دشمن کے تعاقب میں بڑھا۔ مرہٹے پانی پت کی طرف ہٹ گئے اور اپنی خوب مضبوطی سے قلعبندی کرلی۔ درّانیوں نے ان کے مقابل ڈیرے ڈال دئے اور پانچ مہینے تک دونوں فوجیں جن میں چار لاکھ سے زیادہ آدمی تھے آپس میں بے نتیجہ عہد و پیمان کرتی رہیں اور ساتھ ہی کچھ نہ کچھ جنگی چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی رہی۔ درّانی فوج کے سپاہیوں کو مرہٹوں پر حملہ کرنے کا زیادہ موقع ملتا رہا تھا چنانچہ رفتہ رفتہ انہوں نے مرہٹوں کو مورچوں میں محصور کرلیا۔ مرہٹے اس عرصہ میں تمام سامان خورش جو پانی پت سے دستیاب ہو سکا تھا ختم کر چکے تھے اور اب نوبت فاقوں کی پہنچ گئی تھی اس لئے ۶ جنوری ۱۷۶۱ء کو بھاؤ تنگ آمد بجنگ آمد کی مثل کے مطابق لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ لڑائی میں مرہٹوں کو شکست فاش نصیب ہوئی اور ان میں سے اکثر کو بھاگ کر پانی پت میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ لیکن فاتحین نے دوسرے روز ہی ان کو باہر نکالا عورتوں اور بچوں کو آپس میں بانٹ لیا اور خود مرہٹوں کی خونریزی کے جواب میں تقریباً تمام مردوں کو بیرحمی سے مار ڈالا۔ جو بھاگ گئے تھے

ان کا تعاقب کیا گیا اور جہاں ملے مار دئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں دو لاکھ مرہٹے مقتول ہوئے۔ مرہٹوں کا زور ٹوٹنا اور ان کا عارضی طور پر روپوش ہونا تھا کہ سکھ نمودار ہو گئے اور انہوں نے ۱۷۶۳ء میں زین خاں درانی ناظم سرہند کو شکست دی اور کل سرہند اور جنوب میں پانی پت تک قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر راجہ گوپال سنگھ نے جیند۔ سفیدون۔ پانی پت اور کرنال پر تسلط کر لیا۔ گو اس وقت اس میں ان علاقوں پر حکومت کرنے کی کافی طاقت نہ تھی تاہم ۱۷۶۳ء میں وہ بحیثیت بادشاہ دہلی کے باجگزار رئیس کے پانی پت کے شمال سے لیکر کرنال کے مغربی علاقہ تک مستقل حاکم ہو گیا۔ اسی اثنا میں راجہ گوردت سنگھ نے بھی لاڈوا اور شام گڑھ کے علاقے پر جو کرنال کے شمال میں چند میل پرے ہے قبضہ کر لیا۔

انہی وجوہ سے ۱۷۶۶ء میں احمد شاہ کو آخری دفعہ پھر ہندوستان میں آنا پڑا اور سکھوں کو پے در پے شکستیں دیتا ہوا وہ پانی پت تک بڑھتا چلا آیا لیکن ادھر اس کا واپس جانا تھا کہ اُدھر پھر سکھوں نے اپنے اپنے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷۷۴ء میں رحیم داد خاں ناظم جھانسی نے جیند پر حملہ کیا مگر شکست کھائی اور بے حد نقصان اُٹھایا۔ پھر گجپت سنگھ نے کرنال پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷۷۵ء میں نجف خاں وزیر شاہی نے رحیم داد خاں کا اقتدار بحال کرنے کی غرض سے بذات خود فوجکشی کی۔ سکھوں نے اس کے مقابلے میں ضابطہ خاں روہیلہ سردار سے جو باغی ہو گیا تھا مدد چاہی اور اپنی فوج کو اُس کی فوج کے ساتھ ملا کر پانی پت پر شاہی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا اور ایسی گھمسان کی

لڑائی ہوئی جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ پانی پت کی ۱۷۶۱ء کی لڑائی سے کچھ ہی کم تھی۔ مگر فریقین میں سے کسی کو نمایاں فائدہ نہیں ہوا اور اس عہدنامہ کے مطابق جو اس وقت راجگان اور شہنشاہ کے درمیان ہوا سکھوں نے کرنال اور اس کے گرد و نواح کے مفتوحہ علاقہ سے دست بردار ہو کر صرف سات گاؤں اپنے پاس رکھے جو راجہ گجپت سنگھ کے قبضے میں رہے۔ مگر اس عہدنامہ پر کچھ عملدرآمد نہ ہوا اور ۱۷۷۹ء میں بادشاہ دہلی نے نکلے ہوئے علاقہ کو دوبارہ قبضہ کرنے کی ایک آخری کوشش اَور کی۔ یعنی اسی سال بماہ نومبر شہزادہ فرخندہ بخت اور نواب مجیدُ الدّولہ ۲۰۰۰۰ جوانوں کی ایک جمعیت ہمراہ لیکر روانہ ہوئے اور کرنال پر چھوٹے چھوٹے سکھ سرداروں سے ملے۔ شہزادہ نے اُن سرداروں کو جو ریاست پٹیالہ کی روزافزوں ترقی سے جلتے تھے گانٹھ لیا اور مجتمع فوج کے ساتھ ریاست پر حملہ کیا۔ ابھی عہد و پیمان ہی ہو رہے تھے کہ پٹیالہ میں لاہور سے کمک پہنچ گئی اور کرنال کی فوجوں نے شاہی فوج کا ساتھ چھوڑ دیا۔ شاہی فوج میں بھی رشوتیں چل گئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہی لشکر جلدی سے پانی پت کو واپس چلا آیا۔ انہی دنوں میں دھرم راؤ نے جو مرہٹوں کی طرف سے اس علاقے کے ایک بڑے حصّے پر قابض تھا اور جس نے کرنال کے شمالی حصّے کے چھوٹے چھوٹے سرداروں کے ساتھ عارضی صلح اور عہد و پیمان کر رکھے تھے ۱۷۸۵ء میں رؤسائے پھلکیان کے ایما سے کیتھل اور انبالہ پر چڑھائی کی اور ان کو مغلوب کر کے مقرّرہ خراج وصول کیا اور اپنے صدر مقام کرنال میں چلا آیا۔ ۱۷۸۹ء میں سیندھیا نے دہلی سے تھانیسر اور وہاں سے

پٹیالہ کی طرف کوچ کرکے دریائے جمنا کے مغربی حصے میں از سر نو کچھ امن قائم کیا اور واپسی پر دیوان پٹیالہ کو اپنے ہمراہ بطور یرغمال کرنال تک لایا۔ پھر ۱۷۹۴ء میں مرہٹوں کی ایک کثیر فوج انتا راؤ کے ماتحت جمنا پار ہوئی جس کی جیند اور کیتھل نے تو اطاعت قبول کرلی مگر پٹیالہ کی فوج انتا راؤ کی فوج پر رات کے وقت بے خبر آن پڑی جس سے انتا راؤ کو کرنال کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ ۱۷۹۵ء میں مرہٹوں کی فوج نے ایک دفعہ اور شمال کی جانب چڑھائی کی اور راجہ بھاگ سنگھ کو کرنال پر شکست دیکر شہر کو کامل طور پر فتح کرلیا اور جارج ٹامس کے جو اس لڑائی میں شریک تھا حوالے کردیا۔ لیکن ٹامس نے اس کی بجائے جھجر کی جاگیر لے لی اور پھر رفتہ رفتہ حصار پر بھی قبضہ کرکے پاس والے سکھوں کے علاقوں کو بھی برباد اور ویران کردیا۔ اسی اثنا میں گوردت سنگھ راجہ لاڈوا نے کرنال پر قبضہ کرلیا اور ۱۷۹۸ء میں شمرو کی بیگم بھی جس کی اس زمانے میں ریاست جے پور سے لڑائی چھڑ رہی تھی اپنی غربی سرحد کے تحفظ کی خاطر پانی پت میں ہی آکر فروکش ہوئی تھی۔ بعد ازاں ۱۷۹۹ء میں سیندھیا نے جس کو پانی پت کا پرگنہ ملا ہوا تھا جرنیل پیرن کو سکھوں میں امن قائم کرنے کے لئے روانہ کیا جس نے کرنال میں فوج بھرتی کی اور یہاں نواب کنجپورہ بھی اس کے ساتھ شامل ہوگیا مگر تمام معاملات بغیر لڑے دوستانہ طریق پر طے ہوگئے۔ ۱۸۰۱ء میں ٹامس کرنال اور پانی پت میں لوٹ مار کرکے ہانسی واپس چلا گیا۔ سکھوں نے اس کے برخلاف مرہٹوں سے مدد مانگی اور سیندھیا نے سکھوں سے یہ وعدہ لیکر کہ وہ اسکی اطاعت قبول

کرینگے اور اس کو پانچ لاکھ روپیہ ادا کرینگے جرنیل پیرن کو ٹامس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد جو لڑائی ہوئی اس میں ٹامس کو سخت ہزیمت اُٹھانی پڑی اس کا سارا علاقہ ہاتھ سے جاتا رہا اور وہ خود سرکاری علاقے میں واپس آکر تھوڑے دن بعد دُنیا ہی سے کوچ کر گیا۔ اس وقت مرہٹوں نے سفیدوں اور دھترات پھر راجہ جیند کو دے دئے ٭

۱۱ ستمبر ۱۸۰۳ء کو لارڈ لیک نے مرہٹوں کو دہلی پر شکست دی اور ۳۰ دسمبر کو دولت راؤ سندھیا نے عہدنامہ سرجی انجن گام کے مطابق ہندوستان کا شمالی علاقہ اپنے معاونوں (انگریزوں) کو دیدیا اور تقسیم پونا کے عہدنامے کی رو سے جو مذکورہ عہدنامہ سے پانچ مہینے بعد ہوا دہلی کے قریب کا صوبہ جسے بعد ازاں صوبہ مفتوح کے نام سے موسوم کیا گیا انگریزوں کے قبضے میں آگیا۔ دہلی کی لڑائی کے بعد ہی بیگم شمرو نے جرنیل لیک کی اطاعت قبول کرنے کی استدعا کی اور راجگان جیند اور کیتھل نے بھی اس کی تقلید کی۔ ان تینوں کی استدعا قبول ہوئی اور جنوری ۱۸۰۵ء میں انہوں نے اپنی فوجیں ہماری (سرکار انگریزی کی) فوجوں کے ساتھ شامل کردیں۔ دوسرے سکھ سردار جن میں لاڈوا اور تھانیسر کے سردار بھی شامل تھے دہلی میں سرکار انگریزی کے ساتھ خوب لڑے اور پورے ایک سال تک یعنی جب تک کہ کرنیل برن نے ۱۸۰۴ء کے اخیر میں ان کا پورے طور سے استیصال نہ کردیا برابر سرکار انگریزی کی مخالفت کرتے رہے۔ مارچ ۱۸۰۵ء میں تمام سکھ سرداروں کے نام معافی نامہ اس شرط پر کہ وہ آیندہ امن قائم

رکھینگے شائع کیا گیا مگر راجہ گوردت سنگھ رئیس لاڈوا کا نام جو اس وقت تک مطبع نہ ہوا تھا اس معافی نامے میں نہ تھا لیکن آخر کار اسی سال ماہ اپریل میں انگریزی فوج نے اُس کا قلعہ کرنال حملہ کرکے فتح کر لیا +

اسی سال لارڈ ولزلی انگلستان واپس ہو گئے اور ان کے جانشین لارڈ کارنوالس خاص طور پر ان کی پالیسی کو بدل دینے کی غرض سے بھیجے گئے۔ نئی پالیسی کے ضمن میں جو کچھ کیا گیا اس میں ایک بڑا واقعہ یہ بھی تھا کہ سرکار انگریزی جمنا کے مغربی جدید لئے ہوئے علاقے سے دست بردار ہو گئی۔ اب چونکہ یہ علاقہ کسی نہ کسی طرح جُدا کرنا ہی تھا اس لئے لامحالہ ان چھوٹے چھوٹے سرداروں کو جنھوں نے گزشتہ لڑائی میں سرکار کی امداد کی تھی یا اس موقع پر مخالفت سے باز رہے تھے یہ علاقہ صلہ میں دیدیا گیا اور اس طرح پر ملک کا یہ سارا ٹکڑا ان کے اور اور اشخاص کے درمیان تقسیم ہو گیا +

راجگان جیند۔ کیتھل۔ لاڈوا۔ تھانیسر۔ شام گڑھ اور نواب کنجپوڑ کے شاہانہ اختیارات بدستور سابق قائم رہے اور وہ علاقے جو مرہٹوں کے عہدنامے کے بموجب اُن کے قبضے میں آئے تھے بحال رکھے گئے صرف رئیس لاڈوا کرنال کے علاقے سے جیساکہ اُوپر بیان کیا گیا محروم رہا۔ راجہ جیند کو پرگنہ گوہانہ عطا ہوا۔ برست فرید پور کا پرگنہ راجہ جیند اور راجہ کیتھل کے درمیان بالاشتراک تقسیم کر دیا گیا۔ نواب کنجپورہ کو بھی آٹھ گاؤں ملے اور منڈلون کو جن کی مظفرنگر میں بہت بڑی جاگیر تھی اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ اپنی جاگیروں کا پرگنہ کرنال کے اس حصہ سے جو ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا تبادلہ کر لیں +

بیگم شمرو کو سردھنہ کے علاوہ جو اسے فوجی خدمات کی شرط پر ملا تھا بہت سے قطعات اراضی اور چند مواضعات مذکورۂ بالا علاقے کے بھی عطا ہوئے تھے اور وہ اشخاص جنہوں نے اچھی خدمات انجام دیں مثلاً مرزا اشرف بیگ اور میر رستم علی کو جو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں بڑی بڑی زمینیں عطا ہوئیں +

سرکار انگریزی کی جمنا کے مغربی علاقے پر مداخلت نہ کرنے کی پالیسی زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوئی کیونکہ ۱۸۰۶ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ مع اپنی فوج کے دریائے ستلج کے پار ہوکر تھانیسر کی طرف بڑھا اور اب کھل گیا کہ یا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ اس علاقے کا مالک بنے یا سرکار انگریزی۔ پھر جو واقعات بعد میں پیش آئے اور عہد و پیمان کا ذکر جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح سے سکھوں کی فوج اس حد تک بڑھتی چلی آئی تھی جہاں سے سرکار انگریزی کی چھاؤنی کرنال بیس ہی میل کے فاصلے پر رہ گئی تھی اور یہ کہ کس طرح ہم (انگریز) مجبور تھے کہ رنجیت سنگھ کے دریائے ستلج کے پار واپس چلے جانے پر مصر رہیں سر لیپل گرفن نے اپنی کتاب راجگانِ پنجاب میں نہایت دلچسپ پیرائے میں لکھا ہے۔ بموجب عہدنامۂ لاہور مورخہ ۲۵ را اپریل ۱۸۰۹ء و اعلان ۳ مئی سن حال دریائے جمنا کا مغربی علاقہ قطعی طور پر سرکار انگریزی کی سلطنت میں شامل کرلیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس علاقے کی سیاسی تاریخ کا خاتمہ ہوگیا +

عہدنامہ ۱۸۰۹ء کے بعد کے چند تاریخی واقعات کا اس جگہ ذکر کرنا ضرور مفید مطلب ہوگا۔ ۱۸۱۰ء کے قریب اس امر کا اعلان کیا گیا کہ ۶-۱۸۰۵ء میں جو جاگیریں عطا کی گئی تھیں وہ جاگیرداروں کی

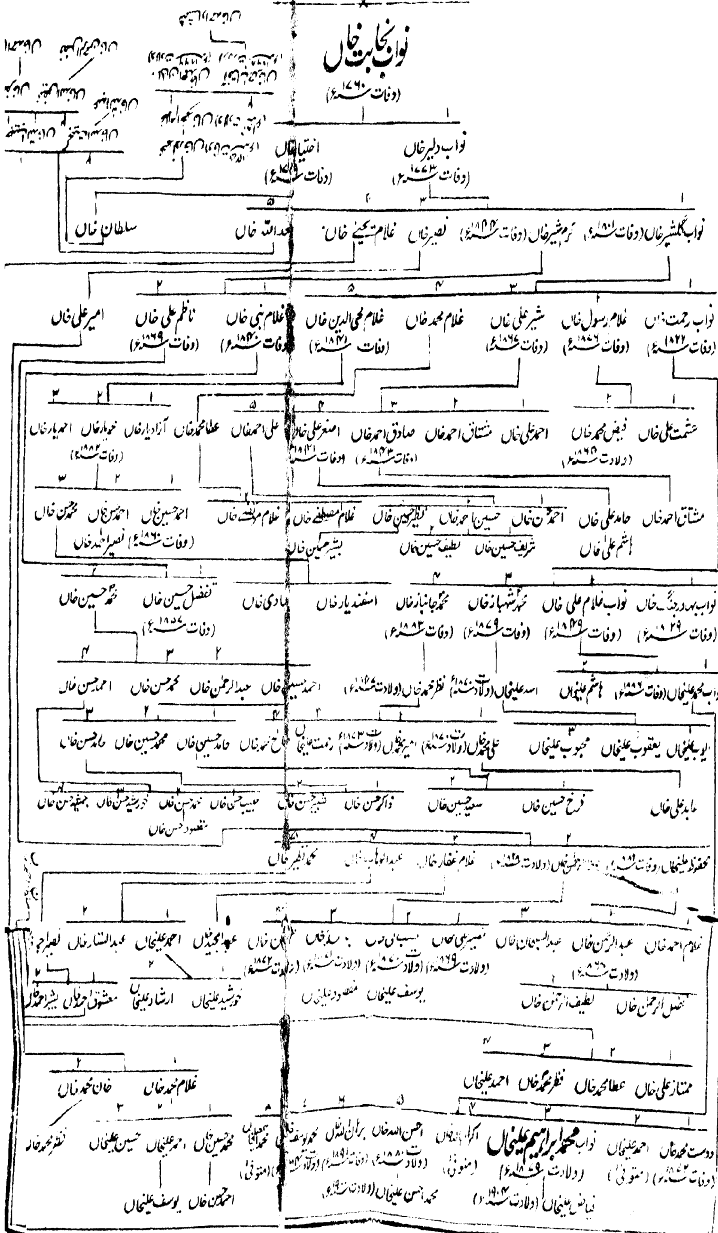
حین حیات تک ہی ہیں چنانچہ ان کو سرکاری پولیس کی زیرنگرانی رکھا گیا۔ جس قدر یہ جاگیردار فوت ہوتے چلے گئے اسی قدر یہ جاگیریں ضبط ہوتی چلی گئیں۔ بھائی لال سنگھ ۱۸۱۶ء میں اور راجہ بھاگ سنگھ ۱۸۱۹ء میں فوت ہوا۔ یہ دونوں اور منڈل اس علاقے کے بڑے جاگیردار تھے۔ پرگنہ کرنال ۱۸۰۶ء میں ایک مقررہ لگان پر منڈلوں کے حق میں علی الدوام قائم رکھا گیا مگر ۱۸۳۴ء میں جیند کا کچھ حصہ اور ۱۸۴۳ء میں کیتھل کا کل علاقہ وہاں کے جاگیرداروں کے لاولد فوت ہونے پر سرکار نے ضبط کر لیا۔ دوسرے سال سفیدون اور اساندھ کے کچھ حصے بھی جیند کے تبادلے میں علاقہ انگریزی میں آ گئے اور ۱۸۴۵ء میں ریاست لاڈوا جو اس علاقے کی سرحد پر واقع تھی سرکار انگریزی کے ہاتھوں میں آ گئی کیونکہ رئیس لاڈوا نے سکھوں کی لڑائی میں سرکار سے بغاوت کی تھی اور اسی سال رؤسائے تھانیسر کنجپورہ اور شام گڑھ کے شاہی اختیارات چھن گئے اور انہیں معمولی جاگیردار بنا دیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں فتح سنگھ آخری حکمران تھانیسر کی بیوہ کی وفات پر کل علاقہ تھانیسر بھی سرکار کے قبضے میں آ گیا



نواب محمد ابراہیم علی خاں آف کنج پورہ

Nawab Muhammad Ibrahim Ali Khan of Kunjpura

# نواب محمد ابراہیم علی خاں رئیس کنجپورہ



# نواب محمد ابراہیم علی خاں رئیس کنجپورہ

قسمت دہلی میں خاندان کنجپورہ نہایت مشہور خاندانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس خاندان کا بزرگ نواب کے خطاب سے موسوم ہے مگر وہ اختیارات جو انہیں نیم خودمختار رؤسا کی حیثیت سے حاصل تھے بموجب فرمان لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر مصدرہ ۱۷ نومبر ۱۸۴۶ء واپس لے لئے گئے ہیں۔ اس فرمان کا نفاذ کل رؤسا پر سوا ئے اُن ۹ چھوٹے رؤسا کے ہوا جن کی ریاستیں دریائے ستلج کے جنوب مشرقی علاقے میں واقع تھیں۔ رؤسائے کنجپورہ یوسف زئی روہیلے پٹھان ہیں اور گو عرصہ سے سرحد پشاور کے کسی موجودہ قبیلے سے ان کا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں پایا جاتا تاہم یہ تحصیل پانی پت کے پٹھانوں کی طرح اپنے تئیں زکاخیل کہتے ہیں آپس ہی میں بیاہ شادی کرتے ہیں اور ان کے رسم و رواج بالکل انہی پٹھانوں کے سے ہیں جو عام طور پر "ہندوستانی" کہلاتے ہیں۔ ہنوز اٹک اور پشاور سے یوسف زئی پٹھان کنجپورہ میں وقتاً فوقتاً آتے جاتے ہیں ان کے ساتھ بھائی بندوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے جس سے کچھ پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانے میں اٹک پار کے لوگوں سے ضرور ان کا تعلق تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کنجپورہ والے خالص یوسف زئی سمجھے جانے کے کیسے خواہشمند ہیں حالانکہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان بھائی بندوں کا مقصود کرنال کے اتفاقی دورے سے محض مالی منفعت اُٹھانا اور پُرلطف وقت گزارنا

ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کے پُرانے کاغذات میں کنجپورہ والوں کا یہاں آنا ملک سندھ سے مانا گیا ہے۔ یہاں سندھ سے مراد غالباً بالائی دریاے سندھ کا علاقہ ہے کیونکہ ضلع اٹک کا بڑا گاؤں گرگشتی نام دریاے سندھ یا انڈس کے قریب چھچھ کے میدان میں شہر اٹک کے شمال مشرق کی طرف واقع ہے اور گُرگشتی کے پٹھان خاص طور پر کنجپوریہ رئیسوں سے رشتہ داری کے مدّعی تھے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں نواب محمد علی خاں کی وفات پر گرگشتیوں کا ایک وفد ماتم پرسی کے لئے اور ایسے تحائف لینے کی خاطر کرنال میں آیا جو انہیں اس طرح ہمدردی جتانے کے صلے میں ملنے کی قوی اُمّید تھی۔ مگر ایسے مواقع پر رشتہ داریاں ہمیشہ منقطع ہو جاتی ہیں اور کنجپورہ والوں میں بھی کوئی تازہ نظیر نہیں ملتی کہ کوئی گرگشتی عورت نواب کی وفات کے بعد کسی کنجپورہ والے سے بیاہی گئی ہو بلکہ پنجاب زیریں کے کسی بھائی بند کی طرف سے اگر ایسی درخواست بھی ہو تو سرحدی پٹھان غالباً اُس کا مذاق اُڑائیں +

کچھ ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ گرگشتی لوگ کس زمانے میں ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ یہ لوگ روہیلے پٹھان خیال کئے جاتے تھے اور مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں انہیں دربار دہلی کی طرف سے نوکریاں ملی تھیں مگر اس وقت تک یہ کسی شمار و قطار میں نہ تھے اور بعد میں نجابت خاں نام ایک شخص نے اپنی کوشش و قابلیت سے اپنے خاندان کی ثروت کی بُنیاد ڈالی۔ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں اس نے عروج پکڑا اور شاہی فوج کا کپتان ہو گیا پھر اس نے اپنے لئے زرخیز زمین کا وہ قطعہ حاصل کر لیا جو دریاے جمنا کی اس شاخ کے

کنارے پر ہے جو اس زمانے میں ایک نالہ کی صورت میں بہتی تھی اور اب خشک ہو کر پورن کے نام سے مشہور ہے اور ضلع کرنال کی تحصیل پیپلی میں واقع ہے۔ نجابت خاں نے پرگنہ بڈولی ضلع سہارنپور کے مواضعات بازید پور وغیرہ لوٹ لئے اور دریائے جمنا کے دلدل میں اپنے لئے ایک مضبوط مینار تعمیر کرایا جس کا نام کنجپورہ یعنی "کونج کا گھونسلا" رکھا۔ اس کے لڑکوں نے اس کا اعزاز بڑھانے کے لئے اس مینار کا نام نجابت نگر رکھدیا اور اس وقت سے نجابت خاں کی اولاد کنجپوریہ ہی کے نام سے موسوم ہوئی۔ نجابت خاں یہ علاقہ لیکر چین سے نہ بیٹھنے پایا تھا کہ بازید پور کے پرانے مالکوں نے عزت خاں چکلہ دار سہارنپور سے شکایت کی جس نے خود اسی قدر فوج لیکر جتنی کہ اس کے ماتحت تھی اس لٹیرے (نجابت خاں) پر چڑھائی کی مگر لڑائی میں نجابت خاں نے شاہی ایجنٹ یعنی عزت خاں کو قتل کر دیا۔ یہ ایک ایسی حرکت تھی جسے مسلمانوں کی اس وقت کی کمزور سلطنت بھی گوارا نہ کر سکتی تھی چنانچہ مولراج ناظم پانی پت کے نام حکم نافذ ہوا کہ اس باغی کو زندہ گرفتار کرکے شاہ دہلی کے حضور میں پیش کرے۔ اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی لیکن نجابت خاں چند ہی سال میں اس زمانہ کے دستور کے مطابق جرمانہ ادا کرنے کے اقرار پر رہا کر دیا گیا۔ لیکن یہ جرمانہ بعد میں ادا نہیں کیا گیا۔

نجابت خاں نے ۱۷۳۹ء میں دہلی کی فتح کے موقع پر نادرشاہ کا ساتھ دیا جس کے صلہ میں نئے بادشاہ یعنی نادرشاہ نے اس کو اراضیات کنجپورہ کا جائز مالک تسلیم کیا۔ خود شہر کنجپورہ جنگی اعتبار سے

ایک عمدہ جگہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ بیگی کا معبر[1] جو سہارنپور سے دہلی جاتی ہوئی سڑک پر واقع ہے اس کے بالکل قریب ہے اور یہاں سے وہ شاہی پل بھی نزدیک ہے جو پانی پت کی نہر پر کرنال اور گھرونڈے کی مستحکم سرائے کے درمیان ہے۔ اٹھارھویں صدی کے وسط میں کنجپورہ کے مقام پر شاہی فوج اور مرہٹوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ نجابت خاں ۱۷۶۰ء میں انہی قلعوں میں سے ایک میں جبکہ وہ ابدالیوں کی طرف سے قلعے کو مرہٹوں کے ایک جرنیل سداشو نامی کے ناگہانی حملے سے بچا رہا تھا مارا گیا۔ فتح کے بعد سداشو نے قلعہ کی کل فوج کو تہ تیغ کیا اور قلعے کو مسمار کر کے زمین کے ہموار بنا دیا اور آس پاس کے دیہات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس وقت نجابت خاں کا بڑا بیٹا دلیر خاں جمنا پار بھاگ گیا تھا مگر اس نے دوسرے سال پانی پت کی اُس لڑائی میں شامل ہو کر مرہٹوں سے بدلہ لیا جس میں اُنھوں نے دُرّانیوں کے ہاتھوں سے شکست فاش کھائی۔ یقیناً دلیر خاں نے دُرانیوں کے زمانے میں ان کو بڑی امداد دی ہوگی کیونکہ اس خاندان میں احمد شاہ بادشاہ کی خاص مہر کی بہت سی اسناد اب تک موجود ہیں جن پر ثبت ہے کہ دلیر خاں اور اس کے والد نے "دولت خداداد" کی خدمات کیں اور ان کے صلے میں دلیر خاں کو کنجپورہ۔ اندری اور عظیم آباد کے ملکی اور مالی اختیارات مستقل طور پر دئے گئے۔ اس عطیئے میں ڈیڑھ سو سے زیادہ گاؤں تھے جو کرنال۔ اندری۔ تھانیسر شاہ آباد اور بڈولی کے موجودہ علاقوں میں واقع ہیں۔ اس کے عوض رئیس علاقہ بھی

[1] یعنی وہ جگہ جہاں پر دریا عبور کرنے کے لئے گھاٹ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ (مترجم)

پابند تھا کہ ضرورت کے وقت مستعدی کے ساتھ امداد دے اور شاہی خدمات کے لئے سوار اور پیدل فوج تیار رکھے۔ بعد ازاں مذکورہ بالا مواضعات میں سے کچھ واپس لے لئے گئے اور ان کے بدلے کرنال اور سفیدوں کے محالات عطا ہوئے۔ اسی زمانے میں خود دلیر خاں کو بخشی اور ارجمند کا خطاب بھی عطا ہوا مگر ۱۷۴۳ء میں اس کی وفات سے کچھ پہلے دلیر خاں کے ہاتھ سے گجپت سنگھ والئی جیند اور دوسرے سکھ سرداروں کی غارت گری کے سبب جو بڑی سرگرمی سے دہلی کی طرف بڑھے چلے جاتے تھے بہت سی جائداد نکل گئی۔ اس کا جانشین گلشیر خاں اس قابل نہ تھا کہ سکھوں کی اس تیز قدمی کو روک سکے اس لئے اپنی خاندانی جاگیروں کو جو جمنا کے مغربی جانب رہ گئی تھیں رفتہ رفتہ کھو بیٹھا مگر ۱۷۸۵ء کے قریب جبکہ سندھیا نے پٹیالہ کی روز افزوں ترقی کو روکا اور بھاگ سنگھ راجہ جیند کو کرنال سے نکالا تو کنجپورہ والوں کا بخت خفتہ بھی بیدار ہوا۔ دس سال بعد جرنیل پیرن نے گلشیر خاں کو کنجپورہ کا نواب تسلیم کر لیا کیونکہ اس نے جارج ٹامس اور راجگان جیند و لاڈوا کے گوشمالی دینے میں اس کی امداد کی تھی۔ ان لوگوں کی کامیابی اور جرأت سے مرہٹوں کو بھی اپنی شمال مغربی سرحد کے محفوظ رہنے کا خدشہ شروع ہو گیا تھا۔ الغرض اس طرح پر رحمت خاں جو ۱۸۰۱ء میں اپنے باپ گلشیر خاں کا جانشین ہوا ایک بڑا آدمی بن گیا جس کے ساتھ اس وقت لارڈ لیک نے بمسرت رابطۂ اتحاد قائم رکھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں لارڈ لیک ہلکر کی طاقت کو توڑنے اور سکھ ریاستوں کے جتھے کو منتشر کرنے کے لئے جن کا سردار رئیس لاڈوا تھا فوج جمع کر رہا تھا۔ رحمت خاں کے بیٹے

بہادر جنگ خاں کو ۱۸۰۶ء میں لارڈ لیک نے بروے فرمانِ خود پرگنۂ کرنال کے سات گاؤں کی ایک جاگیر تا حین حیات عطا فرمائی جو بعد میں لارڈ منٹو گورنر جنرل کشور ہند کی سند کے روسے مستقل ہو گئی۔ جو نقشہ ۱۸۰۹ء میں تیار کیا گیا تھا اس سے پایا جاتا ہے کہ رحمت خاں رئیس کنجپورہ اور اس کا بھائی غلام محی الدین خاں اور چچا کرم شیر خاں ۱۲۰ گاؤں کے مالک تھے جو کرنال۔ اندری اور بڈولی کے پرگنہ جات میں واقع تھے اور جن کا لگان ۹۰۰۰ روپیہ کے قریب تھا۔ مندرجہ بالا دیہات اس شرط پر ملے تھے کہ وہ ایک دستہ فوج کنٹنجنٹ جس میں ۲۰ سوار اور ۶۰۰ پیادے ہوں سرکاری خدمات کے لئے فراہم رکھیں۔ رحمت خاں کی جاگیر جو اندری تھانیسر کے علاقے میں تھی اور جس کا لگان ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ تھا بموجب اعلان حضور گورنر جنرل بہادر مورخہ ۲۲ اگست اس کے نام ایک خود مختار اور زیر حمایت ریاست کی حیثیت میں منتقل کر دئے گئے۔ اس کے بیٹے کی ۲۹۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر دہلی کے علاقے میں تھی اور سہارنپور کی اراضیات پر بھی ان کو حقوق زمینداری حاصل تھے۔ بروے حکمنامہ رئیسان کنجپورہ محصولات گھاٹ اور چونگی کی وصولی سے روک دئے گئے جو وہ اس وجہ سے لے لیتے تھے کہ ان کے علاقے کے قریب دریاے جمنا عبور کرنا پڑتا ہے۔ ان حقوق کے چھن جانے پر نوابوں نے شکایتوں کا تانتا باندھ دیا کیونکہ ۱۸۱۳ء کے بعد کمی محاصل کے عوض ہر سال بہت سی رقومات انہیں دی جاتی تھیں اور وہ اُن اشیا پر جو ان کے علاقے میں فروخت ہوتی تھیں ۱۸۴۳ء تک محصول چنگی لیتے رہے۔ آخر بموجب حکم سر ہنری لارنس صاحب بہادر جو اس زمانے میں

ایجنٹ گورنر جنرل کے اسسٹنٹ تھے وہ محصول موقوف ہوا۔ ۱۸۵۲ء سے لیکر اب تک نوابان کنجپورہ کو ان حقوق کے عوض جن سے وہ محصول گھاٹ اور چُنگی وصول کرتے تھے مبلغ ۳۲۱۰ روپیہ سالانہ کا مستقل وظیفہ ملتا ہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۸۴۶ء سے نوابان کنجپورہ خود مختار بن رہے تھے اور اس کے تین سال بعد لارڈ ڈلہوزی نے لارڈ ہارڈنگ کے طرز عمل کی پیروی میں جون ۱۸۴۹ء میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ۹ ریاستوں کے علاوہ" باقی تمام رؤسا کے اختیارات دیوانی فوجداری اور مالی لے لئے گئے ہیں اور اب وہ سرکار انگریزی کی اُس عام رعایا سے زیادہ نہیں سمجھے جائینگے جن کو صرف خاص خاص مراعات حاصل ہیں"۔ اس وقت سے نوابان کنجپورہ محض جاگیردار رہ گئے ہیں اور ان کو جوڈیشل اختیارات ضرورتاً خاص طور پر مل جاتے ہیں ؛

بہت سے جائز اختیارات ذاتی رسوخ و وجاہت کا یہ خاندان نہایت عمدگی سے استعمال کرسکتا تھا مگر آپس کی شکر رنجی اور تنازعات کی وجہ سے اور بالخصوص اس سبب سے کہ یہ لوگ بزرگ خاندان کے ساتھ اپنے ذاتی اغراض کے لئے جھگڑے فساد رکھتے تھے ان کا سارا اثر و اقتدار مٹ گیا ؛

سب سے پہلے ۱۸۰۶ء میں رحمت خاں اور اسکے بھائی غلام محی الدین میں موروثی جاگیر کے متعلق اختلاف پیدا ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں میں کھلم کھلا یہاں تک مخالفت بڑھی کہ فوجوں میں تلوار چل گئی ہر دو جانب سے پرانے زمانے کی توپیں کام میں لائی گئیں جن کی آواز کرنال کی چھاونی تک سنائی دیتی تھی۔ اسی زمانے کی ایک سرکاری رپورٹ

ہیں کنجپورہ کے باشندوں کی نسبت لکھا ہے کہ " یہ لوگ ہندوستان کی سب قوموں سے زیادہ فسادی اور سرکش ہیں کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ کرتے رہنے کے عادی اور تندخوئی کے علاوہ امن و انتظام سے متنفر ہیں اور کسی کی حکومت نہیں مانتے "۔ چھوٹے بھائی غلام محی الدین کی غرض یہ تھی کہ بموجب اس رسم کے جس کی رو سے رئیس کی پہلی بیوی کی اولاد کو جاگیر موروثی کے باہم تقسیم کر لینے کا حق حاصل ہے جدّی ترکہ تقسیم ہو مگر وہ رسم مذکورۃ الصدر کے ثابت کرنے میں قاصر رہا اور آخرش اپنے مدّعا کو اس پیرائے میں ظاہر کیا کہ اسے علیحدہ گزارے کے لئے ایک خاص تعداد دیہات کی مل جائے جو ساری جائداد کے نصف کے قریب ہوتے تھے۔ آخر کار بہت سے بکھیڑے اور خونریزی کے بعد طرفین نے اپنے تنازعہ کے لئے ثالث مقرر کئے اور مسٹر مٹکاف صاحب ایجنٹ اور ان کے اسسٹنٹ مسٹر ڈبلیو فریزر صاحب کے روبرو حسب ضابطہ اقرار کر لیا کہ ثالث صاحبان جو فیصلہ کرینگے وہ دونوں کو منظور ہوگا۔ اس طرح سے جو فیصلہ ہوا اُس کے مطابق غلام محی الدّین کو چند دیہات نہ اس وجہ سے کہ اس نے اپنے والد کی جائداد کے حصّے کرائے بلکہ محض معقول گزارے کی غرض سے دئے گئے۔ ۱۸۲۲ء میں غلام محی الدّین کو اپنے چھوٹے بھائیوں کے گزارہ دینے سے بھی سبکدوش کیا گیا اور ان کے مصارف کا بار نوّاب (یعنی رحمت خاں) کی جاگیر پر ڈالا گیا۔ اس فیصلہ کی رپورٹ میں سر سی ٹی مٹکاف صاحب بہادر نے غلام محی الدّین کی نسبت مفصّلہ ذیل تحریر فرمایا ہے :۔

" اگر اس وقت یہ سوال کیا جاتا کہ غلام محی الدّین چھوٹے بھائیوں

میں بہ حیثیت ایک بھائی کے کس قدر حصۂ جائداد کا حقدار ہے تو میرے خیال میں یہ جواب دیا جاتا کہ اس وقت جو کچھ اس کو مل چکا ہے اس کی نسبت کم حصہ ملتا۔ مگر یہ بات نہ تھی اور نہ کسی حق کی بنا پر اس معاملے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ فریقین نے ثالثوں کی رائے کو تسلیم کر لیا تھا اور فیصلہ ثالثی برضا و رغبت فریقین کیا گیا۔ غلام محی الدین خاں اس مقدمے میں بحیثیت چھوٹے بھائی کے نہ تھا بلکہ ایک مخالف کی حیثیت سے تھا اور جن معاملات کا اس مقدمے میں حوالہ دیتا تھا وہ انگریزی عملداری سے پہلے کے تھے۔ سرکار نے کبھی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ ان دونوں بھائیوں میں یہ لڑائی چھڑی ہوئی تھی اور اگر یہ نظارہ ہماری چھاونیوں میں سے کسی ایک چھاونی کے قریب یا نظر کے سامنے نہ ہوتا تو سرکار انہیں لڑ جھگڑ کر ہی فیصلہ کر لینے دیتی جس کا نتیجہ غالباً یہ نکلتا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو تباہ کر دیتے یا کسی بڑی ریاست کے ہتے چڑھ جاتے۔ ان میں جو تصفیہ ہوا ہے میرے نزدیک وہ نہ صرف طرفین کے حقوق کا قانونی تصفیہ ہے بلکہ زیادہ تر دو لڑنے والے فریقوں کے درمیان صلح نامہ ہے۔"

نواب رحمت خاں ۱۸۲۲ء میں فوت ہوا اور اس کا جانشین اس کا فرزند نواب بہادر جنگ ہوا جو چھ سال تک نوابی کر کے فوت ہو گیا۔ اس کی وفات پر جاگیر متعلقہ پرگنہ کرنال جو اس کی حین حیات تک تھی حسب منشائے سند عطا شدہ ۱۸۰۶ء گورنمنٹ کے ہاتھوں میں جا پہنچی چونکہ مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اس کا دوسرا بھائی غلام علی خاں اس کا جانشین ہوا جس کو گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے علاقۂ کنجپورہ کا

جائز وارث تسلیم کیا"۔ غلام علی خاں کے چھوٹے بھائیوں نے اپنے چچا غلام محی الدین کی تقلید کی اور ۱۸۳۴ء میں ان میں سے شہباز خاں نے جائداد کے ایک تہائی حصہ کا دعوے کیا مگر یہ دعوے سر جارج کلارک صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ انبالہ نے نامنظور کر دیا اور دہلی کے ایجنٹ گورنر جنرل کی خدمت میں اس مقدمہ کی جو رپورٹ بھیجی اس میں لکھا کہ "اگر گورنمنٹ کا مقصد کنجپورہ کی اراضیات کو ذاتی ملکیت قرار دینا ہے تو ان کی وراثت کو شرع محمدی کے تابع کرنے میں ذرا توقف نہ کرنا چاہیئے اور اگر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رئیس کی ذمہ واری اور اختیار قائم رہے تو اس کے بھائی کے گزارے کا فیصلہ ایک حد تک نواب کی رضامندی پر چھوڑ دینا چاہیئے"۔ اس کے جواب میں ۱۲ دسمبر ۱۸۳۶ء کو سر چارلس مٹکاف صاحب نے بمنظوری لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی یہ قرار دیا کہ "کنجپورہ ضرور ایک ریاست خیال کی جاوے اور خوردان خاندان بزرگ خاندان سے اپنا گزارہ لیں اور یہ رقم خاندان کے رواج کے مطابق مناسب طور پر معین کر دی جائے"۔

۱۸۴۱ء میں غلام محی الدین کی وفات پر ان دیہات میں سے جو اسے ملے ہوئے تھے علاقہ بیانا کا ایک گاؤں اور کنجپورہ کے سات چاہ کی اراضیات کے علاوہ جو غلام محی الدین کے بیٹے محمد یار خاں کو گزارے کے لئے دئے گئے باقی کل علاقہ نواب غلام علی خاں کو واپس مل گیا۔

۱۸۴۳ء میں نواب کنجپورہ نے کیتھل کے اس فساد کے فرو کرنے میں پچاس سواروں کی امداد دیکر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا جس کا ذکر ایک اور باب میں کیا گیا ہے۔ یہ فساد گورنمنٹ کے اس فیصلے کی

وجہ سے برپا ہوا تھا جسکی رو سے بھائی اودے سنگھ کی جاگیر اس کے لاولد فوت ہونے پر لاوارث قرار دی گئی تھی۔ یہ پچاس سوار دو مہینے تک سرہنری لارنس صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر رہے اور انکی خدمات کا اعتراف نواب کے نام شکریہ کی چٹھی میں کیا گیا۔ دوسری مرتبہ نواب نے سامان باربرداری اور رسد سے سکھوں کی پہلی لڑائی پہ سرکار کو امداد دی ؛

نواب غلام علی خاں ۱۸۴۹ء میں فوت ہوا اور اسکا بیٹا محمد علی خاں اس کا جانشین ہوا۔ اس کی زندگی کا آخری زمانہ خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے جو غلام محی الدین کے لڑکے محمد یار خاں بیانا والے کی ایما سے کھڑے ہوئے تھے پریشانی میں گزرا۔ ان کمبخت جھگڑوں نے جو خاندان کے حق میں سمِ قاتل تھے ریاست کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا اور ۱۸۴۹ء کے نازک وقت میں ان کی مخالفت نے اصلاح کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا حالانکہ اس وقت میں عملی طور پر وفاداری دکھانے سے کنجپوریوں کی عزت وتوقیر ہمیشہ کے لئے سرکار کی نظروں میں ایک اعلیٰ رتبہ حاصل کرنے والی تھی۔ نواب محمد علی خاں کی عمر صرف ۲۰ سال کی تھی جب اسکے والد کا انتقال ہوگیا اور اس کو شروع ہی سے ان مصیبتوں نے گھیر لیا جو اس کے چچا شہباز خاں اور جانباز خاں کی سخت مخالفت و خفیہ سازشوں کی وجہ سے اس پر آئیں۔ شہباز خاں اور جانباز خاں نے اپنے چچیرے بھائی محمد یار خاں بیانا والے کے ساتھ اس لئے سازش کی تھی کہ بزرگ خاندان کو مل کر تباہ کردیں اور جائداد کو سب چچازاد بھائیوں میں تقسیم کرالیں۔ اُنھوں نے نواب پر اس کی سوتیلی ماں کی معرفت یہ جرم

لگوادیا کہ اس نے نوابی حاصل کرنے کے لئے اپنے بڑے بھائی کو زہر دیدیا ہے مگر تحقیقات کرنے پر یہ الزام بے بنیاد ثابت ہوا ٭

نواب پر دوسری مصیبت یہ پڑی کہ اس کا چچا زاد بھائی تفضل حسین خاں ۱۸۵۱ء میں رہگرائے ملک بقا ہوا اور اب اُس کی جائداد کی جو اسکے دادا کرم شیر خاں کو گھیر اور کنجپورہ خاص میں کفالتِ معاش کے لئے ملی تھی اور ارثاً تفضل حسین کے حصے میں آئی تھی آیندہ جانشینی اور وراثت کا قضیہ پیش آیا۔ تفضل حسین کی بیوہ نے تو برکت علی کو جو ایک کنیز کے بطن سے تھا مرحوم کا جائز وارث بنا دیا۔ مگر اس معاملے میں گورنمنٹ کا فیصلہ کرم شیر خاں کے وارثانِ اصلی کے حق میں تھا جن میں سے ناجائز اولاد خارج کر دی گئی تھی۔ نواب کے حق میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ کرم شیر کے قریبی ورثا نہ رہنے کی صورت میں اسے صرف حقوق بازگشت حاصل ہیں ٭

اس عرصے میں شاخ بیانا والے بھی بے کار نہیں رہے۔ محمد یار خاں جائداد کے چوتھائی حصے کا دعوےٰ کر کے مقدمہ چلاتا رہا مگر ۱۸۵۱ء میں کمشنر انبالہ نے اس کے دعوےٰ کو آخری دفعہ نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد نواب کے ان حقوق بازگشت کا جو اسے محمد یار خاں بیانا والے کے مقبوضات پر حاصل تھا مقدمہ شروع ہوا جو کئی سال تک عدالتوں میں چلتا رہا۔ ۱۸۵۵ء میں صاحب فنانشل کمشنر بہادر نے یہ حکم نافذ کیا کہ چونکہ غلام محی الدین علیحدہ جاگیر کا مالک نہیں مانا گیا اس لئے اس کے لڑکے محمد یار خاں کو صرف تاحیات خود قبضہ کا حق حاصل ہے ٭

۱۸۵۷ء میں نواب محمد علی خاں نے حسب منشائے صاحب کمشنر بہادر

اپنے تمام سوار اور پیادے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں پیش کئے۔ ان کو
تھانیسر کے مقام پر تعینات کیا گیا جہاں اُنھوں نے امن کے قائم
رکھنے اور انتظام کی تقویت میں امداد دی۔ اس کے صلہ میں ایک سال
کا زر معاوضہ خدمات جو نواب سے لیا جاتا تھا معاف کردیا گیا اور آیندہ
کے لئے مستقل طور پر معینہ رقم سے نصف کردیا گیا۔ خاندانی تنازعات
جو دوران غدر میں یوں ہی پڑے رہے تھے ۱۸۵۹ء میں ازسرنو چھڑ گئے
چنانچہ منجملہ اور افترا پردازیوں اور الزامات کے جو نواب پر لگائے گئے
تھے اس پر ایک رشتہ دار کے قتل کے اقدام کا الزام بھی لگایا گیا۔ مگر
یہ بھی لغو ثابت ہوا۔ ایک اور مرتبہ یہ رپورٹ ہوئی کہ نواب ۱۸۶۰ء
کے وہابیوں سے ملا ہوا ہے۔ اس الزام کی تحقیقات کی گئی اور نتیجہ
کی اطلاع نواب کو اس چٹھی کے ذریعے سے دی گئی جو گورنمنٹ نے
کمشنر کے نام بھیجی تھی اور جس کا مفصلۂ ذیل فقرہ قابل اندراج ہے:-
"نواب لفٹنٹ گورنر بہادر خواہشمند ہیں کہ آپ نواب کنجپورہ کو اطلاع
دیدیں کہ مخبروں نے ان کو معتوب کرانے کی غرض سے جو الزامات
لگائے تھے ان کی تحقیقات سے گورنمنٹ عالیہ کی رائے میں
ثابت ہوگیا ہے کہ اگرچہ مخالفین نے وہابیوں کا ایک قاصد اُن کے
پاس بھیک مانگنے کے بہانہ سے بھیجکر پھنسانے کی کوشش کی تھی مگر
وہ اپنے مُدعا کے حصول میں بالکل ناکام رہے ہیں اور سرکار دولتمدار
کی نظروں میں نواب صاحب نہ صرف الزامات سے پاک ثابت ہوئے
ہیں بلکہ ان کی عزت و تکریم پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے"۔
نواب محمد علی خاں اپنے آپ کو مرتے دم تک اپنے بے شمار

رشتہ داروں کے ان بالکل بے بنیاد حملوں سے بچاتا رہا جن کے اس جگہ بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور جن کی محض فہرست انکے کسی کام کی نہیں جو سرکاری دفاتر میں ان کی پوری مثل دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ان مقدمات کے دوران میں خواہ وہ عدالتوں میں طے پائے یا ان کا حکّام نے انتظامی طور پر فیصلہ کیا بعض ایسے جھگڑوں کا تصفیہ ہوا جن کا تھوڑا سا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ صاحب کمشنر دہلی کے رائے دینے پر ۱۸۵۵ء میں نوّاب نے عمداً اپنے دادا کے بھائی شیر علی خاں کے لڑکوں کو ۶۶۶ روپیہ سالانہ کا مشترک گزارہ دیا۔ دوم یہ کہ نواب کے دادا کے بھائی غلام رسول کے لڑکے فیض محمد خاں نے ۱۸۷۶ء میں اپنے والد کی وفات پر یہ دعوٰے کیا کہ موروثی حق کی رو سے اسے کنجپورہ کے تین چاہ اور مبلغ ۱۶۷ روپیہ سالانہ بطور وظیفہ ملنے چاہئیں۔ یہ مقدمہ ۱۸۸۴ء تک عدالتوں میں خراب ہوتا رہا۔ جس سال سرچارلس ایچیسن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اس میں ثالث ہونا منظور فرمایا اور یہ فیصلہ دیا کہ چونکہ فیض محمد خاں نواب کی خدمت بجا آوری اور تابعداری کرنے کی ان شرائط کو بجا نہیں لایا جو خاندان کے ایسے ہر ایک شخص کے لئے کرنی ضروری ہیں جو نوّاب سے گزارہ لیتا ہے اس وجہ سے وہ اتنا لینے کا حقدار نہیں ہے جتنا کہ اسی درجہ کے اور دُوسرے رشتہ دار ہیں لہذا مبلغ ۲۹۳ روپیہ سالانہ اس کے گزارے کے لئے واجبی رقم ہے۔ ۱۸۸۲ء میں محمد یار خاں کی وفات کے بعد تیسرا جھگڑا اس طرح پر شروع ہوا کہ اس کے لڑکے احمد حسن نے ایک درخواست دی کہ

اسے بیانا کا جاگیر دار اور وہاں کے اور کنجپورہ کے چند قطعات کا مالک بنایا جاے اور اس مقدمہ کو اس وقت تک چلایا کہ بیانا کا نام و قلعہ اور اس کے گرد و نواح کی چند ایکڑ زمین اس کے قبضے میں رہ گئی۔ مگر بعد ازاں بیانا کی ساری جاگیر کا مقررہ مالیہ بطور بازگشت نواب کے نام ہوگیا اور نواب کو ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ تا زیست گزارہ اپنے چچیرے بھائی احمد حسن کو دینا پڑا۔ اخیر جھگڑا نواب کے چچا جانباز کے لڑکے نظر محمد نے یہ دعوے کر کے اُٹھایا کہ ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ کی رقم جو اس کے مرحوم باپ کو بطور گزارہ کے ملتی تھی اس کے نام جاری رہنی چاہئے۔ اس کا فیصلہ نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے کیا جسکی اطلاع کمشنر دہلی کو پنجاب گورنمنٹ کی چٹھی مورخہ ۲ جولائی ۱۸۸۸ء کے ذریعے سے دی گئی اور جس میں نواب صاحب ممدوح نے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ "نظائر کی رو سے خاندان کنجپورہ کی مختلف شاخوں کے بزرگوں میں سے کسی بزرگ کا عطا شدہ وظیفہ اس کی وفات پر قابل تخفیف ہوتا ہے جب تک کہ اس قاعدے کے خلاف کسی خاص شخص کے واسطے کوئی خاص معاہدہ یا گورنمنٹ کا حکم یا عدالتوں کا فیصلہ نہ ہو" اسکے مطابق دعویدار کو اس کی زندگی بھر کے لئے ۹۰۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ عطا کیا گیا جس پر قید یہ تھی کہ وظیفہ خوار معاوضہ خدمات اور انکم ٹیکس ادا کیا کرے اور مفصلۂ ذیل شرائط کا پابند رہے کہ:۔ "وظیفہ خوار نواب کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں کریگا۔ اپنے وظیفہ کو منتقل یا گرو نہیں کریگا اور اس بات کو تسلیم کریگا کہ عطیہ صرف اسی کی زندگی کے لئے ہے اور اس کے بعد اس کے ورثا کا اس پر کوئی دعوے

نہیں ہوگا"۔

نواب محمد علی خاں کا انتقال ۱۸۵۶ء میں ہوا۔ قسمت دہلی کی پراونشل درباریوں کی فہرست میں اس کا تیسرا نمبر تھا اور ۱۸۶۰ء تک اسے اپنی جاگیر کے حدود کے اندر اندر مجسٹریٹ اور سول جج کے اختیارات حاصل رہے۔ موجودہ نواب ابراہیم علی خاں اس کے پس ماندہ لڑکوں میں سے سب سے بڑا ہے جس نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی اور جس کی نابالغی کے زمانہ میں جاگیر کا انتظام کورٹ آف وارڈز کے سپرد رہا۔ نواب ابراہیم علی خاں نے پراونشل درباریوں میں اپنے باپ کی جگہ حاصل کر لی ہے۔ نواب محمد علی خاں مرحوم نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے چھوٹے لڑکوں کے گزارہ کا یہ انتظام کیا کہ کچھ زمین لیکر ان کے حوالے کی مگر ان میں سے صرف دو یعنی احسن اللہ خاں اور محمد یوسف علی خاں نے جو موجودہ نواب کے سوتیلے بھائی ہیں اور جو ابھی تک زندہ ہیں کچھ عرصہ ہوا نواب پر اپنے باپ یعنی مرحوم نواب محمد علی خاں کی ساری جاگیر کے ⅕ حصہ اور دوسری جائداد کی نالش دائر کی تھی۔ چیف کورٹ نے اس جائداد پر کے دعوے کی جو نواب مرحوم نے ۱۸۶۹ء کے بعد حاصل کی ڈگری دیدی اور اب نواب ابراہیم علیخاں نے اس مقدمہ کو پریوی کونسل تک پہنچانے کا ارادہ کر لیا ہے۔

جائداد کنجپورہ میں جاگیرات اور زرعی املاک شامل ہیں جو اندری ضلع کرنال کے قریب اور اضلاع مظفر نگر اور سہارنپور میں واقع ہیں۔ علاوہ ازیں کرنال کنجپورہ اندری اور نراوڑی میں بہت سے مکانات بھی ہیں۔ آخر الذکر جگہ کی قدیمی شاہی سرائے جسکی عمارت

قابل دید ہے نوّاب کی ملکیت ہے۔ زمین کا مالیہ بعد منہائی معاوضہ خدمات تخمیناً ۳۲۰۰۰ روپیہ سالانہ ہوتا ہے اور ان ۳۸ مواضعات سے وصول کیا جاتا ہے جو زیادہ تر پرگنہ اندری کے علاقہ کھدر میں واقع ہیں۔ ان میں سے کچھ دیہات کے مالیہ میں سکھ جاگیردار بھی حصہ دار ہیں۔ مثلاً تراوڑی کی آمدنی میں سے ۲/۵ حصہ سردار شام گڑھ لے لیتا ہے وقس علیٰ ہذا۔ خاندان کنجپورہ کی ملکیت میں ۱۲ گاؤں تو سالم ہیں اور ۴۶ گاؤں میں حصے ہیں۔ ۲۳۱۳۰ روپیہ سالانہ ان کے لگان کا آتا ہے اور قریباً ۱۴۰۰ روپیہ سالانہ کرایہ مکانات آمدن باغات اور متفرق مدّات سے وصول ہو جاتا ہے۔

اب اس خاندان کی شاخ گھیر کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے سرکردگان آجکل کرم شیر خاں کے بڑے بیٹے غلام نبی کے بھائی کا پوتا احمد حسن خاں اور اس کے بھتیجے حامد حسین خاں اور حامد حسن خاں ہیں۔ گھیر کی اراضیات کا کچھ حصہ جمعیت سنگھ تھانیسر والے کی ملکیت ہے۔ باقی ماندہ کا انتظام غلام نبی خاں نے ایسا خراب کیا کہ ۱۸۶۲ء میں کاشتکاروں کی شکایت پر اس کے جوڈیشل اختیارات چھین لئے گئے اور حقوق جاگیر کے عوض اس کے بھتیجوں کو ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ کا نقد وظیفہ دیدیا گیا۔ یہ وظیفہ ابھی تک بھی ضلع کے خزانہ سے حامد حسین خاں اور حامد حسن خاں کو ملتا ہے۔ یہ دونوں زور دیتے ہیں کہ ان کو جاگیردار ہی کہا جاوے حالانکہ موجودہ انتظام میں انہیں ظاہرا فائدہ ہے کیونکہ ان کی پرانی جاگیر کی آمدنی بندوبست میں اس وظیفے سے بہت کم نکلی جو انہیں ملتا ہے۔ ان میں حامد حسین خاں

ڈویژنل درباری بھی ہے ٭

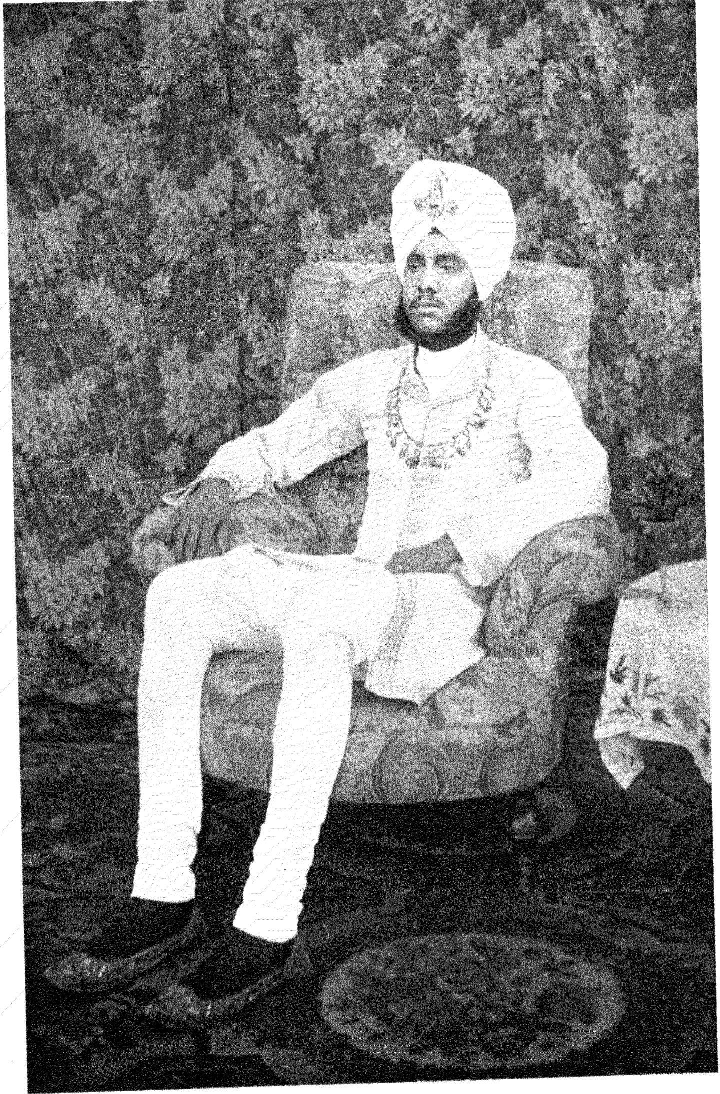
خاندان کنجپورہ کی شاخیں اس قدر ہوگئی ہیں اور اس کے افراد اس قدر پھیل گئے ہیں کہ ہر ایک شخص کا پتہ چلنا دشوار ہے۔ نجابت خاں کی اولاد میں سے بہت سے اشخاص کئی سال سے اپنے آبائی ملک سے روپوش ہوگئے ہیں اور انہوں نے مستقل طور پر بزرگ خاندان سے اپنا قطع تعلق کر لیا ہے۔ گامے خاں کا بیٹا غلام محمد خاں اپنے دوسرے رشتہ داروں کی طرح نواب سے لڑکر پانی پت میں آباد ہوگیا اس کی اولاد نے اب وہیں شادیاں کر لی ہیں اور زمین لے لی ہے۔ اختیار خاں کی اولاد میں سے غلام احمد خاں گوالیار والا نامور گزرا ہے۔ یہ شخص گوالیار کی کونسل ریجنسی کا ممبر رہ چکا ہے اور اُردو کی بہت سی اعلےٰ درجہ کی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کے لڑکوں نے علیگڈھ کالج میں تعلیم پائی اور ان میں سے ایک سلطان احمد خاں اب ریاست گوالیار میں سشن جج ہے ٭

شاید وظائف اور مشاہروں کو برابر تقسیم کر لینے کے رواج نے ان لوگوں کی موجودہ رتبہ وظیفہ خواری سے زیادہ اعلےٰ مرتبے حاصل کرنے کی خواہش کو غارت کر دیا ہے کیونکہ خاندان بھر میں سوائے دو تین اشخاص کے کوئی متنفس ایسا نہیں نظر آتا جو قوت بازو سے اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہو ٭



مہاراجہ اودے سنگھ آف کیتھل

The late Maharaja Ude Singh of Kaithal



بھائی شمشیر سنگھ رئیس ارنولی

Bhai Shamsher Singh of Arnauli

# بھائی شمشیر سنگھ رئیس ارنولی

دیال سنگھ
- گوربخش سنگھ (وفات سنہ ۱۷۶۰ء)
  - ۱ بڈھا سنگھ
  - ۲ دھنا سنگھ
    - ۱ کرم سنگھ
    - ۲ چڑت سنگھ
  - ۳ گورو داس سنگھ
  - ۴ دیبا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۰۸ء)
    - ۱ بہال سنگھ
    - ۲ لال سنگھ
      - ۱ پرتاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۲۳ء)
      - ۲ اودے سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۳ء)
  - ۵ تخت سنگھ
    - دل سنگھ
  - ۶ سکھا سنگھ
    - ۱ گوردت سنگھ
    - ۲ بساوا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۱۲ء)
      - ۱ بہادر سنگھ
      - ۲ پنجاب سنگھ
      - ۳ گلاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۵ء)
        - ۱ بھائی جسمیر سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۷ء)
          - ۱ بھائی شمشیر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۰ء)
          - ۲ رنجیت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)
        - ۲ نونہال سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۱ء)
      - ۴ کاہن سنگھ
      - ۵ سنگت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۹ء)
        - انوکھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۴ء)
          - بھائی زبرجنگ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء)

---

کیتھل کے بھائیوں کا ایک مشہور خاندان ہے جس کی گزشتہ زمانہ کی تاریخ پٹیالہ اور اُن چھوٹے چھوٹے رئیسوں کی تاریخ سے بہت کچھ مخلوط ہوئی ہے جو لارڈ لیک کے پہلے پہل دہلی میں قیام کے وقت دریائے جمنا اور ستلج کے درمیانی علاقہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ بھائی

اور رئیسانِ پھلکیان ایک ہی نسل سے ہیں اور ان کے شجرے اس راجپوت جیسل سے جا ملتے ہیں جس کا نام ہر ایک معزز ملوئی جاٹ کے شجرۂ نسب میں ضروری طور پر دکھائی دیتا ہے۔ سدھو کا بیٹا دھر جو کیتھل۔ سدھوال۔ جھمبا اور ارنولی خاندانوں کا بزرگ تھا چودھویں صدی کے وسطی حصہ کے قریب بھٹنڈہ میں آباد ہوا اور اسکے بیٹے مانک چند نے بھولیر کا موجودہ گاؤں آباد کیا اور بھٹنڈہ کے گرد و نواح کے اور بہت سے گاؤں لے لئے۔ مانک کا پوتا بھگتو سری گورو ارجن صاحب جی کا چیلا تھا اور بھائی کہلاتا تھا۔ یہ خطاب اس خاندان میں اب تک چلا آتا ہے اور بھگتو کے زمانہ سے لیکر آجتک نیم مذہبی مرتبہ رکھتا ہے۔ اس خاندان کا دوسرا با اقتدار شخص گوربخش سنگھ تھا جس کا عروج راجہ آلا سنگھ والئ پٹیالہ کے زمانے میں ہوا۔ وہ راجہ کا ایک پکا دوست ہونے کے علاوہ ایک عمدہ سپاہی تھا مگر بھائیوں کا سا تقدس اس میں نہ تھا۔ یہ اور راجہ آلا سنگھ اپنی فوجوں کو یکجا کر کے بہت سی لڑائیاں لڑے جہاں سے گئے چاروں طرف کے گاؤں دبا بیٹھے اور مال غنیمت کو باہم تقسیم کر لیا۔ سنہ ۱۷۶۱ء میں گوربخش سنگھ کی وفات پر اس کے مقبوضات اسکے چھ لڑکوں کو مل گئے جن میں سب سے بڑا بڈھا سنگھ نہایت جنگجو نکلا۔ اس نے تھانیسر اور پہوا کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور تھوہ میں ایک مضبوط قلعہ بنا کر اسے اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ اس کے بھائی بھائی دیسا سنگھ نے کیتھل کا علاقہ اس کے افغان مالکوں بھیک بخش اور نعمت خاں سے اور پنڈری کی زمینیں سیدوں سے چھین لیں۔ بعد ازاں ان چھ بھائیوں پر تھانیسر کے مشہور و معروف سردار بھنگا سنگھ نے جو سخت تند مزاج تھا

اور جس سے اس زمانے کے اینروے ستلج کے سارے رئیس ڈرتے تھے حملہ کیا۔ بھنگا سنگھ اچانک تھانیسر پر آاُترا جس میں دو قلعے تھے۔ ایک تو بڈھا سنگھ کے قبضے میں تھا اور دوسرا ایک راجپوت رئیس نتھے خاں نامی کے پاس تھا۔ نتھے خاں نے تو مقابلے کی ایک بے سُود سی کوشش کرنے کے بعد اطاعت قبول کرلی مگر بھائی مقابلہ پر اڑے رہے اور ان کا قلعہ کئی سال کے بعد فتح ہوا وہ بھی کچھ لڑائی سے نہیں چالبازی اور دھوکے سے۔ سرداراں سدھوال آخرکار دیسا سنگھ کے بیٹے لال سنگھ کے زمانے میں تھانیسر سے نکال دئے گئے۔ لال سنگھ کی اپنے باپ کے ساتھ کئی سال تک اَن بن رہی جس نے اسے قید کرلیا اور جس کی خواہش یہ تھی کہ لال سنگھ کا بڑا بھائی بھال سنگھ ریاست کا مالک بنے مگر لال سنگھ قید خانہ سے بھاگ نکلا اور بھال سنگھ کو مارکر ساری جدی وراثت کا مالک بن بیٹھا۔ یہ شخص سدھوال کے سارے رئیسوں میں ممتاز ترین گزرا ہے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ ۱۸۰۹ء میں سرکار انگریزی کی عملداری شمال کی جانب بڑھ رہی تھی یہ پٹیالہ کے بعد اینروے ستلج کے سارے سرداروں سے زیادہ زبردست گنا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لال سنگھ بڑا قابل آدمی تھا مگر نہایت ناقابل اعتبار اور ایسا تُند خو اور نافہم تھا کہ سرکار انگریزی کو اسے اپنے علاقہ میں امن قائم کرنے کی ترغیب دینے میں بڑی دقت پیش آئی۔ اس نے چاروں طرف کے ہمسائیوں کو لوٹ کر بہت سا ملک حاصل کرلیا اور تھانیسر پر بھی قبضہ کرلیا جس کو مفتوح کرنا اس کی دلی خواہش تھی اور جو اسکے پُرانے دشمن بھنگا سنگھ نے ایک عرصہ تک پوری ہونے نہ دی تھی۔

پھر لال سنگھ جرنیل آختر لونی صاحب بہادر کے پاس آیا اور گورکھوں کی لڑائی میں سرکار انگریزی کی مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کے صلے میں اس کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا اور پانچسو سوار مہیا کرنے کی شرط پر جو ساتھا اور گوہانہ کے علاقے اپنے پاس رکھنے کی اجازت دی گئی جن کے اخراجات کے لئے آٹھ اور گاؤں الگ کر دئے گئے جسونت راؤ ہلکر کے تعاقب میں یہ دریائے ستلج کے کنارے تک گورنمنٹ کے ساتھ رہا اور سرکار سے ایک سند حاصل کی جس میں اس کی ان خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا جو اس نے اس موقع پر مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان عہدنامہ ہونے میں کی تھیں۔ ۱۸۱۹ء میں اسے خاندانی جائداد کا وہ حصہ لینے کی اجازت دی گئی جو اس کے چچیرے بھائی کرم سنگھ کی لاولد بیوہ کے قبضہ میں تھا اور جو قواعد کے مطابق لاوارث علاقہ کی حیثیت سے سرکار انگریزی کے قبضہ میں آجانے والا تھا۔ لال سنگھ اپنی ساری عمر راجہ بھاگ سنگھ والئ جیند کا پکا طرفدار بنا رہا اور کئی موقعوں پر جارج ٹامس ہانسی کے مشہور قسمت آزما کے حملوں کو روکنے کے لئے اس کی امداد کرتا رہا +

سردار لال سنگھ کا بیٹا اودے سنگھ اپنے باپ سے بالکل جدا خیالات کا آدمی تھا۔ یہ نوجوان دل کا کمزور تھا۔ اولوالعزمی اس میں نام کو نہ تھی اور نہ قابلیت ہی تھی کہ جو کچھ اس کے باپ نے بنایا تھا اسی کو سنبھال سکتا۔ اس کے وقت میں کیتھل کی سرحد پر بدنظمی اور کشت وخون اس قدر بڑھ گئے کہ تمام کاروبار بند ہو گئے اور سارے ملک کے امن وامان میں اس قدر خلل آگیا کہ سرکار انگریزی کو اس کے اور آس پاس کے سرداروں

کے نام جو مجتمعاً ایک حد تک اس علاقہ کے امن و امان کے ذمہ وار تھے سخت شکایت لکھنی پڑی۔ علاقہ کی یہی نازک حالت تھی کہ بھائی اودے سنگھ ۱۸۴۳ء میں لاولد فوت ہوگیا اور خاندان کی سرداری اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی پیداوار کا علاقہ جو گوربخش سنگھ خاندان کے اصلی مورث کا حاصل کیا ہوا تھا ارنولی والے بھائی گلاب سنگھ اور بھائی سنگت سنگھ کے حصہ میں جن کا شجرہ تیسری پشت میں اودے سنگھ کے شجرہ سے ملتا تھا آگئے اور چار لاکھ روپے سالانہ کی مالیت کی باقی جائداد مع کیتھل کے لال سنگھ اور خاندان کے دوسرے افراد جو بھائی گوربخش سنگھ کے بعد ہوئے حاصل کئے ہوئے تھے مال لاوارث کے طور پر سرکار انگریزی کے ہاتھ لگے۔ اس قدر جائداد کا سرکار انگریزی کے ہاتھ آنا رئیسان پھلکیاں کو بہت ناگوار ہوا وہ مرحوم کے رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے قدرتی طور پر یہ چاہتے تھے کہ یہ جائداد خاندان ہی کے قبضہ میں رہے۔ انکو یہ بھی ڈر تھا کہ یہ نظیر آیندہ کسی دن ان پر بھی عاید ہوجائیگی کیونکہ اس زمانے میں ان کو ایسی سندات نہیں ملی تھیں جن کے رو سے وارث نہ ہونے کی صورت میں ان کی املاک انہی کے خاندان میں رہنے کی قرارداد ہوتی۔ چنانچہ راجگان پٹیالہ۔ نابھہ اور جیند نے مسٹر گریتھڈ صاحب بہادر کے پاس کیتھل میں اظہار حال کے لیے اپنے خاص معتمد بھیجے۔ گریتھڈ صاحب بہادر کو گورنمنٹ عالیہ نے وہاں خاص طور پر احکامات سرکاری کی بجاآوری کے لئے تعینات کیا تھا جو ایک مفروضہ غارتگری کے خلاف دئے گئے تھے۔ مگر آخر کار یہ معتمد واپس بلالئے گئے اور کونسل کیتھل کو گورنمنٹ کی اطاعت کرلینے کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ مگر اس خیال

سے کہ سکھ رئیس ان کے ہمدرد تھے اور غالباً سکھ رئیسوں کی خفیہ سازش سے بھڑک کر کیتھل کے لوگوں نے اس وقت کہ ابھی سرکار کے قبضہ لینے کا معاملہ طے بھی نہ ہوا تھا بلوہ کردیا اور سرکار انگریزی کو قصبہ اور قلعہ بروز شمشیر لینا پڑا +

گلاب سنگھ کا بیٹا بھائی جسمیر سنگھ اور سنگت سنگھ کا بیٹا بھائی انوکھ سنگھ دونوں سکھوں کی لڑائیوں اور بعد ازاں ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقع پر سرکار انگریزی کے ساتھ وفاداری سے پیش آئے ۔ بھائی انوکھ سنگھ نے ایک دستہ سوار اور پیادوں کا خود بھرتی کرکے انبالہ اور دہلی کی درمیانی سڑک پر گشت کرنے میں امداد دی اور جسمیر سنگھ کی خدمات بھی اس موقع پر قیمتی تھیں۔ ان خدمات کے صلے میں ان دونوں کی جاگیروں کا ایک سال کا معاوضۂ خدمات جو مبلغ ۳۵۷۷ روپے ہوتا تھا بالکل معاف کردیا گیا اور ان کی حین حیات تک کے لئے اس کی تنصیف منظور کرلی گئی +

بھائی جسمیر سنگھ اپنی وفات تک جو ۱۸۹۷ء میں واقع ہوئی ارنولی میں رہا اور بھائی انوکھ سنگھ نے ۱۸۹۴ء یعنی اپنی وفات کے سال تک سدھوال میں اپنی سکونت رکھی ۔ دونوں کو اپنے علاقوں کے حدود کے اندر دیوانی اور فوجداری جوڈیشل اختیارات حاصل تھے اور جسمیر سنگھ پراونشل اور انوکھ سنگھ ڈویژنل درباری تھا ۔ بھائی جسمیر سنگھ کی جگہ اس کا سب سے بڑا بیٹا شمشیر سنگھ اور بھائی انوکھ سنگھ کی جگہ اس کا بیٹا زبر جنگ سنگھ جانشین ہوئے ۔ یہ دونوں شمشیر سنگھ اور زبر جنگ سنگھ ایچیسن کالج میں تعلیم پاتے ہیں اور انکی جائدادیں

کورٹ آف وارڈز کے زیر انتظام ہیں۔ شمشیر سنگھ کی جاگیر اور دوسری جائداد کی آمدنی قریباً پچاس ہزار اور زبر جنگ سنگھ کی قریباً بیالیس ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ شمشیر سنگھ کا چھوٹا بھائی رنجیت سنگھ بھی ایچیسن کالج میں تعلیم پاتا ہے *

---

*

# نواب عظمت علی خاں منڈل

نواب بہادر عظمت علی خاں کرنال کا خطاب یافتہ نواب منڈلوں کے اس فرقے کا بزرگ ہے جسے لارڈ لیک صاحب بہادر نے ۱۸۰۶ء میں جمنا کے شرقی کنارے کے ان علاقوں پر آباد پایا تھا جو اب میرٹھ اور مظفر نگر کے اضلاع میں شامل ہیں +

پُرانے انگریزی کاغذات میں دوآبہ جمنا کے منڈلوں کو پٹھان بیان کیا گیا ہے اور اب تک بھی سرکاری کاغذات میں ان کو قومیت کے لحاظ سے پٹھان ہی لکھا جاتا ہے مگر سر ڈنزل ایبٹسن صاحب بہادر کا جو اس معاملہ میں خاص درجہ استناد رکھتے ہیں خیال ہے کہ یہ لوگ جاٹوں کی نسل سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ منڈل لوگ سمانہ علاقہ پٹیالہ سے یہاں آئے جہاں اب تک ان کے کئی خاندان آباد ہیں اور مہاراجگان پٹیالہ کی ہمیشہ خدمات کرتے رہنے کے صلے میں بہت سی جائدادوں کے مالک ہیں۔ سمانہ پندرھویں صدی میں قدر و منزلت کی جگہ تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کے حکمران ایک مدت تک شاہان لودھی کے بھی مطیع نہ ہوئے تھے اور سمانہ سے جانب جنوب پانی پت تک کے علاقے پر قابض و فرمانروا تھے +

کیتھل کے سرحدی علاقہ کے باشندے یہ روایت کرتے ہیں کہ اُس ہل چل میں جس کی وجہ سے سترھویں صدی کا آخری زمانہ مشہور ہے منڈل لوگ ان سکھوں کے ہاتھ سے تنگ آکر جن کا سرگروہ

گورو گوبندہ نام بیراگی تھا سمانہ سے نقل مکان کر کے سرسُتی ندی کے کنارے قصبہ پہوا کے گرد و نواح میں آ بسے۔ چنانچہ ان کے ایک قلعہ کے کھنڈرات ابھی تک بھی مرتضیٰ پور میں جو پہوا اور تھانیسر کے درمیان ہے دکھائی دیتے ہیں۔ بظاہر تھانیسر کے علاقہ سے انہیں سکھ مثلوں نے بے دخل کیا۔ پھر ۱۸۰۵ء میں وہ راجہ بھنگا سنگھ والیٔ تھانیسر کی ہمسائگت میں ضلع سہارنپور میں جا کر آباد ہو گئے۔ ۱۸۰۴ء میں وہ مجمع جن کے سردار راجگان لاڈوا اور تھانیسر تھے اور جو سرکار برطانیہ کا میدان جنگ میں مقابلہ کرتا رہا تھا پوری طرح شکستہ ہو گیا اور مارچ ۱۸۰۵ء میں ایک معاہدۂ شرطی کا اعلان کیا گیا جسکی رو سے تھوڑے ہی عرصہ بعد بہ استثنائے راجہ لاڈوا ان تمام مفسدہ پرداز گروہوں کو جن کا قسمت دہلی میں رہنا مصلحت ملکی کے خلاف خیال کیا جاتا تھا دریائے جمنا کے دہنے یا مغربی کنارے پر آباد کرا دئے جانے کی کارروائی عمل میں آئی تو ان مہاجرین کی فہرست میں لارڈ لیک کی سفارش پر منڈل بھی شامل کئے گئے کیونکہ لارڈ موصوف نے اپریل ۱۸۰۶ء میں یہ رپورٹ کی تھی کہ منڈل اپنی دوآبہ جمنا کی جائداد ارضی کے تبادلہ میں پرگنہ کرنال لینے پر رضامند ہیں جس پر موجودہ بزرگان خاندان بطور جاگیر کے قبضہ رکھینگے اور ان کی اولاد اس پر استمراری حقیت دار رہیگی۔ متذکرہ جائداد یا فوجی جاگیر پر منڈلوں کا دعوے اس بنا پر تھا کہ یہ جائداد دہلی کے شہزادہ فرخندہ بخت نے ۱۷۷۹ء میں شیر الدین خاں منڈل کو اس موقع پر دی تھی جبکہ وہ (شہزادہ) مرہٹوں کے روکنے کے واسطے جو بڑھے چلے آتے

تھے اضلاع جمنا کے مسلمان رئیسوں کو حب الوطنی کا جوش دلانے کی بے فائدہ کوشش کر رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس علاقہ پر جس سند کی رو سے ان کا قبضہ ہے اس پر نواب مجید الدولہ عبد الاحد شاہی وزیر کی مہر لگی ہے مگر اس زمانے میں اس سند پر کچھ شبہ کیا جاتا تھا اور سر ڈیوڈ اختر لونی صاحب کی خط و کتابت سے پایا جاتا ہے کہ ان کی مرضی یہ تھی کہ اس سند کو نظر انداز کر دیا جاوے اور لاڈوا کی فوجوں کو بے دخل کرنے کے بعد پرگنہ کرنال راجہ بھاگ سنگھ والئ جیند کو دے دیا جاے۔ مگر آخر کار منڈل ہی پرگنہ جات مظفر نگر۔ شوراں اور چترادل کے مالک ملنے گئے جو ۱۷۸۹ء میں شیر الدین پہلے معافی دار کی وفات پر اسکے بھائی محمدی خاں کو دولت راؤ سیندھیا نے دوسو سوار فوجی خدمات کے لئے رکھنے کی شرط پر دے دئے تھے۔ جس وقت لارڈ لیک نے متذکرۂ بالا تبادلہ کیا ہے تو منڈلوں کے علاقہ پر محمدی خاں اور اس کا بھتیجا محمد عشق خاں اور چچا غیرت علی خاں قابض تھے۔ اس طرح پر ان کو پرگنہ کرنال میں تخمیناً ۴۸۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کے ۶۳ گاؤں مل گئے۔ نیز اس خیال سے کہ یہ لوگ اس تبادلے کو زیادہ خوشی سے منظور کر لیں ان کو اجازت دیدی گئی کہ پرگنہ مذکور کے ایسے علاقے لے لیں جو ابھی تک دوسرے نوآبادوں کو نہیں دئے گئے تھے۔ محمدی خاں کو بعد ازاں تھوڑی سی اور جاگیر بھی جو اسے ذاتی خدمات کے عوض عطا کی گئی تھی مظفر نگر میں واپس عطا کر دی گئی۔ منڈلوں کی خاص درخواست پر گورنمنٹ نے ۱۹ اپریل ۱۸۰۶ء کے حکم کے مطابق تینوں بزرگوں کے وارثوں کو انکے

علاقہ جات پر استمراری حقوق بھی اس شرط پر عطا کیے کہ وہ پندرہ ہزار روپیہ سالانہ سکۂ رائج الوقت بطور کرایہ سرکار کو ادا کرتے رہیں *

تینوں منتقل الیہ اشخاص کو قبضہ حاصل کیے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ ان میں سخت جھگڑے فساد شروع ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۰۶ء میں ایک تمسک کی رو سے جس کی تصدیق صاحب رزیڈنٹ دہلی نے کی تھی ان گاؤں کی سالانہ آمدنی بہ تفصیل تخمینہ ذیل تینوں میں تقسیم کر دی گئی :-

| | |
|---|---|
| محمدی خاں | ۱۵۰۰۰ روپیہ |
| غیرت علی خاں | ۱۳۰۰۰ روپیہ |
| اسحاق خاں | ۱۲۰۰۰ روپیہ |

شہر کرنال اور ایک یا دو اور املاک اب تک بھی بشراکت ان تینوں کے قبضے میں رہے *

۱۸۰۹ء میں لارڈ لیک کے حکم سے قلعہ کرنال منڈلوں سے لے لیا گیا اور اس بے دخلیِ قبضہ کے معاوضہ میں ان کو چار ہزار روپیہ دیا گیا۔ جب تک کرنال کی چھاونی نہ ٹوٹی یہ قلعہ فوجی کاموں کے واسطے استعمال کیا جاتا رہا اور بعد میں حکام محکمۂ سول کے سپرد کر دیا گیا جنہوں نے سکول کے استعمال کے واسطے محکمۂ تعلیم کے حوالے کر دیا اور ۱۸۸۶ء میں پھر محکمہ سول نے واپس لے لیا اور اب اس میں تحصیل کی کچہری ہے *

۱۸۴۷ء میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی نے اُس علاقہ میں دورہ کیا جو اس وقت پرگنہ منڈل کہلاتا تھا اور اس بدامنی کو دیکھکر جس کا سبب مالکان اور کاشتکاران کے دائمی تنازعات

تھے ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے مسٹر گبنز صاحب بہادر کو وہاں کا بندوبست کرنے کے لئے تعینات کیا جو ۱۸۴۷ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور پانچ سال کی میعاد کے لئے منظور کیا گیا۔ اس میعاد کے پورا ہو جانے پر بہت سے بقایا ہو گئے تھے اس لئے مسٹر راس صاحب بہادر جمعبندی کی نظر ثانی کے لئے مقرر کئے گئے۔ صاحب موصوف نے ۱۸۵۶ء میں اپنی آخری تجاویز پیش کر دیں مگر دوسرے سال کے واقعات ان پر احکام دیئے میں مانع ہوئے اور ان کے تھوڑے عرصہ بعد ہی پرگنہ مذکور پنجاب کا ایک حصہ بنا لیا گیا۔ اس وجہ سے مسٹر راس نے جو جمعبندی لگائی تھی ۱۸۶۰ء تک منظور نہ ہوئی اور پنجاب گورنمنٹ کو ان کی تجاویز منظور کرتے وقت یہ لکھنا پڑا کہ منڈل صرف مالیہ کے مالک ہیں اور علاقہ کے انتظام کرنے کے حقوق ان کے لئے لائق منظوری نہیں ہیں البتہ ان ۴۲ محالات میں انہیں یہ حق بھی حاصل ہے جن میں انہوں نے پوری ملکیت حاصل کر رکھی ہے +

اس وقت سے منڈلوں میں جس طرح اور جن اسباب سے زوال آنا شروع ہوا اس کے متعلق سر ڈنزل اٹبسن صاحب بہادر سابق افسر بندوبست کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انہیں لارڈ کارنوالس کی اس پالیسی کے مطابق (جس کا منشا یہ تھا کہ سرکار انگریزی کے جمنا پار کے حقوق ان کثیر التعداد چھوٹے چھوٹے رئیسوں کو دیدئے جائیں جن کے سپرد شمال مغربی سرحد پر تسلط قائم رکھنے کا کام تھا) کرنال میں منتقل کر دیا گیا تو گورنمنٹ کو اس پالیسی سے کتنا ہی فائدہ پہنچا ہو مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ اس سے شیر الدین خاں کے جانشینوں کی حالت میں کچھ بہتری نہیں

ہوئی۔ سر ڈنزل ابٹسن لکھتے ہیں کہ" منڈلوں کے ان مسلسل اور شدید تنازعات نے جوان کے کرنال میں نقل مکان کرتے ہی پیدا ہو گئے تھے ان پر وہی اثر کیا جس کی ان پر بہ حیثیت ایک خاندان ہونے کے توقع ہو سکتی تھی۔ ان کے زوال کے اور اسباب بھی ہوئے۔ ہر ایک پشت میں خاندان کے آدمیوں کی تعداد بڑھتی گئی اور باپ کی وراثت کئی بیٹوں نے آپس میں تقسیم کر لی جس سے ہر ایک نے نہ صرف اپنے آپ کو فارغ البال سمجھا بلکہ اس قلیل آمدنی پر جو ایسے مطالب کے لئے کبھی بھی کفالت نہ کر سکتی تھی جہاں تک ممکن معلوم ہوا اپنا ضرب المثل خاندانی وقار قائم رکھنا چاہا ان سب پر طرّہ یہ کہ بغیر استثنے اسب کے سب ان پڑھ تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے ایمان اور لالچی نوکروں کے ہتھے چڑھ گئے جنہوں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اپنے جیسے بے ایمان مہاجنوں سے ان کا تعارف کرا دیا"۔

ان خاندانوں میں جلدی ہی زوال آنا شروع ہو گیا۔ ۱۸۱۷ء میں سر چارلس مٹکاف نے ان کی نسبت یہ لکھا کہ :-

" جب سے یہ کرنال میں آباد ہوئے ان کو بہت نقصان پہنچا اور ان کے دوابہ سے نقل مکان کرنے کا زمانہ انکے زوال خوشحالی کے آغاز کا زمانہ تھا۔ ان کا تمام ظاہری وقار گزشتہ دس سال کے دوران میں میرے دیکھتے ہی دیکھتے کم ہوتا چلا گیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ زوال ایک حد تک خود ان کی بدنظمی کی وجہ سے ہوا کیونکہ ان کو ایک وسیع علاقہ مل گیا تھا جو بہت قابل اصلاح تھا۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس تبادلے میں ضرور کوئی نہ کوئی بات ان کے خلاف پڑی جو بہت کچھ

ان کے زوال کا سبب ہوئی کیونکہ اگر اس کی وجہ صرف ان کی بدنظمی ہی ہوتی تو یہ دوابہ ہی میں کیوں تباہ نہ ہو گئے جہاں مجھے یاد ہے کہ جب میں ان سے ۱۸۵۰ء میں ملا تھا تو انہیں بڑی شان و شوکت کے سامان کے ساتھ دیکھا تھا اب ان کی حالت بالکل مختلف ہے اور ۱۸۶۰ء سے میرے ساتھ ان کی طرز گفتگو ہمیشہ شکایت انگیز رہی ہے"۔

مسٹر فریسر کے بیان کے مطابق جاگیرداروں کے مراتب میں دیسی حکمرانوں کے زمانے کی نسبت انگریزی عہد حکومت میں بڑا فرق ہو گیا اور منڈل یہ فرق دوابہ میں رہ کر بھی محسوس کرتے۔ اگر صرف آمدنی ہی کو مدنظر رکھا جائے تو منڈل بہت فائدے میں رہے کیونکہ ۱۸۹۰ء میں اس پرگنہ کا مالیہ ۶۵۲۶۵ روپیہ تھا حالانکہ ۱۸۶۰ء میں جب یہ پرگنہ اس خاندان کو دیا گیا تو نذرانہ منہا کرنے کے بعد اس کی آمدنی صرف ۲۵۰۰۰ روپیہ تھی۔

خاندان منڈل کے مرحوم بزرگ نواب احمد علی خاں نے ۱۸۵۷ء میں نہایت وفاداری سے خدمات کیں جن کا اعتراف لارڈ کیننگ کی چٹھی بنام چیف کمشنر پنجاب میں مفصلہ ذیل پیرایہ میں کیا گیا ہے:-

"لارڈ ممدوح کی رائے ہے کہ گورنمنٹ کو نواب صاحب کی خدمات کا اعتراف اسی طرح دل کھول کر کرنا چاہئے جیسی اُنہوں نے سرکار کو بے تردد و تامل امداد دی ہے۔ نواب صاحب کی خدمات جیسا کہ ان فوجی اور سول افسران نے تصدیق کی ہیں جن کو اس مضمون پر اپنی رائے قائم کرنے کا موقع ملا ہے واقعی نہایت ہی گرانقدر ہیں شروع سے نواب صاحب بے کھٹکے بالکل کھلم کھلا گورنمنٹ انگریزی کے حامی رہے

اور ان کے افعال ہمیشہ ان کے اقوال کے مؤید ثابت ہوتے۔ انہوں نے نہ تو ذاتی جد و جہد میں کمی کی اور نہ علی امداد دینے میں کوتاہی کی بلکہ اپنا تمام غلہ اور سارا مال و متاع کھلے دل سے سرکار انگریزی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ایسی بیش قدر خدمات کا صلہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اسی لئے حضور گورنر جنرل بہادر بالقابہ نہایت خوشی سے آپکو (چیف کمشنر صاحب کو) ایما کرتے ہیں کہ ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ کا لگان جو نواب صاحب آج کل سرکار کو ادا کرتے ہیں نواب صاحب اور ان کی نرینہ اولاد صلبی کو نسلاً بعد نسلٍ معاف کر دیا جاوے اور یہ کہ نواب صاحب کو دس ہزار روپیہ کا ایک خلعت حتے الامکان عام اور معزز طریق سے عطا کیا جاوے حضور ممدوح یہ خواہش بھی کرتے ہیں کہ آپ (چیف کمشنر) یہ سند جو اس چٹھی کے ساتھ روانہ کی جاتی ہے اور جس میں نواب صاحب کی نمایاں نمک حلالی اور ان خدمات کی قدر کا جو انہوں نے اپنا مال و متاع گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کرنے میں کی ہے اعتراف کیا گیا ہے نواب صاحب کو دے دیں۔" ۱۸۶۰ء میں نواب احمد علی خاں کو ضلع کرنال میں آنریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا اور وہ اپنی وفات تک مالی اور مجسٹریٹی اختیارات عمل میں لاتے رہے۔ انکا ۱۸۶۶ء میں انتقال ہوا اور نواب عظمت علی خاں موجودہ بزرگ خاندان ان کا جانشین ہوا۔ موجودہ نواب کے علاوہ احمد علی خاں کے دو اور لڑکے رستم علی خاں اور عمر دراز علی خاں ایک بیوی لالی بیگم نامی کے بطن سے ہیں جس نے ۱۸۷۲ء میں مرحوم نواب کی جائداد اور نقدی کے ایک حصہ پر اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دعوے کیا۔

چیف کورٹ نے اس وقت یہ فیصلہ کیا کہ خاندان میں ایک رسم ہے جس کے مطابق بیوہ عورتیں تو محروم الارث ہو سکتی ہیں مگر ایسی کوئی رسم نہیں جس سے چھوٹے لڑکے محروم کئے جا سکیں یا انکا حصہ بڑے بھائیوں سے کم کیا جا سکے۔ مزید برآں یہ فیصلہ کیا گیا کہ کنیزوں کے لڑکے جو اولاد اصلی تسلیم کر لئے گئے ہوں خواہ انکی والدہ کا نکاح ثابت بھی نہ ہوا ہو ۱۸۰۶ء اور ۱۸۵۸ء کی عطیات کے مطابق جائداد کی وراثت کے حقدار ہیں چنانچہ چیف کورٹ کے حکم سے متوفی قاضی میر احمد شاہ تراوڑی ضلع کرنال کا ایک سیّد ان سوتیلے بھائیوں کا ڈگری شدہ حصہ وصول کرنے کے لئے مہتمم مقرر ہوا۔

جاگیر اور نواب کی ذاتی ملکیت جو ضلع کرنال میں واقع تھی ۱۸۸۷ء میں ایک طرح سرکاری طور پر تقسیم ہوئی اور اسی تقسیم نامہ کی رو سے اضلاع مظفر نگر اور میرٹھ کی ملکیت اور زرعی اور سکنی جائداد واقع ضلع دہلی بھی تقسیم ہو گئی۔ اس وقت تینوں بھائیوں کی آمدنی حسب ذیل سمجھی جاتی ہے:-

نواب عظمت علی خاں کی :-

| | | |
|---|---|---|
| آمدنی جاگیر واقع کرنال | ۶۲۰۷ | روپیہ سالانہ |
| آمدنی جاگیر واقع ممالک مغربی و شمالی | ۹۸۸۴ | " |
| آمدنی از حقوق مالکانہ | ۵۲۵۳۵ | " |
| آمدنی کرایہ مکانات | ۹۵۰۴ | " |

رستم علی خاں اور عمر دراز علی خاں کی :-

| | | |
|---|---|---|
| آمدنی جاگیر واقع کرنال | ۱۲۳۷۹ | روپیہ سالانہ |

| | | |
|---|---|---|
| آمدنی جاگیر واقع ممالک مغربی و شمالی | ۳۰۰۰ | روپیہ سالانہ |
| آمدنی از حقوق مالکانہ | ۱۵۴۹۹۴ | ” |
| آمدنی کرایہ مکانات | ۲۶۵۸ | ” |

سنہ ۱۸۹۱ء میں نواب عظمت علی خاں کو نواب بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ یہ اور اس کے دونوں سوتیلے بھائی رستم علی خاں اور عمر دراز علی خاں پراونشل درباری ہیں۔ اور عمر دراز علی خاں آنریری مجسٹریٹ بھی ہے*

محمد اسحاق خاں والی شاخ کا سرگردہ شمشیر علی خاں ہے جو سنہ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔ تشخیص جدید کے مطابق اس کی جاگیر کی آمدنی ۱۱۲۱۹ روپیہ سالانہ ہے۔ یہ دو سالم گاؤں اور آٹھ دیگر دیہات کے حصوں کا مالک بھی ہے جو سب ۱۰۶۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کے ہیں۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں یہ کرنال کے لوکل بورڈ کی پریزیڈنٹی کے لئے منتخب ہوا اور سنہ ۱۸۸۴ء میں میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ نامزد کیا گیا اور سنہ ۱۸۸۹ء میں پھر اس عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا مگر آجکل یہ بورڈ یا میونسپلٹی کا ممبر نہیں البتہ آنریری مجسٹریٹ ہے۔ مختلف مواقع پر سرکاری طور سے اس کی ان خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا ہے جو اس نے مقامی اصلاحات مثلاً ٹیکہ چیچک اور تعلیم کے معاملات میں کیں۔ ایک دربار کے موقع پر جو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نے سنہ ۱۸۸۸ء میں بمقام دہلی منعقد کیا تھا اسکی عام خدمات کے صلہ میں اسے خلعت بھی مرحمت ہوا تھا۔ یہ ڈویژنل درباری ہے اور سنہ ۱۸۹۲ء میں اسے خطاب خان بہادر عطا کیا جا چکا ہے۔ مہر علی خاں کا بیٹا فتح محمد خاں پراونشل درباری تھا جو لاولد فوت ہوا اور جس کی جاگیر اسکے چچا کرم الٰہی خاں کو جو پراونشل درباری تھا مل گئی۔ پھر تھوڑے

عرصے کے بعد کرم الٰہی خاں کی وفات پر شمشیر علی خاں جاگیر کے دونوں حصّوں کا جن کی مالیت ۹۰۰۷۴ روپیہ سالانہ تھی وارث بنا۔

اسی شاخ کا جس سے شمشیر علی خاں ہے اعظم علی خاں بھی تھا جو ۱۸۸۰ء میں اپنے باپ غلام رسول خاں کا جانشین ہوا اور ۷ گاؤں کی ایک جاگیر جس کی مالیت ۱۰۶۰۹ روپیہ تھی حاصل کی۔ مگر کہتے ہیں کہ اس کی ملکیت کوئی نہیں ہے۔ غلام رسول خاں نے اپنی جائداد بہت زیر بار چھوڑی اور اس کے قرضوں کا بڑا حصّہ ایسا تھا جس کے لئے دراصل اس قدر روپیہ نہیں لیا گیا تھا جن کی ادائگی سے اعظم علی خاں نے انکار کر دیا اور بہت سے مقدمات کے بعد جو کئی سال چلتے رہے چیف کورٹ پنجاب نے اسکے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اعظم علی خاں ۱۹۰۳ء میں فوت ہوا اور اُس کا لڑکا ظفر حسین جو ڈویژنل درباری ہے اپنے باپ کی جاگیر کا جسکی قریباً ۹۰۶۰ روپیہ سالانہ مالیت ہے وارث بنا۔

اعظم علی خاں کے مقدمہ میں جو اس پر اپنے باپ کے قرضوں کی ادائگی کے انکار کی وجہ سے ہوا تھا چیف کورٹ پنجاب کا فیصلہ سارے خاندان منڈل کے حق میں نہایت کارآمد ہے اور یہ اب قطعی طور پر طے ہو گیا ہے کہ :۔

(۱) منڈلوں کے لئے عطا شدہ اراضیات درحقیقت جاگیر ہیں اور اصطلاح "استمرار" ان جاگیروں کے لئے بعض خاص بواعث سے استعمال کیا گیا ہے بالخصوص اس لئے کہ یہ جاگیریں دوامی ہیں اور ان پر شرط ہے کہ جاگیر دار کو ایک خاص رقم بطور فیس سرکار کو دینی

پڑتی ہے ؎

(۲) یہ کہ اصلی جاگیرداروں کا وارث کسی حصہ جاگیر پر قابض ہو کر اس کا قبضہ اپنے متقدم وارث کی معرفت حاصل کرتا ہے نہ یہ کہ اسی سے۔ بالفاظ دیگر ہر ایک حصہ دار اپنا حصہ براہ راست گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے نہ کہ اپنے متقدم جاگیردار سے ؎

(۳) یہ کہ ہر جاگیردار کے ایسے اختیارات کا مدار جو اسکی وفات کے بعد اثر پذیر ہوں صرف اُن سندات کی شرائط پر ہے جو ۱۸۰۶ء میں عطا کی گئی تھیں نہ کسی ایسے قوانین کی منشا کے مطابق جو پرگنہ کرنال میں اسی سال یعنی ۱۸۰۶ء میں رائج تھے ؎

(۴) یہ کہ کوئی حصہ دار جاگیر اپنی جاگیر پر جائز خرچ کے لئے بھی اس قدر صرف نہیں کر سکتا کہ اس کی وفات کے بعد بھی اس کے حصہ کی آمدنی پر اس کا بوجھ پڑ سکے ؎

غیرت علی خاں ڈویژنل درباری کی اولاد میں سے فیض علی خاں خاندان کی تیسری یا سب سے اخیر شاخ کا سرکردہ ہے۔ اس کی جاگیر کی آمدنی ۵۲۷۵ روپیہ سالانہ ہے اور اس کے قبضہ میں تحصیل کرنال کے سات تو سالم گاؤں ہیں اور تین گاؤں میں حصے ہیں جن پر ۱۲۵۰ روپیہ سالانہ بطور معاوضہ خدمات ادا کرتا ہے۔ یہ گولی اور دیسری مواضعات پانی پت کے کچھ حصوں کا بھی مالک ہے مگر خود دہلی میں رہا کرتا ہے ؎

اسی شاخ کے قبضہ میں جس کا سرکردہ فیض علی خاں ہے ریاست پٹیالہ کی فوجی خدمات کی وجہ سے وہ عطا شدہ جاگیر بھی ہے جو سالانہ

کے اصلی علاقہ میں واقع ہے اور جسکی آمدنی ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے ٭

غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں فیض علی خاں کا دادا قطب الدین خاں کرنال اور پانی پت کے محکمہ سول کے حکام سرکاری کی باربرداری اور رسد کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کمربستہ رہا اس نے لرسولی کے پاس شاہی سڑک پر گشت کرنے کے لئے سوار مہیا کئے اور کئی اَور طریق سے اپنی عملی نمک حلالی کا ثبوت دیا اور اس کے سواروں میں سے دس سوار اپریل ۱۸۵۸ء تک سرکاری ملازمت میں رہے ٭

قطب الدین خاں کے باقی پوتوں میں نجابت علی خاں اکبر خاں اور غیرت علی خاں مر چکے ہیں۔ نجابت علی خاں کی جاگیر مالیتی ۴۸۷۵ روپیہ اس کے چار لڑکوں میں برابر حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے اور اکبر خاں کی جاگیر اسکے بھائی قمرالدین خاں کے ورثہ میں پہنچی ہے جو غیرت علی خاں کا ایک ہی پس ماندہ پوتا ہے اور جس کی جاگیر اب ۲۷۳۷ روپے مالیت کی ہے۔ قمرالدین خاں ڈویژنل درباری ہے اور یہ اور اس کے بھتیجے آجکل سخت مقروض ہیں ٭

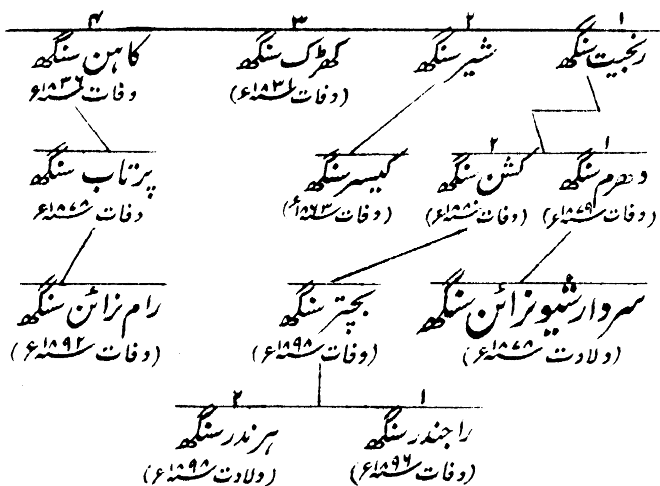
---

**نوٹ**۔ اس خاندان کی تاریخ انگریزی ترمیم ہو کر چھپ چکی تھی کہ نواب عظمت علی خاں لاولد فوت ہو گیا اور اب اس کی جگہ اس کا بھائی محمد رستم علی خاں بزرگ خاندان تسلیم کیا جاکر کل خاندانی جائداد پر قابض ہوا ہے ٭ (مترجم)

# سردار شیو نرائن سنگھ رئیس شاہ آباد

ہمّت سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۸۱ء)

سردار کرم سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۸ء)




سرداران شاہ آباد نشان والی مسل کی ایک شاخ ہیں۔ لال سنگھ ان کا جدِ امجد تھا جو مانجھہ سے قسمت آزمائی کے لئے نکلا اور کامیاب ہوا۔ سنہ ۱۷۶۳ء میں اس کے چچیرے بھائی ہمت سنگھ نے یہاں تک فتوحات حاصل کیں کہ شاہ آباد کا سب علاقہ اپنے قبضۂ تصرف میں کر لیا جس میں سے ایک معقول حصہ اس نے اپنے ہمراہیوں

بھگوان سنگھ اور دیوان سنگھ کو دے دیا۔ ۱۷۷۱ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا کرم سنگھ جس کو اس نے متبنّٰی کرلیا تھا جانشین ہوا۔ مغل عاملوں سے اس کی بنی رہی اور ان خدمات کے صلہ میں جو اس نے انجام دیں احمد شاہ نے اسے تعلقۂ شکارپور میں جاگیر اور سردار کا خطاب عطا کیا مگر اس کی وفات کے تھوڑا ہی عرصہ بعد اس کے لڑکوں سے بہت سی زمینیں چھن گئیں +

۱۸۶۴ء میں پرتاب سنگھ اور کشن سنگھ اور دھرم سنگھ کے جو آپس میں چچا زاد بھائی تھے مشترکہ علاقہ جات کی جمع ۸۰۰ ۵ روپیہ سالانہ تھی جس میں سے ۶۱۳ روپے انہیں معاوضہ خدمات کے طور پر ادا کرنے پڑتے تھے۔ جنگ ستلج اور غدر ۱۸۵۷ء دونوں موقعوں پر اس خاندان کا برتاؤ سرکار انگریزی سے اچھا رہا۔ موجودہ بزرگ خاندان سردار شیو نرائن سنگھ پراونشل درباری ہے اس کی جاگیر قریباً ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی ہے اور اس کے علاوہ قریباً چار ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی اسکی اپنی جائداد بھی ہے +

# سردار اُجل سنگھ رئیس دھنوُرا

## حضوری سنگھ

- ۱ دھرم سنگھ (متوفیٰ)
  - سردار صاحب سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء)
    - ۱ سردار ننھا سنگھ (وفات ۱۸۶۹ء)
      - ۱ سردار دیوا سنگھ (وفات ۱۸۷۸ء)
        - ۱ سردار اُجل سنگھ (ولادت ۱۸۵۵ء)
          - عطر سنگھ (ولادت ۱۸۷۷ء)
        - ۲ مست سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)
          - ۱ دیال سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء)
          - ۲ مہندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء)
          - ۳ گجندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)
          - ۴ دھیا سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
          - ۱ ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)
          - ۲ جسمیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)
        - ۳ گوردت سنگھ (ولادت ۱۸۶۳ء)
      - ۲ چھبیل سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
        - ۱ ہربھگت سنگھ (ولادت ۱۸۶۳ء)
        - ۲ بھگوان سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)
        - ۳ جوالا سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)
          - ۱ پرتاب سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
          - ۲ شمشیر سنگھ
      - ۳ رنجیت سنگھ (وفات ۱۸۹۳ء)
        - چرن سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)
          - گوربخش سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)
    - ۲ لکھا سنگھ (وفات ۱۸۵۰ء)
    - ۳ رائے سنگھ (وفات ۱۸۳۹ء)
      - سردار رام سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء)
        - ۱ سندر سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء)
          - مان سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)
            - شیونرائن سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)
        - ۲ شیر سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء)
          - ۱ جسمیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء)
          - ۲ گوردیال سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)
        - ۳ خزان سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)
          - تلوک سنگھ (ولادت ۱۹۱۰ء)
- ۲ کرم سنگھ (متوفیٰ)
- ۳ ٹیک سنگھ (متوفیٰ)
- ۴ رام سنگھ (متوفیٰ)
- ۵ سدا سنگھ (متوفیٰ)

سردار اُجل سنگھ اپنے باپ دیوا سنگھ کی جگہ خاندان دھنوُرا کا بزرگ خاندان ہے - اس کا جدِّ بزرگ حضوری سنگھ کروڑا سنگھیا

مسلی والا ذات کا اُپال کھتری اور پنجگرھ ضلع امرتسر کا متوطن تھا اور مانجھہ کے اُن لوگوں میں سے تھا جنھوں نے سب سے پہلے سکھ مذہب اختیار کیا۔ اس کا بیٹا سدا سنگھ جنوبی علاقے کی طرف چلا آیا اور ۱۷۷۰ء میں راجہ امر سنگھ والیٔ پٹیالہ کے ہاں جنگی محکمہ میں ملازم ہوگیا جس کے عوض میں اسے دھنورا کے گرد و نواح کے ۸۴ گاؤں کا چہارم حصہ ملا۔ بعد ازاں اس نے سات گاؤں خود فتح کئے اور دھنورا کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بھتیجا صاحب سنگھ جانشین ہوا۔ پھر ۱۸۴۲ء میں صاحب سنگھ بھی مر گیا تو اسکے پس ماندہ لڑکوں اور پوتوں میں وراثت کا جھگڑا ہوا اور گورنمنٹ عالیہ کے حکم مصدرہ [illegible]ء کی رو سے ان میں جائداد برابر حصص میں تقسیم کر دی گئی۔ سکھوں کی لڑائیوں اور بعد ازاں غدر کے موقعوں پر یہ خاندان سرکار انگریزی کے ساتھ وفاداری سے پیش آیا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں نتھا سنگھ اور امر سنگھ نے چند اپنے بھرتی کئے ہوئے سواروں کے ساتھ اپنے آپ کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا وقفِ فرمانبری و اطاعت کر دیا جسکے صلہ میں ان کے ذمہ کا نصف عوضانہ خدمات ہمیشہ کے لئے معاف کر دیا گیا۔

[illegible]ء میں سردار دیوا سنگھ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کے بھائیوں چھیل سنگھ اور رنجیت سنگھ نے اپنی جائداد کی تقسیم کے لئے درخواست کی جس کی سردار اُبل سنگھ نے اس مشہور خاندانی رواج کی بنا پر جس کے مطابق چھوٹے بھائی صرف گزارہ ہی لینے کے مستحق ہیں تردید کی اور ساری جائداد کا آپ دعویدار بن بیٹھا۔ یہ

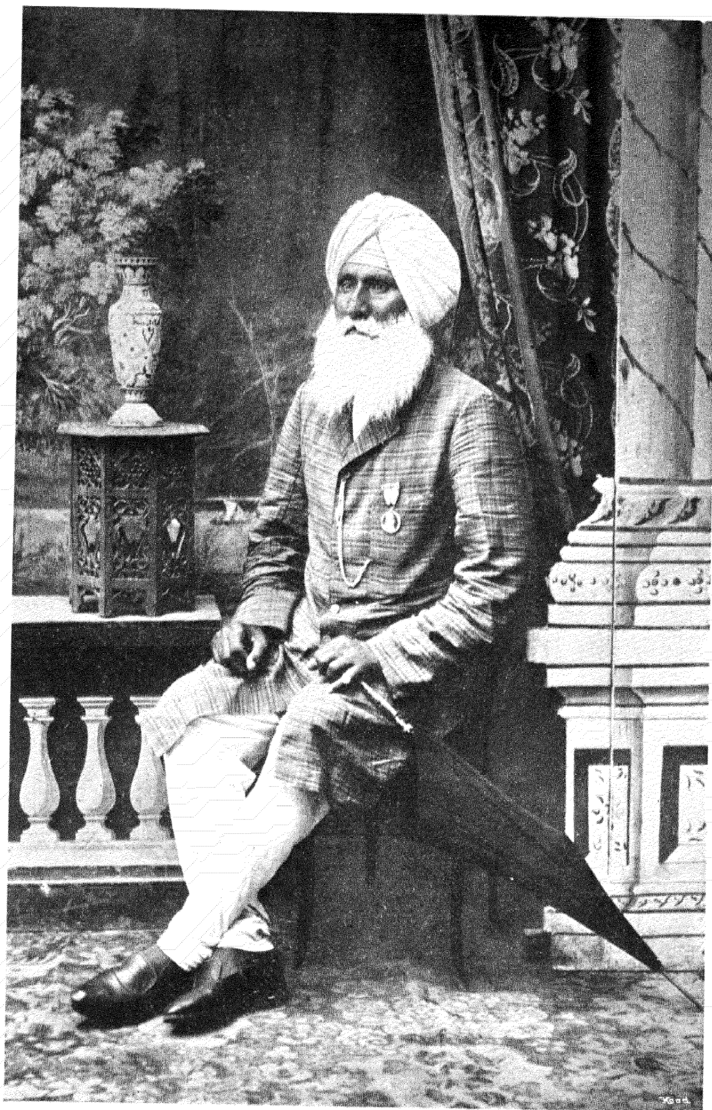
مقدمہ تمام عدالتوں میں چلتا رہا اور آخر کار فیصلہ چھوٹے بھائیوں کے حق میں ہوا +

اُجل سنگھ کا خطاب سرداری فاتح جاگیردار ہونے کی حیثیت سے موروثی ہے۔ اس کا نام ڈویژنل درباریوں کی فہرست میں درج ہے اور یہ ہماری (سرکار انگریزی کی) دیوانی عدالتوں میں بذات خاص حاضر ہونے سے مستثنے ہے مگر اس کا خاندان آجکل بڑی تنگدستی کی حالت میں ہے +

اُجل سنگھ کا چچا زاد بھائی سردار امر سنگھ جو خاندان لبکاری کا رکن اعلےٰ تھا اپنے کاروبار کو ابتر حالت میں چھوڑ کر ۱۸۸۶ء میں فوت ہوگیا۔ اس کا فرزند اکبر سندر سنگھ ایک نابالغ لڑکا مان سنگھ نامی چھوڑ کر دوسرے ہی سال راہیِ ملکِ بقا ہوا اور اس کی جائداد کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں دے دی گئی۔ مان سنگھ نے بالغ ہو کر یہ جائداد اور ڈویژنل درباریوں میں اپنے باپ کی جانشینی حاصل کر لی اور اب خاندان دھنوڑہ کی جائداد کی تقسیم رشتہ داران میں اس طرح سے ہے:- سردار اُجل سنگھ اور اس کے دو بھائیوں کو ایک تہائی۔ چھبیل سنگھ کے بیٹوں کو ایک تہائی۔ اور فرزندان رنجیت سنگھ کو ایک تہائی۔ سردار اُجل سنگھ کے اس جاگیر کے حصے کی آمدنی مبلغ ۲۶۰ روپیہ سالانہ ہے اور اس کی دوسری زرعی جائداد کی آمدنی قریباً مبلغ ۳۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ پانچ گاؤں سالم اور موضع دھنوڑا کی دو تہائی اس خاندان کی مشترکہ جائداد ہیں۔ موضع دھنوڑا کا باقی ایک تہائی حصہ موضع لبکاری اور دو اَور گاؤں سردار امر سنگھ کی

اولاد کی ملکیت ہیں جس کی جاگیر مبلغ ۲۹۸۵ روپیہ سالانہ مالیت کی ہے۔ سردار امر سنگھ اور اس کے چچا نتھا سنگھ کی ۱۸۵۷ء کی خدمات کے صلہ میں ان کے ذمہ کا ایک سال کا معاوضۂ خدمات جو ۹۲۵ روپیہ ہوتا تھا بالکل معاف کر دیا گیا اور آیندہ مستقل طور پر اس کی تنصیف منظور کی گئی ÷

سردار امر سنگھ کا ایک لڑکا خزان سنگھ عہدہ نائب تحصیلداری کا منظور شدہ اُمیدوار ہے ÷



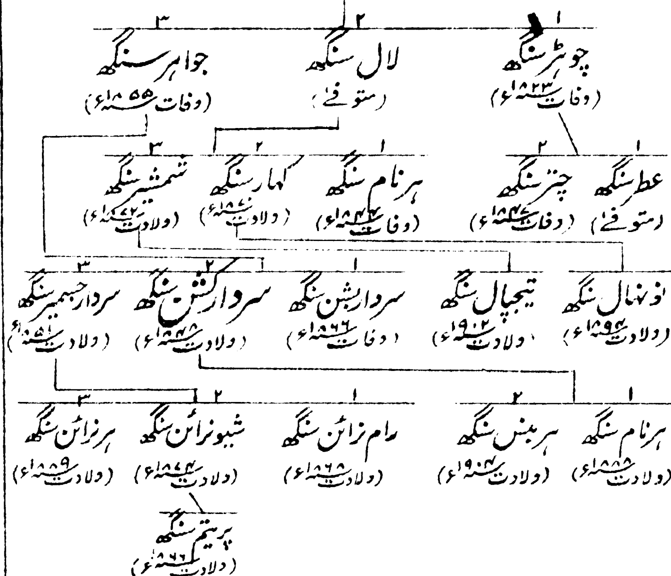
سردار جسمیر سنگھ شہید رئیس ٹھول ٹنگور

Sardar Jasmer Singh Shahid of Thol Thangaur.

# سردار کشن سنگھ رئیس ٹھنگوڑ

## گوربخش سنگھ

## دیا سنگھ

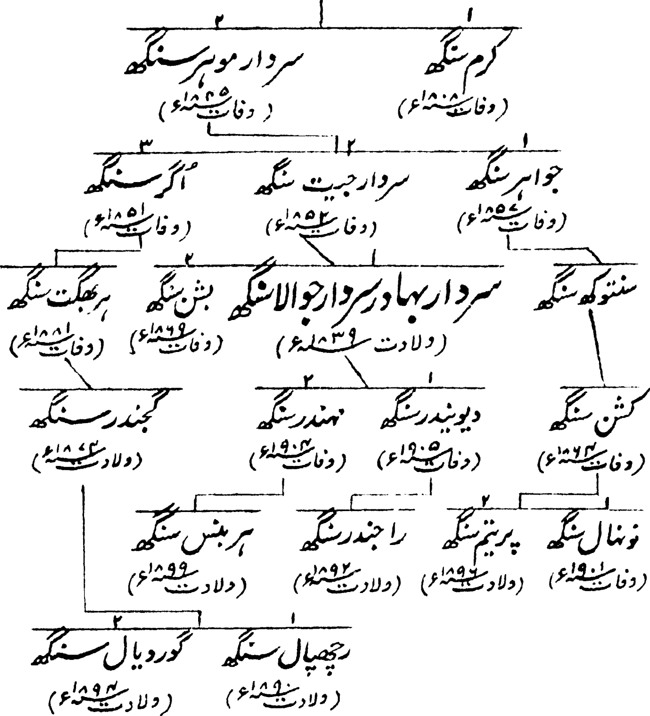



سردار کشن سنگھ اور اس کا بھائی جسمیر سنگھ شہید مسل کی شاخ ٹھنگوڑ کے دو بڑے رئیس ہیں۔ شہید سکھ اس نام سے بایں وجہ مشہور ہیں کہ ان کے بزرگوں نے ۱۷۴۳ء میں ادینہ بیگ عامل جالندھر سے اس وقت شکست فاش کھائی تھی جبکہ ان کا سردار دیپ سنگھ تھا جس کی نسبت اُن کا اعتقاد تھا کہ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

دیپ سنگھ دمدمہ صاحب یا اُس گوردوارہ نزد تلونڈی ضلع سرسہ کا مہنت تھا جہاں سری گورو گوبند صاحب جی نے ایک دفعہ اورنگ زیب کے زمانہ میں اُن مسلمانوں کے غیظ و غضب سے پناہ لی تھی جن سے وہ ہمیشہ لڑتے رہے تھے۔ اس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ متذکرہ بالا لڑائی کے شروع ہی میں اس کا سر تن سے جُدا ہوگیا مگر وہ باوجود اسکے گھوڑے پر ڈٹا رہا اور کئی گھنٹے تک میدان جنگ میں دیوانہ وار حملے کرتا دشمنوں کو کاٹتا اور گھائل کرتا اور ہر ایک وار میں کسی نہ کسی کا کام تمام کر دیتا رہا۔ تاہم باوجود اس فوق العادت امداد کے بھی اس کے ہمراہی تقریباً سب کے سب مارے گئے اور صرف وہ چند جو اس واقع کے بیان کرنے کے لئے بچ رہے تھے یا مقتولوں کی جو اب تک شہید کے نام سے نامزد کئے جاتے ہیں اولاد بچ رہی شاخ ٹنگوراں روئے ستلج کے اضلاع کے بڑے گھرانوں میں شمار کی جاتی ہے۔ سردار کشن سنگھ اور جیمل سنگھ کا بزرگ گوربخش سنگھ موضع گاگوبوا تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر سے جہاں اب بھی اس کنبے کے بہت سے آدمی رہتے ہیں یہاں آیا۔ یہ گوردوارۂ دمدمہ صاحب کا ایک پوجاری تھا اور دھرم سنگھ اور کرم سنگھ بزرگان شہید پوریا سردار کے ساتھ یہ بھی شہید مسل کا سرگروہ شمار کیا جانے لگا۔ دریائے ستلج کے جنوبی جانب شہید پوری سرداروں نے فتوحات کرنی شروع کیں اور تاخت و تاراج میں دریائے مارکنڈہ کے اقطاع بیٹ کے بہت سے زرخیز گاؤں گوربخش سنگھ کے ہاتھ آئے۔ دیا سنگھ خلف گوربخش سنگھ کی وفات

کے بعد اسکی جائداد اسکے دو بیٹوں اور ایک پوتے چتر سنگھ نامی میں تقسیم ہوئی۔ ۱۸۳۹ء میں دیا سنگھ کا ایک بیٹا لال سنگھ اپنی بھاوج کے قتل کے جُرم میں حصّہ سے بے دخل کر دیا گیا اسکے حصّے کے مواضعات میں سے دو تو اس کے بھتیجے چتر سنگھ کو دئے گئے۔ اور باقی ماندہ اس کے لڑکے ہرنام سنگھ کو ملے جس کے مرنے پر ۱۸۴۴ء میں لال سنگھ کو پھر اس جائداد پر بحال کر دیا گیا۔ ۱۸۴۷ء میں چتر سنگھ کی وفات پر لال سنگھ والے وہ دو گاؤں جو چتر سنگھ کو قتل کی وجہ سے ملے تھے سرکار انگریزی نے ضبط کر لئے اور اسکے دوسرے مقبوضات اس کے چچا جواہر سنگھ کو مل گئے۔ یہ مقبوضات مع ان کے باپ کے حصّہ کے اب کشن سنگھ اور جسمیر سنگھ کے قبضہ میں ہیں۔ ان دونوں کی اپنی جاگیر کی مالیت معمولی معاوضہ خدمات بشرح ۲/ فی روپیہ کل جمع معاملہ پر منہائی کرنے کے بعد ۷۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ لال سنگھ کی وفات پر اس کے لڑکے کہار سنگھ اور شمشیر سنگھ جاگیر کے وارث بنائے گئے۔ سکھوں کی لڑائی میں اس خاندان کا برتاؤ سرکار انگریزی سے اچھّا رہا اور غدر ۱۸۵۷ء کے موقع پر بھی یہ سرکاری فوج مقیم دہلی کے لئے مستعدی سے باربرداری اور رسد رسانی کا انصرام کرتے رہے۔ انکے سواروں کو راجہ نوہا اور اسوندہ سلوان کے تھانوں پر جو انکی جائداد کی حدود کے اندر ہیں مُتعیّن کیا گیا تھا۔ سردار جسمیر سنگھ کا ایک لڑکا شبو نرائن سنگھ محکمہ پولیس میں ملازم ہے اور سب سے چھوٹا ہرنرائن سنگھ اپنے بھتیجے پرتیم سنگھ کے ساتھ ایچیسن کالج میں تعلیم پاتا ہے۔ کشن سنگھ اور جسمیر سنگھ دونوں پراونشل درباری ہیں ✣

# سردار بہادر سردار جوالا سنگھ رئیس چھڑولی




سردار جوالا سنگھ کا سب سے زیادہ مشہور بزرگ چوہڑ سنگھ ساکن موضع چونگ متصل قصور فاتح جگادھری و دیال گڑھ اور شہید مسل کے اعلیٰ رکن سردار رائے سنگھ بھنگی کا قریبی رشتہ دار تھا۔ سنہ ۱۷۶۳ء میں سرہند

کی غارت گری کے بعد مالِ غنیمت میں جگادھری کا علاقہ چوہڑ سنگھ
کے حصہ میں آیا اس میں سے دس گاؤں تو اس نے اپنے لئے
رکھ لئے اور باقی ماندہ اپنے نائبوں میں تقسیم کرکے امرتسر میں واپس
چلا آیا جہاں کئی سال تک شہید بُنگہ کا مہتمم رہا۔ دریائے راوی کے
اطراف پر اس نے بہت سی زمین لے لی اور اپنے زمانے کے
بڑے طاقتور سرداروں میں سے شمار کیا جانے لگا۔ اس نے مواضعات
جھڑولی تو اپنے چھوٹے بیٹے موہر سنگھ کی تحویل میں دے دئے اور
بڑا بیٹا کرم سنگھ کچھ دیر بعد اپنی خاندانی جائداد کا جو دریائے ستلج
کے شمال میں واقع تھی جانشین ہوگیا۔ ۱۸۰۸ء میں کرم سنگھ کے
اولاد نرینہ نہ چھوڑ مرنے پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ساری جائداد
دبالی۔ انہی ایام میں مُہر سنگھ کی بھی جھڑولی میں ایسی ہی ابتر حالت
ہوگئی تھی کیونکہ بُنگا سنگھ تھانیسر والے نے اسے نابالغ دیکھ کر
اس کی بہت سی میراث چھین لی اور اس کے پاس صرف جھڑولی
فتح گڑھ اٹاری اور اجرانا مبلغ دس ہزار روپیہ سالانہ حیثیت کے
رہ گئے تھے۔ انہی اسباب کی بنا پر مُہر سنگھ نے اس انتظام کو بڑی
خوشی سے منظور کیا جس کی رو سے ۱۸۰۹ء میں اسکی جائداد سرکار
انگریزی کی حفاظت میں آگئی۔ اس وقت سے مُہر سنگھ کا خاندان
نسبتہً با امن زندگی بسر کر رہا ہے۔ سردار مُہر سنگھ نے اپنی وفات
سے جو ۱۸۴۵ء میں ہوئی تھوڑی دیر پہلے ایک وصیت کی جس میں اپنی
کُل جائداد کے دس حصے کرکے تین تین اپنے تین بیٹوں کو دئے
اور باقی دسواں حصہ دوسرے بیٹے جیت سنگھ کے حصہ میں جسے

وہ اپنی سرداری بھی دینا چاہتا تھا ایزاد کر دیا۔ سردار حبیب سنگھ ۱۸۵۲ء میں فوت ہوا اس کا بیٹا جوالا سنگھ اسکا جانشین ہوا جو اب بزرگ خاندان ہے جوالا سنگھ کا بھائی بشن سنگھ ۱۸۶۹ء میں لاولد فوت ہوا +

یہ خاندان ہر ایک موقع پر سرکار انگریزی کے ساتھ وفادار ثابت ہوا ہے۔ سردار جوالا سنگھ بحیثیت خاندان کا بزرگ ہونے کے موضع فتح گڑھ اٹاری کا مالک منفرد ہے۔ خطاب سردار خاندان میں موروثی ہے جو اب اس تک پہنچا ہے اور اسے پراونشل درباروں میں کرسی ملتی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اُن خدمات کے صلہ میں جو اس نے آنریری مجسٹریٹ رہ کر کیں خطاب سردار بہادر مرحمت ہوا۔ اس کی جاگیر کی آمدنی تقریباً ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ ہے اور اسکی زرعی جائداد کی تقریباً ۸۰۰ روپیہ سالانہ۔ اسکے پوتے راجندر سنگھ اور ہربنس سنگھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتے ہیں۔ چونکہ سردار جوالا سنگھ نے قاعدہ وراثت خلف اکبری اس خاندان کی اپنی شاخ میں منظور کر لیا ہے اس لئے اسکی جائداد راجندر سنگھ کو ملیگی۔ اور ہربنس سنگھ صرف گزارہ لینے کا حقدار ہوگا۔ جھڑولی اور راجرانا کے باقی ماندہ مواضعات مہر سنگھ کے خاندان کی تینوں شاخوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوئے ہیں۔ دوسری دو شاخوں کے سرکردہ سرداران کشن سنگھ اور گجندر سنگھ ہیں۔ ان دونوں کی جاگیر کی الگ الگ آمدنی ۸۰۰ روپیہ فی کس ہے اور اسکے علاوہ زرعی جائداد کی آمدنی ۴۰۰ روپیہ فی کس ہے۔ اور اس طرح پر ہر ایک کی سالانہ آمدنی ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ ہے +

گجندر سنگھ نے انبالہ گورنمنٹ سکول میں تعلیم پائی ہے اور اسکی شادی سردار نرائن سنگھ جاگیردار کھمانوں کی لڑکی سے ہوئی ہے +

# سردار گوردت سنگھ رئیس شام گڑھ

## کرپال سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۳۰ء)

۱ دیوا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۹ء) — ۲ جے سنگھ — ۳ فتح سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۹ء)

دیوا سنگھ کی اولاد: ۱ کاہن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۶ء) — ۲ سردار رام سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۲ء)

فتح سنگھ کی اولاد: شام سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۴ء)

کاہن سنگھ کی اولاد: کرپا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۹ء)

سردار رام سنگھ کی اولاد: ۱ بھاگ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۹ء) — ۲ گوربخش سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۹ء) — ۳ سردار گوردت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۶ء)

شام سنگھ کی اولاد: سمپورن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۵ء)

سردار گوردت سنگھ کی اولاد: ۱ گوربخش سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۷۷ء) — ۲ اودے سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء)

سمپورن سنگھ کی اولاد: گورمکھ سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء)

---

اِس خاندان کا بزرگ سردار کرپال سنگھ سنہ ۱۷۶۰ء میں بھٹنڈہ کے نواح سے ضلع کرنال میں آیا اور اپنے بہنوئی صاحب سنگھ سردار لاڈوا سے موضع شام گڑھ حاصل کیا۔ کرپال سنگھ صاحب سنگھ کی بہت سی لڑائیوں میں شامل ہوتا اور جو کچھ مال غنیمت ملتا اس میں سے حصہ لیتا رہا۔ اس کی دختر بھاگ بھری ریاست جیند کے کنور پرتاب سنگھ سے بیاہی گئی جس نے اسے مواضعات اسانده اور سلوان بطور استری دان دئے۔ اس موقع پر کرپال سنگھ کو بھی جیند کے علاقہ سفیدون میں پانچ گاؤں دئے گئے مگر یہ بعد ازاں راجہ سروپ سنگھ والیٔ جیند نے ضبط کر لئے۔ کرپال سنگھ تین لڑکے دیوا سنگھ جے سنگھ اور فتح سنگھ چھوڑ کر سنہ ۱۸۳۰ء میں فوت ہو گیا۔

فتح سنگھ کی لڑکی کی شادی لاہور والے مہاراجہ شیر سنگھ متوفیٰ کے بیٹے شہزادہ شیو دیو سنگھ سے جو بریلی میں رہا کرتا تھا ہوئی۔ شیو دیو سنگھ نے بیوی کے ساتھ مواضعات ساگا کرک اور جبنپورا بھی حاصل کئے اور اس کا جانشین سمپورن سنگھ اب ساگا کا موجودہ جاگیردار ہے۔ ۱۸۶۹ء میں کرپا سنگھ پسر کاہن سنگھ کی وفات پر جائداد شام گڑھ کا باقی سارا حصہ دیوا سنگھ کے اکلوتے پس ماندہ بیٹے سردار رام سنگھ کو ملا۔ اسکی جائداد میں ۶ سالم مواضعات اور موضع تراوڑی کا ⅕ حصہ تھا جس کی آمدنی ۳۴۵۰ روپیہ سالانہ تھی اور جس پر ۴۲۶ روپیہ سالانہ بطور عوضانہ خدمات ادا کرنے پڑتے تھے۔ دیوا سنگھ اور اس کے بھائی کاہن سنگھ نے غدر میں اچھی خدمات انجام دیں جس کے صلہ میں ان کے ذمہ کا معاوضہ خدمات ایک سال کے لئے معاف کیا گیا۔ گوردت سنگھ پسر سردار رام سنگھ آنریری مجسٹریٹ ہے اور ۱۹۰۲ء میں اپنے باپ کی وفات پر موروثی خطاب سردار اور پراونشل درباروں میں خاندانی کرسی حاصل کر کے خاندان شام گڑھ کا بزرگ خاندان ہوا۔ خاندان کی جائداد کا دو تہائی حصہ جو اس نے اپنے باپ سے ورثہ میں پایا اسکے قبضہ میں ہے اور علاوہ ازیں قریباً ۱۲۰۰۰ روپیہ سالانہ اسکی جائداد زرعی کی آمدنی ہے۔ اسکی شادی کے توسل سے اسکے تعلقات سردار لوہدران جاگیرداران مصطفےٰ آباد ضلع انبالہ اور دوسرے مشہور خاندانوں سے ہیں۔ موضع بھینی خورد سردار کاہن سنگھ کی بیوہ کے قبضہ میں تھا جو روایات خالصہ کی ایک بڑی سرگرم حامی ہونے کی وجہ سے سکھوں میں نہایت ممتاز عورت تھی مگر اس کی وفات کے بعد یہ موضع گوردت سنگھ کو مل گیا ؛

# سردار تلوک سنگھ رئیس سیکری

**بھاگ سنگھ**
وفات سنہ ۱۸۰۶ء

۱ — **بھوپ سنگھ** (وفات سنہ ۱۷۹۴ء)

۲ — **مہتاب سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۳۶ء)

مہتاب سنگھ کے بیٹے:

۱ — **لہنا سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۶۹ء)

۲ — **چڑت سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۳۳ء)

لہنا سنگھ کا بیٹا:

**جوالا سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۸۲ء)

**سردار تلوک سنگھ** (ولادت سنہ ۱۸۶۸ء)

**بلونت سنگھ** (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)

---

سردار تلوک سنگھ کا بزرگ بھاگ سنگھ سو کر چاکیہ اپنا وطن یعنی موضع بھاڑا ضلع امرتسر چھوڑ کر دھارا راؤ ایک مرہٹہ قسمت آزما کی فوج میں شامل ہوا جس نے اٹھارھویں صدی کے اواخر میں مانجھ کے بعض خاندانی آدمیوں کو جمع کر لیا تھا اور دہلی اور پٹیالہ کے درمیانی علاقہ پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی ۔ یہ وہی دھارا راؤ تھا جو پٹیالہ

کے مشہور دیوان نانومل سے کچھ لینا کر کے راجہ گجپت سنگھ والی جیند
کے ساتھ شامل ہو گیا تھا اور اس طرح پر اس کے ذریعے سے جلاوطن
دیوان اور نوعمر راجہ صاحب سنگھ پٹیالہ کی حکومت پر بحال ہوئے تھے۔
دھارا راؤ نے بھاگ سنگھ کی خدمات کے صلہ میں سیکری کا علاقہ
عطا کیا جس میں ۱۰ گاؤں شامل تھے جو سردار بھنگا سنگھ تھانیسر
والے سے لئے گئے تھے۔ بعدازاں بھاگ سنگھ آگرہ میں ابن روے
ستلج کے رؤسا کا بحیثیت معتمد کام کرتا رہا۔ ان ابتدائی دنوں میں
بھاگ سنگھ افسران سرکاری کے بہت کچھ مُفید مطلب ثابت ہوا اور
اس کی خدمات کے صلہ میں اسے پرگنہ دہلی کے ۳ گاؤں کا مالیہ
حین حیات کے لئے عطا گیا۔ ۱۸۰۱ء میں اس کی وفات پر اس کے بیٹے
مہتاب سنگھ کو تاحیات ۱۸۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دی گئی۔ غدر کے
ایام میں سردار لہنا سنگھ خاندان کا بزرگ تھا اس موقع پر اس کا سلوک
سرکار انگریزی سے وفادارانہ رہا اور اس کی خدمات کا صلہ دیا گیا۔
خاندان کا موجودہ بزرگ ملوک سنگھ ڈویژنل درباری ہے۔ اسکی جاگیر
کی آمدنی قریباً ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے اور دوسری زرعی جائداد
واقع اضلاع کرنال اور امرتسر کی آمدنی بھی مبلغ ۳۰۰۰ روپیہ ہے*

# ناصر احمد خاں رئیس پانی پت

## عبدالرزاق

(۳) نواب لطیف اللہ خاں ـ (۲) شمس الدولہ شکر اللہ خاں ـ (۱) عبد اللہ خاں

(۱) محمد ابراہیم ـ (۲) جمیل الدین ـ (۳) محمد نصیر الدین خاں ـ (۴) ہدایت اللہ خاں ـ (۵) شاکر خاں ـ (۶) محمد فقیر خاں ـ (۷) عنایت خاں

(۱) حفیظ اللہ خاں ـ (۲) عزت اللہ خاں (وفات سنہ ۱۸۰۲ء)

(۱) ناصر علی خاں ـ (۲) علی رضا خاں (انکی اولاد پٹنہ میں متوطن ہے) ـ (۳) نواب باقر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۳۶ء) ـ (۴) نواب جعفر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۳۲ء)

(۱) لطیف اللہ خاں ثانی ـ (۲) شکر اللہ خاں ـ (۳) احسان اللہ خاں ـ (۴) نواب امان اللہ خاں (وفات سنہ ۱۸۶۹ء) ـ (۱) نواب بابھو (پٹنہ میں فوت ہوئے) ـ (۲) مہدی علی خاں

ممتاز احمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۱ء) ـ نصیر احمد خاں (متوفی) ـ (۱) عبد المجید خاں (وفات سنہ ۱۸۸۰ء) (انکی اولاد بھی پٹنہ میں متوطن ہے) ـ (۲) ابراہیم خاں (پٹنہ میں متوطن ہیں)

ایک لڑکا (ولادت سنہ ۱۹۰۲ء) ـ (۱) نواب فضل احمد خاں (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) ـ (۲) نذیر احمد خاں (تین لڑکے) ـ فضل حسین خاں (پٹنہ میں فوت ہوئے)

(۱) **ناصر احمد خاں** (ولادت سنہ ۱۸۶۰ء) ـ (۲) فقیر احمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۴ء) ـ (۳) شکور احمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۹ء)

لائق احمد خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۰ء)

ناصر احمد خاں رئیس پانی پت سنہ ۱۸۹۰ء میں اپنے والد بزرگوار نواب فضل احمد خاں کا جانشین ہوا - اس کا دادا نواب امان اللہ خاں جو

۸۱ سال کی عمر میں فوت ہوا ضلع کرنال کے سربرآوردہ مسلمانوں میں ہونے کے علاوہ دُور دُور تک مشہور تھا اور لوگ اس کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے۔ نواب امان اللہ خاں کئی سال تک آنریری مجسٹریٹ اور پانی پت کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا۔ حکام ضلع کو ہر ایک موقع پر مستعدی سے مدد دیا کرتا تھا اور ایام غدر میں اپنے آبائی قصبہ کے اندر امن قائم رکھنے میں اور سرکاری فوج کو جو دہلی کے آگے پڑی تھی رسد رسانی میں حتی المقدور اعانت کرنے کے باعث عملی طور پر نمک حلال ثابت ہوا۔ یہ پانی پت کی قوم انصاری یا اُس قوم کا جنہوں نے پیغمبر خدا (علیہ التحیۃ والسلام) کی امداد کی تھی بالاتفاق سردار مانا جاتا تھا۔ یہ انصاری اپنے آپ کو خواجہ عبداللہ پیر ہرات کی اولاد بتاتے ہیں جن کے لڑکوں میں سے ایک خواجہ ملک علی نامی شمس الدین التمش کے پوتے سلطان علاؤ الدین مسعود کے عہد حکومت میں نقل مکان کر کے دہلی آیا اور آخر کار پانی پت کو اپنا وطن مقرر کیا۔ انصاری بلاشبہ بڑا معزز خاندان ہے کیونکہ یہ بھی صوبہ پنجاب کے متعدد خاندانوں کی طرح بغیر کسی جھگڑے کے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کے بزرگ کئی پشتوں تک دیرینہ مسلمان سلطنتوں میں نہایت معزز عہدوں پر ممتاز رہے۔ ملک علی کے بیٹے خواجہ نصیر نے مخدوم زادگان پانی پت کے مشہور خاندان کے بزرگ جلال الدین کی لڑکی فردوسہ سے شادی کی جسکے ساتھ اراضیات پانی پت کا ایک حصہ بھی حاصل کیا جو اس وقت سے لیکر آج تک اسی خاندان کے قبضہ میں چلا آتا ہے اور مخدوم زادوں کے خاندان کے ساتھ انصاریوں کا باہمی ازدواج کا سلسلہ ابھی تک

جاری ہے۔ خواجہ نصیر سے ۱۲ پشت بعد عبدالرزاق شاہ عالمگیر کے عہد میں ایک بڑا فوجی افسر ہوا اس کا ایک لڑکا معان الدولہ لیزل خاں کچھ عرصہ صوبہ جات کابل کا وائسرائے رہا اور دوسرا لڑکا زکریا نادرشاہ کے حملہ کے وقت لاہور کا ناظم تھا اور تیسرا لڑکا لطیف اللہ مختلف مواقع پر عظیم شاہ کا اتالیق قلعۂ دہلی کا داروغہ اور یکے بعد دیگرے تین شاہنشاہوں کا دیوان رہا۔ محمد شاہ نے اسے شمس الدولہ کا خطاب دیکر شش ہزاری مقرر کیا اور ملتان کا صوبہ دار کر دیا اور آخرکار یہ اپنے بھائی عامل کابل کا جانشین ہو گیا۔ اس نے اپنے آبائی قصبہ پانی پت کی زیبائش کے لئے لاہوری دروازہ میں کئی مسجدیں جو جواب تک موجود ہیں بنوانے میں بہت سا روپیہ خرچ کیا ؛

عبدالرزاق کا دوسرا لڑکا شکر اللہ خاں بہادر شاہ کے عہد میں مالوہ کا عامل تھا اس کا عہدہ بھی شش ہزاری تھا اور اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔ لطیف اللہ کا بیٹا عنایت خاں محمد شاہ کا بخشی اور نائب خانساماں تھا اس کو راسخ الاعتقاد کا خطاب مرحمت ہوا تھا اور ۴۸۰۰۰ روپیہ سالانہ تنخواہ دی جایا کرتی تھی۔ اس کا بیٹا عزت اللہ خاں اسی تنخواہ پر افسر فیل خانہ تھا اور آخرکار اپنی جاگیر واقع شاہجہان آباد اور بنارس کے انتظامات کے لئے ملازمت سے دستکش ہو گیا تھا۔ یہ جاگیریں کچھ عرصہ بعد علی ویردی خاں نے ضبط کر لیں مگر بعد ازاں صوبۂ بہار کے ۱۰۰ گاؤں اس کے نام واگزار کر دئے۔ عزت اللہ خاں اسی علاقہ کے سرکار کمپنی کے ہاتھ میں آجانے کے ۳۷ سال بعد یعنی ۱۸۰۲ء میں پٹنہ میں فوت ہوا اور اس کا تیسرا

لڑکا نواب باقر علی خاں اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے آبائی وطن یعنی پانی پت میں واپس آگیا تھا اور اس موقع پر جبکہ دہلی اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ پہلے پہل سرکار انگریزی کی حکومت میں آیا یہ سرکار موصوف کا بڑا وفادار اور خیر خواہ رہا۔ پھر سنہ ۱۸۲۳ء میں نواب امان اللہ خاں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے عزت اللہ خاں کا جانشین ہوا ؎

سنہ ۱۸۸۹ء میں امان اللہ خاں کی وفات پر اس کا بیٹا فضل احمد خاں خاندان کا بزرگ ہوا جس کو حکام اس وجہ سے بخوبی جانتے تھے کہ وہ اپنے باپ کا کئی سال تک قائم مقام رہا تھا جو ایک مزمن مرض کی وجہ سے بذات خود اس اعلیٰ ذمہ داری کی انجام دہی کے قابل نہ تھا۔ جس پر اس کے رتبہ اور شہرت نے اسے پہنچا دیا تھا۔ نواب فضل احمد خاں پانی پت کی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ اور لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایک ممبر تھا۔ اسے پانی پت کے کئی خیراتی کاموں میں خصوصاً اسلامیہ خیراتی سکول میں جس کے ساتھ اس کا غیر سرکاری تعلق تھا عملی دلچسپی تھی۔ موضع منورٹہ میں تو اس کی بہت سی زمینداری جائداد تھی اور موضع گوبھر دھن اور بجنیا رپور میں جو تمام ضلع پٹنہ میں ہیں ایسی جائداد تھی جس کا سرکاری مالیہ معاف تھا۔ نیز تحصیلات پانی پت اور سونی پت کی اراضیات میں اس کو استمراری حقوق بھی حاصل تھے۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا ناصر احمد خاں اب بزرگ خاندان ہے۔ ناصر احمد خاں پانی پت کا ذیلدار نمبردار اور پراونشل درباری ہے اس کی معافی سکنی اور زرعی جائداد کی آمدنی قریباً دو ہزار روپیہ سالانہ ہے جس میں وہ ۶۰ روپے کے قریب رقم بھی شامل ہے

جو پٹنہ کی جائداد سے اس کے حصے میں آتی ہے - پٹنہ کی باقی بہت سی جائداد اس کے بھائی بندوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے ٭

آجکل انصاری شیخوں کی بہت سی شاخیں پانی پت میں آباد ہیں - اس خاندان کے بہت سے آدمی ملازمت پیشہ ہیں اور خاص کر وسطی اور جنوبی ہندوستان کی ریاستوں میں ملازم ہیں - شرع محمدی کے قاعدہ وراثت کے بموجب ان کے مقبوضات کے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو جانے اور پردہ دار مستورات کے حقوق کے بارے میں جھگڑے رہنے کے باعث اس خاندان کے بہت سے رکن دراصل نہایت مفلس ہو گئے ہیں - گو ان کی ظاہری حالت اچھی ہے مگر اندیشہ ہے کہ عنقریب ان کو اپنا گزارہ کرنا بھی مشکل ہو جائیگا - بیان کیا جاتا ہے کہ وہ انصاری جو پٹنہ میں آباد ہیں اپنے پنجاب والے بھائی بندوں سے زیادہ مرفہ الحال ہیں حالانکہ ان میں سے بھی بعض نے سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کرلی ہے چنانچہ تفضل حسین خاں پٹنہ والا ہی کچھ عرصہ تک بنگال میں منصف رہ چکا ہے ٭

انصاری پانی پت کے پیرزادوں یا مخدوم زادوں اور برسٹ اور سونی پت کے سیدوں سے ہی باہم ازدواج کرتے ہیں ٭

# ضلع انبالہ

**مندرجۂ ذیل نوٹ جس میں انبالہ کے بڑے بڑے خاندانوں کی حالت کا مختصر ذکر ہے کنسنگٹن صاحب بہادر بالقابہ نے جو ایک زمانے میں انبالہ کے افسر مال تھے تحریر فرمایا تھا :-**

سب سے پہلی اور ضروری بات جسے ذہن نشین کر لینا چاہئے یہ ہے کہ اپنے قدرتی جائے وقوع کے باعث ضلع انبالہ کا شمالی ہند کی ہر مہم سے متأثر ہونا مقدر کیا تھا۔ یہ ضلع ایک طرف تو پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے اور دوسری طرف بڑے بڑے جنگل کے قطعات ہیں جو صحرائے راجپوتانہ کی حد تک پہنچتے ہیں۔ پس وہ ایسا مقام ہے کہ کہ حملہ آوروں کا ہر گروہ جس کا مقصود دہلی فتح کرنا ہوتا ہندوستان کے میدان جنگ یعنی پانی پت کی طرف بڑھتے ہوئے انبالہ کے پاس یا درمیان سے گزرتا تھا۔ چنانچہ ان حملوں کا اثر ابھی تک اس ضلع کے دہقانی باشندوں کے خصائل میں باقی ہے۔ مسلسل حملوں کے عین راہ میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ایسے پست حوصلہ ہو گئے ہیں کہ معمولی مشکل کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی ان سے مفقود ہو گئی ہے اور وہ اثر جو ان لاعلاج حملوں کے آگے عاجزی کرتے رہنے سے ان کی جبلت میں موروثی طور پر پیدا ہو گیا ہے سلطنت برطانیہ

کے اس پہلے سے متغائر عہد میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ان مذکورۂ بالا امور کو دلنشین کر لینا یہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انبالہ ۱۸۶۳ء میں این روے ستلج کے سکھوں کے ہاتھ بغیر کسی ہنگامہ کے کیونکر آگیا؟

اس ضلع کو پہلے پہل سری گورو تیغ بہادر جی کے زمانہ میں سکھوں سے براہ راست واسطہ پڑا جو ہانسی سے ستلج تک علاقہ میں منڈلاتے پھرتے تھے اور ۱۶۶۴ء سے ۱۶۷۵ء تک لوٹ مار پر گزارہ کرتے رہے۔ سری گورو تیغ بہادر جی کے جانشین سری گورو گوبند سنگھ جی کے زمانے میں انندپور ضلع ہوشیارپور میں ستلج کے چند میل شمال کی طرف چکور تحصیل روپڑ میں اور پہاڑی علاقہ ناہن میں قلعوں کا ایک سلسلہ اس طرح پر تعمیر کیا گیا کہ انبالہ کا تمام مشرقی حصہ ان کی زد میں آگیا۔ اٹھارھویں صدی کے پہلے نصف حصہ میں سکھوں کا کوئی مسلمہ سرگروہ نہ تھا گو یہ لوگ اس عرصہ میں بھی دہلی کے شاہان مغلیہ کے ساتھ اکثر معرکہ آرائیوں میں مشغول تھے اور سرعت کے ساتھ ان کی بڑی بڑی جماعتیں یا مسلیں بنتی جاتی تھیں۔ بالآخر ۱۷۶۳ء میں ان کا طوفان اٹھا۔ لاہور امرتسر اور فیروزپور کے علاقہ مانجھہ کے سکھ سرداروں نے اپنی فوجوں کو سرہند پر اکٹھا کیا افغان ناظم زین خاں کی فوج کو تتر بتر کر کے ناظم مذکور کو مار ڈالا اور ستلج پار ہو کر جمنا کے تمام ملک پر بغیر کسی مزید مزاحمت کے تصرف کر لیا۔ اس وقت کی روایت سن کر اب بھی وہ سماں آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے کہ اس فتحیابی کے بعد سکھ لوگ کس طرح علاقہ میں آناً فاناً پھیل گئے اور کس طرح ہر ایک سوار رات دن گھوڑا دوڑاتا گاؤں گاؤں پھرا کیا اور یہ نشان

دبینے کے لئے کہ یہ اس کی ملکیت ہو گئے ہیں کسی میں اپنی پیٹی اور تلوار کا میان کسی میں اپنے بدن کے کپڑے اور آلات جنگ پھینکتا گیا یہاں تک کہ برہنہ ہوگیا اور اس کے پاس اگلے گاوں میں نشان دہی کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ مختلف مسلوں میں دوابہ کی تقسیم جس طرح ہوئی اُس کا تفصیلی بیان کرنا غیر ضروری ہے۔ اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ باشنشاے چند آج کل کے تقریباً تمام ممتاز خاندان ۱۷۶۳ء کے فاتحان کی اولاد ہیں جن کے سوائے لوٹ مار کے اور کوئی کارنامے نہیں اور نہ ہی وہ کسی ایسے قدیم خاندان کے نہال ہیں کہ عزت و تکریم کے مستحق سمجھے جائیں۔ اب تک بھی وہ انبالہ میں اپنے آپکو اجنبی اور دوسری جگہ سے آئے ہوئے سمجھتے ہیں اور ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے جن سے معاملہ وصول کرنے کا حق انکو نسلاً بعد نسلِ دیا گیا ہے۔

اگلے چالیس سال کی تاریخ ان خود مختار سکھ سرداروں کی باہم لگاتار چھوٹی چھوٹی لڑائیوں پر مشتمل ہے البتہ جب شمال کی جانب سے پٹیالہ اور مانی ماجرا کی اور جنوب کی طرف سے لاڈوا کیتھل اور تھانیسر کی زبردست ریاستیں ان کے ملک پر دست اندازیاں کرتی تھیں تو یہ سب سردار ان کو اپنا مشترک دشمن سمجھکر ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ ہر ایک علیحدہ خاندان نے اور ہر ایک باجگزار گروہ نے جو اپنی حفاظت کے لئے کافی طاقت رکھتا تھا بطور صدر مقام کے ایک ایک مضبوط قلعہ ایسا بنا رکھا تھا کہ تمام گرد و نواح میں

لہ کننگھم صاحب کی تواریخ خالصہ ملاحظہ ہو۔

لوٹ مار کرسکے۔ ان قلعوں میں سے کئی قلعے ابھی تک موجود ہیں اور ضلع کے نمایاں نشان ہیں جن کو دیکھکر اُس وقت کی عجیب ابتری اور طائف الملوکی یاد آجاتی ہے جبکہ ہر ایک شخص خود اپنے بھائی پر ہاتھ صاف کرتا تھا۔ سرکار انگریزی کو جس کی پولیٹکل کارگزاری دریائے جمنا تک ہی محدود تھی اس علاقہ کی طرف کوئی توجہ نہ تھی اور یقین کیا جاتا ہے کہ ان برائے نام حاکموں کے دستور حکومت حقوق اور پولیٹکل قوت کے متعلق سرکار موصوف بالکل بے خبر تھی۔ سنہ ۱۸۰۶ع سے سنہ ۱۸۰۸ع تک ان حالات میں سریعی تغیر واقع ہوا۔ ایک طرف تو خود ایں روئے ستلج کے سکھ رنجیت سنگھ کے ستلج پار قوت پکڑ جانے کو ناگہانی خطرہ سمجھکر خوف زدہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ سنہ ۱۸۰۶ع* سے سنہ ۱۸۱۱ع* تک تین سال میں رنجیت سنگھ نے بذات خود لدھیانہ نرائن گڑھ اور انبالہ پر چڑھائی کی تھی اور کھلم کھلا اعلان کردیا تھا کہ میرا ارادہ جمنا تک تمام ملک کو اپنے قبضۂ تصرف میں لے آنے کا ہے اور اب یہ نظر آنے لگا تھا کہ صرف ایک سلطنت (سلطنت انگلشیہ) ہی رنجیت سنگھ کی تیز کامیابی کا سدِ باب کرسکتی ہے۔ مگر دوسری طرف خود سرکار انگریزی کو شمال کی طرف سے فرانسیسیوں ترکوں اور ایرانیوں کے متفقہ حملے کا ڈر پیدا ہوگیا تھا اور اس لئے جلدی میں اس نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جمنا کی حد چھوڑدی جائے اور مذکورہ خدشے کے لئے دوستی کے نئے اصول پر بھروسہ کرکے درمیانی طاقتور ریاست لاہور سے رابطۂ اتحاد قائم کرلیا جائے۔ مگر ساتھ ہی سرکار کو یہ خیال تھا کہ خود رنجیت سنگھ بھی موجب خطرہ ہے

*۔ غالباً غلطی ہے (مترجم)

اور خطرہ بھی کچھ ایسا ویسا نہیں۔ سرکار اسی تذبذب میں تھی کہ جیند پٹیالہ اور کیتھل کی طرف سے ایک وفد این روئے ستلج کی ریاستوں کے واسطے مدد طلب کرنے کے لئے ۱۸۰۸ء میں دہلی پہنچ گیا جس سے سرکار انگریزی کو فوری مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے پانچ سال پیشتر جیند کیتھل اور تھانیسر نے سرکار انگلشیہ کو مرہٹوں کی لڑائی میں مدد دی تھی۔ بظاہر یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ ستلج تک تمام ملک چند اسی قسم کی بڑی بڑی ریاستوں میں منقسم ہے جن کے ذریعے سے علاقہ کی حکومت اچھی طرح سے ہو سکتی ہے اور اس لئے انگریز حکاّم کی کوششوں کا مُدّعا یہ تھا کہ ایک طرف تو رنجیت سنگھ سے قرار واقعی اتحاد قائم کر لیا جائے اور دوسری طرف جمنا سے ستلج تک ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا جائے ؛

بالآخر سرکار انگریزی کی سب تجاویز میں کامیابی ہوئی اور ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو رنجیت سنگھ کے ساتھ ایک خاص عہد نامہ ہوا جس کے رو سے رنجیت سنگھ نے ستلج کے جنوب کی طرف اپنے کل نئے علاقے سرکار انگریزی کے حوالے کر دئے اور یہ عہد کر لیا کہ وہ دریائے ستلج کے بائیں جانب کے علاقے پر کبھی دست اندازی نہ کریگا۔ اس عہد نامہ کے بعد مئی ۱۸۰۹ء میں کرنیل اختر لونی نے سرکار انگریزی کی طرف سے اپنا مشہور اعلان این روئے ستلج کے سرداروں کے نام نافذ کیا۔ یہ اعلان جو ان عجیب مزیدار الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ " یہ اظہر من الشمس و ابیض من الامس ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے جو کارروائی ہوئی وہ محض رئیسوں کی ترغیب

پر ہوئی" کننگھم صاحب بہادر کی تواریخ میں پورا درج ہے۔ وہ شخص جس کو اس بات کے معلوم کرنے کا شوق ہو کہ انبالہ کے بڑے بڑے خاندانوں کے حقوق جو انہیں آجتک حاصل ہیں کس فرمان کے روسے ہیں تو اسے اس اعلان کا حوالہ دیا جا سکتا ہے اس اعلان کی صرف سات چھوٹی چھوٹی دفعات ہیں جن میں سے ایک لغایت پانچ ضروری ہیں۔ دفعات ایک لغایت تین رنجیت سنگھ کی طاقت کو محدود کرتی ہیں اور ایں روسے ستلج کے رئیسوں کو سرکار انگریزی کو خراج دینے کے بغیر اپنے اپنے مقبوضات کا واحد مالک قرار دیتی ہیں۔ اور چار و پانچ میں یہ شرط ہے کہ اس مالکی کے عوض رئیس فوج انگریزی کے لئے جب کبھی موقع پڑے رسد بہم پہنچائے اور دشمنوں کے مقابلہ پر جاہے وہ کہیں سے سرکار پر چڑھائی کرے وقت ضرورت ہتھیاروں سے بھی مدد دے۔ مگر یہ سارے کا سارا اعلان اس قدر مختصر مزیدار اور ساتھ کے ساتھ تمام آیندہ مشکلات کی جڑ ہے کہ جو شخص بعد کے واقعات کو مدنظر رکھکر اس کا مطالعہ کرے اس کو اپنی محنت کا حق مل جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت کے سرکاری کارکن کیسی اندھا دھند کارروائی کیا کرتے تھے ؁

یہ بیشک ناممکن ہے کہ ان معاملات کے حالات کو کوئی شخص پڑھے اور یہ معلوم نہ کرے کہ درحقیقت گورنمنٹ نے ایک نہایت اہم کارروائی تقریباً بلا سوچے سمجھے کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے علاقہ انبالہ کے چند بڑی بڑی ریاستوں کے ماتحت ہو جانے کے اعلان کنندگان کو فوراً معلوم ہو گیا کہ انہوں نے علاقہ مذکور جھگڑا آیندہ

گروہوں کو دیدیا ہے جن میں سوائے باہمی مجادلے کے اجتماع کا مادہ بالکل نہیں اور جن کی حکومت کی غرض صرف یہ ہے کہ ملک کی آبادی کو نہایت درجہ کے ظلم سے پیس ڈالا جائے۔ پہلی بات (کہ علاقہ کو ان جنگ آزماؤں کے ہاتھ میں دینا غلطی تھی) آسانی سے ۱۸۱۱ء کے اس ضمیمہ اعلان سے طے پاگئی جس میں سرداروں کی سخت الفاظ میں یاددہانی کی گئی تھی کہ ہر ایک شخص کو اس علاقہ پر قناعت کرنی ہوگی جو ۱۸۰۹ء میں اس کے قبضہ میں تھا اور یہ کہ سرکار انگریزی سرداروں کے باہمی جنگ و جدل کو ہرگز گوارا نہیں کریگی۔ مگر ضلع کی بہبودی قائم کرنے کا بہترین موقع گزر چکا تھا اور ۱۸۰۹ء میں جو اقرار اور معاہدات جلدی سے کر لئے گئے تھے وہ فوراً ہی دوامی تکلیف اور ابتری کا باعث ثابت ہوگئے جن کا تھوڑا بہت اثر آج تک باقی چلا جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوگیا کہ درحقیقت ضلع انبالہ میں ایں روے ستلج کی برائے نام حکمران ریاستیں قریباً بیس چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے ماتحت ہوگئی ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس بیس مواضعات سے لیکر سو یا زیادہ تک مواضعات کی جاگیریں تھیں اور ان کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی برادریوں کو جن میں اصلی فاتحان کے سیکڑوں ہمراہی شامل تھے اور جو صرف گزارے کے لئے علیحدہ مواضعات دیکر ملک میں آباد کرلی گئی تھیں انہیں بھی ۱۸۱۱ء کے اعلان کی لغو شرائط کے روسے خودمختار حاکموں کی طرح اختیارات مل گئے تھے۔ گو مطبوعہ کتابوں میں کہیں بھی صاف صورت سے یہ امر تسلیم نہیں کیا گیا کہ گورنمنٹ کو اپنی غلطی کا افسوس ہے لیکن مذکورہ واقعات کی

صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور کیا تعجب ہے کہ سر ڈیوڈ اختر لونی نے سنہ ۱۸۱۹ء میں گورنر جنرل کے روبرو تخلیہ میں اعتراف کر لیا ہو کہ سنہ ۱۸۰۹ء کا اعلان غلط فہمی پر مبنی ہے* ؎

سنہ ۱۸۰۹ء سے سنہ ۱۸۴۷ء تک انبالہ کی پولیٹکل ایجنسی کی معرفت ان بے تعداد نیم خود مختار ریاستوں میں عمدہ انتظام کرنے کی لگاتار کوششیں کی گئیں۔ اس زمانے کے کاغذات اس بات کے شاہد ہیں کہ جس کام کا بیڑا اٹھایا گیا اس کا ہو جانا ناممکن تھا۔ یہ کاغذات ان مشکل تحقیقاتوں کے حالات سے مملو ہیں کہ جو سرکار انگریزی کو ان بہت سے قضیوں اور ہنگاموں کی بابت کرنی پڑی تھیں جو ان ریاستوں نے سرکار انگریزی کے دباؤ سے بچنے کی خاطر برپا کئے تھے اور مواضعات پر ان کے ظلم و تشدد کے جرائم کی وجہ سے وقوع میں آئے تھے۔ ہر سال گورنمنٹ کو اپنے بچاؤ کرنے میں حکومت کی باگ تان کر رکھنی پڑی اور سنہ ۱۸۰۹ء کے مالکان کی اولاد صلبی یا ورثا نہ چھوڑ مرنے کی صورت میں ان کی جاگیریں مال لاوارث کے طور پر ضبط کر کے اس نے ملک پر قبضہ و تصرف کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چنانچہ اسی طرح آہستہ آہستہ انبالہ کا سرکاری ضلع بن گیا۔ ہر ایک علاقہ کے ضبط ہونے پر تمام مواضعات کا باقاعدہ بندوبست ہو کر انگریزی حکومت کا دور دورہ ہوتا گیا ؎

سنہ ۱۸۴۳ء تک تو گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۰۹ء کے بد اختر معاہدات کو ہر طرح سے پورا کیا اور اس وقت تک اس بات کے آزمانے کا

* کننگھم صاحب کی تواریخ کا صفحہ ۵۲۲ اور نوٹ ملاحظہ ہو ؎

کوئی مدقع نہ آیا کہ یہ ریاستیں سرکار کی کہاں تک شکرگزار ہیں اور اگر ان سے مدد مانگی جائے تو اپنے وعدے کے مطابق فوج اور رسد سے سرکار کی کس حد تک مدد کرینگی۔ سنہ ۴۵-۱۸۴۴ء میں ایک طرف تو پنجاب کے سکھوں میں بے چینی کے آثار دکھائی دینے سے اور دوسری طرف افغانستان کے ساتھ تباہ کن جنگ ہونے سے شرائط بھی بدل گئیں۔ بقول سر لیپل گرفن " زمانے کے تغیرات پر نظر کرنے کے لئے ان پرے ستلج کے رؤسا کے پاس بہتیرا وقت تھا × × × × × × × یہ دیکھ کر کہ ان کے رسد و زر کے ذخائر انگریزی فوج کے لئے درکار ہیں وہ خیال کرنے لگے کہ انگریزی طاقت کا دارومدار ہم پر ہی ہے اور یہ نہ سوچا کہ ان کی اپنی ہستی بھی سرکار انگریزی کے وجود کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ سلطنت لاہور کا خوف بھی اب بالکل اُٹھ چکا تھا اور اس وقت رنجیت سنگھ جیسا زبردست اور دانشمند فرمانروا بھی نہ رہا تھا۔ جس سے محفوظ رہنے کے لئے سرکار انگریزی کی حفاظت سکھ رئیسوں کو خوشگوار معلوم ہوتی تھی اور اس لئے اب یہ حفاظت ایک رکاوٹ خیال کی جانے لگی۔ اور ہر ایک رئیس یہ منصوبے باندھنے لگا کہ ایسے ہی حالات میں جو کامیابی رنجیت سنگھ نے حاصل کی تھی ہم بھی حاصل کرسکینگے*"۔ الغرض جب سکھوں کی پہلی لڑائی میں ان رؤسا سے مدد طلب کی گئی تو گو کہیں انہیں کھلم کھلا مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تاہم سب کے سب زیادہ تر مخالفت ہی پر تُلے رہے"۔ انگریزی حفاظت کے باعث ان ریاستوں میں ان کو جو فوائد حاصل ہوئے

* کتاب راجگان پنجاب کے صفحات ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۸۹ اور ۱۹۰ ملاحظہ ہوں +

ان سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی ان کی طرف سے
ناشکر گزاری بھی اس حد تک ہوئی کہ یہ حیرانی کی بات نہیں کہ پہلا ہی
موقع پڑنے پر یہ لوگ اس سلطنت کے برخلاف ہو گئے جو ان سے
دوستی رکھتی تھی اور علانیہ یا درپردہ اس کے دشمنوں کی صفوں میں
جا ملے۔" جن رئیسوں نے گورنمنٹ کی سخت مخالفت کی انہیں
قرار واقعی سزائیں دی گئیں ان کے مقبوضات ضبط کر لیئے گئے
اور بعض حالتوں میں انہیں قیدیوں کی حیثیت میں صوبے سے خارج
کر دیا گیا۔ اس طریق سے پپلی کے ۱۱۷ مواضعات راجہ لاڈوا سے
ضبط کر کے انگریزی علاقہ میں شامل کر لیئے گئے۔ روپڑ اور کھرڑ کے
۱۰۶ مواضعات سردار روپڑ کی ملکیت کے اور ۷۲ دیہات انندپور
کے سوڈھیوں سے ضبط کیئے گئے اور ۸۹ دیہات تحصیل نرائن گڑھ
کے راجہ کپور تھلہ سے چھینے گئے۔ چھوٹے چھوٹے سرداروں کے
واسطے ہلکی سزائیں کافی سمجھی گئیں گو ان میں اکثر نے "سوائے اسکے
کہ وہ ۱۸۴۵ء میں دشمن سے نہیں ملے وفاداری کا کوئی نمایاں ثبوت
نہیں دیا۔ یہ سردار سمجھتے ہی نہ تھے کہ شکر گزاری کس جانور کا نام ہے
لہٰذا لڑائی کے اختتام پر ان کے ساتھ کوئی خاص سلوک کرنا ضروری
نہ تھا۔ اس وقت سرکار نے بہت سی نہایت ضروری اصلاحات
نافذ کیں۔ پہلی اصلاح یہ تھی کہ ان ریاستوں میں سے اکثر ریاستوں
کے صیغہ پولیس بالکل اڑا دیئے گئے کیونکہ رائج الوقت انتظام نے
جرائم کو اتنا سہل کر دیا تھا کہ اس کے مطابق پچاس مختلف حاکموں
میں مجرم کا گرفتار کرنا قریباً ناممکن تھا۔ دوسری اصلاح یہ تھی کہ

چونگی اور محصول راہداری موقوف کئے گئے کیونکہ یہ محصول بھی تجارت کے لئے ایسے مضر تھے جیسے انصاف کے لئے پولیس کا انتظام اور سب سے آخری اصلاح یہ تھی کہ سرداروں سے ان کی ذاتی فوج کی خدمات کے عوض نقد خراج لیا جانا منظور ہوا ۔

یہ تمام تبدیلیاں اُس وقت تک نہ کی گئیں جب تک کہ گورنمنٹ نے یہ نہ دیکھ لیا کہ رؤسا سرکار سے اتنے بدظن ہیں کہ اُن احکام کو بھی جن کا ماننا بروئے معاہدہ ان کا فرض تھا نہیں مانتے ۔ مگر یہ بات فوراً ہی ثابت ہو گئی کہ بغیر اور ضروری اصلاحات کے پہلی اصلاحات پر عمل درآمد ناممکن ہے ۔ اس وقت تو رؤسا اپنے اپنے حصے کے مواضعات سے معاملہ جنسی وصول کرتے تھے اور ایسے انتظام سے وہ دل کھول کر بغیر روک ٹوک کے بہت سا زیادہ لگان وصول کرلیا کرتے تھے اگر انہیں کوئی خوف تھا تو صرف یہ کہ کہیں کسان لوگ اُن کے دیہاتوں کو چھوڑ کر چلے نہ جاویں ۔ ۱۸۴۷ء میں ضلع انبالہ کے انگریزی علاقہ کا باقاعدہ بندوبست شروع ہوا اور اسکے ساتھ ہی کل حکام ضلع نے اس بات پر زور دیا کہ جتنے دیہات ابھی تک باقیماندہ ریاستوں کے ماتحت ہیں ان سب میں اس موقع پر ایک مقررہ معاملہ وصول کرنے کا قاعدہ جاری کرکے ہمیشہ کے لئے کسانوں کی شکایات رفع کردی جائیں ۔ اس تجویز کی خود سرداروں نے بڑے زور وشور سے مخالفت کی اور چند سال تک اس معاملے کو قطعی طور پر طے ہوجانے میں بھی تعویق ڈلواتے رہے لیکن آخر کاران کو یہ بات سمجھا دی گئی کہ جب تم سے پولیس کے اختیارات سلب کرلئے گئے جسکے

بغیر تم اپنا معاملہ وصول نہ کر سکو گے تو اس صورت میں معاملہ مقرر کر دینا نہ صرف تمہاری رعایا کے لئے بلکہ خود تمہارے لئے بھی فائدہ مند ہوگا۔ الغرض کچھ تو یہ وجہ تھی اور اب اس سے بھی بڑا سبب یہ پیدا ہو گیا کہ مواضعات انگریزی میں رائج الوقت زرمعاملہ دو دفعہ وصول کیا جاتا تھا اور ہمسایہ رئیسوں کے مواضعات سے معاملہ جنسی وصول ہوتا تھا اس لئے سرکار کی رعایا کو بھی معاملہ دینا دوبھر معلوم ہونے لگا تھا۔ سرکار نے آخر کار ۱۸۵۲ء میں مان لیا کہ سارے ضلع میں مالیہ کا بندوبست نافذ کر کے ہمیشہ کے لئے رئیسوں کے اختیارات سلب کر لئے جاویں اور ان کو گھٹا کر جاگیرداروں کی حیثیت کا کر دیا جاے۔ "سرکار انگریزی کے اس فیصلہ سے ایں روئے ستلج کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں کے اختیارات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا جنہوں نے ایک مدت تک اپنی خود مختاری کو جس طرح چاہا استعمال کیا تھا اور جن کی اس خود مختاری کا سوائے اس کے اور کوئی شریفانہ مقصد نہ تھا کہ وہ بلا رکاوٹ اپنا حق سمجھکر برائی کریں اور اُن لوگوں پر ظلم کریں جو بدقسمتی سے ان کی رعایا بن گئے تھے*"

یہاں پہنچ کر انبالہ کے سرکردہ خاندانوں کی تاریخ عملی طور سے ختم ہو گئی اور جاگیردار بننے کے بعد ان کی جو حیثیت رہ گئی اسکی نہایت احتیاط سے تعریف کر کے تشریح لکھدی گئی ہے۔ بڑے بڑے سرداروں اور چھوٹی چھوٹی برادریوں دونوں کے شجرے تیار کر دئے گئے ہیں جن کی اولاد میں اس وقت بھی ہزارہا آدمی تھے

* کتاب راجگان پنجاب کا صفحہ ۱۹۹ ملاحظہ ہو *

اور جن میں سے ہر ایک اپنا شجرۂ نسب یا تو ۱۸۰۹ء کے مورثِ اعلیٰ سے ملاتا تھا یا بعد کے کسی ایسے سال کے مورث اعلےٰ سے جس میں مختلف جاگیروں کا ان کی مختلف حالتوں کے بموجب جانشینوں کے متعلق درجہ مقرر ہوا تھا۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۸۰۹ء کے رؤسا ہی سرکردہ رئیس تھے اور اس پر بھی جب کوئی خاندان کالعدم ہو جاوے تو اس کی جاگیریں بغیر خاص تحقیقات اور احکام گورنمنٹ کے ضبط نہیں کی جاتیں۔ گزشتہ تیس سال میں دو بڑی بڑی جاگیریں لاوارث رہی ہیں۔ اولاً تحصیل کھرڑ کا خاندان سیالبا ۱۸۶۶ء میں کالعدم ہوا اور ۹۵ مواضعات جن کا معاملہ ۲۶۰۰۰ روپیہ تھا سرکار کے ہاتھ آئے اور دوم ۱۸۷۸ء میں اسی تحصیل کی جاگیر منی ماجرہ کا بھی جو علاقہ میں سب سے بڑی تھی اور جس کے ۶۹ دیہات ۳۹۱۰۰ روپیہ مالیہ کے تھے یہی حشر ہوا۔ مختلف خاندانوں کے شجرے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بہت سے سرکردہ خاندانوں کے ایک یا دو ورثا سے زیادہ باقی نہیں رہے ہیں۔ غالباً آیندہ عنقریب اور جاگیریں بھی ضبط ہو جائینگی اور پچھلے سرداروں کی اولاد سے چاہے ہر طرح کی ہمدردی بھی کیوں نہ کی جاوے تو بھی ان جاگیروں کو ضبط ہوتا دیکھکر کچھ افسوس نہیں ہوتا۔ میرکوٹانا۔ بیدوان سرداران سوہانا ومنی ماجرہ راجپوتانِ رام گڑھ ورائے پور اور کوٹلہ نہنگ تحصیل روپڑ کے چھوٹے پٹھان خاندانوں کے ماسوائے باقی کل موجودہ بڑے بڑے جاگیرداروں اور ادنے حصہ داروں کی بہت سی تعداد جنہیں جاگیرداران بنی داری کہتے ہیں اب بھی علاقہ میں ویسے ہی پردیسی ہیں جیسے

کہ وہ اپنے اباؤ اجداد یعنی حملہ آوران ۱۷۶۳ء کے زمانے میں تھے۔ اُنہوں نے ضلع کے لوگوں سے کوئی بھی یکسانیت اختیار نہیں کی وہ ابھی تک مانجھہ کو اپنا اصلی وطن سمجھتے ہیں اور جب کبھی ان کو انبالہ کے لوگوں کی طرف توجہ بھی ہوئی ہے تو محض وہ دن یاد دلانے کے لئے جبکہ ان لوگوں پر ظلم کرنے کا ان کو کلّی اختیار تھا یا دھمکیاں دینے کے لئے کہ اگر اب وہ وقت واپس آجائے تو بتائیں کہ کیا کرتے ہیں؟ ان کی پہلی خود مختاری کے نشان کے طور پر انہیں آج کے دن تک یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جاگیرات کے مواضعات کا مالیہ براہ راست وصول کرتے ہیں مگر اس کو بھی اُنہوں نے اکثر ایسی بُری طرح استعمال کیا ہے کہ باوثوق نہیں کہا جا سکتا کہ آیندہ عرصے تک بھی یہ حق انکے پاس رہ سکیگا یا نہیں؟

اس مختصر ذکر سے جو عام نقشہ پیش نظر ہوتا ہے وہ کچھ دلکش نہیں مگر ان سرکردہ خاندانوں کی بڑی بڑی جاگیروں کا ذکر کرکے اور ان کی مفروضہ اعلےٰ حیثیت کا حال بیان کرکے جو وہ عوام الناس کی نظروں میں رکھتے ہیں ان کو جھوٹی عظمت دینے کی نسبت اصلیت کا بیان کر دینا ہی بہتر تھا۔ پنجاب کے سارے جاگیرداروں کی قریباً ایسی ہی حالت ہے جو اوپر بیان ہوئی اور علاوہ ان ۳۲ بڑے بڑے خاندانوں کے جن کی صرف جاگیروں کی آمدنی قریباً ۲۶۰۰۰ روپیہ ہے کمتر حیثیت کے پانچ ہزار سے زیادہ پتی داری جاگیردار ہیں جو سالانہ تین لاکھ سے زیادہ روپیہ لے لیتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اگر ان کی آمدنی معقول ہے تو بھی سوائے کھانے اور زندہ

رہنے کے ان کا کوئی مقصد نہیں اگر جاگیر کے زیادہ حصہ دار ہو جانے کی وجہ سے ان کی یہ وجہ معاش قلیل رہ گئی ہے تو بھی اُسی پر فاقہ مست رہتے ہیں۔ قواعد کے مطابق ان کی ملکیت کسی اراضی پر نہیں اور یہ خود زراعت کرنے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ان میں سب سے اچھے وہ جاگیردار ہیں جنہوں نے اپنے وطن میں جا کر باقاعدہ طور پر ملازمت اختیار کر لی ہے۔ باقیوں میں بہت سے ایسے ہیں جو یا تو ملازمت کے قابل ہی نہیں یا خود ملازمت کے خواہشمند نہیں اور ان کا بڑا کام یہی رہ گیا ہے کہ گھر بیٹھے زمینداروں میں خواہ مخواہ کے جھگڑے پیدا کراتے رہیں۔ بڑے بڑے گھرانوں کے چند سرکردگان کو آنریری مجسٹریٹ بھی بنا دیا گیا تھا مگر باستثنائے چند ان سب نے آنریری مجسٹریٹی کے اختیارات کی زیادہ تر اس لئے قدر کی کہ اسکے ذریعے سے ذاتی دشمنیوں سے بدلے لینے کے موقعے ملتے ہیں۔ ان بڑے سرداروں میں سے صرف ایک شخص نے اور یقینی طور پر ایک ہی شخص واحد نے اپنے لڑکے کو فوج میں بھرتی کرانے کا حوصلہ کیا (یہ شخص سردار پرتاب سنگھ مین پوریہ ہے جس کا لڑکا شمشیر سنگھ بمبئی احاطہ کے پانچویں رسالہ میں جمعدار ہے) باوجود اس کے کہ گورنمنٹ نے ان کی وہ حیثیت مستحکم کرنے کے لئے جو یہ لوگوں کا سردار بن کر رکھنا چاہتے تھے جہاں تک ممکن ہوا کوشش کی مگر جو لاحاصل اور لایعنی زندگی یہ لوگ بحیثیت ایک قوم کے بسر کر رہے ہیں اسکی نظیر شاید ہی کہیں ہو۔ اُن گزشتہ روایات کے رو سے جو ان کی فوجی زندگی کے متعلق چلی آتی ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ

موجودہ زمانہ میں ان کو مالگزاری کی معقول آمدنی ہے ان لوگوں کے لئے سب پیشوں سے بہتر فوجی ملازمت کا پیشہ تھا جس کے لئے انہیں قابلیت حاصل کرنی ضروری تھی مگر اس پر بھی سارے سرکردہ خاندانوں میں جن کے لئے فوج میں بھرتی ہونے کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے فوجی ملازمت کی صرف ایک ہی مثال پیش نظر ہے۔ باقی حالات کا جس قدر کم ذکر کیا جائے بہتر ہے۔ ان خاندانوں میں واقعی بارسوخ آدمی خال خال ہیں۔ بہت سے خاندانوں کی طرف خاص اس لئے توجہ ہوتی ہے کہ ان کے اکثر اراکین شراب خوری اور عیاشی میں پڑکر نوجوانی میں مرگئے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کئی خاندانوں میں ان کے اراکین کی عیاشانہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے حقیقی ورثا پیدا ہی نہیں ہوئے اور اس طرح خاندان کے کالعدم ہوجانے پر اس کے خانگی معاملات میں ہر ایک طرح کی تحقیقات کرکے بڑی مشکل کے ساتھ جاگیر کو ضبطی سے بچایا گیا۔ یہ تحقیقات ایسی مشکل ہوتی تھی کہ گو واقعی امر کتنا ہی مشہور رہوتا تاہم اسکی حقیقت کو دریافت کرنا قریباً ناممکن ہوجاتا تھا۔ مگر باوجود ان تمام امور کے یہ مناسب نہیں کہ ایں روے ستلج کے سکھوں کی اس بداخلاقی کو بالکل ان کے ذاتی عیوب کا نتیجہ سمجھ لیا جائے۔ ان لوگوں کو اپنی کوشش اور محنت کے بغیر عروج حاصل ہوگیا تھا اور ان کو ہر ایک طرح فارغ البالی تھی اور اس بات کی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ ملک کے حکمران بن کر رہنے کی کوشش کریں اور اس طرح قدرتی طور پر کاہلی اور عیش پرستی کا شکار بن گئے تھے۔ ان سکھ سرداروں کی

تواریخ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ان کی طرح مصنوعی امارت سے کچھ اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ نیز ضلع انبالہ کے حالات دیکھکر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ الحاق کے اوائل زمانہ میں جبکہ اصلی پنجاب کے امرا کی نسبت اس قسم کا سوال بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے سامنے پیش ہوا تو اس پر کیوں ایسا سخت مباحثہ ہوا تھا؟ شاید یہ ایزاد کردینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ بحمد اللہ ضلع انبالہ کے تجربہ سے سبق حاصل کرکے جان لارنس صاحب بہادر کی کڑی پالیسی نے اس مسئلہ کا ایسے طریق سے آخری فیصلہ کردیا کہ پنجاب کے دیگر اضلاع ان مشکلات سے بچ گئے جو انبالہ میں پیش آئی تھیں۔

اب صرف یہ لکھنا باقی ہے کہ جنگی خدمات کے عوض ادائی خراج کے مسئلہ کا فیصلہ ۱۸۴۶ء کے احکام کے مطابق ہوا۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جاگیر کی مالگزاری میں سے سرکار کو ۲ رفی روپیہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی قاعدہ سے تمام بڑے بڑے خاندان بہت سے جاگیرداران پتی دار اور وہ تمام خاندان جن کو کہ ۱۸۰۹ء میں اعلیٰ رتبہ کا تسلیم کیا گیا تھا خراج ادا کیا کرتے تھے۔ تھوڑے سے پتی داروں کے لئے جو زیادہ تر تحصیلات روپڑ اور نرائن گڑھ کے ہیں اور جو خاص وجوہات سے کمتر حیثیت کے قرار دئے گئے تھے قاعدہ یہ ہے کہ انکی پہلی پشت ۴ رفی روپیہ بطور خراج ادا کرتی ہے اور اس کے بعد کی پشتیں ۸ رفی روپیہ۔ ایام غدر میں بڑے بڑے سرداروں میں سے بہتوں نے تحصیل کی عمارتوں اور راستے پر کی ضروری چوکیوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی چھوٹی گاردیں دیکر سرکار کی اچھی خدمات کی تھیں

اور سرکار نے ان کی خدمات کا یہ اعتراف کیا کہ ان کا خراج مستقل طور پر تخفیف کر کے ۱ر فی روپیہ کر دیا۔ اس معمولی خراج کی ادائگی کی شرط پر اس ضلع کی تقریباً سب جاگیریں بطور علے الدّوام دے دی گئی ہیں یہ بات البتّہ ضروری ہے کہ ورثا اُس بزرگ کی نسل سے ہوں جو سنہ ۱۸۰۹ء میں خاندان کا مورث اعلےٰ قرار دیا گیا تھا +

# سردار لچھمن سنگھ رئیس بوڑیہ

تانو سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۶۴ء)

سردار بھاگ سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۲۹ء)

سردار شیر سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۴ء)

۱ جیمل سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۱۶ء)

۲ سردار گلاب سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۳ء)

سردار جیون سنگھ سی آئی ای
(وفات سنہ ۱۸۹۳ء)

گجندر سنگھ
وفات سنہ ۱۸۹۰ء

سردار لچھمن سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۱ء)

ریاست بوڑیہ کے بانی نانو سنگھ سکنہ موضع جھوال ہران نزد
امرتسر اور بھاگ سنگھ و رائے سنگھ دونوں بھائی ہوئے ہیں جو تینوں



سردار لچھمن سنگھ رئیس بوڑیہ

Sardar Lachhman-Singh of Buria

بھنگی سکھ تھے اور جنہوں نے سنہ ۱۷۶۴ء میں بوڑیہ کا قلعہ نزوار سے سکھوں سے جن کو اس پر قابض ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا چھین لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اورنگ آباد کے افغانوں نے نانو سنگھ کو مہماں نوازی کے بہانے اپنے قلعہ کے اندر لے جا کر دغا بازی سے قتل کر ڈالا۔ اس خون کا بدلہ نانو سنگھ کے متبنیٰ رائے سنگھ نے اس طرح پر لیا کہ بھاگ سنگھ کے ساتھ مل کر اس نے اورنگ آبادیوں کو شکست دی ان کے قلعہ کو مسمار کرا کے زمین کے برابر کرا دیا اور گرد و نواح کے قریباً دو سو گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ یہ گاؤں دونوں بھائیوں نے تقسیم کر لئے رائے سنگھ نے تو ۸۴ گاؤں جگادھری اور دیال گڑھ کے علاقوں میں سے لئے اور بھاگ سنگھ خاندان بوڑیہ کی ساری جائداد کا جس میں ۱۲۰ گاؤں تھے واحد مالک بنا۔ سنہ ۱۸۲۹ء* میں بھاگ سنگھ کی وفات پر ریاست بوڑیہ اس کے لڑکے شیر سنگھ کے قبضہ میں آئی جو سہارنپور پر انگریزوں سے لڑتے ہوئے سنہ ۱۸۰۴ء* میں مقتول ہوا۔ اس کے بعد اس کی بیوگان اور لڑکوں میں ریاست کی بابت ایک بڑا لمبا جھگڑا ہوتا رہا جو ختم یوں ہوا کہ خاندانی جائداد برابر برابر حصوں میں جیمل سنگھ اور گلاب سنگھ پسران شیر سنگھ کے قبضے میں آئی اور بیوگان کو گزارے کے طور پر چند مواضعات ان کی حین حیات تک کے لئے دئے گئے۔ آخرکار گلاب سنگھ نے سنہ ۱۸۱۶ء میں اپنے بھائی جیمل سنگھ کے کوئی لڑکا نہ چھوڑ مرنے پر ساری جائداد حاصل کر لی۔ یہ خود سنہ ۱۸۴۳ء میں صرف ایک لڑکا جیون سنگھ جو ایک سال کا بھی نہ تھا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ جون سنہ ۱۸۴۹ء

* یہاں سنوں میں غالباً کچھ غلطی ہو گئی ہے۔ (مترجم)

ہیں اس رو سے ستلج کی دوسری چھوٹی ریاستوں کی طرح ریاست بوڑیہ کو بھی گھٹا کر معمولی جاگیر کی حیثیت میں کر دیا گیا اور اسی سال سکھوں کی دوسری لڑائی کے بعد فوراً ہی ان رئیسوں کے فوجداری دیوانی اور مالی اختیارات منسوخ کر دئے گئے اور انکی اراضیات پر وہی قانون نافذ کر دیا گیا جو پنجاب میں عام طور پر رائج تھا۔ ستلج کی دونوں لڑائیوں میں سردار جیون سنگھ کے رشتہ داروں نے سرکار انگریزی کے ساتھ نمایاں وفاداری ظاہر کی تھی ۱۸۴۵ء کی لڑائی میں اُنھوں نے فوج مہیا کی اور ۵۰۰۰ روپیہ خزانہ فوج کو بطور قرضہ دیا۔ ایام غدر میں نوعمر سردار نے ۲۰ سوار اور ۴۶ پیادے جو اس نے آپ بھرتی کئے تھے اور آپ ہی ان کا خرچ برداشت کیا تھا اپنے ماتحت لیکر قصبہ جگادھری کو چند ہفتوں تک سنبھالے رکھا۔ اس نے اس موقع پر فوج کے روزانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ایک معقول رقم دیکر حکام کی امداد بھی کی۔ ان خدمات کے صلہ میں اسکے ذمہ کا معاوضہ خدمات جو مبلغ ۱۳۸۴ روپیہ ہوتا تھا ایک سال کے لئے بالکل معاف اور آیندہ کے لئے مستقل طور پر گھٹا کر نصف کر دیا گیا ۔

سردار جیون سنگھ اپنے علاقہ کی حدود کے اندر آنریری مجسٹریٹ آنریری سول جج اور سب رجسٹرار تھا۔ وہ ضلع انبالہ کے شائستہ ترین سکھ جاگیرداروں میں سے تھا۔ اور پراونشل درباری ہونے کے علاوہ ۱۸۸۷ء میں اسے عام خدمات کے صلہ میں سی آئی ای کا خطاب بھی ملا تھا۔ اس کی جاگیرات اور معافیات کی آمدنی ۷۰۰۰ روپیہ سالانہ اور اپنی اراضیات کی لگان کی آمدنی ۸۳۰۰ روپیہ سالانہ

تھی ٭

سردار جیون سنگھ کی پٹیالہ کے خاندان شاہی سے رشتہ داری تھی کیونکہ اس کی بہن موجودہ سرکار پٹیالہ کے پردادا مہاراجہ نرندر سنگھ سے بیاہی ہوئی تھی ٭

سردار جیون سنگھ کا ۱۸۹۳ء میں انتقال ہوا اور اس کا نابالغ پوتا لچھمن سنگھ جانشین ہوا۔ اس کی جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے اور وہ خود ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے ٭

# سردار جیون سنگھ سی ایس آئی رئیس شہزادپور

کرم سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۸۴ء)

۱ گلاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۵ء)
۲ مہتاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۲۰ء)

گلاب سنگھ کے بیٹے:
۱ ٹھاکر سنگھ (متوفی)
۲ شیو کرپال سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۰ء)

شیو کرپال سنگھ کے بیٹے:
سردار جیون سنگھ سی ایس آئی
(ولادت سنہ ۱۸۶۰ء)

۱ رام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)
۲ کرتار سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

خاندان شہزادپور نے پہلے پہلے سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی کے زمانے میں زور پکڑا جنہوں نے کرم سنگھ کے دادا دیپ سنگھ کو اس نئے قائم شدہ گوردوارہ کا پہلا مہنت بنایا جو دمدمہ صاحب کے نام سے مشہور ہے اور ریاست پٹیالہ میں متبرک جگہ ہے۔ دیپ سنگھ کی اولاد نے مشرقی پنجاب کے مسلمان ناظموں سے بہت سی لڑائیاں لڑ کر شہید کا خطاب حاصل کیا۔ اس کا خاندان ابھی تک اپنے بزرگ کے ضرب المثل کارناموں کی یاد میں اس خطاب سے مشہور ہے۔



سردار جیون سنگھ شہید سی آیس آئی رئیس شہزادپور

Sardar Jiwan Singh Shahid, C.S.I., of Shahzadpur.

کرم سنگھ کے زمانے میں اس خاندان نے سرسہ کے قرب وجوار میں قدم جمائے اور ۱۷۶۳ء کے عام میلے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ مانجھے کے ان سکھوں کے ساتھ شامل ہوگئے جو ایں روے ستلج کے ملک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کرم سنگھ جنوب کی طرف سے موجودہ تحصیل انبالہ سے ہوتا ہوا بزور آگے بڑھا جہاں اس نے کئی گاؤں لے لئے اور آخر کار موجودہ نرائن گڑھ تحصیل کے علاقہ شہزادپور میں آباد ہوگیا۔ اس خاندان کی جاگیر کچھ عرصہ کے لئے تقسیم ہوگئی۔ کرم سنگھ نے ضلع انبالہ کا علاقہ کیسری اپنے قبضہ میں رکھا اور مواضعات شہزادپور اپنے بھائی دھرم سنگھ کو دے دیئے بعد ازاں کرم سنگھ اپنے بھائی کے لاولد فوت ہونے پر بے شمار دیہات کے پراگندہ مجموعہ کا جواب تک بطور جاگیر اسکی اولاد کے قبضے میں ہیں واحد مالک بن گیا۔ ۱۸۴۷ء میں اس عام حکم کے اجرا تک جسکے روسے ضلع انبالہ کے کل چھوٹے چھوٹے رئیسوں سے شاہی اختیارات چھین لئے گئے تھے یہ خاندان ان مواضعات پر بطور خود مختار رئیس حکومت کرتا رہا۔ اس وقت سے لیکر آج تک اس خاندان کی حیثیت صرف جاگیردار کی سی ہوگئی ہے لیکن اس حیثیت میں بھی وہ ضلع بھر میں دوسرے نمبر پر ہیں یعنی سوائے ایک جاگیردار کے باقی سب سے برتر ہیں ۔

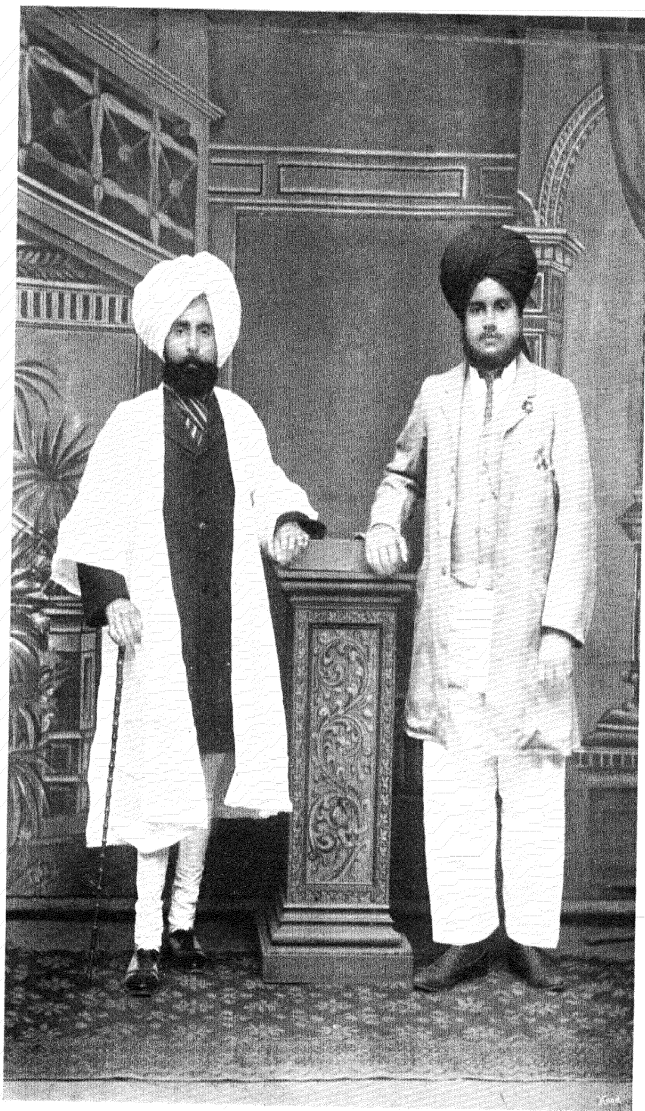
موجودہ سردار جیون سنگھ نے انبالہ کے گورنمنٹ وارڈز سکول میں تعلیم پائی ہے۔ یہ آنریری مجسٹریٹ آنریری سول جج ڈسٹرکٹ بورڈ اور ایچیسن کالج لاہور کی کمیٹی منتظمہ کا ممبر اور پراونشل درباری ہے۔ اس کا چال چلن بہت اچھا ہے اور سب کے نزدیک قابل احترام

سمجھا جاتا ہے۔ یہ شکار کا بہت شوقین ہے اور اس نے شہزادپور میں بہت سے شکاری گھوڑے جمع کر رکھے ہیں۔ اس خاندان کا سرکردہ ہونے کی حیثیت سے ضلع انبالہ کے پراونشل درباریوں میں اس کی جگہ دوسرے نمبر پر ہے اور ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۱ء میں سی آیس آئی کا خطاب عنایت ہوا ہے۔ گورنمنٹ کے مراسلوں میں اسے "سردار صاحب مہربانِ دوستان" لکھا جاتا ہے مگر زیادہ تر یہ شہید ہی کے خطاب سے مشہور ہے جس کی وجہ سے سارے پنجاب کے سکھ اسکی عزت کرتے ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں جیون سنگھ کی شادی متوفی مہاراجہ پٹیالہ کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی اور اس تعلق سے اس کا ادب و قار بہت بڑھ گیا۔ اس کے ایک لڑکے کی شادی متوفی مہاراجہ بھرتپور کی لڑکی کے ساتھ ہوئی ہے اور ایک لڑکی سردار بھگونت سنگھ بھڑیلی والے سے بیاہی ہوئی ہے۔ اس نے ۲۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی جاگیر تو اپنے باپ سے ورثہ میں پائی اور علاوہ ازیں پنجاب اور صوبہ جات متحدہ کے مختلف اضلاع میں بہت سی زرعی جائداد کا مالک ہے۔ قاعدۂ خلف اکبری اس خاندان میں رائج ہے ؛



سردار دیوندر سنگھ رئیس گھنوئلی

Sardar Devindar Singh of Ghanauli.



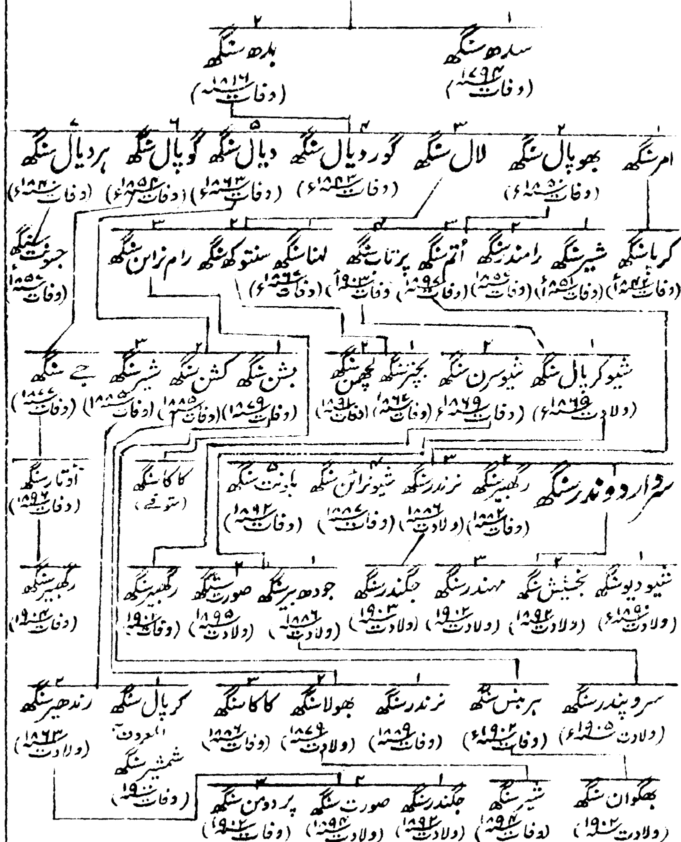
سردار رندھیر سنگھ رئیس بھرت گڑھ

Sardar Randhir Singh of Bharatgarh

صورت سنگھ

Surat Singh

# سردار دونِدر سنگھ رئیس گھنولی



مُتذکرۂ بالا شجرۂ نسب میں سنگھ پوریا جیّد خاندان کی سربرآوردہ شاخیں

شامل ہیں۔ سردارِ منوٗلی اس ساری قوم کا جس کے قبضہ میں ۸۰۰۰
روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیر واقع تحصیلات کھڑر اور روپڑ تھی خطاب
یافتہ سرکردہ مانا جاتا تھا۔ خاندان کی باقی شاخوں کے قبضہ میں مختلف
جاگیریں ہیں جو بھڑیلی ٗبنگہ گھنوٗلی بھرت گڑھ اور کنڈولہ کے
نام سے مشہور ہیں مگر چونکہ سردار بھڑیلی کے علاوہ تمام سردار اس بدھ سنگھ
کی اولاد ہیں جس کا قبضہ ۱۸۰۹ء میں ان جاگیروں پر تھا اس لئے
خاندان کی کسی شاخ کے سردار کے لاولد فوت ہونے کی صورت میں
باقی شاخوں کے سرداروں کو اس کی وراثت کا حق حاصل ہے۔
۱۸۰۹ء سے ۱۸۴۶ء تک یہ خاندان سرکار انگریزی کے زیر سایہ
خود مختار رہا مگر اگلے ہی سال اس عام اعلان کے رو سے جو
سکھوں کی پہلی لڑائی کے ختم ہونے پر جاری کیا گیا تھا اسکی حیثیت
گھٹا کر معمولی موروثی جاگیرداروں کی سی کر دی گئی تھی۔ افسوس یہ ہے
کہ انیسویں صدی کے اخیر نصف حصہ میں یہ خاندان اپنی بہ نسبت
نیکیوں کے زیادہ تر اپنی برائیوں کی وجہ سے مشہور رہا ہے ؂

اس خاندان کے سرکردگان میں سے کوئی بھی کام کا آدمی نہیں
ہوا اور مختلف بدعنوانیوں کے باعث یہ لوگ یکے بعد دیگرے بے وقت
موت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ ۱۸۹۰ء میں شاخ ٗبنگہ بالکل معدوم
ہو گئی اس کی نصف جاگیر تو سردارانِ گھنوٗلی کو مل گئی ایک تہائی حصہ
کنڈولہ والوں کے پاس چلا گیا اور چھٹا حصہ شاخ بھرت گڑھ میں آ گیا ؂

سردار اوتار سنگھ منوٗلی والا ۱۸۹۶ء میں اور اس کا لڑکا
رگھبیر سنگھ جو اس کا جانشین ہوا تھا ۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے۔ سردار

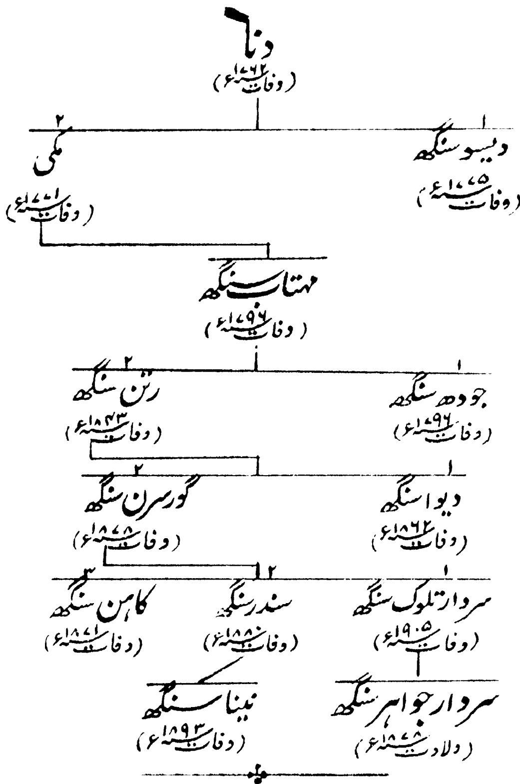
اوتار سنگھ کی بیوہ نے ایک لڑکا مسمی امراؤ سنگھ پیش کیا اور بیان کیا کہ یہ سردار کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے مگر گورنمنٹ نے اسکے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور حکم دیا کہ جاگیر منوٹی سرداران گھنولی بھرت گڑھ اور کنڈولہ کے درمیان تقسیم کردی جائے - اس پر سردارنی نے دیوانی مقدمہ کھڑا کیا جس کا فیصلہ ڈسٹرکٹ جج انبالہ نے ۱۹۰۱ء کے شروع میں اس کے برخلاف دیا جس کی اپیل اب سردارنی نے چیف کورٹ میں دائر کر رکھی ہے ٭

سردار ہربنس سنگھ کنڈولہ والا ۱۹۰۲ء میں فوت ہوا اسکا نابالغ لڑکا بھگوان سنگھ ایچیسن کالج لاہور کا طالب علم ہے اور اس کا جاگیر کنڈولہ کا حصہ کورٹ آف وارڈز کے زیر انتظام ہے ٭

دوندر سنگھ رگھبیر سنگھ نرندر سنگھ اور شیو نرائن سنگھ پسران اُتم سنگھ اور شیو کرپال سنگھ و شیو سرن سنگھ پسران پرتاب سنگھ سرداران گھنولی - بھگوان سنگھ اور بھولا سنگھ سرداران کنڈولہ - رندھیر سنگھ سردار بھرت گڑھ کہلاتے ہیں - رندھیر سنگھ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے اور سرداران دوندر سنگھ اور شیو کرپال سنگھ ڈویژنل درباری ہیں ٭

تمام جاگیروں کی کل مالیت ۶۹۳۱۶ روپیہ سالانہ ہے جو تحصیل کھرڑ کے ۲۴ اور تحصیل روپڑ کے ۵۷ مواضعات سے آتی ہے - اس کے علاوہ شاخ منوٹی بہت سی زمین اور مکانات کی مالک ہے - یہ ملکیت کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے ٭

# سردار جواہر سنگھ رئیس مصطفیٰ آباد



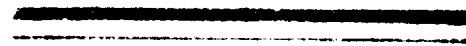

جب سنہ ۱۷۶۳ء میں سکھوں نے حملہ کیا تو دیسو سنگھ دلہ والا نے جو لال پور نزد ترن تارن کا جاٹ تھا مصطفیٰ آباد اور چند گرد و نواح کے مواضعات پر جو اب تحصیل جگادھری میں اور ڈیرا و ٹنڈ والہ جو ضلع انبالہ میں ہیں قبضہ کر لیا۔ یہ شخص سنہ ۱۷۷۵ء میں چندوسی کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بھتیجا مہتاب سنگھ جانشین ہوا جس نے تمام

جائداد پر قبضہ حاصل کیا۔ مہتاب سنگھ کا خلف اکبر جودھ سنگھ جو اس کے بعد جائداد کا مالک ہوا تھا ۱۷۹۶ء میں مرہٹوں کے ساتھ لڑتا ہوا بیانہ میں مارا گیا۔ مہتاب سنگھ کی بیوگان میں سے ایک بیوہ مسمات گوراں جائداد پر قابض ہو گئی۔ کچھ مدت بعد جودھ سنگھ کے چھوٹے بھائی رتن سنگھ نے مسمات مذکور کے دعوے پر جھگڑا کیا اور ڈیرا اور ٹنڈوالہ اس سے چھین لئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رتن سنگھ نے یہی گاؤں سردار بھنگا سنگھ تھانیسر کے زبردست رئیس کو حفاظت کے معاوضے میں دئے تھے اور انکے تبادلہ میں موضع تلھیڑی بھنگا سنگھ نے اس کو دے دیا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں مسمات گوراں کی وفات پر ساری جائداد رتن سنگھ کو دے دی گئی۔ بعد ازاں یہی جائداد رتن سنگھ کے پوتے تلوک سنگھ اور پڑپوتے نینا سنگھ نے آپس میں تقسیم کر لی۔ آخر الذکر ۱۸۹۳ء میں لاولد فوت ہوا اور ۱۹۰۵ء میں تلوک سنگھ کی وفات پر اس کا اکلوتا بیٹا جواہر سنگھ موجودہ سردار جاگیر کا واحد مالک تسلیم کیا گیا۔ اس سردار نے اب ایک تمسک کر دیا ہے جس کے رو سے قاعدۂ خلف اکبری اس کے خاندان میں رائج ہو گیا ہے ۔

اس خاندان کی جاگیر میں آٹھ گاؤں ہیں جن میں سے سات تو تحصیل جگادھری میں ہیں اور ایک انبالہ میں۔ ان سب کا مالیہ ۵۳۳۶ روپیہ ہے جن پر ۲ آنہ فی روپیہ جاگیردار کو بطور معاوضہ خدمات دینا پڑتا ہے۔ ایام غدر میں سرداران مصطفےٰ آباد نے جگادھری میں خدمات پولیس کے لئے گھوڑے سے سوار اور پیادے رکھے۔ ان کی ان خدمات کے صلہ میں ایک سال کا معاوضہ

خدمات معاف کیا گیا ÷

سردار جواہر سنگھ پراونشل درباری اور آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم ہے ÷



# ضلع کانگڑہ

## راجہ راگھوناتھ سنگھ گولیریا

گوار دھن سنگھ
(وفات ۱۷۷۳ء)

۱ پرکاش چند — ۲ پراکرم چند

(پرکاش چند کے فرزند)
بھوپ سنگھ
(وفات ۱۸۲۰ء)

۱ راجہ شمشیر سنگھ (وفات ۱۸۸۴ء) — ۲ راجہ جے سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء)

(راجہ جے سنگھ کے فرزند)
۱ راجہ راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) — ۲ ہردت سنگھ (وفات ۱۹۱۶ء)

(راجہ راگھوناتھ سنگھ کے فرزند)
ٹکا بلدیو سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)

(ہردت سنگھ کے فرزند)
۱ بھگونت سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۲ جیت سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)

(ٹکا بلدیو سنگھ کے فرزند)
ایک فرزند (ابھی نام نہیں رکھا گیا تھا)
(وفات ۱۹۱۶ء)

قدیم زمانے سے کانگڑہ کے پہاڑ ہندو اقوام سے آباد ہیں جو اپنے ہی راجاؤں کے زیر حکومت رہتے چلے آئے ہیں۔ ان چھوٹی

چھوٹی ریاستوں میں کانگڑہ کی ریاست سب سے زیادہ پرانی اور سب سے زیادہ زبردست تھی۔ مقامی روایات کے بموجب خاندانِ کٹوچ یعنی رئیسان کانگڑہ کا گھرانا انسان کی نسل سے نہیں ہے۔ بلکہ بھوم چند جو سب سے پہلا راجہ تھا ایک دیوی کے آبرو کے پسینے سے جس کا مندر کانگڑہ میں تھا پلا پلایا پیدا ہو گیا اور ایک ایسی شاخ کا بزرگ ہوا جس میں پانچسو راجہ ہوئے۔ اس ریاست کا قدیم نام ترِی گارٹ تھا جو صریحاً اس غرض سے رکھا گیا ہے کہ اس خاندان کو اُن شہزادگان سے ملا دیا جائے جن کا ذکر مہابھارت میں آیا ہے +

مقامی روایات گو فخر آمیز اور باطل ہوں مگر کٹوچ رئیسوں کی قدامت میں کسی کو کلام نہیں۔ سکندر کے یونانی مورخوں نے مسیح سے ۳۰۰ سے زیادہ سال پہلے "شمالی پنجاب کے پہاڑی راجگان" کا حوالہ دیا ہے اور تاریخ فرشتہ والے نے جہاں قنوج کے ایک قدیم فرمانروا کا جس نے کماؤں سے کشمیر تک سارا پہاڑی علاقہ فتح کر لیا تھا اور ۵۰۰ چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع کر لیا تھا بیان لکھا ہے وہیں راجۂ کوٹ کانگڑہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرشتہ نے جس فاتح فرمانروا کا حال لکھا ہے اس کا عروج معتبر تاریخ کے زمانے میں یعنی قریباً سمت ۱۹ بکرمی یا آج سے ۱۹۰۰ سال پہلے ہوا ہے مزید برآں خاندان کٹوچ کا قدیم ہونا اس کی بہت سی شاخوں اور اسکی وسعتِ مُلک سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ستلج سے راوی تک نے برین پہاڑیوں میں شاید ہی کوئی معزز گھرانا ہو گا جو کٹوچ خاندان سے منسوب نہ ہو۔ چار خود مختار ریاستوں جسوان ہری پور سیبہ اور دتار پور کی

بُنیاد اسی خاندان کٹوچ سے نکلی ہے۔ سعادو راجپوتوں کی برادری
اور ان کے سات راؤ یا رئیس جو اونا اور روپڑ کے درمیان وادیِ
جسواں میں آباد ہیں اپنے آپ کو اس خاندان سے بتاتے ہیں
اور اندوریا راجپوتوں کی وہ آبادی بھی جو ضلع کانگڑہ کی پرلی حد
پر واقع ہے اسی پر نازاں ہے کہ ان کا بزرگ ایک کٹوچ
مہاجر تھا۔ قدیم ترین کاغذات میں بھی کٹوچ کو ایک برسرِ عروج طاقت
لکھا ہے لیکن ان کے علاوہ علاقۂ ہری پور کے کانگڑہ سے
علیحدہ ہونے کی حکایت بھی قابل اعتماد شمار کی جاسکتی ہے
جس کو تمام متعلقہ راجپوت تک بے کم و کاست صحیح جانتے ہیں
یہ قصہ یوں ہے کہ کانگڑہ کا راجہ ہری چند ایک دفعہ موضع ہرسار
کے گرد و نواح میں جو ریاست گولیر میں ایک گاؤں ہے اور
جس میں اس وقت تک گھنا جنگل ہونے کے سبب سے قسم قسم کے
شکاری جانور ملتے ہیں شکار کھیلتا ہوا سوءِ اتفاق سے ایک خشک
کنوئیں میں جا پڑا اس کے ہمراہیوں کو اس بات کی خبر نہ ہوئی اور
وہ بڑی تلاش و جستجو کے بعد مایوس ہو کر کانگڑہ واپس چلے آئے۔ یہ
یقین کر کے کہ راجہ کسی شکاری جانور کا شکار ہو گیا اس کی گم گشتگی
پر وہی غم و افسوس کیا گیا جو کسی کی موت پر کیا جاتا اور اس کا بھائی
کرم چند گدی پر بیٹھ گیا۔ مگر ہری چند ابھی تک زندہ تھا۔ کئی دن
کے بعد کچھ گڈریوں نے اسے کنوئیں میں دیکھا اور باہر نکالا۔
اُنہی سے اُس نے اپنے بھائی کے گدی پر بیٹھ جانے کا قصہ
سُنا اس وقت وہ سخت مذبذب حالت میں تھا کیونکہ اس کا نام

زندوں کی فہرست سے خارج سمجھ لیا گیا تھا اور ایک اور شخص اسکی جگہ حکومت کر رہا تھا۔ اس کے کانگڑہ جانے پر ضرور ہل چل مچ جاتی اس لئے اس نے ازراہِ فراخ دلی موروثی حقوق کا دعوے ہی ترک کردینے کا عزم کرلیا۔ گولیر کے سامنے بان گنگا کے کنارے پر ایک مقام منتخب کرکے اس نے ایک قلعہ اور قصبہ بنایا جس کا نام اپنے نام پر ہری پور رکھا اور ایک الگ ریاست کا صدر مقام قرار دیا اس طرح پر بڑا بھائی ایک چھوٹے پیمانے میں ہری پور میں حکومت کرنے لگا اور چھوٹا کٹوچ خاندان کی گدی پر بغیر کسی اصلی حق کے بیٹھا فرمانروائی کرتا رہا۔

ہری چند کے زمانے سے لیکر آج تک ۲۶ پشتیں گزر چکی ہیں مگر اس کی پرانی ریاست کی وسعت اتنی ہی ہے جتنی کہ پہلے تھی صرف دنارپور کا علاقہ اس سے نکل کر ہوشیارپور کے ضلع سے متعلق ہوگیا ہے اور صرف ٹپا گھگھوٹ جو پہلے جسواں کا علاقہ تھا اس میں شامل ہوگیا ہے اس کمی اور بیشی کو نظرانداز کرکے کانگڑہ کے نقشہ کو دیکھیں تو موجودہ ڈیرہ تحصیل کا علاقہ وہی ہری پور کا علاقہ ہے جو ہری چند کے وقت میں تھا۔

اب مقابلتہً تاریخ جدید کے رو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گولیر کا راجہ روپ چند راجگان جسوال اور مانکوٹیہ کے مغلوب کرنے میں جو کٹوچوں کے ساتھ مل کر بادشاہ دہلی سے باغی ہوگئے تھے شاہجہاں کا طرفدار ہوگیا تھا اور اس امداد کے صلہ میں شاہنشاہ نے اسے بہادر کا خطاب ایک معزز خلعت اور دو اسلحہ

جو ابھی تک اس خاندان میں ایک عزیز الوجود شئے کی حیثیت سے موجود ہیں عطا کئے تھے ۔

راجہ مان سنگھ جس نے سترھویں صدی کے پہلے نصف حصّہ میں عروج پایا مغل بادشاہوں کی عنایت کا خواستگار رہا انہوں نے اسے ایک مہم پر قندھار بھیجا جس میں وہ ناکام رہا۔ اس کے بعد وہ اورنگ زیب کی طرف سے جگت چند راجۂ نورپور کی گوشمالی پر مامور ہوا جس سے کوئی بات خلاف داب شاہی سرزد ہوئی تھی شہنشاہ شاہجہاں نے مان سنگھ کو شیر افگن خطاب دیا اور کانگڑہ کے راجاؤں کا سردار مقرر کیا۔ راجہ بکرام سنگھ نے اورنگ زیب کے ہاں ملازمت کرلی جس نے اسے ایک لڑائی پر کابل سے پرے بھیجا جہاں وہ مرگیا۔ بکرام سنگھ اپنی شہ زوری کے لئے مشہور ہے گولیر کے مورخ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک اخروٹ کو اپنی انگلیوں میں دبا کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتا تھا ۔

راجہ بھوپ سنگھ نے جس کے زمانے میں سکھ لوگ نمودار ہونے شروع ہوگئے تھے گوجروں کے ساتھ لڑکر اور ان پر فتح حاصل کرکے نام پیدا کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے پہلے اس کی عزت کرتا تھا اور اسکو باوا کہا کرتا تھا مگر ۱۸۱۲ء میں رنجیت سنگھ نے اس کا ملک جو ۹۰۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کا تھا چھین لیا اور اسے معزول کرکے پہلی مالیت کے چوتھے حصّے سے بھی کم کی مالیت کی جاگیر حوالے کی یہ کارروائی مہاراجہ کی چال سے ہوئی جو خالی از اعتراض نہ تھی۔ مہاراجہ نے بھوپ سنگھ سے راجپوت سپاہیوں کا ایک بردست دستہ

فوج عارضی طور پر متعین کر کے مقابلے کے خطرے کو کم کر دیا اور لاہور میں راجہ کی موجودگی کا یہ فائدہ اٹھایا کہ اس کو اپنی زبردست سلطنت کے بالکل تابع فرمان ہونے پر مجبور کیا اور اس کے معذرت کرنے پر یہ دھمکی دی کہ جب تک وہ اطاعت پر راضی نہ ہوگا اسے رہائی نہ دی جائیگی۔ راجہ کو اپنی آزادی اور رہائی حاصل کرنے کی خاطر مجبوراً مہاراجہ کی بات ماننی پڑی مگر رہا ہوتے ہی اس نے اپنی جاگیر کی ضبطی کا جھگڑا شروع کر دیا اور ۲۰۰۰۰ روپے کی رقم لینے سے جو اس کے گزارے کے لئے مقرر کی گئی تھی انکار کر دیا اور آخرکار یہ وظیفہ راجہ کے خاندان کی رانیوں کے خرچ کے واسطے مقرر کیا گیا جب ملک سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا تو یہی ۲۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر بھوپ سنگھ کے بیٹے شمشیر سنگھ کے نام کر دی گئی جو ۱۸۲۶ء میں اپنے باپ کی جگہ خطاب یافتہ رئیس تھا۔ اس جاگیر میں ۷۰ سے زیادہ گاؤں تھے اور اس کا مالیہ دو قطعات معافی اور ۳ باغات کی آمدنی کے ساتھ جو تعلقات نندپور اور ہری پور میں تھے تخمیناً ۲۰۷۱۱ روپیہ تھا نیز مسکرات پر محصول لگانے کا حق بھی راجہ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

شمشیر سنگھ کانگڑہ کے پرانے راجپوت رئیسوں میں سے تھا۔ یہ ایک اکھڑ ناتعلیم یافتہ سپاہی تھا اور اپنی دیانت داری اور راستبازی کے سبب مشہور تھا سکھوں کی پہلی لڑائی کے موقع پر اس نے اپنی فوج کو جمع کیا اور سکھوں کو ہری پور سے جو اس کی ریاست میں ایک محفوظ جگہ تھی نکال دیا۔ شمشیر سنگھ بھی گو ان راجپوت رئیسوں میں سے تھا جو یہ دیکھ کر مایوس ہو گئے تھے کہ انگریزوں کی عظمت بھی

ان کی اس خفت اور تنزّلی کا مداوا نہ کرگئی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہوا و ہوس سے بھری ہوئی پالیسی کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی۔ تاہم وہ بظاہر سرکار انگریزی کا وفادار رہا اور اس باغیانہ تحریک میں بھی شامل ہونے سے انکاری رہا جو اس کے بھائی بندوں نے الحاق پنجاب کے فوراً بعد کی تھی۔ وہ ۱۸۷۷ء میں لاولد مرگیا اسکی بیوی بھی مرچکی تھی اور چونکہ اُس سند میں جو اسے ۱۸۵۳ء میں دی گئی تھی کوئی ایسی شرط نہ تھی کہ جائداد اس کے رشتہ داروں کی طرف منتقل ہوسکتی اس لئے اس کی جاگیر ضبط ہوگئی مگر سرکار انگریزی نے ازراہِ مہربانی یہ جاگیر اس کے بھائی جے سنگھ اور جے سنگھ کے بعد اس کی وارث اولاد نرینہ کے لئے جاری کردی کہ اس کا قبضہ محض جاگیردار کی حیثیت سے رہیگا۔ مسکرات وغیرہ پر اس کو محصول لگانے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا اور نہ وہ اس کا دعوے کرسکتا ہے کہ اختیار پولیس اور مجسٹریٹی پر اس کا کوئی حق ہے ؎

۱۸۷۸ء میں میاں جے سنگھ کو خطاب راجہ بطور موروثی اعزاز کے دیا گیا اور چونکہ ریاست بہت مقروض ہوگئی تھی اِس لئے گورنمنٹ نے اسے ناقابل اصلاح تنگدستی سے بچانے کے لئے راجہ جے سنگھ کی وفات کے پہلے ۸۶۰۰۰ روپیہ ۶ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود کی شرح پر قرضہ دیا اور اس کی وصولی کے لئے ۶۰۰۰ روپیہ ششماہی کی قسط لینی منظور کی۔ اب یہ رقم پُوری وصول ہوگئی ہے ؎

۱۸۸۴ء میں جے سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا راگھوناتھ سنگھ

موجودہ راجہ جو ایک اعلےٰ تعلیم یافتہ ہے اس کا جانشین ہوا ۱۸۹۲ء کے باقاعدہ بندوبست کے بموجب یہ جاگیر ۲۴۰۰۰ روپیہ مالیہ کی ہے جس میں سے ۲۰۰۰۰ روپیہ زرعی معاملہ ہے اور ۴۰۰۰ روپیہ ۲۰ روپیہ سیکڑہ کے حساب سے تعلقداری الاؤنس۔ راجہ راگھوناتھ سنگھ ضلع کانگڑہ کا سب سے پہلا پراونشل درباری ہے اور اس کی بہن منڈی کے متوفی راجہ سے بیاہی ہوئی تھی +

ضلع کانگڑہ میں خاندان کٹوچ کے موجودہ رؤسا میں راجہ راگھوناتھ سنگھ گولیر والا راجہ جے چند لباگراؤں والا راجہ جے سنگھ سیبہ والا اور راجہ نرندر چند ناڈون والا کہلاتے ہیں۔ گولیر والا خاندان عموماً گولیریا کہلاتا ہے سیبہ والا سوّیا دانارپورہ والا ددوال اور جسواں والا جسوال +

ٹکا بلدیو سنگھ راجہ ٹیڑھی گڑھوال کی لڑکی کے ساتھ بیاہا ہوا ہے۔ گولیر کی جاگیر بیشمار قرضہ ہونے کی وجہ سے ۱۸۹۹ء میں کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کردی گئی تھی اور ہز ہائینس راجہ ٹیڑھی نے اس بہت قرضہ کے صاف کرنے کے لئے دولاکھ روپیہ بلا سود قرض دے دیا تھا +

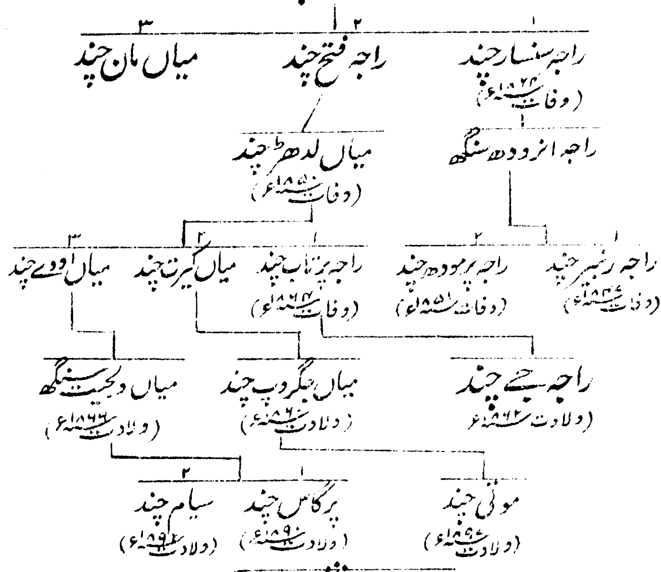
یہ جاگیر دیوانی عدالتوں کی کارروائی میں قرق ہونے سے بھی مستثنےٰ ہے +



آنریبل میجر راجہ جے چند آف لمباگراؤں

The Honourable Major Raja Jai Chand of Lambagraon.

# راجہ میجر جے چند رئیس لمبہ گراؤں




راجہ جے چند کانگڑہ کے قدیمی شاہی خاندان کی چھوٹی شاخ کا بزرگ ہے جس کی اصلیت قدامت اور گزشتہ عظمت کا حال نہایت مختصر طور پر شاخ گولیر کی تاریخ میں درج ہو چکا ہے۔ یہ شاخ تیرھویں صدی میں اصلی خاندان سے الگ ہوئی۔ راجہ جے چند کانگڑے کے سلسلۂ راجگان میں چار سو چھبیسواں راجہ بیان کیا جاتا ہے ؂

اُس زمانے میں جس کا ذکر جدید تاریخ میں کیا جاتا ہے موجودہ

راجہ کے پردادا کا بھائی راجہ سنسار چند کانگڑے کے راجگان میں سب سے مشہور راجہ تھا۔ گزشتہ صدی کے شروع میں ہونے کے لحاظ سے جس میں اس کو عروج ہوا وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہمعصر تھا۔ اس نے سکھوں کی مدد سے سیف علی کے بیٹے نواب جیون علی سے کانگڑہ کا قلعہ لے لیا جو شہنشاہ جہانگیر نے چند پشت پہلے راجہ چندر بھان سے فتح کیا تھا۔ سنسار چند ضلع کانگڑہ میں بڑی جلدی زبردست ہوگیا اور جالندھر دوآب کے کئی پرگنے مع ہوشیارپور بجواڑہ اور منڈی کسٹلہر چمبہ جسوں اور کاہلور کے حصص کے اپنے علاقے میں شامل کرلئے۔ ان سب علاقوں کی آمدنی ۹ یا ۱۰ لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہ تھی۔ اس نے ۲۰ سال تک ان پہاڑوں میں بڑی زبردست سلطنت کی اور ایسا نام حاصل کیا جو اس کے آبا و اجداد میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اگر وہ اپنے انہی مقبوضات پر قانع رہتا تو اپنی اولاد کے لئے ایک بڑا ملک چھوڑتا مگر اس کی جنگجو طبیعت نے اس کا مقابلہ ایک ایسی سلطنت سے کرادیا جو اس سے زبردست تھی اور جس سے یہ ایسا تباہ ہوگیا کہ پھر پنپنا ناممکن ہوگیا یعنی ۱۸۰۵ء میں اس نے ریاست کاہلور پر حملہ کیا اور اپنے ضلع محل موری کے ساتھ والے تعلقہ باٹی پر قبضہ کرلیا۔ راجہ کاہلور اس قابل نہ تھا کہ اکیلا اس کا مقابلہ کرتا اس لئے اس نے گورکھوں سے مدد مانگی وہ پہلے ہی ستلج اور گوگیرہ کا درمیانی علاقہ جو ان کی حد سے ۳۰۰ میل پرے تھا تاخت و تاراج کرچکے تھے اس لئے

اُنھوں نے خوشی سے مدد دینا منظور کرلیا اور ستلج کے پار ہو گئے۔ پہلی لڑائی ۱۸۰۶ء میں محل موری پر ہوئی۔ جس میں کٹوچ شکست فاش کھا کر نہایت اضطراب کے ساتھ تیراہ کی طرف بھاگ آئے۔ یہ انکے اپنے علاقہ میں ایک محفوظ مقام تھا۔ اس کے بعد سخت بدعملی کا زمانہ شروع ہوا۔ گورکھوں نے راجہ کے ملک کے کئی حصّوں کو فتح کرکے قبضہ کرلیا۔ اور کٹوچوں کے ہاتھ میں قلعہ کانگڑہ اور خاص بڑی بڑی گڑھیاں رہ گئیں۔ ایک فریق نے دوسرے کے مقبوضات پر لوٹ مار شروع کردی تاکہ مدِمقابل کی طاقت کم ہوجائے۔ رعایا تنگ آگئی اور حیران و پریشان ہوکر پناہ کے لئے پاس والی ریاستوں میں بھاگ گئی کچھ لوگ چمبہ چلے گئے اور کچھ جالندھر کے میدانوں میں آگئے اور رؤسا نے جو سنسار چند کے پہلے ظلم وستم سے برانگیختہ تھے اس کے مقبوضات پر یورش کردی اور عام بدامنی کو بھڑکا دیا۔ آخرکار کٹوچ راجہ نے مایوسی کی حالت میں رنجیت سنگھ سے مدد مانگی جو فوراً مل گئی۔ سکھ لوگ کانگڑہ میں داخل ہوگئے اور اگست ۱۸۰۹ء میں گورکھوں سے لڑائی ہوئی۔ گورکھا فوج بیماری سے بہت تکلیف اُٹھا چکی تھی تاہم سکھوں کا دیر تک اور خوب مقابلہ کرتی رہی مگر آخرکار قسمت نے سکھوں کا ساتھ دیا جنھوں نے فتح پر ہی قناعت نہ کی بلکہ دشمن کو ایسا تنگ اور مجبور کرتے رہے کہ وہ دریائے ستلج کے دائیں کنارے کے سارے اقطاع مفتوحہ سے دست بردار ہوجائیں۔ رنجیت سنگھ ایسا آدمی نہ تھا کہ اتنی بڑی مہربانی بلا معاوضہ کرتا چنانچہ اس نے اس اعانت کے صلہ میں کانگڑہ کا قلعہ اور وہ ۶۶ گاؤں

لے لئے جو وادیٔ کانگڑہ میں تھے اور قدیم رواج کے مطابق اس قلعہ کے ضروری اخراجات کے پورا کرنے کے لئے ملے ہوئے تھے باقی کل علاقے سنسار چند کو بلا شرائط خدمات دے دئے * یہ واقعہ سنہ ۱۸۱۱ء کا ہے مگر اسی سال رنجیت سنگھ اپنے معاہدے سے پھر گیا اور سنسار چند کے مقبوضات کو آہستہ آہستہ دبانا شروع کیا یہاں تک کہ صرف خطاب اور ایک تھوڑی سی جاگیر اسکے پاس بھیک مانگنے سے بچانے کے لئے رہ گئی - راجہ سنسار چند لاہور کے ایک خوشامدی باجگزار کی ذلیل حیثیت میں آکر سنہ ۱۸۲۴ء میں مرگیا - اس سے ۲۰ سال پہلے وہ تمام پہاڑی ریاستوں کا راجہ راجگان اور خود رنجیت سنگھ کا مدِ مقابل تھا - اس کا بیٹا انرودھ چند جانشین ہوا جس سے سکھوں نے ایک لاکھ روپیہ مسند نشینی کا لیا - سنہ ۱۸۲۷ء میں رنجیت سنگھ نے انرودھ چند کو جو اُس وقت لاہور میں تھا یہ کہا کہ وہ اپنی بہن کی شادی مہاراجہ کے وزیر دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ سے کردے یہ بزدل رئیس کہ سکھوں میں گھرا ہوا تھا اور فوراً انکار کردینے کے نتیجے سے ڈرا ہوا تھا مان گیا اور اپنے گھر واپس چلا آیا مگر اس کا منشا اس وعدے کے پورا کرنے کا ہرگز نہ تھا اور اپنے قدیم خاندان کی عزت پر دھبہ لگانے کی نسبت راج پاٹ کو چھوڑ کر جلاوطنی کی حالت میں زندگی بسر کرنے کو بہتر سمجھتا

* اس تواریخ کے اخیر پر اُس عہدنامے کی نقل دی گئی ہے جو مہاراجہ نے سنسار چند کو دیا تھا - یہ عہدنامہ جوالا مکھی کے متبرک مندر میں کیا گیا تھا اور خود مہاراجہ نے زعفران کے رنگ سے اس پر اپنی مُہر ثبت کی تھی *

تھا اور یہ خیال کرکے کہ مہاراجہ سے مقابلہ کرنا بے وقوفی ہے اپنے کنبے کے سارے آدمیوں کو ہمراہ لے چُپ چاپ گھر سے نکل کھڑا ہوا اور ستلج عبور کرکے سرکاری علاقہ میں پناہ گزین ہوگیا۔ رنجیت سنگھ کو اپنے حکم کی اس خلاف ورزی سے غصہ تو بہت آیا مگر راجہ کی جان اور عزت اب محفوظ تھی تاہم اُس کے ملک کو سکھوں نے خالصہ حکومت میں شامل کرلیا۔

راجہ انرودھ چند نے اپنی پسندیدہ خلوت گاہ یعنی ہردوار پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد اس لڑکی کی شادی جو اس کے تمام ادبار و مصائب کا باعث ہوئی تھی سدرشن شاہ راجہ گڑھوال کے ساتھ کردی۔ انرودھ چند جلاوطنی ہی میں مرض فالج میں مبتلا ہوکر مرگیا اور اس کے بیٹے رنبیر چند نے کوہ شملہ کے قریب بھاگل کے راجہ کے ہاں پناہ لی جس کے ساتھ وہ کئی سال تک رہا۔

آخرکار لارڈ ولیم بنٹنگ صاحب بہادر گورنر جنرل کو اس معاملے سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے راجہ کو لاہور جاکر رنجیت سنگھ سے صلح کرنے کا مشورہ دیا نیز خود بھی اس کے ساتھ ہمدردی کرنے اور مدد دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ نے ایسا ہی کیا اور مہاراجہ سے محل موری کے پرگنہ میں جو پہلے خود اس کی اپنی ریاست میں تھا ۵۰۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیر لینی منظور کرلی جب انگریزوں کی لاہور کی حکومت کے ساتھ لڑائی چھڑی تو رنبیر چند نے سکھوں کو وادی کانگڑہ سے نکالنے میں مقدور بھر مدد کی۔ اس نے اور اس کے بھائی پرمودھ چند نے راجپوتوں کی ایک بڑی فوج جمع کی اور ۱۸۴۶ء میں تیراہ اور رجیہہ

کے قلعوں پر جو کسی زمانے میں اِنہی کے خاندان کی ملکیت تھے حملہ کرکے فتح کرلیا۔ بعد ازاں بھٹیار اور کروٹ واقع علاقہ پالم اور قلعہ جات سولہ سنگھی اور چوکھی واقع علاقہ نادون پر قبضہ کرلیا۔ راجہ کٹلہر نے چوکی کا علاقہ چھین کر اپنے قبضے میں کرلیا +

سرکار انگریزی نے رنبیر چند کو محل موری کی جاگیر کا قبضہ مستقل طور پر دیدیا اور جتنے اخراجات لڑائی میں ہوئے تھے وہ سب بھر دئے۔ رنبیر چند ۱۸۴۷ء میں فوت ہوا اور جاگیر اُس کے بھائی پرمودھ چند کو مل گئی +

راجگان کانگڑہ اور ستلج پار کے پہاڑی راجگان کی حالت میں بڑا فرق پڑگیا۔ کیونکہ کانگڑے کو جو سرکار انگریزی نے گورکھوں کے پنجے سے چھڑا کر اسے وہاں کے ہی رئیسوں کو دے دیا اور سب کو خود مختار ہی رہنے دیا۔ تو اس فیاضی کا حال سُن کر ستلج پار کے معزول شدہ راجگان بھی بڑے شوق سے نئی حکومت کی آمد کا انتظار کرنے لگے مگر جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ انگریز ستلج پار کا مفتوح ملک اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو وہ نہایت مایوس اور متردّد ہوئے اور اس مایوسی کا خیال ایسا قوی تھا کہ انگریزوں اور سکھوں میں جو لڑائی ۴۹-۱۸۴۸ء میں ہوئی اس کے دوران میں کانگڑہ کے تین رئیس بالکل باغی ہو گئے سکھوں نے پہاڑی راجاؤں کو بغاوت کے لئے اکسانے کی غرض سے خفیہ ایلچی بھیجے اور وعدے کرلئے کہ لڑائی میں کامیابی ہوئی تو وہ اُن کی موروثی ریاستیں واپس دے دینگے۔ پرمودھ چند بھی اُن میں سے تھا جنھوں نے سکھوں کا کہنا مان کر اُن کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔

۱۸۴۸ء کے اخیر میں اس کے ارادے صاف ظاہر ہو گئے۔ یہ محل موری سے آگے بڑھا اور رعیۃ اور ابھیمان پور کے قلعوں پر جو پاس ہی تھے قبضہ کرلیا رعایا پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اُن کے حقیقی راجہ نے پھر اپنے ملک پر تسلّط کر لیا ہے توپوں کی سلامی سر کی گئی حاکم ضلع نے ہر ایک طرح سے کوشش کی کہ نوعمر راجہ اپنی نادانی کو چھوڑ کر ہوش میں آجائے اور یہاں تک کہا کہ اگر وہ اپنی فوج کو موقوف کر کے چپ چاپ اپنے گھر چلا جائیگا تو سرکار سے معافی دلادی جائیگی مگر راجہ نے ان نیک صلاحوں کو نہ مانا اور ۳ دسمبر کو یہ خبر ملی کہ ۸۰۰ کٹوچوں کی ایک فوج سرکار انگریزی کی اُس فوج پر جو تیراہ سے تقریباً ۱۰ میل پر مقام کئے ہوئے ہے حملہ کرنے کے ارادے سے دریا پار ہوئی ہے پھر تھوڑے عرصے کے بعد ہی باغی ایک چوڑے نالے کے مقابل کے کنارے پر نظر آئے ان پر تاک کر ایک باڑھ ماری گئی جس سے اُن کا سردار زخمی ہو گیا اور تھوڑے سے مقابلہ کے بعد اُن کو پسپا ہونا پڑا ان کا تعاقب تیراہ کی دیواروں تک کیا گیا اور پرمودھ چند کو قید کر کے الموڑا میں جلاوطن کیا گیا جہاں وہ تین سال بعد نرینہ اولاد چھوڑنے کے بغیر فوت ہو گیا۔ جلیل القدر راجہ سنسار چند المتوفی کی نرینہ اولاد میں یہی بدنصیب آخری راجہ تھا۔

جب ملک انگریزوں نے لے لیا تو کٹوچ خاندان کی چھوٹی شاخ کا سرکردہ لدھر چند تھا۔ اس کی ۳۵۰۹۸ روپیہ کی جاگیر اس کے نام منتقل ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ یہ اسی خاندان میں رہیگی اور اہل ہنود کے قانون وراثت کے بموجب ورثا کو پہنچا کریگی۔ ۱۸۴۸و۱۸۴۹ء کے

مفسدے کے دوران میں اس کا برتاؤ سرکارِ انگریزی سے ناقابلِ مواخذہ رہا اس نے نہ صرف پرمودھ چند اپنے بہکے ہوئے رشتہ دار کے ساتھ ملنے ہی سے انکار کیا بلکہ جان لارنس صاحب بہادر کمشنر کو پہاڑی علاقہ کی پھیلی ہوئی شورش کی اطلاع دینے اور بلوے کے خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے جالندھر بھی گیا *

۱۸۵۸ء میں لدھر چند کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا پرتاب چند جانشین ہوا۔ دوسرے سال جلاوطن رئیس پرمودھ چند کی وفات پر اس کو راجہ بنا دیا گیا اور کٹوچ راجپوتوں کا سردار تسلیم کیا گیا۔ اس موقع پر سرکار نے عطیوں پر معمولی قانونِ وراثت کا اطلاق اٹھا دیا اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ ان پر ایک ہی لڑکا قابض ہوا کرے یہ ایک بڑی مفید تجویز تھی کیونکہ اسی سے سرداری کا اصول قائم رہ سکتا تھا۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد تمام راجگان کانگڑہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور اپنے ہر قسم کے ارضی حقوق بھی اس میں شامل کر دئے اور وہ اس بات کو فوراً سمجھ گئے کہ صرف اسی اصول سے اس حکومت اور عظمت کا کچھ نشان جو ان کے بزرگوں کو حاصل تھیں باقی رہ سکتا ہے۔ پرتاب چند کے چھوٹے بھائیوں کیرتھ چند اور اودے چند نے اس انتظام کے رو سے جو اپنے طور پر کیا گیا تھا جاگیر کے حصص کے عوض ۳۰۰۰ اور ۲۰۰۰ کا سالانہ وظیفہ فرداً فرداً حاصل کیا *

راجہ پرتاب چند کی طبیعت کا میلان فضول خرچی کی طرف تھا اور روپے پیسے کے معاملہ میں بے بڑا لاپروا تھا چنانچہ ۱۸۶۴ء میں اس کی وفات پر معلوم ہوا کہ اس کی مالی حالت اچھی نہیں *

جب جے چند موجودہ راجہ اپنے باپ کا جانشین ہوا تو صرف دو سال کا تھا۔ اس کی جاگیر کورٹ آف وارڈز نے اپنے اہتمام میں لے لی اور پُرانے قرضے صاف کر دئے گئے۔ یہ راجہ اب لمبا گراؤں میں رہتا ہے جو اس کے آبا و اجداد کے قدیم وطن سے چند میل کے فاصلے پر دریائے بیاس کے دہنے کنارے پر ایک خوش منظر جگہ ہے۔ اس نے اجمیر کے چیف کالج میں تعلیم پائی ہے۔ اور زبان انگریزی میں نہایت روانی کے ساتھ تحریر اور تقریر کر سکتا ہے اور اسے شکار اور ورزش جسمانی کا بہت شوق ہے۔ جنوری ۱۸۸۸ء میں اسے ۳۷ ڈوگرا فوج میں اعزازی طور پر میجر کا عہدہ بھی دیا گیا تھا۔ نیز مجسٹریٹ درجہ اوّل اور منصف درجہ اوّل کے اختیارات حاصل ہیں جن کو وہ اپنی جاگیر کی حدود کے اندر استعمال کرتا ہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر بھی ہے۔ راجہ جے چند ضلع کانگڑہ کا دوسرا پراونشل درباری ہے۔ اس نے ہزارہ اور چترال کی لڑائیوں میں حصہ لیا اور دونوں مواقع پر تمغے حاصل کئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اسے لیجسلیٹو کونسل پنجاب کا ممبر مقرر کیا گیا اور ہز اکسیلنسی وائسرائے کی لیویوں کے موقع پر بُلائے جانے کا اعزاز حاصل ہوا اور متبنّے کر لینے کے اختیارات دئے گئے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں اسے خاندان کا سرکردہ ہونے کی حیثیت سے موروثی عزّت کے طور پر خطاب راجہ عطا ہوا۔ اس کے چچازاد بھائی میاں جگروپ چند اور میاں دلجیت چند بھی پراونشل درباری ہیں۔ دلجیت چند کمزور طبیعت کا آدمی ہے اس نے اپنی میراث سب تباہ کر دی ہے اور بہت سے قرضے چڑھا رکھے ہیں بایں وجہ کورٹ آف

وارڈز نے اس کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں ٭

راجہ جے چند کی شادی راجہ بلاسپور (کہلور) کی ایک لڑکی سے ہوگئی ہے اس کی بہن مہاراجہ کشمیر کے بھائی راجہ رام سنگھ سے بیاہی ہوئی ہے۔ اور ماں متوفی راجہ سرمور کی بہن ہے ٭

جاگیر لمباگراؤں کا جبکہ یہ کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں تھی سرسری بندوبست ہوا تھا جس میں راجہ اپنی جاگیر کی اراضیات کا تعلقدار یا ایک اعلےٰ پروپرائٹر مانا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں جاگیر مذکور کا قانونی بندوبست ہوا اور اس میں جاگیردار پر واجب الادا مالیہ ۲۸ ۶ ۴ ۳ روپیہ اور تعلقداری مواجب ۶ ۸ ۹ ۴ روپیہ یعنی کل ۱۴ ۶ ۹ ۳ روپیہ تشخیص کیا گیا۔ مالیہ کی رقم میں ۵۰۰۰ روپیہ کا وہ وظیفہ بھی شامل ہے جو راجہ جے چند کے والد کے زمانے میں راجہ کے چھوٹے بھائیوں کیرت چند اور اودے چند کے گزارے کے لئے جو اب فوت ہوچکے ہیں دیا گیا تھا۔ ان کے لڑکے اب وہی وظیفے لیتے ہیں جو کیرت چند اور اودے چند کے لئے مقرر کئے گئے تھے ٭

راجہ جے چند کا نہ تو کوئی لڑکا ہے اور نہ کوئی بھائی ٭

---

ترجمہ عہدنامہ مورخہ ۵ ساون سمت ۱۸۶۶ مطابق سنہ ۱۸۱۰ء مابین
مہاراجہ رنجیت سنگھ والئ لاہور و راجہ سنسار چند والئ کانگڑہ

(رنجیت سنگھ کی مُہر) (اصلی دستخط بحروف گورمکھی)

ایک معاہدہ اور عہد راسخ راجہ سنسار چند سے کیا جاتا ہے جس نے قلعہ کانگڑہ اور سندھنتا کا علاقہ مفصلۂ ذیل شرائط پر سلطنت لاہور

کو منتقل کردینے منظور کر لئے ہیں - چنانچہ یہ عہدنامہ دستخط کرکے اور مُہر لگا کر راجہ کے حوالے کیا جاتا ہے +

شرطِ اوّل - ست گورو دیال جی کی مہربانی سے تمام گورکھوں کو دریاے ستلج اور جمنا کے پار بھگا دیا جائیگا +

شرطِ دوم - مفصلۂ ذیل علاقہ جات جو گورکھوں کے آنے سے آجتک راجہ کے قبضے سے نکل چکے ہیں ان کے واپس دلانے میں حتے المقدور سعی کی جائیگی :- بھروٹ - موہارا (خالصہ جی انہیں اپنے پاس نہیں رکھینگے) چوکی - کوتوال باہ - سیبہ مع چینور - گوناسان - چرت گڈھ اور رتلہٹی چندیا - اور چندو بیڑہ وغیرہ واقع ریاست منڈی +

شرطِ سوم - اُن علاقہ جات کا پورا مالیہ جو گورکھوں کے آنے سے پہلے راجہ کے قبضے میں تھے بلا کسی شرط کے راجہ کے استعمال کے لئے چھوڑ دیا جائیگا اور جب تک کہ راجہ جی کے لئے مذکورۂ بالا انتظام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے تو بھائی صاحب بھائی فتح سنگھ اہلووالیہ کا تھانہ (ماتحت فوج) قلعہ میں ہیگا - اگر بفرض محال ان مقامات میں سے جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے ایک یا دو مقام بھی منتقل ہونے سے رہ جائینگے تو بھی فوج خالصہ قلعہ میں رکھی جائیگی اور آخرکار وہ مقام فتح کر لئے جائینگے +

شرطِ چہارم - قلعہ کانگڑہ اور تعلقۂ سندھتا کے علاوہ سرکار لاہور کو راجہ پر نازیبت جائداد - منصب - خدمات یا خراج وغیرہ کسی

چیز کا دعوے نہ ہوگا اور تعلقۂ سندھنا کے تبادلے میں سرکار لاہور
کوئی اَور پہاڑی مقامات راجہ کو دیگی ؛

شرطِ پنجم - اس عہدنامہ کی مندرجۂ بالا شرائط پر پورا عمل درآمد رہیگا
اور فریقین کی اولاد بھی ان میں کمی بیشی کرنے کی مجاز نہ ہوگی ؛

میں قسم کھاتا ہوں اکال پورکھ جی کی - سری جوالامکھی جی کی -
سری بابا نانک جی کی - سری گُرو مہری جی کی اور سری امرتسر جی کی -
سری گرو ارجن جی کی - سری گرو گوبند سنگھ جی کی - سری بابا گُردتّا جی کی -
سری انندپور جی کی کہ میں ایمانداری سے اس عہدنامہ کی تمام شرائط
کو اپنے مقدور بھر پورا کرونگا ؛

یہ سچّا قول وقرار لکھ دیا گیا ہے کہ پوری اور مکمّل سند رہے ؛

روز سہ شنبہ تاریخ ۵ ساون سمت ۱۸۶۶ بر سری جوالامکھی جی
نوشتہ شد

# راجہ جے سنگھ رئیس سیبہ

راجہ بھاؤ سنگھ
- ۱ میاں خوشحال سنگھ
  - میاں دیوی سنگھ
    - ۱ راجہ بجے سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)
      - راجہ جے سنگھ (ولادت ۱۸۲۹ء)
        - ۱ ٹکا گجندر سنگھ (ولادت ۱۸۵۳ء)
        - ۲ ترلوچن سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
          - نندی سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)
        - ۳ اُپندر سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء)
          - ۱ نروتم سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)
          - ۲ سنت سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)
    - ۲ میاں گلاب سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)
      - سوہن سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)
    - ۳ میاں ظالم سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
      - ۱ میاں کرم سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء)
        - ۱ دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۷۱ء)
        - ۲ سوجیت سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء)
          - شام سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
      - ۲ میاں رتن سنگھ (وفات ۱۸۵۳ء)
- ۲ راجہ مادھو سنگھ
  - رائے شیر سنگھ
    - راجہ گوبند سنگھ (وفات ۱۸۴۵ء)
      - راجہ رام سنگھ (وفات ۱۸۷۴ء)

راجہ جے سنگھ قدیم راجگان کانگڑہ کی ایک دوسری شاخ کا سرکردہ ہے۔ جس طرح سے گولیر کانگڑہ سے الگ ہوا اسی طرح سیبہ گولیر سے علیحدہ ہوا۔ تقریباً ۶۰۰ سال گزرے کہ ہری چند کے بعد چوتھی پشت میں حکمران رؤسا کا ایک چھوٹا بھائی سیبارن چند اُن چند تعلقوں میں جو دریائے بیاس کے جنوب میں واقع تھے خود مختار حکمران بن بیٹھا اور اُن کا نام اپنے نام پر سیبہ رکھ لیا۔ اس علاقے کی قدیم حدود تا حال قائم ہیں اور اس کو اب بھی تعلقہ سیبہ کہتے ہیں۔ ۱۸۰۰ء میں

راجہ بھوپ سنگھ والئ گولیر نے یہ علاقہ راجہ گوبند سنگھ اور اُس کے چچیرے بھائی دیوی سنگھ سے چھین لیا۔ دس سال بعد روسائے گولیر سے رنجیت سنگھ نے لے لیا اور ۱۸۳۰ء میں گوبند سنگھ کو واپس دے دیا۔ اس طرح کانگڑہ کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں سیبہ ہی ایک ایسی ریاست تھی جو سکھوں کے عروج کے زمانے میں ان کی دست برُد سے بچی رہی رنجیت سنگھ نے ایک دفعہ اسے تباہ کرنے کی ٹھان لی تھی مگر راجہ سیبہ ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ خراج دینے اور اپنا بڑا قلعہ سکھوں کے حوالے کرنے پر راجہ دھیان سنگھ کی سفارش سے جس سے خاندان سیبہ کی دو لڑکیاں بیاہی گئی تھیں بچ گیا بعد ازاں یہ ریاست چچا زاد بھائیوں میں تقسیم ہوگئی ٹپّا کوٹلہ کا علاقہ جو ۵۰۰۰ روپیہ مالیہ کا تھا میاں دیوی سنگھ کو دیدیا گیا اور اُس کی وفات پر اُس کے فرزند اکبر بجے سنگھ موجودہ راجہ کے باپ کے نام جاری رہا۔ باقی ماندہ جاگیر جو تقریباً ۱۵۰۰۰ روپیہ کی آمدنی کی تھی گوبند سنگھ کو دے دی گئی جسے جنگی خدمات کے لئے اتنی کنٹنجنٹ فوج رکھنی پڑتی تھی جس پر کہ اس کی آمدنی کا دو تہائی حصہ خرچ ہو جاتا تھا۔ راجہ گوبند سنگھ ۱۸۴۵ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا رام سنگھ جانشین ہوا۔ رام سنگھ سکھوں کی لڑائی کے دوران میں مجبور تھا کہ سکھوں کی فوج میں ۱۰۰ اسوار کے ساتھ شامل ہو اس لئے وہ جنگ فیروزشاہ کے موقع پر موجود تھا مگر اس میں لڑنے کی جرأت نہ تھی اور اُس گھبراہٹ میں جو بعد میں پیدا ہوئی بڑی خوشی سے کانگڑہ کی طرف واپس بھاگ آیا اس نے راجپوتوں کی امداد سے سکھوں کو قلعہ سیبہ

سے نکال دیا اور اس کے بعد اپنے چچیرے بھائی بجے سنگھ کو بیبہ کے اُن مقبوضات سے جو مہاراجہ نے اسے دیدئے تھے بے دخل کرنے کے لئے آگے بڑھا - یہ مقبوضات اُس نے اُس وقت تو لے لئے مگر اس کے تھوڑے عرصہ بعد سرکار انگریزی کے حُکم کے بموجب پھر بجے سنگھ ہی کو دے دینے پڑے ؛

الغرض رام سنگھ اور بجے سنگھ اپنی اپنی جاگیر پر مستقل طور سے قابض ہو گئے - رام سنگھ کے حصہ میں اننے گاؤں تھے کہ جنکی کل سالانہ آمدنی ۱۴۲۰۰ روپیہ تھی اور جو اسے اور اس کی نرینہ اولاد کو علے الدوام ملے ہوئے تھے اس آمدنی میں سے ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ بطور خراج کاٹ لیا جاتا تھا - بجے سنگھ کو چھہ گاؤں دئے گئے تھے جن کی آمدنی ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی اور جو اُس کی وفات کے بعد اہل ہنود کے قانون میراث کے مطابق اُس کے ورثا کو ملتی مگر اس نے ۱۸۴۸ء کے خاندان کٹوچ کے ہنگامہ میں حصہ لے کر اپنے حقوق زائل کرا دئے اور اس کا حصہ ضبط ہو گیا لیکن ۹ سال بعد اس کے چھوٹے بھائی گلاب سنگھ نے جو جموں کنٹنجنٹ کی اُس رجمنٹ کا کمیدان تھا جس نے ایّام غدر میں دہلی جا کر اچھی خدمات کیں اور سرکار انگریزی کے ساتھ وفادارانہ برتاؤ کرنے کی وجہ سے اس کا ضبط شدہ حصہ اسے پھر واپس دے دیا گیا - ضبط شدہ علاقے کی یہ بحالی مہاراجہ جموں کی ذاتی سفارش سے ہوئی تھی جس سے بجے سنگھ کا شادی کی وجہ سے تعلق تھا ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں راجہ رام سنگھ بلا شبہ وفادار رہا تھا - اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی اور

اُس کی متبنّےٰ کرنے کی درخواست نامنظور ہوگئی۔ مگر جب ۱۸۷۴ء
میں اس کا انتقال ہوا تو اس کی جاگیر بجے سنگھ والیٔ ٹپّے کوٹلے
کو جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا مل گئی یہ جاگیر ۱۵۰۰ روپئے سالانہ
خراج کی شرط پر اس کے نرینہ ورثا کے لئے نسلاً بعد نسلٍ کردی گئی
جاگیردار کو اس بات کا بھی ذمہ وار قرار دیا گیا کہ وہ اپنے بھائی گلاب سنگھ
اور بھتیجے کرم سنگھ کو ۳۰۰ روپیہ سالانہ تک گزارے کے لئے دیا کرے
۱۸۸۱ء میں اسے راجہ کا خطاب بطور ذاتی اعزاز کے دیا گیا مگر دوسرے
ہی برس اس کا انتقال ہوگیا۔ اور جاگیر اُنہی شرائط پر اُس کے بیٹے
جے سنگھ کے نام منتقل کردی گئی جس نے راجگی کا خطاب بھی حاصل کیا
اور ۱۹۰۸ء میں یہ خطاب خاندان کے بزرگ کے لئے جبکہ وہ باقاعدہ
طور پر جانشین تسلیم کرلیا جائے موروثی کردیا گیا۔

راجہ رام سنگھ کی وفات پر جاگیر سیبہ کا سرسری اور ۱۸۹۲ء میں
قانونی بندوبست ہوا۔ ڈاڈا سیبہ خاص کا مالیہ آخری بندوبست میں
۱۲۲۴۵ روپیہ اور تعلقداری مواجب ۲۰ روپیہ سالانہ کے لحاظ سے
۲۶۴۹ روپیہ اور ٹپہ کوٹلہ (وہ عطیہ جو بجے سنگھ کے قبضہ میں تھا) کا
مالیہ ۴۶۹۲ روپیہ یعنی کل ۱۹۵۸۶ روپیہ تشخیص ہوا۔

راجہ بجے سنگھ مجسٹریٹ درجہ دوم اور منصف درجہ دوم کے اختیارات
اپنی جاگیر کی حدود کے اندر استعمال کرتا ہے۔ یہ حدود تعلقاتِ کوٹلہ
اور سیبہ کے ۴۲ گاؤں پر مشتمل ہیں۔ جموں کے خاندانِ شاہی سے
اس کی رشتہ داری جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس طرح پر ہے کہ اس کی
بہن مہاراجہ رنبیر سنگھ سے بیاہی گئی تھی جس کے بطن سے موجودہ

مہاراجہ پرتاب سنگھ۔ راجہ رام سنگھ اور راجہ امر سنگھ ہیں۔ جے سنگھ کی اپنی بیوی بلاسپور کے شاہی خاندان سے ہے جس کا تعلق ازدواج کی وجہ سے راجہ موتی سنگھ والئی پونچھ سے ہے۔ میاں کرم سنگھ کے بیٹے جموں کی ریاست سے فی کس ۲۰۷ روپیہ سالانہ بطور وظیفہ بھی پاتے ہیں ٭

راجہ جے سنگھ کا نمبر ضلع کانگڑہ کے پراونشل درباریوں میں تیسرا ہے سببہ کی جاگیر عدالتہائے دیوانی کی کارروائی پر فرق ہونے سے مستثنٰی ہے ٭

ٹکا گجندر سنگھ مجسٹریٹی اور دیوانی اختیارات اپنی جاگیر کے حدود کے اندر عمل میں لاتا ہے اور دربار میں اپنے باپ کے پیچھے بیٹھنے کا بھی حقدار ہے ٭

# راجہ نرندر چند سی۔ ایس۔ آئی رئیس نادون

**راجہ سنسار چند**
(وفات ۱۸۲۴ء)

**راجہ سر جودھ بیر چند کے۔ سی۔ ایس۔ آئی**
(وفات ۱۸۷۳ء)

۱ راجہ امر چند (وفات ۱۸۹۰ء)
۲ میاں پرتھی سنگھ (وفات ۱۸۹۰ء)
۳ میاں ہری سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء)
۴ میاں شیر سنگھ (وفات ۱۹۱۰ء)
۵ میاں سوچیت سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)
۶ میاں ایشری سنگھ (وفات ۱۹۱۰ء)

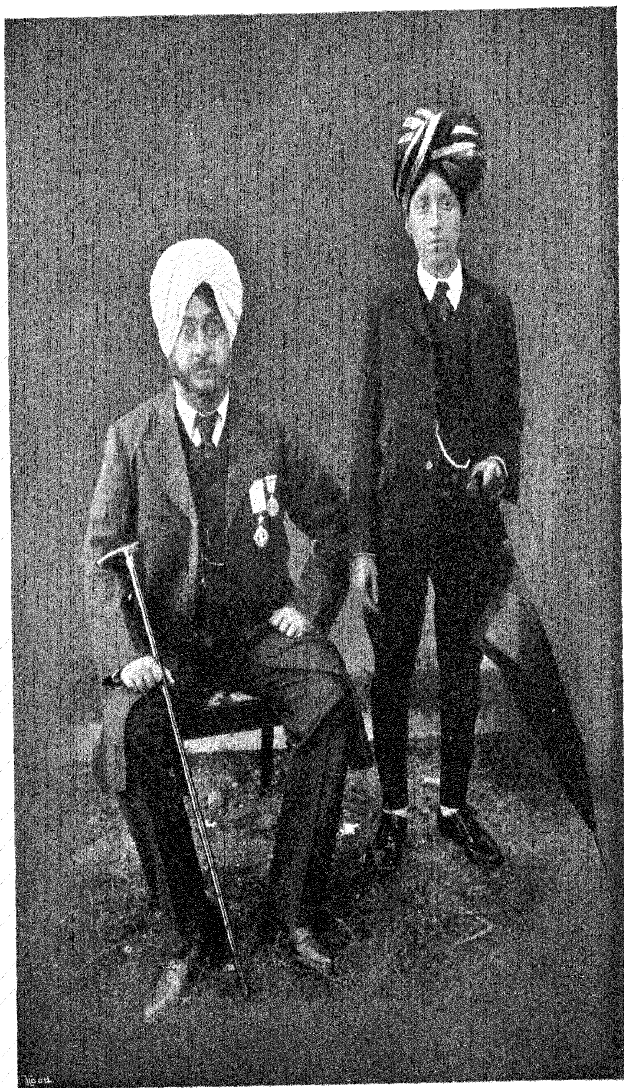
راجہ نرندر چند سی۔ ایس۔ آئی (ولادت ۱۸۶۶ء)
میاں اُماں چند (ولادت ۱۸۸۸ء)
۱ جیت سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء)
۲ کہار سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)
۳ کیسری سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)

۱ میاں خوشحال چند (ولادت ۱۸۷۵ء)
۲ میاں بسنت سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)
۳ میاں ٹھاکر چند (ولادت ۱۸۸۶ء)
میاں براہم چند (ولادت ۱۸۸۳ء)

ٹکا مہندر چند (ولادت ۱۸۸۳ء)
لڑکا (ولادت ۱۹۰۹ء)
۲ کنور دیوی چند (ولادت ۱۸۹۲ء)
۳ کنور نول کشور چند (ولادت ۱۸۹۵ء)

۱ لڑکا (ابھی نام نہیں رکھا گیا) (ولادت ۱۹۰۴ء)
۲ لڑکا ابھی نام نہیں رکھا گیا (ولادت ۱۹۰۶ء)

راجہ نرندر چند سی ایس آئی راجہ سر امر چند کا جانشین بیٹا۔ راجہ سر جودھ بیر چند کے سی ایس آئی کا پوتہ اور اس جلیل القدر سنسار چند کا پڑپوتہ ہے جس کا ذکر اس کے جدی وارث راجہ جے چند لمباگراؤں والے کی خاندانی تاریخ میں کیا گیا ہے۔ جودھ بیر چند نے جو ایک گدی عورت کے بطن سے تھا اپنی ثروت کی بنیاد اپنی دو بہنوں کو




راجہ نرندر چند سی ایس آئی آف نادون

Raja Narendra Chand, C.S.I., of Nadaun.

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ بیاہ دینے سے ڈالی رنجیت سنگھ نے اسے راجہ بنادیا اور تعلقہ نادون عنایت کیا جس کی آمدنی قریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ یہ تعلقہ اس انرودھ چند رئیس کٹوچ کے مقبوضات کا شمالی حصہ تھا جس کا بیان ابھی ہوچکا ہے کہ اس نے جلاوطنی قبول کی مگر اپنی بہن کی شادی سردار دھیان سنگھ کے لڑکے سے منظور نہ کی۔ جودھ بیر چند نے پہلے پہلے تو لاہور میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس پر بہت مہربان تھا مگر آہستہ آہستہ یہ مہربانی کم ہوتی گئی اور وہ جاگیریں جو اس وقت عطا ہوئی تھیں جب مہاراجہ کی اسکی بہنوں پر بڑی نظر عنایت تھی بتدریج اس کے قبضے سے نکل گئیں اور جب سکھوں کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کی آمدنی گھٹتے گھٹتے ۳۰۰۰۰ روپیہ رہ گئی تھی اور اب اسے یہ سوچنا تھا کہ سکھوں یا انگریزوں میں سے کس کی طرف سے لڑے۔ لاہور سے اس کے نام یہ حکم پہنچا کہ کچھ آدمی بھرتی کر کے کالور کی طرف بڑھے اور سکھ فوج کو مدد دیکر دریائے ستلج کے اُن گھاٹوں پر قبضہ کرلے جو بلاسپور کے سامنے ہیں تاکہ سرکار انگریزی کو اپنے اُن علاقوں کا جو دریا کے بائیں کنارے پر واقع ہیں خطرہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جودھ بیر چند چند سواروں کے ساتھ نادون سے آگے بڑھا اور کالور اور کٹوچ کے علاقوں کی سرحد پر جا اُترا چونکہ یہ ایک بڑا اچھا سپاہی مشہور تھا اس لئے اس کے کوچ سے کچھ ہل چل مچ گئی مسٹر ارسکن نے جو پہاڑی ریاستوں کے سپرنٹنڈنٹ تھے اُسے جتا دیا کہ اُس کا فائدہ سرکار انگریزی کا ساتھ دینے میں ہے اور اگر وہ پورے طور سے سرکار کی طرفداری کے لئے تیار نہیں تو

اُس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی کی طرف بھی نہ ہو۔ جودھ بیر نے اس نیک صلاح پر عمل کیا اور ہوشیاری سے سرکار انگریزی کو نقصان پہنچانے سے باز رہا حالانکہ اگر وہ ایسا کرنا چاہتا تو سرکار انگریزی کی غیر محفوظ فوج کو تتر بتر کر دینے کا اور وہاں جہاں سرکاری فوج مقابلہ کے لئے بالکل تیار نہ تھی تکلیف دینے کا اسے بڑا موقع تھا۔ ایسے نازک موقع پر اس کے شائستہ برتاؤ کے صلہ میں ۲۶۲۷۰ روپیہ کی علے الدوام جاگیر مستقل طور پر دی گئی اور خاندان کی شاخ کا سرگردہ تسلیم کیا گیا۔ پھر ۱۸۵۲ء میں اس کی درخواست پر یہ قرار دیا گیا کہ جاگیر ایک ہی وارث کو ملا کرے اور باقی رشتہ داروں کو خود رئیس وقت گزارہ دیا کرے ⁂

راجہ جودھ بیر چند نے بعد ازاں کئی موقع پر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ چنانچہ خاندان کٹوچ کے بلوے کے دوران میں کئی باغیوں کو گرفتار کر کے اس نے تحصیل نادون پر قبضہ قائم رکھنے میں امداد دی۔ مسٹر بارنس نے جو اس وقت ڈپٹی کمشنر تھے اپنی چٹھی بنام کمشنر صاحب میں اسکی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے لڑکے پرتھی سنگھ نے غدر کے زمانے میں سرکار انگریزی کی طرف سے وسطی ہندوستان میں لڑ کر آرڈر آف میرٹ اور ۵۰۰ روپیہ کا خلعت حاصل کیا۔ اور ۱۸۶۹ء میں عام خدمات کے صلہ میں راجہ کو کے سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا اور اس کے ذاتی اعزاز میں سات توپوں کی سلامی مقرر کی گئی۔ اس پر اور رعایات اس صورت میں کی گئیں کہ اسے اس کی جاگیر کی حدود کے اندر کی معافیات متنازعہ پر حقوق بازیافت

دیئے گئے۔ اس طرح پر وہ اپنی لیاقت سے پہاڑی راجپوتوں میں بہت بڑا آدمی بن گیا اور حکام ضلع کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت بمراتب زیادہ ہوگئی۔ ۱۸۷۳ء میں اس کی وفات پر سر ہنری ڈیوس صاحب بہادر لفٹننٹ گورنر بالقابہ نے اپنے دوست کی موت کا افسوس ظاہر کیا جس کے "راست باز اور شریفانہ برتاؤ سے سب لوگ اسکی عزت اور قدر کرتے تھے اور جس نے اپنے فرائض منصبی ادا کرکے گورنمنٹ کو کامل اطمینان دیا" امرچند اپنے باپ کی جاگیر کا حسب ضابطہ وارث تسلیم کیا گیا اور حسب قواعد مقررہ اس کے دوسرے بیٹوں کے گزارے کا انتظام کردیا گیا۔ راجہ امرچند کو اپنی جاگیر کے حدود کے اندر باپ کی طرح مجسٹریٹی اور سول جج کے اختیارات بھی دئے گئے ۱۸۷۸ء میں اس کی جاگیر کی کفالت پر گورنمنٹ نے اسے ۵۰۰۰ روپیہ کا قرضہ اپنے باپ کے بھاری قرضہ کی ادائگی کے لئے دیا۔ یہ قرضہ پورا ادا ہوگیا۔ اس کے بھائیوں میں سے میاں ہری سنگھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور شیر سنگھ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا۔

راجہ امرچند جس کی شادی راجہ جسروٹ کی بھتیجی کے ساتھ ہوئی تھی ۱۸۹۰ء میں فوت ہوا اور راجہ نرندرچند اس کا جانشین ہوا اس کا ضلع کانگڑہ کے پراونشل درباریوں میں چوتھا نمبر ہے اور اس کی شادیاں خاندانہائے جُبّل (شملہ) اور مانکوٹیا میں ہوئی ہیں راجہ نرندرچند کو مجسٹریٹ اور منصف درجہ اوّل کے اختیارات ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں اسے سی ایس آئی کا خطاب ملا اور

سنہ ۱۹۰۸ء میں موروثی اعزاز کے طور پر راجہ کا خطاب مرحمت کیا گیا۔ جس سے اُس کے جانشین بھی خاندان کا سرکردہ ہونے پر ممتاز ہوا کرینگے +

سنہ ۱۸۹۲ء میں جاگیرنادون کا قانونی بندوبست کیا گیا اور اس پر ۳۴۹۸۴ روپیہ مالیہ اور ۴۴۲۱ روپیہ مواجب تعلقداری کُل ۳۹۴۰۵ روپیہ کی جمع تشخیص ہوئی +



راجہ رام پال سی ایس آئی آف کٹلہر

Raja Ram Pal, C.S.I., of Kutlehr.

# راجہ رام پال سی آئی ای رئیس کٹلہر

راجہ دھرم پال

۱ راجہ گور پال — ۲ نہال پال

۱ راجہ امرت پال — ۲ میاں سپورن پال

۱ راجہ نرائن پال (وفات ۱۸۶۴ء) — ۲ میاں بھگوان پال (وفات ۱۸۵۵ء)

راجہ رام پال سی آئی ای (ولادت ۱۸۴۹ء) — ۲ گوپال پال (ولادت ۱۸۵۴ء) — میاں لدڑ پال (وفات ۱۸۷۶ء)

ٹکا راجندر پال (ولادت ۱۸۷۰ء) — کلیان پال (ولادت ۱۸۷۴ء) — ۱ میاں لال سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء) — ۲ میاں رن بہادر سنگھ (ولادت ۱۸۴۷ء) — ۳ میاں صوبہ سنگھ (ولادت ۱۸۵۷ء) — ۴ میاں بھیم سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)

۱ برج موہن پال (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ ہری پال (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۳ شیو پال (ولادت ۱۹۰۱ء) — صاحب سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — اندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)

۱ سوہن سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۲ موہن سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۳ رنجیت سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۱ دھیان سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۲ چتر سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)



کٹلہر کانگڑہ کی ریاستوں میں سب سے چھوٹی ہے۔ یہ ریاست پہاڑیوں کے دوسرے سلسلہ یا جسواں کے محلِ انقطاع پر واقع ہے یہ سلسلہ دریاے ستلج پر پہنچ کر دو متوازی حصّوں میں منقسم ہوگیا ہے انہیں کی درمیانی وادی اور اردگرد کی پہاڑیوں کا کچھ حصّہ مل کر ریاست کٹلہر کہلاتا ہے۔ یہ خاندان بہت پُرانے خاندانوں

میں سے ہے اور یہاں کے باشندوں کے بیان کے مطابق اس کی چالیس پشتیں گزر چکی ہیں اس کا پہلا راجہ سنبھل کا باشندہ تھا جو مراد آباد کے نزدیک ہے اور اصل میں برہمن تھا مگر دنیاوی حکومت حاصل کرنے کے بعد وہ اور اُس کی اولاد راجپوت یا فوجی آدمی خیال کئے جانے لگے۔

خاندان کی اصلیت کا حال مسٹر بارنس کا لکھا ہوا ہے مگر یہاں کے لوگ اس کے خلاف بیان کرتے ہیں کہ یہ خاندان پونا کے راجہ گوبند پال کی نسل سے ہے اور موجودہ راجہ اس سے تین سو سترھویں پشت میں ہے۔ دواپر جگ یا دنیا کے تیسرے دور کے ختم ہونے پر یہی راجہ گوبند پال جو اپنے آپ کو چاند کی نسل سے بتاتا تھا پونا میں عروج پر تھا۔ اس کے دو لڑکے اجین پال اور دھرم پال تھے۔ اجین پال کہیں جاترا گیا ہوا تھا کہ اس کا باپ مرگیا اور دھرم پال نے اُس کا حق وراثت غصب کرلیا۔ اجین پال اس طرح اپنے آپ کو گھر سے نکلا دیکھکر اپنے بیٹے سکھ پال سمیت پنجاب کی طرف آگیا اور بجھوڑ ضلع ہوشیارپور میں جو ستلج کے کنارے پر واقع ہے آباد ہوگیا۔ اس کے لڑکے نے کانگڑے کی پہاڑیوں کی طرف مراجعت کی اور خوش قسمتی سے اُس زمانے کے ایک کٹوچ راجہ سنسار چند سے اُس کی دوستی ہوگئی جس نے اپنی لڑکی کے ساتھ اُس کی شادی کردی اور اُسے اُس ملک کا راجہ بنادیا جو اب نادون کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سکھ پال کے بعد بیسواں راجہ جس پال نامی بڑا زبردست فرمانروا تھا۔ اور اُس نے "ستلج کا تمام غربی علاقہ" اپنے قبضے میں کرلیا تھا مگر یہ بالکل مبالغہ ہے۔ جپال کی نسبت

البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کی اولاد میں اس کے زمانہ سے لے کر کٹلہر کے موجودہ رئیس تک ایک سو ایک راجہ ہوئے اور اس تعداد میں وہ چھوٹے لڑکے شامل نہیں جنہوں نے خاندان سے الگ ہو کر اپنی جُدا ریاستیں قائم کر لیں۔ ان میں سے ایک یعنی راجہ جیپال کا دوسرا لڑکا گجند رپال نقل مکان کر کے کوہ شملہ کی طرف چلا گیا اور وہاں بھجی اور کوٹی کے گھرانوں کی بنیاد ڈالی جو ابھی تک خود مختار ریاستیں ہیں ÷

اگر زمانہ جدید کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے پہلے حملے کے قریب کٹلہر کے راجگان کے قبضہ میں چوکی کٹلہر اور مان منڈی واقع نادون اور تلہٹی واقع ہوشیارپور تھے۔ شاہانِ مغلیہ نے انہیں سندات عطا کی ہیں۔ جن میں انہیں رائے کے خطاب سے موسوم کیا ہے اور ۱۶۰۰ روپیہ خراج ادا کرنے اور ۴۰ سوار اور پانچسو پیادوں کی ایک فوج بہم پہنچانے کی شرائط پر متذکرہ بالا قطعات میں ان کے حقوق تسلیم کئے گئے ہیں ÷

اس کے بعد کے زمانہ میں کٹوچ جسوال اور کھلور کے راجگان کی یورشوں سے کٹلہر کے مقبوضات گھٹ کر موجودہ تنگ و محدود علاقہ ان کے پاس رہ گیا۔ یہ اس زمانے سے ذرا پہلے کا ذکر ہے جس زمانے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کانگڑے پہنچا اور وہاں کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بلا رو و رعایت ہضم کر گیا تھا کٹلہر کی حالت اس سے کئی سال پہلے ہی سے نازک اور ابتر ہو رہی تھی۔ اسکی نصف مملکت سنسار چند کے دادا گھمنڈ چند کٹوچ رئیس کے عہد میں ریاست کانگڑہ میں شامل ہو گئی تھی اور سنسار چند کے عروج کے زمانہ میں تو راجہ کٹلہر

اپنے مقبوضات سے بالکل ہی بے دخل ہو گیا تھا۔ مگر جب گورکھوں نے سنسار چند کو دبایا تو نرائن پال کو اپنے جدی قلعہ کوتوال باہ کے جو ستلج پر کے دوسرے سلسلۂ کوہ میں واقع تھا واپس لینے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد سکھ نمودار ہوئے۔ اور ۱۸۲۵ء میں انہوں نے دو مہینے تک اس قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا اور اگرچہ اس عرصہ میں ان کی اہل قلعہ سے جن پر خود راجہ گھمنڈ چند٭ کمان کر رہا تھا کئی لڑائیاں بھی ہوئیں مگر سکھوں سے محاصرہ کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا۔ آخر کار جمعدار خوشحال سنگھ نے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ اگر راجہ اور لڑائی بغیر قلعہ سکھوں کے حوالے کر دیگا تو اسے دس ہزار روپے کی جاگیر دی جائیگی۔ یہ شرط منظور ہوئی اور راجہ کو موعودہ جاگیر مل گئی۔ اس جاگیر میں وہ علاقہ شامل تھا جسکو چرت گڈھ کہتے ہیں اور جو جسواں دون ضلع ہوشیارپور میں ہے۔

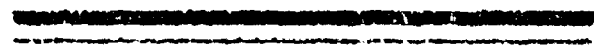
سکھوں کی پہلی لڑائی کے دوران میں راجہ نرائن پال صاحب سپرنٹنڈنٹ ریاستہاے کوہستانی کے ایما پر سکھوں کو نکال کر قلعہ کوتوال باہ پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں جب وادی کانگڑہ سرکار انگریزی کے قبضہ میں آگئی تو راجہ نے اپنا چوکی کٹلھر کا علاقہ واپس طلب کیا یہ درخواست نا منظور ہوئی لیکن پھر اُن اُمیدوں کا خیال کر کے جو انگریزی حکام نے راجہ کو اس وقت دلائی تھیں جبکہ راجہ کی اعانت نہایت مُفید تھی۔ اسکو نسلاً بعد نسل اتنی جاگیر عطا ہوئی جتنی کہ رنجیت سنگھ نے دی تھی۔ مزید براں ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ کا عطیہ اس کی جین حیات کے لئے منظور ہوا۔ اسکے بعد راجہ کی جاگیر کانگڑے میں ایک ہی جگہ کرنے کی غرض سے گاؤں کا

٭ گھمنڈ چند یہاں غلط معلوم ہوتا ہے نرائن پال ہونا چاہیئے۔ (مترجم)

تبادلہ کردیا گیا۔ تبادلے کے نئے گاؤں تپہ ہائے نیراہیرو۔ تھارا اور ڈھینگلی تحصیل ہمیرپور تھے اور چونکہ ان کی آمدنی راجہ کے پُرانے گاؤں سے ۱۱۱۸ روپیہ زیادہ تھی اس وجہ سے یہ مقرر کیا گیا کہ راجہ اتنی ہی رقم سرکار کو بطور نذرانہ ادا کردیا کرے۔ راجہ کو ان جنگلات کی جو اس کی جاگیر کی حدود کے اندر تھے تین چوتھائی آمدنی وصول کرنے کی بھی ایک معمولی سالانہ منہائی کی شرط پر اجازت دے دی گئی۔ راجہ نرائن پال کا انتقال ۱۸۶۴ء میں ہوا۔ اس کی جائداد کئی وجوہات سے قرض کی زیربار ہوگئی تھی جسے اس کی وفات سے دوسال پہلے کورٹ آف وارڈز نے اپنے انتظام میں کرلیا تھا اور یہ تا بلوغ راجہ رام پال ۱۸۶۹ء تک اسی حالت میں رہی۔ رام پال نے اچھی تعلیم پائی ہے۔ اس کی ریاست کا انتظام بہت عمدہ ہے اور گورنمنٹ کی امداد میں اپنی وفادارانہ خدمات پیش کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتا ہے۔ اپنی جائداد کے حدود کے اندر اسے فوجداری اور دیوانی جوڈیشل اختیارات حاصل ہیں۔ اس کی متفرق آمدنی تخمیناً ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ ہے جس میں وہ دوسو روپے بھی شامل ہیں جو اسے جنگلات کے جرمانوں کے عوض ملتے ہیں جن کی سالم آمدنی اب سرکار کے حساب میں پڑتی ہے۔ ضلع کانگڑہ کے پراونشل درباریوں کی فہرست میں راجہ کا پانچواں نمبر ہے۔ دربار ۱۸۷۷ء اور ۱۹۰۳ء کے دہلی دربار کے مواقع پر اسے سندات عطا کی گئیں اور ۱۹۰۴ء میں اسے خطاب سی ایس آئی عطا کیا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں موروثی اعزاز کے طور پر راجہ کا خطاب اس خاندان کے سرکردہ کو عطا ہوا۔ راجہ کا بھائی میاں گوپال پال ڈویژنل درباری ہے۔ اور لڑکا راجندر پال

جس نے ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی تھی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے +

عدالت ہائے دیوانی کی کارروائی پر یہ جاگیر قرق ہونے سے مستثنےٰ ہے +



# راجہ گگن سنگھ پٹھانیہ رئیس نور پور

راجہ مندھتہ

راجہ دیا دتا

۱ راجہ پرتھی سنگھ (وفات [illegible]ء)

۲ اندر سنگھ (وفات [illegible]ء) (میاں رگھوناتھ سنگھ رئیس مے کی تواریخ ملاحظہ ہو)

۳ میاں کھدو سنگھ

۴ میاں موہن سنگھ

فتح سنگھ (وفات [illegible]ء)

راجہ بیر سنگھ (وفات [illegible]ء)

راجہ جسونت سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء)

۱ راجہ گگن سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)

۲ اودھم سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

ٹکا دیوندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

---

گولیر کے مغرب میں نور پور ایک چھوٹی سی ریاست ہے وہاں کے قدیم راجاؤں کا جانشین راجہ گگن سنگھ ہے ریاست کا اصلی بانی ایک تووار راجپوت جیٹھ پال تھا جو دہلی سے یہاں آیا تھا تقریباً سات سو سال گزرے کہ یہ گورداسپور کے نزدیک پٹھانکوٹ میں آکر آباد ہوا جس کی وجہ سے اس کی اولاد پٹھانیہ کہلاتی ہے۔ اس کے بعد یہ خاندان غالباً علیحدہ اور محفوظ رہنے کے خیال سے پہاڑ پر جا بسا

کیونکہ اُن میدانوں میں آئے دن حملے ہوتے رہتے تھے۔ تقریباً اڑھائی سو سال ہوئے کہ راجہ باسو کے عہد حکومت میں نور پور اس ریاست کا دارالخلافہ بن گیا۔ جیٹھ پال سے لے کر جس کا نام راجہ بھبٹ بھی تھا موجودہ راجہ تک ۳۱ پشتیں گزر چکی ہیں قدیم ریاست کا تقریباً تمام علاقہ اب سرکاری پرگنہ نور پور کی حدود میں واقع ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں اس خاندان کے کئی آدمی سلطنت کے بڑے معتمد تھے اور شاہی خدمات کے لئے خطرناک مہموں پر بھیجے جاتے تھے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں نور پور کے راجہ جگت چند نے اپنے ہی ملک کے راجپوتوں کی ایک بڑی فوج بھرتی کر کے بلخ اور بدخشاں کے ازبکوں کے خلاف ایک معرکۃ الآرا مہم انجام دی اور اورنگ زیب کے اوائل عہد سلطنت میں جگت چند کا پوتہ راجہ مندھتا غربی سرحد سلطنت پر بامیان و غوربند کے علاقوں کا ناظم مقرر کیا گیا۔ بیس سال کے بعد یہ دوبارہ اسی معزز عہدے پر سرفراز ہوا اور دو سو سواروں کا منصبدار بنایا گیا +

زمانۂ مابعد میں نور پور کا راجہ بیر سنگھ رنجیت سنگھ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا۔ ۱۸۱۵ء کے شروع موسم سرما میں مہاراجہ نے سیالکوٹ میں اپنی اور اپنے باجگزار رئیسوں کی فوج کو جمع کیا مگر بیر سنگھ اس حکم کی تعمیل سے قاصر رہا اس لئے مہاراجہ نے ارادتاً اس پر اتنا تاوان لگایا جس کا ادا کرنا اس کے مقدور سے باہر تھا۔ بیر سنگھ نے یہ تاوان ادا کرنے میں کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا حتےٰ کہ کہتے ہیں کہ اپنی پوجا کے برتن بھی بیچ دئے مگر پھر بھی کامیاب نہ ہو سکا اور مجبور ہو کر اسے وطن چھوڑنا پڑا چنانچہ وہ اپنی سرحد سے

پار ہو کر ریاست چمبہ میں چلا گیا اس کی رعایا کے بعض لوگوں اور ملازموں نے اپنے پرانے راجہ کا جان بوجھ کر مصیبت میں ساتھ دیا اور بعض دِل چلے آدمیوں کے کہنے سُننے پر یہ اپنی مملکت پھر حاصل کرنے کے لئے ایک جان توڑ کوشش کرنے کے ارادے سے نور پور واپس آگیا۔ مگر اس سادہ پہاڑی رئیس کی اتنی فوج اور اس قدر سامان کہاں تھا کہ قواعد داں اور آزمودہ کار پلٹنوں کا مقابلہ کر سکتا چنانچہ شکست کھائی اور مجبوراً بھیس بدل کر ایسے پہاڑی راستوں سے جن میں آمد و رفت کم تھی بھاگ کر ستلج پار انگریزی قلمرو میں آگیا +

۱۸۱۶ء میں بیر سنگھ لدھیانہ میں مہاراجہ کے خلاف شاہ شجاع کے ساتھ منصوبے باندھ رہا تھا۔ ان منصوبوں کو مہاراجہ نے ایسا سنگین سمجھا کہ برٹش ایجنٹ سے اُن کی شکایت کی چنانچہ بیر سنگھ سے کہا گیا کہ لدھیانہ سے چلا جائے کیونکہ دربار لاہور جس کے ساتھ سرکار انگریزی کا رابطۂ اتحاد ہے اُس کے وہاں رہنے پر معترض ہے اس پر بیر سنگھ شملہ کے پہاڑوں میں بمقام ارکی چلا آیا۔ اور یہاں دس سال تک بیٹھا اپنے وزیروں کے ساتھ برابر خط و کتابت کرتا رہا کیونکہ اُس کو آخر میں کامیاب ہونے کی اُمید لگی ہوئی تھی ۱۸۲۶ء میں غالباً رنجیت سنگھ کی خطرناک بیماری کے باعث اُسے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ایک اور کوشش کرنے کی جرأت ہوئی چنانچہ فقیرانہ لباس پہن کر وہ موضع فتح پور پہنچا جو نور پور میں ہری پور کی سرحد پر واقع ہے۔ گاؤں کے نمبردار نے راجہ کو باوجود تبدیل لباس کے پہچان لیا اور کمینہ پن سے سکھ کاردار کے سامنے اس کی موجودگی کا

راز فاش کردیا تو اصد کے ذریعے لاہور خبر بھیجی گئی کہ پہاڑ میں بغاوت ہوگئی ہے اس لئے کہ لوگوں کو جب اپنے پرانے رئیس کے وہاں پہنچنے کی خبر ملی تو سب کے سب اُس کی طرف سے لڑنے پر آمادہ ہوگئے تھے راجہ نے نورپور کا محاصرہ کرلیا مگر ایک ہفتے کے اندر ہی اندر سردار دیسا سنگھ ایک ٹڈی دل فوج لیکر موقع پر پہنچ گیا اور بیر سنگھ کو بھاگ کر راجہ چمبہ کے ہاں پناہ لینی پڑی جس نے اس بدنصیب کو دشمنوں کے حوالے کردیا۔ یہ گوبند گڈھ بھیج دیا گیا اور سات سال تک وہیں محبوس رہا۔

بیر سنگھ کی بیوی راجہ چڑت سنگھ والئ چمبہ کی بہن تھی اور اپنے بھائی کے پاس رہا کرتی تھی اُس کی سفارش اور اپنی بدسلوکی سے بھی نادم ہوکر چڑت سنگھ نے ۸۵۰۰۰ روپیہ کا فدیہ دیکر بیر سنگھ کو آخر کار چھڑا لیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس موقع پر اس کو کتھلوٹ کی جاگیر دینی چاہی جو پہاڑ کے اختتام ہی پر دریائے راوی کے کنارے ایک زرخیز خطہ ہے اور جس کی آمدنی ۱۲۰۰۰ روپیہ سالانہ کی تھی مگر بیر سنگھ نے اپنی قدیم ریاست سے کم لینے سے انکار کردیا۔ اور اگرچہ مہاراجہ کا منشا اُس کی قدیم سلطنت واپس دینے کا نہ تھا۔ تاہم بیر سنگھ کے ننھے بچے جسونت سنگھ کے گزارے کے واسطے ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ مقرر کردیا جو اس کی ماں نے عقلمندی سے منظور کرلیا۔

راجہ بیر سنگھ کا آخری زمانہ اس کے کردار اور افعال کے شایاں تھا۔ ۱۸۴۶ء میں جب سکھوں اور انگریزوں کی فوجیں ستلج کے کناروں پر لڑ رہی تھیں بیر سنگھ نے اپنی قوم کا جھنڈا پھر بلند کیا۔ یہ تیس

برس سے اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور موجودہ
موقع پر بھی نہ چوکا مگر اس کا یہ جوش وخم جسے بڑھاپے اور انقلاب زمانہ
نے مضمحل اور خستہ کر دیا تھا برداشت کرنے کے قابل نہ تھا اور آخر بیر سنگھ
اپنے قلعہ نور پور کی دیواروں کے سامنے اس تیقن کے ساتھ کہ اُسکے
دشمنوں نے انگریزوں سے برباد ہوکر آخر کار اُن مظالم کا بدلہ پالیا ہے
جو اُنہوں نے کئے تھے دُنیا سے مطمئن رخصت ہوا۔ راجہ بیر سنگھ کے
بہادرانہ اور سخت مقابلہ نے اُس کے جانشین پر بلاشُبہ یہ اثر ڈالا کہ
اُس کا برتاؤ سرکار انگریزی سے بھی اچھا نہ رہا تاہم راجہ کا معصوم
لڑکا اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ بعد ازاں جو مصیبتیں
اُس پر پڑیں وہ سب اُس کے اہلکاروں کے رویّے کی وجہ سے
تھیں۔ کانگڑے کے اور تمام راجاؤں کے پاس رنجیت سنگھ کی دی
ہوئی جاگیریں اور وظائف تھے اور اُن کے حقوق کا سرکار انگریزی
نے آسانی سے فیصلہ کر دیا مگر نور پور کا راجہ کبھی اس بات پر راضی
نہیں ہوا کہ اپنا موروثی حق (علاقہ نور پور) کھو دے اور اُس کے
بدلے جاگیر منظور کر لے اس وجہ سے اس کا معاملہ خاص تھا اور خاص
طریق پر ہی فیصلہ طلب تھا۔ اس کے دائمی مقابلوں اور اپنے ملک
کے حاصل کرنے کی متواتر کوششوں نے اسے اور اسکے صلاحکاروں
کو سکھوں میں بدنام کر دیا تھا جو ان کو مفسد اور غیر مطمئن سمجھتے تھے
اور اس میں شُبہ نہیں کہ اُن کا خیال ٹھیک تھا اگرچہ خود سکھوں کی
بدسلوکی سے نور پور والوں کی شورش بھی کسی قدر حق پر تھی انہیں
خیالات سے سر ہنری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ گورنر جنرل نے

نوعمر رئیس کے لئے ۲۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر اس شرط پر تجویز کی
کہ وہ نورپور میں اپنی سکونت نہ رکھے مگر اس کے اہلکاروں نے جھوٹی
اُمیدوں کے بھروسے پر بڑی بے وقوفی اور گستاخی کے ساتھ اس کو
قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ایک سال تک راجہ کو کچھ نہ ملا اور اس
عرصے میں جان لارنس صاحب بہادر کمشنر نے مجوّزہ جاگیر میں تین
چوتھائی کی کمی کردی اور آخر کار راجہ کو مجبور ہوکر یہی لینی پڑی ؛

۱۸۴۸ء کے بلوے کے شروع ہونے پر معزول شدہ راجہ کے
بیٹے رام سنگھ نے پاس کی جموں کی پہاڑیوں سے آوارہ گردوں کی
جماعت اکٹھی کی اور اچانک راوی پار ہوکر شاہ پور کے خالی پڑے
ہوئے قلعہ میں داخل ہوگیا اسی رات گردونواح کی آبادی سے مبارکباد
کے لئے ایک وفد اس کے پاس آیا اور منادی کرادی کہ انگریزوں کا
راج ختم ہوگیا اب مہاراجہ دلیپ سنگھ کا راج ہے جسونت سنگھ نورپور
کا راجہ اور رام سنگھ اُس کا وزیر ہوگیا ہے۔ جب یہ خبر ہوشیارپور پہنچی
تو ایک تھوڑی سی فوج بسرعت تمام روانہ کی گئی جس نے آتے ہی
قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس مستعدی کو دیکھکر باغی ڈر گئے اور راتوں رات
ہی بھاگ کر نورپور کے قریب ایک سلسلہ کوہ پر جہاں گھنا جنگل تھا
جا جمے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جان لارنس صاحب بہادر کمشنر اور بارنس
صاحب بہادر حاکم ضلع کمک لیکر آپہنچے اور اُس جگہ جہاں باغی پڑے تھے
حملہ کیا۔ رام سنگھ کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اس نے مجبوراً سکھوں کی سول
کی چھاؤنی میں بھاگ کر پناہ لی۔ اس کے پہاڑ پر قابض رہنے کے
ایام میں قرب وجوار کے دیہات سے ۴۰۰ آدمیوں کے قریب اسکے

ساتھ شامل ہو گئے تھے جن میں سے بعض تو اس کے اپنے خاندان کے راجپوت تھے اور اکثر بیکار اور نکمّے آدمی تھے جنہیں اس کے ساتھ شامل ہونے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا *

جنوری ۱۸۴۹ء میں رام سنگھ نے راجہ شیر سنگھ سے کہہ سنکر پانچ پانچ سو سپاہیوں کی دو سکھ پلٹنیں لیں اور ان کے ساتھ دوبارہ انہیں پہاڑوں پر دھاوا کیا اور دلّا کی چوٹیوں پر مورچہ زن ہو گیا۔ انگریزوں کی طرف سے جنرل وہیلر صاحب بہادر کے ماتحت ان کے مقابلے کے لئے ایک مسلّح فوج روانہ کی گئی جس نے باغیوں کے بہت سے آدمی تہ تیغ کر کے مورچوں سے بھگا دیا مگر اس لڑائی میں انگریزی فوج کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ رام سنگھ کو قید کر کے سنگاپور میں جلاوطن کر دیا گیا لیکن راجہ جسونت سنگھ اس وقت ۱۰ سال کا بچہ تھا اور اس واقعہ کا یقیناً ذمہ دار نہ تھا۔ ۱۸۶۱ء میں اس کی سوتیلی ماں کی وفات پر خاندان کے مواجب پر جب دوبارہ غور کیا گیا تو صاحب ڈپٹی کمشنر کی اُن تحریروں پر جو انہوں نے ۱۸۵۷ء میں اس کے بارہ میں کی تھیں اس کی ۵۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دُگنی کر دی گئی۔ یہ تحریرات خاندان کے قدیم حالات پر مبنی تھیں اور اُس وفادارانہ برتاؤ کی وجہ سے ان میں تقویت ہو گئی تھی جو سرکار انگریزی کے ساتھ راجہ نے ایام غدر میں کئے تھے *

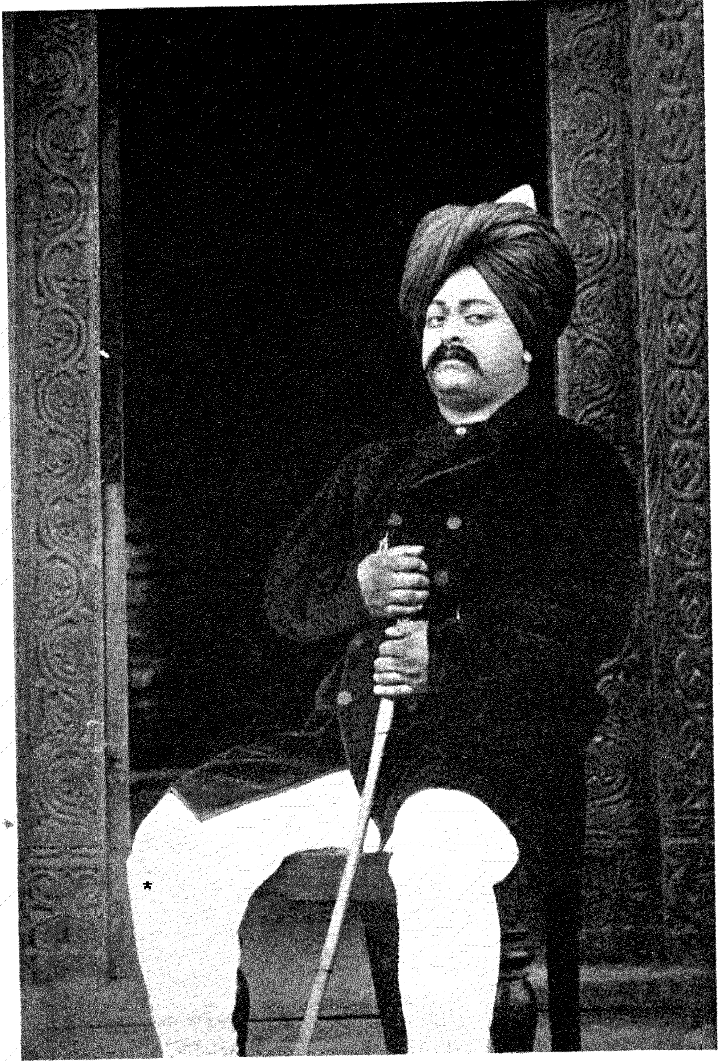
۱۸۶۷ء میں راجہ کی پنشن کے ایک حصہ کا موضع برنڈا گھنڈوال تحصیل نورپور میں ایک تھوڑی سی جاگیر سے تبادلہ کر دیا گیا جس کی آمدنی ۲۱۳۸ روپیہ تھی اور بقایا یعنی ۷۶۲ روپیہ بطور نقد پنشن کے ملتا ہے۔ راجہ کے قبضے میں قریباً ۵۰۰ ایکڑ کے قریب جنگل اور

مزروعہ زمین ہے جو مواضعات چتروئی۔ کھانی چھچھ اور گھبین لگور تحصیل نورپور میں ہے اور جس کی مالگزاری معاف ہے +

غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں سرکار انگریزی کے ساتھ وفادارانہ سلوک کرنے کے صلے میں راجہ کو اراضیات کچھ اور ایک باغ جسے مچھی بھون کہتے ہیں عطا کیا گیا نیز یہ موضع بدواڑ تحصیل نورپور میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین کا مالک بھی ہے +

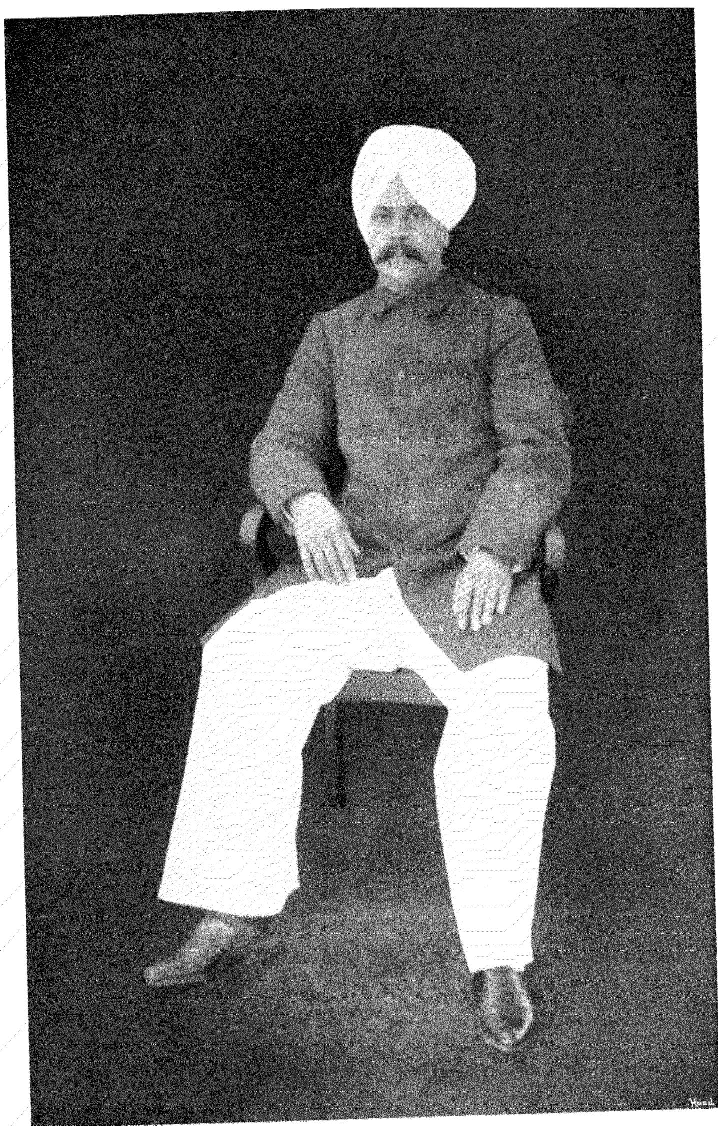
میاں رگھوناتھ سنگھ ذیلدار کھاریاں اور میاں جگت سنگھ بھی اس خاندان کے رکن ہیں اور اُن کے پاس بھی تھوڑی تھوڑی جاگیریں ہیں۔ رگھوناتھ سنگھ راجہ دیا دتا کے دوسرے بیٹے اندر سنگھ کی اولاد میں سے ہے جو ۱۰۰ سال سے زیادہ ہوئے اپنے بھائی پرتھی سنگھ سے الگ ہو گیا تھا۔ جگت سنگھ کی موجودہ جاگیر اُسکے دادا وزیر سچیت سنگھ کو غدر کی خدمات کے صلہ میں دی گئی تھی اس جاگیر میں مواضعات ملک۔ پُندرا اور بھدوار تحصیل نورپور کے ۲۶۹۲ ایکڑ اراضی شامل ہے جبکی آمدنی ۱۰۵۰ روپیہ ہے جگت سنگھ کا باپ ہیرا سنگھ ڈویژنل درباری بھی تھا +

۱۹۰۱ء میں جب راجہ جسونت سنگھ کا انتقال ہوا تو موجودہ راجہ گگن سنگھ نابالغ تھا اس لئے جاگیر تین سال تک کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں رہی راجہ گگن سنگھ نے چیف کالج لاہور میں تعلیم پائی ہے اور اب مجسٹریٹ اور منصف درجہ دوم ہے۔ یہ ضلع کانگڑہ کا چھٹا پراونشل درباری ہے اور راجپوتوں کے قدیم خاندانوں میں سے ایک کا سرکردہ ہونے کی وجہ سے ۱۹۰۸ء میں اسے راجہ کا خطاب موروثی اعزاز کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔ اس کا بھائی میاں اودھم سنگھ فوج میں جمعدار ہے۔ یہ جاگیر عدالتہائے دیوانی کی کارروائی پر قرق ہونے سے مستثنےٰ ہے +



رائے دلیپ سنگھ رئیس روپی

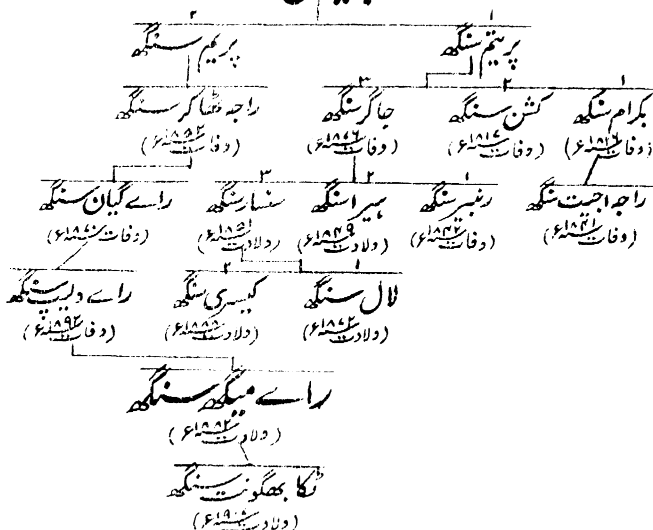
The late Rai Dalip Singh of Rupi.



رائے میگھ سنگھ رئیس روپی

Rai Megh Singh of Rupi.

# رائے میگھ سنگھ رئیس کلو




رائے میگھ سنگھ وزیری روپی کا جاگیردار قدیم راجگان کلو کا جانشین ہے۔ روایت ہے کہ اس خاندان کا بانی ہندوستان کی ریاست مایاپوری کے راجہ کا جلاوطن شہزادہ سُدھ سنگھ تھا۔ جو پھرتا پھراتا قسمت آزمائی کے لئے کانگڑے میں آنکلا یہاں کی مشہور دیوی اس پر مہربان ہوگئی اور اسی کی مدد سے اس نے بعض ٹھاکروں کو جن سے رعایا ناخوش تھی نکال دیا اور آپ ان کی جگہ راجہ بن گیا۔ موجودہ رئیس اپنے خاندان کی اصلیت کا یہی قصہ پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر اس کی نسبت ایک اور

شامل کرلیا اُس نے دوسری چھوٹی ریاستوں مثلاً کمہارسین اور کوٹ گرو سے بھی جو اَب ضلع شملہ میں ہیں خراج لیا لیکن مان سنگھ نے اپنا نام ہمیشہ کے لئے اس طرح بدنام کردیا کہ راجہ منڈی سے جس نے اپنے داماد اور اس کے سالے پرتھی پال اخیر راجہ بھنگال کا خون کردیا تھا کچھ بازپرس نہیں کی بلکہ اس برداشت کے عوض مقتول راجہ کے ملک کا وہ حصہ کثیر معافی کے عوضانہ میں لے لیا جس پر قاتل یعنی راجہ منڈی نے قبضہ کرلیا تھا بعد ازاں راجہ منڈی سے اس کا جھگڑا ہوگیا اور اس سے نے گوما اور دیرانگ کی نمک کی کانوں پر قبضہ کرلیا اور کئی سال تک ان کا مالیہ وصول کرتا رہا۔ آخرکار راجہ کمہارسین نے جس کے ساتھ اس کی ہمیشہ عداوت رہتی تھی اس کا کام تمام کردیا۔

اس خاندان کے زوال کا زمانہ اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جس زمانے میں دیال وزیروں میں سے ایک نے جو جلاوطن کردیا گیا تھا مان سنگھ کے پوتے جے سنگھ کے برخلاف ایک بلوہ کرادیا۔ یہ خاندان کلو کی تاریخ میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور آج کے دن تک بارسوخ ہے۔ اُس بلوہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جے سنگھ کو شہر بدر کرکے اُسکے بھائی ٹھیڈی سنگھ کو تخت پر بٹھادیا گیا۔ ادھر راجہ منڈی نے اس ہل چل سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ چوار کے علاقہ کے بہت سے حصّے پر قبضہ کرلیا اور جب ہر طرح یہ ظاہر ہونے لگا کہ کلو کی سلطنت جلد تباہ ہوجائیگی تو ٹھیڈی سنگھ نے بیباکانہ طور پر کوشش کرکے اپنی اُس طاقت کے حاصل کرلینے کا ارادہ کرلیا جو اُس کے وزیروں

کی کارروائیوں کی وجہ سے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اس نے خاندان دیال کے برگزیدہ آدمیوں اور اُن کے ساتھیوں کو ایک دعوت میں مدعو کیا اور شراب میں بیہوشی آور دوا خوب پلا پلا کر مدہوش کر دیا اور اسی حالت میں سب کو جن کی تعداد ۳۰۰ سے زیادہ تھی قتل کرا دیا۔ اس کارروائی سے کچھ عرصہ کے واسطے پولیٹکل مطلع صاف ہو گیا اور گھمنڈی سنگھ نے اپنی زندگی کے باقی دن امن کے ساتھ حکومت کرنے میں بسر کئے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پریتم سنگھ حکمران ہوا یہ وہ زمانہ تھا جب مغلوں کی طاقت زائل ہو رہی تھی اور تمام ملک میں بدعملی کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ انہیں ایام میں گورکھے اپنے پہاڑوں سے نکل کر کوہ ہمالہ کے نشیبوں پر ستلج کے کنارے تک پھیل گئے اور پرے کی طرف راوی تک تمام راجپوت سنسار چند کٹوچ والئ کانگڑہ کے باجگزار بن گئے۔ راجگانِ کلو سانگڑی کا خراج تو گورکھوں کو دیتے تھے اور خاص کلو کا سنسار چند کو مگر ان کا ملک ایسی جگہ واقع تھا کہ ان سے خراج لینا مشکل ہو گیا تھا اور اس سبب سے یہ خاصے خود مختار رہے مگر مصائب ان پر آنے والے تھے یعنی ان کا سکھوں سے مقابلہ ہونے والا تھا جو اُن دنوں میں ایک زبردست اور متفق قوم تھی اور جن کے آگے پہاڑی رؤسا کی اجتماعی قوت بھی ہیچ تھی۔

سنہ ۱۸۰۶ء میں گورکھوں نے کانگڑہ پر حملہ کیا جس کے تین سال بعد سنسار چند نے مایوس ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد مانگی لیکن مدد مانگنا نہ تھا بلکہ حماقت سے اپنی ریاست اور کانگڑے کی ہر راجپوت ریاست کے فتوائے موت پر دستخط کر دینا تھا۔ بے شبہ

گورکھے واپس ہٹا دئے گئے۔ لیکن ان کی بجائے خود رنجیت سنگھ نے پہاڑی علاقہ پر قبضہ کرلیا اور اس عام مصیبت میں ریاست کلو بھی اپنے ہمسائیوں کی طرح شریک تھی۔ پہلے تو خالصہ کا ایک سردار یہاں خراج مانگنے بھیجا گیا جو ۴۰۰۰۰ روپیہ لیکر لاہور واپس ہوا۔ پھر تین سال بعد جب دوسری طلبی ہوئی تو دیوان محکم چند ایک جری فوج لیکر اس حکم کی تعمیل کے لئے وہاں پہنچا اور ۵۰۰۰۰ روپیہ کی رقم طلب کی۔ راجہ نے بہت کچھ التجا کی کہ اتنا روپیہ اسکی حیثیت سے زیادہ ہے مگر سکھ اپنے اصرار پر قائم رہے اور اسکے سلطانپور والے محل پر قبضہ کرلیا جس کی وجہ سے راجہ کو مجبوراً اپنی حفاظت کے لئے پہاڑوں کی طرف بھاگنا پڑا۔ آخرکار بدنصیب راجہ نے رقم مذکور اکٹھی کی اور سکھوں سے کہا کہ وہ یہ لیکر واپس چلے جائیں۔ تقریباً اسی زمانے میں (۱۸۱۴-۱۵ء) انگریزوں نے گورکھوں کو نیپال کی طرف بھگا دیا اور گورنر جنرل نے راجہ کو جو اس روے ستلج کے دیگر کوہستانی رئیسوں کی طرح گورکھوں کا مخالف رہا تھا علاقہ سانگڑی کی ایک سند عطا کی۔ ۱۸۱۶ء میں اخیر راجہ بکرم سنگھ کا ناجائز لڑکا اجیت سنگھ گدی پر بیٹھا۔ اس جانشینی پر اس کے چچا کشن سنگھ نے جھگڑا کھڑا کیا اور کلو پر حملہ کرنے کے لئے راجہ سنسار چند کی مدد سے کٹوچوں کے علاقہ میں ایک بڑی فوج جمع کی مگر اس نے دو دفعہ شکست کھائی اور بہت سا نقصان اٹھایا بلکہ دوسرے موقع پر اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار ہوگیا اس کی وجہ راجہ منڈی کی دغابازی تھی جو لڑائی کے ایک نازک موقع پر کمینہ پن کر کے

فریق ثانی سے جا ملا تھا۔ کٹوچوں کو ننگا کر کے کوڑے مارے گئے اور پہاڑ کے رستے اپنے گھروں کو واپس بھیج دئے گئے۔ کشن سنگھ اس واقعہ کے تھوڑی مدت بعد اچانک اور پُر اسرار طور پر مر گیا +

۱۸۳۹ء میں سکھوں کی ایک فوج جنرل وینٹورا کے ماتحت ریاست منڈی پر جو کلو کے پاس تھی حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ اس فوج سے ایک خفیف سا مقابلہ ہوا اور راجہ قید کر کے امرتسر بھیج دیا گیا۔ چونکہ سکھ اب پہاڑوں میں دُور تک پہنچ چکے تھے اس لئے انسب یہی معلوم ہوا کہ اور بھی ہاتھ مارنے کا موقع نہ کھوئیں۔ چنانچہ اس بہانہ سے کہ راجہ کلو نے راجہ منڈی کی مدد کرنی چاہی تھی سندھانوالیہ سردار کے ماتحت ایک فوج دریائے بیاس سے اُوپر بھیجی گئی اس فوج کا کسی نے بھی مقابلہ نہیں کیا اور راجہ سردار سندھانوالیہ کے چکنے چُپڑے وعدوں میں آگیا اور اس خیال سے کہ اس کا سلطانپور والا محل مزید لوٹ مار سے بچا رہے قیدی ہونا منظور کر لیا اس پر سکھ اس علاقے میں جس کو اُنھوں نے عملی طور پر اپنے قلمرو میں شامل کر لیا تھا آرام و آسائش سے رہنے لگے۔ سکھوں نے علاقہ سہراج کے پہاڑی قلعوں کے نہایت سُرعت کے ساتھ فتح کرنے کا یہ ذریعہ اختیار کیا کہ قیدی راجہ کو اپنی فوج کے ساتھ ساتھ لئے پھرے اور اسی سے ان لوگوں کو ہتھیار ڈال دینے کا حکم دلاتے گئے جو اس کی طرف سے سکھوں کا مقابلہ کرنے پر تیار تھے۔ راجہ کے ساتھ سکھوں کا برتاؤ ایسا بھی نہ تھا جیسا معمولی لوگوں سے ہوتا ہے اور اسکے محافظوں نے تو یہاں تک زیادتی کی کہ جب کبھی ان کو دیہاتی لوگوں سے جو

اپنے راجہ کی اطاعت ہی نہیں پرستش کرتے تھے رسد اور روپیہ لینا منظور ہوتا تو راجہ کی داڑھی پکڑ کر کھینچتے اور اس کی بے عزتی کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے۔ لیکن یہ وحشیانہ سلوک سکھوں کو سخت سزا دلائے بغیر نہ رہا۔ پہاڑی لوگ خود تو شاید اس سے بھی زیادہ بے عزتی برداشت کر لیتے مگر راجہ کی یہ مصیبت اور بے عزتی دیکھکر انکے غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ چنانچہ کپورو نے جو علاقہ سہراج کا وزیر اور خاندان دیال کی ایک شاخ کا سرکردہ تھا بدنصیب راجہ کی رہائی کے لئے یہ تدبیر کی کہ ادگوں کو ایک قسم کی مذہبی لڑائی کا اشتعال دلادیا اور ملک کے ہر ایک حصہ کے آدمی خفیہ طور پر جمع کر لئے گئے۔ سکھوں کی فوج جس میں غالباً ایک ہزار جوان تھے اپنا کام کرکے سہراج کے بیرونی حصوں سے درہ بسلیو کے راستہ واپس آرہی تھی اسے اس سڑک سے گزرنا تھا جو قلعہ ٹانگ سے تھوڑی دور نیچے کی طرف ایک پک ڈنڈی سی ہے اور ایک گھنے کھڈ کے کنارے کنارے چلی جاتی ہے سہراجی لوگ اسی پک ڈنڈی کے اوپر کی طرف درختوں کے جھنڈوں میں گھات لگائے سکھوں کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ سکھ بے دھڑک یکے بعد دیگرے ایک قطار میں اس راستے سے گزرنے شروع ہوئے۔ جب اس قطار کا وہ حصہ جس کی حفاظت میں راجہ تھا سہراجیوں کے مقابل پہنچا تو انہوں نے یک لخت ہلہ بول دیا اور چند سکھوں کو مار کر راجہ کو چھڑا لیا اور اسے لیکر جلدی سے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ سہراجیوں نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ اوپر سے سکھوں کی ساری قطار پر پتھر لڑھکائے اور گولیاں چلائیں جو سخت گھبرا کر قلعہ ٹانک میں واپس بھاگ آئے۔

یہاں یہ دو دن تک پڑے رہے مگر جب کھانے پینے کا سامان ختم
ہوگیا تو مجبوراً باہر نکلنا پڑا مگر نیچے وادی کی طرف کوچ کر رہے تھے
کہ پہاڑیوں نے پھر ان پر حملہ کیا جسکی وجہ سے یہ بہت کم مسافت طے
کر سکے۔ آخر کار یہ اس امید پر پھر اوپر پہاڑ پر چڑھے کہ ایسی جگہ پہنچ جائینگے
جہاں دشمن کی فوج نہ ہوگی اور اوپر کے دیہات میں کھانے پینے کی چیزیں
مل جائینگی۔ مگر ان کو رستے معلوم نہ تھے اس وجہ سے ایک بالکل اُجاڑ
ناہموار اور نہایت ڈھلوان جگہ پر جا پہنچے جہاں ان کے قدم جم نہ سکتے
تھے اور پینے کا پانی تک میسر نہ آتا تھا جس جس طرف سکھ گئے اسی طرف
ان کے اوپر اوپر سبک رفتار اور چالاک پہاڑی لوگ رہے جنھوں نے
ان میں سے کچھ تو پتھر لڑھکا کر مار دیئے اور باقیوں کو کھڈوں کے اوپر
اوپر بھیڑوں کی طرح بھگائے پھرے۔ اس طرح ایک رات مصیبت میں
کاٹ کر سکھوں کی مُصیبت زدہ باقی ماندہ فوج کو پھر مجبوراً نیچے وادی
کی طرف آنا پڑا۔ جہاں پہاڑیوں نے انہیں یہ ترغیب دی کہ اگر وہ ہتھیار
ڈال دینگے تو ان کی جانیں بچا دی جائینگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ
نیچ قوم کے چار یا پانچ آدمی برہمنوں کا لباس پہن کر سکھوں کے
بے ڈھنگے مورچے پر جو اُنھوں نے وادی میں بنایا تھا آئے اور
گائے کی دُم پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی کہ شرط مذکورہ پر سکھوں کی جانیں
بچادی جائینگی۔ سکھوں کو یقین آگیا مگر اُنھوں نے ہتھیار ڈالے ہی
تھے کہ سہراجی ان پر آن پڑے اور ان کو بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔
اس قتل عام میں صرف ایک یا دو لشکری بچے جو باقاعدہ سپاہی نہ تھے۔
اس فتح کا مژدہ سُن کر جو ۱۸۴۲ء کے موسم بہار میں ہوئی کلو کے

بہت سے لوگ سلطانپور کے گرد پہاڑوں پر جمع ہو گئے اور اُن دو رانیوں کو چھڑانے کی کوشش کی جو شاہی محل میں نظر بند تھیں مگر سکھوں نے انہیں آسانی سے پسپا کر دیا - رہا شدہ راجہ اجیت سنگھ ستلج پار سانگڑی میں چلا گیا جہاں اسے یقین تھا کہ سکھوں کے انتقام سے جو وہ سہراجیوں سے ضرور لینے آوینگے محفوظ رہیگا کیونکہ دریائے ستلج اس وقت سکھوں اور انگریزوں کی سلطنتوں کے درمیان سرحد تھا اور سانگڑی کا علاقہ سرکار انگریزی نے اسے دے رکھا تھا ٭

تھوڑی دیر بعد سکھوں کی ایک فوج سہراج پر چڑھ آئی اور سارا علاقہ ویران پڑا ہوا پایا - یہاں کا ہر ایک شخص بھاگ کر ان جنگلوں کے دشوار گزار مقامات میں چلا گیا تھا جو بلند پہاڑوں پر واقع تھے - اس لئے سکھ چند مواضعات لوٹ کر اور جلا کر واپس چلے آئے اور یہ علاقہ راجہ منڈی کو ۳۲۰۰۰ روپیہ سالانہ خراج پر حوالے کر آئے ٭

البتہ کلو میں سکھوں نے ایک فوج رہنے دی اور مالیہ کے انتظام کے لئے ایک کاردار بھی وہاں مقرر کر دیا - سنہ ۱۸۴۱ع کے موسم خزاں میں وہ دونوں رانیاں جو محل میں نظر بند تھیں ایک سرنگ کے ذریعے جسے اُنہوں نے خفیہ طور پر دیواروں کے نیچے کھُدوا لیا تھا اپنے قید خانے سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگ گئیں اور راجہ کے پاس پہنچنے کے لئے سانگڑی کی طرف جا رہی تھیں کہ انہیں اسکی موت کی خبر ملی جو ستمبر سنہ ۱۸۴۱ع میں سانگڑی میں واقع ہوئی تھی مگر وہ بجائے اس کے کہ وہاں پہنچ کر خاندانی رسم کے مطابق راجہ کی لاش کے ساتھ جلا دی جاتیں سلطانپور کے محل شاہی میں واپس آگئیں اور

مرحوم راجہ کا جانشین مقرر کرنے کے لئے سازشیں کرنی شروع کر دیں ؂

اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ سکھوں کا ارادہ کلو کو چھوڑ دینے اور خاندان میں سے کسی ایسے شخص کو یہاں کا راجہ بنا دینے کا تھا جو یہاں کی سلطنت سنبھال کر بہت سا خراج ادا کیا کرے۔ مہاراجہ شیر سنگھ جس کو رنجیت سنگھ کا جانشین ہوئے تقریباً دو سال ہو گئے تھے ان پہاڑوں میں بہت دفعہ آیا تھا اور یہاں کے روسا سے بہت کچھ نرمی کیا چاہتا تھا۔ جب اجیت سنگھ کا سانگڑی میں انتقال ہوا تو ارسکن صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے کوہستانی نے میاں جاگر سنگھ کے نابالغ بیٹے رنبیر سنگھ کے لئے جانشینی کی سفارش کی جو اپنے چچیرے بھائی اجیت سنگھ کے ہمراہ سانگڑی میں چلا گیا تھا۔ لیکن جاگر سنگھ کا خیال اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اس کے دماغ میں خلل تھا۔ دونوں رانیوں نے (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) جاگر سنگھ کو سلطان پور بلا بھیجا اور سکھ حکام نے جو وہاں تھے اس کا حق تسلیم کر کے اسے خلعت مسند نشینی حاصل کرنے کے لئے لاہور بھیجدیا مگر اثنائے راہ میں یہ منڈی پہنچکر بیمار پڑ گیا اور وہیں مر گیا۔ اس کے بعد جاگر سنگھ کے چچیرے بھائی ٹھاکر سنگھ کو راجہ بنا دیا گیا اور وزیری روپی جاگیر میں دی گئی۔ اسکے بعد اسے بھاری خراج کی ادائگی کی شرط پر کلو کا سارا علاقہ دیا جاتا تھا۔ مگر چونکہ یہ بزدل اور بے وقوف تھا اس وجہ سے اس نے اس بھاری ذمہ واری کے لینے سے انکار کر دیا۔ اور اس لئے صرف سانگڑی کا علاقہ فانزالعقل جاگر سنگھ کے قبضہ میں رہا ؂

تین یا چار سال بعد ۱۸۴۶ء میں سکھوں کی پہلی لڑائی کے

ختم ہونے پر اس رو سے ستلج کا علاقہ یعنی دوابہ جالندھر اور دریائے ستلج اور راوی کا درمیانی پہاڑی علاقہ سرکاری علاقے کے ساتھ شامل کیا گیا۔ اس طور پر کلو مع لاہول اور سپیٹی کانگڑہ کے نئے ضلع کی ایک تحصیل بن گئی۔ ٹھاکر سنگھ کو خطاب راجہ مستقل طور پر عنایت ہوا اور اسے اپنی جاگیر روپی کے حدود کے اندر شاہی اختیارات عمل میں لانے کی اجازت دی گئی۔ جاگر سنگھ سانگڑی والے نے ساری جاگیر کا دعوے کیا مگر اسے جواب مل گیا کہ جتنا اپنے پاس رکھتا ہے اُسی پر قناعت کئے بیٹھا رہے ❖

۱۸۵۲ء میں ٹھاکر سنگھ کی وفات پر یہ سوال پیش ہوا کہ ساری جاگیر ضبط کیوں نہ کر لی جائے۔ کیونکہ اُس کا اکلوتا بیٹا گیان سنگھ رانی کے بطن سے نہ تھا لیکن یہ فیصلہ کیا گیا کہ گیان سنگھ کو راجہ کی بجائے رائے کا خطاب اور صرف آدھی جاگیر بلا پولیٹیکل اختیارات کے دئے جائیں مگر تین سال بعد اُس کے حقوق پر غور کر کے آدھی ضبط شدہ جاگیر بھی بحال کر دی گئی۔ سرکار نے بہر حال اُسے جوڈیشل اور ایگزیکٹو اختیارات نہ دئے اور اس کی ساری جاگیر میں جنگلوں سے لکڑی کاٹنے کا حق بھی سرکار ہی کے پاس رہا ❖

رائے گیان سنگھ ۱۸۷۰ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا رائے دلیپ سنگھ جانشین ہوا جو اپنے باپ کی وفات پر نابالغ تھا اور جاگیر جو اُس وقت قرضے کے بوجھ سے دبی ہوئی تھی ۱۸۸۳ء تک کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں رہی اس سال یہ جاگیر قرضہ سے پاک اور بہت اچھی حالت میں دلیپ سنگھ کے حوالے کی گئی۔ اِس

جاگیر کا جس میں علاقہ کلو کے مواضعاتِ کوٹ کانڈی۔ چونگ۔ ہرکنڈی
کناور۔ بھلان اور سینسار شامل ہیں ۷۷-۱۸۷۶ء میں بندوبست سے
۱۰۰۰۰ روپیہ کا مالیہ تشخیص ہوا اور جاگیردار کے وہ حقوق مقرر کئے
گئے جو اعلےٰ مالک کے ہوتے ہیں۔ وہ بیش قیمت لکڑی کے جنگل جو
اس کی جاگیر کے اندر ہیں سرکار کی خاص ملکیت سمجھے جاتے ہیں۔
اس جاگیر میں بہت سے چھوٹے چھوٹے معافی دار جاگیردار کے
ماتحت ہیں جس کے نزدیک ان کی آمدنی کا تخمینہ ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ
ہے۔ رائے دلیپ سنگھ کانگڑہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور کلو لوکل بورڈ کا ممبر تھا
اور اس کی شادی نادون اور منڈی کے راجاؤں کے گھرانوں میں
ہوئی تھی۔ ۱۸۹۲ء میں اس کا انتقال ہوا اور دس سال کی عمر کا ایک
لڑکا میگھ سنگھ نامی چھوڑا جس نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی ہے دلیپ سنگھ
کی وفات سے لیکر رائے میگھ کے بلوغ یعنی ۱۹۰۲ء تک جاگیر کورٹ آف
وارڈز کے انتظام میں رہی۔ رائے میگھ سنگھ ضلع کانگڑہ کا ساتواں پراونشل
درباری ہے اور اسے مجسٹریٹ اور منصف درجۂ دوم کے اختیارات
حاصل ہیں۔ کورٹ آف وارڈز نے جاگیر کا قرضہ بالکل صاف کر دیا
اور ۲۰۰۰۰ روپیہ نقد بقایا چھوڑا۔ رائے میگھ سنگھ نے ریاست نالاگڑھ
کے کنور بھگوان چند کی لڑکی سے شادی کی ہے*

# راجہ عظیم اللہ خان مرحوم رئیس رہلو

راجہ عظیم اللہ خاں کشمیر کے راجگان راجوڑی کے خاندان کا سرکردہ تھا جو اُس ملک میں ۱۸۴۶ء تک حکمران رہا۔ اخیر با اختیار رئیس رحیم اللہ خاں تھا جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی جان لینے کے اقدام کے شبہ میں قید ہو کر گوبند گڑھ بھیجا گیا تھا اور جس کا ملک سکھوں نے لے لیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے رہائی دے دی گئی مگر اُس کا ملک گلاب سنگھ کے ہی پاس رہا اور اُس علاقہ کا ایک حصہ بنا جو مارچ ۱۸۴۶ء کے عہدنامہ کی رو سے اُسی کو مستقل طور پر دے دیا گیا۔ رحیم اللہ خاں کے بیٹے فقیر اللہ خاں نے اُس لڑائی میں بڑی سنعدی سے حصہ لیا جو نواب امام الدین خاں ناظم کشمیر سے کی گئی تھی اس لڑائی کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ ناظم مذکور نے مہاراجہ کے کشمیر کا قبضہ لینے پر مخالفت کی تھی مگر فقیر اللہ خاں کی کوششیں رائگاں گئیں اور اُسے رہلو علاقہ کانگڑہ میں جلاوطن کر دیا گیا جہاں اُس کی اولاد نیم اجنبیوں کی سی حالت میں رہتی ہے کیونکہ وہاں کے دیسی راجپوت رئیس کبھی اُن کے ساتھ دلی محبت سے پیش نہیں آتے ؀

یہ خاندان دراصل ہندو تھا اور اُس راجہ جیر راؤ کی اولاد سے ہونے کا دعوے رکھتا ہے جو مہابھارت کے پانڈوں کی نسل کے جیرل راجپوتوں میں سے تھا۔ عرصہ ہوا کہ انہوں نے کلانور سے نقل مکان کیا اور بہت مدت تک ادھر اُدھر پھر پھرا کر اور بھلے برے



مرزا اکرام اللہ خاں رئیس رہلو و وزیرآباد

Mirza Ikram-Ullah Khan of Rehlu and Wazirabad

دن دیکھکر راجوڑی میں آباد ہو گئے یہی آہستہ آہستہ سلطنت بنالی جہاں سے انجام کار سکھوں نے انہیں نکال دیا۔ اُنہوں نے غالباً مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی زمانہ میں اپنا مذہب بدل دیا اور معلوم ہوتا ہے کہ بے حجت و تکرار مغلوں کا جاگیر دار بننا منظور کر لیا بلکہ اُن کو ملک کے فتح کرنے اور اُن پر قابض رہنے میں امداد دی۔ راجہ مست خاں نے .... ۵ روپیہ مالیہ کی اراضیات شہنشاہ اکبر سے اُن خدمات کے صلہ میں حاصل کیں جو اس نے کشمیر کے فتح کرنے کے ضمن میں کی تھیں اور چند سال بعد راجہ تاج خاں نے اپنی لڑکی راج بائی کی شادی شہنشاہ اورنگ زیب کے ساتھ کر دی جو تفریحاً سیاحت کشمیر کے لئے جاتے ہوئے راجوڑی میں برائے چندے فروکش ہوئے تھے۔ اس راج بائی کے بطن سے بہادر شاہ پیدا ہوا جو دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ کہتے ہیں کہ لفظ مرزا جسے اس خاندان کے چھوٹے رکن اپنے نام کے پہلے استعمال کرتے ہیں اسی شاہی خاندان کے رشتہ کی وجہ سے قائم ہے۔

تاج خاں کے پوتے عنایت اللہ خاں کو پنجہزاری یا عامل بنا کر سرحد مغربی پر غور بند کا حاکم مقرر کیا گیا اور پونچھ بھنبر اور کئی اور قطعات اُسے دئے گئے۔ اس نے راجوڑی میں خوبصورت باغ لگوائے عنایت پور میں ایک محل اور سرائے تعمیر کی اور نوشہرہ و مناور میں قلعے ڈالے۔ اس کے پوتے رفیع اللہ خاں کا راجہ دھرب دیو والئ جموں سے سرحدی معاملات پر کچھ جھگڑا ہو گیا حتےٰ کہ لڑائی کی نوبت پہنچ گئی جس میں رفیع اللہ خاں نے راجہ کو

شکست دیکر دار الخلافہ تک بھگا دیا۔ اس فتح کی یادگار میں اس نے جموّں کے منڈی محل میں سے کچھ اینٹیں اکھاڑ کر اپنے مکان واقع راجوڑی میں لگائیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے پھر انہیں اکھڑوا کر اپنی اصلی جگہ پر لگوا دیا۔ رفیع اللہ کے بعد سلطنت راجوڑی میں زوال آنا شروع ہوگیا کیونکہ اس کا جانشین عصمت اللہ دہلی میں ناز و نعمت میں پل کر کمزور طبیعت ہوگیا تھا۔ اور اس زمانے کے امرا کی طرح اس قابل نہ رہا تھا کہ کسی پر سختی کرسکے یا خود کسی کی سختی برداشت کرسکے۔ اٹھارھویں صدی کے شروع میں راجگان راجوڑی کی حالت ہر ایک حیثیت سے گرگئی تھی۔ مناور کا علاقہ مہاراجہ جموّں نے لے لیا بھنبر اور کڑیال کی رعایا نے مالیہ ادا کرنے سے صاف انکار کردیا اور راجوڑی سے دُور کے علاقے ایسے رؤسا کے تابع ہوگئے جو انہیں راجوڑی والوں سے زیادہ امن میں رکھنے کے قابل تھے۔ راجہ کرم اللہ خاں ایک ہوشیار اور اولو العزم آدمی تھا اور شاید خاندان کی ثروت پھر قائم کرلیتا مگر سردار عبداللہ خاں نے جسے امیر تیمور* کشمیر کا عامل مقرر کرگیا تھا اور جو راجہ کرم اللہ سے اس واسطے ناراض ہوگیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرنے سے انکار کردیا تھا اسے شکستوں پر شکستیں دیکر سر نہ اٹھانے دیا۔ کرم اللہ کے بعد اس کے بیٹے اگر خاں کا زمانہ آیا جس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بدقسمتی سے مقابلہ کیا جو سنہ ۱۸۱۳ء میں راجوڑی پر قبضہ کرنے کے لئے چڑھ آیا تھا مگر تاب نہ لاکر بھاگ نکلا اور گرفتار ہوکر قید ہی میں مرگیا۔

*۔ یہ غالباً غلطی ہے احمد شاہ ہونا چاہیئے ۔ (مترجم)

راجہ کرم اللہ خاں کے دوسرے بیٹے رحیم اللہ خاں کو ۱۲۰۰۰ روپے کی جاگیر ملی اس نے مہاراجہ سے رابطۂ اتحاد قائم رکھا اور راجہ کی طرف سے کئی مہموں پر بھیجا گیا ان میں سے ایک کشمیر کی مہم بھی تھی جس میں راجہ کامیاب ہوا اور جس کے صلہ میں مہاراجہ سے ۰۰۰۰ روپے کی جاگیر ملی۔ یہ جاگیر ۱۸۴۱ء تک یعنی اس کی جلاوطنی کے پہلے تک اسی کے قبضے میں رہی +

رحیم اللہ نے افغانوں کی پہلی لڑائی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے اپنے بیٹے یحییٰ خاں کو تقریباً ایک ہزار جوانوں کی فوج کے ساتھ پشاور اور علی مسجد کی درمیانی سڑک کو کھلا رکھنے کے لئے بھیج کر سرکار انگریزی کی خدمت کی۔ مگر سکھوں کی لڑائیوں میں وہ سرکار انگریزی کے برخلاف رہا اور فیروزپور اور فیروزشاہ کی لڑائیوں میں دشمنوں کے ساتھ ہو کر لڑا۔ رہلہ میں آباد ہونے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد اسکا انتقال ہو گیا اور اُس کا پوتہ حمید اللہ خاں جانشین ہوا۔ رحیم اللہ خاں کے تیسرے لڑکے فقیر اللہ خاں نے وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں بود و باش اختیار کر لی اور ۱۸۸۹ء میں وہیں فوت ہوا۔ اس کے جانشینوں کا ذکر آگے آئیگا +

یحییٰ خاں کا بیٹا ظفر اللہ خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور ضلع گوجرانوالہ کا ڈویژنل درباری ہے +

الحاق کے زمانہ سے لیکر آج تک یہ خاندان ہمیشہ عملی طور پر سرکار انگریزی سے وفاداری کرتا رہا ہے۔ ایّام غدر میں رحیم اللہ خاں کے پوتے حمید اللہ خاں نے کچھ فوج جمع کر کے دی جسے راجوری والوں

کے ہی ماتحت ہوشیار پور - کلو - کانگڑہ اور دھرم سالہ میں تعینات کیا گیا اس فوج نے نہایت عمدہ خدمات انجام دیں اور حمید اللہ خاں کا ایک رشتہ دار دھرم سالہ کے تمام لائق اعتبار مقامات کا ذمہ وار رہا - اس کا چچا نواب خاں ملتان میں سرکار کی طرف سے لڑا اور بعد ازاں کچھ آدمیوں کے ساتھ جنرل ٹیلر صاحب بہادر کے ہمراہ نور پور پہنچا جہاں افسر مذکور دیسیوں کی چوتھی پلٹن کے ایک دستہ سے ہتیار لے لینے کے واسطے گیا تھا - ان خدمات کے صلہ میں حمید اللہ خاں کو تو ۱۰۰۰ روپیہ کا ایک خلعت اور راجہ بہادر کا خطاب عطا ہوا اور نواب خاں کو ۵۰۰ روپیہ کا خلعت مرحمت ہوا +

۱۶۰۰۰ روپیہ کی پنشن جو خاندان میں ملا کرتی تھی بعد میں تحصیل کانگڑہ کے آٹھ مواضعات کی جاگیر کے ساتھ بدل دی گئی - پنشن مذکور خاندان میں بہ تفصیل ذیل تقسیم ہوا کرتی تھی :-

| | |
|---|---|
| حمید اللہ خاں | ۵۰۰۰ روپیہ |
| فقیر اللہ خاں | ۳۳۰۰ " |
| یحییٰ خاں | ۲۸۰۰ " |
| نواب خاں | ۲۵۰۰ " |
| سیف اللہ خاں | ۲۴۰۰ " |

اسی تناسب سے اصلی حصہ دار یا ان کے ورثاء جاگیر کا حصہ لیتے ہیں - خاندان کا بزرگ ساری آمدنی وصول کر کے سب کو تقسیم کر دیتا ہے - جانشینی شرع محمدی کے اُس قانون وراثت کے مطابق ہوتی ہے جس میں پنجاب کے فاتح جاگیرداروں کے لئے

خاص قواعد منضبط کئے گئے ہیں ٭

حبیب اللہ خاں نے گورنمنٹ کی ملازمت کرلی اور ۱۸۵۹ء میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کی حالت میں فوت ہوا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا نعمت اللہ خاں جانشین ہوا جسے ذاتی اعزاز کے طور پر راجہ کا خطاب دیا گیا اور آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ نعمت اللہ خاں ڈویژنل درباری اور اس کا چھوٹا بھائی کرامت اللہ خاں تحصیلدار تھا۔ اُس قرضے کی ادائیگی کے لئے جو اس کا باپ چھوڑ مرا تھا نعمت اللہ خاں کو ۲۹۰۰۰ روپیہ کا سرکاری قرضہ دیا گیا جو اس نے بعد ازاں بیباق کردیا۔ ۱۹۰۴ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا راجہ عظیم اللہ خاں جو اس کا جانشین ہوا تھا مع اپنے بہت سے رشتہ داروں کے ۱۹۰۵ء کے زلزلہ میں رہلو کے پرانے قلعہ میں دب کر تلف ہوگیا۔ خاندان کی درباری کرسی ابھی تک کسی کو نہیں ملی ٭

مرزا فقیر اللہ خاں ایک علیحدہ شاخ کا بزرگ ہونے کی حیثیت سے مستحق ہے کہ اس کا مزید ذکر کیا جاوے۔ یہ وزیر آباد میں آنریری مجسٹریٹ اور ضلع گوجرانوالہ کا پراونشل درباری تھا اور عہدہ مجسٹریٹی کی خدمات کے صلہ میں ۱۸۷۷ء میں اسے خطاب خان بہادر عطا کیا گیا تھا۔ ۱۸۸۹ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کا خلف اکبر عطاء اللہ خاں بے قاعدہ رسالہ میں رسالدار مقرر ہوا۔ ایام غدر میں اپنی قوم کے ۲۵ آدمی ہمراہ لیکر وہ دہلی میں ہڈسن صاحب کے رسالے کے ساتھ شامل ہوگیا اور عمدہ خدمات بجالایا۔ ابی سینیا اور افغانوں کی دوسری لڑائی میں بھی اس نے حصہ لیکر آرڈر آف میرٹ اور برٹش انڈیا حاصل کئے۔

اس کی خدمات کے خاص صلہ میں رکھانوالہ تحصیل قصور ضلع لاہور میں ۱۶۰۰ ایکڑ زمین اسے اور اس کے وارثوں کو علے الدوام عطا ہوئی بعد ازاں ترقی دیکر اسے اپنے ہی رسالہ یعنی دسویں بنگال لینسرز میں آنریری لفٹنٹ کرنل بنا دیا گیا اور پھر ۱۳۰۰ روپیہ سالانہ تنخواہ پر سفارت کابل کے عہدۂ جلیلہ پر مقرر فرما دیا گیا۔ یہاں کی خدمات کے صلہ میں اس کو راجہ کا ذاتی خطاب ملا ۱۹۰۲ء؁ میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی پراونشل درباروں کی کرسی اس کے بیٹے اکرام اللہ خاں کو مل گئی۔ یہ اب گوجرانوالہ میں آنریری مجسٹریٹ ہے ؏

عطاء اللہ خاں کا چھوٹا بھائی عبداللہ خاںؒ جو اسکے ساتھ ہی ملازم ہوا اسی رسالے میں (نمبر۱ بنگال لینسرز) رسالدار میجر تھا اور اس کا بیٹا خلیل اللہ خاں بنگال لینسرز نمبر۹ میں جمعدار ہے اور اس کا کنیرک زادہ اسی رسالے میں رسالدار تھا۔ مرزا فقیر اللہ کی ملکیت میں ۳۴۲ ایکڑ اراضی تو مواضعات منزانوالی اور نکا پل تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں اور قریباً ۱۰۰ ایکڑ موضع رڈالہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں تھی۔ خاندان کی اس شاخ کی موجودہ جاگیر قریباً ۷۰۰۰ روپیہ مالیہ کی ہے اور اس طرح تقسیم کی جاتی ہے:—

| | |
|---|---|
| مرزا اکرام اللہ خاں کو | ۲۹۹۷ روپیہ |
| مرزا ظفر اللہ خاں کو | ۳۵۰۷ " |

ؒ اصل کتاب میں غلطی ہے۔ مترجم

| | |
|---|---|
| نواب خاں کے پوتوں مرزا عظمت اللہ خاں اور مرزا امین اللہ خاں کو | ۱۵۸ روپیہ |
| نواب خاں کے بیٹے مرزا فیروز الدین خاں کو | ۱۳۷۸ " |
| سیف اللہ خاں کے بیٹے مرزا نصیر اللہ خاں کو | ۱۲۷۳ " |
| سیف اللہ خاں کے بیٹے مرزا امانت اللہ خاں کو | ۹۰۹ " |
| سیف اللہ خاں کے بیٹے مرزا عنایت اللہ خاں کو | ۸۲۴ " |
| میزان | ۱۱۷۴۴ " |

اس کا ابھی آخری فیصلہ نہیں ہوا کہ کرامت اللہ خاں کے بیٹے مرزا احسان اللہ خاں اور مرزا ولی اللہ خاں کو کیا دیا جایا کرے +

خاندان کے مفصلۂ ذیل اصحاب گورنمنٹ کے محکمۂ سول میں ملازم ہیں :- نواب خاں کے پوتے مرزا ظفر اللہ خاں اور مرزا امین اللہ خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ مرزا اسد اللہ خاں تحصیلدار تھا اور اس نے قریباً چالیس سال ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۰۹ء میں پنشن لے لی۔ مرزا عنایت اللہ خاں اور مرزا فتح اللہ خاں نائب تحصیلدار ہیں۔ مرزا ولی اللہ خاں پولیس انسپکٹر ہے اور حفیظ اللہ خاں صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع کانگڑہ کے دفتر میں ہے۔ متذکرہ بالا اصحاب میں سے اسد اللہ خاں۔ فتح اللہ خاں اور حفیظ اللہ خاں راجہ اگر خاں کی اولاد میں سے ہیں +

---

لہ یہ بھی غلط ہے۔ مترجم +

# راجہ عطر سنگھ بھدوال رئیس تلوک پور

## راجہ اوتار سنگھ

- ۱ راجہ امید سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء)
  - ۱ راجہ برج راے سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)
    - کشن سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)
      - ۱ ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)
      - ۲ موتی سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)
  - ۲ بھوپال سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء)
    - ۱ راجہ عطر سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء)
      - کرپال سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)
    - ۲ سردول سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)
      - میاں سنت سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء)
  - ۳ کیسری سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء)
    - ۳ کنول سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)
  - ۴ سندر سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء)
    - ۱ جسونت سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء)
      - لدھر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
    - ۲ مہتاب سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء)
  - ۵ فتح سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)
    - شیو سرن سنگھ (ولادت ۱۸۷۳ء)
      - ہری سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)
- ۲ میاں نرائن سنگھ

راجہ عطر سنگھ بھدو علاقہ کشمیر کے معزول شدہ راجگان کی اولاد میں سے ہے۔ اور ضلع کانگڑہ کا بارھواں پراونشل درباری ہے جب ریاست کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دی گئی تو اس موقع پر اسکے چچا برج راے سنگھ نے اپنی سکونت کے لئے سرکاری علاقہ انتخاب کیا اور اُن اراضیات کے عوض جو علاقہ کشمیر میں ان کی ملکیت تھیں اور مہاراجہ نے ان کو بوجوہات خاص اپنی ریاست میں ملالیا تھا سرکار انگریزی سے علے الدوام نقد پنشنیں لیں ٭

خاندانِ بھدوال کے لئے ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن قرار پائی۔ اس میں سے ۵۰۰ روپے اوتار سنگھ کے چھوٹے بھائی بیر سنگھ



راجہ عطر سنگھ بدھووالیہ رئیس تلوک پور

Raja Atar Singh Badhowalia of Tilokpur

کے نام مقرر ہوئے یہ پہلا پنشن خوار تھا کیونکہ بیر سنگھ نے کشمیر میں ہی رہنا پسند کیا تھا۔ بقایا اوتار سنگھ کی اولاد کو ملتا ہے جن کا بزرگ آجکل عطر سنگھ ہے۔ کچھ سال ہوئے کہ بھائیوں میں پنشن کے حصّوں کے متعلق جھگڑا ہوا تھا جس پر تقسیم کا سرکاری فیصلہ ہو گیا۔ موجودہ راجہ عطر سنگھ پنشن وصول کر لیتا ہے اور اپنے چچیرے بھائیوں اور خاندان کی بیوگان میں تقسیم کر دیتا ہے ۰

# راجہ بلبیر سنگھ مانکوٹیہ

## راجہ اپورب سنگھ

(وفات ۱۸۴۹ء)

۱ - راجہ الکھدیو سنگھ (وفات ۱۸۶۷ء)
- ۱ - راجہ ہمادیس سنگھ (وفات سنہ [illegible])
  - ۱ - درگا سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
- ۲ - راجہ بلبیر سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء)
  - ۱ - نورنگ سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)
- ۳ - شیودیو سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء)
  - ۱ - راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)
  - ۲ - گوپال سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۲ - اُپندر سنگھ (وفات ۱۸۹۹ء)
- ۱ - شیو سنگھ (وفات ۱۸۶۷ء)
- ۲ - دیوی سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)
  - ۳ - دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
  - ۴ - امر سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

راجہ بلبیر سنگھ مانکوٹیہ ضلع کانگڑہ کا پراونشل درباری اُس راجہ یا راجہ اپورب سنگھ رئیس مانکوٹ کا پوتا ہے جس نے کشمیر اُس وقت چھوڑا جب یہ علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیدیا گیا اور اسے ۱۵۰۰ روپیہ کی علی الدوام پنشن اُس اراضی کے عوض دی گئی جو سرکاری علاقہ میں شامل کی گئی - یہ خاندان راجہ کٹلہر کی جاگیر میں آباد ہوگیا جس کے ساتھ اندوواج کی وجہ سے انکی رشتہ داری ہے بلبیر سنگھ بنگال کے تیرھویں رسالہ میں رسالدار تھا اور اب ۳۶۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتا ہے اس کا چھوٹا بھائی میاں شیودیو سنگھ رسالدار ہے اور ۲۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے *



میاں امر سنگھ کشتواریہ رئیس تلوک پور

Mian Amar Singh Kishtwaria of Tilokpur

# میاں امر سنگھ کشتواریہ رئیس تلوک پور

راجہ تیغ سنگھ

| دلاور سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) | زور آور سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۳ء) | جیمل سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۱ء) |
|---|---|---|

دلاور سنگھ کے بیٹے:

| میاں امر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء) | سردار سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۱ء) |
|---|---|

میاں امر سنگھ میاں دلاور سنگھ کا بیٹا اور اُس راجہ تیغ سنگھ رئیس کشتوار علاقہ کشمیر کا پوتا ہے جس نے ریاست کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دئے جانے کے موقع پر ترک وطن کرنا منظور کر لیا تھا۔ اور جلا وطن راجپوتوں کی طرح اس خاندان کے گزارے کے لئے بھی پنشن کی مقدار معین ہو گئی - یہ پنشنیں سرکار انگریزی اُن اراضیات کے مالیہ سے ادا کرتی ہے جو جموں دربار نے اُسے دی تھیں ❖

راجہ تیغ سنگھ کے تین بیٹوں کو ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن بہ تفصیل ذیل دی گئی تھی :-

| | |
|---|---|
| جیمل سنگھ کو | ۱۳۸۰ روپیہ |
| زور آور سنگھ کو | ۱۳۸۰ " |
| دلاور سنگھ کو | ۲۴۰ " |

سنہ ۱۸۶۵ء میں یہ ساری پنشن دونوں بڑے بھائیوں کی وفات کے بعد دلاور سنگھ کو مل گئی وہ تلوک پور میں رہا کرتا تھا جو کوٹلہ

تحصیل نور پور کے قریب ہے۔ یہ خاندان گو ہندو نژاد ہے اور ابھی تک لفظ "سنگھ" ان کے ناموں کے پیچھے آتا ہے مگر گزشتہ سات پشتوں سے انہوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا ہے۔

میاں امر سنگھ کو ۷۵۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی ہے۔ مسماۃ لال دیوی بیوہ سردار سنگھ ۷۵۰ روپیہ اور مسماۃ حسین بی بی ہمشیرہ امر سنگھ ۱۵۰۰ روپیہ پنشن پاتی ہیں +

# رائے صاحب بڑاڑو پال رئیس بیڑ

راجہ پرتھی پال (وفات سنہ ۱۷۳۵ء)

راجہ رگھوناتھ پال (وفات سنہ ۱۷۴۹ء)

۱ راجہ دلیپ پال — ۲ میاں بھیم پال

راجہ دلیپ پال ← راجہ مان پال ← راجہ اچل پال

راجہ اچل پال ← ۱ رام پال (وفات سنہ ۱۸۴۳ء) — ۲ میاں بہادر پال (وفات سنہ ۱۸۵۵ء) — ۳ جیت پال (متوفی)

میاں بھیم پال ← دھنوں ← ۱ مرلی — ۲ گھرڑو

مرلی ← منھرو پال (وفات سنہ ۱۸۵۶ء)

گھرڑو ← چیتا (وفات سنہ ۱۸۶۹ء)

منھرو پال ← ۱ رائے صاحب بڑاڑو پال (ولادت سنہ ۱۸۵۵ء) — ۲ لڈر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۰ء) — ۳ گھڑک سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۴ء)

۱ برجا (ولادت سنہ ۱۸۶۰ء) — ۲ بھاگ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۳ء) — ۳ گلاب سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۵ء) — ۴ لہنوں (ولادت سنہ ۱۸۶۹ء) — ۵ ارجن (ولادت سنہ ۱۸۷۱ء) — ۶ کنھیا (ولادت سنہ ۱۸۷۴ء)

نندلال پال (وفات سنہ ۱۹۰۱ء) — بالی پال (وفات سنہ ۱۹۰۱ء) — رسیلا (ولادت سنہ ۱۸۸۷ء) — پرتھی پال (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — سیام پال (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء) — کسنوں (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء) — سوہنوں (ولادت سنہ ۱۸۸۲ء) — لچھمن (ولادت سنہ ۱۸۹۱ء) — کنھیا (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء)

۱ ہری سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء) — ۲ اچھر سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۰ء) — ۳ تیلا سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۲ء) — ۴ جمال سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۴ء)

---

رائے صاحب بڑاڑو پال کونوال یا ذیلدار بیڑ راجگانِ بھنگاہل کی اولاد سے ہے جنہوں نے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے آغاز تک تاعہد راجہ پرتھی پال اپنے حقوق قائم رکھے - راجہ

پرتھی پال اپنے خسر راجہ سدھ سین کا شکار ہوا جس نے ۱۷۲۰ء میں اسے منڈی میں راجہ سکیت کے خلاف مدد لینے کے بہانے مدعو کیا پہلے تو اس کا خیر مقدم ہوا مگر منڈی پہنچنے کے ایک مہینے کے اندر ہی اسے دھوکا دیکر قلعہ دمدمہ میں لے گئے اور وہاں قتل کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا جسم تو رسوم کے مطابق جلا دیا گیا مگر اس کا سر ایک تالاب میں دفن کر دیا جو راجہ منڈی کے محل کے سامنے تھا۔ اس موقع پر ایک مقبرہ بنایا گیا اور کئی سال تک اس پر چراغ جلایا جاتا رہا۔ پرتھی پال کے خون کرنے سے سدھ سین کا منشا یہ تھا کہ اس کے علاقہ پر قبضہ کر لے مگر اس میں اسے جزوی کامیابی ہوئی۔ جانگا پور کے قلعے اور رکا تھانہ اور پرگنہ نیر مع اٹھارہ مواضعات علاقہ چوہار (جو تمام اس وقت تک سلطنت بھنگاہل میں شامل تھے) ریاست منڈی میں ملائے گئے۔ آخر کار سدھ سین نے کرن پور پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جو بھنگاہل کا ہی علاقہ تھا مگر راجہ رگھوناتھ پال نے جو اپنے باپ پرتھی پال کا جانشین ہوا تھا اسے شکست دیدی سدھ سین پھر گوتھا رلی گڑھ تک جو کہ اس وقت بھنگاہل کے علاقہ میں تھا بڑھتا چلا گیا مگر رگھوناتھ پال نے راجہ ٹھیڈی سنگھ رئیس کلو کی امداد سے نہ صرف اسے آگے بڑھنے سے روک دیا بلکہ بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔

مغل شہنشاہان راجگان بھنگاہل کی وفاداری اور نمک حلالی کی ہمیشہ قدر کرتے رہے اور جب راجہ منڈی کے بھنگاہل پر متواتر حملوں کی خبر شہنشاہ دہلی تک پہنچی تو اس نے ادینہ بیگ عامل جالندھر

کو اُس کے نکالنے پر تعینات کیا مگر خان مذکور اُس طرف جاتا ہوا ۱۷۴۲ء میں دینانگر میں مرگیا۔ اس کا نتیجہ بدقسمتی سے رگھوناتھ پال کے حق میں جو عامل مذکور کے ملنے کے لئے گیا ہوا تھا اچھا نہ ہوا کیونکہ شمشیر سنگھ نے کہ اُس وقت راجہ منڈی تھا اُس کی عدم موجودگی کا یہ فائدہ اُٹھایا کہ علاقہ کرن پور پر جس پر مدت سے اُس کا دانت تھا قبضہ کرلیا ۔

۱۷۴۹ء میں راگھوناتھ پال کا انتقال ہوا اور اس کا لڑکا دلیپ پال جانشین ہوا اس کا عہد حکومت اس لئے مشہور ہے کہ راجگان منڈی۔ کلو۔ کالور۔ نالاگڑھ۔ گولیر اور جسوال نے متفق ہوکر بھنگاہل پر حملہ کیا اور سب ناکامیاب رہے۔ ان راجگان کی متفقہ فوجیں ٹکا چنگار پر خیمہ زن ہوئیں اور راجہ اور اُس کے بھائی میاں بھیم پال کو گرفتار کرلینے کی کوشش کی مگر بڑا نقصان اُٹھاکر پسپا ہوئیں۔ راجہ نے اس فتح کی یادگار میں مقتول دشمنوں کے سروں سے کئی برج بنوائے۔ ان برجوں میں سے ایک برج تو بیڑ کے صنوبر کے جنگل میں اور دوسرا دریائے بن کے کنارے پر بھنگاہل کے حدود کے اندر ابھی تک قائم ہیں ۔

راجہ کلو نے ۱۷۴۹ء میں دلیپ پال کی وفات کے کچھ عرصہ پہلے تعلقہ بیڑ اپنے علاقہ میں شامل کرلیا تھا اس لئے اسکے جانشین مان پال کے ہاتھ صرف تعلقات لانوڈ اور چھپرولاہی رہ گئے۔ مان پال اپنی مملکت کے واپس لینے کی کوشش کرنی چاہتا تھا اور مغل شہنشاہ سے امداد کے لئے دہلی جارہا تھا کہ رستہ ہی میں مرگیا۔ راجگان نالاگڑہ اور گولیر نے اس کی عدم موجودگی میں اسکے دو تعلقات اور

دبا لیئے۔ راجہ کانگڑہ نے تولانوڈ اور پیرولا ہضم کیئے اور باقی ماندہ جائداد پر گولیر نے ہاتھ صاف کیا۔ مان پال کی بیوہ اور نابالغ لڑکے اُچل پال نے رہلو میں راجہ رائے سنگھ والیٔ ریاست چمبہ کے ہاں پناہ لی جس نے بیوہ مذکور کو اپنے پاس رکھا اور تھوڑی سی جاگیر بھی دی۔ ۱۸۵۸ء میں جب راجہ سنسار چند والیٔ کانگڑہ نے مان پال کی ایک لڑکی سے شادی کی تو اُچل پال کو تھوڑی سی فوج دی تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنی اراضیات راجہ منڈی سے واپس لے لے۔ مگر راجہ منڈی نے اس موقع پر دھوکے سے کام لیا یعنی اُدھر تو سنسار چند کے بڑے بڑے سرداروں کو رشوت دیکر اپنی طرف کرلیا اور ادھر راجہ رائے سنگھ والیٔ چنبہ کو علاقہ کٹوچ پر فوج کشی کرنے کے لئے اُبھارا۔ جب سنسار چند نے دیکھا کہ رائے سنگھ کانگڑے کے قریب پہنچ گیا ہے تو اس کو جتنی ہوسکی فوج فراہم کرنے کی ضرورت پڑی۔ اُس میں وہ تھوڑی سی فوج بھی تھی جو اچل پال کو دی گئی تھی چنانچہ مقام نیرتی پر لڑائی ہوئی جس میں راجہ رائے سنگھ شکست کھاکر مارا گیا۔ اس لڑائی کے بعد راجگان منڈی اور کلو نے راجہ سنسار چند کو پانچ لاکھ روپیہ اداکرکے علاقہ بھنگاہل پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اُچل پال تین لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا۔ لڑکی راجہ سنسار چند کی حفاظت میں رہی اور بعد میں راجہ سیبہ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ رام پال فرزند اکبر ۱۸۴۳ء میں لاولد فوت ہوگیا دوسرا لڑکا بہادر پال اپنی خاندانی جاگیر کی بازیافت کے لئے بہت کوششیں کرتا رہا مگر راجہ منڈی ہمیشہ اس کی مخالفت پر اڑا رہا۔ موجودہ

بزرگ خاندان رائے بڑاڑو پال کے والد ماجد منتھرو پال نے سرکار انگریزی سے ۵۰ روپیہ سالانہ کی پنشن اپنے چچیرے بھائی میاں بہادر پال کے لئے حاصل کی جو تا وفات ۱۸۵۴ء تک اسے ملتی رہی۔ ۱۸۹۵ء میں بڑاڑو پال کو رائے صاحب کا خطاب عطا ہوا یہ ڈویژنل درباری۔ اپنے علاقہ کا نمبردار۔ کوتوال اور لوکل و ڈسٹرکٹ بورڈوں کا ممبر ہے۔ علاقہ جات بیڑ بھنگاہل اور بیڑ میں اس خاندان کی ملکیت اسی ایکڑ اراضی ہے جس کی آمدنی ۲۲۰۰ روپیہ سالانہ ہے ٭

# رائے صاحب چودھری مالا سنگھ رئیس اندورہ

گورنج
(وفات ۱۸۵۱ء)

۱ سک چند (وفات [illegible]) — ۲ ارجن (وفات ۱۸۶۳ء)

۱ سندر سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء) — ۲ بھاگ سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — ۳ پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۸۹ء) — ۱ پنجاب سنگھ (ولادت ۱۸۴۲ء) — ۲ بچتر سنگھ (وفات [illegible]) — ۳ سودھن سنگھ (ولادت ۱۸۵۰ء) — ۴ بہادر سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)

۱ رائے صاحب چودھری مالا سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۱ لال سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء) — ۲ رتن سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۱ ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء) — ۲ گہر سنگھ (ولادت ۱۸۵۴ء) — ۳ سنا سنگھ (وفات ۱۸۹۹ء) — ۴ ملوک سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)

فقیر چند (ولادت [illegible]) — شنتا سنگھ (وفات ۱۸۹۰ء) — ۲ اودے سنگھ (وفات ۱۸۹۳ء) — ۳ امر سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — کرپال سنگھ (ولادت [illegible]) — ۲ شنکر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — ۳ گمبھیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)

رام سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء) — منشی سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — بلدیو سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء) — ۲ کشن سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء) — ۳ منگل سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — بال سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — ہری سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — تربیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)

رگھوناتھ سنگھ (ولادت [illegible]) — ۱ دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ دھیان سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۴ اننت سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — ۱ رنبیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۲ کرم سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — جے چند (ولادت ۱۸۹۶ء) — سنسار سنگھ (ولادت [illegible])

[illegible] سنگھ (ولادت [illegible])

---

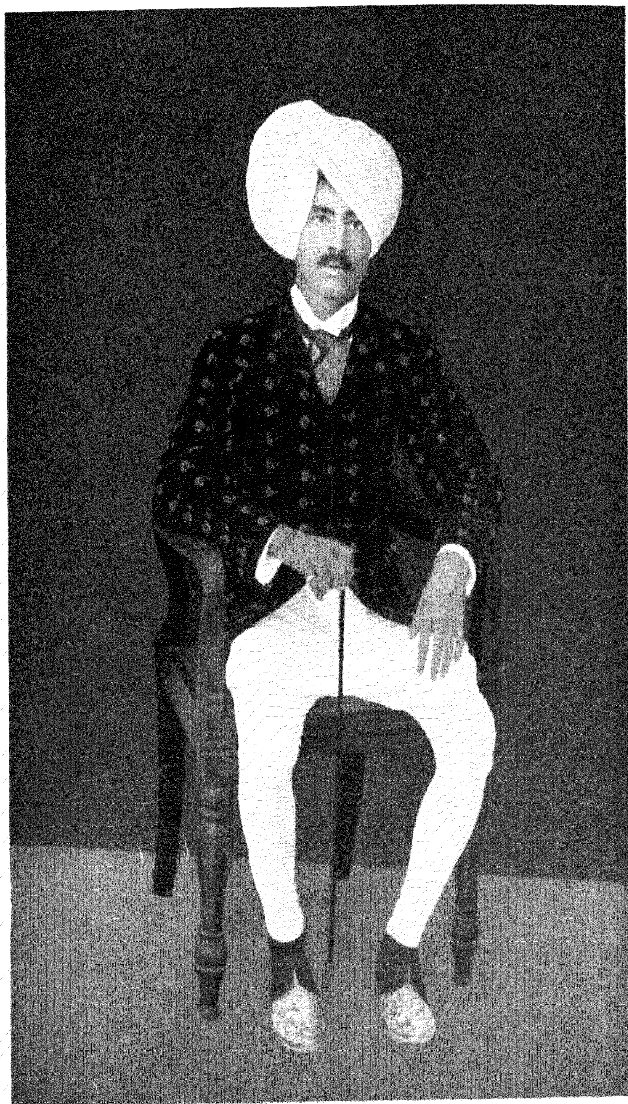
چودھری مالا سنگھ راجپوتوں کی اندوریہ قوم کا [illegible] ہے
اور اپنے علاقہ میں بڑا بارسوخ آدمی ہے +

یہ خاندان اپنے آپ کو راجہ اندو چند کٹوچ کی اولاد سے بتاتا ہے۔ تقریباً دو سو سال ہوئے کہ اندو چند کا پوتا ملھہ چند ملک تریگارٹ چھوڑ کر وادیِ بیاس میں جو نورپور کے جنوب مشرق کی جانب ہے

آباد ہوا اور اپنے دادا کے نام پر مواضعات اندپور اور اندورہ بسائے
موجودہ چودھری کے پڑدادا چودھری گوربھج پر مہاراجہ رنجیت سنگھ
مہربان تھا اور اس نے اسے مواضعات شاہ پور (ضلع گورداسپور)
اور حاجی پور (ضلع ہوشیارپور) دیدئے تھے۔ جب راجہ نورپور
اپنے علاقے سے بیدخل کیا گیا تو رنجیت سنگھ نے گوربھج کو اس
علاقہ کے انتظام کے لئے مقرر کیا اور اسی کا زمانہ تھا جس میں یہ ملک
سرکار انگریزی کے قبضے میں آگیا اور یہ اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں
نے الحاق کے وقت سرکار انگریزی کی امداد کی۔ اس امداد کے صلہ
میں گوربھج کو موضع چنور علاقہ نورپور جس کی آمدنی ایک ہزار روپیہ
سالانہ تھی بطور معافی عطا ہوا۔

اس کے بیٹے ٹیک چند نے پہلے ۱۸۴۸-۴۹ء کی بغاوت میں
بہت اچھی خدمات کیں اور پھر غدر کے زمانہ میں اس نے باغیوں کی
گرفتاری میں مدد دی اور کئی آدمی گشت کرنے کے لئے بہم پہنچائے
ان خدمات کے صلہ میں موضع چنور اسے اور اس کے ورثاء کے
لئے خدمات کرنے اور اچھا برتاؤ رکھنے کی شرائط پر علی الدوام دیا
گیا۔ ٹیک چند کے بعد اس کا بیٹا سندر سنگھ چودھری بنا مگر تھوڑی
مدت بعد مرگیا اور مالا سنگھ موجودہ چودھری جانشین ہوا جو کوتوال
اور لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کا ممبر ہے۔ اس خاندان کے قبضہ
میں تقریباً ۹۰۰ ایکڑ اراضی ہے جو تحصیل نورپور کے دس مواضعات
میں ہے اور جس کی آمدنی ۳۰۰ روپیہ سالانہ ہے علاوہ ازیں چودھری
مالا سنگھ کو سنہ ۱۹۱۵ء میں چناب نہر پر دس مربعے عطا کئے گئے۔

یہ اندورہ کا سب رجسٹرار ہے اور اس کی جاگیر عدالت ہائے دیوانی کی کارروائی پر فرق ہونے سے مستثنیٰ ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں اسے رائے صاحب کا خطاب ملا اور اسی سال پراونشل درباری بھی بنا دیا گیا۔ پھر اس کا سب سے بڑا لڑکا راگھوناتھ سنگھ سنہ ۱۹۰۶ء میں سربراہ ذیلدار مقرر کیا گیا +



میاں دیوی چند رئیس بیجا پور

Mian Devi Chand of Bijapur

# میاں دیوی چند رئیس بیجاپور

نرپت چند

پراگ چند

اگر چند
(وفات ۱۸۳۲ء)

نگاہی چند
(وفات ۱۸۶۹ء)

مولک چند
(وفات ۱۸۵۷ء)

مُردھج چند
(وفات ۱۸۸۷ء)

دیوی چند
(ولادت ۱۸۸۱ء)

میاں دیوی چند ڈویژنل درباری شاہی خاندان کٹوچ کی اُس شاخ کا بزرگ ہے جس کا مورث اوّل راجہ بھیم چند والیِ کانگڑہ کا ایک بھتیجا نرپت چند تھا۔ اڑھائی سو سال ہوئے کہ راجہ بھیم چند نے نرپت چند کو ۲۰۰۰۰ روپے کی ایک جاگیر دی جو اس کی وفات پر اس کے چار لڑکوں کے نام مساوی حصص میں جاری رہی۔ ان چاروں میں سے ایک کے لاولد فوت ہونے پر راجہ نے اس کا حصہ لے لیا۔ مگر باقی تینوں کی اولاد ان کے حصوں پر اُس وقت تک برابر قابض رہی جب تک مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کانگڑہ فتح کر کے ساری جاگیر

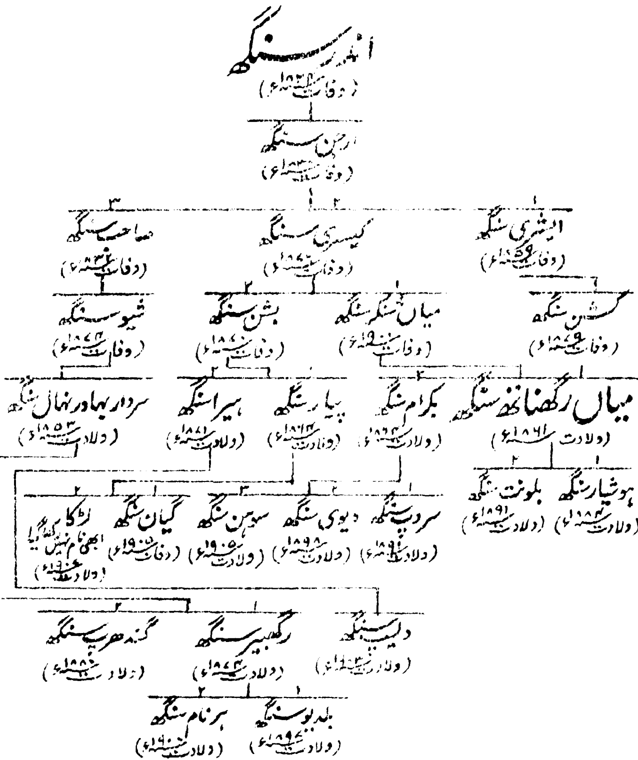
ضبط نہ کرلی۔ بعد ازاں میاں مولک چند کے نام جو چھوٹی شاخ کا بزرگ تھا اس خاندان کی جاگیر میں سے ۲۰۰۰ روپے کی جاگیر بحال کر دی گئی اور یہی اب اس کے پوتے دیوی چند (موجودہ بزرگ خاندان) کے نام ہے۔ مولک چند کو راجگری کی جاگیر کے عوض تو دو اصل مہال موری میں جاگیر دی گئی اور چنگڑ بھلبار کی جاگیر کے عوض ایک نقد عطیہ ملا۔ مگر موجودہ جاگیر پر اس کا اصلی قبضہ اُسی وقت سے تھا جب سے یہ عطا کی گئی تھی۔ مولک چند اُن چند کٹوچ رئیسوں میں سے تھا جنہوں نے اُس مفسدہ میں جو پرمودھ چند نے برپا کیا تھا حصہ نہیں لیا۔ اس نے اُس زمانہ میں انگریزوں کا ساتھ دیا جو واقعی آزمائش کا زمانہ تھا۔ کیونکہ مفسدہ پردازوں نے اس کا گھربار لوٹ کر جلا دیا۔ اس کے عوض میں سرکار انگریزی نے اسے اسکی جاگیر کا قبضہ جو تعلقات چنگڑ بھلبار اور راجگری میں واقع تھی مستقل طور سے دیدیا۔ یہ جاگیر مولک چند اور اس کے زینہ ورثا کے لئے علی الدّوام تھی ؛

سنہ ۱۸۶۸ء میں مولک چند کی وفات پر جاگیر اسکے بیٹے مرتنج چند کے قبضے میں آئی جو راجپوت شانوادہ کا ایک عمدہ نمونہ تھا یہ ایک سیدھا سادہ اور خلوت پسند شخص تھا مگر پورا وفادار اور نمکحلال اور علاقے میں بڑا بارسوخ۔ وہ اپنی تھوڑی آمدنی پر سلیقہ سے گزارہ کرتا تھا اور جب سنہ ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا تو اپنے جانشین کے لئے ایسی جائداد چھوڑی جو کسی قسم کے قرضہ سے زیر بار نہ تھی دیوی چند اس وقت صرف چھ سال کا تھا اس لئے ضروری خیال کیا گیا کہ اس کی جائداد کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں رکھی جائے۔

اس کی تعلیم کا انتظام کر دیا گیا اور اسی خاندان کا ایک کٹوچ راجپوت میاں ہیم چند نامی اس کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام سے الگ ہو گئی ہے۔ اور میاں دیوی چند کو سنہ ۱۹۰۴ء میں ڈویژنل درباری بھی بنا دیا گیا ہے*

---

# میاں رگھناتھ سنگھ رئیس

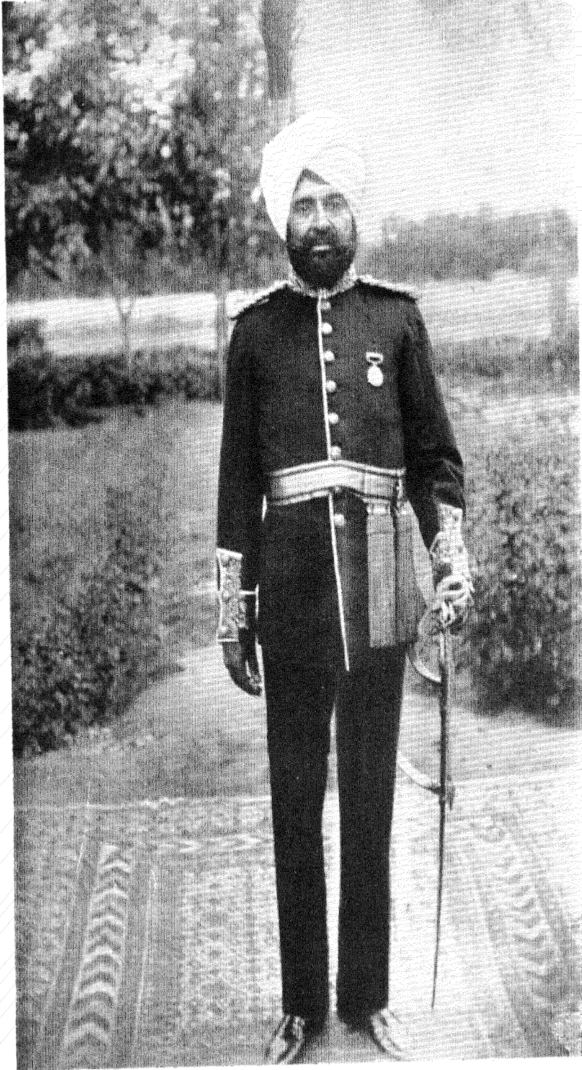



میاں رگھناتھ سنگھ نورپور کے خاندان کی اُس شاخ کا بزرگ ہے جو ایک سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا اصلی خاندان سے علیحدہ ہوئی۔ اس کا بزرگ اندر سنگھ اپنے بھائی راجہ پرتھی سنگھ کا حریف سمجھا جاتا تھا کیونکہ اول تو اس بات میں شک تھا کہ ان دونوں میں بڑا کون ہے دوسرے اندر سنگھ نے کٹوچ راجہ کی بیٹی سے شادی کر لی تھی جس نے



میاں شنکر سنگھ رئیس ریے جنرل افواج جموں وکشمیر

The late Mian Shankar Singh of Re. General State Army Jammu and Kashmir.



سردار بہادر نہال سنگھ رئیس رے میجر جنرل امپیریل سروس ٹروپس جموں و کشمیر

Sardar Bahadur Nihal Singh of Re, Major General Imperial Service Troops of Jammu and Kashmir State.

اور پہاڑی راجاؤں کو اپنا تابع فرمان کر لیا تھا - اس نزاع کے باعث اندر سنگھ کو راجہ گھمنڈ چند والئی کٹوچ کا پنشن خوار ہو کر کانگڑے میں رہنا پڑا - اس کا بیٹا ارجن مشہور و معروف سنسار چند کا منظور نظر ہو گیا جس نے اسے اور اس کے بھائیوں بجوڑ سنگھ اور صورت سنگھ کو اراضیات عطا کیں ؛

دوسری پشت میں ارجن کے فرزند اکبر ایشری سنگھ اپنے باپ کی جاگیر کا وارث ہوا - اور اپنی بیٹی کی شادی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ سے کر کے خود گورنمنٹ لاہور کی حفاظت میں آ گیا - اسی راجہ دھیان سنگھ کی وساطت سے ایشری سنگھ نے علاقہ نورپور میں جاگیر حاصل کی جسے اس وقت سکھوں نے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا - اُدھر اس کے چچا کی اولاد کٹوچ راجگان سے وابستہ رہی جنہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گھٹا کر معمولی جاگیرداروں کی حیثیت کو پہنچا دیا - بعد ازاں جب سرکار انگریزی نے کٹوچ راجگان کے سارے مقبوضات ان کے ۱۸۴۸ء کے مفسدہ میں شریک ہونے کے باعث ضبط کر لئے تو یہ (چچا کی اولاد) سب کچھ کھو بیٹھے ایشری سنگھ کی جاگیریں اس واسطے بچیں کہ یہ جاگیریں مختلف علاقوں میں تھیں اور ایشری سنگھ کٹوچ فرقے میں نہ تھا اور نہ مفسدہ سے اس کو کوئی واسطہ تھا ؛

ایشری سنگھ کے بعد اس کا بیٹا کشن سنگھ جانشین ہوا جس کے ۱۸۷۹ء میں لاولد فوت ہونے پر جاگیر حسب شرائط عطیہ ضبط ہو گئی لیکن خاندان کے پاس مراتب و اعلیٰ النسبی کا لحاظ کر کے موضع رے پرگنہ نورپور

کی جاگیر جس کی آمدنی ۱۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی شنکر سنگھ کے نام جو اس خاندان کی بڑی شاخ کا بزرگ تھا اس شرط پر واگزار کی گئی کہ وہ اُسکی چہارم آمدنی بطور نذرانہ سرکار کو دیا کرے اور خاندان کی بیواؤں اور خوردوں کے گزارے کے واسطے مواجب مقرر کردے +

شنکر سنگھ ریاست کشمیر کی فوج میں جرنیل تھا اور اس کا بیٹا رگھناتھ سنگھ خاندان کا موجودہ بزرگ ہے۔ یہ ڈویژنل درباری تحصیل نورپور میں کوتوال یا ذیلدار اور نورپور کے لوکل بورڈ کا اور کانگڑہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے۔ اس خاندان کے قبضہ میں ۶۳۷ گھماؤں جنگل اور موضع رے کی زرعی اراضیات ہیں نیز موضع ریلی کے تقریباً ۲۰۰۰ گھماؤں ہیں اور یہ دونوں گاؤں تحصیل نورپور میں ہیں +

میاں رگھناتھ سنگھ کو پانچ مربعے نہر چناب پر بھی ملے ہوئے ہیں۔ خاندان کی جاگیر عدالت ہائے دیوانی کی کارروائی پر قرق ہونے سے مستثنےٰ ہے +

میاں ہیرا سنگھ بنگال رسالہ نمبر ۱۹ میں رسالدار ہے اور خاندان کے مفصلہ ذیل اصحاب ریاست کشمیر میں ملازم ہیں:-

سردار نہال سنگھ ریاست کی فوج کا جرنیل ہے اور ۱۸۹۵ء میں اس کو سردار بہادر کا خطاب ملا ہے +

میاں رگھبیر سنگھ اور گندھرب سنگھ فوج میں میجر ہیں اور میاں ہُشیار سنگھ ریاست کشمیر کے کمانڈران چیف کا ایڈیکانگ ہے +

میاں بھیکم سنگھ اور میاں پیار سنگھ محکمۂ جنگلات کے افسر ہیں +



ٹھاکر ہری چند وزیر لاہول

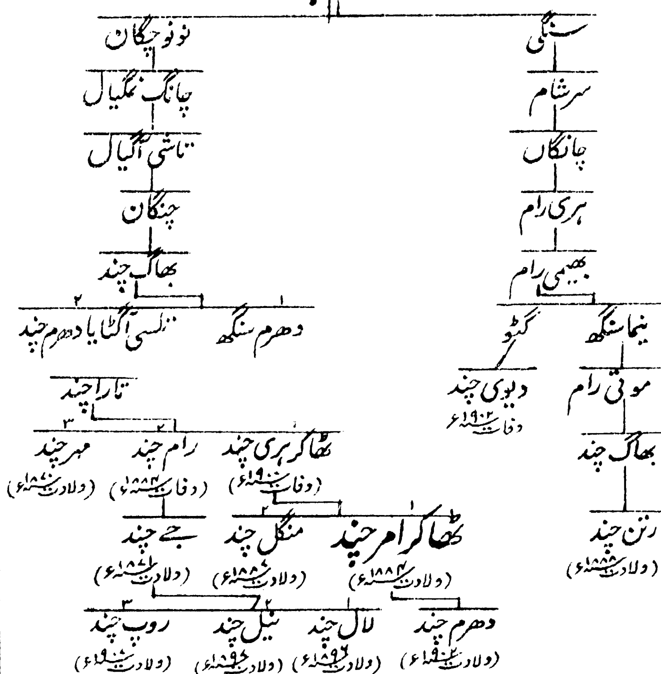
Thakur Hari Chand Wazir of Lahaul



ٹھاکر امر چند وزیر لاہول

Thakur Amar Chand Wazir of Lahaul

# ٹھاکر امر چند وزیر رئیس لاہول




لاہول اور سپیتی اُس علاقہ کے حصّہ نہیں ہیں جس کی نسبت مسٹر بارنس صاحب بہادر نے یوں بیان کیا ہے کہ "یہ ایسی پہاڑیاں ہیں جن میں زمانہ قدیم سے ہندو قومیں اپنے ہی راجاؤں کے زیر فرمان آباد ہیں" بلکہ اس کے برعکس یہ دونو تبت کے ممالک ہیں جن کا در اصل ہندوستان سے کچھ تعلق نہ تھا اور جو تبت کی

عظیم الشان سلطنت میں شامل تھے۔ دسویں صدی میں جب سلطنت یہ برباد ہوئی تو اُس کے بہت سے دُور کے اضلاع خود مختار ریاستیں بن گئیں۔ اسی طرح سے ایک رئیس نے جس کا نام پال گئی گون تھا لداخ کی ریاست قائم کی جس کے لاہول اور سپیٹی سب سے دُور کے جنوبی صوبے تھے۔ تاریخی زمانے کے اندر پہلا واقعہ جس پر لداخ کا ہندوستان سے کسی قدر پولیٹکل تعلق ۱۶۸۷-۸۸ء میں اُس وقت پیدا ہوا جبکہ سکھپاس یا کلماچ تاتاریوں نے لداخ پر حملہ کیا جنکو پسپا کرنے میں مدد دینے کے عوض لداخ والوں نے عامل کشمیر کو شاہ دہلی کا نائب سمجھکر کچھ خراج دیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی زمانے میں گورنمنٹ لاسہ کو بھی اتنا ہی خراج دیا اور سلطنت دہلی کے برباد ہونے کے بعد بھی جب تک اِن کا ملک وزیر زورآور کی ڈوگرا فوج نے جسے راجہ دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ جموّں والے نے بھیجا تھا ۱۸۳۵ء میں فتح کرکے پنجاب کے ساتھ نہ شامل کرلیا۔ لداخ کے راجہ کشمیر کو خراج دیتے رہے۔ متحقق طور پر تو یہ بتانا ناممکن ہے کہ کس طرح اور کس زمانے میں لاہول لداخ سے علیحدہ ہوا مگر اُن روایتوں سے جو اہالیان لاہول میں مشہور ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ اس قطع تعلق کو بہت عرصہ گزر گیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اُس بدعملی میں جو چانگ نمگیال کے سلطنتِ لداخ کو ازسرِنو تقویت دینے سے پہلے پھیلی ہوئی تھی لاہول کی ریاست خود مختار ہوگئی اور کچھ عرصہ تک ٹھاکر کہ دیہات کے چھوٹے چھوٹے امرا تھے اُس پر حکومت کرتے رہے۔ ان ٹھاکروں کے چار پانچ خاندان اب تک

موجود ہیں اور اپنے اصلی علاقوں پر جو آب انہیں بطور جاگیر ملے ہوئے ہیں اور جن کے عوض یہ سرکار کو خراج یا ندرانہ دیتے ہیں قابض ہیں یہ بات یقینی طور پر مانی جاتی ہے کہ لاہول لداخ سے علیحدہ ہوتے ہی راجہ چمبہ کی ایک باجگزار ریاست بن گیا تھا اور اس کا وہ حصہ جسے اب برٹش لاہول کہتے ہیں بعدازاں چمبہ سے منتقل ہو کر ریاست کلو میں شامل ہو گیا۔ کلو کے موجودہ راجہ کے بیان کے مطابق اُسکے بزرگ بُدھی سنگھ نے جس کو گزرے سات پشتیں ہوئیں لاہول کو راجہ چمبہ سے لیا تھا۔ یہ بُدھی سنگھ اُس راجہ جگت سنگھ کا بیٹا تھا جو شاہجہاں اور اورنگ زیب کا ہمعصر تھا اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھی سنگھ نے لاہول کا علاقہ اندازاً سنہ ۱۷۰۰ء میں راجہ چمبہ سے لیا نیز یہ کہ لاہول کے امرا اس کے بعد بھی غالباً ملک کو حملوں سے بچانے اور تجارت کے لئے راستے کھلے رکھنے کی غرض سے لداخ والوں کو کچھ سالانہ خراج دیتے رہے۔ لاہول والے بیشک بغیر احکام کے بھی خراج عامل لیہ کو سنہ ۱۸۶۲ء تک دیتے رہے اس وقت سرکار انگریزی کو یہ حال معلوم ہوا اور انہوں نے اس عمل کو روک دیا۔

جب لاہول سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا تو ٹھاکروں کی جاگیریں انہی کے نام قائم رکھی گئیں۔ موجودہ بزرگ خاندان کا دادا تاراچند سکھوں اور راجۂ کلو دونوں کے ماتحت لاہول پر حکومت کرتا رہا تھا اس لئے سرکار انگریزی نے اسے وادیٔ مذکور کے انتظام کے لئے نیگی یا اعلےٰ نمبردار مقرر کر دیا اور بعدازاں اس کے منصب کا

نام بدل کر وزیر کر دیا۔ ۱۸۶۱ء میں تارا چند کو آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا وزیر ہری چند جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ کی وفات کے کئی سال پہلے سے وزارت کا کام انجام دیتا رہا تھا کیونکہ تارا چند نے ۱۸۷۱ء سے ضعف و سنّ کہولت کے سبب تندہی سے کام کرنا چھوڑ رکھا تھا۔ ہری چند کئی مواقع پر سرکار انگریزی کے کام آیا۔ ۱۸۵۹ء میں اس نے مسٹر شلجنٹ ویٹ افسر محکمۂ سروے کی موت کے متعلق خبر نکالی جو یارقند میں ولی خاں کوکان والے کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ اور ان خدمات کا اسے معقول صلہ دیا گیا۔ پھر ۶۴-۱۸۶۳ء میں اس نے تبت میں سفر کر کے اس ملک کے محاصل راستوں اور ترقی تجارت کے ذرائع پر رپورٹ کی۔ ۱۸۷۳ء میں سر ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر کی سفارت کے ساتھ یارقند گیا اور ان ممالک کے نہایت مفید حالات جمع کئے۔ یہ ضلع کانگڑہ کا پندرھواں پراونشل درباری اور کلو لوکل بورڈ کا ممبر تھا۔ اسے جوڈیشل اختیارات ملے ہوئے تھے اور لاہول کا سب رجسٹرار تھا۔ اس کی عام خدمات کے صلہ میں ۵۰۰ روپے یا لاہول کے مالیہ کا چوتھا حصہ بطور وظیفہ ملا کرتا تھا اور بالائی آمد کے طور پر فوجداری اور مال کے مقدمات میں جو اس کے ہاں دائر ہوتے تھے جو جرمانہ یا فیس آتی وہ بھی اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ غرض اس کی کل آمدنی کم و بیش دو ہزار روپیہ سالانہ ہو جاتی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا فرزند اکبر امر چند موجودہ ٹھاکر جانشین ہوا۔ اس کی نابالغی کے زمانے

میں گنٹوک کا برٹش ٹریڈ ایجنٹ جے چند اس کا سربراہ رہا۔ امر چند کو بالغ ہونے پر ۱۹۰۳ء میں مجسٹریٹ درجہ سوم کے اختیارات دئے گئے۔ یہ مسٹر کیلورٹ صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر کے ہمراہ مغربی تبت کی عزیمت پر گیا اور حسن خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے علاوہ شکریہ کے اس کو انعام بھی دیا۔ یہ اپنے باپ کی ساری جاگیر پر جانشین ہوا ہے اور اس کے سوا اس کو مفصلہ ذیل آمدنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| خالصہ کوٹھیوں کے مالیہ کا چہارم حصہ | ۷۵۸ روپیہ |
| اُن فوجداری مقدمات کے جرمانوں کے حصے کا معاوضہ جو دراصل اس خاندان کو ملا کرتا تھا | ۱۶۰ ؍؍ |
| ٹکس چرائی کا چوتھا حصہ | ۴۰۰ ؍؍ |
| درختوں کی قیمت فروخت کا دسواں حصہ | ۱۰ ؍؍ |
| عہدہ سب رجسٹرار کی تنخواہ | ۳۵۰ ؍؍ |
| میزان | ۱۶۷۸ ؍؍ |

# نونو گنبو نمگیال رئیس سپٹی

## تنظام نمگیال

۱ نونو دُرزی سیتاں (ولادت سنہ ۱۸۳۲ء) ۲ کورجو رنچن ۳ تاشی رنچن ۴ تندوپ تاشی ۵ لوبزان چیرنگ

نونو دُرزی سیتاں کی اولاد:

۱ نونو چیدوپ نمگیال (وفات سنہ ۱۹۰۱ء) ۲ نونو دُرزی نمگیال (وفات سنہ ۱۹۰۶ء) ۳ جمبا کیا مچو (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء) ۴ جمبا کنچوک

نونو چیدوپ نمگیال کا بیٹا: نونو جگمٹ توبڈن (وفات سنہ ۱۹۰۰ء)

نونو دُرزی نمگیال کا بیٹا: **نونو گنبو نمگیال** (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)

نونو یا "رئیسِ اعظم" گُنبو نمگیال سپٹی کے موروثی حکمرانوں کے خاندان کا بزرگ ہے جو پہلے لدّاخ کے انتہائے جنوب کے صوبہ جات میں سے ایک صوبہ تھا اور اب ضلع کانگڑہ کے کلو سب ڈویژن کا حصّہ ہے۔ سپٹی سلسلۂ کوہ ہمالیہ کی بیرونی وادیوں میں سے ایک دُور پڑا ہوا تبّتی کوہستان ہے۔ یہ شمال کی طرف سے بند ہے اور اس کو مغربی ہمالیہ کا برفانی سلسلہ لدّاخ اور چینی تبّت سے جُدا کرتا ہے۔ چونکہ یہ دور دراز فاصلہ پر واقع ہے اور یہاں آمد و رفت دشوار ہے۔ اس وجہ سے اس کی حکومت اسی کے رئیسوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور اسکی طرزِ حکومت کا اب تک بھی قریب قریب ہی حال ہے جیسا پہلے تھا۔

سنہ ۱۸۷۵ء میں جب تنظام نمگیال بڑھاپے کی وجہ سے انتظامِ سلطنت سے دست بردار ہوا تو اس کا بیٹا نونو دُرزی سیتاں جانشین ہوا اسکو

محدود مجسٹریٹی اختیارات حاصل تھے اور سپیٹی کی اراضیات کی مالگزاری وصول کرنے کا ذمہ وار تھا جسکے عوض میں اسے کل مالگزاری کا ۱/۱۶ حصہ یا ۲۸۲ روپیہ ملا کرتا تھا۔ اسکے قبضہ میں تقریباً پچاس ایکڑ زمین بطور معافی کے تھی جس پر اس کا حق مالکانہ تھا۔ دُرزی سیتان ضلع کانگڑہ کا سولھواں پراونشل درباری تھا۔ یہ ۱۸۹۰ء میں ضعف بصارت کا عذر کرکے عہدہ سے دست کش ہوگیا اور اس وقت سے اس خاندان میں بہت سی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئیں۔ اس کا بیٹا نونو چیدوپ نمگیال اس کا جانشین ہوا جو اس وقت نابالغ تھا اس لئے تاشی رنچن اس کا سربراہ اور قائم مقام نونو ہوا۔ چیدوپ نمگیال سنِ بلوغ کو پہنچ کر ۱۸۹۸ء میں اپنے جدّی منصب پر سرفراز ہوا مگر ۱۹۰۱ء میں اس کا انتقال ہوگیا اور اس کا کمسن بچہ نونو جگمٹ توبڈن اس کا جانشین تسلیم کیا گیا اور مرحوم کا بھائی دُرزی نمگیال قائم مقام نونو بنا۔ مگر جگمٹ توبڈن کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور ۱۹۰۱ء میں اس کا انتقال ہوگیا اسکی جگہ ۱۹۰۱ء میں درزی نمگیال نونو بن گیا۔ مگر یہ بھی ۱۹۰۶ء میں راہیِ ملک بقا ہوا اور اس کا صرف پانچ سال کی عمر کا لڑکا نونو گنبو نمگیال اس کا جانشین ہوا۔ اس بچے کا چچا جمبا کیا مچو اب اسکی جگہ کام کرتا ہے۔ جمبا کیا مچو نے صومعۂ تنگیوٹ میں تربیت پائی۔ اس نے ٹیسی لمبونک جو لاسہ کے قریب ہے سفر کیا ہے اور مشہور و معروف صومعۂ نور کی سیر بھی کی ہے۔ لیکن اسے سپیٹی میں اپنا اختیار مطلق قائم کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے ✦

# وزیر کرم سنگھ رئیس بیڑ

وزیر گوشاؤں
(وفات ۱۸۸۱ء)
|
وزیر کرم سنگھ
(ولادت ۱۸۵۴ء)
|
بھوپ سنگھ
(ولادت ۱۸۸۷ء)

وزیر کرم سنگھ ڈویژنل درباری وزیر گوشاؤں کا بیٹا ہے جو ریاست منڈی کا مشہور وزیر مال اور قائم مقام راجہ تھا۔ ملک کے الحاق کے زمانہ میں وزیر گوشاؤں اس پہاڑی علاقہ میں ایسا بارسوخ آدمی تھا کہ اس کا ہمپایہ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب کانگڑے کے قلعے کی فوج نے اطاعت کرنے سے انکار کیا تو گوشاؤں نے اپنی ذاتی کوششوں سے اس مشکل کو نہایت سہولت و تراضئ طرفین کے ساتھ حل کر دیا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں منڈی کے قائم مقام راجہ ہونے کی حیثیت سے اُس نے ریاست کی افواج گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کر دیں اور اپنے ذاتی روپیہ سے بھی بہت کچھ امداد کی۔ اس نے ۱۲۵ بندوقچی تو ہوشیارپور کے حکامِ مقامی کو دئے اور صاحب کمشنر کے ساتھ ۲۵ آدمی جالندھر میں تعینات کر دئے۔ نیز یہ انتظام بھی کر دیا کہ اگر مزید ضرورت پڑنے پر اس سے امداد طلب کی جائے تو پانچسو آدمی اور مہیا کر دے۔

ان خدمات کے صلہ میں سرکار سے اچھا برتاؤ کرنے اور خدمات بجالانے کی شرائط پر اسے مواضعات بیرکوہر اور سنسال تحصیل پالم پور کی اراضیات میں ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیہ کی ایک جاگیر اسے اور اسکے نرینہ صلبی ورثاء کو عطا کی گئی +

گوشاؤں کی وفات پر اس کے بیٹے کرم سنگھ نے جاگیر اور بہت بڑی زرعی اور دوسری جائداد جو اس کے باپ نے بنائی تھی حاصل کی مگر بے احتیاطی اور اسراف کی وجہ سے اس کے علاقہ کا بہت سا حصہ منتقل ہوگیا ہے یا بھاری قرضے سے زیر بار رہے +

یہ جاگیر عدالت ہائے دیوانی کی کارروائی پر قرق ہونے سے مستثنےٰ ہے +

# لال سنگھ مرحوم رئیس نگروٹہ

## سردارو

۱ بہادر — ۲ جوالا — ۳ جودھ راج

جودھ راج: ۱ لال سنگھ (وفات ۱۸۹۳ء) — ۲ کشن لال (ولادت ۱۸۴۷ء)

بہادر: ۱ رام رتھ — ۲ بالم

رام رتھ: تلسی رام (وفات ۱۹۰۳ء)

بالم: ۱ رائیصاحب منگت رام (ولادت ۱۸۵۳ء) — ۲ سوہن لعل (ولادت ۱۸۶۱ء) — ۳ ساون مل (وفات ۱۹۰۸ء) — ۴ موتی لعل (ولادت ۱۸۶۳ء) — ۵ دینا ناتھ (ولادت ۱۸۶۸ء)

لال سنگھ: ۱ سالگ رام (وفات ۱۹۰۸ء) — ۲ چھمن داس (ولادت ۱۸۷۳ء)

بدھو رام عرف گوپال داس (ولادت ۱۹۰۱ء)

جواہر مل (ولادت ۱۸۹۹ء)

تلسی رام: ۱ پھمی سہائے (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۲ کیشو رام (ولادت ۱۸۸۲ء)

۱ شام لال (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۲ چھبیلا لال (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۳ روشن لال (ولادت ۱۸۸۶ء) — ۴ چونی لال (ولادت ۱۸۹۰ء)

۱ بھگوان داس (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۲ ایشر داس (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۳ پریم ناتھ (ولادت ۱۹۰۸ء)

۱ بہاری لال (ولادت ۱۸۹۸ء) — ۲ کیسری لال (ولادت ۱۸۹۰ء)

۱ رتن لال (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۲ پنا لال (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۳ کشوری لال (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۴ بنسی لال (ولادت ۱۹۰۴ء)

کشن لال: ۱ کالی پرشاد (ولادت ۱۸۷۴ء) — ۲ شیو پرشاد (ولادت ۱۸۷۹ء) — ۳ راجہ رام (ولادت ۱۸۸۵ء) — ۴ انبا پرشاد (وفات ۱۹۰۵ء)

کالی پرشاد: ہرنام داس (ولادت ۱۸۹۴ء)

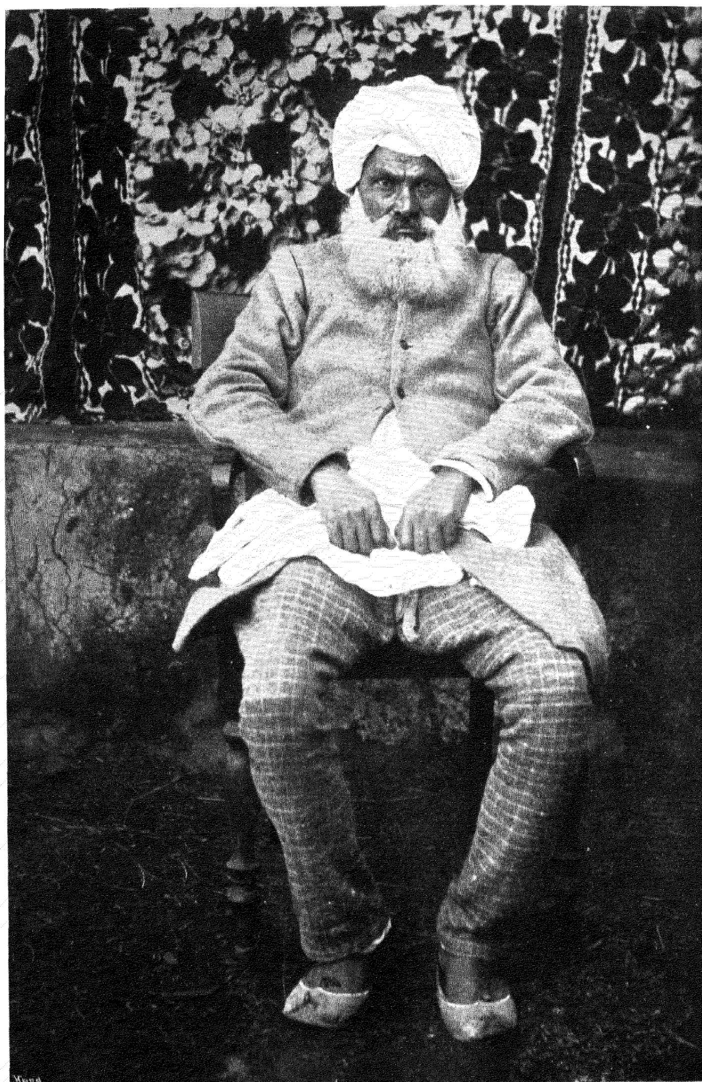
---

لال سنگھ پراونشل درباری جودھ راج قانونگو نگروٹہ کا بیٹا تھا۔ جودھ راج تحصیل میں قانونگو تھا اور اس نے بہت سی معافیات جو اس خاندان کو راجگان کانگڑہ نے دی ہوئی تھیں ورثہ میں حاصل کی تھیں۔ اس کی وفات پر ان میں سے بعض جو مل کر قریباً ایکسو ایکڑ



رائے صاحب لالہ منگت رام کائستھ رئیس نگروٹہ

Rai Sahib Lala Mangat Ram Kaistha of Nagrota



لالہ کشن لال کائستھ رئیس نگروٹہ

Lala Kishan Lal Kaistha of Nagrota.



لالہ موتی لال کائستھ رئیس نگروٹہ

Lala Moti Lal Kaistha of Nagrota

ہوتی تھیں اور جن کی مالیت ۲۱۵ روپیہ تھی اس کے بیٹوں کے نام اس طرح جاری رہیں کہ جب سرکار کی مرضی ہو واپس لے لے اور یہ شرط بھی قرار پائی کہ اس خاندان کے رکن قانونگو ہو کر خدمات کرتے رہیں۔ لال سنگھ نے بہت عرصہ سرکار کی خدمت کی اور نائب تحصیلدار ہو گیا۔ اس خاندان کے افراد کو بہت سی اراضی پر حقوق مالکانہ حاصل ہیں جن کا وہ ۴۷۰۰ روپیہ سالانہ مالیہ ادا کرتے ہیں اور علاقے میں صاحب رسوخ ہیں ٭

اس خاندان کے مفصلۂ ذیل اصحاب ملازمت میں ہیں:۔

رائے صاحب منگت رام ۲۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پر ریاست رامپور بشہر میں وزیر ہے۔ لالہ سوہن لال ۲۰۰ روپیہ ماہوار کا تحصیلدار ہے۔ موتی لال کائستھ بیرسٹرایٹ لا دھرم سالہ میونسپل کمیٹی کا آنریری سکرٹری اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے۔ لالہ شام لال ایم۔اے پلیڈر ہے۔ خاندان کے دوسرے افراد بھی ضلع کے عملۂ مال میں چھوٹے چھوٹے عہدوں پر ملازم ہیں انہیں میں سے لال سنگھ کا بیٹا سالگ رام ذیلدار مقرر کیا گیا تھا جو ۱۹۰۵ء میں فوت ہو گیا ٭

# ضلع ہوشیارپور

## راجہ راگھوناتھ سنگھ رئیسِ جسواں

راجہ نرپت سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۲ء)

امید سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۵۴ء)

جے سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۵۶ء)

۱ پرتھی سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۶ء)

۲ رن سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۹۲ء)

۱ نرندر سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۹ء)

۲ راجہ راگھوناتھ سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۵۲ء)

۱ شیوراج سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۹۶ء)

۲ لچھمن سنگھ
(ولادت سنہ ۱۹۰۲ء)

۳ ایک لڑکا
جس کا نام ابھی رکھا نہیں گیا
(ولادت سنہ ۱۹۰۴ء)

راجہ راگھوناتھ سنگھ چندربنس راجپوتوں کی کاسب گوت سے ہے اور ضلع کانگڑہ کے قدیم سرداروں کا ہم نسل و ہم نسب ہے۔ تیرھویں صدی کے وسط میں جسواں کا خاندان علیحدہ ہوگیا



راجہ راگھوناتھ رئیس جسواں

Raja Raghunath Singh of Jaswan.

اور اس نے زیرین پہاڑیوں میں اپنی حکومت قائم کر کے راجپورہ کو اپنا صدر مقام قرار دیا مگر اس خاندان کو شاہان مغلیہ کی حکومت کے آگے سر جھکانا پڑا۔ چنانچہ یہ خاندان نرپت سنگھ کے زمانے تک جس کا ۱۷۸۲ء میں انتقال ہوا۔ شاہان مغلیہ کو وقتاً فوقتاً خراج دیتا رہا۔ راجہ نرپت سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا اُمید سنگھ کمسن لڑکا تھا اس لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دست اندازیوں کی بہت ہی ناقص مزاحمت کر سکا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چند سال بعد ستلج کے شمال کی طرف اپنی حکومت پھیلانی شروع کر دی تھی اور چونکہ صرف اپنی بادشاہی تسلیم کئے جانے پر قانع نہیں تھا اس لئے اُس نے ۱۸۱۵ء میں اُمید سنگھ کو لاہور میں نظر بند رکھ کر اُسے اپنا علاقہ حوالہ کر دینے پر مجبور کیا اور اس سے ایک کاغذ پر دستخط کرا لئے جس کی رُو سے وہ اپنے سب حقوق سے دست بردار ہو گیا۔ اس طرح راجہ امید سنگھ کی حیثیت کم ہوتے ہوتے صرف ایک باجگزار رئیس کی سی ہو گئی اور علاقہ جسوان دون میں وہ صرف ۲۱ مواضعات کا جن کی سالانہ آمدنی بارہ ہزار روپیہ تھی جاگیردار رہ گیا +

ضلع ہوشیارپور مع باقی دوابہ جالندھر ۱۸۴۶ء میں سکھوں کی لڑائی کے اختتام پر انگریزی علاقے کے ساتھ ملحق ہوا۔ جو فیّاضانہ سلوک سرکار انگریزی نے شملہ کے پہاڑی راجاؤں سے کیا تھا اس کو دیکھ کر واقعی راجہ جسواں اور دیگر راجپوت راجہ یہ یقین کرتے تھے کہ ہم کو بھی شاہی اختیارات واپس مل جائینگے۔ مگر فی الحقیقت ان کو کوئی ایسی توقع دلائی نہیں گئی تھی اور نہ ان سے ایسی کوئی خدمت ہی

ہوئی تھی جس کے صلے میں ان کو وہ شاہی اختیارات دئے جاتے
جو سالہا سال سے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ پس یہ دیکھکر کہ انقلابِ
سلطنت سے بھی ان کی حالت کچھ بہتر نہیں ہوئی وہ سخت مایوس
ہوئے اور راجہ اُمید سنگھ نے زیرین علاقۂ کوہستان شوالک کے
چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے ساتھ مل کر جو کوشش نئی حکومت سے
آزاد ہو جانے کے لئے کی۔ بے شبہ اُس سے ان سب کو ہمدردی
ضرور تھی۔ لیکن یہ سرکشی جلد ہی دب گئی۔ جان لارنس صاحب بہادر
نے جو اُس وقت ہوشیارپور کے کمشنر تھے مقام امب اور اخروٹ
پر راجہ امید سنگھ کے قلعوں پر حملہ کیا اور ان کو تسخیر کر کے مسمار
کرا دیا۔ راجہ اُمید سنگھ کے کل علاقے ضبط ہو گئے اور وہ مع اپنے
فرزند جے سنگھ کے صوبۂ شمال مغربی کے مقام کماؤں میں جلاوطن کر دیا
گیا۔ لیکن رن سنگھ خلف جے سنگھ کو اپنے بیٹے راگھوناتھ سنگھ کے
ساتھ جموں میں رہنے کی اجازت مل گئی اور رن سنگھ کی شادی
مہاراجہ رنبیر سنگھ کی دختر سے ہو گئی۔ بعد ازاں رن سنگھ کو اپنے
وطن یعنی امب میں آنے کی اجازت دی گئی اور وہ اپنی وفات
یعنی ۱۸۹۲ء تک سرکار انگریزی سے ۲۰۰ روپیہ ماہوار نقد پنشن
پاتا رہا۔ رن سنگھ کا صرف ایک بیٹا راگھوناتھ سنگھ زندہ ہے اور
وہ عموماً ریاست جموں کے مقام رام کوٹ میں سکونت رکھتا ہے۔
۱۸۷۵ء میں مہاراجہ کشمیر کی خاص سند عا پر جناب نواب گورنر جنرل
بہادر نے راگھوناتھ سنگھ کو علاقہ جسوان کے مواضعات کی وہ
مالگزاری عطا فرمائی جو جسوان کے انگریزی علاقے کے ساتھ

شامل ہونے کے وقت وصول ہوتی تھی - اس عطیہ کی شرائط کے بموجب راجہ راگھوناتھ سنگھ کو راجہ امید سنگھ کی اصلی جاگیر مل گئی جو علاقہ جسوان دون میں اکیس مواضعات پر مشتمل تھی اور اس کی سالانہ مالگزاری ۱۸۴۴۲ روپیہ تھی - اس کے علاوہ امب کے موروثی باغ کی ۲۵ ایکڑ اراضی بلاقید مالگزاری اور تحصیل اونہ واقع ہوشیارپور میں مالکانہ حقوق عطا ہوئے اور راجپورہ میں راجہ امید سنگھ کے پرانے محل کی سب عمارات اور حویلیاں بھی مل گئیں - راجہ راگھوناتھ سنگھ کی ایک بیٹی بھی ہے جو ہز ہائینس راجہ چنبہ کے گھرانے میں بیاہی ہوئی ہے ؞

راجہ راگھوناتھ سنگھ پراونشل درباری ہے اور قدیم خاندانی ہونے کی وجہ اور مہاراجہ کشمیر کے گھرانے میں بیاہے جانے کے سبب سے ۱۸۹۵ء میں اُسے راجہ کا خطاب ذاتی اعزاز کے طور پر عطا ہوا ؞

# سوڈھی رام نرائن سنگھ رئیس انندپور

انندپور کے سوڈھی اندکھتری سکھ ہیں اوران کا دعوی ہے کہ ہم سری گورو رام داس صاحب جی کی اولاد سے ہیں جو سری بابا نانک صاحب جی کے چوتھے جانشین تھے۔ سری گورو رام داس صاحب ہی نے امرتسر میں دربار صاحب کا مشہور مندر تعمیر کرایا اور امرتسر کو پنجاب بھر میں سکھ مذہب کا صدر مقام ہونے کی عزت دی۔ سری گورو رام داس جی کے تین صاحبزادے سری پرتھی چند سری مہادیو اور سری ارجن جی تھے جن میں سے آخرالذکر اپنے باپ کی وفات کے بعد گدّی پر بیٹھے۔ اضلاع فیروزپور۔ جالندھر۔ شاہ پور اور پٹیالہ اور دیگر ریاستہائے پنجاب کے اکثر سوڈھی سری پرتھی چند جی کی اولاد ہیں اور انندپور ضلع ہوشیارپور اور کرتارپور ضلع جالندھر کے سوڈھی سری ارجن جی کی اولاد ہیں۔ سری مہادیو سادھو تھے اور وہ مجرّد ہی رہے۔ سری گورو ارجن جی گرنتھ صاحب کی ترتیب اور تالیف میں مشغول رہے اور انہوں نے اس مقدس کتاب کو اس کی موجودہ صورت میں تیّار کیا۔ کہتے ہیں کہ سری ارجن جی کے لڑکے سری گورو ہرگوبند جی کو مذہبی اور دُنیاوی دونوں اقتدار حاصل تھے۔ انہوں نے کئی زمینیں لے کر گاؤں آباد کئے اور مسلمانوں سے جو قدرتی طور پر انکے مدِمقابل تھے بہت سی لڑائیاں لڑے اور جہاں گئے بہت سے لوگوں



ٹکا سوڈھی رام نرائن سنگھ گدی نشین انند پور

Tika Sodhi Ram Narayan Singh of Anandpur.

کو سکھ مذہب میں داخل کر کے سکھوں کی قوت وجماعت میں اضافہ کیا۔
سری ہرگوبند سنگھ جی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سری گورو
تیغ بہادر جی بھی بڑے زبردست اور پُرجوش پرچارک نکلے اُنہوں نے
بھی سکھوں کو طاقتور بنانے کے لئے بہت کچھ کیا۔ اپنے جوش
سے اور مدد غیبی پر اندھادھند بھروسہ کرنے سے کئی دفعہ سکھوں
کی ہستی کو اُنہوں نے معرض خطر میں ڈالا۔ شہنشاہ اورنگ زیب
سمجھ گیا تھا کہ اس نئے فرقے کو دبانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے
سری گورو تیغ بہادر جی کا سر قلم کرادیا اور ان کی ترقی کا سدّباب
کرنے کی بھی حتےٰ المقدور کوشش کی۔ اپنے باپ کے قتل کا
انتقام لینے کے لئے سری گورو گوبند سنگھ جی تمام مسلمانوں کے
جانی دشمن ہو گئے۔ یہ گوروؤں میں سے آخر تھے اور سکھوں کی
تاریخ میں مشہور بہادر ہوئے ہیں اور ان کی کراماتیں قدیم کارناموں
کی ہم مرتبہ ہیں۔ ان کی بہادری اور سخاوت کے گیت ہر ایک سکھ ماں
اپنے بچے کو سُناتی ہے۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کو بھی آخر کار
مغلوں نے مغلوب کر لیا ان کے چاروں لڑکے ان کی عین حیات
ہی میں قتل ہو گئے تھے۔ اور کچھ مدت تک یہ دکھائی دیا کہ مذہبی
جوش کی آگ سرد ہو گئی ہے کیونکہ سری گورو گوبند سنگھ جی کا جانشین
بننے کے لئے کوئی قابل شخص موجود نہیں تھا اور اُن کی جگہ آج تک
خالی پڑی ہے۔ سکھ لوگ یقین کرتے ہیں کہ ایک مذہبی پیشوا
آنے والا ہے اور وہ ہمیشہ اُس کے انتظار میں رہتے ہیں۔
پھر بھی سری گورو گوبند سنگھ جی سکھ مذہب کے گوروؤں میں

مسلّمہ طور پر آخری ہی گورو ہیں۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کا چچا سورج مل
اُن کے بعد برائے نام سکھوں کا دُنیاوی مُصلح بنا۔ لیکن اُس میں سری
گورو گوبند سنگھ جی جیسی ہمت اور پارسائی کہاں تھی۔ لوگوں نے اُس کا
ساتھ ہی نہ دیا اور اُس کی کمزور حکومت میں سکھوں کو بہت کچھ نقصان
پہنچا۔ خاندانی تاریخ کا سلسلہ وار ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں مختصر
یہ ہے کہ سورج مل کے پوتے گلاب رائے نے انند پور کے
قصبے کو از سرِ نو تعمیر کیا کیونکہ سری گورو گوبند سنگھ جی کے زمانے میں
مسلمانوں نے اسے برباد کر دیا تھا اس نے بھیم چند راجہ بلاسپور
سے وسیع قطعات اراضی خریدے اور خاندان کی سوشل حیثیت کو
پھر زندہ کیا کیونکہ مذہبی رسوخ کا انحصار اسی پر تھا۔ انند پور کے
سوڈھیوں کی چار شاخیں جن کو بڑی۔ دوسری۔ تیسری اور
چوتھی سرکار کہتے ہیں گلاب رائے کے چار بھانجوں مسمیان
ناہر سنگھ۔ اودے سنگھ۔ کھیم سنگھ اور گوہر سنگھ سے نکلی ہیں۔
انند پور کے سوڈھی چونکہ سکھ مذہب کے ملجا و ماویٰ کی اولاد ہیں
اس لئے ان کی بڑی تعظیم و تکریم ہوتی ہے۔ عہد خالصہ میں جب
کبھی ستلج کے جنوب میں کوئی بڑی مہم پیش آتی تھی تو انکی شراکت
ضروری سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ متذکرۂ بالا چاروں بھائی اٹھارھویں
صدی کے اخیر تک متواتر لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے۔ لڑائی
میں عموماً یہ صرف اپنے رُوحانی فرائض ادا کرنے کے لئے موجود
رہتے تھے خود لڑتے نہ تھے محض جوشیلے جاٹوں کو لڑنے مرنے
اور فتح حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ مگر مال غنیمت میں سے

ان کو معقول حصہ ملتا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی خدمات کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ پنجاب کے الحاق کے وقت ان کے پاس ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیریں تھیں اس لئے وہ انگریزوں کے آنے سے قدرتاً ناراض تھے۔

انگریزوں کا آنا گویا ان کے اعزاز کا کھویا جانا اور ایک گونہ ان کی بربادی تھی۔ اور بتقاضائے کم حوصلگی جہاں تک بن پڑا انہوں نے حکام انگریزی کی مزاحمت اور سرکاری کارروائیوں کو لوگوں کی نظروں میں بدنام کرنے کی کوشش کی۔ لیکن لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ شکست کھا کر ان کا زور بل ایسا ٹوٹ چکا تھا کہ اُس طاقت کا مقابلہ کرنے کا ان کو حوصلہ نہ ہوتا تھا جس نے حال ہی میں ایک قواعد داں فوج کے دھوئیں بکھیر دئے تھے۔ سوڈھیوں کی حالت تھوڑی مدّت تک ایک فالج زدہ مریض کی سی رہی۔ آخر کار ان کو نئی حکومت طوعاً و کرہاً قبول کرنی پڑی اور جہاں تک ہوسکا انہوں نے اپنے لئے عمدہ شرائط لکھوالیں۔ جب سرکار کی طرف سے تمام ہتھیاروں کے فوراً حوالے کر دینے کا حکم ہوا تو انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی اور ان کے دیہات میں چھپے ہوئے ہتھیار برآمد ہوئے۔ مغویانہ چٹھیاں ملیں جن کے لکھنے والوں کو ازروے انصاف پھانسی دیجاتی۔ لیکن پھر بھی اس خاندان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا کیونکہ انقلاب حکومت پر ناراض ہونے میں وہ ایک حد تک معذور تھے۔ سوڈھیوں کے ساتھ ایسا فیاضانہ برتاؤ ہوا جس کا اُنہیں سان گمان بھی

نہیں تھا اور تمام سکھ قوم سرکار انگریزی کے اس حُسن سلوک کی
آج تک معترف چلی آتی ہے - ۱۸۴۷ء میں انند پور کے خاندان
کے مختلف اشخاص کو ۵۵۲۰۰ روپیہ کے نقد وظائف ملے -
لیکن وظیفہ خواروں کے مرنے پر ان وظائف کی مقدار بتدریج گھٹتے
گھٹتے تیس سال کے بعد کل ۹۹۲۴ روپیہ رہ گئی - لیکن گورنمنٹ
کا یہ منشا نہ تھا کہ ایک ہی پشت کے بعد خاندان مفلس ہو جاے
چنانچہ ۱۸۸۴ء میں یہ معاملہ پیش ہو کر فیصل ہوا اور ایک تجویز منظور
ہوئی جس سے ہر ایک وظیفہ خوار کی پنشن کی شرح مقرر ہوئی اور قرار
پایا کہ مقررہ قواعد کے مطابق وارثوں کو پنشنیں ملا کریں - اس تجویز
کے مطابق خاندان کا بزرگ ۲۴۰۰ روپیہ سالانہ کے دائمی وظیفہ
کا حق دار ہوا - اور یہ قرار پایا کہ یہ وظیفہ بجنسہ اُس کے بعد خاندان
کے سرکردہ کو ملا کرے - باقی وظیفہ خواروں کی نسبت یہ قرار پایا
کہ ان کے وارثوں کو ان کا نصف وظیفہ ملے اور تمام حالتوں میں
باقی نصف میں سے بیواؤں اور کنواری لڑکیوں کو گزارہ دیا جائے
اس شرط پر کہ جن وظیفہ خواروں کی پنشن ۵۰ روپیہ سے کم ہوگی
ان کی پنشن بند ہو کر یکشت رقم مل جائیگی *

انند پور کے سوڈھیوں میں رام نرائن سنگھ اور اُس کا چچا
نرندرا سنگھ اور نرندر سنگھ کرالیوالا بھی ممتاز اشخاص ہیں - نرندر سنگھ
کو کرالیوالا موضع کرالی واقع ضلع انبالہ کے سبب سے کہتے ہیں
کیونکہ کرالی کسی زمانے میں اس خاندان کے قبضے میں تھا - یہ
تینوں درباری ہیں - رام نرائن سنگھ اور نرندر سنگھ کرالیوالا پراونشل

درباری ہیں اور سوڈھی شام چند کی اولاد ہیں۔ نرندر سنگھ کرالیوالا گوہر سنگھ کا پڑپوتا ہے ⁎

خاندان سوڈھی کی چوتھی شاخ جس کو بڑی سرکار کہتے ہیں ناہر سنگھ سے نکلی ہے اور اس کا سرکردہ رام نرائن سنگھ ہے۔ سوڈھی ناہر سنگھ کے پاس جو ۱۷۹۵ء میں فوت ہوا کئی مواضعات کی جاگیر تھی جس کی آمدنی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ جب ۱۸۴۶ء میں جالندھر دواب انگریزی علاقے کے ساتھ ملحق ہو گیا تو ناہر سنگھ کا پوتا دیوان سنگھ خاندان کا بزرگ تھا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اُس وقت سوڈھیوں کا سرکار انگریزی سے برتاؤ لائق اطمینان نہیں تھا اس لئے اُن کی سب جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ دیوان سنگھ کو ۸۰۰۰ روپیہ سالانہ کا نقد وظیفہ ملا اور وہ ۱۸۵۰ء میں فوت ہوا۔ دیوان سنگھ کے پوتے ہر نرائن اور رام نرائن اُس وقت نابالغ تھے ان کی جاگیروں کا انتظام ان کے چچا نرندر سنگھ کے سپرد ہوا جس کو ڈسٹرکٹ جج ہوشیار پور نے لڑکوں کا سرپرست مقرر کیا۔ بڑا لڑکا سوڈھی ہر نرائن سنگھ ۱۸۸۹ء میں فوت ہوا۔ رام نرائن سنگھ کا چچا سوڈھی نرندرا سنگھ معزز اور حیثیت دار آدمی ہے اور اُس کو بہت کچھ مقامی رسوخ حاصل ہے۔ اور آنریری مجسٹریٹ۔ اندپور کی میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہونے کے علاوہ ڈویژنل درباری ہے ⁎

پٹیالہ میں اس خاندان کو ۱۰۰۰۰ روپیہ سالانہ کی ایک جاگیر ملی ہوئی ہے جس کو رام نرائن سنگھ۔ اُس کا چچا اور چچازاد بھائی

اپنے حصّوں کے مطابق تقسیم کر لیتے ہیں۔ راجہ فرید کوٹ نے بھی سوڈھی رام نرائن سنگھ کو ایک گاؤں جاگیر میں دے رکھا ہے جسکی سالانہ آمدنی ۴۷۵ روپیہ ہے۔ نرندرا سنگھ اور اُس کے بھتیجے گوربچن سنگھ کے پاس بھی ریاست نالاگڑھ میں ایک چھوٹی سی جاگیر ہے چک گورو واقع تحصیل نواشہر ضلع جالندھر کے یہ چچا بھتیجے مشترک مالک ہیں اور گنگاوال و کیرت پور اور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور کے دوسرے دیہات میں بھی چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی کے مالک ہیں۔ رام نرائن سنگھ کو بہ حیثیت سرکردگی خاندان ۲۴۰۰ روپے سالانہ کی ایک معین رقم بھی ملتی ہے۔ اور یہ آنریری مجسٹریٹ۔ سول جج اور پراونشل درباری ہے۔ اور راولپنڈی کے بابا سرکھیم سنگھ بیدی کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کی ایک بیٹی سے اس کی شادی ہوئی ہے +

پٹیالہ کے سابق مہاراجہ اور حال کے راجہ کپورتھلہ نے رسم پوہل سوڈھی ہر نرائن سنگھ متوفی کے ہاتھ پر ادا کی تھی +

سوڈھی خاندان کی دوسری شاخ جس کو دوسری سرکار کہتے ہیں اودے سنگھ کی اولاد سے ہے۔ اس کے نرائن سنگھ اور پورن سنگھ بزرگ ہیں۔ ان دونوں میں سے درباری کوئی بھی نہیں اور گورنمنٹ کی جانب سے ان کو پنشنیں ملتی ہیں +

خاندان سوڈھی کی تیسری شاخ جس کو تیسری سرکار کہتے ہیں کھیم سنگھ کی اولاد سے ہے۔ اس کے سب سے ممتاز آدمی سوڈھی نہال سنگھ اور ایشر سنگھ تھے۔ نہال سنگھ درباری تھا اسکو ۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی اور اُس کے پاس ۲۵۹۵ روپیہ سالانہ مالیہ کی

جاگیر موضع جھبکارہ اور موضع مہیشور ضلع گورداسپور میں تھی۔ وہ ۱۸۵۹ء میں فوت ہوا۔ کاہن سنگھ جو کیسری سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا اور کھیم سنگھ کا پوتا تھا ۱۸۴۶ء میں فوت ہوا۔ کاہن سنگھ کے بیٹے پرتاب سنگھ کو ۱۹۹۰۰ روپیہ مالیہ کی جاگیر ورثہ میں ملی۔ یہ جاگیر سوڈھیوں کی اور جاگیروں کے ساتھ بوقت الحاق ضبط ہوگئی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ پرتاب سنگھ کا برتاؤ سرکار انگریزی سے ایسا نہیں تھا کہ اُس کی کل جاگیر ضبط کرلی جائے چنانچہ ضلع گورداسپور میں تحصیلہائے گورداسپور۔ بٹالہ اور شکر گڑھ کے ۱۶ مواضعات کی جاگیر اور ضلع گوجرانوالہ میں موضع گوبندپور اور چھینت کی جاگیر جس کی آمدنی ۲۵۰۰ روپیہ تھی پرتاب سنگھ کے پاس چھوڑدی گئی۔ پرتاب سنگھ کے بعد اُس کا لڑکا ہردت سنگھ اور پوتے ایشر سنگھ اور کشن سنگھ جاگیر پر قابض ہوئے۔ ہردت سنگھ کو ۸۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی ایشر سنگھ درباری اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ ایشر سنگھ اور اُس کے بھائی دونوں کو دو دو سو روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی۔ ہردت سنگھ ۱۹۰۱ء میں اور ایشر سنگھ ۱۸۹۹ء میں فوت ہوا۔ لیکن دونوں لاولد فوت ہوئے۔ اب کشن سنگھ انندپور میں آنریری مجسٹریٹ ہے۔

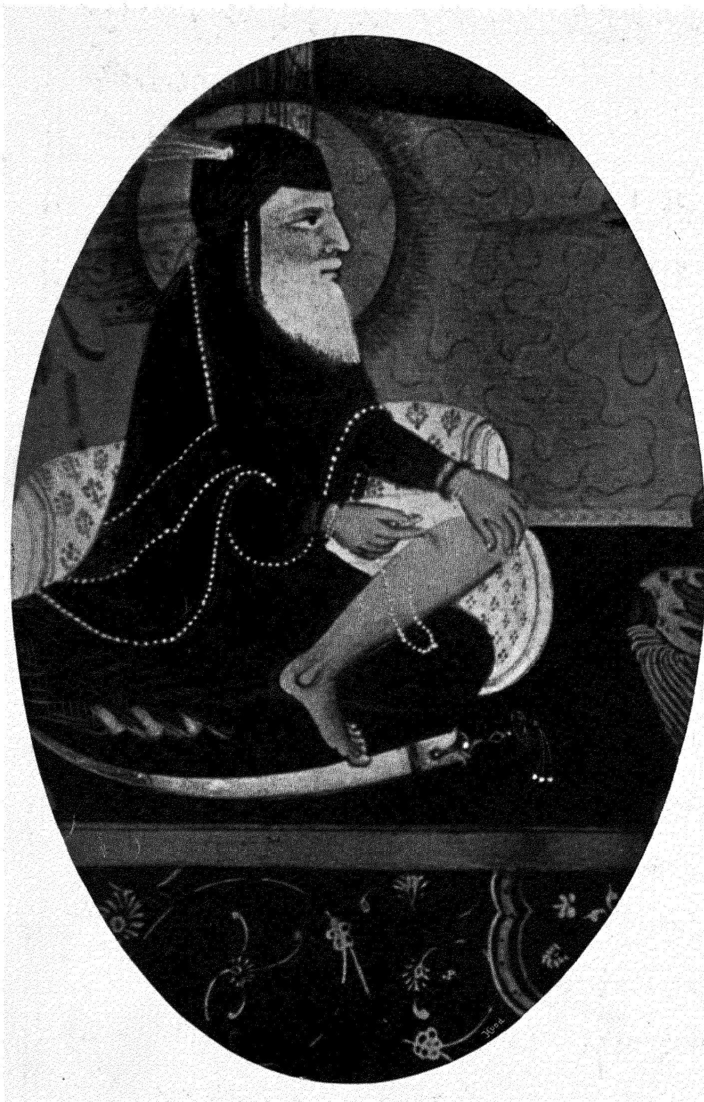
خاندان سوڈھی کی چوتھی شاخ جس کو چوتھی سرکار کہتے ہیں۔ گوہر سنگھ کی اولاد سے ہے۔ اس وقت اس شاخ کا سرکردہ نرندر سنگھ کرالیوالہ ہے۔ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۸۴۶ء یعنی الحاق پنجاب کے وقت اس کے پاس بڑی جاگیر تھی۔ لیکن ضلع انبالہ میں جاگیر کا ایک حصہ ضبط ہوگیا اور اس کے عوض میں اُس کو ۸۰۰ روپیہ سالانہ نقد کا وظیفہ مل گیا۔ ضلع جالندھر اور ہوشیار پور کی جاگیریں

جن کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے ابھی تک نرندرا سنگھ کرالیوالہ کے قبضے میں ہیں :-

| | | | |
|---|---|---|---|
| سنسووال | تحصیل اونا | ضلع ہوشیارپور | کل مالیت ۱۶۲۵ روپیہ ہے |
| نلوتی | | | |
| اہلگراؤں | | | |
| محمدپور | تحصیل گڑھ شنکر | " | |
| برنالہ | تحصیل نواشہر | ضلع جالندھر | |

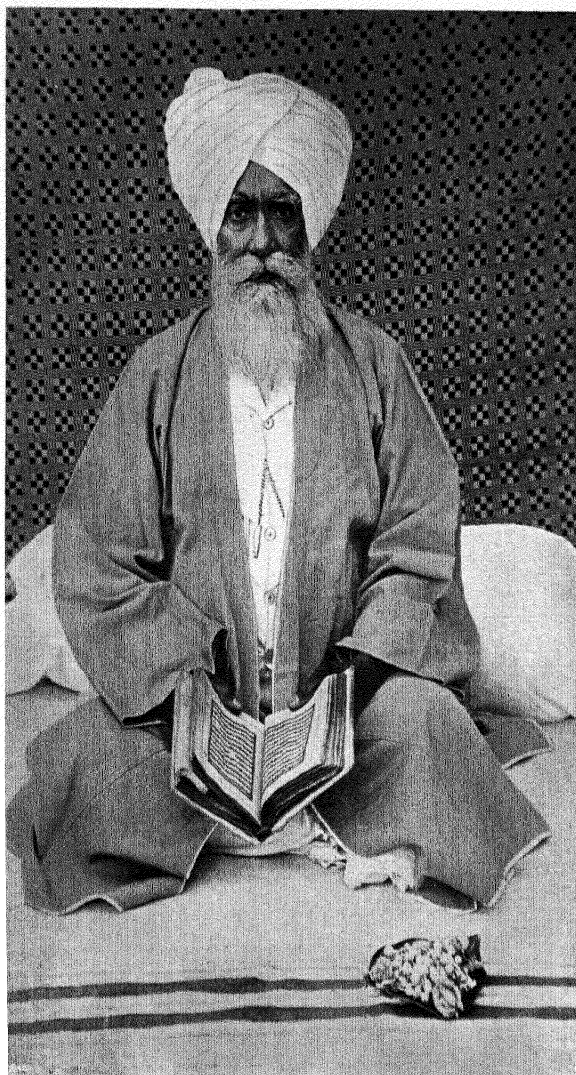
علاوہ ازیں تحصیل اونا کے دو دیہاتوں میں اس کو ۱۰۰۰ گھماؤں اراضی میں مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ نرندرا سنگھ کرالیوالہ انندپور میں آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری بھی ہے *

دمدمہ اور تیغ بہادر کے گردواروں کا کل چڑھاوا شام سنگھ کی اولاد کو ان کے موروثی حصوں کے مطابق ملتا ہے۔ انندپور کے گردوارے کے پجاری لوگڑھ کے سندر کا چڑھاوا لیتے ہیں۔ سوڈھی کھیم سنگھ کی اولاد اگنپور کے گردوارے کا چڑھاوا بلا شرکت غیرے ہی لیتی ہے۔ امرتسر کے دربار صاحب کے چڑھاوے میں سے تھوڑا سا حصہ کاہن سنگھ کی اولاد کو دیا جاتا ہے۔ کرتارپور میں باباگردتا گردوارہ کا چڑھاوا ناہر سنگھ کی اولاد کو ملتا ہے اور کرتارپور کے دو پرتھالپوری مندروں کی آمدنی ناہر سنگھ اور کھیم سنگھ کی اولاد آپس میں برابر برابر بانٹ لیتی ہے *



بابا صاحب سنگھ بیدی رئیس اونا

Baba Sahib Singh Bedi of Una.



بابا سوجان سنگھ بیدی رئیس اونا

Baba Sujan Singh Bedi of Una.

# بیدی سُجان سنگھ رئیس اونا

## باباکالادھاری
(وفات ۱۷۳۶ء)

۱ کوڑسنگھ
۲ اوتارچند
۳ جیت سنگھ (وفات ۱۷۷۳ء)
۴ دھرم چند
۵ ساگرچند

جیت سنگھ:
۱ صاحب سنگھ (وفات ۱۸۳۴ء)
۲ محبوب سنگھ

صاحب سنگھ:
۱ بشن سنگھ (باباسرکھیم سنگھ بیدی کے سی آئی ای مرحوم ومغفور کاجدِ بزرگ)
۲ تیغ سنگھ
۳ بکرام سنگھ (وفات ۱۸۶۳ء)

بکرام سنگھ:
۱ سورج سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء)
۲ بیدی سُجان سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء)

بیدی سُجان سنگھ:
۱ رام کشن سنگھ ولادت ۱۸۷۴ء
۲ من موہن سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)
۳ شیودیوسنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

رام کشن سنگھ:
۱ سانول سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)
۲ دیواندرسنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)

---

بیدی کالادھاری جوسری بابانانک جی کی اولاد میں سے تھا پچھلی صدی کے شروع میں ڈیرہ بابانانک ضلع گورداسپور سے آیا۔ کئی سال تک یہ جالندھردواب کے آس پاس پھرتا رہا اور آخرکار اونا ضلع ہوشیارپور میں مقیم ہوگیا۔ یہاں اس نے کثیر التعداد مرید کرلئے۔ جو اس کی فصیح زبان سے گرنتھ صاحب کی تفسیر اور معانی سُننے کے لئے اسکے پاس جمع ہوتے تھے کیونکہ سری گوروگرنتھ صاحب

جیسا کہ آج کل سمجھنے میں مشکل ہے اُس زمانے میں بھی ایسا ہی مشکل تھا۔ جسوال راجہ رام سنگھ نے بیدی کالا دھاری کو ۶ گماؤں اراضی کی مالگزاری دے دی۔ اس سے اس کی بہت ناموری ہوئی۔ سنہ ۱۷۳۵ء میں کالا دھاری کی وفات کے بعد اُس کے لڑکے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ ان میں سے اوتار چند تو باریان تحصیل گڑھ شنکر میں مقیم ہو گیا جہاں آج تک اُس کی اولاد معافی زمین پر قابض ہے اور دھرم چند ڈیرہ بابا نانک واپس چلا گیا۔ ساگر چند لاولد مر گیا اور جیت سنگھ مذہبی معاملات میں اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن اس میں اپنے باپ جیسا مذہبی جوش نہیں تھا اور اگر اس خاندان میں جیت سنگھ کے بیٹے بیدی صاحب سنگھ جیسا نامور آدمی پیدا نہ ہوتا تو یہ خاندان غالباً بے حقیقت ہو جاتا۔ صاحب سنگھ کے والد کے انتقال کے تھوڑی مدت بعد سنتوک گڑھ کے سردار گوردت سنگھ اور جسوال کے راجہ اُمید سنگھ کے مابین ایک زمین کے متعلق تنازع ہوا اور صاحب سنگھ کو خوش قسمتی سے ان دونوں نے اپنا ثالث مقرر کر لیا جس نے ایسی دانائی اور خوش اسلوبی سے معاملے کا تصفیہ کیا کہ اس کو اس کارگزاری اور محنت کے صلے میں راجہ امید سنگھ نے تو تعلقہ اونا عطا کیا اور گوردت سنگھ نے اس کو کلگراؤں کے زرخیز اور پُرفضا دیہات کا جاگیردار بنا دیا۔ جب بیدی صاحب سنگھ کی اس طرح سے عزت افزائی ہوئی تو وہ جلدی ہی مذہبی مسائل اور سوشل معاملات میں مستند حکم مانا جانے لگا۔ تمام جالندھر دوآب میں اس نے رسوخ پیدا کر لیا اور مانجھے کے علاقے میں جہاں وہ اکثر

جایا کرتا تھا لوگوں کے گروہ کے گروہ اس کے پرجوش اور فصیح پرچار کو سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ راجہ کہلور نے بھی موضع بندلاہری بیدی صاحب سنگھ کی نذر کرنا قرین مصلحت سمجھا۔ اَور رؤسا اور جاگیردار بھی اپنی حیثیت کے مطابق بیدی صاحب سنگھ کو عطیات اراضی دینے کے آرزومند تھے حتیٰ کہ بیدی صاحب سنگھ کا زہد و تقویٰ مہاراجہ رنجیت سنگھ پر بھی کارگر ہو گیا اور اُس نے بھی بیدی کی قابلیت کی قدر کی اور بیدی کی ترقی پذیر جاگیر میں ادھووالی واقع ضلع گوجرانوالہ کا اضافہ کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مہاراجہ پٹیالہ بیدی کو اپنے خطوط میں "باباصاحب بیدی صاحب سنگھ جی" کے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔ بعد میں بیدی صاحب سنگھ رنجیت سنگھ کے ساتھ اُس کی اکثر مہموں میں جانے لگا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنی فوج میں بیدی جیسے پُرجوش اور پارسا شخص کی موجودگی سے غالباً بہت فائدہ ہوتا تھا کیونکہ وہ وقتاً فوقتاً بیدی صاحب سنگھ کو فتح کے بعد مال غنیمت میں سے بڑی دریا دلی سے انعام و اکرام دیتا تھا۔ لیکن رنجیت سنگھ کے بعد بہت سے دیہات جو بیدی صاحب سنگھ کو اس طرح ملے تھے رنجیت سنگھ کے جانشینوں نے ضبط کر لئے۔

۱۷۹۴ء میں بیدی صاحب سنگھ نے مالیر کوٹلہ کے افغانوں پر گاؤکشی کا الزام لگا کر ان کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور سردار تارا سنگھ گھیبا۔ سردار بھگیل سنگھ تھانیسر اور اَور کئی سرداروں کو اپنے ساتھ شامل ہونے کی ترغیب دی۔ لیکن یہ سردار ایسے لوگ تھے کہ ان کو مذہب کی چنداں پروا نہ تھی لوٹ مار کا زیادہ

خیال رکھتے تھے اور جب تک قتل و غارت کر سکتے تھے مذہبی اور غیر مذہبی دعوت اُن کے نزدیک یکساں تھی۔ اس مذہبی لڑائی میں مالیر کوٹلے کے بدقسمت افغانوں نے عطاء اللہ کی سرکردگی میں سکھوں کا سخت مقابلہ کیا لیکن آخر مغلوب ہوئے اور شکست کھا کر کوٹلے کی طرف نکل گئے۔ جسے بیدی صاحب سنگھ نے گھیر لیا۔ عطاء اللہ نے صاحب سنگھ راجہ پٹیالہ کی طرف قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی چنانچہ امرگڑھ میں جو فوج ڈیرے ڈالے ہوئے تھی فوراً بسرکردگی بخشی سیدا اور سردار چین سنگھ عطاء اللہ کی مدد کو کوٹلے آگئی اور بیدی صاحب سنگھ کو مجبوراً ستلج کے پار ہٹنا پڑا۔

اس کے چار سال بعد ۱۷۹۸ء میں بیدی صاحب سنگھ نے امرتسر میں اُسی پچھلے بہانہ پر رائے کوٹ کے راجپوت مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا اعلان کیا۔ قریباً ۷۰۰۰ سکھوں نے ستلج کے پار ہو کر رائے کوٹ کو جس میں اس وقت جگراؤں۔ رائے کوٹ۔ لدھیانہ اور قرب و جوار کا ملک شامل تھا۔ روند ڈالا۔ رائے کوٹ کے سردار رائے الیاس کی عمر اس وقت صرف ۱۵ سال تھی۔ لیکن اُس کے اعلیٰ افسر روشن خاں نے موضع جودھ پر خوب ہی مقابلہ کیا اور اس میں شبہ ہی نہیں کہ وہ سکھوں کو مار کر پسپا کر دیتا اگر ایک گولی اُس کو ہلاک نہ کر دیتی اور اُس کی فوج جی چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ رائے الیاس نے اپنے پڑوسیوں کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے قاصد بھیجے۔ سرداران پٹیالہ و جیند اور بھائی لعل سنگھ والئ کیتھل اور جودھ سنگھ والئِ کلسیا نے اپنی فوجیں اکٹھی کیں اور لدھیانہ کی طرف بڑھ کر

سکھوں کو آگے دھر لیا اور سب مواضعات جو بیدی صاحب سنگھ نے فتح کئے تھے واپس لے لئے۔ بیدی صاحب سنگھ جب چند دیہات سے نکالا گیا تو اس نے اوروں پر قبضہ کر لیا۔ رائے الیاس کے عامل شیر خاں کے ظلم سے تنگ آکر منصور کے زمینداروں نے بیدی صاحب سنگھ کو مدعو کیا۔ بیدی نے جاتے ہی قلعہ نوبت پر قبضہ کر لیا اور موضع دوگھاری میں ایک نیا قلعہ تعمیر کیا۔ بیدی نے بعد ازاں لدھیانہ فتح کر کے قلعۂ لدھیانہ کا محاصرہ کر لیا اور وہ قلعہ کو یقیناً فتح کر لیتا مگر رائے الیاس نے دھمکی دی کہ میں حصار کے نامور جارج ٹامس کو بلالونگا اس لئے بیدی کو ستلج کے پار ہٹ آنا پڑا[1]۔

بیدی ۱۸۳۴ء میں مرا۔ اُس کا سب سے بڑا بیٹا اُس کی حین حیات ہی میں ملسیان ضلع جالندھر میں سکونت پذیر ہو گیا تھا اور وہاں اُس کو چھچھرا اور واصل پور کی مالگزاری سے چھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ یہ گاؤں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بیدی کو عطا کئے تھے۔ اُس کا تیسرا لڑکا بکرم سنگھ اپنے باپ کی اکثر جائداد پر قابض ہوا نیز ستلج و بیاس کے درمیانی علاقے میں اُسے سری بابا نانک صاحب جی کا نائب تسلیم کیا گیا اور ان کا روحانی خرقہ بھی اسی کو ملا۔ لاہور میں بھی اُس کی وقعت تسلیم کی گئی اور کئی سال تک یہ خاندان ترقی پر رہا لیکن سرکار انگریزی کے آنے سے حالات کا رنگ بدلا اور دوسری جاگیروں کی طرح مانجھے کی جاگیریں بھی ضبط ہو گئیں کیونکہ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ بیدی کا قبضہ بہت قلیل عرصے سے ہے اور اُس کے

[1] گریفن صاحب کی کتاب راجگان پنجاب کا ملاحظہ ہو۔

حقوق بھی بالکل کم وزن ہیں۔ تمام جاگیروں کو ضبط کرنے کے بعد
ان کے عوض میں سرکار نے مجموعتہً ایک جاگیر مالیت ۳۱۲۱۲ روپیہ
سالانہ دینی چاہی لیکن بیدی نے بکمال غضب لینے سے انکار کردیا۔
بکرم سنگھ کو غدار سمجھنے کی سرکار کے پاس بہت سی وجوہات تھیں اور
سرکار کی یہ منشا نہ تھی کہ اُس سے وہ فیاضانہ سلوک کیا جاوے جو
اُس سے اُس حالت میں کیا جاتا جب وہ اس نئے دور میں سرکار
انگریزی کی سب شرائط فوراً قبول کرلیتا۔ بندوقیں اور ہتھیار جو
اُسے حوالے کردینے چاہیئے تھے باغ میں چھپے ہوئے برآمد
ہوئے اور اس بات کے کئی ثبوت ملے کہ اگر کوئی شخص پیشقدمی
کرتا تو یہ بغاوت کرنے پر آمادہ تھا۔ لہذا جو کچھ سرکار پہلے دینا چاہتی تھی
اُس میں تخفیف کرکے ۱۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر تجویز کی مگر اُس نے مثل
سابق اس جاگیر کے لینے سے بھی انکار کیا۔ پھر ۱۸۴۸ء میں سکھوں
کی دوسری لڑائی کے وقت ضلع ہوشیارپور کے شمالی پہاڑی راجاؤں
نے مقامی بغاوت کی۔ اس بغاوت کے سرغنہ کانگڑہ۔ جاسون۔
اور دتارپور کے راجا تھے۔ جان لارنس صاحب بہادر نے جو اُس
وقت ستلج کے پار ریاستوں کے کمشنر تھے بغاوت کو فوراً دبا دیا۔
اُس نے صرف ۴ توپوں اور پانچ سو آدمیوں ہی سے علاقۂ دُون
کو روند ڈالا۔ باغی راجے قید ہوکر جلاوطن کئے گئے اور ان کے
علاقے ضبط ہوگئے۔ بیدی بکرم سنگھ نے بھی اس بغاوت میں اپنی
تمام طاقت خرچ کی کیونکہ اُس کو یہ اُمید تھی کہ اب اس کے دن پھرنے
کو ہیں۔ وہ سارے علاقے کو بغاوت پر اشتعال دینے کے لئے ہوشیارپور

جارہا تھا اور میلی سے ۸ میل کے فاصلے پر ٹھیرا ہوا تھا کہ اُس نے راجگان کی افواج کا شکست کھانا اور منتشر ہوجانا سُنا اس لئے اُس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور جلد بیاس پار ہو کر مہاراجہ شیر سنگھ کے پاس بھاگ گیا۔ بعدازاں اس نے اپنے آپ کو سرکار انگریزی کے حوالے کر دیا اور اُس کو امرتسر میں رہنے کی اجازت مل گئی لیکن ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ کے معاوضہ میں جو وہ ۱۸۶۳ء تک تاوفات پاتا رہا اس کی تمام اراضیات ضبط کر لی گئیں +

بیدی بکرم سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا ۱۸۶۴ء میں فوت ہوا- ۱۱۰۰ روپیہ کا وظیفہ جو تین سال بعد بڑھا کر ۲۳۰۰ روپے کر دیا گیا تھا۔ بیدی بکرم سنگھ کے دوسرے بیٹے سُجان سنگھ کو گزارے کے لئے ملا۔ سُجان سنگھ اس وقت سارے خاندان کا بزرگ ہے۔ ۱۸۸۴ء میں اسکی حالت پر سرکار نے پھر غور کیا اور ایک ایسے تباہ حال خاندان کی مالی حالت سنوارنے کے لئے جو کسی زمانے میں بڑا مقتدر اور طاقتور تھا اور جسکی آج تک سکھ قوم عزت وحرمت کرتی ہے۔ یہ مناسب سمجھا گیا کہ بجائے نقد وظیفہ کے مواضعات ارنیالہ- لال سنگھ اور اونہ واقع تحصیل اونہ میں ایک جاگیر ۴۸۴۴ روپیہ مالیہ کی عطا کی جائے۔ بیدی سُجان سنگھ کو معافی کی زمینوں اور باغات سے ۵۰۰ روپیہ سالانہ آمدنی ہے۔ اُسکے پاس مواضعات ارنیالہ- کوٹلہ لال سنگھ ننگل- کلالند اور نور پور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں ۷۰ گھماؤں اراضی ہے۔ علاوہ ازیں ضلع گوجرانوالہ اور شاہ پور میں چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی اسکی ملکیت ہیں۔ بیدی سجان سنگھ آنریری مجسٹریٹ۔ میونسپل کمیٹی اونہ کا پریزیڈنٹ اور ڈسٹرکٹ بورڈ اونہ کا ممبر ہے اور ضلع ہوشیارپور کے سرآوردہ پراونشل درباریوں میں ہے +

# میاں اُدھم سنگھ رئیس پرتھی پور

راجہ اننت چند

راجہ گوبند چند (وفات ۱۸۱۹ء)

- ۱ میاں دیوی چند (وفات ۱۸۸۴ء)
  - ۱ سورما چند (وفات ۱۹۰۲ء)
  - ۲ رگھبیر چند (وفات ۱۸۹۲ء)
    - ۱ میاں بلدیو چند (ولادت ۱۸۶۷ء)
    - ۲ بلرائے چند (ولادت ۱۸۶۹ء)
    - ۳ ابرائے چند (ولادت ۱۸۸۶ء)
- ۲ مان چند (وفات ۱۸۵۷ء)
  - ۱ سوہن سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء)
- ۳ میاں اُدھم سنگھ (ولادت ۱۸۳۸ء)
  - ۲ حکم سنگھ (ولادت ۱۸۷۱ء)
  - ۳ پرتاب سنگھ (ولادت ۱۸۷۸ء)

میاں اُدھم سنگھ کی ابتدائی تاریخ قدیم افسانوں کے لحاظ سے ایسی ہی دلچسپ ہے جیسی رائے ہیرا چند والیٔ بھورے کے خاندان کی۔ دونوں بھوم چند دیوتا کی اولاد کہلاتے ہیں لیکن بیس پشتیں گزری ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہو گئے جب گینی چند خلف راجہ میگ چند نے پہاڑوں سے اُتر کر گوپی پور ڈیرہ واقع ضلع کانگڑہ کے پاس جو سرحد ہوشیار پور کے عین شمال میں واقع ہے ریاست گولیر کی بُنیاد ڈالی۔ اُسکے بعد اُس کے تمام علاقے اُس کے بڑے بیٹے مکامل چند کو ملے۔ اُس کا چھوٹا لڑکا سرداتا جنوب کی طرف جہاں اب ضلع ہوشیار پور کی تحصیل دسوہہ ہے چلا آیا اور یہاں آکر دتار پور کی چھوٹی راجپوت ریاست قائم کی جو سیکڑوں سال قائم رہی۔ اس

ریاست کے حاکم پچھلی صدی کے ابتدائی زمانے میں اُس وقت تک کہ رنجیت سنگھ نے ان کے معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا بالکل خود مختار تھے۔ خاندان کے موجودہ بزرگ کے دادا راجہ گوبند چند کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک دفعہ لاہور میں طلب کیا لیکن وہ مہاراجہ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ مہاراجہ نے اُس کے اختیارات شاہی چھین لئے اور اُس کا تنزل کر کے محض ایک جاگیردار کے درجہ کو پہنچا دیا۔ ۱۸۱۸ء میں راجہ گوبند چند کی وفات کے بعد اُس کے لڑکے راجہ جگت چند کو ۴۰۰۰ روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی اور جب ۱۸۴۶ء میں دوابہ (جالندھر) انگریزی علاقے کے ساتھ ملحق ہوا اُس وقت اس جاگیر کی آمدنی اُسے ملتی تھی۔ کانگڑہ کے راجپوت راجاؤں کو یہ خیال تھا کہ انگریزی راج کے آنے سے ہمیں وہ سب قدیم حقوق جو سکھوں نے چھین لئے تھے واپس مل جائینگے۔ لیکن ان کو یہ دیکھکر سخت مایوسی ہوئی کہ نئے حاکم بھی ملک پر قابض ہو کر معاملات کی موجودہ صورت کو بدلنا نہیں چاہتے راجہ جسواں اور راجہ دتارپور کی بغاوت اور سرجان لارنس صاحب بہادر کے اس بغاوت کو فوری فرو کرنے کا حال کسی اور باب میں دیا گیا ہے راجہ جگت چند قید ہوا اور اپنے بڑے لڑکے دیوی چند کے ساتھ مقام الموڑا صوبہ شمال مغربی میں جلاوطن کیا گیا اور ان دونوں باپ بیٹوں کو ۳۶۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ گزران کے لئے ملتا رہا۔

راجہ جگت چند ۱۸۷۷ء میں فوت ہوا۔ اُس کا سب سے چھوٹا لڑکا اُدھم سنگھ پرتھی پور واقع تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں رہتا ہے اور اُسے ۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی ہے۔ اُس کی سوتیلی والدہ کو بھی

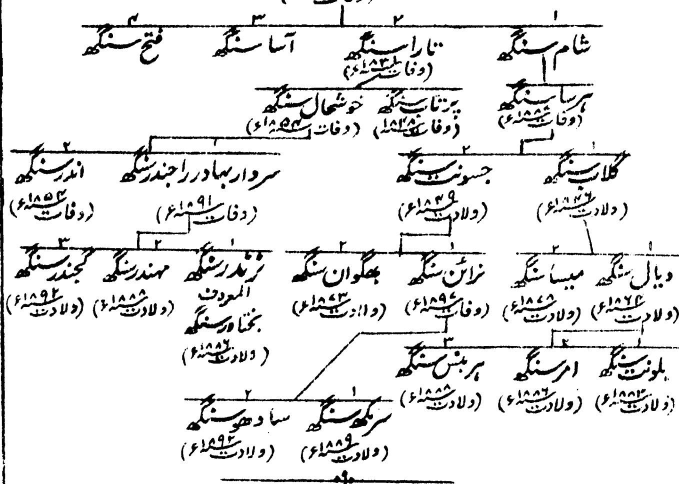
گزران کے لئے کچھ ملتا ہے۔ راجہ جگت چند کا سب سے بڑا لڑکا میاں دیوی چند ۱۸۸۲ء میں دو لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا۔ بڑا لڑکا سور ما چند مہاراجہ جموں کی فوج میں کرنیل تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس کو ۶۰۰ روپیہ سالانہ جاگیری وظیفہ کے طور پر ملتا تھا لیکن اسکے بھائی رگھبیر چند کے مرنے پر اس وظیفے میں اضافہ کر کے ۱۲۰۰ روپیہ کر دیا گیا۔ سور ما چند ۱۹۰۳ء میں فوت ہوا۔ دیوی چند کا دوسرا لڑکا رگھبیر چند راجہ منڈی کے ہاں ملازم رہا جس نے پہلے اس کی ہمشیرہ اور بعد ازاں اُسکی لڑکی سے شادی کی۔ رگھبیر چند کی والدہ کے مرنے کے بعد گورنمنٹ نے رگھبیر چند کا وظیفہ جاگیر ۴۲۰ روپیہ سالانہ سے ۶۰۰ روپیہ سالانہ کر دیا۔ اس طرح اس کا وظیفہ اُسکے بھائی سور ما چند کے وظیفے کے برابر ہو گیا۔ علاوہ ازیں رگھبیر چند کو ریاست منڈی سے ۳۰۰ روپیہ ماہوار ملتا تھا اور اسکے پاس ایک گاؤں بھی تھا جس کی سالانہ آمدنی ۱۰۰۰ روپیہ تھی ۱۸۹۷ء میں رگھبیر چند فوت ہو گیا۔ اور اُس وقت سے اُس کے اہل و عیال کو ریاست منڈی سے ۲۵۰ روپیہ ماہوار پنشن ملنے لگی۔ گورنمنٹ سے جو وظیفہ جاگیری رگھبیر چند کو ملتا تھا وہ اُس کے بھائی سور ما چند خاندان کے بزرگ کو دیا گیا اس طرح سور ما چند کو ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ ملنے لگا پھر سور ما چند کے لاولد مرنے پر اُس کا ۱۲۰۰ روپیہ کا سالانہ وظیفہ اُس کے بھتیجے بلدیو چند رگھبیر چند کے سب سے بڑے بیٹے کو اس شرط پر ملنے لگا کہ وہ سور ما چند کی تین بیواؤں کو معقول گزارہ دیا کرے چنانچہ بلدیو چند نے ہر ایک بیوہ کو پندرہ روپیہ ماہوار فی کس یا کل ۵۴۰ روپیہ سالانہ دینا منظور کیا۔ سور ما چند اور رگھبیر چند دونوں کی شادی

کی وجہ سے راجہ سرمور کے ساتھ رشتہ داری تھی - میاں اُدھم سنگھ رائے ہیرا چند رئیس بھور کی چچازاد ہمشیرہ سے بیاہا ہوا ہے۔ میاں اُدھم سنگھ ڈویژنل درباری ہے اور چونکہ اس خاندان میں صرف یہی ایک درباری ہے اُس کو اس کتاب میں اور نیز پچھلی ایڈیشن میں خاندان کا بزرگ دکھایا گیا ہے - ورنہ حقیقت میں میاں بلدیو چند شاخ کلاں کا بزرگ ہے ٭

اس خاندان کے آدمی ذات کے ددول راجپوت ہیں ٭

# نرندر سنگھ رئیس کتھ گڑھ

جھنڈا سنگھ
(وفات ۱۷۹۷ء)




جھنڈا سنگھ رئیس سلطان ونڈ واقع ضلع امرتسر نے بھی اپنے ہمعصر مانجھے کے جاٹوں کی طرح سلطنت مغلیہ کے حصے بخرے ہونے سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ کچھ جاگیر پر قابض ہو کر نیم خود مختار ہو گیا اور سیالکوٹ میں چند دیہاتوں پر قبضہ کر کے ان کو اپنے چھوٹے بھائی کے حوالے کر دیا پھر سنہ ۱۷۵۹ء میں ستلج اور بیاس کے درمیانی زرخیز ملک کی طرف بڑھا۔ اور علاقہ باسی کلاں و علاقہ سنگریوالہ واقع تحصیل ہوشیارپور میں سولہ کتھ گڑھ میں چالیس اور علاقہ جمعیت گڑھ تحصیل گڑھ شنکر میں سترہ مواضعات پر قابض ہو گیا جن تمام کی سالانہ مالگزاری ایک لاکھ روپیہ کے قریب تھی۔ جھنڈا سنگھ کی وفات سنہ ۱۷۹۷ء میں واقع ہوئی اور

اُس کی ہوشیار پور کی جاگیروں پر اُس کا بیٹا تارا سنگھ قابض ہوگیا۔
تارا سنگھ نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لئے پانچ چھوٹے چھوٹے
قلعے تعمیر کئے جو آج تک موجود ہیں۔ مگر اسے بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی اطاعت کرنی پڑی جس کا مقررہ اظہار اُس نے رنجیت سنگھ کے
لئے سوار فراہم کرنے کی صورت میں کیا جو جاگیر کی وسعت وحیثیت کے
لحاظ سے مقرر کئے گئے تھے ٭

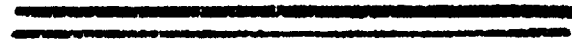
۱۸۳۱ء میں تارا سنگھ کی وفات کے بعد اُس کا اکلوتا بیٹا
خوشحال سنگھ جانشین ہوا۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بڑا منظورِ نظر ہوگیا اور
اکثر مہموں میں مہاراجہ کا شریک رہا۔ اس کی شادی امرتسر کے سردار
لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے گھرانے میں ہوئی تھی۔ الحاقِ پنجاب کے بعد
اس کو ضلع ہوشیار پور میں اٹھارہ مواضعات کی جاگیر ملی جن کی سالانہ
آمدنی ۱۰۳۷۱ روپیہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ اب تک ضلع امرتسر
میں سلطان ونڈ پر بھی قابض ومتصرف تھا جس کا مالیہ ۲۰۳۱ روپیہ
تھا۔ یہ ۱۸۵۵ء کے شروع میں فوت ہوا اور اُس کا ایک بیٹا مسمی
اندر سنگھ بھی اُس کے بعد چھ مہینے کے اندر ہی مر گیا۔ اس لڑکے کے
مرنے پر اس خاندان میں سردار راجندر سنگھ جس کی عمر اس وقت صرف
۷ سال کی تھی اکیلا رہ گیا۔ یہ لڑکا ڈپٹی کمشنر ضلع ہوشیار پور کی حفاظت
میں رکھا گیا۔ اور اس نے ڈسٹرکٹ سکول میں اچھی تعلیم پائی۔ اس
خاندان کی جاگیر جس میں سلطان ونڈ ضلع امرتسر میں ایک تحصیل ہوشیار پور
میں چار اور تحصیل گڑھ شنکر میں سات دیہات تھے بہت گھٹ گئی
اور اس کی آمدنی صرف ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ رہ گئی اگرچہ اس خاندان

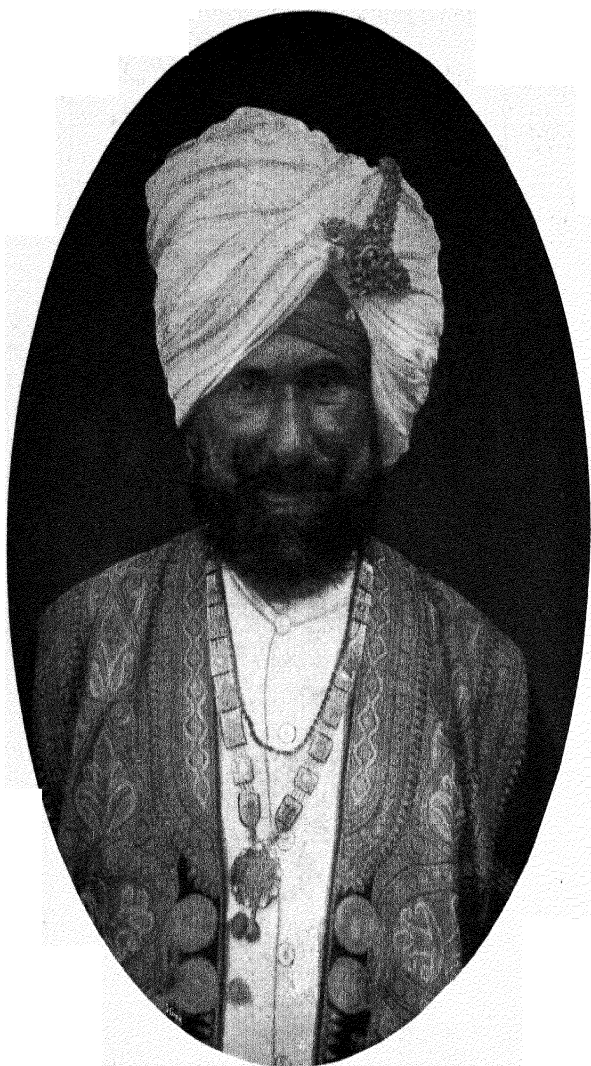
کو انہی مذکورہ بالا تحصیلوں میں ۱۶۰۰ گھماؤں اراضی پر مالکانہ حقوق حاصل تھے۔ راجندر سنگھ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ کتھ گڑھ۔ گڑھ شنکر اور ہوشیارپور میں بسر کیا۔ بلچور پولیس تھانہ کی حدود میں سرکل ذیلدار۔ آنریری مجسٹریٹ۔ سب رجسٹرار اور سول جج رہا۔ گڑھ شنکر لوکل بورڈ کا پریزیڈنٹ اور ہوشیارپور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر بھی ہو گیا اور بعدازاں ایچیسن کالج لاہور کی منتظمہ کمیٹی کا ممبر مقرر ہوا۔ جنوری ۱۸۸۸ء میں اُسے سردار بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ سردار مذکور پراونشل درباری تھا اور اپنے علاقہ میں بڑا صاحب رسوخ آدمی تھا علاوہ ازیں وہ اُن چند پرانے سکھ رؤسا میں سے تھا جنہوں نے زمانہ کے رنگ ڈھنگ کے مطابق اپنی حالت کو بدل لیا تھا۔ اُس کی روشن خیالی کی ایک مثال یہ ہے کہ اُس نے جاٹوں کی شادیوں میں اخراجات گھٹانے کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ احمد کلاں ضلع امرتسر کے سردار ناہر سنگھ لدھراں ضلع لدھیانہ کے سردار شیو دیو سنگھ۔ ہرپڑ گڑھ واقع ریاست نابھہ کے سردار اہنا سنگھ اور رینی ماجرا ضلع انبالہ کے سردار کے گھرانوں کے ساتھ شادی کی وجہ سے اس کی رشتہ داری تھی۔ اس کا انتقال ۱۸۹۱ء میں ہوا۔ اور دو لڑکے چھوڑے جو دونوں ہی نابالغ تھے اور تیسرا لڑکا اُس کی وفات کے بعد پیدا ہوا۔ اُس وقت اسکی جاگیر کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں آگئی اور لڑکے بڑے ہو کر ایچیسن کالج میں تعلیم کے لئے بھیجے گئے۔ سب سے بڑا لڑکا بختاور سنگھ اب بالغ ہو گیا ہے لیکن اُس کو ابھی تک اپنے باپ کی درباری کرسی نہیں ملی ہے جاگیر کی مالیت ۱۲۰۰۰ روپے سے اوپر ہے اور اغلب ہے کہ اسکی

تقسیم کے متعلق جھگڑا ہو کیونکہ راجندر سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا جو پہلی بیوی سے ہے "چونڈاونڈ" کے رواج کے مطابق آدھی جاگیر کا دعویدار ہے۔ لیکن دونوں چھوٹے لڑکوں کی ماں جو سردار مرحوم کی زندہ بیوہ ہے رواج "پگ ونڈ" کے مطابق جائداد کو برابر حصوں میں تقسیم کرانے کا دعوے رکھتی ہے۔ کورٹ آف وارڈز نے اس جاگیر کا انتظام بہت اچھی طرح کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریباً ۲۰۰۰ روپیہ آمدنی سے پس انداز ہو گیا ہے۔

اس جگہ پر خاندان کی شاخ کلاں کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسی جھنڈا سنگھ کے بیٹے شام سنگھ سے نکلی ہے۔ اس کے قبضے میں امرتسر، سیالکوٹ اور جموں کی جاگیریں آئیں جن کی آمدنی لاکھ سے اوپر بتائی جاتی ہے۔ ہرسا سنگھ خلف شام سنگھ رنجیت سنگھ کی فوج میں ایک نامی سپاہی تھا اور فرانسیسی برگیڈ کی ایک رجمنٹ کا کمیدان تھا اور مہاراجہ شیر سنگھ کے ماتحت جرنیل تھا۔ ۱۸۴۹ء میں وہ قومی حمایت میں سکھوں کے ساتھ مل کر ملتان پر سرکار انگریزی کے برخلاف لڑا اور اس طرح اپنی ۲۵۰۰۰ روپیہ کی جاگیر ضبط کروالی۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے گیارھویں بنگال لانسرز میں بعہدہ رسالدار ملازمت اختیار کی اور وہاں دلاور سپاہی ثابت ہوا۔ وہ ۱۸۶۰ء میں ۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن اور سردار کا خطاب حاصل کر کے ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ پھر ۱۸۸۵ء میں اس کی موت کے بعد آدھی پنشن اس کے بیٹے گلاب سنگھ کو ملی جو خاندان کا بزرگ ہوا۔ سردار ہرسا سنگھ ضلع امرتسر کا پراونشل درباری تھا اور سلطان ونڈ میں رہتا تھا۔ گلاب سنگھ سلطان ونڈ کا اعلےٰ لمبردار تھا اور یہ ایک بارسوخ آدمی تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۷ء میں ہوا۔ اس کا بھائی جسونت سنگھ

بنگال کے گیارھویں رسالہ میں رسالدار تھا - اور افغان سرحدی کمیشن کے متعلق خدمات کرکے اس نے آرڈر آف میرٹ حاصل کیا - جسونت سنگھ کا بیٹا نرائن سنگھ اپنے باپ کی رجمنٹ میں وفعدار تھا اور ۱۸۹۷ء کی سرحدی مہم میں مارا گیا - آج کل تقریباً ۲۵۰ ایکڑ زمین اس خاندان کی ملکیت میں ہے ٭





رانا لہنا سنگھ رئیس مانسوال

Rana Lehna Singh of Manaswal

جو وہ رانا مانسوال سے لے رہا تھا دیگر صلح کی۔ بعد ازاں ۱۸۰۴ء
میں رانا مانسوال نے جسوانیوں سے مل کر کٹوچ راجپوتوں کے
اُس حملے کی مزاحمت کی جو اُنہوں نے کانگڑہ کے مشہور و معروف
سنسار چند کی سرکردگی میں کیا تھا اور بڑی کامیابی سے اپنے علاقے
کو بچایا اور سنسار چند کو نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد
مہاراجہ رنجیت سنگھ دوسرا بیرونی حملہ آور تھا جس سے اُنہیں بھگتنا تھا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ۱۸۱۵ء میں ہی مانسوال کی جانب ہاتھ پھیلانے
میں دیر نہیں لگی۔ ۱۸۱۵ء میں اُس نے سردار دیوا سنگھ خلف ہری سنگھ
کا حق جاگیر تسلیم کر لیا اور باقی جائداد پر جاگر چند کے حقوق بھی اس شرط
پر تسلیم کر لئے کہ وہ مشترکہ فوائد کے لئے ۱۵ سوار مہیا کیا کرے۔
۱۸۴۶ء میں جب انگریز آئے تو جاگر چند کے بیٹے لال چند کو آٹھ
دیہات کی آمدنی ملی جو ۳۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی اور یہ بھی فیصلہ ہو گیا
کہ نصف جاگیر جاگر چند کے نرینہ وارثان صلبی کو علے الدوام ملا کرے۔
لال چند ۱۸۵۵ء میں فوت ہوا۔ اور اب اُس کا پوتا لہنا سنگھ جو ۱۸۸۱ء
میں اپنے بھائی صاحب سنگھ کے بعد جانشین ہوا تھا خاندان کا بزرگ
ہے۔ لہنا سنگھ پراونشل درباری ہے اُس کی جاگیر تحصیل گڑھ شنکر
کے ساتھ اور تحصیل اونہ کے ایک گاؤں پر مشتمل ہے جن کی کل سالانہ
آمدنی ۲۱۶۹ روپیہ ہے۔ لہنا سنگھ مانسوال میں دو ہزار پانچسو گھماؤں
اور گڑھ شنکر تحصیل کے دوسرے مواضعات میں پانچ ہزار گھماؤں اراضی
کا مالک ہے۔ ان اراضی کے علاوہ موضع مہند پور بھی اُس کے
پاس ہے اور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں ۲۰۰۰ گھماؤں

اراضی ہے +

اس خاندان کو ایک شاہی راجپوت خاندان کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے اور جاگیر قاعدہ خلف اکبری کے رو سے اُس شخص کو ملتی ہے۔ جو فی زمانہ بزرگ خاندان ہو +



# سردار ہرنام سنگھ رئیس مکیریاں

بڈھا دتا
(وفات ۱۸۲۰ء)

رلدو رام
(وفات ۱۸۴۸ء)

۱ سردار بہادر سردار بوڑ سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء) — ۲ سردار بدھ سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء) — ۳ سُدھ سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — ۴ ندھان سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء) — ۵ میہاں سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)

۱ کاشی سنگھ (متوفی) — ۲ آتما سنگھ (وفات ۱۸۳۲ء) — ۳ گلاب سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء) — ۴ پنجاب سنگھ (وفات ۱۸۸۹ء) — ۱ پریم سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء) — ۲ گنڈا سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — ۳ جھنڈا سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

۱ جیدا سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء) — ۲ ایشر سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — ۳ نرائن سنگھ (ولادت ۱۸۶۳ء) — ۴ نرندر سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۵ مقصودن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۶ سُرکھ سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — ۷ بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

۱ چھمن سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء) — ۲ سندر سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) — ۳ موتی سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)

رنبیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)

۱ سردار ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۲ اندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۳ گنگا سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) — ۴ عطر سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء)

۱ درگا سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء) — ۲ امر سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۱ سورجن (ولادت ۱۸۸۳ء) — ۲ رام سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء) — ۳ دلیپ سنگھ (وفات ۱۹۰۷ء) — ۴ رندھیر سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء) — ۵ ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)

۱ تیبو سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۲ جیت سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — ۳ گندھرب سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — گوربخش سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — سنت سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) — کھڑک سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — نند سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)

ایک لڑکا (ابھی نام نہیں رکھا گیا) — نند سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — گوردیال سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) — گورپال سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — لابھ سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — پریتم سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)

صاحب سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء) — کرتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — پاہلاب سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — ہردت سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) — بلبو سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — گیان سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

یہ خاندان جھیور یا کہار سکھوں کی اولاد سے ہے گوت اس کی

منڈے اور مکیریاں تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور اسکی جاے رہائش ہے
تقریباً ایک صدی کا عرصہ ہوا کہ بُدھا دتا اور اس کا بیٹا رُلدو رام سرداران
جے سنگھ و گوربخش سنگھ کنھیا کے ساتھ جن کے سپرد مکیریان کا تعلقہ تھا
شامل ہوئے۔ اوران کی عمدہ خدمات کے صلے میں موضع دھاوا ضلع
گورداسپور عطا ہوا۔ گوربخش سنگھ کی بیوہ رانی سدا کور نے مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی ساس ہونے کی وجہ سے سکھوں کی تاریخ میں نمایاں حصّہ لیا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد رلدو رام رانی سدا کور کی ملازمت
میں مکیریان کا کاردار رہا اور رانی نے امرتسر میں اسے ایک مکان
دیا جو آج تک خاندان کے قبضے میں ہے۔ مہاراجہ شیر سنگھ سدا کور کی
لڑکی رانی ماہتاب کور کے بطن سے مکیریان میں پیدا ہوا۔ اور اُسکی
پرورش رلدو رام کے سپرد ہوئی۔ لیکن بعد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ
رلدو رام سے ناراض ہو گیا کیونکہ جب مہاراجہ کی سدا کور سے ناچاقی
تھی تو رلدو رام سدا کور کا طرفدار ہو گیا۔ ناچار رلدو رام کو بدنی ضلع
لدھیانہ کی طرف فرار ہونا پڑا اور ستلج کے شمال کی سب جاگیریں
مہاراجہ نے ضبط کر لیں۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ بعد رلدو رام کو معافی
دی گئی اور وہ اپنے لڑکے بوڑ سنگھ کو لے کر لاہور میں مہاراجہ کے
پاس حاضر ہوا۔ رلدو رام کا یہ بیٹا بوڑ سنگھ تو رانی ماہتاب کور کا مصاحب
مقرر ہوا اور اس کے دوسرے لڑکوں کو بھی بتدریج راجہ شیر سنگھ
اور راجہ پرتاب سنگھ کے اردلیوں میں جگہ مل گئی۔ رلدو رام کا ایک لڑکا
مسمی بُدھ سنگھ ۱۸۴۳ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کے ساتھ قتل ہوا۔ بوڑ سنگھ
کئی موقعوں پر رازدار ایجنٹ مقرر ہوا اور اُس نے یہ کام ایسی

کامیابی سے کئے کہ ان کے صلے میں اسے گلبریان ضلع گورداسپور کا سالم موضع۔ مکیریان میں تیس گھماؤں اراضی کی جاگیر اور بٹالہ اور لاہور میں مکانات عطا ہوئے جو سب اب تک بوڑسنگھ کی اولاد کے قبضے میں ہیں۔ بعد ازاں اسے ان خدمات کے صلے میں جو اس نے راجگان گلاب سنگھ اور پرتاب سنگھ کے ماتحت کشمیر میں کیں موضع باتھو تحصیل اونا ضلع ہوشیار پور عطا ہوا۔ اور جب جنرل پالک کابل پر چڑھائی کر رہے تھے اس موقع پر بھی بوڑسنگھ نے انگریزی فوج کو مدد دی اور پشاور کے قریب ایک موضع میں ایک قطعہ اراضی مالیتی ۳۰۰ روپیہ سالانہ حاصل کیا۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ مارا گیا تو اس موقع پر بوڑسنگھ کے دشمنوں نے اسے تباہ کرنے کی کوشش کی اور دربار لاہور نے اس الزام پر کہ بوڑسنگھ نے کئی موقعوں پر روپیہ غبن کیا ہے اس سے ۸۱۰۰۰ روپیہ جرمانہ لے لیا۔ اور اس وقت عارضی طور پر اسکی تمام جاگیریں بھی ضبط ہوگئیں۔ لیکن بوڑسنگھ کے مصائب کا جلد خاتمہ ہوگیا کیونکہ سردار ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد راجہ لعل سنگھ اور سردار جواہر سنگھ سلطنت لاہور میں با اختیار ہوئے اور انہوں نے فی الفور بوڑسنگھ کو بحال کر کے امرتسر کا گورنر مقرر کیا اور ساتھ ہی جموں میں موضع کریم پور کی جاگیر کی مالگزاری بھی عطا کر دی۔ شیر سنگھ کے قتل کے بعد جو سنسنی پھیلی اس کے دوران میں بوڑسنگھ نے اپنے آپ کو لائق منتظم ثابت کیا اور ان شوریدہ سروں کو کچل کر جو سکھوں کے حلقۂ اطاعت سے نکلے جاتے تھے جہلم اور راولپنڈی کے گرد و نواح کے علاقوں میں امن قائم رکھا۔ ان خدمات کے صلے میں اسے ضلع گورداسپور میں

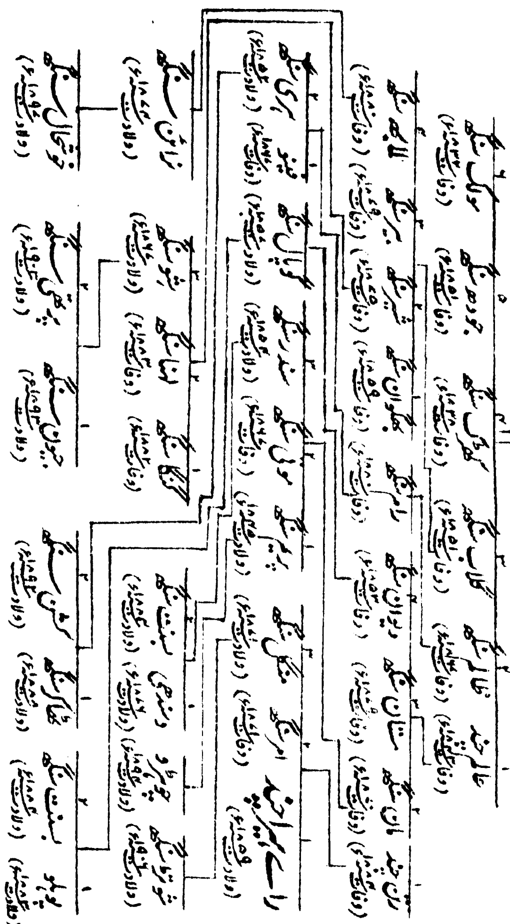
۶۵۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی ایک جاگیر ملی اور اُسکے بھائیوں مسمّیان سُدھ سنگھ
اور مہان سنگھ کو علے الترتیب ۲۲۶۰ اور ۱۰۸۰ روپیہ کی جاگیریں ملیں*
اِس کے بعد دلیپ سنگھ کی والدہ مہارانی جنداں کو سرکار انگریزی
نے جب مصلحتاً قلعۂ شیخوپورہ میں نظر بند کیا تو اُس کی نگرانی بھی بوڑ سنگھ
کے سپرد ہوئی کیونکہ سر ہنری لارنس اور سر فریڈرک کرّی نے جنداں کی
نگرانی کا اعتبار بوڑ سنگھ ہی پر کیا تھا۔ بوڑ سنگھ کا بھائی سُدھ سنگھ اُس وقت
لاہور میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کا مصاحب تھا۔ جب مولراج کی بغاوت کے
دوران میں مہارانی جنداں کو سازش کے شبہ میں بنارس جلاوطن کیا گیا تو
بہ تعمیل احکام سر رابرٹ منٹگمری بوڑ سنگھ نے لاہور اور ملتان کی سڑک پر امن
قائم رکھا۔ سر رابرٹ منٹگمری بالقابہ بوڑ سنگھ کو بڑی عزّت کی نگاہ سے
دیکھتے تھے اور کئی سال بعد بھی وہ اس کو اپنی چٹھی میں یوں مخاطب
کرتے ہیں "میرے دوست جس گورنمنٹ کے ماتحت آپ نے کام کیا آپ
ہمیشہ وفادار اور نمک حلال رہے۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے آپ کو آپ کی
جاں نثاری کے صلے میں سردار کا خطاب دیا۔ ایّام رزیڈنسی میں آپ نے
ہماری گورنمنٹ کی نمک حلالی سے خدمت کی اور آپ کے خویش و اقربا
ہماری فوج کی طرف سے لڑے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تمام انگریزی حکّام
آپ کے ساتھ تلطّف اور مہربانی سے پیش آیا کرینگے"*
سردار بوڑ سنگھ مکیریاں میں سکونت پذیر تھا اور وہاں کے دیہات کا
سب رجسٹرار، مکیریاں میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ اور ایک زمانہ میں آنریری
مجسٹریٹ تھا۔ گو یہ اپنے بھائی سُدھ سنگھ کی خاطر اس عہدے سے مستعفی
ہو گیا۔ ۱۸۸۸ء میں گورنمنٹ ہند نے اسے سردار بہادر کا خطاب عطا کیا

اور ۱۸۹۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے تینوں لڑکے تو اسکی زندگی ہی میں مرچکے تھے اس لئے اس کے پوتے ہرنام سنگھ کو سردار کا خطاب ورثہ میں ملا اور پراونشل درباروں میں اُس کو اپنے دادا کی جگہ ملی۔ ہرنام سنگھ آنریری مجسٹریٹ۔ میونسپل کمیٹی کا پریذیڈنٹ اور ٹکیریان کا سب رجسٹرار رہے*

سُدھ سنگھ جو ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا آنریری مجسٹریٹ اور دسوہہ کے لوکل بورڈ کا پریذیڈنٹ اور میونسپل کمیٹی مکیریان کا ممبر تھا۔ غدر کے موقع پر وہ دلّی میں خود ایک پولیس کی جمعیت بھرتی کرکے لایا تھا۔ اور ان کا سپہ سالار بھی خود ہی رہا تھا۔ اور دیگر مواقع پر نمایاں تہوّر اور بہادری کرکے اُس نے نام پایا۔ وہ بعد ازاں انسپکٹر پولیس کر لیا گیا تھا لیکن ۱۸۶۳ء میں اُس نے استعفا دیدیا۔ تیسرے بھائی نادھن سنگھ نے بھی اپنے وفادارانہ رویّہ سے نام پیدا کیا۔ نادھن سنگھ ۱۸۸۹ء میں فوت ہوا۔ اور اب اُس کا پوتا سردار ارجن سنگھ ڈویژنل درباری ہے*

ضلع گورداسپور کے چار دیہات میں سردار بوڑ سنگھ کی ۹۰۴ روپیہ مالیت کی جاگیریں تھیں۔ گورداسپور۔ پشاور اور ہوشیار پور میں اس کی ۱۶۰ گھماؤں اراضی تھی۔ علاوہ ازیں تحصیل دسوہہ کے چار دیہات میں ۹۰ گھماؤں اراضی تھی۔ ضلع گورداسپور میں سردار سُدھ سنگھ کی جاگیروں کی آمدنی ۲۰۶۰ روپیہ تھی اور سردار نادھن سنگھ کی جاگیروں کی آمدنی ۱۰۰۰ روپیہ تھی۔ سردار نادھن سنگھ کے پاس معافی کی زمین بھی تھی اور ضلع ہوشیار پور میں اسے مالکانہ حقوق حاصل تھے*

# رائے ہیراچند رئیس بھبوڑ



رائے ہیراچند رئیس بھبوڑ جو ذات کا راجپوت اور بانگڑھ واقع تحصیل اونا ضلع ہوشیارپور میں رہتا ہے اپنے آپ کو عہد قدیم کے

اُس سورما بھوم چند راجہ کانگڑہ کی اولاد سے بتاتا ہے جو دیوی جوالا مکھی کا بیٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ دیوی جوالا مکھی دو طاقتور جنّوں شنبھو اور نشنبھو سے لڑی اور بطور کرامت حاملہ ہوئی۔ یہ دونوں جن ستلج کی گھاٹیوں کے صلح پسند دیوتاؤں کے مشہور دشمن تھے۔ راجہ پراگ چند نے جو اپنے جدِّ امجد بھوم چند سے ۱۲۰ پشت پیچھے ہوا ہے اپنے قیام گاہ یعنی برفانی پہاڑوں سے اُتر کر جسوان دون میں ایک ریاست قائم کی۔ خاندان کے اور آدمیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ افسانوں کے اس زمانے کے بعد جب تاریخی دَور کا آغاز ہوا تو راجپوتوں کی بے شمار ریاستیں تھیں۔ اُن عجیب و غریب کارناموں کا جو بھوم چند کی اولاد سے سرزد ہوئے ذکر کرنا لاحاصل ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلی صدی کے آغاز میں بھی بھوم چند کی رعایا راجگان جسواں کی سخت مخالف پائی جاتی ہے جو ان کے ہمیشہ سے موروثی دشمن تھے۔ لیکن ان کو بھی اپنے سے زیادہ طاقتور رقیبوں کی اطاعت کرنی پڑی اور ۱۴۰۰ روپیہ کی مالگزاری کی جاگیر اور ستائیس مواضعات میں تعلقداری کے حقوق اُن سے منظور کرنے پڑے۔ بعد ازاں ۱۷۵۹ء میں رائے کرم چند جو اُس وقت خاندان کا بزرگ تھا سردار گوردت سنگھ سنوک گڑھئے کے ساتھ مل کر جسوانیوں سے لڑا اور اُس کو ۱۵ دیہات مال غنیمت میں سے ملے۔ ۱۸۰۳ء میں رائے کرم چند کانگڑہ کے کٹوچ راجہ سنسار چند کے ساتھ بھی اُس موقع پر شامل ہوا جبکہ راجہ نے جسواں دون فتح کیا اس لئے راجہ نے اُسے ۹ دیہات میں جاگیری حقوق اُسی کے پاس رہنے دئے۔ لیکن جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۵ء میں

دوآبہ پر حملہ کیا تو گھٹ کر صرف چھ گاؤں رہ گئے اور ان کا قبضہ بھی اس شرط پر بحال رکھا گیا کہ آدھی جاگیر کا نذرانہ دیا جاوے اور خالصہ سرکار کے لئے ۵ سوار مہیا کئے جائیں۔ لیکن رنجیت سنگھ کرم چند کے حقوق تعلقداری ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا ہے مخل نہ ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں سرکار انگریزی نے جب دوآبہ جالندھر کو انگریزی علاقے کے ساتھ ملحق کیا تو رائے کرم چند کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ رائے عالم چند کے لڑکے رتن چند کو ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ اس کے عوض ملا۔ لیکن اور جاگیرداروں کے معاملے کے ساتھ اس کے معاملے پر دوبارہ غور کیا گیا اور ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر بھوڑ۔ بن گڑھ واقع تحصیل اونہ میں خاندان کو واپس دی گئی نیز فیصلہ ہوا کہ نصف جاگیر رتن چند کی نرینہ اولاد صلبی کے نام منتقل ہوتی رہے۔ مگر واضح ہو کہ یہ جاگیر وغیرہ نقد وظیفے کی بجائے دی گئی تھی اور رتن چند کے تعلقداری حقوق بھی بحال رکھے گئے تھے جن کی آمدنی ۲۸۴۹ روپیہ تھی۔ یہ آمدنی بائیس فی صدی کے حساب سے سات گاؤں کی مالگزاری سے وصول کی جاتی تھی +

رائے رتن چند نے برغبت انگریزی راج کو قبول کیا۔ انگریزی حکومت کے آغاز میں حکام کی مدد کی اور ۴۹-۱۸۴۸ء کی پہاڑی راجاؤں کی بے سود بغاوت سے دانائی کے ساتھ بالکل الگ تھلگ رہا۔ اس بغاوت کے سبب اُس کے جسواں کے قدیم دشمنوں کی خوب دُرگت ہوئی۔ غدر کے موقع پر رائے رتن چند نے پھر کھلے دل سے بڑی وفاداری کے ساتھ سرکار کی مدد کی۔ چنانچہ اپنی برادری کے بہت سے آدمی لے کر دہلی گیا اور سارے غدر کے زمانے میں انگریزی فوج کے

کے ساتھ ساتھ لڑتا رہا۔ وہ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا +

رائے ہیرا چند جو اس وقت خاندان کا بزرگ ہے جاگیر پر بڑے ناموافق زمانے میں قابض ہوا کیونکہ اس کا باپ ریاست کو ۷۰ ہزار روپیہ سے زیادہ کا مقروض چھوڑ گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے جاگیر کا انتظام کورٹ آف وارڈز کے سپرد کیا اور چھوٹے چھوٹے قرضوں کی ادائگی کے لئے ۱۵۰۰۰ روپیہ کا قرض گورنمنٹ سے لیا گیا جو ادا ہو چکا ہے۔ گزشتہ چوبیس سال میں قرض کا ۴۰۰۰۰ روپیہ سے کچھ اوپر بیباق ہو گیا ہے مگر ابھی ۶۱۰۰۰ باقی ہے۔ تحصیل اُونہ کی جاگیر کی آمدنی ۷۳۹ روپیہ سالانہ ہے۔ مواضعات بھجوڑ۔ بنگڑھ۔ تکھیرا۔ مکھیدپور اور بدسرہ واقع تحصیل اُونہ کی ۳۵۰۰ گھماؤں اراضی میں سب بھائیوں کے مالکانہ حقوق ہیں۔ اس زمین کا اکثر حصہ ناقابل زراعت ہے۔ اور اس میں اکثر بن گڑھ کی جنگلی زمین ہے۔ جاگیر کی کل آمدنی بحساب اوسط قریباً ۳۸۰۰ روپیہ ہے۔ ہیرا چند ڈویژنل درباری ہے اور اس کا رائے کا اعزازی خطاب سرکاری طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ حال کا راجہ گولیر رائے ہیرا چند کی ہمشیرہ کا لڑکا ہے اور رائے ہیرا چند کی دوسری ہمشیرہ کی شادی راجہ مان کوٹیہ سے ہوئی ہے +

# ضلع جالندھر

## گورو نونہال سنگھ رئیس کرتارپور

سری گورو نانک (بیدی کھتری)

سری گورو انگد (تیہاں کھتری) (وفات ۱۵۵۲ء)

سری گورو امرداس (بھلائی کھتری) (وفات ۱۵۷۴ء)

۱ موہری — ۲ موہن — ۳ سری گورو رام داس (سوڈھی کھتری) (وفات ۱۵۸۱ء) (سری گورو امرداس صاحب کے داماد تھے)

۱ پرتھی چند — ۲ سری گورو ارجن ناتھ (وفات ۱۶۰۶ء) — ۳ مہادیو

مہربان (اسکی اولاد یعنا سوڈھیان ہرن پور ضلع جہلم اور سوڈھیان بوٹر اور گورو ہرسہائے ضلع فیروزپور رہیں۔)

سری گورو ہرگوبند (وفات ۱۶۴۴ء)

۱ بابا گوردتا (وفات ۱۶۳۸ء) — ۲ آنی رائے — ۳ اٹل رائے — ۴ سری گورو تیغ بہادر — ۵ سورج مل (اسکی اولاد انندپور ضلع ہوشیارپور میں ہے)

سری گورو گوبند سنگھ (وفات ۱۷۰۸ء)

(۱) اجیت سنگھ — (۲) ججھار سنگھ — (۳) زورآور سنگھ — (۴) فتح سنگھ

(نمبر ۱و۲ تو شنہ۱۷۰۴ء کی چامکور کی لڑائی میں مارے گئے اور ۳و۴ شنہ۱۷۰۵ء میں سرہند [illegible])

۱ گورو ہررائے — ۲ گورو دھیرمل (وفات ۱۶۷۷ء)

۱ گورو ہرکشن — ۲ گورو رام رائے

۱ گورو بہار سنگھ — ۲ گورو رام چند

۱ گورو نرنجن رائے (وفات ۱۷۰۲ء) — ۲ کرم پرکاش — بوباجی

ہیرت سنگھ

۱ نونت رائے — ۲ جیون مل

گورو بکرام سنگھ (وفات ۱۷۲۷ء)

۱ خوشحال سنگھ — ۲ گورو تخت سنگھ — ۳ گورو گلاب سنگھ (وفات ۱۸۰۶ء) — گورو دیال

۱ جسونت رائے — ۲ ہربنس رائے

۱ گورو رام سنگھ — ۲ پہاڑ سنگھ (وفات ۱۸۰۱ء)

گورو سادھو سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء)

گورو بھاگ سنگھ (وفات ۱۷۶۲ء)

۱ سوجیت سنگھ — ۲ گورو جواہر سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)

گورو نونہال سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

۱ [illegible] سنگھ (ولادت ۱۹۲۳ء) — ۲ [illegible] (ولادت ۱۹۲۵ء)

گورو نونہال سنگھ رئیس کرتارپور تحصیل جالندھر سوڈھی کھتری ہے اور سری گورو نانک صاحب جی کے دینی مرتبے کا جو مذہب خالصہ کے دس گوروؤں میں سے پہلے گورو تھے جانشین ہے۔ سری گورو نانک صاحب جی بیدی کھتری تھے۔ سری گورو رامداس صاحب جی جو سری گورو نانک صاحب کے بعد تیسرے گورو ہوئے اس سوڈھی خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔ مذہب خالصہ کے پہلے زمانے کی تاریخ صرف انہی گوروؤں کے کارنامے ہیں جو صرف پروہت ہی نہیں بلکہ بڑے مدبرالملک اور سپاہی بھی تھے۔ ان کا حال پہلے مفصل بیان کر دیا گیا ہے اور اب انہیں کرتارپور کے خاندان سے جن کا موجودہ بزرگ نونہال سنگھ ہے ملانے کے لئے چند لفظ بیان کر دینے کافی ہونگے۔

سری گورو ارجن صاحب پانچویں گورو کرتارپور کے بانی تھے ان کو شہنشاہ جہانگیر نے ۱۶۰۶ء میں اس بات کے انتقام میں مروا دیا تھا کہ اُنھوں نے شہزادہ خسرو کی بغاوت میں جو اس نے اپنے باپ شہنشاہ جہانگیر کے خلاف کی تھی حصہ لیا تھا۔ سری گورو ارجن صاحب نے امرتسر میں مندر کے لئے جگہ انتخاب کی اور وہاں تالاب کھدوانا شروع کیا جو اب دربار صاحب کہلاتا ہے۔ امرتسر پہلے چک گرو کہلاتا تھا۔ سری گورو ارجن سنگھ صاحب نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام رام داس پورہ تبدیل کر دیا اور بعد ازاں سری گورو ارجن کے نانا سری گورو امرداس کی یاد میں اس کا موجودہ نام امرتسر ہو گیا۔ سری گورو ارجن سنگھ صاحب ضلع گورداسپور میں موضع گوبندپور کی متبرک عمارات کے بھی بانی تھے جو دریائے بیاس کے داہنے کنارے پر واقع ہیں۔

اس موضع کی اراضیات ابھی تک کرتار پور کے گرؤوں کی ملکیت ہیں نیز ترنتارن کا مذہبی امتیاز بھی سری گوروارجن صاحب کے باعث ہوا ہے۔ وہاں کا بڑا تالاب سری گوروارجن صاحب ہی نے کھُدوانا شروع کیا تھا اور اُس کے پانی کو بڑی برکت بخشی تھی جس سے لوگوں کو بہت فائدہ پُہنچا۔ باور کیا جاتا ہے کہ اگر اعتقاد کے ساتھ ترنتارن کے تالاب میں متواتر غسل کیا جائے تو مرض جذام یقیناً رفع ہوجاتا ہے۔ ۱۵۹۸ء میں سری گوروارجن کرتارپور گئے اور وہاں اپنی چھڑی زمین میں مضبوط گاڑ کر کہا "یہ ہمارے مذہب کی رکھشا کریگی"۔ یہ گاؤں جو ان کی حفاظت اور حمایت میں سرعت کے ساتھ بڑھا اب بڑا قصبہ ہے اور شاہی سڑک پر ہونے کے علاوہ جالندھر اور امرتسر کے درمیان ریلوے لائن پر واقع ہے جہاں جانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور زیارت کرنے والے سال بھر وہاں جوق جوق جاتے رہتے ہیں۔ سری گوروارجن صاحب کی چھڑی جو انہوں نے وہاں گاڑی تھی ابھی تک ہے۔ یہ صندل کی لکڑی کا ایک مضبوط لٹھ ہے جس کو تھم کہتے ہیں اور اس قدر بھاری ہے کہ معمولی آدمی کا اسے لئے لئے پھرنا ناممکن ہے البتہ کسی بزرگ ولی اللہ کے ہاتھ میں اس کا کچھ بھی وزن نہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جو ہمیشہ اپنی رعایا کی مذہبی سرگرمی کو بڑھا کر بہت خوش ہوتا تھا ۱۸۳۳ء میں سوالاکھ روپیہ ایک نفیس عمارت بنانے کے لئے عطا کیا جو تھم جی کہلاتی ہے اور جس میں یہ چھڑی کھڑی ہے اور اس عمارت کی شکست وریخت کے لئے ضلع امرتسر کے موضع فتح پور کا مالیہ بھی اسکے نام کردیا اور اب یہ جگہ ہر ایک ملت کے جائزیوں

کے لئے بڑے امن و آسائش کی مشہور جگہ ہے *

سری گورو ارجن صاحب نے تھم جی کے قریب ایک کنواں کھدوایا اور اس کا نام گنگا سر رکھا۔ کہتے ہیں دریائے گنگا کا پانی زمین کے اندر ہی اندر اس میں آکر پڑتا ہے اور یہ بات سری ارجن جی کے اپنے زمانے میں صاف طور پر ثابت بھی ہوگئی تھی کیونکہ اُنکے ایک چیلے نے جو ہردوار گیا تھا واپس آکر بیان کیا کہ میرا برنجی لوٹا نہاتے ہوئے دریائے گنگا میں گر گیا۔ گورو صاحب نے جواب دیا۔ "تم کچھ فکر نہ کرو وہ یہاں گنگا سر میں مِل جائیگا" نیم مشکوک چیلا رسّے کے ذریعے بہت سے معتقدین کی موجودگی میں کنوئیں کے اندر اُتر گیا اور ذرا دیر میں انتہائے مسرت کے ساتھ لوٹا ہاتھ میں لئے باہر نکلا۔ جو گورو کے کہنے کے مطابق اُس کو کنوئیں کی تہ میں مل گیا تھا۔ اس زمانے سے لے کر آج تک وہ لوگ جنہیں ہردوار جانے کی استطاعت نہیں گنگا سر میں اشنان کر لیتے ہیں *

سنہ ۱۶۰۴ع میں سری گورو ارجن صاحب نے سری گورو نانک اور دوسرے سادھوؤں کے اقوال جمع کئے۔ یہ تالیف سری ادھی گرنتھ کہلاتی ہے اصلی کتاب کو جو گورو صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تمام سکھ نہایت بیش بہا مذہبی تبرکات میں سے سمجھتے ہیں اور اس کی بڑی تکریم کرتے ہیں۔ گورو دھیر مل نے سنہ ۱۶۴۴ع میں یہ کتاب کرتار پور میں رکھی تھی لیکن وہاں سے تھوڑے عرصے بعد چرالی گئی اور حریف سری گورو تیغ بہادر صاحب کے حوالے کی گئی جنہوں نے بیان کیا جاتا ہے کہ ارادۃً یا اتفاقیہ اسے دریائے بیاس میں گرا دیا۔ بعض کم اعتقاد سکھ

بیان کرتے ہیں کہ اصلی کتاب دریاے بیاس سے کبھی نہیں نکالی گئی اور یہ کتاب جو اَب دکھائی جاتی ہے صرف اصلی کا بدل رکھا ہوا ہے مگر پکے سکھوں کا ایمان یہ ہے کہ سری گورو تیغ بہادر صاحب نے جان بوجھکر اس کو دریا کی تہ میں رکھ چھوڑا تھا تاکہ یہ اُس وقت تک محفوظ پڑی رہے جب تک کہ ان کا بھتیجا گورو دھیرمل اس کو صحیح سلامتی سے حفاظت میں رکھنے کے قابل نہ ہوجاے اور یہ کہ دھیرمل نے بعدازاں اس کو بجنسہ نکالا اور بڑی عزت کے ساتھ کرتارپور میں موجودہ مقام پر رکھ دیا۔ موجودہ گورو کا دادا سادھوسنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی التماس پر یہ کتاب سنہ ۱۸۳۰ء میں لاہور لایا اور بلحاظ اس کا متولی ہونے کے بہت بڑی عزت حاصل کی۔ ۸۶ روپیہ تو اس کو روزانہ دیا جاتا تھا اور اماوس (چاند مہینے کا اخیر) اور سنکرانت (ماہ شمسی کا شروع) کے ہر ایک تہوار پر ۶۰۰ روپیہ کی مقررہ رقوم ملتی تھیں پھر ہر سال ایک قیمتی دوشالہ اور گھوڑا مہاراجہ کی طرف سے نذر کیا جاتا تھا۔ جب کبھی کوئی بھاری مہم درپیش ہوتی تو یہ سری گرنتھ کیمپ میں لے جایا جاتا اور سپاہی یہ سمجھ کر کہ جب تک گورو کا بولا ہوا روح اُن میں ہے فتح اُن ہی کی ہوگی زیادہ جانفشانی سے لڑا کرتے۔ اس طرح وہ روپیہ جو اس گرنتھ کے سربراہ کو دیا جاتا تھا کسی طرح بھی فضول نہ جاتا۔ یوں ہی یہ مقدس کتاب سنہ ۱۸۶۰ء میں مہاراجہ نرندرا سنگھ کو دکھانے پٹیالہ لے جائی گئی جو اسکے حاصل کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتا رہا۔ اُس نے اسکے متولیوں کا ۵۱ روپیہ روزانہ وظیفہ مقرر کردیا اور اُن کو مع اس بیش بہا چیز کے پورے تین سال ریاست میں ٹھیرائے رکھا۔ اب یہ کتاب

کرتارپور میں ہے اور گورو کے مکان کے شیش محل میں عوام الناس کے زیارت کرنے کے لئے ہر سنکرانت کے موقع پر نکالی جاتی ہے اور چڑھاوا جو معتقد لوگ چڑھاتے ہیں گورو کی آمدنی کی بڑی رقم ہے۔ گورو سادھو سنگھ نے ۱۸۶۱ء میں اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اس کی نہایت خوبصورت نقل تیار کر کے ملکہ معظمہ آنجہانی کی خدمت میں پیش کی تھی جنہوں نے کمال عنایت سے اس تحفہ کو قبول کیا اور حضور ممدوحہ کا شکریہ گورو مذکور کو سکرٹری آف سٹیٹ کی چٹھی کے ذریعے پہنچایا گیا۔

سری گورو ارجن صاحب کے بعد ان کا صاحبزادہ سری ہرگوبند صاحب جو ایک جنگجو سکھ تھے جانشین ہوئے اُنہوں نے اپنے معتقدین کو مسلح کیا اور اس طرح ایک جنگی سرغنہ بن گئے۔ جہانگیر نے انکو قید کر دیا مگر وہاں سے رہا ہو کر انہوں نے پھر مقامی ناظموں کو جن کی حکومت سے ان کو نفرت تھی تنگ کرنا شروع کیا۔ سکھ لوگ انکو فوق العادت بہادر سمجھ کر پرستش کرتے تھے اور انکے دلیرانہ عہد میں سکھوں کا مذہبی جوش غایت درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی قابل ذکر گورو ہوئے ہیں یہ سترھویں صدی کے اخیر زمانے کے قریب سرسبز ہوئے اور پوہل کی رسم جاری کی جو سکھ بننے والے اُمیدوار کو خالصہ یا برگزیدہ لوگوں میں شامل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اُنہوں نے ذاتوں کا امتیاز دُور کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جنگ ہی انسان کا سب سے اچھا شغل ہے مگر ان کی ذات خاص کے لئے یہ شغل بڑا نقصان دہ ثابت ہوا کیونکہ ان کے دو لڑکے تو ۱۷۰۵ء میں چام کور کی لڑائی میں مارے گئے اور دو پکڑے گئے اور مسلمان ناظم سرہند کے ہاتھوں سے

۱۷۰۶ء میں بڑی بیرحمی سے تہ تیغ کئے گئے۔ اور وہ خود اپنے دو باقی ماندہ بیٹوں کے قتل کے دو سال بعد دریائے گوداوری کے کناروں پر جلاوطنی کی حالت میں پھرتے ہوئے مارے گئے ؛

سری گورو گوبند سنگھ جی آخری روحانی گورو تھے۔ انکے تائے کے لڑکے دھیرمل کا ذکر جو کرتار پور کے خاندان کا بزرگ تھا آگے کیا گیا ہے۔ وہ ایک بہادر اور حریص شخص تھا۔ اور اس نے دوآبہ کی اراضیات پر جن کی آمدنی ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے قریبی جانشینوں نے بہت سے گاؤں آباد کئے۔ گورو سادھو سنگھ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تمام عہد حکومت میں اس ملکیت پر قابض رہا بسا اوقات اپنے پڑوسی کپورتھلہ کے اہلوو الیوں سے لڑتا رہا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ جس کی سوڈھیوں پر خاص نظر عنایت تھی اہلووالیوں کو دبائے رکھتا تھا۔ سادھو سنگھ کی ایں روے ستلج کی ریاستوں کے رؤسا سے بھی بنی ہوئی تھی چنانچہ اس کو راجگان پٹیالہ جیند اور نابھہ سے بڑی بڑی جاگیریں اور وقتاً فوقتاً تحفہ تحائف ملتے رہتے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے وہ مکانات اور باغات دئے جو شہر لاہور کی باؤلی صاحب کے ساتھ تھے جن کی اب تک معقول آمدنی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ باؤلی یا کنُواں مع اُس چوبارے کے جو اسکے اوپر بنا ہوا ہے اصل میں سری گورو ارجن صاحب کا قیام گاہ تھا مگر ایک موقع پر ان کی غیر حاضری میں لاہور کے قاضیوں نے جو نئے مذہب کے اصولوں سے زِچ آگئے تھے اس جگہ کو لوٹ لیا اور سری گورو ارجن کے نوکروں کو کنوئیں میں پھینک کر ویران شدہ عمارت کے

ڈھیر سے دبا دیا اور اس موقع پر ایک مسجد بنادی۔ کئی سال بعد ۱۸۳۶ء
میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بیمار پڑا اور خواب میں دیکھا کہ اُس وقت تک
اچھا نہ ہوگا جب تک سری گورو ارجن جی کی باؤلی صاحب میں غسل نہ
کریگا مگر کوئی نہ جانتا تھا کہ سری گورو ارجن جی کی باؤلی کونسی تھی اور
کہاں تھی آخر کار ایک گل فروش نے پیش ہو کر بیان کیا کہ اُس نے
اپنے باپ سے سُنا تھا کہ قاضیوں والی مسجد سری گورو ارجن جی کی
باؤلی کے کھنڈرات پر بنائی گئی تھی چنانچہ یہ مسجد فوراً برباد کردی گئی
اس کے نیچے سے وہی کنوآں مل گیا جس کی تہ میں سری گورو ارجن جی
کے نوکروں کی ہڈیاں زنجیروں میں بندھی ہوئی برآمد ہوئیں۔ چنانچہ
کنوئیں کو صاف کیا گیا اور مہاراجہ نے غسل کرکے صحت حاصل کی اور
حکم دیا کہ ہر ایک نوکر سرکار ایک دن کی تنخواہ ادا کرے اس طرح سے
۷۰۰۰ روپے جمع ہوئے جو باولی صاحب کو اپنی اصلی شان و شوکت
پر بحال کرنے کے لئے لگائے۔ لاہور کے اس بازار کی دُکانیں جسے
اب ڈبی بازار کہتے ہیں کرتار پور کے گوروؤں کو دی گئیں تاکہ وہ انکی
آمدنی باؤلی کی شکست و ریخت پر لگایا کریں۔ ان دُکانوں کی ۲۰۰۰
روپیہ سے زیادہ آمدنی ہے اور سرکار انگریزی نے یہ عطیہ خاندان کے
نام جاری رکھا ہے +

جب دوآبہ جالندھر ۴۶-۱۸۴۵ء میں انگریزوں نے لیا تو گورو
سادھو سنگھ کی اراضیات کی آمدنی ۴۲۰۰۰ روپیہ تخمینہ کی گئی تھی۔ اسکے
پاس بعض گاؤں اجارہ پر تھے جن کی آمدنی ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی
لیکن سرکار انگریزی نے ان اجاروں کو اپنے عہد حکومت میں منسوخ

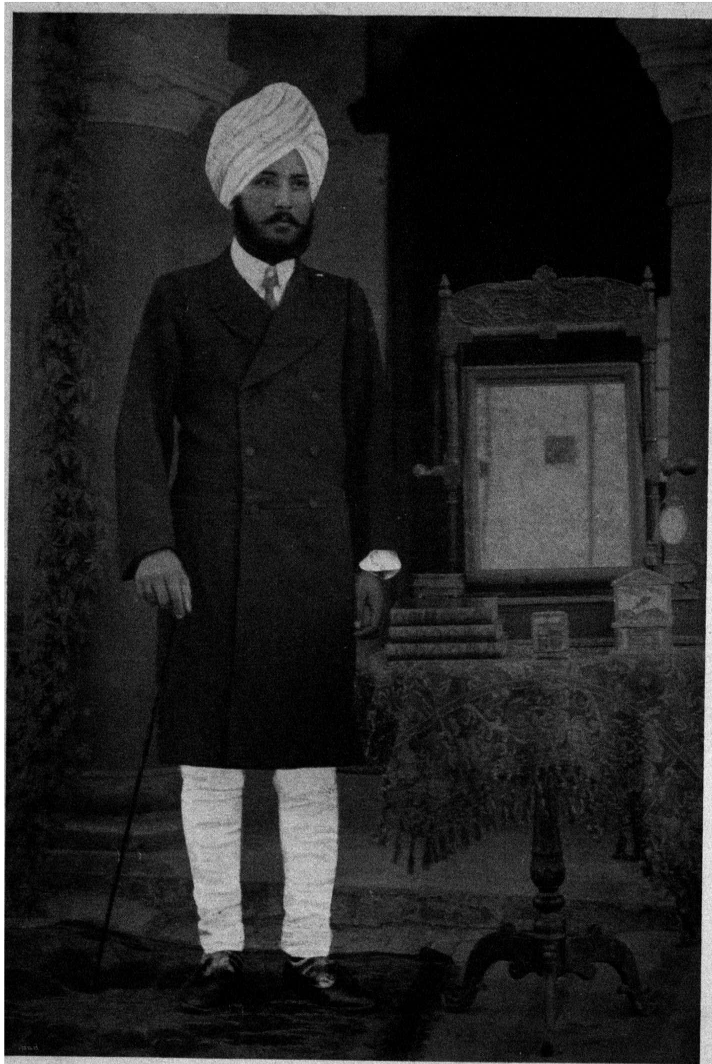
کردیا کیونکہ ان سے مزارعان کو بڑا سخت نقصان پہنچتا تھا۔ سادھو سنگھ کی جاگیریں گھٹا کر ۱۹۷۹۴ روپیہ کی کردی گئیں جن میں سے ۱۰۴۴ روپیہ کی جاگیر ایک چوتھائی معاوضہ خدمات کی ادائیگی کی شرط پر خاندان میں علے الدوام کردی گئی۔ دوران غدر میں گورو کا برتاؤ ایسا ہی رہا جیسا کہ سرکار کی خواہش تھی۔ اور سرکار انگریزی نے اسکے صلے میں گورو کی وفات کے دو سال بعد ۱۸۶۱ء میں علے الدوام جاگیر کا معاوضہ خدمات معاف کردیا +

سادھو سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا جواہر سنگھ جانشین ہوا جو عیاش اور بدچلن آدمی تھا۔ وہ اپنے کاروبار سنبھالنے کے قابل نہ رہا اور گورنمنٹ کو جائداد کو بالکل برباد ہونے سے بچانے کے لئے مجبوراً دست اندازی کرنی پڑی۔ ۱۸۸۶ء میں جائداد کا انتظام صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع جالندھر کے سپرد کیا گیا اور ۱۶۴۰۰ روپیہ بطور قرضہ نہایت قلیل شرح سود پر ضروری قرضوں کی ادائیگی کے لئے دیا گیا +

اس نے ایک لڑکا یعنی موجودہ گورو نونہال سنگھ چھوڑا جو اس کی وفات کے ایک سال پہلے پیدا ہوا۔ نونہال سنگھ نے صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع جالندھر کی زیر نگرانی رہ کر انگریزی۔ فارسی۔ گورمکھی اور اُردو کی اچھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں جاگیر کے کورٹ آف وارڈز کے انتظام سے نکلنے کے بعد اس نے ۱۰۰۰ روپیہ ہسپتال میں چندہ دیا جو جالندھر میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی یادگار میں بنایا گیا ہے نیز قریباً ۲۰۰۰ روپیہ مختلف خیراتی کاموں میں صرف کیا۔ یہ اپنی جائداد کا انتظام اپنے سکرٹری پنڈت ہری کشن

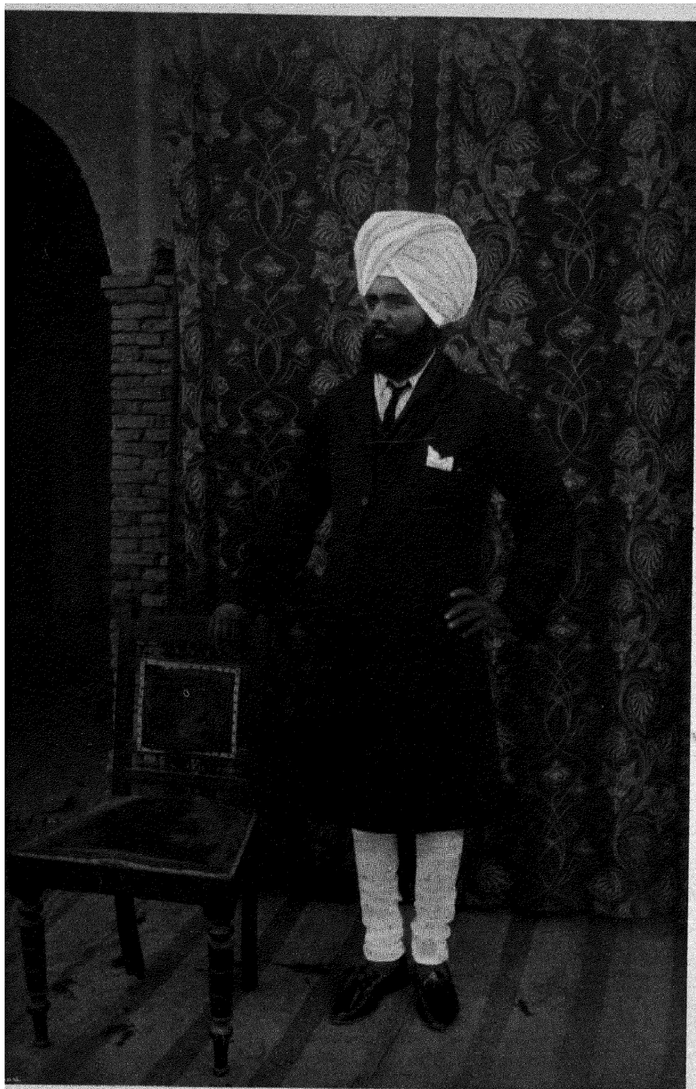
اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشنر کی مدد سے کرتا ہے اس کی آمدنی جاگیروں۔ معافیات۔ اراضی کے مفاد۔ مکانوں کے کرائے۔ میلوں کے چڑھاوے اور متفرق ذرائع سے ۵۹۰۰ روپیہ ہے۔ گورو کے آتما سنگھ اور سروول سنگھ دو لڑکے ہیں۔ اور وہ پراونشل درباری ہے*۔

* یہ تواریخ لکھی جا رہی تھی کہ گورو نونہال سنگھ اچانک اکتوبر ۱۹۰۸ء میں مرگیا۔



سردار بلونت سنگھ رئیس موروں

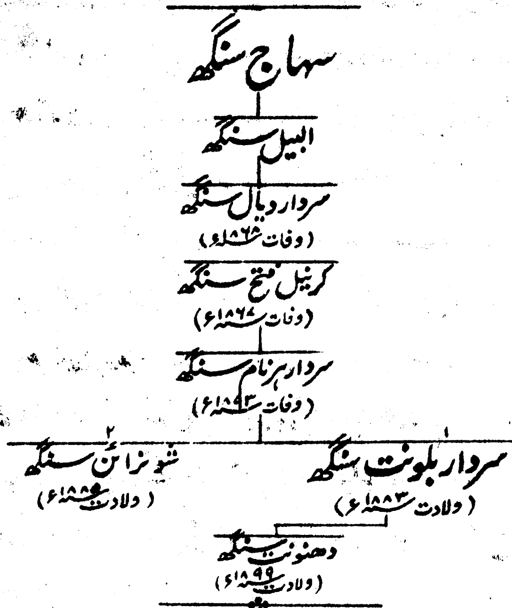
Sardar Balwant Singh of Moron



سردار شیو نرائن سنگھ رئیس موروں

S. Sheo Narayan Singh of Moron

# سردار بلونت سنگھ رئیس موروں

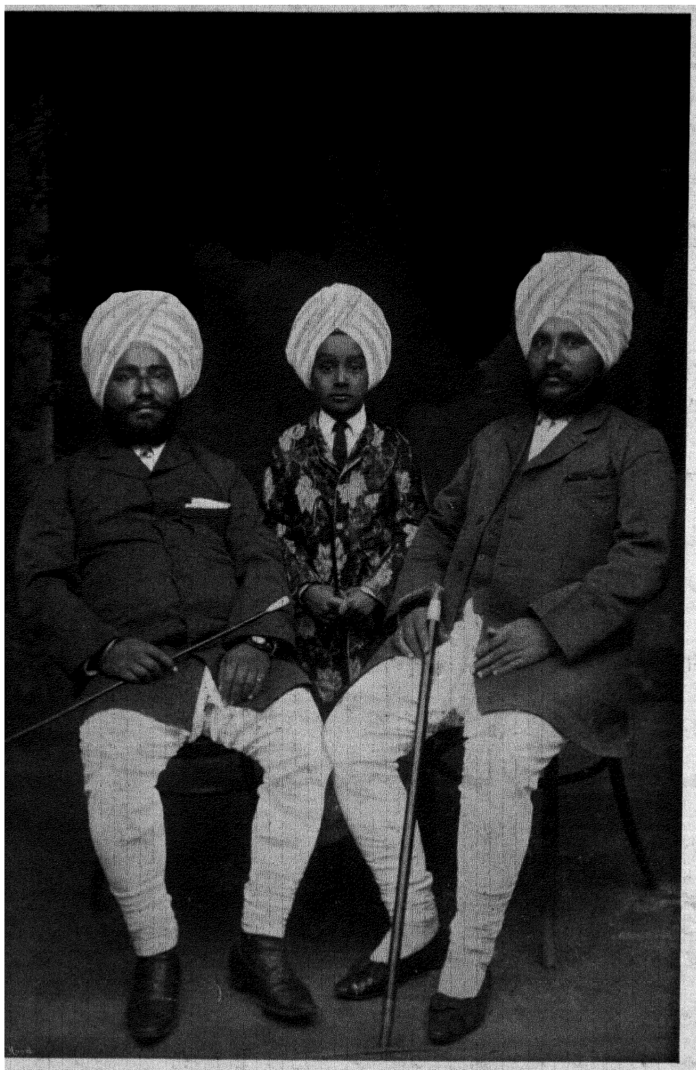



سردار بلونت سنگھ رئیس موروں تحصیل پھلور ضلع جالندھر بھنگو جٹ سکھ ہے ؀

اس خاندان کا مورث اعلےٰ سہاج سنگھ رئیس مکھووال ضلع امرتسر تھا جو سنہ ۱۷۵۹ء میں دوآبہ جالندھر میں آیا اور پھگواڑہ اور ستلج کے ۴۰ مواضعات لے لئے جن کی آمدنی ۲۰۰۰۰ روپیہ تھی۔ اس کے پوتے دیال سنگھ کے نام مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان گاؤں میں سے ۱۲ کا قبضہ اس شرط پر جاری رکھا کہ وہ ضرورت کے وقت ۲۳ سوار خدمت کے لئے دیا کرے۔ دیال سنگھ کا لڑکا فتح سنگھ سکھوں کے توپخانے میں کرنیل ہوگیا مگر سکھوں کی فوج

ٹوٹ جانے پر یہ پھر زمینداری کرنے لگا۔ الحاق پنجاب کے وقت ان گاؤں میں سے چار گاؤں ۲۳ سواروں کی خدمات کے عوض جو لینے بند کر دئے گئے تھے ضبط کر لئے گئے۔ پھر ۱۸۵۵ء میں جبکہ فوجداری جاگیرات پر نظر ثانی ہو رہی تھی یہ فیصلہ ہوا کہ مواضعات اسور اور فتح پور کی جاگیر جو اُسے باخذ ۶۷۸ روپیہ سالانہ نذرانہ جین حیات کے لئے ملی ہوئی ہے دیال سنگھ کی وفات کے بعد ضبط ہو جانی چاہئے۔ مگر چھ مواضعات جن کا کل مالیہ ۵۰۰ روپیہ تھا نصف نذرانہ کی شرط پر سردار دیال سنگھ اور اُس کے نرینہ وارثان صلبی کو مستقل طور پر دیدیا گیا۔ سردار ہرنام سنگھ مرحوم ۱۸۶۶ء میں اپنے دادا کی وفات پر نابالغ تھا۔ اس نے انبالہ وارڈز سکول میں تعلیم پائی اپنے علاقہ کا ذیلدار اور آنریری مجسٹریٹ تھا اُس جاگیر کے علاوہ جس کا ذکر کیا گیا ہے اسکے قبضے میں ۶۵۰ گھماؤں زمین موروں کی اور ۷۰۰ گھماؤں انبالہ کے ضلع کے ایک موضع میں بھی تھی جن کی آمدنی قریباً ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی۔ اس کی شادی سردار نرندرا سنگھ رئیس سرواہیری ضلع انبالہ کے خاندان میں ہوئی تھی۔ اس کی وفات ۱۸۹۳ء میں ہوئی +

ہرنام سنگھ کا لڑکا بلونت سنگھ موجودہ سردار ذیلدار اور آنریری مجسٹریٹ ہے اور اسکی آمدنی قریباً ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے اسکی شادی سردار عطر سنگھ رئیس پٹیالہ کے خاندان میں ہوئی ہے۔ اور اس نے اور اس کے بھائی شیو نرائن سنگھ دونوں نے ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پائی ہے +



سردار اودے سنگھ رئیس شاہ پور
S. Ude Singh of Shahpur

سنتوکھ سنگھ
Santokh Singh

سردار کشن سنگھ رئیس شاہ پور
Sardar Kishan Singh of Shahpur

# سردار امرت سنگھ مرحوم رئیس ڈھنڈووال

سرداران شاہ کوٹ اور ڈھنڈووال بدیچہ جاٹ ہیں اور امریکا ساکن موضع دھیان پور ضلع امرتسر کی اولاد سے ہیں۔ قریباً ایکسو پچاس سال کا عرصہ گزرا کہ امریکا موضع کانگ میں آباد ہوا اور اپنے نانا کی جائداد میراث میں پائی۔ امریکا کے لڑکے سُجان سنگھ (جو نکودر کی فتح کے موقع پر مارا گیا) مان سنگھ اور دان سنگھ نے تارا سنگھ کے گروہ میں شامل ہوکر کچھ مواضعات شاہ کوٹ باپارا اور راے پور بھیتا تحصیل نکودر کے قریب اور کچھ دھرم کوٹ۔ میری اور نیہارا کے پاس جو دریاے ستلج کے جنوب کی طرف ہیں حاصل کئے۔ ولاد والامسل کے ٹوٹنے پر معلوم ہوتا ہے کہ دان سنگھ کی اولاد بالکل غارت ہوگئی مگر سُجان سنگھ اور مان سنگھ کی اولاد کے قبضے میں شاہ کوٹ اور دھرم کوٹ کا کچھ حصہ رنجیت سنگھ کی اطاعت قبول کرلینے کی وجہ سے رہ گیا۔ سرکار انگریزی نے اُن سواروں کے عوض جو جاگیر کے عوض انہیں خدمتگزاری کے لئے دینے پڑتے تھے دھرم کوٹ کی جاگیریں ضبط کرلیں اور شاہ کوٹ کا حصہ رہنے دیا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ عطیہ فوجداری جاگیر سے بدل دیا گیا۔ دان سنگھ کا خاندان شاہ کوٹ میں آباد ہے جہاں اُن کے قبضے میں کچھ اراضی ہے۔ سُجان سنگھ کی اولاد بھی یہیں رہتی ہے اور مان سنگھ کی ڈھنڈووال میں سکونت پذیر ہے۔ سردار نرائن سنگھ ذیلدار شاہ کوٹ سردار گوربخش سنگھ کا بیٹا ہے جو سُجان سنگھ کا پڑپوتا تھا۔ سردار بھوپ سنگھ مان سنگھ کے خلف اکبر

سردار بھاگ سنگھ کا لڑکا تھا۔ اُسکی بیوگان کو ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی ہے اور اُن میں سے ایک شاہ کوٹ کی نمبردار ہے۔ خاندان کی جاگیر شاہ کوٹ۔ ڈھنڈووال اور بائیں اور مواضعات میں ہے اور اس کی مالیت ۴۲۸۴ روپیہ سالانہ ہے *

سردار پرتاب سنگھ ڈھنڈووال کی شادی سردار خوشحال سنگھ رئیس دیالپور واقعہ ریاست پٹیالہ کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کا داماد سردار گوردت سنگھ رئیس تھلہ نائب تحصیلدار تھا *

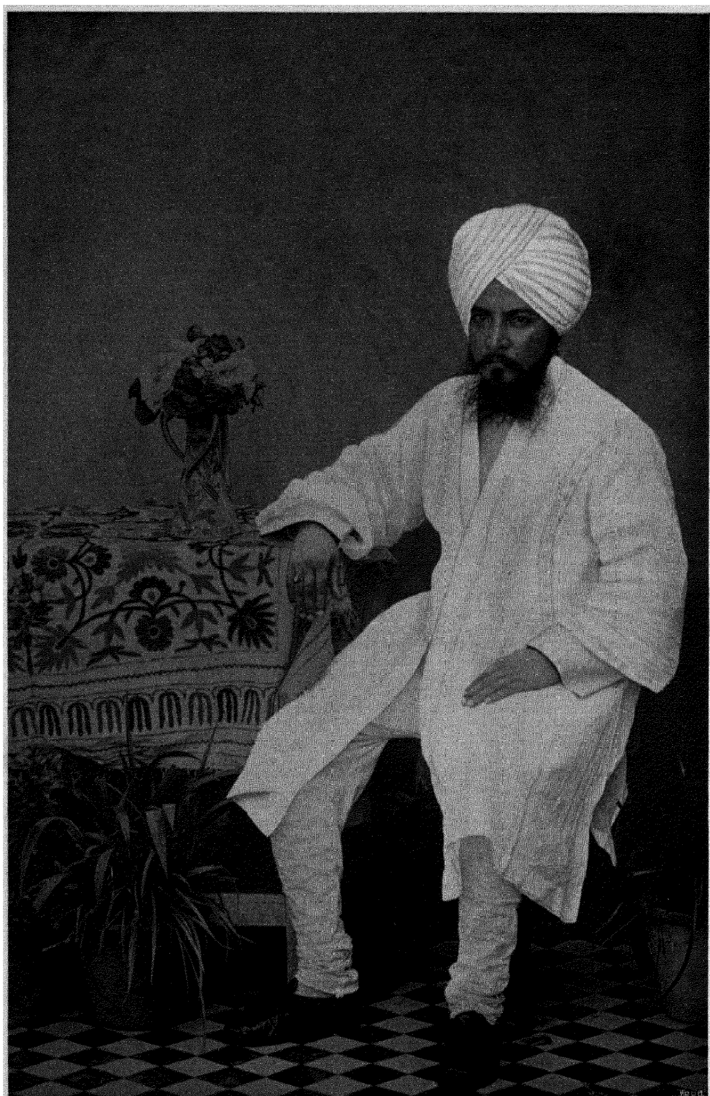
سردار گوربخش سنگھ کچھ عرصہ شاہپور کا سب رجسٹرار رہا اور ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ اس کا لڑکا دلیپ سنگھ جس کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا نائب تحصیلدار ہونے کے علاوہ شاہ کوٹ کا ذیلدار بھی تھا۔ دلیپ سنگھ کا پوتا کشن سنگھ اب اوّل الذکر کی جگہ ذیلدار ہوا ہے اور اسے سردار کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ وہ تین مواضعات کا نمبردار اور ڈویژنل درباری ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی اودے سنگھ عہدۂ نائب تحصیلداری کا منظور شدہ اُمیدوار ہے *

سردار مت سنگھ ڈھنڈووال خاندان کی دونوں شاخوں کا بزرگ تھا۔ وہ اور اس کے دونوں چچیرے بھائی پرتاب سنگھ ڈھنڈووال اور نہال سنگھ شاہکوٹیہ ڈویژنل درباری تھے۔ مت سنگھ دو نابالغ لڑکے بلند سنگھ اور منگل سنگھ چھوڑ کر ۱۹۰۷ء میں فوت ہوا *



سردار اُچّل سنگھ جلاوالیہ رئیس علاول پور

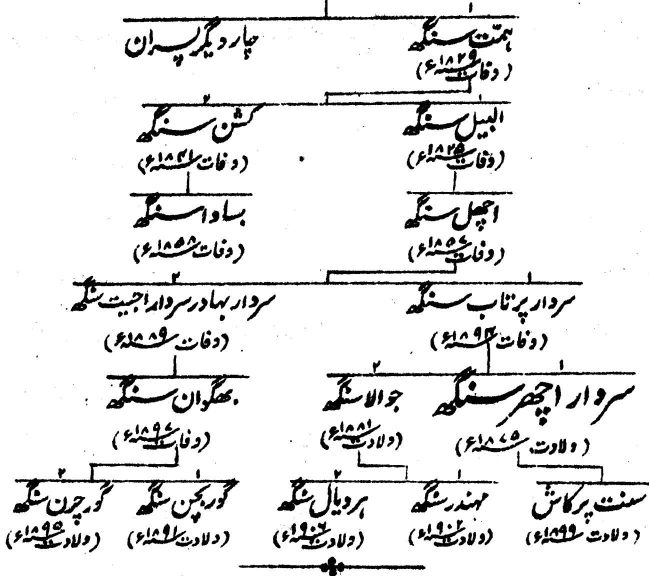
Sardar Achhal Singh Jalawalia of Alawalpur



سردار اچھر سنگھ جلاوالیہ رئیس علاول پور

Sardar Achhar Singh Jalawalia of Alawalpur

# سردار اچھر سنگھ جلاوالیا رئیس علاول پور




چودھری گلاب رائے جو کہ موضع ماہل پور ضلع ہوشیار پور کا بینس جٹ تھا۔ سکھوں کے ساتھ صوبہ سرہند کی فتح واقعہ ۱۷۵۹ء میں شامل رہا۔ اور اپنے لئے موضع جلا حاصل کر لیا جس کے نام پر اس خاندان کا نام جلاوالیا یا جلاواسیا پڑگیا ہے۔ بعد ازاں اس نے فرمانروائے نابھہ کی اطاعت قبول کر لی جس نے موضع جلا و دیگر مواضعات کو جن پر گلاب رائے نے قبضہ کر رکھا تھا خود اپنی ریاست میں ملا لیا۔ اس کا لڑکا ہمت سنگھ اس عہد و پیمان کے موقع پر جسکے رو سے ایں روے

ستلج کی ریاستیں سرکار انگریزی کی حفاظت میں لی گئیں ریاست نابھہ کا وکیل تھا۔ اس کی خدمات کے صلہ میں راجگان پٹیالہ اور جیند نے اسے ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی اراضیات عطا کیں۔ ۱۸۱۲ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے نابھہ چھوڑنے اور اپنا وزیر بن جانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ مرتے دم یعنی ۱۸۲۶ء تک اس کا وزیر رہا۔ اسے اور اس کے چار بھائیوں کو علاقہ علاول پور واقع ضلع جالندھر جو ۱۸۱۲ء میں پٹھانوں سے چھینا گیا تھا اور جس کی آمدنی ایک لاکھ بیس ہزار روپے تھی عطا کیا گیا تھا۔ بعد ازاں یہ جاگیر بڑھتی رہی یہاں تک کہ کل مقبوضات کی آمدنی تین لاکھ روپے سالانہ تک پہنچ گئی۔ ہمت سنگھ کو ستلج کے جنوبی جانب دو مواضعات سردار فتح سنگھ اہلووالیہ موجودہ راجہ کپورتھلہ کے ایک بزرگ نے بھی عطا کئے۔ یہ دونوں مواضعات اب ضلع لودھیانہ میں ہیں اور ہمت سنگھ کے ایک پوتے بساوا سنگھ کی بیوہ کو ان میں سے ایک گاؤں میں تھوڑی سی زمین بطور معافی ملی ہوئی تھی۔ ہمت سنگھ کا خلف اکبر سردار البیل سنگھ اس کی عین حیات ہی میں رنجیت سنگھ کی طرف سے لڑتا ہوا ۱۸۲۵ء میں دریائے جہلم کے کنارے پر مارا گیا۔ مہاراجہ نے ۵۰۰۰ روپیہ خرچ کرکے اس کی سمادھ بنوائی اور اس کے اخراجاتِ شکست و ریخت کے لئے ایک ٹکڑۂ زمین بطور معافی دیدیا۔ ۱۸۲۹ء میں سردار ہمت سنگھ کی وفات پر مواضعات علاولپور جن کی آمدنی ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی خدمات کے لئے ۱۸۰ سوار دینے کی شرط پر اس کے ورثاء کے نام جاری رکھے گئے۔ ۱۸۳۰ء میں جاگیر مذکور ہمت سنگھ کے چھوٹے لڑکے کشن سنگھ اور پوتے اچل سنگھ

میں تقسیم ہو گئی اس طرح سے جو دو حصے ہوئے ان کو جاگیر علاول پور اور جاگیر ڈھوگری کہتے ہیں اور دونوں تحصیل جالندھر میں ہیں۔ سردار کشن سنگھ تو لڑائی میں کوہاٹ کے مابین ۱۸۴۲ء میں مارا گیا۔ اس کا لڑکا نابالغ رہ گیا جس کی کم سنی سے یہ فائدہ اٹھایا گیا کہ اس کے ورثے کی جاگیرات ڈھوگری ہمت سنگھ کے بھتیجے سردار رام سنگھ کے نام جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک منظور نظر جرنیل تھا کر دی گئیں جب رام سنگھ نے اضلاع لاہور اور گجرات کی افواج کی کمان لی تو اسے جاگیرات ڈھوگری کے تبادلے میں اسی مالیت کی جاگیر ضلع گورداسپور میں دے دی گئی جو عالم سنگھ ولد رام سنگھ کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ اس طرح خاندان کے قبضہ میں جس کا بزرگ اچھل سنگھ تھا صرف علاولپور ہی رہ گیا۔ الحاق کے موقع پر اچھل سنگھ کی جاگیر میں سے ۸۰ سواروں کی تنخواہ کے برابر رقم وضع کر کے باقی ماندہ گورنمنٹ کے حکم مجریہ ۱۸۴۷ء کے رو سے اس کے نام بحال کر دی گئی۔ پھر جو اس کے پاس یہ باقی ماندہ ساڑھے چھ گاؤں رہے بندوبست قانونی میں ان کی جمع ۹۱۸۰ روپیہ تشخیص ہوئی اور یہ آمدنی اچھل سنگھ اپنی وفات تک جو ۱۸۵۶ء میں واقع ہوئی وصول کرتا رہا۔ اسکے مرنے کے بعد یہ جاگیر ضبط ہو گئی اور ۳۰۰۰ روپیہ کی کل پنشنیں اس کی بیواؤں اور لڑکوں کو دی گئیں۔ ایام غدر میں دونوں بھائیوں پرتاب سنگھ اور اجیت سنگھ نے سرکار کو امداد دینے میں مستعدی دکھائی انہوں نے پانچ سوار اور دس پیادے دئیے اور اپنی ذاتی خدمات بھی پیش کی تھیں لیکن ان کی ضرورت نہیں پڑی۔ ۱۸۶۲ء میں مسٹر ڈی جی بارکلے

صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر جالندھر نے ان دونوں بھائیوں کے حق میں اُن احکامات کی نظرِ ثانی کے لئے جن کے رو سے خاندانی جاگیر کا جین جانب کی پنشن سے تبادلہ کیا گیا تھا سفارش کی جو اسی سال سکرٹری آف سٹیٹ نے منظور کرلی۔ اسکے رو سے سرداران پرتاب سنگھ اور اجیت سنگھ کی نقد پنشن موضع علاولپور کے ⅓ حصہ کی جاگیر سے جس کی آمدنی پچھلے بندوبست میں ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ تشخیص ہوئی تھی بدل دی گئی اور یہ قرار پایا کہ سرداران مذکور کی وفات کے بعد یہ جاگیر اچھل سنگھ کے صلبی نرینہ وارثوں کے نام جاری ہوتی رہے گی ؛

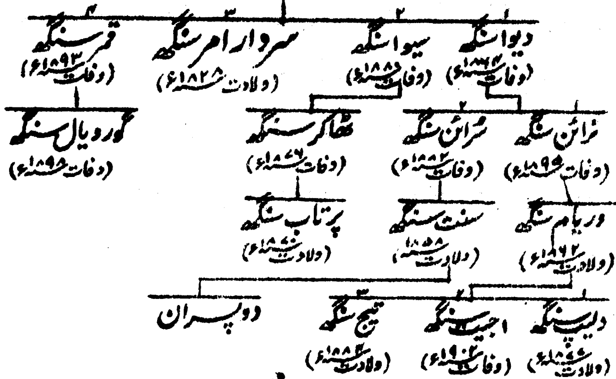
سردار اجیت سنگھ اپنے بھائی پرتاب سنگھ کی نسبت جو عام کاموں میں بہت حصہ لیتا تھا زیادہ مشہور تھا۔ ۱۸۸۰ء میں یہ علاولپور میں سب رجسٹرار اور ۱۸۸۱ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ حضور وائسرائے کی سند مجریہ ۱۸۸۸ء کے رُو سے اسے خطاب سردار بہادر عطا کیا گیا۔ اس کی نمک حلالی اور دیانت داری کی وجہ سے ہر ایک افسر جسکا کہ تعلق ضلع جالندھر سے رہا اس کی عزت کرتا رہا اور ایک منصف مزاج مجسٹریٹ ہونے اور اپنی دریادلی اور فیاضی کی وجہ سے یہ گرد و نواح کے لوگوں میں ہر دلعزیز تھا۔ پرتاب سنگھ اور سردار بہادر اجیت سنگھ دونوں ورباری تھے؛

سردار پرتاب سنگھ جو ۱۸۹۴ء میں فوت ہوا سردار بھوپ سنگھ مرحوم رئیس روپڑ کی لڑکی کے ساتھ بیاہا ہوا تھا جس نے اپنی لڑکی کو جہیز میں ایک گاؤں دے رکھا تھا۔ مگر سردار بھوپ سنگھ کی جاگیر کی ضبطی کے موقع پر اس لڑکی کو موضع مذکور کے بدلے میں ۲۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دے دی گئی۔ سردار اجیت سنگھ کی شادی جے سنگھ رئیس سنگھترہ

ضلع سیالکوٹ کی لڑکی سے ہوئی تھی اس کا ۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا۔ اسکے لڑکے بھگوان سنگھ کی شادی مرحوم سردار ٹھاکر سنگھ سندھیانوالیہ کی لڑکی سے ہوئی جو پانڈی چری میں جلاوطنی کی حالت میں مرا۔ بھگوان سنگھ ۱۸۹۷ء میں فوت ہوا اور دو لڑکے گوربچن سنگھ اور گورچرن سنگھ چھوڑے وہ اب کورٹ آف وارڈز کے سپرد ہیں۔ اوّل الذکر خالصہ کالج امرتسر میں اور دوسرا جالندھر ہائی سکول میں تعلیم پاتا ہے۔ ان کی آمدنی قریباً ۷۴۲۳ روپیہ سالانہ ہے۔ سردار پرتاب سنگھ کا بیٹا اچھر سنگھ موجودہ ہزار رچھپال سنگھ رئیس بھاگووال ضلع گورداسپور کے ہاں بیاہا ہوا ہے۔ اور علاولپور کا ذیلدار ہے ٭

# سردار امر سنگھ رئیس نوگجہ

مہتاب سنگھ

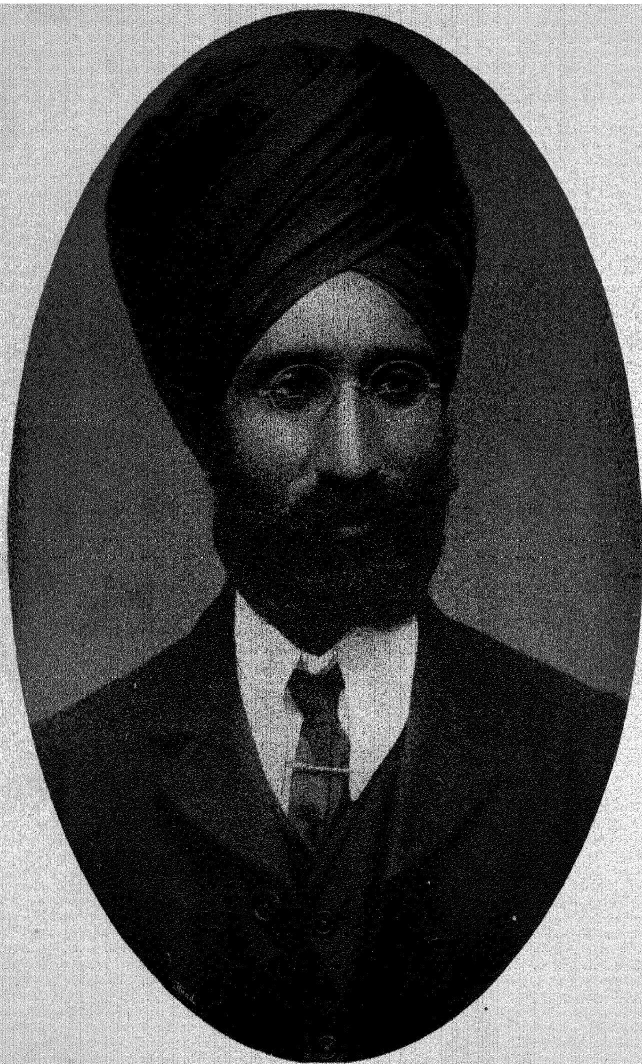



یہ خاندان دہلی کے ایک تنوار راجپوت فیروز نامی کی اولاد میں سے ہے جو گیارہ پشتیں ہوئیں پنجاب میں آوارہ گردی کرتا ہوا موضع کھوکھووال ضلع امرتسر میں آباد ہوا - یہ گرد و نواح کے جاٹوں سے ہل مل گیا اور اپنا حسب نسب چھوڑ چھاڑ کر رفتہ رفتہ بھنڈر جاٹ بن گیا - یہ اور اسکے سُسرال والے کھوکھووال کے اِرد گرد کے اُنیس گاؤں کے مالک بن گئے - فیروز کو ضلع گورداسپور میں اکبر بادشاہ نے تین گاؤں جاگیر میں دئے جو آٹھ پشت تک اس کی اولاد کے پاس رہے - اس خاندان کا دوسرا مشہور آدمی رام سنگھ تھا جو دھاڑوی مشہور ہوا - اس نے ایک اور لُٹیرے بھگیل سنگھ نامی کے ساتھ مل کر اضلاع جالندھر گورداسپور اور امرتسر میں دس مواضعات پر قبضہ کر لیا جن میں سے بعض مواضع میں اب تک



سردار وریام سنگھ رئیس نوگجا

Sardar Waryam Singh of Naugaja.



سردار دلیپ سنگھ رئیس نوگجا

Sardar Dalip Singh of Naugaja.

ان کی اولاد کے پاس کچھ حقوق ہیں۔ الغرض اس طرح پر رام سنگھ جو ۱۷۵۹ء میں کروڑا سنگھیا مسل میں شامل ہوا پندرہ ہزار روپے سالانہ آمدنی کی اراضیات کا مالک بن گیا +

اس کا بیٹا سردار مہتاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں دو سو سواروں پر کمیدان تھا جن میں سے سات سواروں کی تنخواہ جاگیر کے حق الخدمت میں وہ اپنے پاس سے دیتا تھا۔ اپنے وقت کی بہت سی لڑائیوں میں یہ شریک ہوا اور مزید اراضیات حاصل کیں مگر اپنے بھائیوں کے ساتھ پیداوار کے بارے میں لڑائی جھگڑے کرنے سے یہ اراضیات اُس کے قبضے سے نکل گئیں۔ وہ ابھی جوان ہی تھا کہ اس نے اپنی ساری ملکیت اپنے چار بیٹوں کو دیدی۔ سیوا سنگھ اور دیوا سنگھ نے موضع ویلا تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور لیا جو سرکار نے ان کی وفات پر ضبط کرلیا۔ سردار امر سنگھ نے جو اس وقت خاندان کا بزرگ ہے ضلع جالندھر کے مواضعات نوگجہ (جہاں یہ سکونت پذیر ہے) عیسیٰ پور موکھے اور مور لئے۔ ان مواضعات کا مالیہ (۲۷۰۰ روپیہ) اس کے نام اُس کی حین حیات تک ۱۶۷۰ روپیہ سالانہ بعوض خدمات جنگی سرکار کو ادا کرنے کی شرط پر دیا گیا۔ گزشتہ بندوبست میں ان چاروں گاؤں کا مطالبہ بڑھ جانے کے باعث سردار کی سالانہ آمدنی میں ۳۷۰ روپیہ کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ مہتاب سنگھ نے اپنے گزارے کے لئے موضع ویلا میں جو ۶۰۰ گھماؤں زمین رکھ لی تھی اُس میں بھی سردار امر سنگھ کا چوتھا حصہ ہے۔ اور وہ ڈویژنل درباری ہے +

سردار امر سنگھ کا بھتیجا نرائن سنگھ موضع ویلا بھنڈراں تحصیل

بٹالہ ضلع گورداسپور کا نمبردار تھا۔ اس کا بیٹا منشی وریام سنگھ پولیس انسپکٹر رہے اور ایک زمانے میں حضور وائسرائے کی خدمت میں حاضر رہنے کے لئے سپیشل ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا۔ وریام سنگھ کا چچا سردار سرائن سنگھ کئی سال تک امرتسر میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس رہا۔ یہ خاندان علاقے میں اچھا بارسوخ ہے اور اس کے رشتے جالندھر اور مانجھا کے بڑے بڑے گھرانوں میں بیاہے ہوئے ہیں ؎

# سردار گوردت سنگھ رئیس سرہالی

- ناہر سنگھ (متوفی)
  - دیوان سنگھ (متوفی)
    - دلیل سنگھ
      - ۱- بدھ سنگھ (وفات ۱۸۵۲ء)
        - کرپال سنگھ (وفات ۱۸۸۳ء)
          - ۱- سندر سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء)
            - رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)
          - ۲- بشن سنگھ (وفات ۱۸۹۷ء)
            - سمپورن سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)
          - ۳- سردار گوردت سنگھ (ولادت ۱۸۷۳ء)
            - جیون سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
      - ۲- فتح سنگھ (وفات ۱۸۵۲ء)
  - چڑت سنگھ (متوفی)
  - موہر سنگھ (متوفی)



سردار گوردت سنگھ مان جاٹ سکھ ہے اور موضع سرہالی تحصیل پھلور ضلع جالندھر میں رہتا ہے ؎

کہتے ہیں ناہر سنگھ ساکن موضع مان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور نے جو اس خاندان کا بانی تھا ۱۷۵۹ء میں دریائے بیاس سے پار ہو کر تحصیل پھلور دوابہ جالندھر میں کئی مواضعات پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح مالدار ہو کر اس نے دربار صاحب واقع امرتسر کے پاس ایک خوبصورت بُنگا تعمیر کرایا جو آج تک اس کے نام سے مشہور ہے اور اس کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ اس کا بیٹا دیوان سنگھ اور

پوتا دلیل سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں مارے گئے۔ مہاراجہ نے معمولی خدمات کی شرط پر جو ۳۰۰۰۰ کی جاگیر اس خاندان کو عطا کی تھی اس میں سے دلیل سنگھ کے بیٹوں بدھ سنگھ اور فتح سنگھ کے پاس ایک تہائی رہنے دیا۔ اس خاندان کے کئی اراکین نے فوج میں بڑے بڑے عہدے حاصل کئے اور مختلف معرکوں میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ سردار صوبہ سنگھ سکھ فوج میں جرنیل تھا اور ملتان کی لڑائی میں مارا گیا۔ اسکی بیوہ کو سرکار انگریزی نے پنشن عطا کی۔ الحاق کے موقع پر بدھ سنگھ اور فتح سنگھ دونوں بھائیوں کے پاس موضع سرہالی اور چک اندھیاں کی جاگیر جس کی آمدنی ۲۴۵۰ روپیہ تھی تاحین حیات ان کے رہنے دی گئی ۱۸۶۲ء میں فتح سنگھ کی وفات پر اُس کا حصہ ضبط ہو گیا اور اُسکی بیوہ کو زندگی تک پنشن ملی۔ مواضعات کی مالگزاری کا چہارم حصہ بدھ سنگھ کے بیٹے کرپال سنگھ اور صلبی نرینہ وارثوں کو جواب قابض ہیں دیا گیا۔ ان کے قبضے میں تیس گھماؤں اراضی موضع سرہالی کی اور ایک سو گھماؤں موضع سرائے جٹاں واقع ریاست کپورتھلہ کی اور پچاس گھماؤں اپنے قدیمی ورثہ واقع موضع مان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کی اراضیات ہیں ✦

کرپال سنگھ کا فرزند اکبر سُندر سنگھ کچھ عرصہ تک نائب تحصیلدار رہ کر ۱۸۸۳ء میں اپنے باپ کی وفات پر عہدے سے مستعفی ہو گیا ۱۹۰۶ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا چھوٹا بھائی گوردت سنگھ جانشین ہوا جو اُس خاندان کا جسکی گزشتہ عظمت اب بہت کچھ گھٹ چکی ہے موجودہ بزرگ تسلیم کیا گیا ہے۔ کرپال سنگھ ڈویژنل درباری تھا مگر اب خاندان بھر میں کوئی بھی درباری نہیں ہے ✦

# سردار امر سنگھ مرحوم رئیس مکندپور

تخت مل
(متوفی)

چھجو مل
(متوفی)

زور آور
(متوفی)

سلطان بخش
(متوفی)

(۱) بھوپ سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء) — (۲) اچھر سنگھ (متوفی)

بھوپ سنگھ کے بیٹے: (۱) گلاب سنگھ (وفات ۱۸۳۰ء) — (۲) پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)

پرتاب سنگھ کا بیٹا: سردار امر سنگھ (وفات ۱۹۰۹ء)

سردار امر سنگھ کے بیٹے: (۱) کلدیپ سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — (۲) سجیت سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)

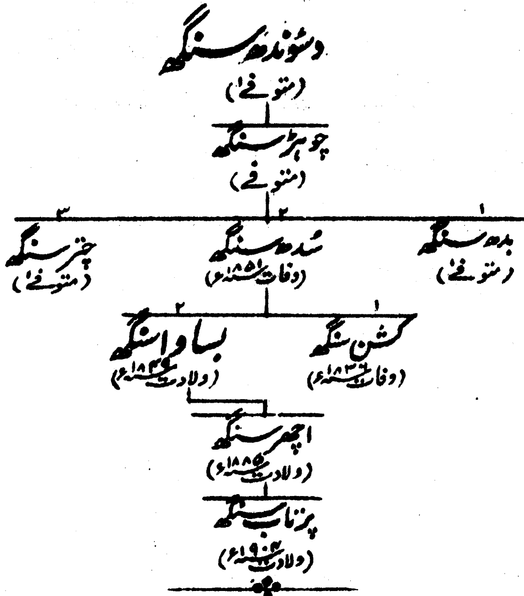
---

یہ خاندان گل جاٹ سکھوں کا ہے جن کا وطن مکندپور تحصیل نواںشہر ہے قریباً ساڑھے تین سو برس ہوئے ہیں کہ شاہجہاں کے زمانے میں سردار امر سنگھ کے بزرگ دوآبہ جالندھر میں چودھری تھے اور رفتہ رفتہ ستلج کے شمالی کنارے پر ستر مواضعات کے مالک بن گئے۔ اُنہوں نے مکندپور واقع تحصیل نواںشہر آباد کیا جو اب اس خاندان کا صدر مقام ہے جیجون راجپوت یہاں کے اصلی مالک ان کے دشمن تھے جن کو انہوں نے رفتہ رفتہ لڑائیوں یا سازشوں سے بے دخل کر دیا تھا۔ اس خاندان

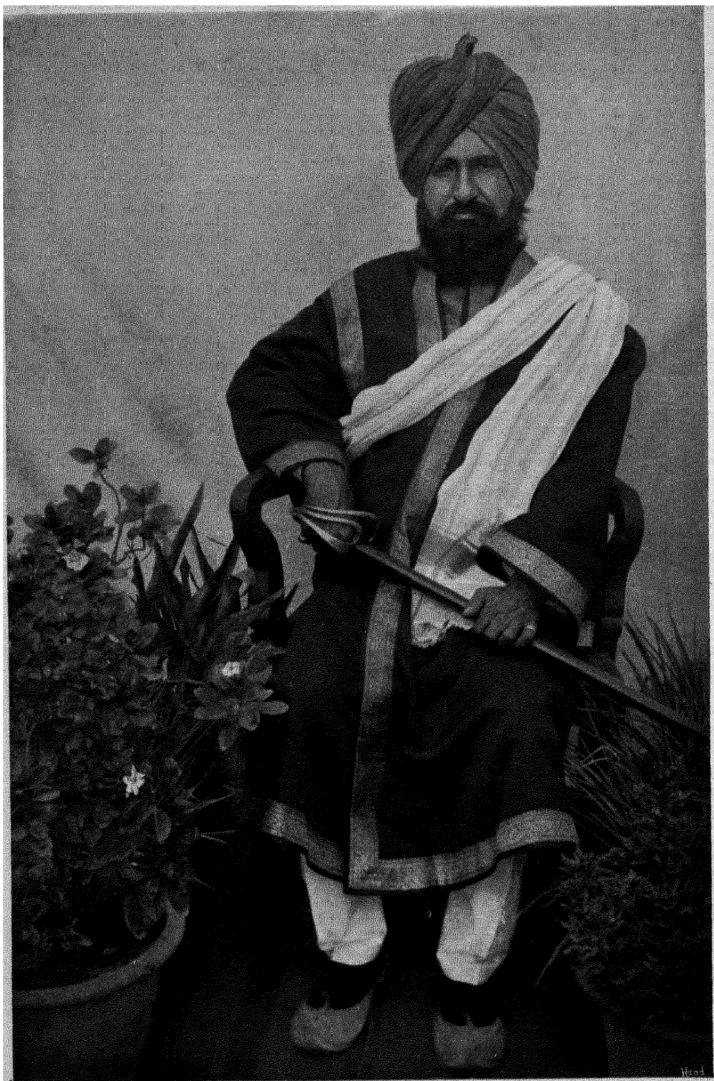
کے لوگ ایک قصہ بیان کیا کرتے ہیں کہ کمند پوریوں میں سے گنگا رام نامی نے شہنشاہ شاہ جہاں کی عطا کی ہوئی ایک سند جس کی رُو سے یہاں کے راجپوتوں کے حقوق ملکیت بحال رکھے گئے تھے دربار عام میں پھاڑ ڈالی۔ اس امر کی اطلاع فوراً شہنشاہ کی خدمت میں بھیجی گئی جس پر وہ اس گستاخی کی جوابدہی کے لئے دہلی طلب کیا گیا۔ شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گنگا رام نے یہ حجت پیش کی کہ اس نے جو کچھ کیا اپنے تاجدار کے فائدے کو مدنظر رکھکر کیا ہے یعنی راجپوت صریحاً نہایت بُرے کاشتکار ہیں اور اگر ان کی بجائے جاٹوں کو عطیات دئے جائینگے تو زمین ضرور رونق پکڑ جائیگی۔ یہ جواب جرم کی تلافی کے لئے کافی مدلّل تھا چنانچہ راجپوتوں کی اراضیات پر گنگا رام اور اُس کے بھائیوں کو قبضہ مل گیا مگر راجپوت اس یکطرفہ فیصلے کو بلا حیل و حجت کب مانتے تھے۔ چھوٹتے ہی اُنہوں نے گنگا رام کو قتل کر ڈالا اور اپنی اراضیات پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن گنگا رام کے چچازاد بھائی چھجو مل نے ان کو شکست دی اور ان کے بچے ہوئے مقبوضات میں سے بھی ایک معقول حصہ ان سے چھین لیا۔ کئی سال تک یہ لڑائی چھڑی رہی جس میں کبھی ایک کامیاب ہوتا تھا کبھی دوسرا۔ آخرکار چھجو مل اور ایک لڑکے زور آور نامی کے سوائے خاندان کے سارے رکن راجپوتوں نے مار دئے اور اپنی اراضیات کے پھر ایک دفعہ مالک بن گئے۔ زور آور کی والدہ اُس کو لیکر اپنے میکے بھاگ آئی۔ مگر بعد ازاں مسلمان عامل ادینہ بیگ نے اسے وہاں سے بُلا لیا اور خاندان کے پرانے مقبوضات میں سے ۳۵ مواضعات اُسکو دئے کیونکہ راجپوت جیسا کہ گنگا رام نے پیشین گوئی کی تھی شاہی مطالبہ

وقت پرادا نہ کرسکے تھے ۔ زور آور کا پوتا بھوپ سنگھ خاندان میں سب سے
پہلا سکھ ہوا ۔ یہ مشہور مذہبی وبوا نے بیدی صاحب سنگھ رئیس اونہ ضلع
ہوشیارپور کا کمال مداح اور پیرو تھا اور سن طفولیت سے ہی بیدی کے ہمرکاب
جنوبی ستلج کی لڑائیوں میں جو اُس نے مالیر کوٹلہ اور رائے کوٹ کے خلاف
۱۷۹۴ء لغایت ۱۷۹۸ء میں کیں رہا تھا ۔ بھوپ سنگھ کی قدرتی اولوالعزمی
اور قسمت آزمائیوں کا شوق پیشتر اسکے کہ وہ عالم شباب کو پہنچے ایک اتفاقیہ
صدمے سے جس سے وہ اندھا ہوگیا رک گیا اس لئے اس نے زیادہ شہرت
حاصل نہیں کی ۔ اس کا بڑا بھائی گلاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمتگزاری
میں لڑتا ہوا ۱۸۴۳ء میں مارا گیا ۔ بھوپ سنگھ ۱۸۶۵ء میں فوت ہوا جب
پنجاب انگریزوں کے قبضے میں آیا تو مکندپوریوں کی سرداری کے حقوق صرف
مکندپور کی نسبت تسلیم کئے گئے جس کی ایک چوتھائی مالگزاری جواب ۸۴۳
روپیہ سالانہ ہے بھوپ سنگھ اور اُسکے صلبی نرینہ وارثوں کے نام واگزار کی
گئی جاگیر بھوپ سنگھ کے لڑکے پرتاب سنگھ کے بعد جو ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا
امر سنگھ مرحوم کے قبضے میں آئی جس نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی تھی ۔ اسکے قبضے میں
مواضعات مکندپور اور سوکر تحصیل نواشہر کی ۱۲۰ گھماؤں اراضی تھی اور دس مربع زمین
ضلع لائل پور میں تھی ۔ وہ ذیلدار اور ڈویژنل درباری تھا ۔ اسکی شادی سردار بخشش سنگھ
ساکن کھمانوں کلاں ریاست پٹیالہ کی لڑکی سے ہوئی تھی ۔ اس خاندان کی تھوڑی
سی جاگیر ہے مگر امر سنگھ کی نابالغی کے زمانے میں خوب زرخیز تھی ۔ امر سنگھ ۱۹۰۶ء
میں دو صغیرسن لڑکے چھوڑکر فوت ہوا جن میں سے کسی کو بھی ابھی تک اُنکے باپ
کی درباری کرسی نہیں ملی ۔ چونکہ خاندان میں قاعدہ خلف اکبری رائج ہے اس لئے
بڑا لڑکا گلدیپ سنگھ جاگیر کا وارث ہوا ہے ۔

# سردار بساوا سنگھ رئیس لڑوبہ




دسوندھ سنگھ جس کی اولاد میں سردار بساوا سنگھ ہے موضع جھبّل ضلع امرتسر کا دھیلوں جاٹ تھا اور مشہور بھگیل سنگھ کروڑا سنگھیا مسل کے سرکردہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ دسوندھ سنگھ ۱۷۵۹ء میں بیاس پار ہوا اور کچھ مواضعات پر جو جالندھر تحصیل کے شمال میں تھے قبضہ کرلیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں یہ خاندان ان دیہات پر قابض رہا اور اس کے عوض میں ۲۶ سوار خدمات کے لئے دیتا رہا۔ الحاق کے موقع پر سرکار انگریزی نے ان سواروں کا سالانہ خرچ ۲۴۲۰ روپیہ قرار دیا اور مروجہ طریقہ کے مطابق تین گاؤں ضبط کر لئے۔



سردار بساوا سنگھ ڈھلواں رئیس لڑویہ

Sardar Basawa Singh Dhilwan of Laroya.

اس طرح پر شدھ سنگھ کے نام مواضعات لڑویہ مادھو پور اور دھادا سنورا جن کی آمدنی ۴۰۰۰ روپیہ تھی اس کی حین حیات تک کے لئے واگزار ہو گئے ۱۸۵۱ء میں اس کی وفات پر صرف مادھو پور اس کے لڑکے بساوا سنگھ موجودہ مالک کے نام قائم ہوا۔ موضع دھادا شدھ سنگھ کی سوتیلی ماں کے نام تا حین حیات واگزار ہوا۔ یہ اب مرگئی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں فوجداری جاگیروں کی ترمیم کے وقت موضع لڑویہ بساوا سنگھ اور اسکی صلبی نرینہ اولاد کے لئے ہمیشہ کے لئے عطا کر دیا گیا۔ پچھلے بندوبست میں اس جاگیر کی مالیت ہزار روپیہ سالانہ تشخیص ہوئی تھی +

سردار بساوا سنگھ ذیلدار ہے ایکسو نوے روپیہ سالانہ ذیلداری کے اور ایک سو روپیہ سفید پوشی الاؤنس لیتا ہے۔ اور لڑویہ تحصیل جالندھر کا نمبردار ہے جہاں وہ اس واسطے رہتا ہے کہ اس موضع میں اس کی چالیس گھماؤں زمین ہے۔ اس کی شادی رائے پور ضلع لودھیانہ کے خاندان گارڈھے وال میں ہوئی ہے اور وہ ڈویژنل درباری بھی ہے +

# بھگت سنگھ رئیس بہرام

## لال سنگھ

- ۱ رام سنگھ
- ۲ چندا سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء)
  - ۱ دیوا سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء)
    - ۱ بسنت سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء)
      - ۱ چمن سنگھ (ولادت ۱۸۶۸ء)
        - ۱ چرن سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)
        - ۲ بچن سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء)
      - ۲ سرجن سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)
    - بھگت سنگھ (ولادت ۱۸۴۲ء)
      - عطر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
    - جسونت سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء)
      - ۱ جے سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)
      - ۲ کرپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)
    - ۳ فتح سنگھ (وفات ۱۸۶۸ء)
  - ۲ دیا سنگھ (وفات ۱۸۵۶ء)
    - ۱ نرائن سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
    - ۲ حکم سنگھ (ولادت ۱۸۷۱ء)
      - گوربخش سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
- ۳ گلاب سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء)
  - ۳ جواہر سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء)

یہ خاندان ایک سو چالیس برس کے قریب ہوئے کہ امرتسر کے علاقہ مانجھہ سے یہاں نقل مکان کر آیا۔ اس کے مورث اعلےٰ لال سنگھ کی اس لئے تعریف کرتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں تیرہ گاؤں دوابہ جالندھر اور ستلج کے جنوبی علاقہ پٹیالہ کے تھے۔ اس کی وفات کے موقع پر اس کے قبضے میں تین گاؤں تھے۔ موضع بہرام ضلع جالندھر اسکے بیٹے چندا سنگھ کے حصے میں آیا۔ اس کے دوسرے بیٹے گلاب سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس وجہ سے محروم کردیا کہ اس نے اُس کو ناراض کردیا تھا۔ بایں اسباب وہ موضع بہرام کی ایکسو چالیس گھماؤں

زمین پر گزارا کرتا رہا جو اس کے بھائی چندا سنگھ نے اسے دی تھی۔ چندا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہمراہ تھوڑے سے سواروں کا جو اسے بہرام کی جاگیر کے حقوق کے عوض رکھنے پڑتے تھے کمیدان ہو کر اکثر مہموں پر گیا اور بہت سی خدمات کیں۔ یہ ۱۸۴۳ء میں پشاور کے نزدیک ایک جھگڑے میں مارا گیا۔

دیوا سنگھ بھی اپنی اوائل عمر میں بہت سی لڑائیوں پر گیا اور جب ۱۸۳۴ء میں بنوں رنجیت سنگھ کے قبضے میں آیا تو یہ موجود تھا الحاق کے موقع پر موضع بہرام چندا سنگھ کے تین لڑکوں اور اس کے بھائی گلاب سنگھ کو جاگیر میں اس شرط پر دیا گیا کہ ایکہزار ایک سو پچاس روپیہ اُن چھ سواروں کی خدمات کے عوض اس میں سے کٹ جایا کریگا جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں انہیں رکھنے پڑتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں گلاب سنگھ کی وفات پر اُس کا حصہ ضبط کر لیا گیا۔ پھر دیا سنگھ کی وفات پر ۱۸۵۷ء میں مزید ضبطیوں کے سوال پر غور کی گئی اور یہ قرار دیا گیا کہ اس گاؤں کی مالگزاری کی دو تہائی جاگیرداروں کی صلبی نرینہ اولاد یعنی دیوا سنگھ اور جواہر سنگھ کے نام جاری کی جاسے۔ اس طرح پر ان کو ۱۳۵۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر مل گئی۔ یہ موضع بہرام کی اڑتالیس گھاؤں اراضی کے اور ایکسو بارہ گھاؤں موضع دوبرجی ضلع امرتسر کی اراضی کے مشترک مالک بھی تھے۔ جواہر سنگھ ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا اور اس کے بیٹے حکم سنگھ نے اس کی جاگیر سے ۱۵۸ روپیہ سالانہ حاصل کئے۔

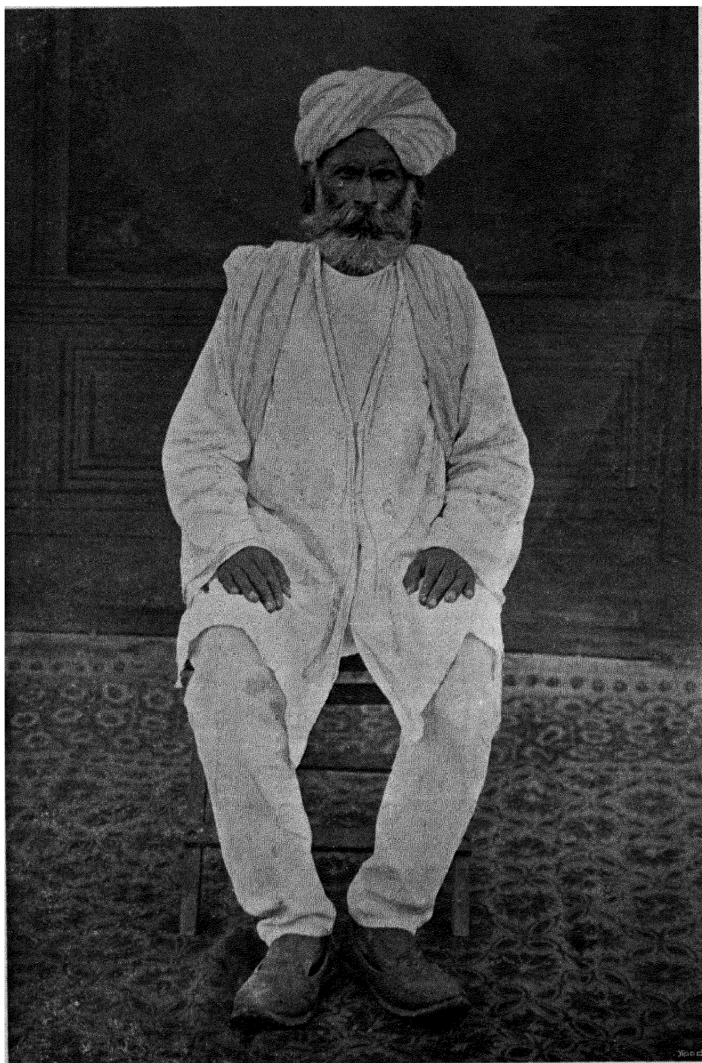
دیوا سنگھ اپنی وفات سے جو ۱۸۹۴ء میں واقع ہوئی کچھ سال پہلے نابینا ہو گیا تھا۔ یہ ہمیشہ سرکار کو اپنی خدمات پیش کرنے میں مستعد رہتا

تھا اور ایام غدر میں بھی کرنیل لیک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع جالندھر کے کام آیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی جاگیر کے ۱۵۸ روپیہ اس طرح پر تقسیم ہوئے کہ ایک تہائی تو اس کے پوتے یعنی بسنت سنگھ کے لڑکے کو ملے اور ایک ایک تہائی اس کے بیٹوں بھگت سنگھ اور جسونت سنگھ کو جو ایک زمانے میں دونوں انسپکٹر پولیس تھے +

دونوں جاگیریں دریا برد ہونے کی وجہ سے گھٹ کر ۱۳۵ روپیہ کی مالیت کی رہ گئی ہیں +

لچھمن سنگھ اور اُس کے بیٹے اور نیز بھگت سنگھ اب ضلع امرتسر میں رہتے ہیں۔ دیوا سنگھ ڈویژنل درباری تھا مگر اب خاندان کا کوئی آدمی درباری نہیں +

---



سردار دلیپ سنگھ رئیس تھالہ

Sardar Dalip Singh of Thala.

# دلیپ سنگھ رئیس تھلہ

## مہاں سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۲۶ء)

۱ گنڈا سنگھ (متوفی) — ۲ بدھ سنگھ (متوفی) — ۳ سردول سنگھ (متوفی)

۱ بشن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۱ء) — ۲ وزیر سنگھ (متوفی) — کشن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۳ء)

۱ گوردت سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۲ء) — ۲ جوالا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۳ء) — چوہڑ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۶ء) — ۱ نہال سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۵ء) — ۲ بسنت سنگھ — ۳ گورمکھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۳۷ء)

۱ اندر سنگھ (وفات سنہ [illegible]) — ۲ جیت سنگھ (وفات سنہ ۱۹۱۱ء) — ۱ پریتم سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۴ء) — ہربنس سنگھ (وفات سنہ ۱۹[illegible]ء) — ۱ ہیرا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۳ء) — ۲ اندر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۹ء) — دیوا سنگھ (وفات سنہ ۱۸[illegible]ء) — شیر سنگھ — جیمل سنگھ (وفات سنہ ۱۸[illegible]ء)

۱ تارا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء) — ۲ بکرام سنگھ (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ نرائن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۱ء) — ۱ اجمیر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء) — ۲ کیہار سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء) — نتھا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۹ء) — ۲ گاج سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۱ء) — ۱ دھرم سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۶ء) — ۲ بوٹا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۳ء)

دھیر سنگھ (ولادت سنہ ۱۹[illegible]ء) — کرتار سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء) — ۱ نرائن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸[illegible]ء) — مول سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹[illegible]ء)

۱ دلیپ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۴۸ء) — ۲ ہری سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۴۳ء) — ۳ ایشر سنگھ (متوفی)

امیرا سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء) — نگینا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء)

۱ کریا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶[illegible]ء) — ۲ سندر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۷۳ء) — ۳ گلزارا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸[illegible]ء) — ۱ شام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸[illegible]ء) — ۲ وریام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸[illegible]ء)

۱ اجایا سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰[illegible]ء) — ۲ گوردیال سنگھ (ولادت سنہ ۱۹[illegible]ء) — ۱ بنتا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹[illegible]ء) — ۲ جگندر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹[illegible]ء) — ۳ مول سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — ۴ چینچل سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰[illegible]ء) — اجیت سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰[illegible]ء)

---

اس خاندان کا مورث اعلیٰ مہاں سنگھ لدھڑ جاٹ سکھ تھا جس نے سنہ ۱۷۶۰ء میں تحصیل پھلور ضلع جالندھر کے دس گاؤں پر قبضہ کرلیا اور جن پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۲۳ سوار خدمات کے لئے مہیا کرنے کی شرط پر اس کا قبضہ بحال رہنے دیا۔ اس کے لڑکوں نے بہت سی لڑائیوں

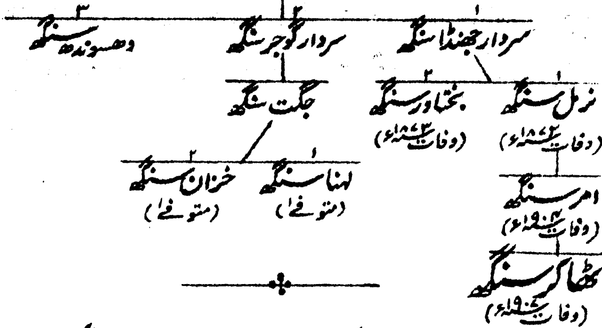
میں اچھی خدمات کیں اور اس خاندان کے اکثر رکن مہاراجہ کی طرف سے
لڑتے ہوئے مارے گئے۔ الحاق کے موقع پر مہاں سنگھ کی اولاد کے
ساتھ جو دس مواضعات پر ۱۷۰۰ روپیہ سالانہ دینے پر راضی ہو گئے
تھے ایک سرسری بندوبست کیا گیا۔ بعد ازاں ان مواضعات میں سے چار سرکار
انگریزی نے اُن سواروں کی خدمات کے عوض میں ضبط کر لئے جو یہ مہاراجہ
رنجیت سنگھ کو دیا کرتے تھے۔ پھر ۱۸۴۷ء میں نہال سنگھ اور گنڈا سنگھ کی وفات
پر دو اَور گاؤں ضبط کر لئے گئے اور اُن کی بیوگان اور بچوں کو پنشنیں دی
گئیں۔ خاندان کے اَور اراکین کے مرنے پر مزید ضبطیاں عمل میں آئیں اور
بندوبست ہو جانے کے بعد جاگیر کی سالانہ آمدنی جو باقی ماندہ اراکین آپس
میں تقسیم کرتے تھے ۲۷۰ روپیہ پائی گئی۔ جب جالندھر کی فوج
۱۸۵۷ء میں باغی ہو گئی تو جیمل سنگھ اور رشن سنگھ ولد گنڈا سنگھ دریائے
ستلج کے لڑاسہ کے پتن کی حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جیمل سنگھ
موضع تھلہ تحصیل پھلور ضلع جالندھر میں رہا کرتا تھا جو تمام اس خاندان
کی ملکیت تھا اور جس میں سے خود اس کا حصہ قریباً ۲۶۰ گھماؤں تھا۔
وہ ڈویژنل درباری اور ذیلدار تھا۔ اور ۱۸۹۵ء میں فوت ہوا۔ جیمل سنگھ
کا بیٹا دلیپ سنگھ خاندان کا موجودہ بزرگ ساتویں بنگال رسالے میں
دفعدار تھا۔ یہ نمبردار اور ذیلدار ہے اور شکار کے شوق کی وجہ سے
ضلع بھر میں بڑا مشہور ہے۔ اس نے اور اس کے دو چھوٹے
بھائیوں نے اپنے باپ کی ۲۶۰ گھماؤں کی جاگیر کا بحصہ مساوی
یک ثلث حاصل کر لیا ہے۔

نہال سنگھ کا پوتا نتھا سنگھ بھی ساتویں بنگال رسالے

ہیں دفعدار تھا اور گنڈا سنگھ کا پوتا گوردت سنگھ تحصیلدار تھا۔
یہ خاندان ایک زمانے میں اپنے شہر میں کسی قدر بارسوخ تھا اور
اس کے اراکین ہمیشہ گورنمنٹ کو اپنی خدمات پیش کرنے میں مستعد
رہے ہیں مگر جاگیر کی وراثت چھوٹے چھوٹے حصّوں میں تقسیم ہوجانے
کی وجہ سے انہوں نے اپنا پہلا اقتدار بہت کچھ کھو دیا ہے۔
جیمل سنگھ کی وفات سے لیکر تاحال اس خاندان کا کوئی رکن درباری
نہیں ہوا *

# ٹھاکر سنگھ مرحوم رئیس بالو کی

## سردار تارا سنگھ گھیبا




ٹھاکر سنگھ رئیس بالو کی تحصیل نکودر ضلع جالندھر کانگ جاٹ سکھ تھا۔ یہ سردار نہال سنگھ مرحوم رئیس کانگ کا رشتہ دار تھا اور سردار تارا سنگھ گھیبا کی جو سکھوں کی ڈلا والا مسل کا مشہور و معروف بانی تھا چوتھی پشت میں تھا۔ یہ مسل موضع ڈلا کے نام پر ڈلا والہ کہلاتی تھی جو سلطانپور واقع ریاست کپورتھلہ کے قریب ہے اور جہاں سے دریائے ستلج و بیاس کی جائے اتصال بھی نزدیک ہے۔ تارا سنگھ کانگ جاٹ تھا مگر اسکے ساتھی بہت سے مانجھے کے چور اور آوارہ گرد جاٹ تھے جو اس کے ساتھ لوٹ مار کی غرض سے شریک ہو گئے تھے۔ تارا سنگھ کے ابتدائی کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ تھا کہ اُس نے احمد شاہ کی فوج کے ایک دستے سے جو اس کے وطن یعنی موضع کانگ کے قریب دریائے بین سے گزر رہا تھا گھوڑے اور ہتھیار چھین لئے۔ اس طرح سے

اسیر ہوکر تارا سنگھ ایک با اقتدار سرغنہ بن گیا۔ وہ امرتسر جاکر اہلو والیوں
اور سنگھ پوریوں کے ساتھ شامل ہوگیا جو جہاں مال دیکھتے لوٹ مار کر لیتے
تھے۔ پھر ۱۷۶۰ء میں وہ ونیاسے ستلج پار ہوا اور اضلاع دھرم کوٹ
اور فتح گڑھ فتح کرکے فتح گڑھ تو اپنے چچیرے بھائیوں دھرم سنگھ
اور کوڑ سنگھ کو دیدیا اور دھرم کوٹ اپنے لئے رکھ لیا۔ دوابہ میں واپس آکر
اس نے موضع دکھنی جالندھر کے ایک افغان شرف الدین نامی سے
لے لیا اور مشرقی جانب کوچ کرکے راہوں کے اردگرد کے سارے علاقے
پر قبضہ کرکے راہوں "ہی اپنی سکونت اختیار کر لی۔ بعد ازاں اس نے
مانجھ راجپوتوں سے نکودر اور ستلج کے داہنے کنارے کے بہت سے
مواضعات جن میں مہات پور اور کوٹ بدل خاں بھی شامل تھے
چھین لئے۔ اس زمانے میں سکھوں میں اس کا نام مشہور ہوگیا اور
اس فرقے کے متعلق کوئی معاملہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں تارا سنگھ کا
بلاواسطہ یا بالواسطہ دخل نہ ہو اس نے اپنے بیٹے دسوندھ سنگھ
کی شادی راجہ امر سنگھ والیٔ پٹیالہ کی لڑکی بی بی چاند کور سے کرادی
اور جس کی وجہ سے یہ اس قابل ہوگیا کہ جس وقت اس کا جی چاہے
انبالہ تک ہاتھ مار لے اور رئیسان پھلکیان کے جھگڑوں میں بھی حصہ
لے۔ ۱۷۶۲ء میں اس نے راجہ امر سنگھ کو اسکے سوتیلے بھائی ہمت سنگھ
کی بغاوت فرو کرنے میں مدد دی اور دوسرے موقع پر ۱۷۶۸ء میں
جبکہ سردار ہری سنگھ سیالبہ نے جس کی مدد پر سردار جبا سنگھ رام گڑھیا
تھا اسی امر سنگھ پر حملہ کیا تو پھر امداد کی۔ ۱۷۶۹ء میں یہ دوسرے
خالصہ سرداروں کے ساتھ وزیر مجاد الدولہ عبدالاحد جس نے ملک مالوہ کو

دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی بھی مقابلہ کے لئے مل گیا۔ بعدازاں ۱۷۹۴ء میں جب اونہ ضلع ہوشیارپور کے متعصب بیدی صاحب سنگھ نے مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی تو یہ بھی بیدی کے ساتھ شریک تھا مگر سکھوں پر راجہ پٹیالہ کا دباؤ پڑنے کی وجہ سے اس مہم میں ناکامیابی ہوئی۔

۱۷۹۹ء میں تاراسنگھ اپنے رشتہ دار رئیسان پھلکیان کی طرف سے جو ہانسی کے مشہور جارج ٹامس کے ساتھ زور آزمائی کر رہے تھے میدان جنگ میں آیا اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد معزول شدہ سردار چڑت سنگھ کے حقوق کے بارے میں فریدکوٹ میں جھگڑتا رہا۔ یہ شخص آرام سے بیٹھنا جانتا ہی نہ تھا۔ جب ۱۸۰۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نرائن گڑھ ضلع انبالہ پر چڑھائی کی تو یہ مہاراجہ کے ساتھ تھا جہاں اسے بخار آیا اور اسی عارضے سے مرگیا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ واپس آرہا تھا تو اسے طاقتور ڈلہ والی مسل کے توڑنے کا موقع مل گیا اور اُسکے مقبوضات اس نے اپنی اُس بڑی ریاست میں شامل کرلئے جس کو مستحکم بنانے میں وہ سرگرمی سے کام کر رہا تھا۔

دسوندھ سنگھ کو اس کے باپ تاراسنگھ کی جائداد دکھنی تاحین حیات رکھنے کی اجازت دیدی گئی اور اس کی وفات پر مہاراجہ نے جائداد مذکور بیدی صاحب سنگھ کو دیدی۔ تاراسنگھ کے دوسرے بیٹے گوجر سنگھ کو ستلج کے جنوب والی ریاست گھُمگرانا ملی تھی اس پر بعض چھوٹے چھوٹے رئیسان پھُلکیان نے جھگڑا کیا مگر رنجیت سنگھ نے انہیں دل کا غبار نکالنے سے باز رکھا۔ مہاراجہ نے یہ دیہات راجگان پٹیالہ و جیند اور سردار ننگلہ میں تقسیم کردئے۔ جاگیران نکودر اور ماہل پور تاراسنگھ کے

سب سے بڑے بیٹے جھنڈا سنگھ کے حصے میں تھیں مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ
خود ہڑپ کر گیا اور دیوان محکم چند ناظم جالندھر کی حفاظت میں کر دیں۔
لیکن پھر کہنے سننے سے مہاراجہ نے جھنڈا سنگھ کے گزارے کے واسطے
اُس کے ورثۂ پدری میں سے صرف بالو کی اور شرقپور کا آدھا آدھا حصہ
دیا۔ اس فیاضی میں مہاراجہ کا کچھ خرچ نہیں ہوا کیونکہ اس نے پہلے ہی
سے یہ سالم گاؤں اوداسی سادھوؤں اور اکالیوں کو دے رکھے تھے۔
اوداسی سادھوؤں نے جھنڈا سنگھ کو قبضہ دینے سے انکار کیا جو بزور بازو
ان کو نکال دینے پر مجبور ہوا۔ اس کی ماں رانی رتن کور نے لودھیانہ کے
سرکار انگریزی کے علاقے میں آکر پناہ لی جہاں اس کے گزارے کے
لئے ۱۸۰۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ عطا کیا گیا۔

الحاق کے موقع پر جھنڈا سنگھ کے بیٹے نرمل سنگھ اور بختاور سنگھ کے
قبضے میں متذکرۂ بالا مواضعات کا نصف نصف حصہ تھا۔ ۱۸۴۷ء کے
احکام کے مطابق ان دونوں کو یہ جاگیر تاحین حیات ۲۸۰ روپیہ بطور
نذرانۂ خدمات پیش کرنے کی شرط پر دی گئی۔ ہر ایک کا حصہ اُس کی وفات
پر ضبط ہو جاتا تھا۔ ۱۸۶۳ء میں سردار بختاور سنگھ کے لاولد مرنے پر اس کی
بیوگان کو تھوڑی سی پنشن دی گئی۔ سردار نرمل سنگھ کی جاگیر بھی اسی طرح
۱۸۶۳ء میں ضبط ہو گئی اور ۲۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن اس کی بیوہ کو تا
حین حیات دی گئی۔ نرمل سنگھ نے سرکاری فوج میں صوبیدار رہ کر اپنے
آپ کو بہادر ثابت کیا اور ایام غدر کی خدمات کے عوض گورنمنٹ سے
سند حاصل کی۔

۱۸۶۴ء میں مسٹر ڈی۔ جی بارکلے صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع

جالندھر نے اس کے بیٹے امر سنگھ کی نسبت گورنمنٹ میں سفارش کی جس پر یہ حکم ہوا کہ سردار نرمل سنگھ کا بالوکی اور شرقپور والی جاگیر کا حصہ اُسکے بیٹے امر سنگھ کو ملے اور اُس کے بعد یہ سالم حصہ اُس کی نرینہ اولاد کو ملے جسکو گورنمنٹ منتخب کرے۔ نرمل سنگھ کی بیوہ کو بطور رعایت و مراحم خسروانہ جو وظیفہ ملا تھا وہ البتہ بند کر دیا گیا اور امر سنگھ کی جاگیر پر ۱۴۰ روپیہ سالانہ کی منہائی کی شرط لگا دی گئی۔ اس جاگیر کی آمدنی قانونی بندوبست کی رو سے ۶۸۵ روپیہ سالانہ تھی +

امر سنگھ بالوکی میں رہا کرتا تھا جس گاؤں میں اس کی ملکیت چالیس گھماؤں اراضی پر تھی۔ اس نے سردار سُجان سنگھ جاگیر دار کرتار پور تحصیل جالندھر کی لڑکی سے شادی کی۔ خاندان کے دوسرے اراکین کی شادیاں بھی اچھے گھرانوں میں ہوئی ہیں مگر اب نہ اس خاندان کا پرانا اقتدار ہے اور نہ وہ زور بل۔ اس خاندان میں سے کبھی کوئی آدمی درباری نہیں ہوا +

امر سنگھ سنہ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اور اس کے لڑکے ٹھاکر سنگھ خاندان کے متوفی سرکردہ کے قبضے میں بیالیس گھماؤں زمین بالوکی کی ایکسو چار گھماؤں بیر بالوکی کی اور پانچ مربعے زمین ضلع لائل پور میں تھی ٹھاکر سنگھ ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں لاولد فوت ہوا ہے۔ اور ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ جاگیر کا وارث کون بنایا جائے +

# ضلع لُدھیانہ

## سردار بھگونت سنگھ رئیس بھدوڑ



دُونا سردار بھگونت سنگھ کا بزرگ آلا سنگھ اوّل راجہ پٹیالہ کا بھائی تھا۔ خاندان پھولکیان کا اصلی وطن بھڈور تھا جہاں سے آلا سنگھ تو قسمت آزمائی کے لئے ۱۷۱۸ء میں باہر نکل گیا مگر دُونا وہیں رہتا سہتا رہا۔ اوّل الذکر پہلے تو برنالہ میں جا کر آباد ہوا مگر سرہند کے برباد ہو جانے کے بعد وہاں سے پٹیالہ چلا گیا جس کو اس نے اپنا دارالخلافہ بنا لیا *

دونا چودھری تھا اور اپنے علاقہ سے شاہی معاملات جمع کر کے مسلمان ناظم کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک موقع پر وہ اپنا فرض منصبی ادا نہ کر سکا جس پر وہ خود اور اس کا ایک لڑکا پکڑے گئے اور لاہور میں قید کر دئے گئے۔ اس قید خانے میں ان دونوں کو اس قدر سختیاں سہنی پڑیں کہ لڑکا تو وہیں ہلاک ہو گیا اور دُونا اپنی رہائی سے تھوڑے دن بعد فوت ہوا۔ یہ واقعہ ۱۷۲۶ء کا ہے۔ دُونا کا پوتا چوہڑ سنگھ تمام بدھوڑیوں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف آدمی ہوا ہے۔ یہ کمزور طبیعت راجہ صاحب سنگھ والئ پٹیالہ کا ہمعصر تھا اور اس نے اس ہل چل کا جو اس زمانے میں پٹیالہ میں مچی ہوئی تھی یہ فائدہ اُٹھایا کہ نوّے مواضعات پر جن میں علاقہ برنالہ بھی شامل تھا قبضہ کر لیا مگر بعد ازاں اس کو ان میں سے بہت سے واپس کرنے پڑے۔ اس نے ریاست مالیر کوٹلہ کی بھی بہت سی اراضیات بے کھٹکے دبالیں اور قریب تھا کہ بڑے مقتدر سکھ سرداروں میں سے ہو جائے مگر دغا بازی نے اس کا سارا کام خراب کر دیا۔ جس زمانے میں سرکار انگریزی ستلج کے جنوبی کنارے تک پہنچ چکی تو چوہڑ سنگھ کے بیٹے بیر سنگھ اور روپ سنگھ زندہ تھے۔

انہوں نے پہلے تو رئیس پٹیالہ کو اپنا سرگروہ مانا اور ریاست کے فائدے سے اپنا فائدہ خیال کرتے رہے مگر بعدازاں خودمختاری کے مفاد کو مدنظر رکھکر انہوں نے سرکار انگریزی سے براہ راست تعلق کا دعوےٰ کیا۔ اس پر ریاست پٹیالہ نے ایسی وجوہات سے اعتراض کیا جن کے بیان کرنے کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ صرف یہ بیان کردینا کافی ہے کہ اس معاملہ میں کئی سال تک جھگڑا ہوتا رہا۔ اور اس کا قطعی فیصلہ ۱۸۵۸ء میں ہوا جس سال مہاراجہ پٹیالہ کی ایام غدر میں سرکار انگریزی کی وفاداری سے خدمات کرنے کے عوض اور اس پر عنایت کرنے کے خیال سے فوقیت تسلیم کرلی گئی۔ سرکار انگریزی نے اپنے تمام حقوق ریاست پٹیالہ کو دے دئے جن میں جاگیرات منضبطہ کے حقوق بازگشت اور ۵۲۶۵ روپیہ سالانہ ٹیکس بھی جو اُس وقت سرکار انگریزی بعوض خدمات رئیس بھدوڑ سے لیتی تھی شامل تھے۔ یہ فیصلہ قدرتی طور پر خاندان بدھوڑ کو ناگوار معلوم ہوا۔

سردار عطر سنگھ غدر ۱۸۵۷ء کے موقع پر پچاس سواروں کا کمیدان بن کر جن کے خود ہی بھرتی کرکے اُس نے اخراجات اُٹھائے تھے لدھیانہ اور فیروزپور کے افسران ضلع کے ماتحت سرکار انگریزی کی خدمات کرتا رہا اس کے صلے میں اس کے ذمہ کا ٹیکس معاوضہ خدمات چھ مہینے کے لئے معاف کردیا گیا۔ یہ ۱۸۵۸ء میں اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے بنارس میں تعلیم پائی جہاں سے اسے مطالعہ کا شوق لگ گیا۔ بدھوڑ میں اس کا کتب خانہ تھا جس میں سنسکرت گورمکھی اور فارسی کی بہت سی نایاب کتابوں کا ذخیرہ تھا اور اسے عوام کی تعلیمی اور روحانی

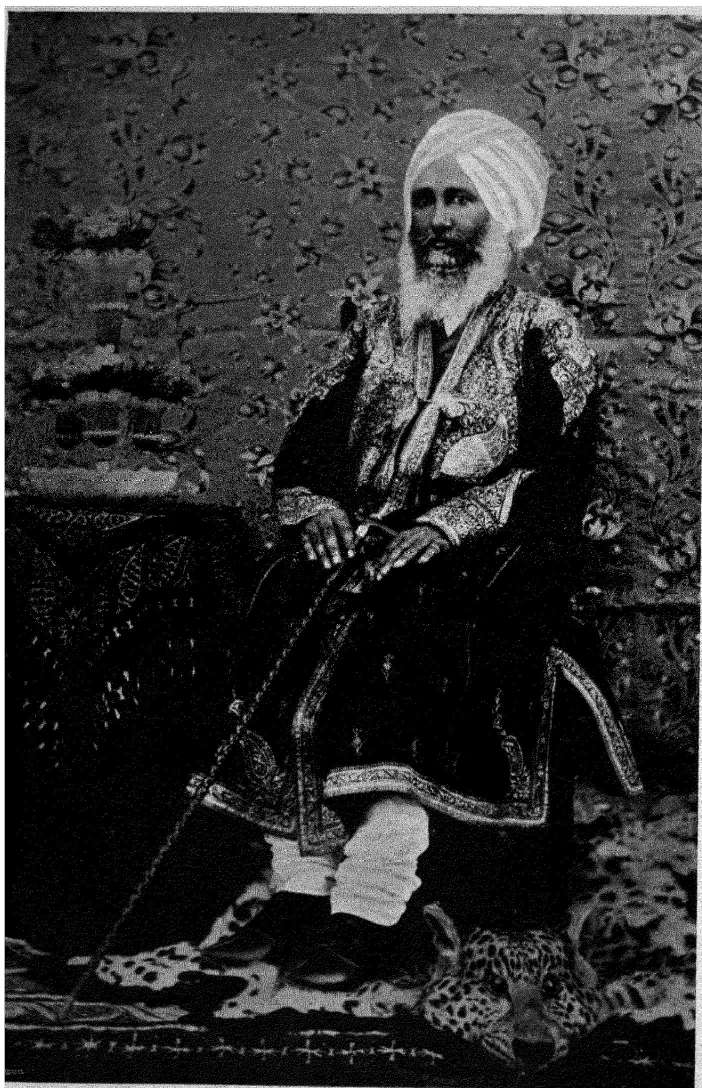
ترقیات کا ہمیشہ بہت خیال رہتا تھا۔ مزید براں وہ اعلےٰ درجے کا صاحب تصنیف تھا اور اس نے فارسی اور گورمکھی میں بہت سی نظمیں اور چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھی ہیں۔ سنہ ۱۸۷۱ء میں اُسے پنجاب یونیورسٹی کالج کی سینٹ کا ممبر منتخب کیا گیا اور تعلیم کا بڑا حوصلہ مند حامی ہونے کی وجہ سے اسے ملاذ العلماء و الفضلاء کا خطاب عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں اسے سی آئی ای اور سنہ ۱۸۸۸ء میں کے سی آئی ای کے خطابات ملے۔ اسکے وفادارانہ برتاؤ اور مشرقی تعلیم کی ترقی کے بارے میں بیش بہا خدمات کرنے کے عوض حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کی جوبلی کے موقع پر سنہ ۱۸۸۷ء میں اسے مہامہوپدھیایہ کا نو ایجاد خطاب عطا کیا گیا۔

عطر سنگھ سنہ ۱۸۹۶ء میں دو لڑکے بھگونت سنگھ اور بلونت سنگھ چھوڑ کر فوت ہوا جن میں سے اوّل الذکر اب خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا ہے۔ مرحوم کی جائداد دونوں بھائیوں میں بحصّہ مساوی تقسیم ہوئی البتہ بھگونت سنگھ کو کل جائداد کا بارھواں حصّہ سرداری میں اپنے بھائی سے زیادہ ملا جس کی وجہ سے اس کی آمدنی ۲۰۸۵۸ روپیہ ہے اور بلونت سنگھ کی ۱۷۶۲۰ روپیہ۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں بلونت سنگھ کا انتقال ہوگیا اور اب اس کی جاگیر اس کے دو فرزندوں گوردیال سنگھ اور پرتاب سنگھ کے قبضے میں برابر برابر حصّوں میں ہے۔ سردار بھگونت سنگھ پراونشل درباری ہے ؁



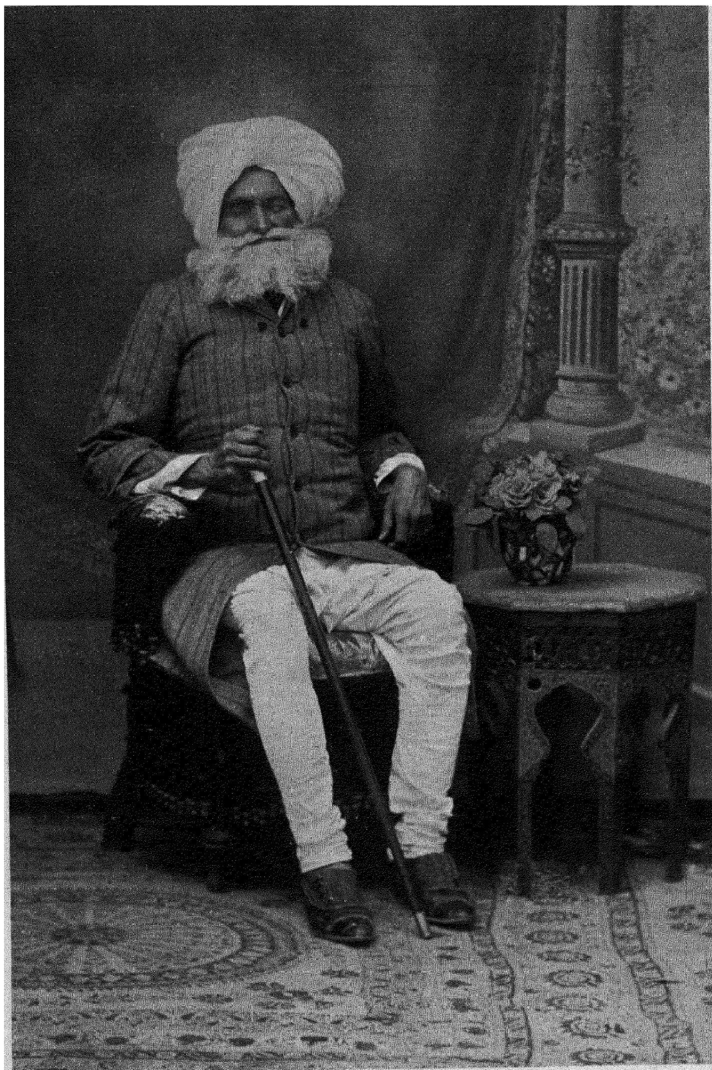
سردار بدن سنگھ سی ایس آئی رئیس اعظم ملودھ

Sardar Badan Singh, C.S.I., Chief of Malaudh.



سردار دل سنگھ رئیس ملودھ

Sardar Dal Singh of Malaudh.

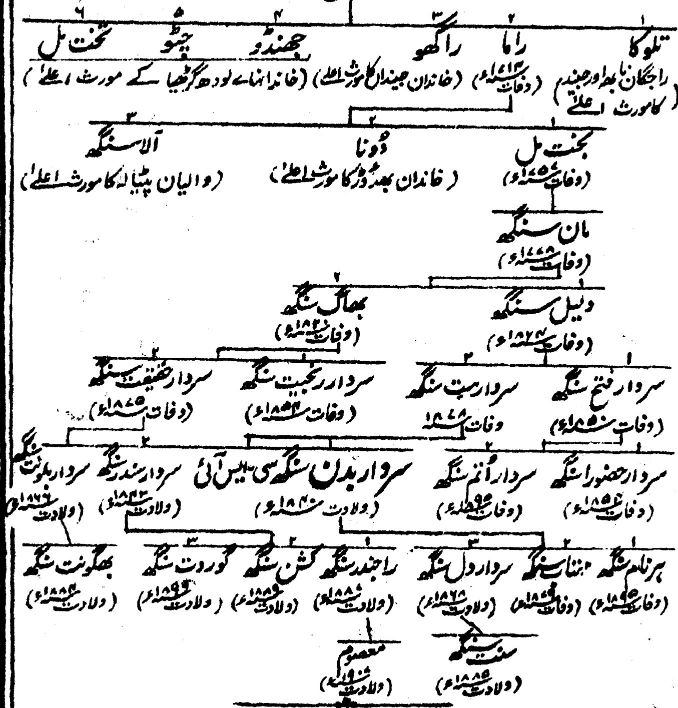


سردار سندر سنگھ ملودھ رئیس پکھوکی

Sardar Sundar Singh Malaudh of Pakhoki.

# سردار بدن سنگھ سی آئی ای رئیس ملودھ

## پھول




خاندان ملودھ کی تاریخ گرفن صاحب بہادر کی کتاب "راجگان پنجاب" کے صفحات ۲۷۳ لغایت ۲۷۵ پر دی ہوئی ہے۔ سردار بدن سنگھ مشہور و معروف پھول سے چھٹی پشت پر ہے جس کی نسل سے فرمانروایان پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ اور رئیسان بدھوڑ۔ ملودھ۔ بدرکھان اور چھوٹے چھوٹے سرداران جیندان۔ لودھ گڑھ۔ دیال پور۔ رام پور اور کوٹ دینا ہیں۔

یہ خاندان دعوے کرتا ہے کہ اس کا مورث اعلےٰ ایک راجپوت جیسلجی نامی (شہر جیسلمیر کا بانی) تھا۔ یہ جیسلجی بارھویں صدی کے اخیر زمانے کے قریب اپنی ریاست سے نکالا گیا اور حصار میں آکر آباد ہوگیا۔ اس کا لڑکا ہامل سنگھ سرسہ اور بھٹنڈا کے علاقوں کا عامل مقرر کیا گیا۔ ہامل کے پڑپوتے کے بیٹے کھیوا نے ایک جاٹنی عورت کے ساتھ دوسری شادی کی جس کے بطن سے سدھو پیدا ہوا جو پنجاب کے سکھوں کی بڑی مقتدر قوموں میں سے ایک قوم کا مورث اعلےٰ ہوا ہے۔ سرداران ملودھ کی ابتدائی تاریخ کے مفصل بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سر لیپل گرفن صاحب بہادر کی تذکرہ بالا کتاب میں اس کا پورا ذکر آچکا ہے صرف یہ بیان کرنا کافی ہے کہ آلا سنگھ یعنی راجگان پٹیالہ کے مورث اعلےٰ کا بھائی مسمی بخت مل اس خاندان کا قریبی بزرگ یا مورث ہے ۔

ملودھ کا علاقہ بخت مل یا بختے کے بیٹے سردار مان سنگھ نے ۱۷۵۴ء میں افغانان مالیر کوٹلہ سے لے لیا۔ ۱۷۸۰ء میں اس کی وفات پر یہ علاقہ اس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہوگیا۔ دلیل سنگھ نے جو بڑا بیٹا تھا دو تہائی حصہ لیا جس میں مواضعات ملودھ اور شینا شامل تھے۔ ان دونوں مواضعات کے ساتھ اس نے مواضعات خیالی اور ساہور ۱۸۰۸ء میں رئیس رائے کوٹ سے چھین کر بڑھا لئے۔ اس نے ۱۸۱۵ء میں سرکار انگریزی کے حکام کو جنگ گورکھا میں امداد دی اور اور ایسے کام کئے جن سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کی مرضی سرکار انگریزی سے جس کی حکومت لوگ ماننے لگ گئے تھے دوستی رکھنے کی ہے۔ سردار دلیل سنگھ ۱۸۲۴ء میں فوت ہوگیا۔ اس کے فرزند اکبر فتح سنگھ

نے خاندان کے مقررہ رواج کے مطابق جائداد کا دو تہائی حصہ لیا۔
اُس کے حصے میں مواضعات رام گڑھ اور شینا شامل تھے۔ سردار رتن سنگھ
کے حصے میں ملودھ اور دھپالی آئے۔ یہ دونوں بھائی مدکی اور فیروز شاہ
پر انگریزی فوج کے ساتھ شامل تھے اور انہوں نے باربرداری اور
رسد رسانی سے سرکار کی امداد کی۔ ۱۸۴۶ء میں جبکہ ابن روئے ستلج کے
سکھ علاقہ جات سرکاری علاقے کے ساتھ شامل کئے گئے تو وہاں امن و
امان قائم کرنے کے لئے سردار فتح سنگھ کی خدمات دوسری مرتبہ لی گئیں
سردار فتح سنگھ ۱۸۵۰ء میں فوت ہوا۔ اس کا نابالغ بیٹا اُتم سنگھ ۱۸۵۴ء
میں اپنے بھائی حضورا سنگھ کی وفات پر ساری جائداد کا وارث بنا۔
اُتم سنگھ نے ایام غدر میں روپیہ اور آدمیوں سے سرکار انگریزی کی امداد
کر کے نمایاں نمک حلالی ظاہر کی جس کے معاوضے میں مواضعات کے
مالیہ کا چھٹا حصہ جو یہ سرکار کو دیا کرتا تھا مستقل طور پر معاف کر دیا گیا۔
اور ۱۸۶۱ء میں یعنی اس کے بالغ ہونے کے تھوڑی دیر بعد اس کو
جاگیردار مجسٹریٹ بنا دیا گیا۔ گزشتہ جنگ افغانستان میں اس نے بڑے
جوش کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں مگر اُس وقت ان کی ضرورت
نہ تھی۔ یہ پراونشل درباری تھا اور اپنے خاندان کے دوسرے تین
درباریوں سے اس کی جگہ اُوپر تھی اس کی جاگیر کی آمدنی ۴۳۱۳۶
روپیہ سالانہ تھی۔ یہ موضع رام گڑھ ضلع لدھیانہ میں رہا کرتا تھا اور ۱۸۹۵ء
میں فوت ہوا اس کی جگہ خاندان کا سرگروہ اور سب سے پہلا پراونشل درباری
اس کا چچا سردار رتن سنگھ کا لڑکا سردار بدن سنگھ سی۔ ایس۔ آئی ہوا
مگر اس کی جاگیر سردار بدن سنگھ اور اُس کے بھائی سُندر سنگھ میں اس طرح

تقسیم ہوئی کہ اوّل الذکر نے دو تہائی اور آخر الذکر نے ایک تہائی حصّہ لیا۔
سردار مت سنگھ نے اپنے دوسرے رشتہ داروں کی طرح الحاق اور غدر ۱۸۵۷ء دونوں مواقع پر سرکار کی امداد کی اور اس کی خدمات کا کافی بدلہ دیا گیا۔ اس نے اپنی حین حیات میں اپنی جائداد اپنے دو بیٹوں میں تقسیم کردی اور بڑے یعنی سردار بدن سنگھ کو خاندان کے رواج کے مطابق دو تہائی حصتہ دیا۔ اس کا انتقال ۱۸۸۵ء میں ہوا۔ سردار بدن سنگھ نے کوکوں کے فساد کے موقع پر باغیوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے قلعہ کو بچایا جس پر باغیوں نے ہتھیار حاصل کرنے اور قریباً ایک درجن متعصبین کو پکڑنے اور مار ڈالنے کے لئے حملہ کیا تھا۔ سردار بدن سنگھ سرکار انگریزی کا مانا ہوا نمک حلال رعایا ہے اور اس کی خدمات کا بہت سے مواقع پر صلہ دیا گیا ہے۔ سردار نے اکثر پبلک فنڈوں اور لوگوں کی بہتری کے کاموں میں بہت سے چندے دیکر دریا دلی ظاہر کی ہے۔ اور اس طرح گزشتہ چند سالوں میں اُس کے صرف اسی قسم کے اخراجات میں ۸۰۰۰ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ سردار کی فیاضی کی کئی مثالوں میں سے چند مثالیں یہ ہیں کہ اس نے ملودھ میں ایک شفاخانہ کھولا۔ خالصہ کالج امرتسر کے لئے چندہ دیا اور اپنے ضلع کے قحط زدگان اور کانگڑے کے زلزلے کے مصیبت زدگان کے لئے چندے دیئے۔ سردار بدن سنگھ ملودھ کا آنریری مجسٹریٹ اور سب رجسٹرار رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے مگر فوجداری اور دیوانی اختیارات جنہیں پہلے وہ استعمال کرتا تھا اب اس کے بیٹے دل سنگھ کو مل گئے ہیں جو آنریری مجسٹریٹ درجۂ اوّل اور منصف درجہ دوم مقرر کیا گیا ہے۔

سردار بدن سنگھ کو ۱۹۰۳ء میں سی۔ایس۔آئی کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کی جاگیر کی مع اُس دو تہائی حصے کے جو اس کے چچیرے بھائی سے اسے پہنچا سالانہ آمدنی ۴۵۳۹۸ روپیہ علاوہ اُس ۸۰۰۰ روپیہ سالانہ کے ہے جو اس کی زرعی جائداد واقع مواضعات پکھوہا۔ ملوَدھ۔ سمال۔ بندھاری۔ برکھیرا اور رتہ لوہاران تحصیل لدھیانہ سے آتے ہیں۔

اس کے چھوٹے بھائی سردار سندر سنگھ نے جیساکہ بیان کیا جا چکا ہے سردار اُتم سنگھ کی جاگیر اور دوسری زرعی جائداد کا ایک تہائی حصہ حاصل کیا اس لئے اس کی جائداد کی آمدنی اب ۲۲۵۶۵ روپیہ سالانہ ہے جس کے علاوہ ۳۶۶۸ روپیہ اس کی دوسری اراضیات کی آمدنی ہے۔ سردار سُندر سنگھ پراونشل درباری اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے۔ اپنے بھائی کی طرح یہ بھی خیراتی کاموں میں بڑی فراخ دلی سے چندے دیتا ہے۔

سردار حقیقت سنگھ اپنے باپ بھاگ سنگھ کا ۱۸۲۰ء میں جانشین ہوا اس کے حصے میں مواضعات چھیما اور بیر آئے جن میں سے آخر الذکر میں اُس کی اولاد ابھی تک آباد ہے۔ ایام غدر میں اس نے اچھی خدمات کیں اور بیر میں ایک سکول کھول کر تعلیم کو ترقی دی۔ یہ سکول ابھی تک قائم ہے۔ ۱۸۷۵ء میں حقیقت سنگھ کی وفات پر اُس کا بیٹا بلونت سنگھ نابالغ تھا اس نے انبالہ وارڈز سکول میں تعلیم پائی ہے۔ یہ پراونشل درباری آنریری مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے اور ایک زمانے میں اپنے علاقے کا سول جج بھی تھا۔ بالغ ہو کر اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایچیسن کالج لاہور میں ہسپتال بنانے

کے لئے روپیہ دیا۔ اس کی جاگیر کی سالانہ آمدنی ۱۹۰۵۰ روپیہ ہے اور اس کی اراضیات مواضعات روہلی۔ سوھیان۔ چھپا۔ بوار پور اور بیرا (لدھیانہ) کی سالانہ آمدنی سرکاری معاملہ ادا کرنے کے بعد ۱۶۰۰ روپیہ ہوتی ہے۔

اس خاندان کی جاگیروں پر کل ۹۳۳۲ روپیہ سالانہ معاوضۂ خدمات لیا جاتا ہے۔



شہزادہ سلطان محمد ہمدم سدّوزئی رئیس لُدھیانہ

Shahzada Sultan Muhammad Hamdam Saddozai of Ludhiana.

# سردار محمد ہمدم سدوزئی

## شاہ شجاع الملک
(وفات سنہ ۱۸۴۲ء)

۱ شہزادہ تیمور شاہ — ۲ شہزادہ شاہ پور (وفات سنہ ۱۸۸۲ء) — ۳ شہزادہ صفدر جنگ (وفات سنہ ۱۸۹۹ء) — ۴ شہزادہ نادر سی-آئی-ای وفات سنہ ۱۸۹۵ء

۱ شہزادہ سلطان سکندر (وفات سنہ [illegible]) — ۲ شہزادہ سلطان جلال الدین (وفات سنہ ۱۸۹۲ء) — شہزادہ عالمگیر (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) — ۱ حیدر جنگ (وفات سنہ [illegible]) — ۲ بہادر جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ محمد رفیق (ولادت سنہ [illegible]) — ۴ بابر جنگ (متوفی) — ۵ صلابت جنگ (وفات سنہ ۱۸۶۸ء) — ۱ سردار محمد ہمدم (ولادت سنہ ۱۸۵۹ء) — ۲ محمد معظم (ولادت سنہ ۱۸۶۰ء) — ۳ محمد عمر (ولادت سنہ [illegible]) — ۴ محمد اکبر (ولادت سنہ [illegible]) — ۵ محمد مختار (ولادت سنہ [illegible])

محمد طاہر (ولادت سنہ [illegible]) — ۱ عبدالعزیز (وفات سنہ [illegible]) — ۲ ضیاء الدین (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ بہاء الدین (ولادت سنہ ۱۸۶۲ء) — ۴ زمان الدین (ولادت سنہ ۱۸۶۹ء) — ۱ تہور جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — ۲ صولت جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ ثروت جنگ (ولادت سنہ ۱۸۸۵ء) — ۱ فیروز جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — ۲ سالار جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — عبدالوہاب (ولادت سنہ [illegible]) — ۱ عثمان (ولادت سنہ [illegible]) — ۲ اسمٰعیل (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ ایوب (ولادت سنہ [illegible])

۱ محمد نظام الدین (وفات سنہ [illegible]) — ۲ سیف الرحمن (ولادت سنہ ۱۸۶۱ء) — ۳ نظیر الدین (ولادت سنہ ۱۸۶۵ء) — ۴ محمد نصیر الدین (ولادت سنہ [illegible]) — ۵ محمد بہار الدین (ولادت سنہ [illegible]) — ۶ محمد بہاء الدین (ولادت سنہ [illegible]) — ۷ خلیل الرحمن (ولادت سنہ [illegible]) — ۸ غلام مصطفیٰ (ولادت سنہ [illegible]) — ۱ مظفر جنگ (ولادت سنہ [illegible]) — ۲ فخر الدین (ولادت سنہ [illegible]) — ۳ غلام مرتضیٰ (ولادت سنہ [illegible])

۱ فیروز الدین (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — ۲ ظہیر الدین (ولادت سنہ ۱۹۰۳ء) — ۳ افتخار الدین (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — ۱ بدر عالم (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء) — ۲ اظہار الدین (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — ۳ ظہیر الدین (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — ظہور الدین (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء) — ۱ اختر جنگ (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — ۲ اسد جان (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء)

۱ محمد جہانگیر (ولادت سنہ ۱۸۶۷ء) — ۲ سلطان علی (ولادت سنہ ۱۸۷۱ء) — ۳ تیفور (وفات سنہ ۱۸۹۵ء) — ۴ قیصر (ولادت سنہ [illegible]) — ۵ فغفور (ولادت سنہ [illegible]) — ۶ ظفر (ولادت سنہ [illegible])

لدھیانہ شاہ شجاع الملک بادشاہ کابل کی اولاد کا وطن ہے۔ وہ اسباب جن سے اس بدنصیب بادشاہ نے دو دفعہ کابل کا تخت حاصل کیا اور دونوں ہی دفعہ کھویا ملک ہندوستان کی تواریخ کے متعلق ہیں۔ اور یہاں صرف ان کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔ یہ یاد ہوگا کہ جب شاہ زماں ۱۷۹۹ء میں اپنے پنجاب کے دوسرے حملے میں ناکامیاب ہو کر واپس گیا تو وہاں اس کے بھائی محمود نے اُس کو تخت سے اُتار دیا اور اس احتیاط سے کہ یہ پھر بادشاہ نہ ہو جائے اس کی آنکھیں نکال دیں مگر اس اندھے فرمانروا کا بدلہ دوسرے بھائی شجاع الملک نے لیا جو ۱۸۰۳ء میں محمود کو تخت سے اُتار کر آپ افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ سات سال کے بعد شاہ شجاع کی باری آئی جس کو محمود نے نکال دیا اور جسے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد مانگنی پڑی۔ مگر کوئی مدد نہیں دی گئی حالانکہ مہاراجہ نے ملتان لیتے وقت یہی کہا تھا کہ شاہ شجاع کے لئے لیا گیا ہے مگر اُس کا دلی ارادہ اپنے پاس رکھنے کا تھا اس لئے شاہ شجاع کا مدد کے لئے ہندوستان آنا رائگاں گیا۔ پشاور پر کچھ مہینے تک قبضہ رکھنے اور ملتان میں اپنی حکومت کے قائم کرنے کی بے فائدہ کوشش کرنے کے بعد شاہ شجاع ایک دن جہانداد خاں اٹک کے افغان عامل کے ہاتھ قید ہو گیا جس نے اسے کشمیر کی طرف جلا وطن کر دیا اور ایک سال سے زیادہ عرصہ وہیں رکھا۔ وہاں سے اس کو وزیر فتح خاں نے چھڑایا جو کشمیر پر افغانوں کی حکومت پھر قائم کرنے کے لئے دریائے سندھ پار ہوا تھا۔ ۱۸۱۲ء میں شاہ شجاع اسی تلاش میں لاہور آیا کہ کوئی شخص ایسا مل جائے جس کی مدد سے یہ اپنا ملک پھر فتح کر لے۔

یہاں رنجیت سنگھ نے سچی دوستی ظاہر کرنے کے لئے اس کے ساتھ پگڑی بدلی اور تھوڑی سی مصنوعی باتوں کے بعد شاہ شجاع کو کوہ نور ہیرا جس پر قبضہ کرنے کی مہاراجہ کو بڑی خواہش تھی دے دینے کی ترغیب دی۔ شاہ شجاع کو اب ماننا پڑا کہ مہاراجہ اس کی موجودگی کی اس واسطے خواہش کرتا ہے کہ وہ کشمیر پر چڑھائی کرے اور یہ ظاہر کرے کہ اسے شاہ شجاع کے لئے فتح کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے خاندان کی عورتوں کو رنجیت سنگھ کی لاعلمی میں لدھیانے بھیج دیا اور آپ کچھ عرصے بعد وادیٔ کشتوار کی طرف بھاگ گیا جہاں سے مقامی رئیس کی مدد لیکر کشمیر پر ایک بے فائدہ حملہ کیا۔ یہاں سے شکست کھا کر کُلّو کے پہاڑوں کی طرف چل دیا اور ستلج عبور کر کے ستمبر ۱۸۱۶ء میں لدھیانہ پہنچ گیا اور اپنے تمام سفر میں مہاراجہ کے ہاتھ پڑنے سے اپنے آپ کو بچاتا رہا۔ یہاں سرکار انگریزی نے ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ اسکو وظیفہ عطا کیا اور ایسی عزت سے برتاؤ کیا جو اس کے رتبے کے لائق تھا مگر شاہ شجاع کی فطرت ایسی پُر امن نہ تھی کہ وہ لدھیانے میں زیادہ عرصہ نچلا بیٹھا رہتا۔ ۱۸۱۸ء میں اس نے کابل کی طرف پھر کوچ کیا اور نواب بہاولپور سے مدد حاصل کر کے ڈیرہ غازی خاں پر قبضہ کر لیا۔ اس کا بیٹا تیمور جنوب کی طرف اور آگے بڑھا اور شکارپور پر قابض ہو گیا۔ شاہ شجاع دریائے سندھ کے کنارے کنارے کوچ کرتا ہوا پشاور پہنچا جہاں ایوب خاں کے وزیر محمد عظیم خاں نے اس کا مقابلہ کیا جس میں اسے شکست کھا کر پناہ کے لئے خیبر کی طرف بھاگنا پڑا۔ خیبر سے یہ رفتہ رفتہ شکارپور کی طرف بھگایا گیا اور آخرکار کئی مہینے

تک راجپوتانہ اور مشرقی پنجاب میں گھومنے کے بعد بہ حیثیت ایک پناہ گیر
کے پھر لدھیانہ پہنچ گیا۔ یہاں اس کا نابینا بھائی شاہ زماں اسے ملا جو
قریباً اسی طرح آوارہ پھرنے کے بعد سرکار انگریزی کا مہمان بن گیا تھا۔
یہ واقعہ ۱۸۲۱ء کا ہے۔ اس کے ۱۲ سال بعد شاہ شجاع پھر اپنی مملکت
حاصل کرنے کے لئے نکلا جو اب امیر دوست محمد خاں کے قبضے میں
تھی۔ اس کے انگریز میزبانوں نے اس سے کہہ دیا کہ ان کو اسکے اپنا
ملک حاصل کرنے کی کوشش میں کوئی اعتراض نہیں مگر وہ یہ وعدہ
نہیں کرتے کہ اگر وہ شکست کھا کر پھر ان کے پاس آیا تو وہ اس کا
وظیفہ جاری رکھینگے۔ اس وقت اسکے پاس قریباً ۳۰۰۰ مسلح جوان
اور ۲۰۰۰۰۰ روپیہ تھا اور نواب بہاولپور نے اسے ایک توپ
اور کچھ اونٹ دیئے تھے۔ اس نے اس فوج کے ساتھ سندھیوں
کو شکارپور پر شکست دی اور شہر کے لوگوں سے ۵۰۰۰۰ روپیہ بطور
مدد خرچ لیا۔ اس طرح سے امیر ہو کر یہ قندھار پہنچا مگر اسکے گرد و نواح
میں اتنا عرصہ رہا کہ دوست محمد خاں موقع پا کر کابل سے یہاں پہنچ گیا
اور اس کو شکست فاش دی۔ الغرض اپنی حفاظت کے لئے اسے
پھر ہندوستان واپس آنا پڑا اور پھر انگریزوں نے اسے لدھیانہ
میں پناہ دی۔ اس وقت نقد روپیہ پہلے کی نسبت ۵۰۰۰۰ زیادہ
تھا مگر اس کا رعب داب کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد بارکزئیوں
کی طاقت کو توڑنے کے لئے جو اتحاد سہ گانہ ہوا تھا وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی وفات سے جو ۱۸۳۹ء میں واقع ہوئی ٹوٹ گیا۔ اور اسی کے بعد
شاہ شجاع کابل واپس چلا گیا جہاں انگریزی فوج اور روپیہ کی مدد سے

اس کی سلطنت پھر قائم ہوگئی۔ مگر ۱۸۴۲ء میں سرکار انگریزی کی فوج مقیم کابل پر جو مصائب گزرے اُن کے فوراً بعد ہی بدنصیب شاہ شجاع قتل کر دیا گیا اور اس کا خاندان دوست محمد خاں کے آدمیوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لا کر اپنی جائے پناہ یعنی لدھیانہ میں جو اُس وقت سے لے کر ان کا صدر مقام بنا ہوا ہے واپس آ گیا +

شاہ شجاع کا بیٹا شہزادہ شاہ پور سرکار انگریزی سے اپنی وفات یعنی ۱۸۸۴ء تک ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ بطور وظیفہ لیتا رہا اور پھر اس کا سب سے چھوٹا بھائی شہزادہ نادر خاندان کا بزرگ ہوا۔ شہزادہ نادر میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ آنریری مجسٹریٹ لدھیانہ کا سب رجسٹرار اور پراونشل درباری تھا اور ۳۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتا تھا۔ اسکی خدمات کا جو اس نے ایام غدر میں پیش کیں گورمنٹ نے باقاعدہ اعتراف کیا۔ ۱۸۷۸ء میں اُسے اور اس کے بھائی شہزادہ شاہ پور کو ۴۰۰ ایکڑ زمین ضلع منٹگمری میں دی گئی اور ۱۸۸۸ء میں شہزادہ نادر کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا کیا گیا۔ شہزادہ نادر کا ۱۸۹۵ء میں انتقال ہوا اور اس کی پنشن میں سے ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ اُس کے سب سے بڑے بیٹے سردار محمد ہمدم کے نام جو ضلع گجرات میں تحصیلدار اور ڈویژنل درباری ہے رکھا گیا۔ شہزادہ نادر کے دو اور بیٹے محمد اکبر اور محمد مختار علی الترتیب الور اور اپر برما میں سب انسپکٹر پولیس ہیں۔ شہزادہ شاہ پور کا لڑکا عالمگیر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو گیا اور ۱۸۹۰ء میں فوت ہوا۔ عالمگیر کے تمام لڑکے سرکار کی ملازمت میں ہیں۔ پانچ تو محکمہ پولیس میں ہیں ایک نائب تحصیلدار ہے اور سب سے چھوٹا دیسی رسالے میں

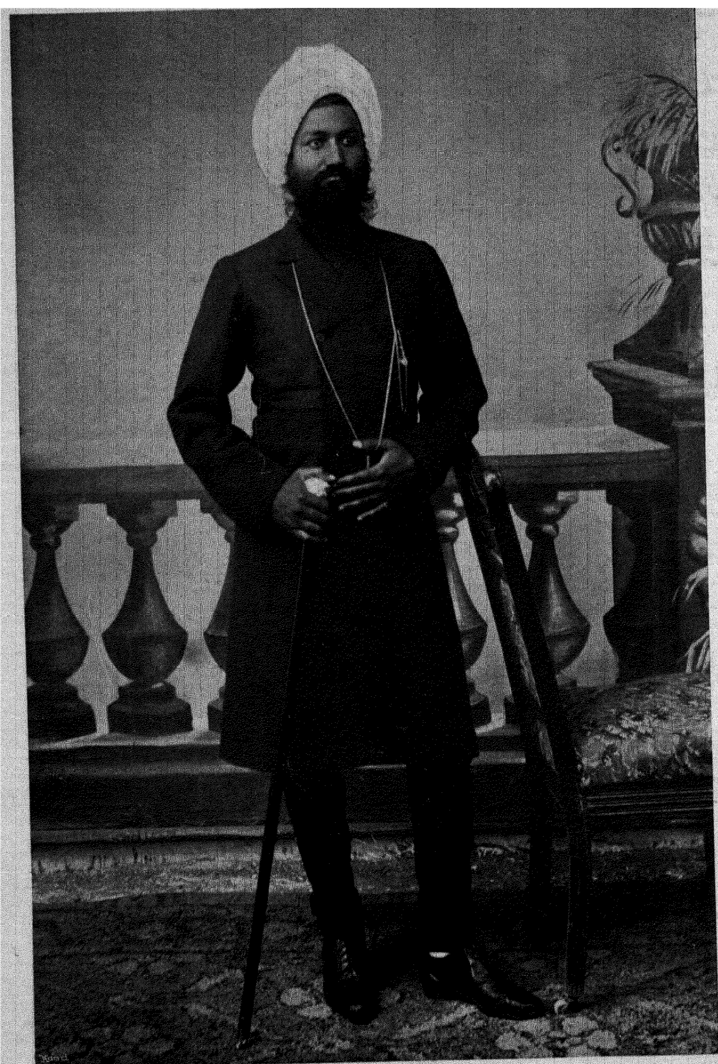
دیسی سوار ہے *

شاہ شجاع کا ایک اور لڑکا شہزادہ صفدر جنگ ۱۸۹۹ء میں فوت ہوا اور اس کی پنشن جو ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی سرکار نے ضبط کر لی۔ البتہ بطور مراحم خسروانہ ۱۰۸۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ اس کی تین بیوگان اور پانچ لڑکیوں میں جاری رہا۔ اس کے لڑکوں میں سے حیدر جنگ تو ایک زمانے میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا اور بہادر جنگ ضلع کوہاٹ میں تحصیلدار تھا۔ آخر الذکر جو ڈویژنل درباری بھی تھا ۱۹۰۱ء میں فوت ہوا۔ شہزادہ صفدر جنگ کا ایک اور لڑکا محمد رفیق جنگ لدھیانہ میں محافظ دفتر ہے *

تیمور شاہ کے لڑکے سلطان جلال الدین نے ۱۸۵۷ء میں امریکن مشن کے کچھ آدمیوں کی جان بچائی جس خدمت کے عوض میں اس نے خاص معاوضہ حاصل کیا۔ ۱۸۹۲ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کے سالانہ وظیفے مبلغ ۳۰۰۰ روپیہ کا نصف اسکے تین پس ماندہ لڑکوں بیوہ اور بہوئیں تقسیم کیا گیا *

شہزادہ تیمور کا پوتا محمد طاہر ۲۰۰۰ روپیہ پنشن پاتا ہے اور پراونشل درباری ہے۔ اس کا ایک لڑکا سلطان علی پنجاب چیف کورٹ میں کلرک ہے *

شاہ زمان کے ایک پوتے عبدالوہاب نے عہدۂ انسپکٹر پولیس سے پنشن لی اور اب لدھیانہ کا آنریری مجسٹریٹ اور سب رجسٹرار ہے *

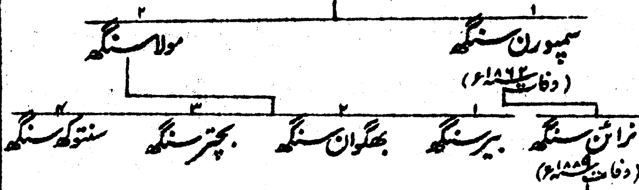


بھائی ارجن سنگھ رئیس باگڑیاں

Bhai Arjan Singh of Bagrian

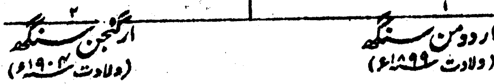
# بھائی ارجن سنگھ رئیس باگڑیاں

## بھائی بہادر سنگھ




## بھائی ارجن سنگھ

(ولادت ۱۸۷۴ء)




بھائی نرائن سنگھ نے جس کا ارجن سنگھ متبنّےٰ ہے اپنے بزرگوں کا ایک شجرۂ نسب پیش کیا جس میں گزشتہ تیس پشتیں درج تھیں اور جس کے اندراج کی غالباً اس کتاب میں ضرورت نہیں۔ اس کا بیان ہے کہ اس کے بزرگ راجپوت تھے اور صدیاں گزریں ملک مارواڑ کے حکمران تھے۔ ان میں سے ایک بھدن نامی لاولد تھا اُسے ایک فقیر نے کسی اَور قوم کی عورت سے شادی کرنے کی ہدایت کی چنانچہ اس نے ایک بڑھئی کی لڑکی کے ساتھ اسکے (لڑکی کے) باپ کی مرضی کے خلاف تعلق پیدا کر لیا۔ کہتے ہیں کہ اس بڑھئی نے شہنشاہ دہلی کے حضور میں اس کی شکایت کر دی جس نے بڑھئی کا بدلہ لینے کے لئے فوج کشی کی

بھدن مارا گیا اور اس کی وفات کے بعد اس کی زوجہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام پورن رکھا گیا۔ بھدن کے رشتہ داروں نے اس لڑکے پورن کو اصلی راجپوت تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اسکے ساتھ سرد مہری سے پیش آئے اور جب اسکی شادی کا وقت آیا تو اصلی راجپوتوں میں سے کسی نے بھی اپنی لڑکی دینی گوارا نہ کی۔ چنانچہ پورن کو اپنے باپ کی طرح پھر بڑھیوں کی قوم کی طرف رجوع ہونا پڑا اور اس طرح سے بھائی نرائن سنگھ کے قریبی بزرگوں کی اعلےٰ ذات جاتی رہی اور وہ معمولی دیہاتی بڑھئی رہ گئے۔ شہنشاہ دہلی (جس کا نام نہیں بتایا گیا) یہ سُن کر کہ اس کے پرانے دشمن بھدن کا لڑکا جوان ہو گیا ہے سخت برافروختہ ہوا اور اس کے خلاف ایک فوج روانہ کی جس نے اسے مارواڑ سے پنجاب کی طرف بھگا دیا۔ پورن بھٹنڈے کے قریب موضع مینیا کل جھرنی میں آباد ہو گیا اور کھیتی اور بڑھئی کا کام کرکے اپنا گزارہ کرتا رہا۔ سدھو جو پورن کی چھٹی پشت میں تھا موضع تنگلانی واقع ریاست نابھہ میں آباد ہو گیا اور ایک سکھ عورت سے غالباً اس کی مرضی کے خلاف شادی کرلی کیونکہ مشہور ہے کہ وہ شادی کی پہلی رات ہی اسکو چھوڑ گئی اور پاس کے گورو سے دعائیں لینے اور تسکین خاطر پانے کے لئے چلی گئی گورو نے اُس سے کہا کہ کچھ فکر نہ کرے اُس کا خاوند یقیناً سکھ ہو جائیگا چنانچہ درحقیقت ایسا ہی ہوا یعنی سدھو بھی اپنی بیوی کا کھوج نکالتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور گورو مذکور کی فصاحت سے اُس پر ایسا اثر ہوا کہ وہیں اور اُسی وقت پوہل وغیرہ لیکر سکھ ہو گیا۔ اس کے بیٹے کو جس کا نام غیر معمولی طور پر خوبصورت ہونے کی وجہ سے روپ چند تھا لڑکپن

میں امرت سر لے جایا گیا اور وہاں اسے پوہل دی گئی۔ اسکے نئے مذہب کی طرف مائل ہونے کی کہانیاں ابھی تک مشہور ہیں۔ ایک موقع پر جبکہ سری گورو گوبند سنگھ جی اسکے گاؤں میں ٹھیرے ہوئے تھے تو روپ چند اور اس کے والد نے کھیت میں ہل جوتتے ہوئے بیہوش ہو جانا قبول کر لیا تھا مگر ٹھنڈے پانی کے اُس برتن کو منہ نہیں لگایا جو اُنہوں نے شام کے وقت خاص تحفہ کے طور پر گورو صاحب کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ اس نفس کُشی سے گورو صاحب ایسے خوش ہوئے کہ انہوں نے اُن کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا کہ یہ اُنکے چیلے بن کر اُن کے ہمراہ چلیں۔ روپ چند کو گورو صاحب نے اپنا چولا اور تلوار دی جو وہ اس خیال سے بھرپور رکھے پھرا کہ یہ ایسی پاک اور ایسی قیمتی چیزیں ہیں جنہیں معمولی طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ گورو صاحب نے روپ چند کے اس طرح عزت کرنے پر باپ اور بیٹے کو سنگالانی واقعہ ریاست پٹیالہ کے قریب ایک گاؤں میں آباد کیا اور اُس کا پہلا نام بدل کر بھائی روپا کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۶۳۰ع کا ہے۔ دوسرے سال گورو صاحب پھر اُس راستے سے گزرے تو خوش اعتقاد روپ چند نے ان کی مع ان کے ۳۰۰۰ چیلوں کے ایک بڑی شاندار دعوت کی جس پر گورو صاحب نے اُس کو بھائی کا خطاب دیا اور اپنے دوبے ستلج کے ملک کا پروہت بنا دیا اور دُعا دی کہ اس کی اولاد کی لوگ سوڈھیوں کی طرح تعظیم کرینگے۔ بھائی روپ چند کی عمر بڑی ہوئی اور جاٹوں کے اردگرد کے دیہات میں اس نے سکھ مذہب پھیلا کر بڑا اقتدار پیدا کیا۔ اس کے اُپدیش سُننے والوں میں سے پھول کے

بیٹے تلوکا اور راما بھی تھے جن کی نسل سے موجودہ فرمانروایانِ پٹیالہ۔ جیند اور نابھہ ہیں ✦

روپ چند کے فرزند اکبر مہانند کی اولاد ابھی تک مواضعات بھائی روپا (نابھہ)۔ شیراج (فیروزپور) کوٹھا گورو (پٹیالہ) اور باول ہیری اور لکھنیری ضلع انبالہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کے باقی چھ لڑکوں کی اولاد بھی مالوہ دیس کے قریب قریب کے علاقے میں پھیل گئی۔ نرائن سنگھ اس خاندان کا سب سے مشہور رکن روپ چند کے ساتویں بیٹے دھرم چند کی اولاد سے ہے۔ روپے کے لڑکے دیال سنگھ نے موضع دیال پور بسایا جو اب ریاست نابھہ میں ہے اور جس کا مالیہ (۴۶۲۰ روپیہ) بالکل ایک لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ موضع دھرم پورہ ضلع فیروزپور بھی دیال سنگھ نے آباد کیا جس کا حق مالکانہ ابھی تک یہی خاندان لیتا ہے۔ دیال سنگھ کے بیٹوں میں سے گوڈر سنگھ اپنی پارسائی اور عابدانہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ گجپت سنگھ اوّل راجہ جیند کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اولاد نہ ہونے کے باعث وہ اپنا دکھڑا سنانے بھائی گوڈر سنگھ کے پاس آیا جس پر بھائی مذکور نے اس معاملے میں غور کرنے کے بعد یہ کہا:۔ "بیشک یہ بڑی بدقسمتی ہے کیونکہ اور تمام آدمیوں کی نسبت تمہارے ہاں اولاد ہونے کی زیادہ ضرورت ہے۔ میری قسمت میں اولاد لکھی ہے اور تمہاری قسمت میں نہیں لکھی مگر میں خوشی سے اپنی یہ خوش قسمتی تمہیں دینے کو تیار ہوں اگر میری بیوی اس پر راضی ہو"۔ اُس کی نیک بیوی مائی بجی بڑی خوشی سے رضامند ہوگئی جس پر گوڈر سنگھ نے راجہ پر کچھ منتر پڑھے جو بھائی کی قسمت لیکر اپنے گھر واپس چلا آیا

اور مناسب وقت میں کئی لڑکے اور لڑکیوں کا باپ بن گیا۔ ان لڑکیوں میں سے ایک راج کور مشہور و معروف سردار مہاں سنگھ سوکر چکیہ کی بیوی اور اس سے بھی زیادہ مشہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ماں بنی[لہ]۔

بعد ازاں ۱۷۵۴ء میں گوڈر سنگھ کو ادینہ بیگ اور صادق بیگ ناظمان شہنشاہ دہلی کی دعوت کرنے کا موقع ملا اور وہ اس کی مہماں نوازی سے اتنے خوشنود ہوئے کہ انہوں نے موضع باگڑیاں اس کو جاگیر میں دلا دیا جس میں بھائی ارجن سنگھ اب رہتا ہے۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد گوڈر سنگھ نے مواضعات دوالا اور کلاہر ضلع لدھیانہ میں گنگرالی اور واہرا فرید کوٹ میں اور ونڈراں اور تلونڈی فیروز پور میں آباد کیئے۔ ۱۷۶۳ء میں اس کے پرانے دوست راجہ گجپت سنگھ والیِ جیند نے اس کو چھ گاؤں علاقہ جاتِ کرنال اور پانی پت میں جن کو اس نے اسی زمانے میں فتح کیا تھا دیئے مگر یہ گاؤں اس کو کچھ مدت بعد واپس کرنے پڑے کیونکہ راجہ مذکور کو فوراً ہی شکست ہوگئی اور اس کے پاس صرف اپنی اصلی ریاست رہ گئی۔ مگر اس زمانے میں زمین کی ایسی قدر نہ تھی جیسی کہ اب ہے اور غیر آباد گاؤں مالیہ ادا کرنے کی شرائط پر لینے میں معطیٰ کو خوشی نہیں ہوتی تھی بلکہ مصیبت پڑ جاتی تھی۔ اس خاندان کا دوسرا رکن جس نے جائداد

---

لہ اسی رانی راج کور کی پیدائش کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ اس کا باپ راجہ گجپت سنگھ جسے لڑکا پیدا ہونے کی اُمید تھی لڑکی کے پیدا ہونے پر بڑا سخت غصّے ہوا اور اُن جاٹوں کی طرح جو اس زمانے میں بھی ویسی مایوسی کی حالت میں لڑکیوں کو مروا دیتے تھے اس نے حکم دیا کہ لڑکی زندہ دفن کردی جائے مگر گوڈر سنگھ کے کہنے پر اسے پورا اعتقاد تھا جس نے اسے یقین دلا دیا کہ یہ لڑکی ضرور ایک بڑے فرمانروا کی ماں بنیگی اسی تعلّق کی وجہ سے لڑکی کی جان بچی۔

بنائی بھائی مہر سنگھ تھا جسے موجودہ صدی کے شروع میں دو گاؤں تو راجہ جیند نے دئے اور ایک ایک سردار ہری سنگھ کھنہ اور سردار لاڈوا نے ۱۸۰۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے ایں روے ستلج کے اضلاع کے دوسرے حملے کے موقع پر باگڑیاں جاکر بھائی کی عزّت افزائی کی۔ مہر سنگھ نے اسکی ایسی مہماں نوازی کی جیسی اس کے خاندان میں مشہور تھی اور مہاراجہ سے لنگر کے اخراجات کے مدد خرچ کے طور پر مواضعات سادھووالہ اور سجانہ جاگیر میں حاصل کئے۔ مہاراجہ نے ۵۰۰ من نمک بھی دیا اور وعدہ کیا کہ آیندہ بھی شاہی محل کے گودام سے اتنا ہی نمک لنگر کے باورچی خانہ کے لئے بلا قیمت ملا کریگا۔ راجہ فتح سنگھ اہلووالیہ والیٔ کپورتھلہ نے بھی جو اس لڑائی میں رنجیت سنگھ کے ساتھ تھا مہر سنگھ کو گنگرالی نام ایک گاؤں دیا۔

مہر سنگھ ۱۸۲۰ء میں فوت ہوا اور اس کی جائداد اس کے نابالغ اور متبنٰے بھتیجے بہادر سنگھ کے قبضے میں آئی۔ خاندان کے کاروبار اسکی بیوہ مائی گوہراں جو خوش قسمتی سے ایک ہوشیار عورت تھی انجام دیتی رہی کیونکہ بھائیوں کی روز افزوں طاقت کو دیکھکر راجہ کرم سنگھ والیٔ پٹیالہ کے دل میں حسد پیدا ہونا شروع ہوگیا تھا اور اُس نے زبردست ہونے کی حیثیت سے اپنی حکومت عمل میں لانے کے لئے باگڑیاں میں ایک تحصیل اور تھانہ قائم کر دیا تھا۔ بیوہ مذکور نے اس ناجائز دخل کی شکایت کپتان مرّے صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ کی خدمت میں کی جنھوں نے راجہ کو اپنی چوکیاں اُٹھا لینے کا حکم دیا اس کی پوری تعمیل ہوگئی مگر کرم سنگھ اس چشم نمائی کے باعث پیچ وتاب میں رہا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُسے بہادر سنگھ کو مائی گوہراں کے خلاف کھڑا کر دینے کا موقع ہاتھ لگ گیا چنانچہ بہادر سنگھ

نے مائی گوہراں سے اپنی جائداد کا مطالبہ کیا - مائی مذکور نے پھر کپتان مرے کے پاس اپیل کی جس میں وہ کامیاب ہوئی اور یہ خیال کرکے کہ اگر بہادر سنگھ مالک بنا دیا گیا تو مہاراجہ پٹیالہ اس کو آسانی سے دبا لیگا جائداد تاحین حیات مائی کے ہی قبضے میں رکھی گئی - مگر جب ۱۸۳۶ء میں مائی گوہراں کی وفات پر جائداد بہادر سنگھ کے ہاتھ آئی تو اس نے مہاراجہ کرم سنگھ سے ایک دو لڑائیاں جیت کر پورے طور پر ثابت کردیا کہ وہ اپنے مقاصد کی پوری نگہداشت کرنے کے قابل ہے - سنہ ۱۸۴۰ء میں ایک موقع پر سرکار انگریزی کی نمک حلالی کے بہانے سے مہاراجہ نے اپنے کرنیلوں میں سے ایک کرنیل منسا سنگھ نامی کو باگڑیاں میں بھیجا کہ وہ وہاں سے جتنے اونٹ ملیں چھین لائے تاکہ سرکار انگریزی جنگ افغانستان میں اُن سے کام لے - کرنیل مذکور اونٹوں کو ہنکا کر ابھی بہت دور نہ لایا تھا کہ بہادر سنگھ نے پہنچ کر اسے گرفتار کرلیا اور خوشی خوشی باگڑیاں واپس لے آیا - کرم سنگھ اس گستاخانہ سرتابی کی حرکت سے جو ایک ایسے آدمی سے سرزد ہوئی تھی جسے وہ غلاموں سے زیادہ نہ سمجھتا تھا غیظ و غضب میں آکر اپنی فوج کا ایک دستہ مع ریاست کی واحد توپ کے کرنیل کو چھڑانے اور موضع باگڑیاں کو منہدم کرکے میدان کردینے کے لئے بھیجا - مگر والیانِ جیند نابھہ اور مالیرکوٹلہ نے جو ہمیشہ تاک میں لگے رہتے تھے اور جو یہ نہ چاہتے تھے کہ والئ پٹیالہ اپنی طاقت کسی خفیف بہانے سے بڑھا لے باگڑیاں کے گرد و نواح میں اپنی فوجیں صرف نگرانی کے لئے بھیج دیں جس پر مہاراجہ کرم سنگھ نے اپنی فوج کو بغیر مقصد حاصل ہوئے ہٹا لیا - بہادر سنگھ کو اس کے بعد راجہ فرید کوٹ

سے لڑنا پڑا جس نے سنہ ۱۸۴۴ع میں موضع تلونڈی پر جو بھائی گوڑ سنگھ نے آباد کیا تھا قبضہ کر لیا اور اس پر تسلّط قائم رکھنے کے لئے اپنا رسالہ بھیج دیا اور اس کے گرد گرد ایک مٹی کی دیوار بنا دی تاکہ یہ قلعہ کی صورت میں ہو جائے مگر اس موقع پر بہادر سنگھ نے حکمت عملی سے کام لیا یعنی سر جارج کلارک سے شکایت کر دی جو حال ہی میں کرنل ویڈ کی جگہ سرکار کے پنجاب کے ساتھ تعلقات کی دیکھ بھال کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کو مٹی کی دیوار جو اس نے اتنی جلدی اپنا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے تیار کر لی تھی گرا کر واپس ہونا پڑا ✦

بھائی بہادر سنگھ اس خاندان میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے حضور گورنر جنرل صاحب بہادر کے دربار میں کرسی لینے کی عزّت حاصل کی۔ سنہ ۱۸۴۷ع میں اس کی وفات پر اس کی جاگیر کے مواضعات میں سے سات مواضع ضبط کر لئے گئے اور اس کے لڑکے سمپورن سنگھ کو موضع ونڈو ضلع فیروزپور کا ایک چوتھائی محالاں۔ کلاہر اور اسمٰعیل پور کے نصف اور سالم مواضعات شاہجہاں پور۔ عمر پورہ۔ نخر کی۔ گنگرالی۔ بھاروال۔ تلونڈی اور باگڑیاں۔ نیز مواضعات رانٹا۔ دوالا اور کشن گڑھ کے دو تہائی حصوں پر مستقل قبضہ دیا گیا۔ ایام غدر میں سمپورن سنگھ سرکار انگریزی سے وفادارانہ برتاؤ کرتا رہا اور تھوڑے سے سوار اور پیدل اپنے خرچ سے بھرتی کر کے صاحب ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کی خدمت میں حاضر رہا جس خدمت کے عوض اسے ایک سال کی مالگزاری معاف کر دی گئی اور خدمات کے بدلے جو اس سے معاوضہ لیا جاتا تھا اُسے گھٹا کر ایک آنہ فی روپیہ کر دیا گیا سنہ ۱۸۶۰ع

میں اسے علاقہ جھجر کا آنریری مجسٹریٹ اور سول جج بنایا گیا۔ ۱۸۶۶ء میں یہ فوت ہوا اور جائداد کا جانشین اس کا بھائی نرائن سنگھ بنا جو ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ بھائی نرائن سنگھ کو باگڑیاں کا آنریری مجسٹریٹ اور سول جج بنایا گیا اس کا رسوخ سارے ملک مالوہ میں تھا اور بہت سے پھلکیان رئیس اسکے ہاتھ سے پوہل لیا کرتے تھے۔ سر ہنری ڈیوس لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نے کچھ سال ہوئے اسکی بابت یہ تحریر کیا کہ یہ سکھ امرا کی نوخیز نسل میں ایک بہت عمدہ مثال ہے۔ اور ایک ڈپٹی کمشنر صاحب نے جنہیں بھائی نرائن سنگھ کی قابلیت کے اندازہ کرنے کا زیادہ موقع ملا تھا اسکی بابت یہ تحریر کیا کہ یہ ضلع لدھیانہ کے بڑے مہذب اور بڑے نکھلال رئیسوں میں سے ہے۔ بھائی نرائن سنگھ وائسریگل درباری تھا ✤

نرائن سنگھ ۱۸۸۹ء میں فوت ہوا اور اس کا متبنیٰ بیٹا بھائی ارجن سنگھ جس نے اچھی تعلیم پائی ہے اور جو انگریزی فارسی اور گورمکھی جانتا ہے اس کا جانشین ہوا۔ اپنے بزرگوں کی طرح یہ بھی رئیسان پھلکیان کا گورو سمجھا جاتا ہے جو اسے وقتاً فوقتاً معقول عطئے دیتے ہیں ✤

اس نے باگڑیاں میں ایک لنگر جس میں غریب مسافروں کو ہر روز روٹی ملتی ہے جاری رکھنے کے علاوہ عوام الناس کے فائدے کے کاموں میں کئی ہزار روپے چندے دئے ہیں ✤

بھائی ارجن سنگھ پراونشل درباری باگڑیان کا آنریری مجسٹریٹ اور سول جج خالصہ دیوان کا پریذیڈنٹ اور خالصہ کالج امرتسر کی منتظمہ کمیٹی کا ممبر ہے جس میں اس نے دریا دلی سے چندے دئے ہیں ✤

بھائی کی جاگیر کی آمدنی ۱۴۰۰۰ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہے ✤

# سردار رگھبیر سنگھ رئیس لدھراں

سردار جے سنگھ (وفات ۱۷۸۴ء)

چڑت سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)

۱ اتم سنگھ (وفات [illegible]) — ۲ وزیر سنگھ (وفات ۱۸۲۶ء) — ۳ رام سنگھ (وفات ۱۸۲۰ء) — ۴ راجہ سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء) — ۵ عطر سنگھ (وفات ۱۸۳۱ء)

منگت سنگھ (ولادت [illegible]) — رائے بہادر البیل سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء) — ہرنام سنگھ (وفات [illegible]) — سردار بہادر ہری سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء) — بدھ سنگھ (وفات [illegible]) — چمن سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء) — کشن سنگھ (وفات [illegible]) — صاحب سنگھ (وفات [illegible]) — شام سنگھ (وفات [illegible]) — ندھان سنگھ (وفات [illegible])

کشیرا سنگھ (وفات [illegible]) — چیت سنگھ (وفات [illegible]) — خوشحال سنگھ — کرتار سنگھ — چھجا سنگھ — کھجا سنگھ — منسا سنگھ (ولادت [illegible]) — سردار مہتاب سنگھ (وفات [illegible]) — منگل سنگھ (ولادت [illegible]) — شب دیو سنگھ (ولادت [illegible]) — فقیر سنگھ (وفات [illegible]) — شمشیر سنگھ (ولادت [illegible]) — سندر سنگھ (وفات [illegible]) — بھگوان سنگھ (وفات [illegible]) — بلونت سنگھ (ولادت [illegible])

گوربخش سنگھ (ولادت [illegible]) — ہربنس سنگھ (ولادت [illegible]) — رگھبنس سنگھ (ولادت [illegible]) — گوربنس سنگھ (وفات [illegible]) — گوربچن سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — کاکا (ولادت [illegible]) — ہرچند سنگھ (ولادت [illegible]) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — بردت سنگھ (ولادت [illegible]) — رندھیر سنگھ (ولادت [illegible]) — اجیت سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء) — دلیپ سنگھ (ولادت [illegible]) — بلبیر سنگھ (وفات [illegible]) — اودے سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

سردار رگھبیر سنگھ (ولادت [illegible]) — ٹھاکر سنگھ (ولادت [illegible]) — سرت سنگھ (ولادت [illegible]) — برج چند سنگھ (ولادت [illegible]) — کرتا سنگھ (ولادت [illegible]) — بلدیو سنگھ (ولادت [illegible]) — بھرپور سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — رجودھ سنگھ (ولادت [illegible]) — گوربچن سنگھ (ولادت [illegible])

جگپال سنگھ (ولادت [illegible]) — لال سنگھ (وفات [illegible]) — بھگونت سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — دھنراج سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — بجھیل سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)

سردار جے سنگھ علاقۂ مانجھا کا دھرم جاٹ سکھ تھا اور ضلع امرت سر میں اٹاری کے قریب رہا کرتا تھا یہ نشان والی مسل کی ۱۲۰۰۰ جری فوج کے ساتھ اُس حملے میں شریک ہوا جو اس مسل نے ۱۷۶۳ء میں این روے ستلج کے علاقہ جات پر کیا تھا اور جس میں سرہند پر لڑائی ہوئی تھی اور اس نے انبالہ۔ شاہ آباد۔ لدھڑان۔ املوھ اور سرائے لشکر خاں کے لینے میں مدد دی تھی۔ مال غنیمت میں سے اس کے حصے میں لدھڑان اور کھرڑ کے اردگرد کے چونتیس گاؤں آئے جن کی آمدنی کا سرسری تخمینہ ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ تھا۔ اسکے تھوڑی مدت بعد جے سنگھ نے اپنے ہمراہی سکھوں سمیت احمد شاہ دُرانی سے شکست کھائی اور اب اُسے اپنے مقبوضات چھوڑکر انبالہ کے پہاڑی شمالی ملک میں پناہ لینی پڑی۔ راجہ امر سنگھ والئِ پٹیالہ نے موقع دیکھکر مواضعات کھرڑ اپنے علاقے میں شامل کر لئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جے سنگھ کے ساتھ جبکہ وہ کافی طاقت پاکر وہ علاقہ لینے کے لئے جس کو وہ اپنا سمجھتا تھا واپس آیا سخت جھگڑا ہوا اور آخرکار یہ معاملہ اس طرح طے پایا کہ راجہ پٹیالہ نے ان مواضعات میں سے چار جے سنگھ کو واپس کردئے۔ جے سنگھ ایسا مقتدر آدمی تھا کہ راجہ جسونت سنگھ والئِ نابھہ نے اس کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے میں اپنی عزت سمجھی مگر بہت سے دوسرے چھوٹے چھوٹے سرداروں کی طرح جے سنگھ اور اس کے بعد اسکے بیٹے چڑت سنگھ کو ہمیشہ یہی فکر لگا رہا کہ پٹیالہ کا زبردست فرمانروا اُن کے علاقے کو نہ دبالے۔ چڑت سنگھ نے جب اس سے کہا گیا تو ۱۸۰۹ء میں بخوشی سرکار انگریزی کی حفاظت میں آنا قبول کرلیا۔ ۱۸۱۴ء میں

جبکہ نیپالی جرنیل امر سنگھ تھاپہ سے لڑائی ہوئی تو چڑت سنگھ جرنیل اختر لونی کی فوج کے ہمراہ شملہ کے پہاڑی ملک میں گیا اور بار برداری اور رسد رسانی سے سرکار کی خوب مدد کی اس کی وفات پر اس کی اراضیات اس کی بیویوں کی تعداد کے مطابق تین برابر برابر حصوں میں تقسیم ہوئیں یعنی ہر ایک بیوی کے لڑکوں نے تیسرا تیسرا حصہ لیا۔ جائداد کے اس چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہوجانے سے خاندان کی حیثیت کم ہوگئی اور ان شرائط پر کہ یہ پچاس سوار دینگے اور جب کبھی ان کی خدمات کی ضرورت ہوگی تو اپنی پوری فوج لیکر آئینگے اس خاندان کو رئیس نابھہ کی حفاظت میں آنا پڑا۔ ادھر سرداران لدھڑان تو اس کوشش میں لگے رہے کہ سوائے اُس امداد کے جو اُنہوں نے راجہ نابھہ کو دشمن سے مقابلہ پڑجانے کے وقت دینے کا وعدہ کیا تھا اور سب باتوں میں ان کی خود مختاری قائم رہے اور اُدھر راجہ جسونت سنگھ والئی پٹیالہ اس انتظار میں تھا کہ وہ دن کب آئیگا کہ یہ سردار اور جاگیردار دوں کی طرح ان کے معمولی غلاموں کی مانند ہوجائینگے۔ کئی سال تک ان مقاصد کے حاصل کرنے میں طرفین جدّ وجہد کرتے رہے۔ ادھر راجہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کمزور ہمسایوں کو مطیع کرلے ادھر سردار اُن کوششوں کا بڑے زور سے مقابلہ کرتے تھے جو راجہ کی طرف سے اُن کو اُس رتبے سے محروم کرنے کے لئے ہوتی تھیں جسے اُن کے باپ دادا نے حاصل کرکے قائم رکھا تھا۔ سرداران لدھڑان اور سونٹی کی مشترکہ درخواست پر اور نیز کپتان مرے کے استمزاج پر جن کی یہ رائے تھی کہ یہ سردار جنگ کے موقع پر فوج بدستور راجہ نابھہ کو دیتے رہیں مگر سرکار انگریزی اُن کو ظلم سے

بچائے اور اُن کے تنازعات برٹش ایجنٹ انبالہ سُنے اور فیصلہ کرے۔ یہ معاملہ ۱۸۲۷ء میں سرچارلس مٹکاف ایجنٹ گورنر جنرل دہلی نے اپنے ہاتھ میں لیا مگر صاحب رزیڈنٹ نے یہ قرار دیا کہ یہ سردار راجہ نابھہ کے ماتحت ہیں اس لئے سرکار انگریزی کی مداخلت سے خواہ وہ کسی قسم کی ہو راجہ مذکور کی قدر و منزلت میں فرق آئیگا۔ سرجارج کلارک نے اس معاملے کو پھر ۱۸۳۶ء میں اُٹھایا جبکہ سرکار انگریزی کا یہ خیال کسی قدر بدل گیا تھا۔ یہ امر تسلیم کر لیا گیا کہ یہ سرداران کئی سال تک راجہ نابھہ کو فوج اور روپیہ سے امداد دیتے رہے ہیں اور سرکار انگریزی نے بھی کئی مواقع پر اُن پر اس خدمت کا پُورا کرنا جائز قرار دیا ہے اس لئے گورنمنٹ ہند نے یہ مصلحت نہ دیکھی کہ سونٹی اور لدھڑان کے سرداران کو راجہ نابھہ کے حلقۂ اطاعت سے بالکل آزاد اور خودمختار کر دیا جاوے البتہ اُن کی ان شکایات پر کہ اُن سے ہمیشہ روپیہ اور خدمات لی جاتی ہیں غور کیا گیا اور راجہ نابھہ سے کہہ دیا گیا کہ وہ سوائے اُن مواقع کے کہ جب اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہو یا اُس کی کسی لڑکی یا لڑکے کی شادی ہو یا کوئی فرمانروا مر جاوے یا واقعی لڑائی شروع ہو جاوے اور کسی موقع پر اُنہیں خدمات ادا کرنے کے لئے نہ کہے۔ اس فیصلے سے کوئی فریق بھی خوش نہ ہوا اور وہی رنجش و کاوش برابر قائم رہی اور کسی قدر اب تک چلی جاتی ہے۔ ۱۸۵۱ء میں سرکار انگریزی نے راجہ نابھہ کے اس دعوے کو کہ یہ سردار اُس کے ماتحت ہیں تسلیم کر لیا اور سرکار انگریزی نے ان سرداروں کے علاقے میں اپنے فوجداری اختیارات عمل میں لانے

گرفن کی تاریخ راجگان پنجاب ملاحظہ ہو۔

بند کردئے لیکن پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور ۱۸۶۰ء میں لارڈ کے ننگ نے جو سند راجہ بھر پور سنگھ کو دی اُس میں ریاست نابھہ کے باجگزار رئیسوں کی تفصیل میں سرداران لدھڑان کا نام درج نہیں کیا گیا +

جب کبھی سرداران لدھڑان کو خدمت کرنے کا موقع ہوا ہے تو انہوں نے سرکار انگریزی کی وفاداری سے امداد کی ہے چنانچہ ۱۸۴۵ء کی جنگ ستلج میں اور نیز اُس بغاوت کے فرو کرنے میں جو ۱۸۴۸ء میں بمقام ملتان ہوئی ان سرداروں نے سرکار انگریزی کی فوج کو گھوڑے باربرداری اور غلہ بہم پہنچانے میں امداد دی اور ایام غدر میں اس خاندان کے اراکین صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ سرداران بدھ سنگھ۔ کاہن سنگھ۔ صاحب سنگھ اور البیل سنگھ تو مسٹر رکٹس صاحب بہادر کے ہمرکاب رہنے کی خدمت بجالاتے رہے اور سرداران چمن سنگھ اور ہرنام سنگھ اپنے کچھ سواروں کے ساتھ قصبہ جگراؤں پر قبضہ رکھنے میں امداد دیتے رہے +

سردار بدھ سنگھ ۱۸۸۰ء میں فوت ہوا اور اُس کا بیٹا ماہتاب سنگھ اُس کی جگہ خاندان کا بزرگ ہوا۔ سردار ماہتاب سنگھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اور اُس کے بڑے بیٹے رگھبیر سنگھ نے خطاب سرداری اور پراونشل درباروں میں اپنے باپ کی جگہ حاصل کی ہے۔ سردار رگھبیر سنگھ کے قبضے میں اب سرداران لدھڑان کی اضلاع لدھیانہ اور امرتسر کی ساری جاگیر کا بارھواں حصہ ہے جس کی آمدنی ۲۲۸۲ روپیہ ہے علاوہ ازیں اُسے دوسو روپیہ ماہوار ریاست نابھہ کے عہدۂ عدالت صدر کی تنخواہ ملتی ہے +

اس خاندان کے کئی اور رکن یعنی رائے بہادر اربیل سنگھ۔ سردار ہرنام سنگھ۔ سردار بہادر ہری سنگھ اور شام سنگھ بھی درباری رہے ہیں۔ ان میں سے پہلے تین اُتم سنگھ کے بیٹے تھے جو اوّل جنگ افغانستان کے موقع پر سرکار انگریزی کی فوج کے ساتھ کابل میں موجود تھا اور شام سنگھ راجہ سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اب یہ سب فوت ہو چکے ہیں +

فیروزشاہ اور مدکی کے معرکوں میں ہری سنگھ جو کہ ابھی بچہ ہی تھا میجر براڈفوٹ کے کیمپ میں موجود تھا۔ اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد جب غدر ہو گیا تو اُس نے سر جان لارنس کے احکام کی پوری طرح تعمیل کی۔ اور اپنے صرف سے سواروں کا ایک ترپ بھرتی کیا جو بارھویں رسالہ کا حصّہ قرار پایا اس رسالہ میں سردار ہری سنگھ کو رسالدار بنایا گیا اور یہ غدر کے ایام میں خوب لڑتا رہا۔ ابی سینیا اور افغانستان کی لڑائیوں میں بھی اس نے اچھی خدمات کیں۔ ۲۳ سال رسالداری کے بعد ۱۸۸۵ء میں ۱۰۸۰ روپیہ سالانہ پنشن لیکر اپنے عہدے سے علیحدہ ہو گیا۔ ایام ملازمت میں وہ جتنے حکام کے ساتھ رہا سب ہمیشہ اس کی قدر و منزلت کرتے رہے۔ اس کو سردار بہادر کا خطاب ملا ہوا تھا۔ وہ ۱۹۰۰ء میں مرا۔ اب اس کا لڑکا منسا سنگھ عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا منظور شدہ امیدوار ہے +

سردار البیل سنگھ اپنے بھائی سردار ہری سنگھ سے بھی غالباً زیادہ نامور تھا۔ غدر کے شروع شروع میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لُدھیانہ کو امداد دینے کے بعد وہ سو سوار ساتھ لایا اور بہ حیثیت رسالدار کے واٹسن صاحب کے رسالے میں جو اب تیرھواں بنگال رسالہ

ہے بھرتی ہوگیا اور رسالہ مذکور کے شجاع کمانیر جنرل سر جان واٹسن صاحب بہادر وی۔سی کے ہمراہ بہت سی لڑائیوں میں داد شجاعت دی۔ ۱۸۷۶ء میں جرنیل صاحب بہادر نے اپنے اس پرانے ساتھیِ جنگ کو یوں لکھا:- "اگر کوئی شخص تمہارے حالات دریافت کرے تو اسے یہ چٹھی دکھادو جس میں وہ پڑھ لیگا کہ سترہ سال میں تمہیں سرکار انگریزی کا کارگزار ملازم اور ہمیشہ اپنا دوست سمجھتا رہا ہوں اور تمہاری ذہنی اور دماغی لیاقتوں کا مداح رہا ہوں" کئی سال تک اپنے رسالے کے سکھوں کا انتظام اور نئے سکھ بھرتی کرنے کا کام البیل سنگھ کے ہی سپرد رہا اس کی خوش انتظامی اور لیاقت کی وجہ سے فوج کا ہر ایک آدمی اسے اپنے باپ کے برابر سمجھتا تھا اس کا گرویدہ تھا اور اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اس کے پاس بہت سے نامور افسروں کی جو اسے اچھی طرح سے جانتے تھے اور جن میں سر ہیوگاف۔ جرنیل سر آر۔سی۔لو اور کرنل میک ناٹن بھی شامل ہیں اچھی اچھی اسناد تھیں۔ وہ ۱۸۷۹ء کی جنگ افغانستان میں اور ۱۸۸۲ء کی مہم مصر میں شریک تھا۔ ۱۸۷۵ء میں لارڈ نارتھ بروک بالقابہ نے اسے رائے بہادر کا خطاب عطا کیا۔ پھر تھوڑی سی مدت کے لئے ہز ایکسلنسی لارڈ نیپیر آف مگڈالا کا اے ڈی سی رہا اور ۱۸۷۶ء میں ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلز کا اردلی افسر مقرر ہوا۔ مصر کی لڑائی ختم ہونے پر وہ انگلستان گیا اور اس لڑائی کا تمغہ ملکہ معظمہ آنجہانی کے دست مبارک سے حاصل کیا اور اسی موقع پر اسے اسکے پرانے رسالہ کا رسالدار میجر بنایا گیا۔ یہ ۱۵۶۰ روپیہ سالانہ پنشن پاکر اپنے عہدے

سے علیحدہ ہوا اور ضلع شاہپور میں اسے تین ہزار ایکڑ زمین عطا ہوئی جسکی تشخیص ۵۶۲ روپیہ اس کی بہادرانہ خدمات کے صلے میں اسے معاف کردی گئی اس کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوا ✦

سردار البیل سنگھ کا بیٹا چتر سنگھ اپنے باپ کے رسالے میں رسالدار تھا اور اسکے اَور بہت سے رشتہ داروں نے بھی فوجی ملازمت کی۔ سردار سکھبیر سنگھ کے علاوہ خاندان کے دو اَور رکن بھی ریاست نابھہ میں ملازم ہیں یعنی منگل سنگھ کا لڑکا بلونت سنگھ ریاست کی فوج میں کرنیل ہے اور شیو دیو سنگھ کا بیٹا رندھیر سنگھ نائب ناظم ہے۔ یہ دونوں رام سنگھ کے پوتے ہیں ✦

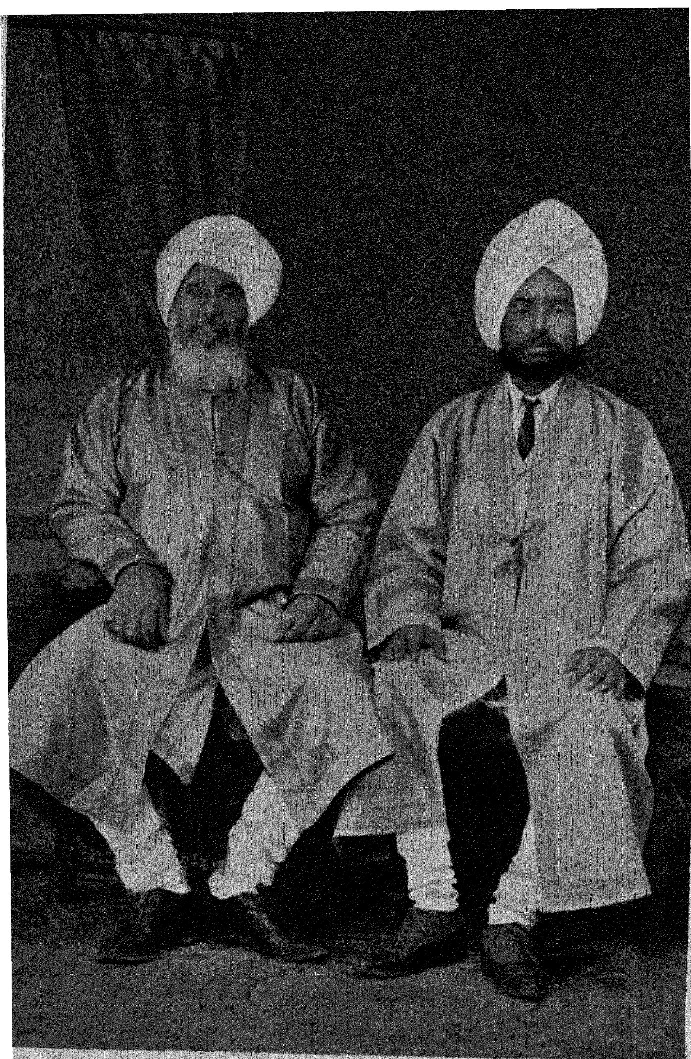
خاندان لدھڑان آج کل آسودہ حالت میں نہیں اور اگر وہ رکن جو فوجی ملازمت میں ہیں اپنی تنخواہوں میں سے کچھ پس انداز کرکے بھیجتے نہ رہیں تو ان کے بہت سے بھائی بند موجودہ سے بھی زیادہ مفلسی میں مبتلا ہوجائیں۔ اس خاندان کی جاگیر میں ۲۵ مواضعات تو ضلع لدھیانہ کے ہیں اور چار ضلع انبالہ کے جن سب کی آمدنی ۲۷۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ مگر یہ آمدنی چڑت سنگھ کی اولاد کی بیشمار شاخوں میں تقسیم ہوجاتی ہے اور سر ٹامس گارڈن واکر کی جو ایک زمانے میں ضلع لدھیانہ کے مہتمم بندوبست تھے رائے تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس جاگیر کے اس قدر حصے ہوجائینگے کہ یہ حصہ داروں کے گزارے کے لئے بھی کافی نہ ہونگے ✦

# سردار گنڈا سنگھ رئیس دھیرو مزرعہ

## رائے سنگھ

- چیت سنگھ
  - اوتم سنگھ
    - ۱ دیا سنگھ
      - ۱ سردار گنڈا سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء)
        - ۱ نتھا سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)
          - کرتار سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)
        - ۲ چنن سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)
        - ۳ چتر سنگھ (وفات ۱۹۱۰ء)
        - ۴ ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)
    - ۲ شیر سنگھ
      - ۱ بشن سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)
        - ۱ سوہن سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء)
        - ۲ منگل سنگھ (وفات ۱۹۱۰ء)
      - ۲ کشن سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
        - دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء)
        - بگا سنگھ عرف پرتاپ سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)
          - ہردیال سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)
        - نہال سنگھ عرف تارا سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء)
      - ۳ ہری سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)
    - ۳ لہنا سنگھ
      - ۱ فتح سنگھ
        - ایشر سنگھ (ولادت ۱۸۷۷ء)
          - جے سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)
      - ۲ جیمل سنگھ
        - کرتار سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)
      - ۳ کرم سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)
        - رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)
          - ۱ ہردت سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
          - ۲ کرتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

جھبو اور دھیرو مزرعہ تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ کے جاگیرداروں کی حیثیت اب معمولی سی رہ گئی ہے۔ سر ٹامس گارڈن واکر صاحب بہادر نے جو ایک زمانے میں اس ضلع کے مہتمم بندوبست تھے ان جاگیرداروں کی بابت یہ تحریر فرمایا: "ان جاگیرداروں کو ان کے گرد و نواح کے جاٹوں سے تمیز کرنے کے لئے سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ یہ فضول خرچ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی سرکاری ملازم نہیں ہے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ امرتسر کا ایک کانگ جاٹ رائے سنگھ نامی ۱۷۶۳ء کے قریب ملک مالوہ میں آیا اور کھنا کے جنوب مغرب کی طرف ۱۶ گاؤں حاصل کئے۔



سردار گنڈا سنگھ رئیس دھیرو مزرعہ

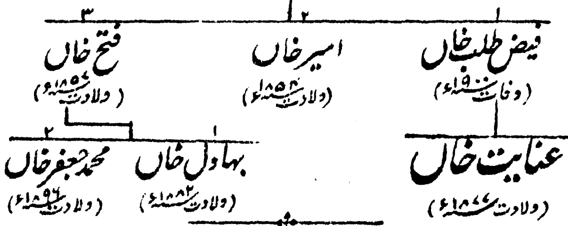
Sardar Ganda Singh of Dhiru Mazra.

خود مختاری حاصل کرنے کی بہت سی کوشش کرنے کے بعد قابضانِ مواضعاتِ مذکور کو راجہ پٹیالہ نے مفتوح کر لیا اور ان کی ملکیت اپنی ریاست کے ساتھ شامل کر لی۔ اس پر اُنھوں نے مسٹر فریسر صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی کی خدمت میں اپیل کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مواضعات میں سے آٹھ موضع سرداران مزرعہ کو واپس مل گئے جو اس وقت سے سرکار انگریزی کی حفاظت میں آ گئے اور تین سوار تحصیل سمرالہ میں خدمات کے لئے دیتے رہے۔ قریباً اسی زمانے میں سردار آتم سنگھ نے اپنے بھتیجے گوربخش سنگھ کے ساتھ یہ مواضعات تقسیم کر کے ڈھیرو مزرعہ میں رہائش اختیار کر لی اور اُس وقت سے گوربخش سنگھ خاندان کی شاخ جھبو مزرعہ کا سرکردہ ہو گیا۔ یہ خاندان سکھوں کی لڑائی کے موقع پر رسد رسانی اور بار برداری سے سرکار انگریزی کی امداد کرتا رہا۔

سردار گنڈا سنگھ ذیلدار۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر اور پراونشل درباری ہے۔ اس نے اپنے موضع میں ایک سکول کھول کر سرکار کا شکریہ حاصل کیا ہے۔ اس کے حصہ جاگیر کی آمدنی ۱۰۰۲ روپیہ سالانہ ہے۔ تحصیل سمرالہ میں گیارہ سو بیگھہ زمین پر اس کی ملکیت ہے اور اسکی ۵۴ بیگھہ زمین موضع گھاپور ضلع امرتسر میں ہے۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا نتھا سنگھ اسکی جگہ ذیلداری کے کام انجام دیتا ہے اور اس کا پوتا کرتار سنگھ ریاست فریدکوٹ کا درباری ہے اور اس وجہ سے تیس روپے ماہانہ وظیفہ پاتا ہے۔

# عنایت خاں رئیس رائے کوٹ

رائے امام بخش خاں




رائے امام بخش خاں رانی بھاگ بھری کا جس نے اسکو اپنا جانشین مقرر کیا بھتیجا تھا - خاندان کا آخری مرد وارث رائے الیاس تھا جس کا انتقال ۱۸۰۲ء میں ہوا - اس کے بعد اس کی والدہ رانی نورالنسا جانشین ہوئی اور رانی نورالنسا کے بعد رانی بھاگ بھری - یہ خاندان ہندو راجپوتوں کی نسل سے ہے اور اپنے آپ کو شاہی خاندان چندر بنسی کی اولاد سے بتاتا ہے - گرفن صاحب بہادر کی کتاب راجگان پنجاب میں رئیسان رائے کوٹ کا بہت دفعہ ذکر آچکا ہے - انکے بزرگ تلسی رام ایک ہندو راجپوت نے چودھویں صدی کے شروع میں جیسلمیر چھوڑا اور جاکر علاقہ جگراؤں میں آباد ہوا - یہ مسلمان ہوگیا اور اپنا نام شیخ چاکو رکھا اس کا پوتا رائے چاکو سلطان علاؤالدین غوری کے ہاں ایک بڑے جلیل القدر عہدے پر ممتاز تھا جس نے اس کے نام ستلج کے جنوب میں ۱۳۰۰ مواضعات کی مالگزاری ۵۰۰۰۰ روپیہ

سالانہ کی ادائیگی پر کر رکھی تھی اس خاندان کے اقبال کا ستارہ روز بروز چمکتا گیا اور کئی پشتوں تک یہ لدھیانہ اور انبالہ کے درمیانی ملک پر حکمران رہے۔ ان میں سے ایک رائے احمد خاں نے ۱۶۴۸ء میں موجودہ قصبہ رائے کوٹ آباد کیا اور اس کے بھتیجے رائے کمال الدین نے جگراؤں بسایا اسی کا لڑکا رائے کلہ خاندان بھر میں سب سے پہلا شخص ہے جس کو مانجھا کے سکھوں کے حملے سے اپنا ملک بچانا پڑا چنانچہ اس نے شاہ علی خاں ناظم سرہند کی مدد سے بڑی خوبی سے بچایا۔ مگر سکھوں نے اس کی موت اور اس کے جانشین رائے الیاس کی نابالغی سے فائدہ اٹھایا اور ملک مالوہ میں ایک دفعہ پھر قسمت آزمائی کی۔ مشہور ومعروف بیدی صاحب سنگھ رئیس اونا جس نے چار سال پہلے مالیر کوٹلہ کو تیغ زنی و آتش فروزی سے تباہ کر دیا تھا ایک بڑی فوج کے ساتھ ۱۷۹۸ء میں رائے کوٹ پر حملہ آور ہوا اور اپنا ارادہ یہ ظاہر کیا کہ وہ گاؤکش قوموں کو جن کی موجودگی سے ملک ناپاک ہو رہا ہے بالکل نیست و نابود کر دیگا۔ جگراؤں۔ رائے کوٹ اور لدھیانہ جلدی سے فتح ہو گئے اور جودھ پر ایک سخت لڑائی ہوئی جہاں رائے کوٹیوں نے روشن خاں کے ماتحت سکھوں کا بہادری سے مقابلہ کیا مگر پچھلے پہر ان کا سرگروہ مارا گیا اور فتح سکھوں کے ہاتھ رہی۔ مگر بیدی کو آخر کار رئیسان پھلکیان کے دباؤ کی وجہ سے جن سے رائیکوٹیوں نے مدد مانگی تھی لدھیانے سے واپس ہونا پڑا۔ لدھیانے کے سکھوں نے بیدی کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے مگر قلعہ جس میں حسین خاں مقابلہ کر رہا تھا فتح نہ ہوا۔ اس قلعہ کا چاروں طرف

سے محاصرہ کیا گیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ فتح ہو جاتا اگر انجام کار رائے الیاس حصار کے مشہور و معروف جارج ٹامس کو جو ایسی جگہ جہاں لوٹ مار کا احتمال ہو بڑی خوشی سے لڑا کرتا تھا نہ بلا بھیجتا مگر اس موقع پر جارج ٹامس کو تلوار نہیں نکالنی پڑی کیونکہ بیدی نے اس کے آنے کی خبر سنتے ہی فوراً محاصرہ چھوڑ دیا اور اپنے وطن کی طرف جو ستلج سے پرے تھا چل دیا ❖

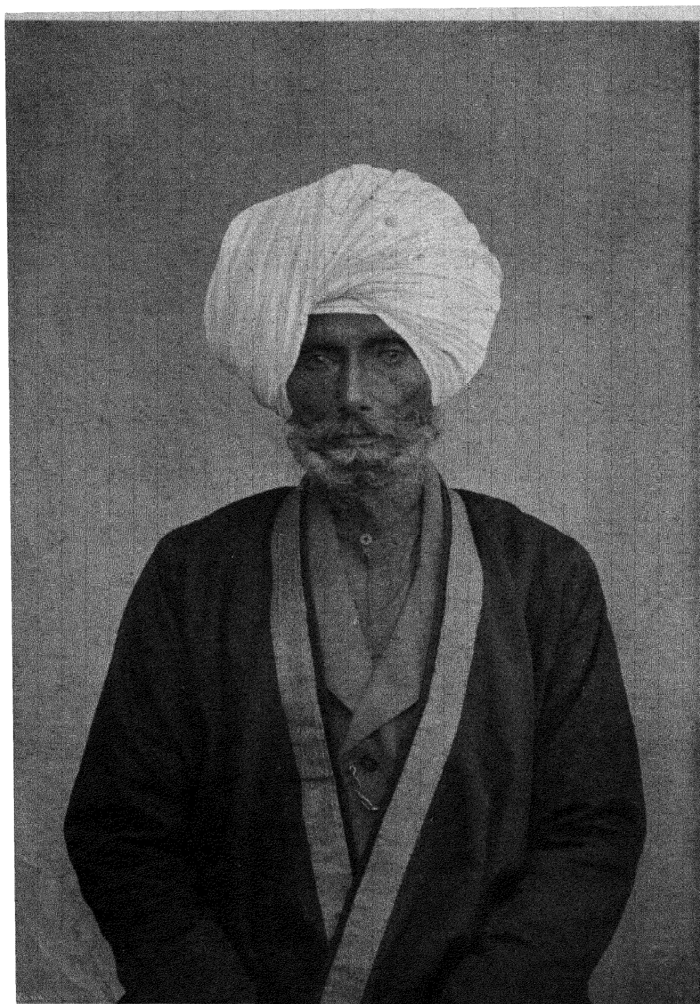
مگر رائے کوٹ بیدی کی لوٹ مار سے ایک زیادہ خوفناک دشمن کے ہاتھ سے برباد ہونے کے لئے بچا۔ رئیسان پھلکیان اس وقت آپس میں لڑ رہے تھے۔ کمزور طبیعت راجہ صاحب سنگھ والیِ پٹیالہ اپنی تندخو اور نیم مردانہ بیوی آس کور کی مٹھی میں تھا جس نے اپنے خاوند کو راجگان نابھہ اور جیند کے ساتھ ایسے جھگڑے میں ڈال دیا تھا جس میں دونوں طرف بہت خون بہے۔ آخرکار بھاگ سنگھ راجہ جیند نے جس کی بہن بی بی راج کور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ماں تھی اپنے بھتیجے سے رانی آس کور کے خلاف مدد کی درخواست کی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس درخواست کو بڑی خوشی سے منظور کیا کیونکہ وہ نہایت خوش تھا کہ اس حیلے سے اُسے ایں روے ستلج کی ریاستوں کے پالیٹکس میں دخل دینے کا موقع مل جائیگا چنانچہ اس نے رئیسان پھلکیان کی آپس میں صلح صفائی کرانے کی طرف بہت کم توجہ کی بلکہ اسے بیدی صاحب سنگھ کی شکست کا بدلہ لینے کے بہانے سے ریاست رائے کوٹ کو برباد کرنے کا موقع مل گیا اور وہ شاید اس کارروائی پر اس لئے مجبور ہوا تھا کہ اس کے ہمراہی بالعموم مسلمانوں

سے سخت تعصب کی وجہ سے نفرت رکھتے تھے۔ گرفن صاحب لکھتے ہیں کہ" اس وقت رائے کوٹ میں خاندان کی سرکردہ دو عورتیں یعنی رائے الیاس کی ماں نور النسا اور بھی تھیں مگر رنجیت سنگھ کے دل میں فیاضی نام کو نہ تھی اور وہ ایک رئیس پر جو اس کا اچھا مقابلہ کر سکتا تھا حملہ کرنے کی نسبت ایک بیوہ کو برباد کرنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اس خاندان کو لوٹنے سے علاقہ جات لدھیانہ۔ جھنڈالہ۔ کوٹ۔ جگراؤں اور لبیا مع ۴۴ مواضعات کے جن کا مالیہ ۲۲۳۲۶۰ روپیہ سالانہ تھا تو راجہ بھاگ سنگھ کے ہاتھ آئے۔ علاقہ جات بدوال مع جگراؤں کے کچھ حصے کے ۳۲ مواضعات ۲۳۵۴۰ روپیہ کی مالیت کے سردار گورونت سنگھ رئیس لاڈوا نے لئے۔ کوٹ بسیا کے حصہ جات تلونڈی اور جگراؤں اور ۳۱ موضعات ۲۶۵۹۰ روپیہ کی مالیت کے راجہ جسونت سنگھ والیٔ نابھہ نے لئے۔ دھکا کوٹ۔ بسیا۔ جگراؤں اور تلونڈی کے حصے اور ۴۰۵۰۵ روپیہ کی مالیت کے ۱۰۶ گاؤں سردار فتح سنگھ اہلو والئے نے لئے۔ گھلہ۔ کوٹ جگراؤں اور تلونڈی کے حصے اور ۳۳۹۴۵ روپیہ کی مالیت کے ۱۷ مواضعات دیوان محکم چند نے لئے۔ کوٹ اور جگراوں کے ۱۰ مواضعات جن کی مالیت ۵۷۱۴ روپیہ تھی سردار بساوا سنگھ نے لئے اور ۴۰۰ روپیہ کی مالیت کا ایک موضع واقع تلونڈی سردار بھنگا سنگھ کے ہاتھ آیا"۔

اس طرح رانی نور النسا کے پاس اس زرخیز علاقے میں سے جو اس نے رائے الیاس خاں سے حاصل کیا تھا صرف رائیکوٹ

اور ملہ - جھاجے وال - ہیراں اور تلونڈی کے حصے رہ گئے - نورالنسا
کے بعد الیاس خاں کی بیوہ رانی بھاگ بھری جانشین ہوئی - جب
سرکار انگریزی کی ستلج پر لڑائی ہوئی یہی رانی بھاگ بھری خاندان
کی سرکردہ تھی جس نے سرکار مذکور کی باربرداری اور سامان رسد سے
حتّے المقدور امداد کی - ۱۸۵۴ء میں اسکی وفات پر جائداد اس کے بھتیجے
رائے امام بخش خاں کو ملی جو اس کا متبنےٰ بیٹا بھی تھا - حقوق جاگیر کے
عوض اسکو ۲۴۰۰ روپیہ پنشن اور رائیکوٹ میں ۱۰۰ ایکڑ زمین بطور معافی
دی گئی - ایام غدر میں اس کا برتاؤ سرکار انگریزی سے وفادارانہ رہا - اسکے
تین بیٹوں کو وظیفے دئے گئے جن کی کل میزان ۱۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی
سب سے بڑے بیٹے فیض طلب خاں نے معافی ہی اپنے پاس رکھی - یہ آنریری
مجسٹریٹ اور پراونشل درباری تھا اور ۱۹۰۰ء میں فوت ہوا - اس کا بیٹا
عنایت خاں اب خاندان کا بزرگ ہے - اس کے باپ کے وظیفے میں
سے جو ۸۴۰ روپیہ تھا آدھا وظیفہ اور نیز معافی اس کے نام جاری رکھی
گئی - یہ رائیکوٹ کی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ اور اپنے باپ کی جگہ درباری
ہے - رائیکوٹ کے رئیسوں کے پاس جو ایک زمانے میں بڑے طاقتور
تھے صرف ۶۰۰ بیگھہ زمین رہ گئی ہے جو مشترک طور پر عنایت خاں اور اسکے
چچاؤں کے قبضے میں ہے - فتح خاں کا بیٹا بہاول خاں آٹھویں رسالہ
میں جمعدار ہے ❖

یہ خاندان ہندو راجپوت نسل سے ہونے کا فخر کرتا ہے اور شادی
اور دوسرے واقعات کی بہت سی پرانی ہندو رسمیں ابھی تک اس میں
ادا کی جاتی ہیں ❖



سردار ہرنام سنگھ رئیس بھڑی

Sardar Harnam Singh of Bhari.

# سردار ہرنام سنگھ رئیس بھاڑی

رائے سنگھ (وفات ۱۸۰۹ء)

رتن سنگھ (وفات ۱۸۲۶ء)

۱ سرمکھ سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء) — ۲ گورمکھ سنگھ

سرمکھ سنگھ کے بیٹے: ۱ بشن سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء) — ۲ اٹل سنگھ (متوفی)

گورمکھ سنگھ کے بیٹے: ۱ لال سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء) — ۲ نرائن سنگھ

بشن سنگھ کے بیٹے: ۱ سردار ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۴۸ء) — ۲ بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) — ۳ بھگونت سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)

لال سنگھ کے بیٹے: ۱ ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۵۶ء) — نورنگ سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء)

نرائن سنگھ کے بیٹے: ۱ بھگوان سنگھ — ۲ ٹھاکر سنگھ

سردار ہرنام سنگھ کے بیٹے: ۱ جگدیش سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۲ بخشیش سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)

بلونت سنگھ: جگندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء)

بھگونت سنگھ: شیو کرپال سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)

ہرنام سنگھ کے بیٹے: ۱ ہردیو سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ۲ بلدیو سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)

نورنگ سنگھ: ہری سنگھ

بھگوان سنگھ کے بیٹے: ۱ سجان سنگھ — ۲ بسنت سنگھ

بسنت سنگھ: ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء)

۱ دلیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء) — ۱ گوردیال سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — ۲ گورسرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — ۳ مہندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۴ کرتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — ۱ نرنجن سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — ۲ بچن سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)

---

خاندان کوٹلہ بادلہ تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ اُن چھوٹے چھوٹے رئیسوں میں سے ایک ہے جن کا نکاس اور خوشحالی مانجھے کے ایک بزرگ کی قسمت آزمائیوں کی وجہ سے ہوئی جس نے مسلمانوں کی سلطنت کو کمزور پاکر ستلج عبور کیا اور مالوے کے ملک کا جس قدر عمدہ علاقہ اپنے قبضے میں رکھ سکتا تھا اُسی قدر لے لیا۔ اس علاقے کے حاصل کرنے میں جو لڑائیاں ہوئیں اور اس کے قائم رکھنے میں جو جدّ و جہد روزمرّہ

ہوتی رہی اُن کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں - بہت سی داستانیں جو تواریخ میں درج کرنے کے لئے بھیجی گئی ہیں سراسر مبالغہ آمیز ہیں اور ان میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس خاندان کے علاوہ اور کسی کے لئے دلچسپ ہو +

رائے سنگھ کا باپ ماہتاب سنگھ اٹھارھویں صدی کے قریباً درمیانی حصے میں نادر شاہ کے عہد حکومت میں خاصہ خاں امرتسر کے مسلمان عامل کو قتل کرنے کی وجہ سے پکڑا گیا اور مار دیا گیا - رائے سنگھ جو اس وقت بچہ تھا اپنے باپ کی طرح قتل ہونے سے ایک بھنگی کے ذریعے سے بچا جس نے اُسے اُس وقت جبکہ تلاش ہو رہی تھی چھپایا رکھا اور بعد ازاں جنگل میں چھوڑ دیا - یہاں جنگل میں اسے ایک کمبو عورت نے دیکھا جو اسے اپنے خاوند کے گھر لے گئی مگر اس کی اصلیت کا حال پوشیدہ نہیں رہا - چنانچہ جوان ہونے پر سردار شام سنگھ بانی کروڑا سنگھیا مسل نے اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی - اپنے خسر کے ساتھ یہ بہت سی لوٹ مار کرنے جاتا اور صلے میں مواضعات پاتا - جن میں بہت سے ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہیں - میراں کوٹ میں اس نے ایک کچا قلعہ بنایا اور اپنی وفات تک جو ۱۸۰۹ء میں واقع ہوئی وہیں رہا - اس کے چار لڑکوں میں سے گوربخش سنگھ اور کنور سنگھ کی اولاد اب کوٹلہ بادلہ ضلع لدھیانہ میں رہتی ہے اور رتن سنگھ کی اولاد کا صدر مقام موضع بھاڑی تحصیل سمرالہ ہے - رتن سنگھ ایک تربیت یافتہ آدمی تھا - وہ فارسی کا اچھا فاضل تھا اور اُس نے کپتان مرے ایجنٹ گورنر جنرل کے کہنے پر پنجاب کے کئی مشہور خاندانوں کی ایک تاریخ پنتھ پرکاش

نامی لکھی - مزید براں اس نے جنگ افغانستان کے دوران میں باربرداری اور رسد رسانی سے سرکار کی امداد کی اور بعد ازاں جبکہ سرکاری فوج لڑائی کے لئے ستلج پر جمع ہوئی تو اس کا بیٹا گورکھ سنگھ چار مسلح جوانوں کے ساتھ اس میں شامل ہوا اِن اور اُن خدمات کے عوض جو اس نے ۱۸۵۷ء میں کیں گورنمنٹ نے آدھا معاوضۂ خدمات معاف کر دیا۔ گورکھ سنگھ کا سب سے اچھا کام غالباً یہ تھا کہ اس نے اپنے گاؤں میں ایک سکول کھولا جسکے عوض میں اسے باقاعدہ طور پر خلعت اور سند ملی +

موجودہ سردار ہرنام سنگھ بشن سنگھ کا لڑکا ہے۔ خاندان کی ساری جاگیر ۲۶۱۱ روپیہ سالانہ کی مالیت کی ہے اور اس میں سے ہرنام سنگھ کا حصۂ قریباً ۱۶۰۰ روپیہ ہے۔ نابھہ میں ایک گاؤں اس کی ملکیت ہے جہاں سے یہ اپنا حق جنس میں لیتا ہے۔ اس کا نام پراونشل درباریوں کی فہرست میں درج ہے +

اس کا سب سے بڑا بیٹا جگدیش سنگھ ضلع لدھیانہ میں عہدۂ نائب تحصیلداری کا منظور شدہ امیدوار ہے اور چھوٹا بیٹا بخشیش سنگھ ریاست نابھہ میں نائب تحصیلدار ہے +

# مولوی سیّد شریف حسین رئیس جگراؤں

سلطان محمد

سید علی بخش

خان بہادر مولوی سید رجب علی (وفات ۱۸۶۹ء)

۱۔ شریف حسن (وفات ۱۸۹۹ء)
۲۔ مولوی سیّد شریف حسین (ولادت ۱۸۳۶ء)

شریف حسن کے بیٹے:
۱۔ عباس حسین (ولادت ۱۸۶۸ء)
۲۔ علی اکبر (ولادت ۱۸۷۴ء)
۳۔ محمد محسن (ولادت ۱۸۸۴ء)

مولوی سیّد شریف حسین کے بیٹے:
۱۔ مصطفےٰ حسن (ولادت ۱۸۶۹ء)
۲۔ مرتضےٰ حسین (ولادت ۱۸۷۸ء)

۱۔ احمد (ولادت ۱۸۸۴ء)
۲۔ شریف علی (وفات ۱۸۹۱ء)
۳۔ شریف علی ثانی (ولادت ۱۸۹۲ء)
مہدی حسن (ولادت ۱۹۰۳ء)
محمد تقی (ولادت ۱۹۰۵ء)

۱۔ شریف محمد (ولادت ۱۸۹۰ء)
۲۔ ابوتراب (وفات ۱۹۰۲ء)
۳۔ زین العابدین (ولادت ۱۸۹۶ء)
۴۔ آغا حسین (ولادت ۱۸۹۹ء)
۵۔ آغا علی (ولادت ۱۹۰۱ء)
۶۔ مجتبےٰ حسین (ولادت ۱۹۰۴ء)

سید شریف حسین مولوی سیّد رجب علی کا بیٹا ہے جو اُن بہت سے بزرگواروں میں سے نہایت قابل آدمی تھا جنہوں نے لاہور کی بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے وقت سرکار کی خدمات کیں۔ یہ خاندان بلاشُبہ پُرانا اور بڑا مقتدر خاندان ہے۔ ان کا بزرگ بڑا مشہور و معروف عارف سید محمود تھا جو ۱۵۰۲ء میں اپنا وطن ملتان چھوڑ کر سکندر لودھی والیِ دہلی کے پاس آ گیا۔ پچاس برس بعد اکبر کے زمانے میں سید مذکور کو بٹالہ ضلع گورداسپور کے قریب ۵۰۰ بیگھہ زمین بطور جاگیر ملی شہنشاہِ جہانگیر

نے ان مقبوضات میں اضافہ کر دیا اور یہ خاندان کئی پشتوں تک پنج گرائیں نزد بٹالہ میں رہا کیا۔ محمد شاہ کے عہد حکومت میں سید محمد جعفر کو ضلع لدھیانہ کے ۱۲ مواضعات میں استمراری حقوق عطا کئے گئے جن میں سے ایک یعنی تلونڈی ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہے۔ گزشتہ صدی کے شروع تک اس خاندان کو ترقی ہوتی گئی جبکہ دیوان مول چند نے جو جالندھر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نائب تھا جاگیر ضبط کر لی اور اسکے قابضوں کو مفلس کر دیا۔

اس خاندان کا اقتدار پھر مولوی رجب علی کے زمانے میں قائم ہوا۔ ۱۸۲۶ء میں اس نے اٹھارہ برس کی عمر میں دہلی کالج سے جو اس وقت شمالی ہندوستان میں بہترین درسگاہ تھا فارسی مضمون لکھنے کا انعام حاصل کیا اور پھر زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ اُسے انبالہ کے پولیٹکل ایجنٹ کے دفتر میں ایک چھوٹا عہدہ مل گیا۔ وہاں وہ فوراً ترقی کر کے اعلےٰ سررشتہ دار (ہیڈ ریڈر) ہو گیا اور اسی حیثیت میں مسٹر رابنسن صاحب بہادر کے ماتحت ۱۸۳۹ء میں لدھیانہ بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں ہر دو لارنس صاحبان کے ہمراہ وہ لاہور آیا اور بہت جلد پنجاب کے رؤسا اور شرفا میں جن سے اس کو سابقہ پڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ سر ہربرٹ ایڈورڈ صاحب مرحوم اس کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتے تھے اور انہوں نے ۱۸۴۸ء میں اس کی نسبت یہ تحریر کیا کہ "میں پالیسی کے معاملات میں اس کی رائے کو قابل قدر سمجھتا ہوں اور نیز سر ہنری لارنس کے خیال میں یہ شخص نہایت راز کی خبروں کا بڑا قابل اعتبار امین ثابت ہو چکا ہے۔ میں اس بات کو بھی تصدیق کرتا ہوں کہ مولوی اگرچہ

صاحب قلم ہے مگر تلوار کی چمک سے بھی ڈرنے والا نہیں ۱۸۴۶ء میں
جب لاہور میں گاؤکشی پر بلوہ ہوا تو اُس نے کمال اطمینان خاطر و شجاعت
سے کام کیا"۔ صاحبان ایف کرّی۔ جارج کلارک۔ بلول۔ بارنس۔
منٹگمری اور ٹمپل نے بھی جو مولوی رجب علی کو اچھی طرح جانتے تھے
اور جن کو اس کے اطوار دیکھنے کا بہت موقع ملا اس رائے کی تائید
کی ہے۔ ۱۸۵۳ء میں جب سر ہنری لارنس نے اس کی موضع علی گڑھ
کی جاگیر کو علے الدّوام کر دینے کی سفارش کی تو اس طرح سے لکھا کہ:
"لاہور میں بلوے کے وقت میں نہیں جانتا کہ ہم رجب علی کے بغیر
کیا کرتے۔ اُس وقت سے یہ مجھے تمام پولیٹیکل انتظامات اور عہد و پیمان
کرنے میں بڑی امداد دیتا رہا"۔

۱۸۵۳ء میں سر ہنری لارنس نے رجب علی کی خدمات کا صلہ
دلانے کی جو کوشش کی تھی وہ آخر کار ۱۸۶۸ء میں لارڈ لارنس
وائسرائے ہند نے عطا کیا یعنی اسے موضع علی گڑھ اور دونوں تلونڈیوں
میں جو تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ میں واقع ہیں ۶۹۶ ۲ روپیہ سالانہ
کی جاگیر اُن بیش قیمت خدمات کے صلے میں ملی جو اُس نے ۱۸۵۷ء
کے محاصرہ دہلی میں کیں اور نیز اُن خدمات کے عوض جو اُس نے اُس وقت
انجام دیں جبکہ فرمانروائے پنجاب کے مابین اس باب میں عہد و پیمان
ہو رہے تھے کہ سرکاری فوج کو افغانستان کی مہموں میں جن کے
باعث پنجاب سرکار انگریزی کے علاقے کے ساتھ الحاق ہوا شامل
ہونے کے لئے سکھ سرحد سے گزرنے کی اجازت مل جائے۔ ایام غدر
میں مولوی رجب علی کی خدمات کوارٹر ماسٹر جنرل مقیم بیرون شہر دہلی

کے سپرد کی گئیں تاکہ وہ ہاڈسن صاحب کو اینٹیلجنس ڈیپارٹمنٹ کے ترتیب دینے اور چلانے میں امداد دے چنانچہ وہ اس اہم فرض کی انجام دہی میں کامیاب ہوا اور اُسے دہلی کے محاصرہ کی خدمات کے صلے میں ۱۰۰۰۰ روپیہ انعام ملا +

مولوی کو ۱۸۶۶ء میں خان بہادر کا اور ۱۸۷۸ء میں ارسطو جاہ کا خطاب عطا ہوا۔ اس کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا جس کا اس کے تمام جاننے والوں کو رنج ہوا +

۲۷۹۶ روپیہ کی مالیت کی جاگیر میں سے نصف مولوی مرحوم کے دو لڑکوں کے لئے جاری رکھی گئی ہے۔ بڑا بیٹا مولوی سید شریف حسن وائسریگل درباری ذیلدار اور جگراؤں کی میونسپل کمیٹی کا جہاں وہ رہتا تھا ممبر تھا۔ وہ قریباً گیارہ سو بیگھہ زمین واقع تحصیل جگراؤں کی آمدنی جو ۲۵۰۰ روپیہ سالانہ تھی اپنے بھائی کے ساتھ تقسیم کر لیتا تھا۔ رجب علی کے ہر ایک لڑکے کو سو روپیہ ماہوار وظیفہ مہاراجہ پٹیالہ سے اُنکے باپ کی دوستی کی وجہ سے ملا کرتا تھا مگر اب بند ہوگیا ہے۔ شریف حسن اپنے باپ کی زندگی میں چند سالوں کے لئے گورنمنٹ کی ملازمت میں لاہور میں ناظر اور راجپوتانہ ایجنسی میں نائب میر منشی رہا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا اور اس کا چھوٹا بھائی مولوی سید شریف حسین اب خاندان کا سرکردہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کو مطالعہ کی بہت عادت ہے اور فارسی اور عربی ادب پر بڑا عبور رکھتا ہے +

مرحوم مولوی سید شریف حسن کا بڑا بیٹا عباس حسین ضلع فیروزپور میں تحصیلدار ہے۔ اور اس خاندان میں اب کوئی درباری نہیں +

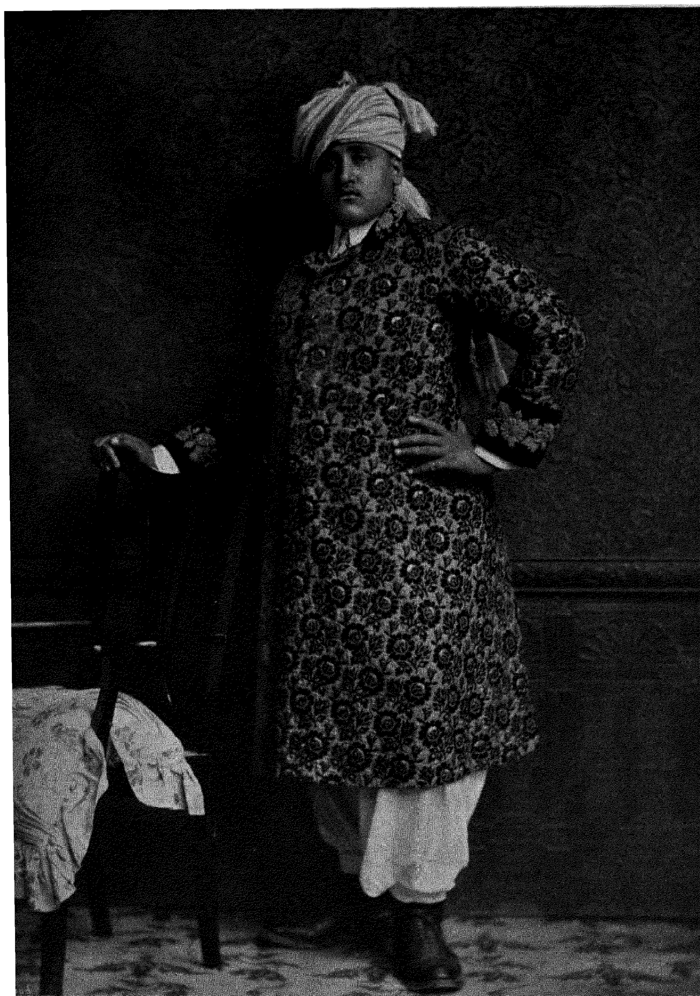
# ضلع فیروز پور

## نوّاب غلام قطب الدّین خاں رئیسِ ممدوٹ

سلطان خاں

- (۱) موج الدّین خاں
  - (۱) نظام الدین خاں
    - (۱) فتح دین خاں
    - کالے خاں
  - (۲) قطب الدّین خاں
    - (۲) جمال الدّین خاں (وفات ۱۸۶۳ء)
      - (۱) خان بہادر خاں (وفات ۱۸۸۸ء)
        - (۱) شاہ نواز خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)
          - قطب الدین خاں (ولادت ۱۹۰۶ء)
        - (۲) اکبر خاں (ولادت ۱۸۸۶ء)
        - (۳) فتح دین خاں (ولادت ۱۸۸۵ء)
      - (۲) محمد خاں (وفات ۱۸۶۲ء)
    - (۳) جلال الدین خاں (وفات ۱۸۷۵ء)
      - نظام الدین خاں (وفات ۱۸۹۱ء)
        - (۴) موج الدین خاں (ولادت ۱۸۸۸ء)
        - نواب غلام قطب الدین خاں ولادت ۱۸۸۹ء
- (۲) محمد خاں

قصور کے قدیم شہر میں جو لاہور سے قریباً بیس میل جنوب کی طرف ہے ۱۵۶۰ء میں شہنشاہ اکبر کی اجازت سے قریباً ۳۵۰۰ پٹھان آباد ہوئے۔ ان پٹھانوں میں رؤسائے ممدوٹ کے بزرگ بھی تھے جو حسن زئی قوم کے تھے اور قندھار سے آئے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال تک یہ قصور ہی میں آباد رہے اور اپنی رغبت اور ضرورت کے موافق جیسا موقع دیکھا کبھی سپاہ گری کرتے اور کبھی تجارت۔ جب سکھوں کو عروج ہوا تو اس بستی کے پٹھانوں نے ان سے خوب مقابلے



نوّاب غلام قطب الدّین خاں آف ممدوٹ

Nawab Ghulam Kutab-ud-din Khan of Mamdot

گئے مگر انجام کار بھنگی مسل نے زیر تحت سردار گلاب سنگھ کُل علاقہ قصور کو تاخت و تاراج کر کے زیر کر لیا اور نظام الدین خاں اور قطب الدین خاں دونوں بھائیوں نے فتح یاب سردار کی نوکری کر لی۔ یہ دونوں نوجوان اولوالعزم اور بہادر تھے چنانچہ انہوں نے ۱۷۹۴ء میں اپنے ہم وطن پٹھانوں کی امداد سے قصور میں سے سکھوں کو بالکل نکال دیا اور اپنی ریاست قائم کر لی۔ لیکن یہ بھی چین سے نہ رہنے پائے کیونکہ سردار گلاب سنگھ اپنے ہاتھ سے گئے ہوئے علاقے کی بازیافت کے واسطے متواتر کوششیں کرتا رہا اور بعدازاں رنجیت سنگھ نے جو اس وقت نوجوان ہی تھا ان دونوں بھائیوں پر کئی حملے کئے مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸۰۰ء میں جب رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر لیا تو نظام الدین خاں نے اس کے دشمنوں کے ساتھ بڑی مستعدی سے سازش کی اور دوسرے سال جبکہ قصور پر بہت زور شور سے حملہ ہوا تو گو نظام الدین نے رنجیت سنگھ کو خراج دینا منظور کر لیا مگر شہر فتح نہ ہونے دیا۔ ۱۸۰۲ء میں نظام الدین خاں کو اس کے تین سالوں واصل خاں۔ حاجی خاں اور نجیب خاں نے جن کی جاگیرات اُس نے چھین لی تھیں قتل کر ڈالا۔ قطب الدین خاں کو عموماً اس قتل میں سازش رکھنے کا ملزم قرار دیا جاتا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت قصور میں موجود نہ تھا اور جب واپس آیا تو اُس نے اعظم خاں کے قلعے پر جہاں قاتل جا بیٹھے تھے حملہ کر کے اپنا قبضہ کر لیا اور واصل خاں اور نجیب خاں کو مروا ڈالا اور تیسرا شخص حاجی خاں دکھن کی طرف بھاگ گیا۔

اسی سال کے اختتام پر رنجیت سنگھ نے قصور پر پھر حملہ کیا مگر

وہاں کے لوگوں پر کچھ اپنا سکہ نہ جما سکا اور قطب الدین ۱۸۰۸ء تک حکومت سنبھالے رہا جبکہ پھر مہاراجہ ایک جری فوج لیکر نمودار ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مہینے کی لڑائی کے بعد قطب الدین مغلوب ہوگیا۔ اور ستلج کے پار اپنے علاقۂ ممدوٹ میں چلے جانے اور وہاں ایک سو سوار خدمت کو دینے کی شرط پر جاگیردار کی حیثیت سے قابض رہنے پر راضی ہوگیا۔ قطب الدین اور اُس کے بھائی نے ممدوٹ کا علاقہ ۱۸۰۰ء میں رائیکوٹ کے رائے سے باعانت ڈوگران جو اس ضلع کی شورشی مسلمان قوم ہیں فتح کیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اُتنے ہی سواروں کی شرط پر جتنے ممدوٹ کی جاگیر کے عوض میں تھے فتح الدین خاں کو ماروپ علاقہ گوگیرہ میں ایک جاگیر دی مگر فتح الدین خاں اس سے خوش نہیں تھا اور مہاراجہ کی خدمت میں ہمیشہ درخواست کیا کرتا تھا کہ اسے ممدوٹ دیا جائے جس پر اس کا حق ہے ✤

آخرکار فتح الدین خاں مہاراجہ کے اغماض سے ۱۸۳۱ء میں ستلج پار ہوا اور اپنے چچا قطب الدین پر حملہ کیا جبکہ اسکی فوج موجود نہ تھی۔ ڈوگرے جو ہمیشہ انقلاب کے خواہشمند رہتے تھے اسکے ساتھ شامل ہوگئے اور قطب الدین خاں کو شکست ہوگئی وہ سخت زخمی ہوا اور علاقے سے بھگا دیا گیا اور آخرکار جلدی ہی امرتسر میں فوت ہوگیا۔ اب رنجیت سنگھ نے دوسری طرف مداخلت کرنی مناسب سمجھی اس نے فتح الدین کو واپس بُلا لیا اور قطب الدین کے لڑکے جمال الدین خاں کو اپنے باپ کے مقبوضات پر قابض کر دیا۔ فتح الدین نے پھر ایک دفعہ اپنی قسمت آزمائی چاہی مگر برٹش ایجنٹ نے مداخلت کی اور مہاراجہ نے

اُسے حکماً لاہور واپس کرلیا +

رئیسانِ ممدوٹ کو کبھی اختیارات نہیں دئے گئے وہ سلطنتِ لاہور کے باجگزار جاگیردار ہی رہے ہیں۔ یہ لوگ لاہور ہی میں اپلیں کیا کرتے تھے اور ان رؤسا پر بہت سے جرمانوں کی مسلیں ابھی تک موجود ہیں ۱۸۲۴ء میں قطب الدین خاں پر ۱۲۵۶۷ روپیہ اس واسطے جرمانہ ہوا کہ اسکے اغماض سے لاہور کے علاقے سے مویشی چرائے گئے تھے جن میں سے اس نے بھی حصہ لیا تھا۔ ۱۸۴۴ء میں جمال الدین خاں پر ۱۱۱۰۰ روپیہ صوبہ رائے کے قتل کے جرم میں جرمانہ ہوا جو ممدوٹ میں سرکار لاہور کی طرف سے اخبارنویس تھا اور جس سے رئیس ممدوٹ اس واسطے ناراض ہوا تھا کہ یہ اسکے علاقے کی بدنظمی کی خبریں سرکار کو دیا کرتا تھا +

۱۸۴۵ء میں ستلج کی لڑائی سے پہلے جمال الدین خاں سے کہدیا گیا تھا کہ اگر وہ سرکار انگریزی کی طرف رہا تو اُس کا علاقہ مستقل طور پر اُسی کے قبضے میں رہیگا اس پر بھی وہ مدکی اور فیروزشاہ کی لڑائیوں میں انگریزوں کے خلاف لڑا اور آخرالذکر لڑائی میں اُس کا چچیرا بھائی فتح الدین خاں مارا گیا صرف مہم کے خاتمہ پر جبکہ اُس کو یہ معلوم ہوا کہ فتح انجام کار انگریزوں ہی کے ہاتھ رہیگی تو وہ سکھوں سے پھر گیا اور اُس موقع پر جبکہ سکھوں کی فوج مقیم فیروزپور نے سرجان لٹلر صاحب بہادر کو دھمکی دی تھی اس کی خفیف سی امداد کی۔ اس خدمت کے صلے میں جمال الدین خاں کو سرکار انگریزی نے اختیارات حکمرانی عطا کئے اور اُس کا ملک اُسے مستقل طور پر دیدیا۔ ۱۸۴۸ء میں جمال الدین کی فوج نے اُس کے بھائی جلال الدین خاں کے ماتحت ملتان میں سرکار

انگریزی سے اچھا برتاؤ کیا جسکے صلے میں جمال الدین کو نواب کا خطاب عطا ہوا اور سو سواروں کے دینے کی بجائے یہ حکم ہوا کہ لڑائی کے وقت ستر اور امن کے زمانے میں ساٹھ سوار دیا کرے +

ایک شریر النفس اور بدکردار شخص کو اختیارات مطلق العنان دینے سے جو خطرہ پیدا ہو جایا کرتا ہے اس کی مثال جمال الدین خاں کی ذات تھی۔ سکھوں کے عہد میں اس کے ظلم و ستم مشہور خاص و عام تھے مگر انگریزی عہد میں جتنے اس کے اختیارات بڑھے اسی نسبت سے اسکے مظالم میں ترقی ہوگئی۔ اس کا طریقۂ تحصیل محاصل لوٹ کھسوٹ مار دھاڑ اور تعدی تھا۔ ڈوگروں سے اس کو خاص نفرت تھی کیونکہ ان کی مدد سے اس کا باپ ملک سے نکالا گیا تھا لیکن کیا ہندو کیا مسلمان سب ہی اسکے تشدد سے نالاں تھے۔ اس کی زیر حمایت میں چوری اور رہزنی کو اس قدر تقویت ہوئی کہ اس کے چوروں کے گروہوں سے جو اپنے آقا کے ساتھ مال غنیمت کا حصہ بانٹ لیا کرتے تھے رعایائے سرکار انگریزی کا مال بھی محفوظ نہ رہا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ممدوٹ کے سب متموّل اور شریف آدمی اپنا وطن چھوڑ گئے۔ ایک زمانے میں یہ علاقہ بڑا زرخیز اور آباد تھا۔ اس میں کنوؤں کے علاوہ بہت سی نہریں آبپاشی کے لئے تھیں مگر اس وقت یہ سب ویران ہو گئے۔ قصبے اُجاڑ ہو گئے اور مزروعہ اراضیات پھر جنگل بننی شروع ہو گئیں +

آخر کار جزا کا وقت آ گیا۔ سرکار انگریزی نے اپنی مشہور پالسی کے مطابق ریاست کے اندرونی انتظامات میں ایک مُدت سے دخل دینا چھوڑ دیا تھا مگر معاملے ہی ایسے آ کر پڑے اور رعایا نے اپنے

ظالم رئیس کے خلاف یک زبان ہو کر ایسی شکایتیں کیں کہ سرکار کو دخل دینا ہی پڑا چنانچہ ۱۸۵۵ء میں ان الزامات کی نسبت جو نواب پر لگائے گئے تھے تحقیقات کی گئی اور ان کے سچے ثابت ہونے پر نواب کے اختیارات چھین لئے گئے اور اس کا علاقہ فیروز پور کے علاقے کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ نواب کی پنشن مقرر کر دی گئی اور وہ ۱۸۶۱ء تک لاہور میں سکونت پذیر رہا اس کے بعد وہ ماچھی واڑہ ضلع فیروز پور میں جا بسا جہاں ۱۸۶۳ء میں مرض سکتہ سے فوت ہو گیا۔

پھر یہ سوال پیش ہوا کہ اس کے بعد مسند نشین کون ہو جمال الدین خاں کا کوئی بیٹا یا اس کا بھائی جلال الدین؟ اپنے بھائی کی بدنظمی میں جلال الدین کا جو شجاع اور ذکی تھا اور کئی لڑائیوں میں خوب داد شجاعت دے چکا تھا کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۸۴۵ء میں گو یہ سرکار انگریزی کے خلاف رہا تھا مگر ۱۸۴۸ء میں جنگ ملتان کے موقع پر اس نے جنرل ایک صاحب بہادر کے اور بعد ازاں لمسڈن صاحب بہادر کے ماتحت اچھی خدمات کی تھیں جن کی وجہ سے اس وقت اس کی وفاداری بخوبی ثابت ہو چکی تھی۔ علاوہ ازیں غدر ۱۸۵۷ء میں اس نے سرکار سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا اور فیروز پور سے بہاولپور تک اونٹوں کی ایک ڈاک بٹھائی تھی جس کے سبب سے حکام نے اس وقت اس کے برتاؤ کی بہت تعریف کی تھی۔

ان جملہ خدمات کا خیال کر کے ۱۸۶۴ء میں حضور گورنر جنرل بہادر نے باجلاس کونسل مرحوم نواب کے بھائی جلال الدین کو ممدوٹ کا رئیس قرار دیا اور جمال الدین کے بیٹوں کو محروم کر کے یہ حکم دیا کہ

وراثت کے قواعد خلعت اکبری کے مطابق جلال الدین کی نرینہ اولاد میں سے جانشین ہوا کرے۔ جلال الدین کو نواب کا خطاب بھی عطا کیا گیا جس کی نسبت یہ قرار پایا کہ باقاعدہ جانشینی کے موقع پر بڑے لڑکے کو ملتا رہیگا اور اسے ممدوٹ واپس آکر رہنے کی اجازت بھی مل گئی۔ ۱۸۶۴ء میں اسے مجسٹریٹی اختیارات دیئے گئے۔ ۱۸۷۵ء میں اس کا انتقال ہوا اسکی جگہ اس کا بیٹا نظام الدین خاں جانشین ہوا جس کی نابالغی کے زمانے میں جاگیر کا انتظام کورٹ آف وارڈز کی حیثیت میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر فیروزپور کے سپرد رہا۔ آبپاشی کے لئے ضروری انہار کے اجرا سے ریاست کی آمدنی کے ذرائع بہت بڑھ گئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سالانہ آمدنی ۵۲۰۰۰ روپیہ سالانہ سے بڑھکر ۱،۳۰،۰۰۰ روپیہ سالانہ ہوگئی۔ موجودہ قصبہ جلال آباد ایسے موقع پر جس کی آب و ہوا صحت بخش ہے اور جو پرانے دارالخلافہ ممدوٹ سے جس کا کچھ حصہ دریا برد ہوگیا تھا قریباً بیس میل دور ہے آباد کیا گیا۔ اور اس کا یہ نام جلال الدین کے نام پر رکھا گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جاگیر بڑی زرریز حالت میں نواب کے حوالے کی گئی تھی مگر ۱۸۸۳ء کے بعد جب کہ نواب سن بلوغ کو پہنچا اس کی حالت بہت اچھی نہ رہی اور نواب قرضدار ہوگیا۔ ۱۸۸۵ء میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی طرف سے اسے پنجاب کے دوسرے رسالہ کا لفٹنٹ بنایا گیا۔ اسے گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا بڑا شوق تھا جس کے لئے حضور وائسرائے بالقابہ نے اپنے دست مبارک سے اسے ایک خاص ڈپلومہ عنایت کیا۔ اس کی بڑی قرضداری کی حالت میں ۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا اور اس کا معصوم لڑکا غلام قطب الدین خاں موجودہ نواب جانشین ہوا جو ۱۸۸۹ء میں پیدا

ہوا اور اب ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے۔ اس کی منگنی سر امیر الدین خاں نواب لوہارو کی ایک لڑکی سے ہوئی ہے +

نوعمر نواب کی لمبی نابالغی کی وجہ سے جاگیر میں جو دوسری دفعہ کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں آئی ہے بہت سی ترقی ہو گئی ہے۔ مرحوم نواب کے ۳۵،۴۴،۷۰ روپیہ کے قرضے بالکل صاف ہو گئے ہیں۔ اور ۸،۰۷،۵۰۰ روپیہ کے پرامیسری نوٹ خرید لئے گئے ہیں علاوہ ازیں ریاست کے لئے بہت سی مفید عمارات تعمیر کرائی گئی ہیں اور زمینیں خرید کر ایزادی کی گئی ہے +

جاگیر کے نئے دارالخلافہ جلال آباد کا اب ریلوے سٹیشن ہے جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کی شاخ مکلیوڈ گنج پر ہے اور اس طرح سے دارالخلافہ مذکور کا جو اب سرعت کے ساتھ تجارتی شہر ہوتا جاتا ہے کراچی سے براہ راست تعلق ہو گیا ہے +

جمال الدین خاں کے لڑکے خان بہادر خاں اور محمد خاں اپنی حین حیات میں علے الترتیب ۶۰۰ اور ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ کے وظیفے لیتے رہے۔ اور اب یہی وظیفے ان کی بیوگان کے نام جاری ہیں۔ خان بہادر خاں کا سب سے بڑا لڑکا شاہنواز خاں نظام حیدر آباد کے کرمنل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہے +

نوعمر نواب سن بلوغ کو پہنچ کر ضلع فیروزپور کی سب سے پہلی درباری کرسی حاصل کریگا +

وراثت کے قواعد خلعت اکبری کے مطابق جلال الدین کی نرینہ اولاد میں سے جانشین ہوا کرے۔ جلال الدین کو نواب کا خطاب بھی عطا کیا گیا جس کی نسبت یہ قرار پایا کہ باقاعدہ جانشینی کے موقع پر بڑے لڑکے کو ملتا رہیگا اور اسے ممدوٹ واپس آکر رہنے کی اجازت بھی مل گئی ۱۸۶۰ء میں اسے مجسٹریٹی اختیارات دیئے گئے۔ ۱۸۷۵ء میں اس کا انتقال ہوا اسکی جگہ اس کا بیٹا نظام الدین خاں جانشین ہوا جس کی نابالغی کے زمانے میں جاگیر کا انتظام کورٹ آف وارڈز کی حیثیت میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر فیروزپور کے سپرد رہا۔ آبپاشی کے لئے ضروری انہار کے اجرا سے ریاست کی آمدنی کے ذرائع بہت بڑھ گئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سالانہ آمدنی ۵۲۰۰۰ روپیہ سالانہ سے بڑھکر ۱،۳۰،۰۰۰ روپیہ سالانہ ہوگئی۔ موجودہ قصبۂ جلال آباد ایسے موقع پر جس کی آب و ہوا صحت بخش ہے اور جو پرانے دار الخلافہ ممدوٹ سے جس کا کچھ حصہ دریا برد ہوگیا تھا قریباً بیس میل دُور ہے آباد کیا گیا۔ اور اس کا یہ نام جلال الدین کے نام پر رکھا گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جاگیر بڑی زرریز حالت میں نواب کے حوالے کی گئی تھی مگر ۱۸۸۳ء کے بعد جب کہ نواب سن بلوغ کو پہنچا اس کی حالت بہت اچھی نہ رہی اور نواب قرضدار ہوگیا۔ ۱۸۸۵ء میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی طرف سے اسے پنجاب کے دوسرے رسالہ کا لفٹنٹ بنایا گیا۔ اسے گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا بڑا شوق تھا جس کے لئے حضور وائسرائے بالقابہ نے اپنے دست مبارک سے اسے ایک خاص ڈپلومہ عنایت کیا۔ اس کا بڑی قرضداری کی حالت میں ۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا اور اس کا معصوم لڑکا غلام قطب الدین خاں موجودہ نواب جانشین ہوا جو ۱۸۸۹ء میں پیدا

ہوا اور اب ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے۔ اس کی منگنی سر امیرالدین خاں نواب لوہارو کی ایک لڑکی سے ہوئی ہے +

نوعمر نواب کی لمبی نابالغی کی وجہ سے جاگیر میں جو دوسری دفعہ کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں آئی ہے بہت سی ترقی ہو گئی ہے۔ مرحوم نواب کے ۳۵,۴۴۰ روپیہ کے قرضے بالکل صاف ہو گئے ہیں اور ۸۰,۵۰۰ روپیہ کے پرامیسری نوٹ خرید لئے گئے ہیں علاوہ ازیں ریاست کے لئے بہت سی مفید عمارات تعمیر کرائی گئی ہیں اور زمینیں خرید کر ایزادی کی گئی ہے +

جاگیر کے نئے دارالخلافہ جلال آباد کا اب ریلوے سٹیشن ہے جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کی شاخ مکلیوڈ گنج پر ہے اور اس طرح سے دارالخلافہ مذکور کا جو اب سرعت کے ساتھ تجارتی شہر ہوتا جاتا ہے کراچی سے براہ راست تعلق ہو گیا ہے +

جلال الدین خاں کے لڑکے خان بہادر خاں اور محمد خاں اپنی حین حیات میں علے الترتیب ۶۰۰ اور ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ کے وظیفے لیتے رہے۔ اور اب بھی وظیفے ان کی بیوگان کے نام جاری ہیں خان بہادر خاں کا سب سے بڑا لڑکا شاہنواز خاں نظام حیدر آباد کے کریمنل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہے +

نوعمر نواب سن بلوغ کو پہنچ کر ضلع فیروزپور کی سب سے پہلی درباری کرسی حاصل کریگا +

# گورو بشن سنگھ رئیس گورو ہر سہائے

**گورو جیون مل**

(۱) گورو ہر سہائے — (۲) گورو بخش سنگھ (اولاد موجود ہے) — رام سنگھ (اولاد موجود ہے) — گورو دیال سنگھ

گورو ہر سہائے کے بیٹے: (۱) گورو اجیت سنگھ (وفات ۱۸۱۳ء) — (۲) ندھان سنگھ (اولاد موجود ہے)

گورو اجیت سنگھ کے بیٹے: (۱) گورو امیر سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء) — (۲) پہاڑ سنگھ (اولاد موجود ہے) — (۳) بادشاہ سنگھ

گورو امیر سنگھ کے بیٹے: (۱) گورو گلاب سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء) — (۲) کاہن سنگھ — (۳) کرم سنگھ — (۴) عطر سنگھ — (۵) فتح سنگھ — (۶) جیمل سنگھ — (۷) پنجاب سنگھ (اولاد موجود ہے)

گورو گلاب سنگھ کے بیٹے: گورو فتح سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)

گورو فتح سنگھ کے بیٹے: (۱) گورو بشن سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء) — (۲) گورو اوتار سنگھ (وفات ۱۸۵۱ء) — (۳) گورو قبول سنگھ (وفات ۱۸۸۳ء)

گورو بشن سنگھ کے بیٹے: (۱) نرندر سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء) — (۲) نونہال سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء) — (۳) شمشیر سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) — (۴) جسونت سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — (۵) سادھو سنگھ المعروف کرم سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

گورو اوتار سنگھ کے بیٹے: (۱) ہربنس سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — (۲) امر سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء)

قریباً ایک سو سال کا عرصہ ہوا کہ تحصیل مکتسر میں ایک قطعہ اراضی اقوام براڑ اور ڈوگر کی اراضیات کی حد پر بنجر پڑا ہوا تھا جسکے قبضے کی بابت دونوں میں لڑائی جھگڑے رہا کرتے تھے۔ اس قطعہ پر ایک شخص جیون مل نامی نے جو سوڈھی تھا اور مشہور و معروف سری گورو رام داس جی

کی ساتویں پشت میں تھا آکر اپنا خیمہ گاڑ دیا اس شخص کو اپنے وطن یعنی موضع محمد پور نزد چونیاں ضلع لاہور سے ایک کاروار نے جو احمد شاہ کی طرف سے اس علاقہ پر متعین تھا نکال دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جیون مل نے اپنے حریف مذہب کے خلاف مذہبی جوش دکھا کر اپنے آپ کو قابل نفرت بنا لیا تھا مگر سلطان نامی رئیس ڈوگر نے اسے پناہ دی اور یہ یقین کر کے کہ اس کی موجودگی سے براڑ لوگ حملے کرنے سے بہت کچھ باز آجائینگے اور دونوں قوموں کے جھگڑے مٹ جائینگے اسے وہیں رہنے کا حوصلہ دیا اور براڑ لوگوں نے بھی اسے اپنے مذہب کا پروہت جانکر اس پر مہربانی کی۔ اس طرح پر جیون مل نے اس قطعہ میں بلا مزاحمت غیرے کئی گاؤں آباد کئے اور اس نے اپنے علاقے کی سرحد اس طرح سے مقرر کی کہ ایک روز صبح کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر جو جو اراضیات پسند آئیں ان کے گرد چکر لگایا اور جہاں جہاں اس کے گھوڑے کے سموں کے نشان پڑے وہیں سرحد کے نشان قرار دئے۔ اس نے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے نام پر اس علاقہ کا نام گورو ہر سہائے رکھا اور یہی انجام کار اپنے باپ کی جگہ اس خاندان کا بزرگ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیون مل نے آخرکار احمد شاہ سے دوستی کر لی تھی کیونکہ شاہ ممدوح نے اسکی اراضیات کی مالگزاری معاف کر دی تھی اور جب مسلمان حکمران پنجاب کے اس علاقے سے چلے گئے تو رنجیت سنگھ نے بھی اس عطیہ کو قائم رکھا۔ بشن سنگھ کے دادا گورو گلاب سنگھ کے زمانے میں اس جاگیر کے ان مواضعات کی سالانہ آمدنی جو علاقہ چونیاں میں واقع تھے ۷۴۰ ۲ روپیہ سالانہ تشخیص ہوئی تھی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے دوران میں اس خاندان کا مذہبی رسوخ بہت زیادہ رہا اور بہت سے سوڈھیاں ہرسہائی دربار لاہور کے ملازم تھے اور جب کبھی سرحد کی کسی لڑائی کے موقع پر فوج کے سپاہیوں کو اعلے درجے کی دلیری دلانی ہوتی تھی یہ فوج کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔ ایسے سفر کرنے میں ان کو مغربی پنجاب کے بکھرے ہوئے خاندانوں میں سے بہت سے آدمیوں کو اپنا چیلہ بنا لینے کا موقع مل گیا اور بہت تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ نہ صرف ان کے علاقے کے قریب کے بہت سے سکھ ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے بلکہ راولپنڈی۔ پشاور۔ کوہاٹ اور ڈیرہ جات والے ان کو مانتے تھے۔ ۱۸۶۹ء میں گورو گلاب سنگھ کی وفات پر اسکے جانشین فتح سنگھ کے نام خاندانی جاگیر کا صرف دو تہائی حصہ اسکی حین حیات کے لئے رہنے دیا گیا۔ بدقسمتی سے یہ اپنے ہی لڑکوں کے ساتھ جھگڑوں میں مبتلا ہوگیا اور اس کے وقت میں خاندان کا بہت سا اقتدار کم ہوگیا۔ مزید براں اس کی اپنے سب سے بڑے لڑکے بشن سنگھ سے بھی بگڑی ہوئی تھی جس کے ساتھ عداوت ظاہر کرنے کی خاطر اس نے اپنی جائداد اور گدی اپنے چھوٹے بیٹے قبول سنگھ کے نام کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مقدمہ شروع ہوگیا جس میں گورو بشن سنگھ کامیاب ہوا مگر مقدمہ بازی کے خرچ کی وجہ سے جائداد زیر بار ہوگئی۔ ۱۸۷۹ء میں فتح سنگھ کی وفات پر خاندان کی جاگیر عارضی طور پر ضبط کر لی گئی اور ۱۸۸۵ء میں گورنمنٹ عالیہ کی سند کے رو سے گورو بشن سنگھ کو پھر عطا کی گئی۔

گورو گلاب سنگھ اور فتح سنگھ دونوں کو اپنی اپنی جاگیروں کے حدود کے اندر عمل میں لانے کے لئے مجسٹریٹی اختیارات ملے ہوئے

تھے مگر یہ حقوق موجودہ بزرگ خاندان کو نہیں دئے گئے کیونکہ ۱۸۹۶ء
میں اس کی اپنی درخواست پر مان لیا گیا تھا کہ یہ اپنی جائداد کا انتظام نہیں
کرسکتا اور وہ اس وجہ سے کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کردی گئی۔
گورو نے ایک لاکھ روپیہ قرضہ لیکر اس مقدمہ میں لگایا جو اس نے اپنے
بھائی قبول سنگھ پر کیا تھا اور اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام سے
نہ صرف یہ اور دوسرے قرضے بالکل صاف ہوگئے ہیں بلکہ جائداد میں اتنی
ترقی ہوئی ہے کہ اس کی آمدنی اب ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہوگئی
ہے۔اس خاندان کے قبضے میں تحصیل مکتسر کے ۹ مواضعات کی قریباً
۲۴۰۰ ایکڑ اراضی ہے۔گورو کی پہلی عورت کا ایک ہی لڑکا پندرہ
سال کی عمر میں فوت ہوگیا جس پر اس نے امرتسر کے ایک کھتری کی
لڑکی سے دوسری شادی کی جس سے کئی لڑکے ہوئے۔گورو پراونشل
درباری ہے۔اور اس کے سب سے بڑے پس ماندہ لڑکے جسونت سنگھ
کی منگنی مرحوم بابا سر کھیم سنگھ بیدی کے۔سی۔آئی۔ای کی ایک لڑکی
سے ہوئی ہے +

گورو نے اپنے بھائی اوتار سنگھ کو اراضیات آبادی کے علاوہ
ساری جائداد کا نصف حصہ اس کی حین حیات کے لئے دیا اور دونوں
بھائیوں نے مل کر ایک گاؤں اپنی بہن کے لڑکے ہیرا سنگھ کو نسلاً بعد نسلٍ
دیا ہوا ہے +

گورو بشن سنگھ خاندان کا سرکردہ ہونے کی حیثیت سے ایک متبرک پوتھی
اور مالا کا جو درحقیقت سری گورو نانک جی کی تھی محافظ ہے۔یہ دونوں بڑی
توقیر کی چیزیں ہیں جن کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز سے آتے ہیں +

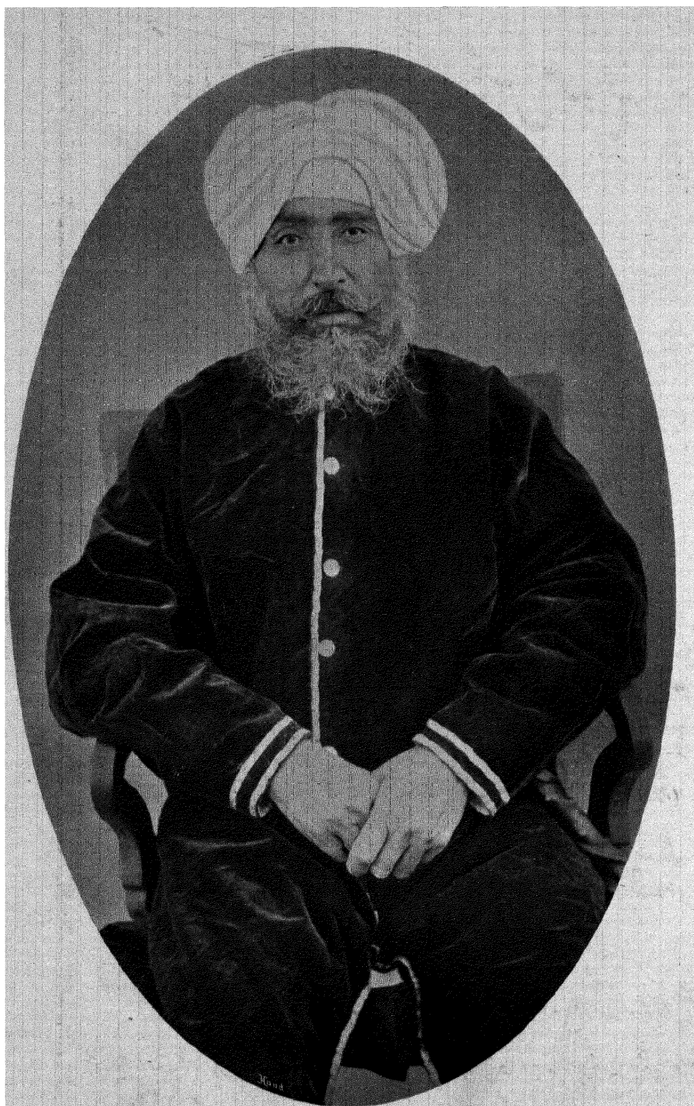
# بھائی زبر جنگ سنگھ رئیس جھونبہ

---

بھائی بڈھا سنگھ (وفات ۱۷۷۴ء)
- ۱ بھائی ٹیک سنگھ (وفات ۱۷۹۴ء)
  - بھائی رام سنگھ
    - بھائی فوجدار سنگھ (وفات ۱۸۲۲ء)
      - ۱ بھائی مہر سنگھ (وفات ۱۸۴۱ء)
        - ۱ بھائی رن جنگ سنگھ (وفات ۱۸۴۹ء)
        - ۲ بھائی فتح جنگ سنگھ (وفات ۱۸۴۷ء)
        - ۳ بھائی زبر جنگ سنگھ (ولادت ۱۸۳۸ء)
          - ۱ بھائی شب شام سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء)
            - ۱ بھائی جوالا سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء)
            - ۲ بھائی شیر سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)
            - ۳ سری رام سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)
            - ۴ نرندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)
          - ۲ بھائی کول سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
            - بھائی کشن سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
      - ۲ بھائی گھمنڈا سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء)
        - بھائی ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۵۰ء)
          - بھائی شیو سرن سنگھ (ولادت ۱۸۷۷ء)
- ۲ دو دیگر فرزندان

---

بھائی زبر جنگ سنگھ اسی نسل کا برار سدھو جاٹ سکھ ہے جس نسل کا ریاست فرید کوٹ کا فرمانروا خاندان ہے۔ بھائی زبر جنگ سنگھ موضع جھونبہ تحصیل مکتسر میں رہتا ہے اور پانچ مواضعات میں اس کی دوامی جاگیر ہے جس کی آمدنی بعد منہائی ذاتی معاوضۂ خدمات ۶۶۸۳ روپیہ ہے۔ جاگیر کے علاوہ اسے قریباً ۹۰۰ روپیہ سالانہ کی اور آمدنی بھی



بھائی زبر جنگ سنگھ رئیس جونبہ

Bhai Zaharjang Singh of Jumba.

ہے۔ یہ ضلع فیروزپور کے اُن درباریوں میں سے ہے جن کی کرسیاں ضلع میں پہلی ہیں اور عدالت ہائے دیوانی میں بذات خود حاضر ہونے سے مستثنیٰ ہے۔ یہ ۱۸۹۰ء سے لیکر ۱۹۰۶ء تک یعنی مستعفی ہو جانے کے وقت تک آنریری مجسٹریٹ رہا *

خاندان کے بانی بھائی بڈھا سنگھ نے ۱۷۶۲ء میں سکھ مسلوں کے اس گروہ میں شرکت کی جس نے سرہند پر حملہ کر کے اسے مسلمان ناظم زین خاں سے جو اس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ چھین لیا فتح یاب ہوں میں مال غنیمت اسی نسبت سے تقسیم ہوا جس نسبت سے اُنہوں نے لڑائی میں امداد دی اور بڈھا سنگھ نے اپنے حصے میں سرہند کے گاؤں کی اراضیات۔ ایک شتری توپ اور ایک سو پندرہ توڑے دار بندوقیں حاصل کیں *

اس کے بعد وہ جھونبہ میں واپس آگیا اور تھوڑی مدت بعد اس نے علاقۂ بوہڑ کے اٹھائیس مواضعات پر قبضہ کر لیا۔ پھر یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ رئیس کوٹ کپورہ اور بھائی دیسا سنگھ کے ساتھ بھاک بودلا کے تاخت وتاراج میں شامل ہوا جو فتح کرنے کے بعد فاتحان نے معمولی طریق سے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس میں سے بڈھا سنگھ کو آٹھواں حصہ ملا۔ بڈھا سنگھ اپنی عمر کے چونتیس سال جنگ وجدل میں بسر کرنے کے بعد جس میں اس نے ۸۰۰۰۰ روپیہ مالیہ آمدنی کی اراضیات حاصل کریں کینتھل میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا ٹیک سنگھ خاندان کی اراضیات کو جو اس کا باپ اس کے واسطے چھوڑ گیا تھا بڑھانے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا۔ ٹیک سنگھ

کے بھتیجے رام سنگھ نے مہاراجہ پٹیالہ کے ساتھ سرہند کی اراضیات کا
علاقۂ آدم پور کے بارہ مواضعات کے ساتھ تبادلہ کرلیا۔ اسکے جانشین
فوجدار سنگھ کے زمانے میں مقبوضاتِ بابرپور اُس جھگڑے میں ہاتھ
سے جاتے رہے جو راجہ نابھہ کے ساتھ ہوا۔ فوجدار سنگھ کے بعد مہر سنگھ
جانشین ہوا۔ اُس نے مہاراجہ کرم سنگھ والئِ پٹیالہ سے علاقۂ جھونبہ
کے پانچ مواضعات اراضیاتِ بوڑھہ کے تبادلے میں حاصل کئے
مگر تفصیل کے بارے میں ایک جھگڑا ہوگیا جس پر مہاراجہ نے قبضہ
لینے سے انکار کیا اور لڑائی ہو پڑی اس میں مہر سنگھ مغلوب ہو گیا
اس نے اپنے آپ کو بلا توقف ایجنٹ گورنر جنرل انبالہ کی حفاظت
میں دیدیا جس نے مقدمہ مذکور کا اس کے حق میں فیصلہ کیا اور مواضعات
برابر دے دئے گئے۔ ۱۸۳۸ء میں جبکہ ملک پر سرکار انگریزی نے
قبضہ کرلیا تھا تو مہر سنگھ اور کندھا سنگھ دونوں بھائیوں نے جائداد
آپس میں تقسیم کرلی۔ اول الذکر نے مواضعاتِ جھونبہ۔ حسانا۔ باہو جھتری
پیوری اور گھگھر۔ بھاؤ بیاں کے نصف اور باہک بودلہ کے ایک
حصے کے ساتھ حاصل کئے۔ مہر سنگھ ۱۸۴۱ء میں فوت ہوا۔ یہ بھی
خیال کیا جاتا ہے کہ اس کو اس کے سالوں نے جن کی خواہش
یہ تھی کہ اس کے لڑکوں کی نابالغی کے زمانے میں ریاست کا انتظام
خود کریں اسے زہر دیدیا۔ اُس کی وفات کے بعد یہی اسکی جائداد
کے منتظم مقرر ہوئے مگر کاشتکاروں پر ظلم کرکے وہ سب لوگوں کی
نظروں میں ایسے حقیر ہوگئے کہ متوفی کے بھائی کندھا سنگھ نے
لوگوں کی رضامندی سے ان پر حملہ کرکے قتل کردیا۔ اس جرم کی

سزا میں خاندان کی ساری جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور کندھا سنگھ اور اُس کے رشتہ داروں کے لئے تھوڑی پنشنیں مقرر کر دی گئیں۔ ۱۸۵۵ء میں بورڈ آف ایڈمنسٹریشن نے اس حکم کی نظرثانی کی اور جس کی رو سے بھائی زبرجنگ سنگھ کو اپنے باپ کی جھونبہ۔ گھگھر اور باہک بودلہ کے ایک حصّے کی جاگیر پھر مل گئی۔ خاندان کی تین عورتوں کو حسنا۔ بابوخورد اور بابو کلاں کی جاگیریں اس شرط پر دی گئیں کہ ان کی وفات کے بعد بھائی زبرجنگ سنگھ کو مل جائینگی۔ بھائی زبرجنگ سنگھ کا بڑا بیٹا بھائی شب شام سنگھ ۱۸۹۳ء میں آنریری مجسٹریٹ اور ۱۸۹۵ء میں آنریری سول جج بنایا گیا ؎

# سوڈھی اجیت سنگھ رئیس ٹبڑ

## گورو کول صاحب

گورو بنالی داس

نربھو سنگھ (لاولد فوت ہوا) — گورو ابھے رام

گورو جسپت سنگھ

گورو دیدار سنگھ (اسکی اولاد سنگت پورہ واقع ریاست پٹیالہ میں رہتی ہے) — گورو بشن سنگھ (وفات ۱۸۲۹ء)

گورو جواہر سنگھ وفات ۱۸۳۲ء — جگت سنگھ — بھگت سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)

صاحب سنگھ وفات ۱۸۹۰ء — مہتاب سنگھ وفات ۱۸۸۱ء — گلاب سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء) — سردار بہادر مان سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء) — خزان سنگھ (وفات ۱۸۸۳ء) — اتم سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء) — راجندر سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — اندر سنگھ (وفات ۱۹۰۹ء)

جوالا سنگھ (۱۸۶۹ء میں لاولد فوت ہوا) — بلونت سنگھ (۱۸۷۱ء میں لاولد فوت ہوا) — رنجیت سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء) — سندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ہرچرن سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — گورچرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — رچھپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — کرپال سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء)

شمشیر سنگھ — کشن سنگھ — سورجن سنگھ (۱۹۰۲ء میں لاولد فوت ہوا) — سروپ سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — جسمیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — اجیت سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — سادھو سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

گوپال سنگھ — دیر سنگھ — ہرنام سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

گوبخش سنگھ — گوردیال سنگھ

گوربنس سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء) — رگھبنس سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء) — بلبیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — رنبیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء)

گوردت سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء) — موہر سنگھ — موتی سنگھ — جاگیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — پورن سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء) — دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ترلوچن سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — نرنجن سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — کلدیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)

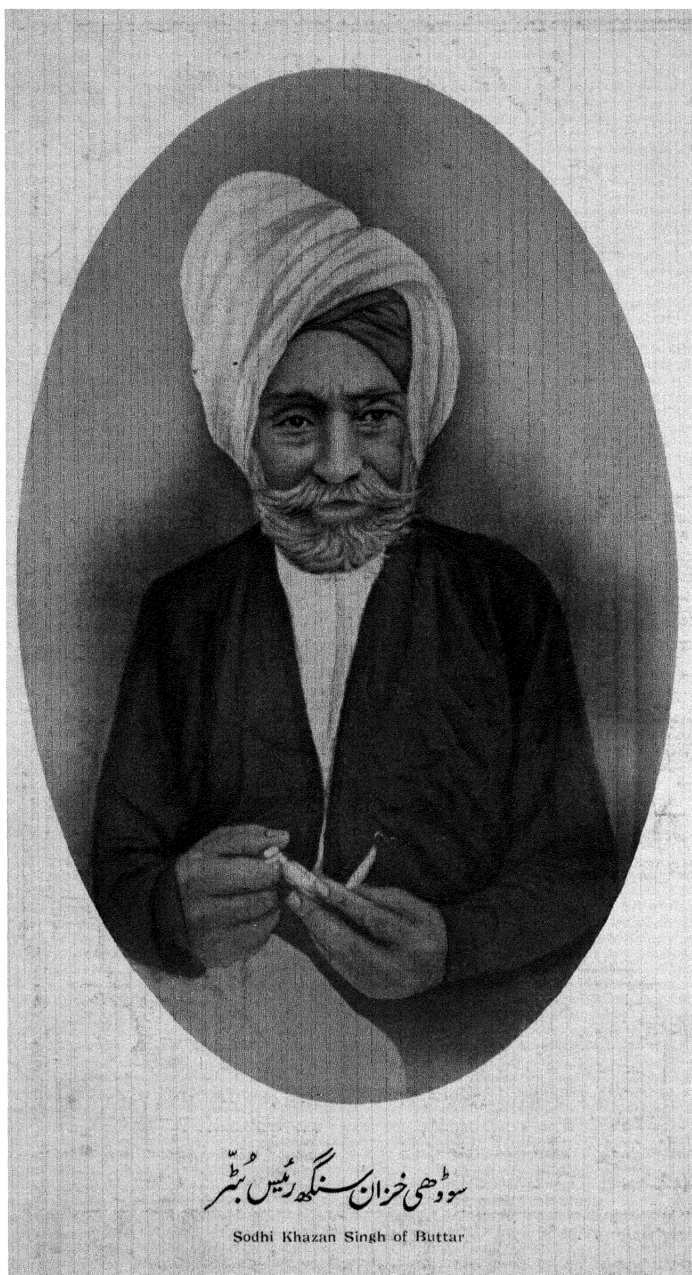
بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۹۰ء) — رام سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — کرتار سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء) — کشن سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)

دیوا سنگھ — رائے بہادر سوڈھی حکم سنگھ دیوان بہادر (ولادت ۱۸۴۶ء) — ہیرا سنگھ — ہرنام سنگھ — مال سنگھ (۱۸۹۶ء میں لاولد فوت ہوا)

گوردیال سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء) — نونہال سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء) — لال سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — جاگیر سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء) — وزیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — بلبیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)

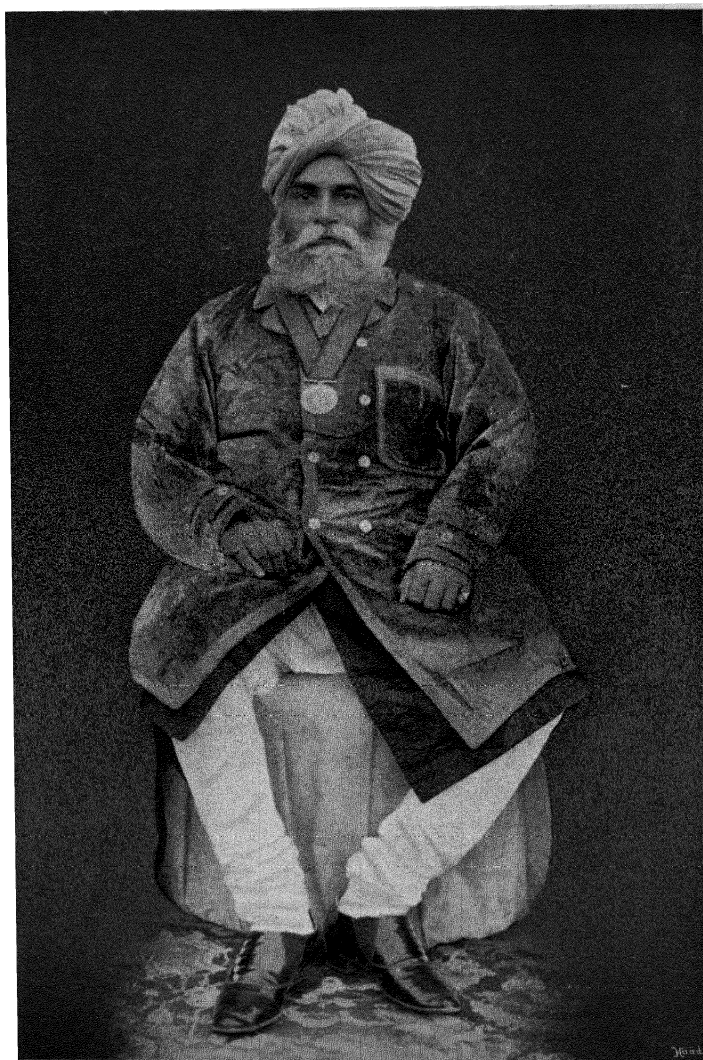
راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۵۴ء) — پورن سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) — ایشر سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء) — گوروت سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء) — ہرچرن سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)

گنگا سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — مل سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء) — ٹل سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — نونہال سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ہربنس سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ہرچرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) — گوردیال سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)



سوڈھی خزان سنگھ رئیس بُٹّر

Sodhi Khazan Singh of Buttar



رائے بہادر سوڈھی حکم سنگھ دیوان بہادر رئیس فیروز پور

Rai Bahadur Sodhi Hukam Singh, Diwan Bahadur of Firozpur.

بُٹر سوڈھیان گورو مہربان کھتری کی اولاد سے ہیں جو چوتھے سری گورو رامداس جی کا پوتا اور چھٹے سری گورو ارجن جی کا چچا تھا جن کی نسل سے انند پور اور کرتار پور کے سوڈھیوں کی شاخیں نکلی ہیں۔ موگا۔ سوڈھی والا اور رچوگان وان کے سوڈھی پرتھی چند کے سب سے چھوٹے بیٹے چاند سین کی جو گورو مہربان کا باپ تھا اولاد ہیں۔ یہ خاندان گوروؤں کے زمانے میں جو موضع دھلواں اور کوٹھا گورو واقعہ ریاست پٹیالہ کا بانی تھا بارسوخ ہوا۔ یہ مقبوضات گورو اور بھائی رام نے جو رئیسان پٹیالہ اور نابھہ کا مشیر رازدار تھا ابزاد کئے اس نے گر کوٹ آباد کیا اور موضع دلا رام اسی نام کے دیوان سے عطیہ کے طور پر حاصل کیا۔ اس کا پڑپوتا جواہر سنگھ گزشتہ صدی میں مقتدر آدمی تھا وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دیوان محکم چند کے ساتھ اس رخ ستلج کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے الحاق کرنے میں ملا ہوا تھا۔ ان دونوں نے زیرا۔ مدکی۔ کوٹ کپورا۔ بدھنی اور چوہار چک پر قبضہ کر لیا۔ آخر الذکر علاقہ جواہر سنگھ کو عطا کیا گیا تھا اس نے سیبیاں۔ ساہو اور بُرجی آباد کئے اور کالیکی حاصل کیا۔ ۱۸۰۸ء میں مناواں تحصیل زیرا کے مواضعات اور دسوہنج تحصیل موگا مہاراجہ نے تارا سنگھ گھیبے سے لیکر جواہر سنگھ کو بہت سی لڑائیوں میں جن میں ملتان اور پشاور کی لڑائی بھی شامل ہے خدمات کرنے کے عوض دیدئے۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے اسے رکھر کی والا اور رنتھے والا کا نصف حصہ دیا۔ اسکے بھائی جگت سنگھ اور بھگت سنگھ چوہڑ چک جاگیر کے لینے میں جواہر سنگھ کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ان کی اولاد کے قبضے میں اب موضع بُٹر ہے۔ اُس گرد و نواح

ہیں سوڈھیوں کے پاس اب یہی کچھ رہ گیا ہے۔ جواہر سنگھ کے بیٹے صاحب سنگھ اور گلاب سنگھ ستلج کی لڑائی کے موقع پر سرکار انگریزی کے ساتھ شریک رہے اور ان کو مفصلۂ ذیل مواضعات پر مستقل قبضہ عطا کیا گیا :-

دھلواں - برج سرائے - گوروکوٹ اور کھرکی والے کا نصف جو تمام فرید کوٹ یا پٹیالہ میں واقع ہیں صاحب سنگھ کو دئے گئے ؛

مناواں تحصیل زیرا دوساہنج - کالیکی - سیبیاں - ساہو کی تحصیل موگا اور باہیل پور ضلع انبالہ گلاب سنگھ کو ؛

رسول پور ضلع ہوشیار پور صاحب سنگھ کے لڑکوں کے نام تاحین حیات واگزار کیا گیا موضع ولارام کا نصف حصہ گلاب سنگھ کے نام اور نصف خاندان کی شاخ مُبٹر کے نام سری گوروبشن سنگھ جی کی سمادھ کے اخراجات کے لئے ملا - اور ماہتاب سنگھ نے اپنا حصہ خاندان کے اُن مقبوضات سے لیا جو ریاست نابھہ میں واقع ہیں۔ ۱۸۵۳ء میں صاحب سنگھ کے لڑکوں نے موضع چوٹیا تحصیل موگا کی مالکی پہلے مالکوں کے جمع شدہ مالیہ کا بقایا ادا کر کے حاصل کی۔ ایام غدر میں ان کا برتاؤ سرکار انگریزی سے اچھا رہا اور نمک حلالی کے صلے میں انہوں نے خلعت حاصل کئے ؛

۱۸۶۹ء میں گلاب سنگھ کی وفات پر اُسکی جاگیر ضبط ہوگئی ؛

رام سنگھ رئیس دھلواں کا لڑکا سوڈھی حکم سنگھ ۱۸۶۶ء میں ملازمت میں داخل ہوگیا۔ ۱۸۷۰ء میں یہ پنجاب گورنمنٹ کا میر منشی ہو کر اس عہدے پر ۱۲ سال تک رہا۔ ۱۸۸۳ء میں اسے سبارڈینیٹ جج مقرر کیا گیا اور بعد ازاں اسے خدمات کے لئے بیکانیر بھیجا گیا جہاں یہ مہاراجہ کی

نابالغی کے زمانے میں کونسل ریجینسی کا وائس پریزیڈنٹ ہوگیا۔ اُن خدمات کے عوض جو اس نے بیکانیر میں کیں اسے ۱۸۹۳ء میں رائے بہادر اور ۱۸۹۶ء میں دیوان بہادر بنایا گیا۔ یہ پراونشل درباری ہے۔ اور اپنی جدی جائداد کے علاوہ ۱۶۰۰ ایکڑ زمین واقع موضع بھٹیاں والا ضلع لاہور کا بھی مالک ہے اسکی جاگیر کا حصہ قریباً ۹۰۰ روپیہ اور اس کی اراضیات کی آمدنی ۸۰۰۰ روپیہ ہے ٭

سوڈھی جگت سنگھ کا بڑا بیٹا سوڈھی مان سنگھ الحاق کے بعد کچھ عرصے کے لئے پولیس میں ملازم رہا۔ ایّام غدر میں اس نے رسد رسانی اور باربرداری کے انتظامات میں سرکار کی امداد کی اور ۱۸۷۲ء میں جب کوکوں نے مالیر کوٹلے میں بلوہ کیا اُس وقت اس نے پھر نمایاں خدمات کیں۔ یہ آنریری مجسٹریٹ اور سول جج تھا اور نہایت جفاکش اور مستعد افسر مشہور تھا۔ وہ اپنی تحصیل میں سب رجسٹرار کا کام بھی کرتا رہا ۱۸۷۳ء میں اس کا نام حضور وائسرائے کے درباریوں کی فہرست میں درج کیا گیا اور پانچ سال بعد پورے مجسٹریٹی اختیارات کے ساتھ آنریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا۔ اُسکو خدمات کے صلے میں تین موقع پر عام درباروں میں بیش قیمت خلعت مرحمت ہوئے۔ ۱۸۸۲ء میں سوار بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۸۹۱ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کے دوسرے بھائی سوڈھی خزان سنگھ نے جاگیر کا بارھواں حصہ سرداری میں حاصل کیا۔ خزان سنگھ کی اور آمدنی کے ذریعے اُسکی اپنی جاگیر اور ذاتی جائداد ہیں جو تحصیلہائے موگا اور مکتسر میں واقع ہیں۔ یہ سنہ ۱۹۰۰ء کے قریب اپنے آنریری مجسٹریٹی کے عہدے سے مستعفی ہوا۔ یہ ڈویژنل درباری ہے۔ سوڈھی مان سنگھ کا ایک اور بھائی

اُتم سنگھ تحصیلدار تھا مگر پنشن لینے کے وقت اسے گھٹا کر نائب تحصیلدار کر دیا گیا تھا ٭

بھگت سنگھ کا بیٹا سوڈھی راجندر سنگھ دسمبر ۱۹۰۸ء میں فرید کوٹ میں یکایک فوت ہو گیا۔ وہ بھاگا پُرانا تحصیل موگا کے گرد و نواح کے حلقۂ مواضعات کا جہاں وہ رہا کرتا تھا آنریری مجسٹریٹ تھا اور ہمیشہ وفادارانہ خدمات کرنے میں مستعد رہا کرتا تھا خاص طور پر اچھے گھرانے کے سکھوں کو سرکار انگریزی کی فوج میں نوکری کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ اُسکی جاگیر اور اراضیات کی آمدنی قریباً ۹۵۰۰ روپیہ تھی۔ اس کا بیٹا اجیت سنگھ تھوڑے عرصے تک نائب تحصیلدار رہ چکا ہے اب یہ خاندانِ بُٹر کی اپنی شاخ کا سرکردہ ہے اور اپنے باپ کی جگہ ڈویژنل درباری ہے۔ چونکہ اسکی درباری جگہ خاندان میں سب سے اونچی ہے اس لئے سوڈھی اجیت سنگھ کو سارے خاندان کا بھی بزرگ سمجھا جاتا ہے ٭

مرحوم سوڈھی اندر سنگھ کا بیٹا سوڈھی سادھو سنگھ اپنے ذاتی رسوخ۔ چالچلن اور تموّل کی وجہ سے شاید خاندان کا سب سے زیادہ مقتدر رکن ہے۔ اسکے قبضے میں قریباً ۱۰۰۰۰ گھماؤں اراضی ہے جسکی آمدنی قریباً ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ یہ ایک بینظیر زمیندار ہے اور لوگ اسکی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اس کا باپ آنریری مجسٹریٹ تھا ٭

متوفی سردار بہادر سوڈھی مان سنگھ اور اُسکے اَور چچیرے بھائی مکتسر تحصیل کے شمالی دو یا تین مواضعات کے مالک تھے اور اُن مواضعات کی اور نصف موضع بُٹر کی جاگیر اُنکے پاس تھی جو چار ہزار روپیہ سالانہ کی مالیت کی تھی یہ جاگیر سوڈھی جگت سنگھ کے لڑکوں کو حینِ حیات کے لئے دی گئی تھیں مگر انکی مرضی سے اس جاگیر کی آمدنی کا ½ حصہ سوڈھی بھگت سنگھ کے لڑکے لیتے رہے۔ اس عطیئے کا ½ حصہ علی الدوام ہے ٭

# سردار امر سنگھ رئیس منصور وال

## سامن سنگھ

- (۱) سا پہا سنگھ
  - فتح سنگھ
    - (۱) سردار دیوا سنگھ سی۔ ایس۔ آئی (وفات ۱۸۷۳ء)
      - (۱) کرپال سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)
      - (۲) ہربنس سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)
      - (۳) ایشر سنگھ (وفات ۱۸۶۵ء)
      - (۴) ارجن سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء)
      - (۵) امر سنگھ (ولادت ۱۸۵۶ء)
      - (۶) بخشیش سنگھ (وفات ۱۸۳۰ء)
    - (۲) سیوا سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)
    - (۳) پنجاب سنگھ (وفات ۱۸۷۰ء)
      - (۱) سنت سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء)
      - (۲) ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء)
        - ہرچند سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)
- (۲) دل سنگھ
  - (۱) ویر سنگھ
  - (۲) وزیر سنگھ
    - (۱) گوردت سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء)
      - (۱) ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء)
      - (۲) سوبھا سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)
    - (۲) ہردت سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)
      - دان سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء)

قریباً پانچسو سال کا عرصہ گزرا کہ ضلع فیروزپور میں راگ بنسی راجپوت نسل کا ایک جاٹ زمیندار گل نامی رہا کرتا تھا۔ وہ ضرور متمول آدمی ہوگا کیونکہ وہ دو بیویوں اور سات کنیزوں کا خوش نصیب مالک تھا۔ مگر باوجود عمر رسیدہ ہونے کے اسکے اولاد کوئی نہ تھی۔ آخرکار اُس کی ایک بیوی حاملہ ہوئی جس پر دوسری عورتیں یہ خیال کرکے کہ اُن کا مالک اُسی سے محبت کریگا جو لڑکا اور وارث جنیگی بڑی گھبرائیں۔ چنانچہ جب لڑکا پیدا ہوا تو ان عورتوں نے چرالیا اور جنگل میں بہت دُور لے جاکر رکھ دیا کہ مرجائے اور زچہ کے بستر سے پر ایک پتھر رکھ کے بیان کیا کہ اس نے

یہ جنا ہے۔ دوسرے دن اس خاندان کے بھاٹ نے جنگل میں پھرتے ہوئے حیرانگی سے دیکھا کہ ایک شیر جو اُس زمانے میں ستلج کے جنوبی حصے میں عام ہوتے تھے ایک نومولود بچے کو چاٹ رہا ہے اور اسے پیار کر رہا ہے۔ اس خبر کے سنانے کے لئے یہ گھر دوڑا آیا اور مددلیکر پھر واپس گیا درندے کو ہٹا کر لڑکا گل کے پاس واپس لے آیا جس کو عورتوں کی سازش معلوم ہوگئی اور لڑکا جس کا نام شیر گل رکھا گیا جائز وارث تسلیم کیا گیا بعد ازاں ان لونڈیوں کے بطن سے گل کے ہاں گیارہ اور لڑکے ہوئے جن کی اولاد پنجاب کے بہت سے حصے میں ابھی تک بیشمار رہے شیر گل کے ہاں چار لڑکے ہوئے جن میں سے دو سب سے چھوٹے لاولد فوت ہوگئے مگر سب سے بڑے رانا دھار کی نسل سے مجیٹھے کا بڑا خاندان ہے اور دوسرے یعنی جبل کی اولاد میں دیوا سنگھ اور نشان والی مسل کے بانی بارھویں پشت میں ہیں۔ یہ ہے گل اور شیر گل جاٹ قوموں کی اصلیت کی روایت جو اوپر بیان کی گئی ❖

دیوا سنگھ کا پڑدادا سامن سنگھ سنگت سنگھ نشان والی مسل کے سرگروہ کے تیسرے چچا کا بیٹا تھا۔ سامن سنگھ بظاہر جنگی امور کی طرف زیادہ مائل نہ تھا تاہم وہ بھی اسی مسل کا رکن تھا۔ ساپھا سنگھ ان سرداروں میں ایک شخص تھا جس نے پہلے تو نہایت بہادری سے جسونت سنگھ راجہ نابھہ سے علاقہ سونٹی کو بچایا اور بعد ازاں اپنا جہانگیری قلعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے محفوظ رکھا جس نے اس کا ۱۸۰۶ء میں محاصرہ کیا تھا۔ آخر الذکر قلعہ فتح ہوجاتا اگر بیدی صاحب سنگھ جس کو ساپھا سنگھ نے اپنی جاگیر کا دسواں حصہ دیا تھا عذر معذرت کرکے رنجیت سنگھ کو محاصرہ

اُٹھا لینے کی ترغیب نہ دیتا۔ ساپھا سنگھ نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار نہیں کی مگر اُس کے بیٹے فتح سنگھ نے کرلی جو دیوان محکم چند کے ماتحت ایک ممتاز سپاہی بنا۔ اس نے جہانگیر برج اور بارم پور کے علاوہ بہت سے نقد وظائف حاصل کئے۔ یہ دیوان کرپارام کے ہمراہ کشمیر گیا جو اس پر اُس وقت تک مہربان رہا جبکہ وہ واپس بُلاکر بے عزت کیا گیا اُس وقت سردار فتح سنگھ کی جاگیر بھی جو ستلج کے شمال میں واقع تھی ضبط کرلی گئی جس پر وہ علاقۂ سونٹی میں اس روے ستلج کی طرف چلا گیا اور مہاراجہ نے کئی دفعہ اُسے لاہور واپس آجانے پر اُکسایا مگر وہ اپنی وفات تک وہیں رہا۔

دیوا سنگھ اوائل عمر میں ہی ۱۸۱۶ء میں مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوا وہ اپنے باپ کے ساتھ کشمیر گیا اور جب آخر الذکر ستلج پار واپس چلا گیا تو یہ اپنے سواروں میں سے دوسو پچاس سواروں کا کمیدان اور علاقہ دُرہانا کا حاکم مقرر ہوا۔ ڈیڑھ سال بعد یہ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت کیا گیا جس نے اپنے بھائی گوجر سنگھ کی جو ننگ خاندان مجیٹھیہ تھا رجمنٹ کا افسر اعلےٰ بنا دیا۔ ۱۸۳۴ء میں یہ نوجوان سردار (گوجر سنگھ) کے ہمراہ کلکتے گیا جس عزم کی علت غائی کچھ تو حضور والا سے ملاقات تھی اور کچھ معاملات مُلکی میں گفتگو۔ واپسی پر اسے دھونکل والی رجمنٹ کا کمیدان مقرر کرکے بدل دیا گیا مگر یہ اس نئی رجمنٹ تک نہیں پہنچا بلکہ سردار لہنا سنگھ کے ساتھ ہی رہا۔ ۱۸۴۲ء میں اسے گورکھا رجمنٹ میں بدل دیا گیا جس کے ساتھ اس نے ہزارے میں خدمات کیں۔ دربار لاہور کے حکم سے یہ سورج مکھی رجمنٹ کی کمان کرنے کے لئے ڈیرہ اسمٰعیل خاں تعینات کیا گیا اور جب ملتان میں بلوہ ہوا تو یہ اپنی رجمنٹ سمیت صاحبان ایڈورڈ

اور وہاں کورٹ لینڈٹ کے ساتھ جا ملا جن کے ہمراہ اس نے لڑائی کے دوران میں خدمات کیں - یہ ۱۸ جون ۱۸۴۸ء کو کینیری کی لڑائی میں اور پہلی جولائی کو سدوسام کی لڑائی میں اور ملتان کے پہلے محاصرے کے دوران میں موجود تھا - جب کٹارمکھی رجمنٹ بگڑ گئی اور باغیوں کے ساتھ ملنے کے لئے تیار ہو گئی تو دیوا سنگھ ان کا ارادہ بغاوت بدل دینے اور مطیع کرنے کے لئے اس میں منتقل کر دیا گیا - ملتان کے فتح ہو جانے کے بعد اس نے اپنی رجمنٹ سمیت عیسٰے خیل کی طرف کوچ کیا اور وہاں وزیریوں کے ساتھ بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑیں جن میں اپنی مشہور شجاعت اور مستعدی ظاہر کی +

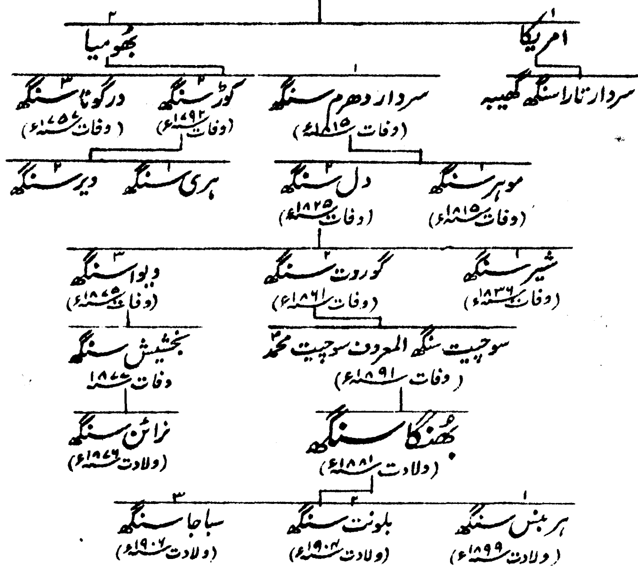
جب ۱۸۵۳ء میں پنجاب ملٹری پولیس بنائی گئی تھی تو دیوا سنگھ امرتسر میں پولیس بٹالین نمبر ۷ کے بھرتی کرنے اور اس پر کمان کرنے کے لئے منتخب کیا گیا - ۱۸۵۷ء کے غدر شروع ہونے پر جب ہندوستانی پلٹنوں سے امرتسر میں ہتھیار چھین لئے گئے تو اس موقع پر ایسے بڑے مقام میں صرف یہی ایک مسلح پلٹن تھی جو شہر میں امن - خزانے کی حفاظت اور حکام سول کی حکومت قائم رکھنے میں امداد دیتی اور دو بے ہتھیار ہندوستانی پلٹنوں کی نگرانی کرتی رہی اس پلٹن نے اس کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا جس کا باعث بہت کچھ دیوا سنگھ کی مستعدی - لیاقت اور اعلٰے درجہ کی وفاداری تھی - اس نے دہلی پر خدمت انجام دینے کے لئے فوج بھرتی کرنے میں بڑی اعانت کی اور غدر ۱۸۵۷-۵۸ء کے دوران میں بہت سے رنگروٹ بھرتی کئے اور ان کو خدمات کے لئے بھیجا - ان خدمات کے صلے میں دیوا سنگھ کو

سی۔ایس۔آئی اور سردار بہادر کے خطاب دئے گئے اور بارہ سو ۱۲۰۰ روپے سالانہ کا وظیفہ اس کی ذات خاص کے لئے مقرر کیا گیا +

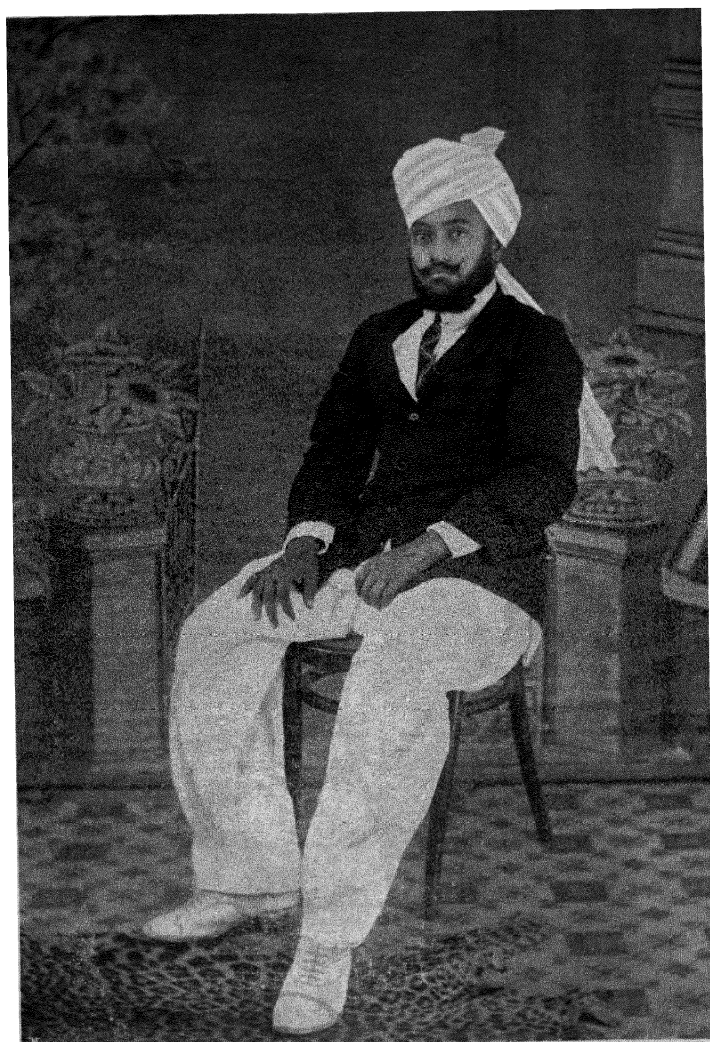
یکم جنوری سنہ ۱۸۶۱ء کو جب پرانی پولیس توڑ کر از سر نو محکمہ پنجاب پولیس ترتیب دیا گیا تو دیوا سنگھ ایک عرصۂ دراز تک جنگی خدمات عزت کے ساتھ کر کے ملازمت سے علیحدہ ہوا۔ اس نے ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کی خاص پنشن حاصل کی اور اسے ۶۰۰ ایکڑ بنجر زمین عطا کی گئی جس کے حقوق مالکانہ اس خاندان کو علے الدوام حاصل ہیں دیوا سنگھ سنہ ۱۸۷۲ء میں فوت ہوا۔ اسکے بیٹے امر سنگھ نے اچھی تعلیم پائی ہے اور کچھ عرصہ تک تحصیلداری کا اُمیدوار رہا مگر ملازمت نہیں کی۔ ایک زمانے میں یہ زیرا کے لوکل بورڈ کا سکرٹری تھا اور اب اپنے علاقے کا ذیلدار اور تحصیل زیرا کے سب ڈویژن کا سب رجسٹرار ہے۔ یہ پراونشل درباری ہے اور منصور وال میں رہتا ہے +

# بھنگا سنگھ رئیس دھرم سنگھ والا

## سرہانہ

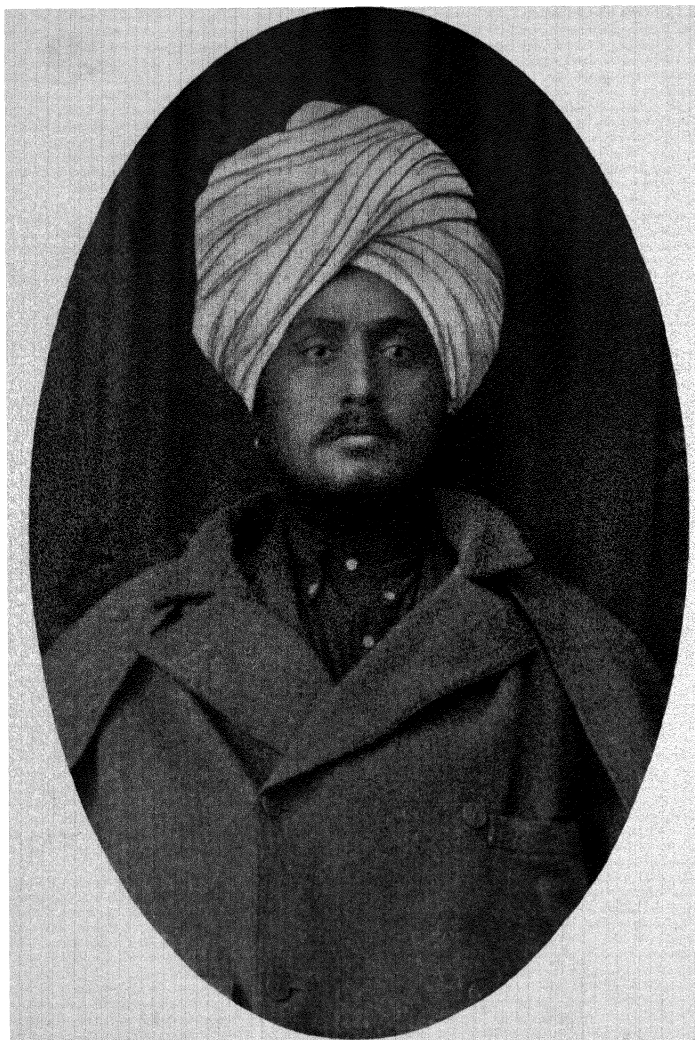



بھنگا سنگھ اُس دھرم سنگھ کے پڑپوتے کا لڑکا ہے جو مشہور و معروف سردار تاراسنگھ گھیبہ کا جس کی سرگزشت ایک اور باب میں دی گئی ہے چچا زاد بھائی تھا۔ ۱۷۵۸ء میں قصور کی لوٹ مار کے موقع پر یہ رؤسا بھنگی سرداروں کے ساتھ شامل ہوئے اور مال غنیمت سے خوب متموّل ہو گئے ان کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے دوابہ جالندھر کی نکودر تحصیل اور فیروزپور میں بہت سی جائداد بنائی۔ پھر دھرم کوٹ رئیس رائیکوٹ سے لے لیا اور اس میں ایک کچا قلعہ بنا کر اپنے آپ کو



دار بھنگا سنگھ رئیس دھرم سنگھ والا

Sardar Bhanga Singh of Dharamsinghwala



سردار نرائن سنگھ رئیس بھڈا

Sardar Narayan Singh of Bhada

خوب مضبوط کر لیا اور تحصیل موگا میں راما والا اور ماڑی پر بھی قبضہ کر لیا۔

دھرم سنگھ کے بھائی کوڑ سنگھ نے کانگ تحصیل نکودر اور فتح گڑھ پنج تاہ جو تحصیل زیرا میں ایک مشہور مقام ہے لئے۔ اس کی اولاد اب ضلع جالندھر میں رہتی ہے کوڑ سنگھ اور دھرم سنگھ دونوں بھائی ۱۷۶۸ء میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ دھرم سنگھ نے موجودہ گاؤں دھرم سنگھ والا آباد کر کے اسے اپنا صدر مقام بنایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس سے تحصیل نکودر کا علاقہ لوہیاں جو ستلج کے شمال میں ہے لیکر اس کو گرد و نواح میں چند مواضعات کا ایک مجموعہ دیدیا۔ اس کا پوتا شیر سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت لڑتا ہوا ۱۸۳۶ء میں پشاور پر مارا گیا۔ الحاق کے موقع پر گوردت سنگھ اور دیوا سنگھ کو وہ جاگیر جو اُنہوں نے اپنے دادا دھرم سنگھ کی وفات پر ورثے میں لی تھی مستقل طور پر عنایت کی گئی جس میں مواضعات دھرم سنگھ والا۔ رام گڑھ بھیرا درولی اور میلک اکالیان تحصیل زیرا اور نصف موضع ماہلہ خورد تحصیل موگا شامل تھے۔ بعد ازاں آخر الذکر موضع کا تبادلہ مواضعات شادی والا۔ سید محمدؐ اور راجن والا سے جو سب کے سب تحصیل زیرا میں ہیں کر دیا گیا۔ اس طرح دیوا سنگھ کے حصے میں پھیدا۔ کوٹ کروڑ اور کوٹلہ تحصیل فیروزپور آئے۔

گوردت سنگھ جو آنریری مجسٹریٹ تھا ۱۸۶۱ء میں فوت ہوا۔ اس نے ایام غدر میں خدمات کی تھیں جن کے صلے میں ایک خلعت اور سند حاصل کی۔ اس کا بیٹا سجیت سنگھ ۱۸۸۴ء میں ایک مسلمان عورت کے ساتھ شادی کر کے مسلمان ہو گیا اور اپنا نام سجیت محمدؐ رکھ لیا۔

اس کی ہندو بیوی کے رشتہ داروں نے بھنگا سنگھ کے واسطے جو اسکے بطن سے تھا اور اس زمانے میں بچہ تھا۔ آدھی جائداد یعنی جاگیر اور حقوق مالکی کا نصف حاصل کئے ٭

اپنے باپ کی وفات پر بھنگا سنگھ جس نے ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پائی تھی ساری جائداد اور جاگیر کا وارث بنا۔ جاگیر مذکور کی آمدنی اب ۴۸۴ روپیہ سالانہ ہے۔ اس کے مقبوضات میں جن پر اس کی مالکی ہے سالم مواضعات دھرم سنگھ والا۔ رام گڑھ اور درولی اور نصف موضع رسوال شامل ہیں اس نے سالم موضع قانو والا اپنی بیوی کو گزارے کے لئے دے رکھا ہے اور رفاہ عام کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا ٭

دیوا سنگھ کے پوتے نرائن سنگھ کی جاگیر ۲۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی ہے اور اس کے علاوہ جو آمدنی دیگر ذرائع سے اسکو ہو جاتی ہے اس کی مقدار ۴ ہزار روپیہ ہے ٭

اس خاندان کا کوئی آدمی درباری نہیں ہے ٭

# محمد عمرؓ خاں قصوریہ*

محمد حیات خاں

عثمانؓ خاں

- مدد خاں
  - برہان خاں
    - شمس الدین خاں (وفات ۱۸۶۹ء)
- عبدالرحمن خاں
  - سبحان خاں
- سلیمانؑ خاں
  - سلطان خاں
    - قادر بخش خاں
      - عثمانؓ خاں (وفات ۱۸۸۰ء)
        - سردار خاں (وفات ۱۸۹۰ء)
          - محمد عمرؓ خاں (ولادت ۱۸۶۷ء)

قریباً ایک سو پچاس سال کا عرصہ گزرا کہ بھٹی راجپوتوں کی نسل میں محمد حیات خاں بھٹی کوٹنا میں آباد ہوا جو اب قصور کے پاس ایک غیر آباد موضع ہے اور یہاں تجارت شروع کی۔ اب سے قریباً دو سو سال پہلے قصور میں پٹھان آباد تھے جن کے رئیس نظام الدین خاں کی ملازمت میں عبدالرحمن خاں کے تین لڑکے داخل ہوئے۔ یہ بہت سی لڑائیوں میں لڑتے رہے اور خاص کر چونیاں پر لڑے جہاں سرکاری افواج اور قصور کے پٹھانوں کے درمیان جنہوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا

* یہ تواریخ گرفن صاحب کی اصل کتاب پنجاب چیفس سے لی گئی +

تھا ایک سخت لڑائی ہوئی - اس لڑائی میں سبحان خاں مارا گیا +

نظام الدین خاں کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے بھائی قطب الدین خاں کی ملازمت میں صرف سلطان خاں رہا - اُس وقت جبکہ ۱۸۰۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قصور فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لیا اپنے آقا کے ساتھ ممدوٹ میں چلا گیا - شمس الدین خاں بھی رئیس ممدوٹ کا ملازم اور دربار لاہور میں اس کا وکیل بن کر حاضر ہوتا رہا مگر کسی قصور پر اس کو یک لخت موقوف کر دیا گیا - وہ بعد ازاں راجہ لال سنگھ کا معتمد خاص ہو گیا ستلج کی لڑائی کے موقع پر یہ اسی عہدے پر ممتاز تھا اور اسی کی وساطت سے راجہ لال سنگھ اور سرکار انگریزی کے عہدہ داروں کے مابین خط و کتابت ہوتی تھی +

چونکہ سکھ سرداروں کا دستور العمل جو ۱۸۴۵ء میں تھا مختلف طرح پر بیان کیا جاتا ہے اس لئے یہاں یہ بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ راجہ لال سنگھ نے کتنی خبریں سرکار انگریزی کو دیں اور سکھوں کے ساتھ کس قدر دغابازی کی - ۱۲ دسمبر ۱۸۴۵ء کو جبکہ سکھ فوج ستلج پار ہو رہی تھی تو راجہ نے شمس الدین کو کپتان نکلسن کے پاس یہ یقین دلانے فیروزپور بھیجا کہ وہ خود اور مہارانی سرکار انگریزی کے دوست ہیں اور دونوں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے کہ سکھوں کی فوج غارت کر دی جائے اور یہ کہ میں فوج کو دو دن تک باقاعدہ فوج سے نہ ملنے دونگا نیز میں نے اُسی دن واپس اسال کی طرف کوچ کر دیا ہے اور دوسرے دن ہریکے کی طرف کوچ کرونگا - جان نکلسن صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ اس معاملے کی رپورٹ کر دینگے اور یہ کہ اُنہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ راجہ لال سنگھ کی فوج باقاعدہ فوج سے ملے یا نہ ملے کیونکہ سرکاری فوج دونوں کو

آسانی سے مار کر ہٹا سکتی ہے۔ دوسرے دن راجہ لال سنگھ نے ہری کے پر پل تیار کرنے اور یہ دیکھنے کے بہانے سے کہ دریا کہاں کہاں پایاب ہے اپنی فوج کو روک رکھا۔ ۱۶ دسمبر کو نکلسن صاحب نے یہ خبر سن کر کہ گورنر جنرل اور کمانڈران چیف مدکی کے رستے آرہے ہیں شمس الدین خاں کو بلا بھیجا جس نے پہلے کی طرح یہ بیان کیا کہ اُس کے آقا راجہ لال سنگھ کا خیال انگریزوں کی نسبت طرفداری کرنے کا ہے اور نیز بعض دستہ افواج اس کے زیر اثر ہیں۔ جن کو وہ اپنے رسالے سمیت لیکر گورنر جنرل پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کر دیگا بشرطیکہ وہ انگریزی فوج جو فیروزپور میں ہے سکھوں کی باقی ماندہ فوج پر دھاوا کر دے۔ نکلسن صاحب نے یہ کہا کہ اگر راجہ کو اتنا ہی اختیار ہے جتنا وہ بیان کرتا ہے تو باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں اُسے اپنے ارادے کے مطابق کچھ کر کے دکھانا چاہئے اور یہ کہ اپنی تجویز کے مطابق کوچ کرنے سے اُسکی نیک نیتی ظاہر ہوجائیگی۔

۱۸ تاریخ کو شمس الدین خاں نے آکر بیان کیا کہ راجہ نے فیروزشاہ کی طرف کوچ کر دیا ہے جس پر نکلسن صاحب نے اُسے ایک خط میجر براڈفٹ کے نام دیا جو یقینی طور پر صاحب موصوف کو اُس وقت دیا گیا کہ جب فوج ۲۱ تاریخ کی دوپہر کے بعد فیروزشاہ کی طرف لڑائی کے لئے جا رہی تھی کیونکہ جب ۲۲ تاریخ کو صاحب موصوف کی لاش لائی گئی تو یہی خط اُن کی جیب سے نکلا*۔

* سکھوں کی فوج کی تعداد کا جو مدکی میں لڑی تھی مختلف اندازہ کیا گیا ہے۔ لارڈ گاف صاحب نے اپنی چٹھی مورخہ ۱۹ دسمبر میں اُس کی تعداد کا اندازہ پندرہ سے بیس ہزار پیادے اسی قدر رسالے اور چالیس ضرب توپیں کیا ہے مگر اُس فوج کی تعداد دونو آئینی اور

۱۹ دسمبر کو یعنی مدکی کی لڑائی کے ایک دن بعد راجہ لال سنگھ نے میجر براڈفٹ کے پاس ایک قاصد یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اُسکے کرنے کے قابل کوئی کام ہو تو بتایا جاوے مگر میجر براڈفٹ صاحب سمجھ گئے کہ راجہ کا مقصد صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ پہلے دن کی لڑائی کا اثر انگریزوں پر کیا ہوا اور اِنہوں نے اُس قاصد کو ایک محافظ کے ساتھ لشکر کی حد سے باہر

(بقیہ حاشیہ) غیر آئینی ملاکر فی الحقیقت پندرہ ہزار سے زیادہ نہ تھی جو فوج فیروزپور سے لال سنگھ کے ساتھ کوچ کر کے گئی اور جس میں سے کچھ مدکی میں اور باقی ماندہ فیروزشاہ میں لڑی اُسکی تعداد مفصلۂ ذیل تھی

| فوج آئینی | پلٹن | رسالے | توپیں |
|---|---|---|---|
| فرانسیسی برگیڈ | ۴ | ۲ | ۲۶ |
| بہادر سنگھ کا برگیڈ | ۴ | ۱ | ۱۶ |
| مہتاب سنگھ کا برگیڈ | ۴ | ۱ | ۱۸ |
| میزان | ۱۲ | ۴ | ۶۰ |

غیر آئینی

| | | |
|---|---|---|
| رسالے۔ رسالے چار یاری نولکھے وغیرہ | ۴۵۰۰ | جوان |
| رسالہ اردلیان | ۳۵۰۰ | " |
| " راجہ لال سنگھ | ۱۸۰۰ | " |
| " راجہ ہیرا سنگھ | ۳۳۵۰ | " |
| " پنڈی والا | ۹۰۰ | " |
| " سول راج | ۵۵۰ | " |

| | | |
|---|---|---|
| رسالہ عطر سنگھ | ۱۷۰۰ | جوان |
| " بیلا سنگھ موکل | ۲۰۰ | " |
| " رتن سنگھ | ۵۰ | " |
| " ڈوگراں | ۱۰۰ | " |
| " نہنگاں | ۱۰۰۰ | " |
| " گنڈا سنگھ | ۱۶۲ | " |
| میزان | ۱۷۸۱۲ | " |

| | |
|---|---|
| جنسی توپیں | ۲۸ |
| زنبورے یا شتری توپیں | ۲۵۰ |

اس تعداد میں سردار تیجا سنگھ کی فوج شامل نہیں ہے جو بجت کی فوج کا کیدان تھا۔ راجہ لال سنگھ اپنے پیچھے فیروزپور میں پلٹن اور رسالے کے ۵۶۰۰ جوان چھوڑ گیا تھا۔

نکال دیا۔ اس کے بعد سبراؤں کی لڑائی کے دو دن پہلے تک راجہ کا کچھ حال نہیں سنا گیا۔ فیروزشاہ کی لڑائی کے دوران میں وہ اپنے آپ کو زخمی مشہور کر کے ایک خشک خندق میں چھپا رہا اور بعد ازاں امرت سر کی طرف ہٹ گیا جہاں یہ مشہور ہے کہ وہ سپاہیوں کے جوش و خروش کی وجہ سے بچنے کے لئے جنہوں نے اسے مار ڈالنے کی قسم کھالی تھی ایک تندور میں چھپا رہا مگر مہارانی کے لعنت ملامت کرنے پر وسط ماہ جنوری میں پھر فوج میں جا کر شامل ہو گیا اور ۸ فروری کو اس نے شمس الدین خاں کو سکھوں کے مورچوں کا ایک نقشہ اور خالصہ فوج کی تعداد اور تقسیم کا حال بالتفصیل لکھ کر میجر ہنری لارنس کے پاس بھیجا۔ یہ حال سب صحیح تھا مگر ایسے وقت میں پہنچا کہ اُس سے کچھ فائدہ نہ نکلا فقط یہ ہوا کہ جو حال پہلے دریافت ہو چکا تھا اُس کی تصدیق ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو راجہ لال سنگھ دل سے نمک حرام تھا مگر سرکار انگریزی کی بھی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ یہ ممکن ہے گو یقینی نہیں کہ اُس نے سکھ فوج کو فیروز پور پر حملہ کرنے سے روک دیا ہو مگر اس سے زیادہ اُس نے اور کوئی سرکار انگریزی کی خدمت نہیں کی ❖

جب میجر لارنس صاحب بہادر لاہور کے رزیڈنٹ مقرر کئے گئے تو شمس الدین خاں دربار لاہور کی طرف سے اس غرض سے وکیل مقرر ہوا کہ دربار لاہور کی جو خواہشیں اور تجویزیں ہوں وہ صاحب رزیڈنٹ سے ظاہر کرتا رہے۔ ۱۸۴۸ء میں اس نے اچھی خدمات کیں اور جنگ گوجرانوالہ میں بھی موجود رہا۔ جولائی ۱۸۵۶ء میں اسے ۵۰۰۰ روپیہ انعام عطا ہوا اور الحاق کے بعد جبکہ اُس کی جاگیریں ضبط کی گئیں تو اُسے ۲۵۰۰ روپیہ

بطور پنشن تاحین حیات دیا گیا۔ یہ اپنے گہرے دوست خیرالدین خاں کے ساتھ قصور میں رہا کرتا تھا۔ دونوں خاندانِ ممدوٹ کے ملازم رہ چکے تھے اور دونوں کو نواب جمال الدین خاں نے انکی جاگیروں سے محروم کر دیا تھا جسکی وجہ سے یہ اُس خاندان کے ہمیشہ سخت دشمن رہے*۔ جمال الدین خاں کی زندگی میں یہ دونوں جہاں تک ہوسکا اُسکو نقصان پہنچاتے رہے اور اُسکے بیٹوں کے جتھے کے ساتھ جو علانیہ طور پر اُس سے لڑ پڑے تھے مل گئے۔ شمس الدین خاں ۱۸۶۵ء میں فوت ہوا +

شمس الدین خاں کا چچیرا بھائی اور داماد عثمان خاں بڑا بہادر آدمی اور اچھا سپاہی تھا۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے اُس رسالے کی کمان کر کے اپنے آپ کو ممتاز کیا جو اسکے چچیرے بھائی نے بھرتی کیا تھا۔ بعد ازاں یہ پُرانے انتظام کے مطابق پولیس میں رسالدار رہا اور پھر نئی پولیس میں انسپکٹر ہوگیا۔ ۱۸۶۳ء میں جب پولیس میں تخفیف ہوئی تو یہ بھی تخفیف میں آگیا اور سرکار انگریزی نے اسے اعلیٰ درجہ کا باہمت جوانمرد تسلیم کیا۔ ۱۸۸۰ء میں اس کا فیروزپور میں انتقال ہوگیا +

اسکے بیٹے سردار خاں کے قبضے میں سُبو قدیم نزد فیروزپور کی قریباً ۶۰۰ بگھے اراضی تھی اور ایک زمانے میں وہ میونسپل کمیٹی کا ممبر تھا اس نے اپنی بھانجی یعنی اُس بہن کی لڑکی سے جو قادر بخش خاں پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سے بیاہی ہوئی تھی شادی کر لی اور ۱۸۹۵ء میں فوت ہوا +

اس کا بیٹا محمد عمر خاں جانشین ہوا ہے اور اب وہی خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ اس خاندان کا کوئی آدمی درباری نہیں +

---

* خیرالدین خاں کی بعد ازاں نواب جمال الدین سے جس کی ماں خیرالدین کے چچا کی لڑکی تھی صلح ہوگئی +

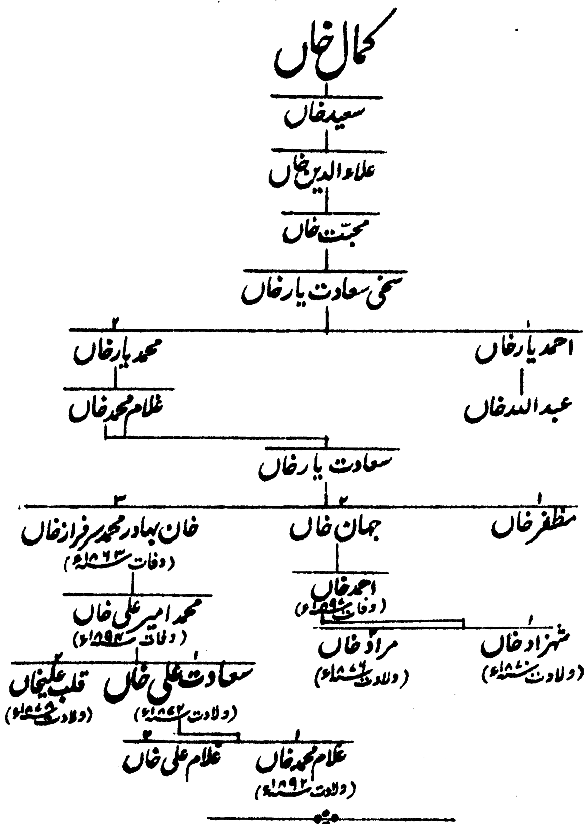


محمد سعادت علی خاں کھرل رئیس کمالیہ آنریری مجسٹریٹ و آنریری سب رجسٹرار

Muhammad Saadat Ali Khan Kharl of Kamalia, Honorary Magistrate
and Honorary Sub-Registrar.

# ضلع منٹگمری

## سعادت علی خاں کھرل




قوم کھرل جس کا سعادت علی خاں کا دادا سرفراز خاں مسلمہ سرکردہ تھا

اپنے آپ کو راجپوت نسل سے بتاتی ہے اور اپنے شجرہ کو چندر بنسی خاندان کے راجہ کرم تک پہنچاتی ہے جو ہستناپور کا ایک مشہور فرمانروا تھا۔ کھرلوں کی بڑی بڑی بستیاں ضلع منٹگمری کے دلدلے جنگلوں میں ہیں۔ ان میں سے بہت سے جھنگ میں بھی آباد ہیں اور بہتوں کے قبضے میں ضلع لاہور کے قریباً چالیس مواضعات ہیں جو زیادہ تر شیخوپورہ کے گردو نواح میں واقع ہیں۔ ہر تاریخی عہد میں کھرل لوگ فسادی وحشی اور سارق رہے ہیں کسی کی حکومت کی ان کو برداشت نہیں اور لڑائی جھگڑے اور لوٹ مار میں خوش رہتے ہیں۔ دوسری مسلمان قوموں سے زیادہ متعصب ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہندوؤں کی حکومت کو سخت بے دلی سے قبول کیا اور اس اطاعت کو تسلیم کروا لینے کے علاوہ دیوان ساون مل اور سکھ اُن کا زیادہ کچھ نہ کر سکے کیونکہ جب کبھی انکے برخلاف کوئی فوج مرتب کر کے بھیجی جاتی تو یہ دلدلوں اور گاڑھے جنگلوں میں ہٹ جاتے جہاں ان کا تعاقب کرنا قریباً ناممکن ہوتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے فسادات کے موقع پر ایک بار انہوں نے سرکار انگریزی سے بھی فساد برپا کیا جس پر ان کو تادیب و سرزنش کا جو سبق دیا گیا وہ کئی پشتوں تک کافی ہوگا۔

کمال خاں اس قوم کا پہلا شخص ہے جس کا حال بالکل صاف طور پر معلوم ہے۔ اس نے سولھویں صدی میں جھنگ کے قریباً چالیس میل جنوب کی طرف جہاں سیال لوگ رہا کرتے تھے جن کو کھرل اپنا عزیز بتاتے تھے مگر جن کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہتے تھے کوٹ کمالیہ آباد کیا۔ سیال لوگ کھرلوں کے اس دعوئے قرابت کو ناپسند کرتے تھے

اور اسی کی وجہ سے دونوں قوموں میں بعض بہت سخت جھگڑے اُٹھے۔ ایک دفعہ دہلی کا ایک شہزادہ جس کا نام اب فراموش ہوگیا ہے کما لیہ میں آیا اور یہاں کے حکمران سعادت یار خاں کا جو کمال خاں کی چوتھی پشت میں تھا خوبصورت چہرہ اور بہادرانہ وضع دیکھکر ایسا خوش ہوا کہ اس نے کھرل اور سیال قوموں کے جھگڑے ان میں رشتہ داری کرا کر مٹا دینے کا ارادہ کرلیا اور یہ تجویز کی کہ جھنگ کا آٹھواں رئیس غازی خاں اپنی لڑکی سعادت خاں سے منسوب کردے۔ رئیس مذکور اس پیغام سے ایسا طیش میں آیا کہ اس نے بدنصیب قاصد کو جان سے مار ڈالا جس کے بدلے میں شہزادۂ مذکور کے ہمراہیوں نے کچھ دیر بعد رئیس جھنگ کو مار ڈالا ۔

مگر ان میں ایک اور نسبت کی وجہ سے کھرلوں پر بہت مصیبت آئی۔ یعنی اس قوم کی شاخ ساہی کا ایک شخص مرزا نامی اپنی عمزاد بہن صاحباں نامی پر فریفتہ ہوگیا جو اگرچہ بہت پہلے سے ایک دوسرے شخص خانزاد نامی سے منسوب ہو چکی تھی مگر مرزا پر ایسی ہی شیدا تھی جیسا کہ وہ تھا۔ مرزا سے اور تو کچھ نہ ہو سکا عین اس رات جس رات صاحباں کا نکاح ہونے والا تھا اور تمام عزیز و اقارب جمع تھے اپنی محبوبہ کو اپنی چالاک گھوڑی پر سوار کرلیا اور دھنہ باد کی طرف لے اڑا۔ برادری والوں نے نہایت عجلت سے سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا اور مرزا کو گھر پہنچنے سے پہلے ہی جا پکڑا اور اگرچہ اس نے ان کا بڑا سخت مقابلہ کیا لیکن آخر بس ہلاک ہوگیا۔ مسماۃ صاحباں کو وہ گھر واپس لے آئے اور گو اس کے منگیتر نے اس کی جان بچانی چاہی مگر لڑکی کے والدین

نے اس کا گلا گھونٹ کر مار دیا۔ ان دونوں خونوں کی وجہ سے دونوں قوموں میں اس قدر کشت و خون ہوا کہ آخر لڑکیوں کا ہونا نامبارک سمجھا گیا اور یہ لوگ لڑکیوں کو صاحباں کی طرح پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر مار دیتے تھے۔ دختر کشی کی یہ رسم کھرلوں میں عام طور پر اس وقت تک رہی جب تک کہ کرنل ہملٹن صاحب بہادر کمشنر ملتان نے اصرار کر کے اس کو متروک نہ کرا دیا۔

غازی خاں رئیس جھنگ کے بیٹے اور جانشین لال خاں کا سعادت یار خاں سے وہی برتاؤ رہا جو اس کے باپ کا تھا۔ رئیس کمالیہ نے لال خاں کو کسبی زادہ کہا تھا جو اس وجہ سے اپنے سیال لوگ جمع کر کے کمالیہ پر چڑھ آیا اور سعادت خاں کو قلعہ میں محصور کر کے کہا "باہر نکلو اور دیکھو کہ کسبی زادہ تمہاری کیا خاطر کرتا ہے" مگر سعادت خاں اس کے کہنے میں نہیں آیا اور لال خاں کھرلوں کے سارے ملک میں لوٹ مار کر کے جھنگ واپس چلا گیا۔

جھنگ کے تیرھویں رئیس ولی داد خاں کی دربار لاہور میں خاطر منظور تھی۔ اس نے کمالیہ پر قبضہ کر لیا اور رئیس کو خدمات کرنے کی شرط پر ایک جاگیر دے کر اپنے عہد حکومت کے زمانے میں اپنی اس فتح پر متصرف رہا۔ اس کا جانشین عنایت خاں یا تو ولیداد خاں سے زیادہ فیاض تھا یا احمق زیادہ تھا کیونکہ اس نے کمالیہ کا علاقہ سعادت خاں کے لڑکوں کو دوبارہ واپس دے دیا۔ مگر دوسری پشت میں یہ پھر انکے ہاتھ سے نکل گیا یعنی سردار قرم سنگھ نکئی نے اسے فتح کر لیا جسکی وفات پر یہ علاقہ سردار رام سنگھ کے ہاتھ لگا جو کھرلوں کے مخالف خاندان نکئی کا

سرکردہ تھا اور جس کا باپ نارسنگھ کھرلوں کی ایک لڑائی میں مارا گیا تھا۔

سرفراز خاں کے دادا غلام محمد خاں کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس کو کچھ بھی طاقت حاصل نہ تھی اور اس کا بیٹا سعادت یار خاں ثانی بھی اس سے زیادہ خوش قسمت نہ تھا۔ تھوڑے عرصے کے لئے اس نے اپنی ساری جائداد حاصل کر لی کیونکہ جب ۱۷۹۵ء میں شاہ زماں نے پنجاب پر یورش کی اور سکھ لوگ ہر ایک طرف سے بھاگ گئے تو مظفر خاں عامل ملتان نے اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیا اور کمالیہ پر چڑھائی کر کے ایک سخت لڑائی کے بعد سکھوں کو یہاں سے بھگا دیا۔ سعادت یار خاں کو پھر کمالیہ پر بحال کر دیا گیا مگر یہ زیادہ دیر تک اس کو سنبھال نہ سکا کیونکہ ۱۸۰۳ء میں ایک بے فائدہ سی لڑائی کے بعد اُسے رنجیت سنگھ کی اطاعت قبول کرنی پڑی جس نے کمالیہ کو سلطنت لاہور کے علاقہ کے ساتھ شامل کر لیا۔ اور سعادت یار خاں ملتان میں نواب مظفر خاں والئ ملتان کی حمایت میں چلا گیا۔ مگر رنجیت سنگھ نے اسے پھر واپس بلا لیا اور چالیس مواضعات پر اس کو حقوق مالکانہ عطا کئے جن پر اس کا بیٹا مظفر خاں اس کا جانشین ہوا۔ ۱۸۱۶ء میں مہاراجہ نے اسے موضع محمد شاہ عطا کیا جو ساون مل کی عملداری کے دوران میں اس کے قبضے میں رہا۔

مظفر خاں کے بعد اس کا بھائی محمد سرفراز خاں جانشین ہوا جو ایک قابل آدمی اور بہادر سپاہی تھا۔ خاندانی جاگیر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے دوران میں اس کے قبضے میں رہی مگر راجہ ہیرا سنگھ نے اسے گھٹا کر کل ۳۰۰ کی مالیت کا کر دیا۔ سرفراز خاں نے بہت سے مواقع پر سرکار انگریزی کی اعلیٰ خدمات کیں۔ ۱۸۴۱ء میں اس نے لفٹنٹ برنس

صاحب بہادر کو جبکہ وہ بطور سفیر دریائے راوی کی راہ سے لاہور کی طرف جا رہے تھے دل و جان سے امداد دی۔ سکھوں کی دوسری لڑائی میں جو ۴۹-۱۸۴۸ء میں ہوئی یہ سرکار انگریزی کا وفادار رہا یعنی صاحب رزیڈنٹ کے احکام کے مطابق اس نے اپنی قوم کے لوگ جمع کر کے سکھوں پر حملہ کیا جن سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ اسے نفرت کرنے کی معقول وجہ تھی۔ اس نے باغیوں سے قلعہ تلنبہ چھین لیا اور اس کی حفاظت کے لئے اپنے آدمی مامور کئے۔ اس کے صلے میں لڑائی کے ختم ہونے پر اس کو پانچسو روپیہ سالانہ کی پنشن تا حین حیات عطا کی گئی اور کمالیہ کے قصبہ کی آمدنی میں سے ۲۷۵ روپیہ سالانہ بھی دیئے گئے۔ ستمبر ۱۸۵۷ء میں جب کہ قوم کھرل کا بہت سا حصہ احمد خاں کے ماتحت باغی ہو گیا تو سرفراز خاں سرکار کا وفادار اور نمک حلال رہا۔ اسی نے کپتان الفنسٹن صاحب بہادر کو ان کے مکان پر آ کر رات کے وقت کھرل رئیسان کے بھاگنے کے نصف گھنٹہ بعد خبر دی کہ فساد برپا ہونے کو ہے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ صاحب موصوف نے لاہور سے مدد منگوالی۔ بعد ازاں یہ باغیوں کے ارادوں کی خبریں حاصل کرنے میں بڑا مفید ثابت ہوا اور جب وہ منتشر ہو گئے تو اس نے ان کے لوٹے ہوئے مال کے برآمد کرانے میں بڑی امداد دی۔ ان خدمات کے عوض میں اس کو خان بہادر کا خطاب پانچسو روپے کا ایک خلعت اور حین حیات کے لئے ۵۲۵ روپے کی ایک جاگیر مرحمت فرمائی گئی *

سرفراز خاں اکتوبر ۱۸۶۳ء میں فوت ہوا اور علاوہ گیارہ چاچات

کے جو بسبیل علے الدوام واگزار کئے گئے اس کی تمام جاگیریں اور پنشنیں بتعداد ۵ ۷ ۷ ا روپیہ ضبط سرکار ہوگئیں - اس نے ایک لڑکا امیر علی خاں چھوڑا جس کا انتقال ۱۸۹۴ء میں ہوا- گورنمنٹ کے احکام مصدرہ ۱۸۶۶ء کے بموجب امیر علی خاں کے قبضے میں موضع سید موسےٰ کی علے الدوام جاگیر تھی جس کی مالیت ۳۰۰ روپیہ سالانہ تھی اور نیز گیارہ چاہات کی اراضی بھی تھی جو کمالیہ اور اس کے پاس کے موضعات میں واقع تھے +

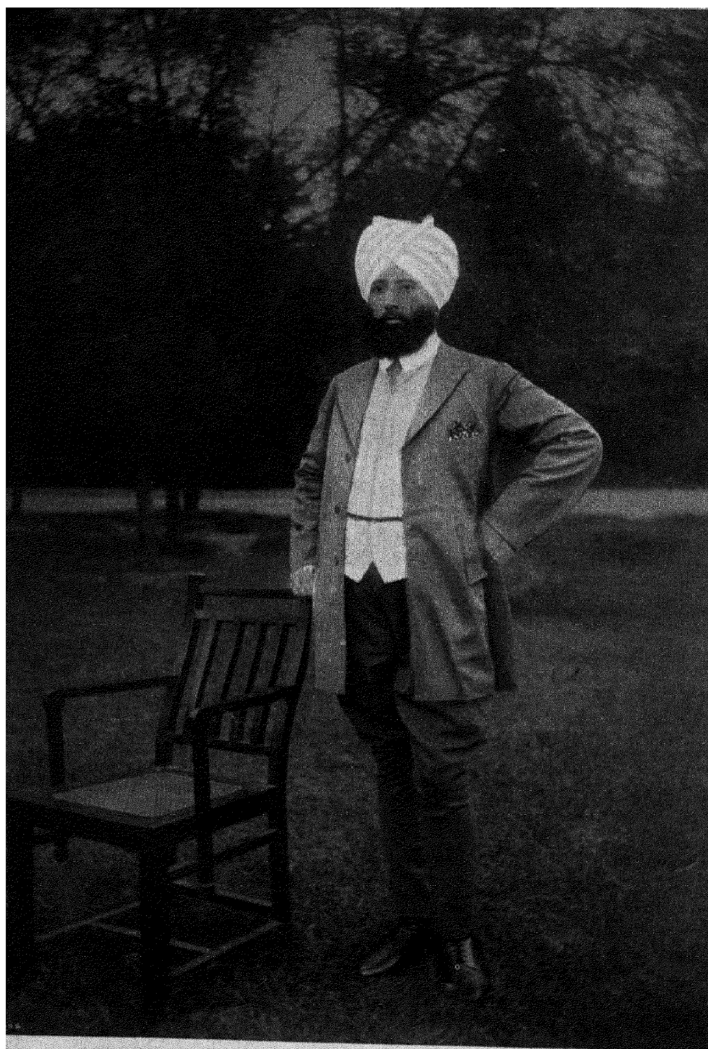
امیر علی خاں حکام مقامی کی خدمت میں اپنی امداد پیش کرنے میں ہمیشہ مستعد رہتا تھا اور اس کی خدمات کے عوض میں کئی دفعہ اس کو سندات اور نقد معاوضات عطا کئے گئے - اس نے کئی سو اونٹ ۱۸۵۷ء کی افغانوں کی لڑائی میں خدمات کے لئے تیار کئے اور بذات خود بھی وہاں جاکر خدمات بجالانے کی درخواست کی مگر اس وقت اس کی ضرورت نہ تھی - بوجوہات چند در چند جن میں سے بعضوں پر اس کا بھی کوئی چارہ نہ تھا امیر علی اس قدر قرضدار ہوگیا کہ ۱۸۹۴ء میں اسے مجبوراً گورنمنٹ سے استعانت طلب کرنی پڑی - بعد ازاں قرضخواہوں کے ساتھ ایک انتظام کیا گیا جس کے رو سے قرضدار اور اُس کے کُنبے کے گزارے کے لئے ایک رقم چھوڑنے کے بعد باقی آمدنی قرضخواہوں کو ملنی قرار پائی - صرف امیر علی خاں ہی ضلع منٹگمری کا پراونشل درباری تھا ۱۸۹۴ء میں اس کی وفات پر اس کا بیٹا سعادت علی خاں جانشین ہوا جس نے اپنے باپ کی جاگیر اور پراونشل کرسی ورثہ میں پائی +

امیر علی خاں اور اُس کے بیٹوں نے قریباً ساری جائداد گروی

کردی تھی اور جنوری ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ نے انہیں ایک لاکھ روپیہ بطور قرضہ دیا اور جائداد کو کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کر دیا سعادت علیخاں کی جائداد یہ ہے:۔ تعلقداری حقوق دو مواضعات ضلع ملتان دو ضلع لائلپور اور ۳۸ ضلع منٹگمری پر۔ حقوق مالکانہ ۱۰ مواضعات ضلع منٹگمری ایک ضلع ملتان کا اور ۴ ۳ ضلع لائلپور کے مواضعات پر۔ خالی حقوق آبادی چناب کے ۱۶½ مربعوں میں اور حقوق مالکانہ قصبہ کمالیہ کی بعض اراضیات اور عمارات پر ضلع منٹگمری کے پانچ مواضعات میں اور ضلع لائلپور میں جاگیر بھی ہے اور نیز ضلع منٹگمری کے تین اور ضلع لائلپور کے دو مواضعات میں نمبرداری بھی ہے +

۱۸۷۲ء میں ذیلداری کی تقرری پر امیر علیخاں اور جہان خاں کی اولاد میں جھگڑا ہوا۔ پہلے یہ جھگڑا مٹ گیا تھا مگر بعد ازاں پھر بڑھ گیا اور اب اس خاندان کی دونوں شاخوں کے اراکین کی آپس میں بول چال نہیں +

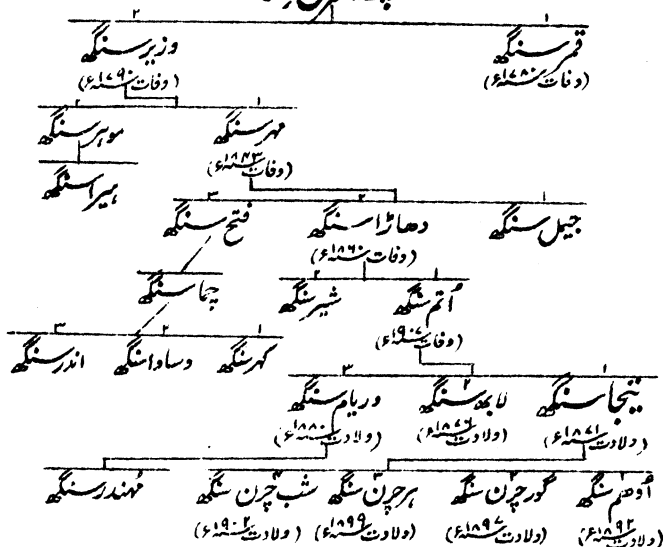
جہان خاں کا لڑکا احمد خاں اپنی وفات یعنی ۱۸۹۷ء تک کمالیہ میں رہتا رہا وہ بڑا بخیل مگر مشہور متمول آدمی تھا۔ اس کا لڑکا شہزاد خاں اب نقل مکان کرکے ضلع لائلپور میں جا رہا ہے جہاں اس کے کئی مربعے زمین ہے جن کا یہ نمبردار مقرر کیا گیا ہے +



سردار تیجا سنگھ نکئی رئیس گوگیرہ

Sardar Teja Singh Nakai of Gogera

# نیجا سنگھ نکئی




علاقۂ نکّا سے جو گوگیرہ اور لاہور کے درمیان ہے دو خاندانوں کا نام مشہور رہا یعنی سردار کاہن سنگھ بھڑوال والے کا اور دھاڑا سنگھ گوگیرہ والے کا۔ ان دونوں خاندانوں کے درمیان کوئی قرابت نہ تھی البتہ دونوں ہمسائے تھے اور ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہا کرتے تھے۔

چودھری مٹھا کا لڑکا قمر سنگھ بہادر اور فتح مند رئیس تھا جس نے کوٹ کمالیہ۔ سیّدوالا اور قرب وجوار کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اس نے عموماً اپنا علاقہ سردار رن سنگھ رئیس بھڑوال سے بچائے رکھا مگر ۱۸۰۷ء

میں اس کی وفات کے تھوڑے دن پہلے سیدوالا دشمن کے ہاتھ پڑ گیا۔ اس کے بھائی وزیر سنگھ نے جو اس کا جانشین ہوا قصبۂ مذکور رن سنگھ کے بیٹے بھگوان سنگھ سے واپس لے لیا۔ دونوں حریف رؤسا میں ہمیشہ کی طرح سخت لڑائی قائم رہی اور نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ بھگوان سنگھ نے اپنی تقویت کے واسطے اپنی ہمشیرہ کی شادی مہاں سنگھ سوکر چکیہ کے لڑکے سے جو بالکل بچہ تھا کردی مگر اس رشتہ داری سے اُس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ ۱۷۸۳ء میں سردار جے سنگھ کنھیا نے جو مہاں سنگھ سے جموں میں لوٹ مار کرنے اور حقیقت سنگھ کنھیا کو دھوکا دینے کی وجہ سے ناراض تھا علاقۂ نکا پر چڑھائی کی اور وزیر سنگھ اور بھگوان سنگھ دونوں کے علاقوں پر بلا رو رعایت قبضہ کر لیا مگر ان رئیسوں نے انتقام لے لیا کیونکہ دو سال بعد وہ سوکرچکیوں اور رام گڑھیوں کے ساتھ کنھیوں پر حملہ کرنے میں شامل ہو گئے اور اس آخرالذکر بڑی مسل کا زور بل ٹوٹ گیا اور سردار گوربخش سنگھ مارا گیا ٭

۱۷۹۰ء میں ہیرا سنگھ رئیس بھڑوال کے بیٹے دل سنگھ نے سردار وزیر سنگھ کو قتل کر ڈالا مگر اس قتل کا بدلہ قاتل سے ایک وفادار نوکر نے لیا اور دل سنگھ کو اُسی کے گھر میں اُسی کے کنبے اور قوم کے لوگوں کے سامنے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مہر سنگھ علاقہ پر متصرف ہوا اور ۱۸۰۲ء تک حکمران رہا۔ لیکن اس وقت اس کے بھائی مُہر سنگھ نے مہر سنگھ کی لڑکی ایشر سنگھ سے منسوب کردی جو رانی مہتاب کور کا بیٹا مشہور تھا۔ اس بات پر رنجیت سنگھ سخت غضبناک ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایشر سنگھ اُس کا بیٹا نہیں ہے مگر مُہر سنگھ کی جرأت سے اس کو خاندان کی ساری

جائداد ضبط کر لینے کا اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور خاندان کے پاس صرف ۴۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیر باقی رہ گئی۔ منسوبہ لڑکی مسماۃ دیسا بعد ازاں ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کے ساتھ بیاہی گئی +

سردار مہر سنگھ ۱۸۴۳ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا دھاڑا سنگھ جانشین ہوا جس نے فیروز پور کی لڑائی کے دوران میں اپنے آپ کو اس طرح مشہور کیا کہ ایک جمعیت سواروں کی اکٹھی کر لی اور ہر ایک طرف سے ملک کو لوٹنا شروع کیا۔ جب امن ہو گیا تو اس کی بدکرداری کے باعث دربار نے اس کی جاگیرات ضبط کر لیں۔ ۱۸۴۸ء میں وہ ملتان پر اپنے سواروں سمیت راجہ شیر سنگھ کے ساتھ شامل ہوا مگر فوراً ہی اپنے وطن کی طرف واپس آ گیا اور احمد خاں قوم کھرل کے مشہور رئیس نے اسے ترغیب دی کہ ست گھرہ کو لڑائی کے لئے مضبوط کر کے سرکار انگریزی کا مقابلہ کرے۔ دھاڑا سنگھ اس پر راضی ہو گیا مگر اسکے دغاباز دوست نے سارا حال گورنمنٹ سے کہہ سنایا اور اُس پر فوج کشی کی جس سے اس کو بڑے نقصان کے ساتھ شکست ہو گئی پھر یہ بھاگ کر سکھ فوج میں چلا گیا اور رام نگر اور گجرات کی لڑائیوں میں لڑا۔ الحاق کے کچھ عرصہ بعد بورڈ آف ایڈمنسٹریشن نے اسے نہایت افلاس کی حالت میں پا کر تین سو روپیہ کی پنشن مقرر کر دی +

۱۸۵۷ء کے فسادات کے دوران میں دھاڑا سنگھ کو اپنے پرانے دشمن احمد خاں سے بدلہ لینے کا موقع ملا۔ اس رئیس نے جس کا قوم کھرل میں بہت رسوخ تھا اور جو اپنے زمانے میں بہت سی لڑائیوں میں سرگروہ رہ چکا تھا یہ خیال کیا کہ بغاوت ۱۸۵۷ء میں لوٹ و فساد کا ایسا اچھا موقع ہے کہ اُس کو ہاتھ سے کھو دینا

گناہ ہوگا چنانچہ اُس نے اپنی قوم کو برانگیختہ کرکے بغاوت پر آمادہ کردیا اور دھاڑا سنگھ کو پیغام بھیجا کہ اُسکے ساتھ شامل ہو مگر سردار مذکور کو اپنے تباہ شدہ گھر اور لوٹی ہوئی فصل کا خیال آگیا اور اُس نے احمد خاں کے ارادوں کی گورنمنٹ کو خبر پہنچا دی اور خود میجر مارسڈن صاحب بہادر کے زیر حکم فوج میں شامل ہوگیا اور باغیوں کے مقابلے میں لڑنے کو گیا۔ وہ کئی معرکوں میں موجود تھا اور اُس کا یہ دعوےٰ تھا کہ اُس نے احمد خاں کو اپنے ہاتھ سے گولی سے مارا جب بغاوت فرو ہوگئی تو دھاڑا سنگھ نے ضروری خبریں دیں جن سے اکثر باغیوں پر جرم ثابت ہوئے۔ خواہ دھاڑا سنگھ کو جوش وفاداری تھا یا بدلہ لینے کی نیت تھی مگر اسکی جو خدمات تھیں وہ بہرحال قابل قدر تھیں اور اُن کے صلے میں اُس نے ۳۰۰ روپیہ سال کا اور عطیہ حاصل کیا نیز گاشکوری اور روان مہر سنگھ دو مواضعات جن کی مالیت ۲۰۰ روپیہ تھی اور جو اس کی پرانی جاگیر میں سے تھے جاگیر علے الدوام میں حاصل کئے ؀

دھاڑا سنگھ نے دو لڑکے اُتم سنگھ اور شیر سنگھ چھوڑ کر سنہ ۱۸۶۰ء میں وفات پائی اوّل الذکر نے ضلع لاہور کی محکمہ پولیس میں انسپکٹر کے عہدے تک ترقی کی۔ ان دونوں بھائیوں نے گوگیرہ کی خاندانی جائداد رہن کردی مگر گاشکوری اور روان مہر سنگھ کی جاگیر ان کے نام بحصہ مساوی قائم رہی۔ سردار اُتم سنگھ کو ضلع لاہور کے کئی مواضعات پر حقوق مالکانہ حاصل تھے۔ اسکی شادی سردار کرم سنگھ والے سدھو خاندان میں ہوئی اور اس شادی کی وجہ سے اسکی قرابت لاہور والے سردار سردول سنگھ مان۔ سردار نرائن سنگھ رندھاوا اور سردار جواہر سنگھ سرہالی والا کے ساتھ بھی ہوگئی تھی ؀

اُتم سنگھ سنہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہوا اور تین بیٹے چھوڑے جن کو اسکی چوتھیاں

اور گوگیرہ تحصیلوں کی زرعی جائداد اور گوگیرہ والی جاگیر پہنچی ہے۔ دو بڑے لڑکے نیجا سنگھ اور وریام سنگھ پولیس میں سب انسپکٹر ہیں اور تیسرا یعنی لابھ سنگھ خاندانی جائداد واقع چناب کا جو چھ مربع اراضی ہے انتظام کرتا ہے۔ اس خاندان کا ضلع منٹگمری میں بہت کم رسوخ ہے اور ان میں سے کوئی درباری نہیں۔ چما سنگھ کے بیٹے معمولی زمیندار ہیں ٭

# ضلع لاہور

## راجہ فتح سنگھ

ہرگوبند

۱ ندھا مصر
- ۱ راجہ تیج سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)
  - سردار بہادر سردار نرندر سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)
    - سردار بکرام سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)
      - بلونت سنگھ (ولادت [illegible])
- ۲ راجہ ہربنس سنگھ (راجہ تیج سنگھ نے متبنےٰ بنایا) (وفات ۱۹۰۰ء)

۲ جمعدار خوشحال سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء)
- سردار رام سنگھ (وفات ۱۸۳۹ء)
- سردار کشن سنگھ (وفات ۱۸۴۶ء)
- ۳ سردار بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۵۵ء)
  - راجہ گربخش سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء)
    - ٹکا دھیان سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)
  - ۲ راجہ فتح سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)
    - ہرچرن سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)
  - ۳ کنور کیسری سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
    - جواہر سنگھ
      - فتح سنگھ (وفات ۱۹۰۷ء)
        - پورن سنگھ

۳ رام لال
- ۱ دیوی سنگھ
  - ۱ شام سنگھ
  - ۲ برھمانند
- ۲ شیو رام

جمعدار خوشحال سنگھ کا باپ گوڑ برہمن تھا اور ایکڑی میں جو پرگنہ سردھنہ ضلع میرٹھ میں واقع ہے دُکان کیا کرتا تھا۔ یہ خاندان غریب تھا اور ۱۸۰۷ء میں خوشحال ۱۷ سال کی عمر میں قسمت آزمانے لاہور آیا اور دھونکل سنگھ والی رجمنٹ میں جو اُسی زمانے میں نئی بھرتی ہوئی تھی پانچ روپیہ ماہوار پر نوکر ہوا وہ بہت جلد جاتری اور گنگا سنگھ کا جو مہاراجہ کے ڈیوڑھی بان تھے دوست بن گیا اور خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پاسبان مقرر کیا گیا۔ یہاں



راجہ تیجا سنگھ آف بٹالہ و مورثِ اعلیٰ راجگان شیخوپورہ

Raja Teja Singh of Batala, Ancestor of the Rajas of Shaikhupura.



راجہ فتح سنگھ آف شیخوپورہ

Raja Fateh Singh of Sheikhupura.

پر اُس کی ہوشیاری۔ خوبصورتی اور سپاہیانہ وضع سے مہاراجہ کی اُس پر نظر عنایت ہوگئی۔ خاندان کے لوگ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رنجیت سنگھ بھیس بدل کر باہر گیا ہوا تھا اور اُس کی محل کی طرف واپسی پر خوشحال نے جو پہرہ پر تھا اُسے روک لیا اور اپنے آقا کو صبح تک پہرے کے مکان میں بٹھا رکھا۔ اس ہوشیاری سے مہاراجہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے خوشحال کو اپنی خاص اردل میں رکھ لیا*۔ اصل واقعہ کچھ ہی ہو یہ متحقق ہے کہ خوشحال پر مہاراجہ روزافزوں الطاف فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۱۱ء میں اسے ڈیوڑھی والا مقرر کرکے جمعدار کا خطاب دیا گیا۔ یہ عہدہ بڑا مقتدر تھا۔ ڈیوڑھی والا تمام رسومات ادا کرنے پر مختار ہوتا تھا جلوسوں کو ترتیب دیتا تھا اور دربار کا منتظم ہوتا تھا۔ اگرچہ روزانہ دربار میں تمام خاندانی اور اعلےٰ عہدہ کے آدمیوں کو باریابی حاصل تھی مگر کوئی شخص خواہ کتنے ہی اعلےٰ مرتبے کا ہوتا اسی کے توسّل سے مہاراجہ سے تخلئے میں شرف ملاقات حاصل کرسکتا تھا +

جب مہاراجہ باہر نکلا کرتا تھا تو اُس کے جلوس کا یہ دستور تھا کہ آگے ایک سو سوار دو دو کی صف میں ہوتے اُن کے بعد مہاراجہ ہوتا۔ جسکے جلو میں ایک چھتر بردار اور پیدل اردلی ہوتے تھے۔ مہاراجہ کے پیچھے بالکل قریب شہزادے اور اُن کے بعد سردار اور رئیس زادے گھوڑوں پر سوار اور ہر ایک اپنا اپنا چھتر بردار لئے اور سب سے اخیر ہاتھی اور

* خوشحال کے ترقی پاکر مہاراجہ کے منظور نظر ہو جانے کے زباں زد قصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ رنجیت سنگھ پہلے پہل اس نوجوان کے گانے سے جو رات کو خیمے پر پہرہ دیتے وقت گا رہا تھا محظوظ ہوا۔ صبح کے وقت اسے بلا بھیجا اور دیکھکر کہ اُس کا چہرہ بھی ایسا ہی دلکش ہے جیسی کہ آواز اُسے اپنے خاص خدمتگاروں میں رکھ لیا

کوتل گھوڑے ہوتے تھے۔ اگر مہاراجہ ہاتھی پر سوار ہوتا تو سرداروں کو بھی ہاتھیوں پر ہی سوار ہونا پڑتا تھا اور اگر پالکی میں چڑھتا تو سردار پیچھے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہوا کرتے تھے ÷

خوشحال نے اُسی سال جس سال یہ ڈیوڑھی پر مقرر ہوا ہے میرٹھ سے اپنے بھتیجے تیج رام کو جو اُس وقت بارہ برس کا لڑکا تھا بلا بھیجا اور گو وہ خود ۱۸۱۲ء میں پوہل لیکر سکھ ہو گیا۔ مگر تیج رام نے ۱۸۱۶ء تک پوہل نہیں لی اور اُس وقت بھی صرف مہاراجہ کے خاص حکم کی وجہ سے لی۔ اس نے اپنا نام بدل کر تیج سنگھ رکھ لیا اگرچہ لوگ اکثر اسکو تیجا سنگھ کہا کرتے تھے۔ بہرحال تیج سنگھ ہی ٹھیک نام ہے ÷

خوشحال سنگھ کو جلدی ثروت اور اقتدار حاصل ہو گئے۔ گھر کی بہت سی ملازمتیں مہاراجہ کی منظوری سے خوشحال سنگھ ہی دیا کرتا تھا اور جو لوگ مہاراجہ کی خلوت میں باریاب ہونا چاہتے تھے وہ اندر جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے ڈیوڑھی بان کو بڑی بڑی رقمیں دیا کرتے تھے۔ فوج کی روزانہ رپورٹیں خوشحال سنگھ رنجیت سنگھ کو سُنایا کرتا تھا جو تھوڑے عرصے بعد اس کو مختلف خدمتوں پر مامور کر کے بھیجنے لگا۔ نوجوان تیجا سنگھ دربار سے اُس کی عدم موجودگی میں اُس کے نائب کا کام کیا کرتا تھا۔ ۱۸۱۶ء میں جمعدار کو بیر سنگھ۔ دیوان سنگھ اور خوشحال سنگھ کے جو کوئی رام گڑھیے سردار تھے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے اور بعد ازاں رام گڑھیا جائداد کو جو خاص امرتسر اور اس کے گرد و نواح میں واقع تھی چھین لینے کے لئے بھیجا گیا اس کے بعد یہ منڈی اور کلو کی طرف جو ریاستیں لاہور کی باجگزار ہو گئی تھیں گیا اور چار مہینے تک پہاڑی

علاقے میں رہا۔ ۱۸۱۴ء میں پہلی جنگ کشمیر میں جس میں اگھر خاں راجہ
راجوڑ دغاباز دوست ثابت ہوا خوشحال سنگھ بھی مہاراج کے ہمرکاب
تھا اگھر خاں کی دغا بازی یہ تھی کہ اس نے دشمن کی تعداد کی بابت
غلط خبر دیکر فوج کو حصوں میں تقسیم کر دینے کی صلاح دی اس طرح کہ
ایک حصہ کشمیر کو باڑھا گلا کے رستے اور باقی فوج کی بڑی جمعیت پونچھ
کی راہ بھیجی جاے۔ مہاراجہ نے اس صلاح پر عمل کیا جس کا نتیجہ سخت
ناکامی ہوئی۔ فوج کے دونوں حصے دشمنوں نے گھیر لئے رسد بھی
روک دی گئی اور آخرکار فوج کو نہایت عجلت کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔
مراجعت کے وقت فوج کو بڑی مصیبت اُٹھانی پڑی جمعدار اگلی
فوج کا افسر تھا اور غنیم سے رستہ صاف کراتا چلا آتا تھا۔ ہری سنگھ نلوہ۔
نہال سنگھ اٹاریوالہ اور رتن سنگھ پدہانیہ لشکر کے عقب پر تھے۔ اس
واپسی میں بہت سے آدمی تلف ہو گئے اور خود سردار مت سنگھ مہلک طور
پر زخمی ہوا۔ تیج سنگھ جس کو خطاب سرداری مل چکا تھا اس لڑائی میں مہاراجہ
کی حضوری میں تھا۔ دوسری فوجی خدمت جس میں جمعدار کا تعلق تھا
ملتان کا ۱۸۱۸ء کا محاصرہ تھا۔ شہزادہ کھڑک سنگھ برائے نام اس فوج
کا کمیدان تھا مگر فتح صرف مصر دیوان چند کی فوجی لیاقت کی وجہ سے
ہوئی۔ اس فتح کے موقع پر جمعدار اُس فوج پر کمان کرتا تھا جو شاہ
شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی قبر کے مقام پر استادہ کی گئی تھی۔

ملتان لے لینے کے تھوڑے عرصے بعد جمعدار کسی قدر معتوب
ہو گیا اس کا بھائی رام لعل ۱۸۱۶ء میں لاہور آ گیا تھا اور اسکو مہاراجہ
کے باڈی گارڈ میں ایک جگہ دی گئی تھی مہاراجہ چاہتا تھا کہ یہ بھی سکھ

ہو جائے مگر اس پر دونوں بھائیوں میں سے کوئی بھی راضی نہ ہوا اور چونکہ
مہاراجہ اس بات پر بہت مصر ہونے لگا تھا اس لئے رام لعل جمعدار کی
سازش سے پنجاب چھوڑ کر ہندوستان واپس چلا گیا۔ رنجیت سنگھ بہت
ناراض ہوا۔ اور مصر دیوان چند نے جس کے ساتھ جمعدار ملتان کے مال
غنیمت پر جھگڑ چکا تھا مہاراجہ کو یہ صلاح دی کہ اس کو ڈیوڑھی کے عہدے
سے ہٹا دیا جائے۔ رنجیت سنگھ نے یہ صلاح مان لی کیونکہ میاں دھیان سنگھ
جو گھوڑچڑھوں میں ایک نوجوان راجپوت تھا اب زیادہ منظور نظر ہوتا جاتا تھا۔
اُس کو ڈیوڑھی والے کا عہدہ مل گیا۔ جمعدار کو یک لخت یہ خبر پہنچی مگر اُس نے
دانشمندی سے کوئی مزاحمت نہیں کی جس کی وجہ سے اس کی ساری جاگیر
اسی کے قبضے میں رہی اور یہ کونسل میں لے لیا گیا جہاں اس نے پہلے
سے بھی زیادہ حقیقی قوت حاصل کر لی۔ اسے ... ہم بے قاعدہ فوج کا کمیدان
اور نیچ سنگھ کو باقاعدہ فوج کا جرنیل بنایا گیا +

۱۸۱۹ء و ۱۸۲۰ء میں سردار نیچ سنگھ مصر دیوان چند کے ہمراہ کشمیر گیا۔ وہ
اور جمعدار دونوں اُن لڑائیوں میں جو مانکیرا۔ لیہ اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے برخلاف
کی گئیں اور نیز ۱۸۲۳ء کی پشاور کی لڑائی میں حصص فوج کے کمیدان رہے۔
ٹیڑھی کی لڑائی پر جبکہ فوج کی مرکزی جمعیت دریائے لنڈا کے بائیں کنارے
پر سرداران ہری سنگھ نلوہ اور بدھ سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت بارکزئی سردارون
کے ساتھ لڑ رہی تھی تو یہ دونوں دریائے مذکور کے دہنے کنارے پر مہاراجہ
کے ہمراہ یوسف زئیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس لڑائی کے بعد سکھ فوج
فیروز خاں خٹک رئیس اکوڑہ سے جہانگیرہ لیکر پشاور گئی اور اسے لوٹ کر
خیبر کی طرف بڑھی مگر وہاں لڑائی وغیرہ کچھ بھی نہ ہوئی کیونکہ وحشی خیبریوں

نے دریائے باڑا کا بند توڑ کر مہاراجہ کے کیمپ میں پانی چھوڑ دیا اور اس گھبراہٹ میں جو اس وقت پھیل گئی تھی گھوڑے اور دوسرا مال غنیمت لوٹ لے گئے۔ اور رنجیت سنگھ بہت کم عرصہ قیام رکھکر لاہور واپس آ گیا۔

سنہ ۱۸۲۵ء میں جمعدار اور اس کے بھتیجے نے سرداران نلوہ۔ پدھانیا اور مجیٹھیہ کے ساتھ ہو کر علاقہ کٹوچ اور قلعہ ہائے چوکی۔ ایما گڈھ تیرہ اور رعیہ کو فتح کیا۔ آخرالذکر جگہ پر بہت مقابلہ ہوا مگر تیج سنگھ کچھ توپیں جانپور سے ہاتھیوں پر لاد کر لے آیا اور تین یوم کے بعد اہل قلعہ نے شکست مان لی سنہ ۱۸۳۲ء میں جمعدار کو گورنر شہزادہ شیر سنگھ کی امداد کے لئے کشمیر بھیجا گیا جسکے انتظام میں مالیہ بہت گھٹ گیا تھا اور لوگ ناراض ہو گئے تھے مگر جمعدار کے وہاں جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کو معاملات مال سے کچھ واقفیت نہ تھی اور مہاراجہ کو خوش کرنے کے سوائے اور کوئی فکر نہ تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء کشمیر میں بہت ناقص سال تھا ملک میں گرانی تھی اس پر جمعدار نے اس قدر تشدد کیا کہ گرانی کی جگہ قحط ہو گیا۔ چند لاکھ روپے جو جمعدار نے لوگوں سے بمشکل جمع کئے کسی شمار میں نہ تھے کیونکہ سالانہ مالیہ کم ہو کر دو تہائی رہ گیا تھا اور باشندے معاش کی تلاش میں مجبوراً وطن چھوڑ رہے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس باعث کچھ عرصہ تک جمعدار سے بہت ناخوش رہا مگر اس نے جلدی ہی اپنا پہلا اقتدار پھر حاصل کر لیا۔ جنرل میہاں سنگھ کشمیر میں اس کا جانشین ہونے کے لئے مع ۵۰۰۰ من گندم غریبوں کو تقسیم کرنے کے لئے بھیجا گیا مگر کشمیر کو اپنی پہلی خوشحالی کئی سال کے بعد جا کر حاصل ہوئی۔ خوشحال سنگھ کا بھائی رام لعل پنجاب میں پھر واپس آ گیا اور پشاور کی سنہ ۱۸۳۴ء کی لڑائی میں سردار ہری سنگھ اور شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت

جمعدار کی افواج کا کمیدان ہو گیا۔ جمعدار خوشحال سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ اُن افواج کے افسر تھے جو اپریل ۱۸۳۷ء میں جمرود میں گھری ہوئی سکھ فوج کی امداد کے لئے گئی تھیں اس موقع پر گو جمعدار پشاور میں راجہ دھیان سنگھ سے دو دن پہلے پہنچ گیا تھا مگر اس نے سکھ فوج کو جو سخت مصیبت میں تھی راجہ مذکور کے پہنچنے تک چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کی فوج افغان کے جس نے متذکرۂ بالا سکھ فوج کو گھیر رکھا تھا واپس ہو جانے کے بعد جمعدار پشاور میں رہا اور تیج سنگھ کو دوابہ چھج میں جا کر امن قائم کرنے کا حکم ہوا ؀

اسی زمانے میں رام سنگھ جمعدار کا سب سے بڑا بیٹا باوجود کم سنی کے فوج میں جرنیل مقرر کیا گیا مگر اس میں مردوں کا سا جوش تھا اور مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۳۷ء میں امرتسر واپس آنے کے بعد اس نے کرنیل جیت سنگھ کے سالے بشن سنگھ کو جو ایک اچھا جوان تھا اپنے ہاتھ سے بیرحمی کے ساتھ اس واسطے قتل کر ڈالا کہ اُس نے طفلانہ مذاق کر کے اس کو رنج دیا تھا۔ مگر جمعدار کا اس قدر رسوخ تھا کہ رام سنگھ کو جرمانے کے سوا اور کچھ سزا نہ ہوئی حالانکہ مقتول بھی دربار میں موردِ الطاف تھا ؀

۱۸۳۸ء میں تیج سنگھ کو ہزارے بھیجا گیا اور وہاں اس نے دربند کے نزدیک مانک گڑھ کا قلعہ بنایا۔ ۱۸۳۹ء میں یہ جمعدار شہزادہ نونہال سنگھ راجہ گلاب سنگھ اور دوسرے رؤسا کے ساتھ سرکار انگریزی کی فوج کے ساتھ جو کابل پر حملہ کر رہی تھی شامل ہونے کے لئے پشاور پہنچا مگر سکھوں کے شامل ہونے سے جیسا کہ مشہور ہے نقصان ہی پہنچا کچھ فائدہ نہیں ہوا اس واسطے کہ سکھ اس لڑائی کو ناپسندیدہ اور مشکوک سمجھتے تھے ؀

اسی سال جرنیل رام سنگھ کا انتقال ہوا اگرچہ یہ بے رحم تھا مگر افسر بہت اچھا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ ہوشیار تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی تخت نشینی کے بعد جمعدار اور تیج سنگھ دونوں نئے بادشاہ کے منظور نظر مصاحب سردار چیت سنگھ کے خلاف سازش میں شامل تھے جس نے ان سے ناراضگی ظاہر کی تھی اور جمعدار کو کچھ حصہ فوج کی کمان سے محروم کر دیا تھا۔ اُس رات جس رات مصاحب مذکور قتل ہوا شہزادہ نونہال سنگھ تو تیج سنگھ اور خوشحال سنگھ کے ہمراہ محل شاہی کے دروازے پر اس غرض سے ٹھیرا رہا کہ مبادا سردار کی کمک کے واسطے کوئی پہنچے اور دوسرے سازشی یعنی راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ اور سرداران فتح سنگھ مان عطر سنگھ سندھانوالیہ اور میاں لابھ سنگھ محل شاہی میں داخل ہو گئے اور منظور نظر سردار کو مہاراجہ کی عین موجودگی میں قتل کر ڈالا *

جب حکومت شہزادہ نونہال سنگھ کے ہاتھ آئی تو جمعدار کا خاندان موردِ الطاف کثیر رہا اور پانچ نومبر ۱۸۴۰ء کو شہزادۂ موصوف کی وفات پر خوشحال سنگھ اور تیج سنگھ دونوں نے دوسرے روسا کے ساتھ ایک کاغذ پر دستخط کئے جس میں یہ بات قرار پائی تھی کہ جب تک یہ بات ظاہر نہ ہو کہ زوجگان شہزادہ یا مہاراجہ میں سے کسی کے کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے یا نہیں کسی کو وارث تخت بنانے میں کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ اس قرارداد کے بعد جو واقعات ہوئے وہ مشہور ہیں۔ سرداران سندھانوالیہ اور راجہ گلاب سنگھ شہزادہ شیر سنگھ سے قلعہ کو بچاتے رہے مگر تیج سنگھ اور اور خوشحال سنگھ دانشمندی سے اپنے گھر بیٹھے یہ دیکھتے رہے کہ کیا

واقعات پیش آتے ہیں اور کسی فریق کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے شیر سنگھ ان کی اس کارروائی سے بہت جھلایا ہوا تھا اور جب وہ تخت نشین ہوا تو اس کا مصمم ارادہ ان دونوں کو قتل کرا دینے کا تھا مگر بھائی گورمکھ کی سفارش سے ان کی جان بخشی ہو گئی۔ پھر بھی شیر سنگھ کا دل جمعدار کی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک موقع پر اس نے جمعدار کو ایسے طریق سے مروا دینے کی کوشش کی تھی جو مرگ اتفاقی معلوم ہوتی۔ یہ بات تو متحقق ہے کہ تخت نشینی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی شیر سنگھ مع جمعدار اور موجودہ راجہ کپورتھلہ کے پردادا امر سنگھ اہلووالیہ کے کشتی میں بیٹھکر دریائے راوی کی سیر کر رہے تھے کہ کشتی اُلٹ گئی۔ مہاراجہ ایک اور کشتی پر جو قریب تھی کود کر چلا گیا امر سنگھ ڈوب گیا اور اس کی لاش کا کہیں پتہ نہیں لگا اور جمعدار بچ گیا مگر اس کے پیٹ میں اتنا پانی گیا کہ کئی سال میں بھی اتنا نہ پیا ہوگا۔ لاہور کے لوگوں کو عام طور پر یہ یقین تھا کہ شیر سنگھ نے عمداً کشتی کو اُلٹ دیا تھا مگر یہ خیال کبھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

سنہ ۱۸۴۱ء سے جمعدار کی صحت بگڑ گئی تھی اور اپنی زندگی کے اخیر تین سال میں امور سلطنت میں بہت کم دخل دینے کے بعد وہ ۱۸۴۴ء میں فوت ہو گیا۔ البتہ ۱۸۴۳ء میں راجہ گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ کے ساتھ شہزادہ پرتاب سنگھ کے ہمرکاب وہ فیروزپور آیا تھا جہاں شہزادہ موصوف اور لارڈ النبرا کی ملاقات ٹھیری تھی۔

جمعدار خوشحال سنگھ کسی خاص لیاقت کا آدمی نہ تھا۔ مہاراجہ کا منظور نظر یہ اپنی دلاوری یا عقلمندی یا علمیّت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اپنی خوبصورتی چوڑا سینہ اور موزوں جسم ہونے سے۔ اگرچہ اس کی اُن تصویروں کے دیکھنے

سے جو اس کی اخیر عمر میں بنائی گئیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نقش و نگار موٹے تھے اور یہ گنوار سا آدمی تھا۔ مگر مہاراجہ کے بہت سے درباری سرداروں سے کسی طرح کمتر نہ تھا اور اگرچہ ان تمام لڑائیوں میں جن میں وہ شریک ہوا اس کی کوئی خاص بہادری ظاہر نہیں ہوئی تاہم یہ بھی کبھی ذکر نہیں آیا کہ وہ کسی لڑائی میں بھاگ کھڑا ہوا ہو۔ کشمیر میں اس کے ظلم اور سختی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہی نہیں بلکہ مہاراجہ کی مہربانیوں پر بھروسہ کر کے اس سے ہمیشہ ظلم سرزد ہوتے رہے۔ امرتسر میں اپنے مکانات تعمیر کرانے کے لئے زمین حاصل کرنے میں اس نے بغیر کسی معاوضہ دینے کے غریبوں کے بیشمار مکانات گروا دیئے اور لطف یہ کہ مہاراجہ اسکے خلاف کوئی شکایت نہ سنتا تھا اور جو شخص اس کے پاس جمعدار کی سختیوں کی اپیل کرنے آتا اس سے کہہ دیتا کہ جاؤ اور سری گورو رام داس جی سے اپنا انصاف کراؤ۔

جمعدار کی وفات پر سردار تیج سنگھ پشاور میں تھا جہاں کی حکومت اس نے ۱۸۴۳ء میں حاصل کی تھی اور راجہ ہیرا سنگھ نے جو اس زمانے میں وزیر تھا اور عہدہ ڈیوڑھی والا کی نسبت جمعدار مرحوم سے ایک پرانی شکایت رکھتا تھا ۴۳۰۰۰ روپے کی ان جاگیرات میں سے جو تمام خوشحال سنگھ کے نام ملی ہوئی تھیں اور جن کے حصے خاندان کے اراکین آپس میں کر لیا کرتے تھے ۱۶۰۰۰ روپے کی جاگیر ضبط کر لی۔ اس ضبطی کی وجہ یہ ہوئی کہ جمعدار کے عیاش بیٹے کشن سنگھ نے اپنے والد کی وفات سے دس دن کے اندر اندر قریباً ایک لاکھ روپیہ لاہور کی طوائفوں پر خرچ کر دیا جس سے ہیرا سنگھ کے ہاتھ ضبطی کا بہانہ آ گیا اس نے کشن سنگھ سے کہا کہ "اگر تمہارے پاس اس قدر روپیہ ناجائز کاموں میں اڑانے کے

لئے ہے تو تم بلاشک سلطنت کی بھلائی کے لئے سات لاکھ روپیہ دے سکتے ہو"۔ ہیرا سنگھ کی یہ خواہش بھی تھی کہ جمعدار کے خاندان کے معتمد علیہ پرانے مول سنگھ نامی سے بھی ایک لاکھ روپیہ وصول کرے۔ مگر کشن سنگھ نے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ ایک روپیہ بھی ادا نہیں کر سکتا چنانچہ جاگیر مذکور ضبط کر لی گئی +

سردار تیج سنگھ نے پشاور سے اس ضبطی کے خلاف عذرات لکھ بھیجے جس پر پنڈت جلاّ نے یہ جواب دیا کہ جب سردار لاہور آئیگا تو اس معاملے پر غور کی جائیگی۔ مگر تیج سنگھ کے لاہور واپس آنے سے پہلے ہیرا سنگھ اور جواہر سنگھ دونوں کی وزارت بدل چکی تھی اور مہارانی نے مع اپنے منظور نظر لال سنگھ کے ریاست کی حکومت اختیار کر لی تھی +

پشاور کی نظامت میں تیج سنگھ سے وہ ہمت اور جرأت ظہور میں آئی جو اس کی تمام عمر میں کبھی ظاہر نہ ہوئی تھی۔ جب اس کی ماتحت سپاہ نے یہ سُنا کہ راجہ سوچیت سنگھ لاہور میں فوت ہو گیا ہے اور فوج لاہور کو بہت سا روپیہ انعام میں ملا ہے تو وہ سرکش ہو گئی اور تیج سنگھ کو دھمکی دی کہ اگر وہ خزانے کا سارا روپیہ نہیں دے دیگا تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا جو تین سال ہوئے جنرل میہاں سنگھ کے ساتھ کشمیر میں کیا گیا تھا۔ تیج سنگھ ادھر تو فوج مذکور کو انعامات کے وعدے دے دے کر بہلاتا رہا اور ادھر اس نے وادیٔ پشاور کے تمام افغان رؤسا کو اپنی مدد کے لئے بلا لیا جن کی دوسری صبح اس کے حکم میں اتنی تقویت آ گئی کہ باغی فوج نے اپنے مطالبے سے باز آجانا ہی مناسب سمجھا۔ اکتوبر ۱۸۴۵ء میں راجہ لال سنگھ نے تیج سنگھ کو پشاور سے واپس بلا لیا اور راس کی جگہ سردار شیر سنگھ اٹاری والے کو

مقرر کردیا۔ لاہور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ہرجگہ یہی چرچا ہو رہا ہے کہ غالباً انگریزوں سے لڑائی ہوگی اور وزیر راجہ لال سنگھ اور مہارانی جسے اس فوج خالصہ سے نفرت اور خوف پیدا ہو رہے تھے اور جس نے حال ہی میں اس کے بھائی جواہر سنگھ کو قتل کردیا تھا اس تجویز کے موافق ہیں تیج سنگھ متمول بھی تھا اور بارسوخ بھی اور گو اسے پُرانے سکھ سردار حقیر سمجھتے تھے تاہم مہاراجہ کے ماتحت ان کا اعلٰے اقتدار ہونے کی وجہ سے جمعدار اور خود اس کی دربار میں خاصی چلتی تھی اس لئے جب آخرکار سکھوں کی انگریزوں سے لڑائی ٹھن گئی تو تیج سنگھ فوج خالصہ کا سپہ سالار مقرر کردیا گیا +

۱۷ نومبر کو مہم پر جانا طے پا گیا اور ۲۳ تاریخ کو فوج علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں فیروزپور کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر سپہ سالار کو اس لڑائی کا شوق نہیں تھا اور ۱۵ دسمبر تک یہی عذرات کرتا رہا کہ اسے ساتھ نہ لیجایا جاوے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور آخر تاریخ مذکور کو اُسے اس فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لئے روانہ ہونا پڑا جو چار دن پہلے دریائے ستلج عبور کرچکی تھی +

راجہ لال سنگھ نے مدکی کی لڑائی میں شکست کھانے کے بعد سردار تیج سنگھ کو اپنی امداد کے لئے بُلایا چنانچہ سردار اپنی بریگیڈ اور قریباً پندرہ ہزار بے قاعدہ فوج کے ساتھ روانہ ہوا اور ۲۲ دسمبر کی صبح کو جب لال سنگھ ایک اَور شکست کھا بیٹھا تھا فیروزشاہ پر پہنچ گیا اور سرکار انگریزی کی فوج پر جو اس وقت بالکل تھک چکی تھی اور جن کے پاس سامان جنگ بھی قریباً بالکل ختم ہوچکا تھا چڑھائی کی چنانچہ تیج سنگھ نے انگریزی رسالے کو پسپا کردیا اور فیروزشاہ کے مفتوحہ مقام کو انگریزوں سے دوبارہ لے لینے

کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے فوج انگریزی کے بازوے چپ پر حملہ کیا اور مواضعات مقبوضہ سرکار انگریزی پر اس زور سے گرا کہ انگریزی جرنیل کو اپنی فوج کا اگلا حصہ ہٹا کر دہنی طرف کر دینا پڑا اس اثنا میں سکھ برابر گولہ باری کرتے رہے اور آخر کار جب انگریزی رسالہ نے آگے بڑھکر سکھوں کی فوج کے دونوں بازوؤں پر حملہ کرنے کا تہیہ کیا اور پلٹن نے صف باندھ کر سواروں کی امداد کے لئے آگے بڑھنے کی تیاری کی تو تیج سنگھ نے گولہ باری بند کر دی اور میدان جنگ سے ہٹ کر ستلج عبور کیا اور فیروزپور سے قریباً پچیس میل شمال مشرق کی طرف دریا کے دہنے کنارے پر سبراؤں میں ڈیرے ڈال دئے۔ یہاں اس فوج کے ساتھ راجہ لال سنگھ بھی جو فیروزشاہ پر شکست کھا کر امرتسر کی طرف بھاگ گیا تھا آملا اور فوج نے درخواست کی کہ انہیں انگریزوں سے لڑنے کے لئے دریا پار لے جایا جاے۔ اس حرکت سے فقط دو سردار مانع ہوئے ایک تیج سنگھ اور دوسرا شام سنگھ اٹاری والا جو ۲۸ دسمبر کو کیمپ میں بالکل نارضامندی سے شامل ہوا تھا۔ مگر فوج کی پنچائتوں نے ان سرداروں کی احتیاط کا مضحکہ اُڑایا۔ اور ستلج عبور کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا گیا۔ دریا پر کشتیوں کا پُل باندھ دیا گیا۔ ایک مضبوط مورچہ اس کے سامنے بنایا گیا اور خندقیں بھی اتنی مضبوط بنا دی گئیں جس قدر مضبوط کہ ریتلی زمین پر بن سکتی تھیں۔ سردار تیج سنگھ اس مورچے پر افسر تھا اور اس نے اپنی ذاتی حفاظت کے لئے گولیوں کی مار سے محفوظ رہنے والا ایک چھوٹا سا گنبد بنا لیا تھا کہ خطرے کے موقع پر اسکے اندر چلا جاے۔ اس مقام پر سکھ فوج کئی ہفتہ تک انتظار میں پڑی رہی اور اس اثنا میں انگریزی فوج اطراف سے آدمی توپیں اور سامانِ جنگ

اکٹھا کرتی رہی۔ دہنی طرف سردار عطر سنگھ کالیانوالہ بے قاعدہ فوج کا سردار بنا ہوا تھا اور بائیں طرف بہادر شام سنگھ اٹاری والا اور جنرل میوا سنگھ مجیٹھیہ کا بریگیڈ تھا۔ آخر الذکر دونوں سردار سبراؤں کی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ قلب لشکر میں کاہن سنگھ مان کی فوج اور جنرل ایوی ٹیبل جنرل مہتاب سنگھ مجیٹھیہ اور جنرل گلاب سنگھ پاوندیہ کے بریگیڈ تھے۔ اسی جگہ سردار تیج سنگھ کا بریگیڈ اور وہ مذکورۂ بالا گنبد بھی تھا۔

سبراؤں کی لڑائی ۱۰ فروری ۱۸۴۶ء کو ہوئی مگر اس میں تیج سنگھ کو اتنا تھوڑا تعلق ہے کہ اس جگہ اس لڑائی کا حال بیان کرنا بے موقع ہوگا۔ لڑائی کے شروع شروع میں سردار مذکور اپنے گنبد میں رہا اور فقط اس وقت باہر آیا جبکہ فوج نے خاص اس کی ذات پر تشدد کرنے کی دھمکی دی۔ مگر اس وقت بھی بجائے اس کے کہ فوج کی کمان کرے اور جس وقت وہ حالت تذبذب میں ہو تو اس کی ہمت بندھائے۔ اس نے پل کو جہاں اپنے آدمیوں کا پہرہ لگا رکھا تھا عبور کر لیا اور میدان جنگ سے بھاگنے والوں کی صف اوّل میں تھا۔ لڑائی کے بعد شکست کھائی ہوئی فوج میں سے جو آدمی نیچے ہٹی کے مقام پر جمع ہوئے اور بعد ازاں انہوں نے برھانہ کی طرف کوچ کیا جہاں انہیں ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ ہونے کے بعد تک ٹھیرے رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس عہد نامہ کے بعد ان کی تنخواہیں دے دی گئی اور ان میں سے اکثر کو دوبارہ شریک فوج کرنے کے بعد باقیوں کو موقوف کر دیا گیا۔ متذکرۂ بالا واقعہ سے پہلے سردار تیج سنگھ کو لاہور بلایا گیا اور نئے انتظامات کے مطابق اس کو سکھ فوج کے عہدۂ سپہ سالاری پر اور راجہ

لال سنگھ کو عہدۂ وزارت پر مستقل کردیا گیا ٭
سردار تیج سنگھ کی جنگ ستلج سے پہلے اور بعد کی کارروائیوں کی نسبت بہت سی خلاف بیانیاں ہیں۔ بہت سے مصنّفوں نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے ملک کے ساتھ دغابازی کی مگر اس الزام کی تائید کے واسطے کسی قسم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اوّل تو سردار لڑائی کے ہی خلاف تھا حالانکہ مہارانی۔ راجہ لال سنگھ اور دیوان دینا ناتھ اس امید پر کہ انگریز لاہور کے امن میں خلل ڈالنے کے لئے کبھی واپس نہ آئینگے۔ فوج کو سرکاری علاقے پر یورش کرنے کی ترغیب دے رہے تھے مگر یہ لڑائی کے خلاف یہاں تک رائے دیتا رہا کہ اس کی زندگی تک معرض خطر میں پڑگئی چنانچہ وسط نومبر ۱۸۴۵ء میں فوج میں صلاحیں ہو رہی تھیں کہ آیا سردار تیج سنگھ اور لال سنگھ کو مار کر راجہ گلاب سنگھ سے لڑائی میں فوج کو لے چلنے کا اصرار کیا جائے یا نہیں؟ پھر جب تیج سنگھ اپنی مرضی کے بالکل خلاف سپہ سالار مقرر کیا گیا تو فوج کے ساتھ شامل ہونے میں جتنی لیت ولعل کر سکتا تھا اس نے کی۔ اس کی اس کارروائی سے شاید بزدلی یا لڑائی میں نہ جانا چاہنا ثابت ہو سکیگا۔ نہ کہ غداری یا یہ کہ اس کا ارادہ اپنے ملک کے ساتھ دغابازی کرنے کا تھا مشہور یہ ہے کہ فیروزشاہ پر اس کی کارروائی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ دغاباز تھا اور اس کی خواہش یہ تھی کہ انگریزوں کی فتح ہو جائے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ فوج انگریزی پر جو راجہ لال سنگھ کے ساتھ لڑ کر تھک چکی تھی اور جس کے پاس سامان لڑائی تقریباً ختم ہو چکا تھا اپنی پوری فوج سے زور کے ساتھ حملہ کرتا تو سکھوں کی فتح ہو جانی ممکن تھی۔ اس میں کلام نہیں

کہ اگر تیج سنگھ ایسا ہی کرتا جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے تو انگریزوں کی فوج
بالکل تباہ ہو جاتی۔ مگر وہ کرتا کس طرح اس کو تو خبر ہی نہ تھی کہ فوج انگریزی
بالکل تھک چکی ہے۔ اس نے تو جو کچھ دیکھا یہ تھا کہ لال سنگھ کی فوج
ہزیمت خوردہ ستلج کے پایاب مقامات کی طرف بھاگی جاتی ہے اور اس
نظارہ سے انگریزی فوج کی زورمندی ثابت ہوتی تھی نہ کہ کمزوری۔ تاہم
تیج سنگھ نے پہلے روز کی تباہی کی اصلاح کی کوشش کرنے کے بغیر میدان
جنگ کو نہ چھوڑا۔ سرہیوگاف کی چٹھی کے مطابق (اگرچہ چٹھیوں کی صحت
پر اعتراض ہو سکتا ہے) "تیج سنگھ نے فیروزشاہ کے مقام کی بازگرفت کے
لئے کوشش بلیغ کی" اور درحقیقت وہ بڑی سخت اور نقصان دہ گولہ باری
کرتا رہا اور فقط اس حالت میں پیچھے ہٹا جب فوج انگریزی صف باندھکر
اس پر ٹوٹ پڑی۔ اب اگر یہ بھی فرض کر لیا جاسے کہ سردار تیج سنگھ نے
جتنا در اصل کیا اتنا نہیں کیا تھا تب بھی تو جائز طور پر ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا۔
فوج میں جس کے پنچ ہی یہ فیصلہ کر لیتے تھے کہ وہ کب لڑینگے اور کب پیچھے
ہٹ جائینگے اس کا کسی قسم کا رسوخ نہ تھا اور یہ کہنا لغو ہے کہ وہ پنچوں اور
فوج کی مرضی کے خلاف انگریزوں پر عام حملہ کرنے سے انکار کر سکتا تھا۔
فیروزشاہ کی لڑائی کے بعد اس نے گورنر جنرل سے جو خط و کتابت کرنی
چاہی ہوگی۔ ان کی منشا صرف یہ ہوگی کہ آپس میں صلح ہو جاے اور یہ
خط و کتابت اس قسم کی ہوگی جس کے کرنے کا اختیار ہر سپہ سالار کو ہوتا ہے۔
سبراؤں پر تیج سنگھ نے پھر صلح کی صلاح دی مگر فوج نے صرف
اُس کے خیمے پر پتھر برسائے اسے گرا دیا۔ اور دھمکی دی کہ اگر وہ دریا کو
عبور کر کے بائیں کنارے پر نہ چلا جائیگا تو اُسے قتل کر دینگے۔ بھلا ایسی

وحشی اور سرکش فوج کو چھوڑ کر اس کے میدان جنگ سے بھاگ جانے پر کون تعجب کر سکتا ہے؟ وہ یقیناً غنیم سے اتنا خوف نہ کھاتا تھا جتنا اپنے آدمیوں سے ڈرتا تھا *

تیج سنگھ بزدل ڈرپوک اور بے استقلال آدمی تھا مگر دغاباز نہیں تھا۔ اس میں نہ اتنی دلیری تھی نہ اتنی لیاقت کہ دیوانی فوج سکھ پر اس کا کوئی اثر ہوتا مگر اُس نے راجہ لال سنگھ کی طرح یہ نہیں کیا کہ پہلے فوج کو دیوانگی کے درجہ تک برانگیختہ کر دیا پھر اُن کے حالات ظاہر کر کے اُن کو تباہ کروا ڈالا۔ یہ قصے کہ اُس نے سبراؤں کے مقام پر سکھوں کی فوج کی واپسی کو روکنے کے لئے پُل کی ایک کشتی ڈبو دی تھی اور اپنے ہی آدمیوں پر گولہ باری کی تھی ذرا سی شہادت سے بھی ثابت نہیں ہوئے حالانکہ ان کی صداقت کے ثبوت بہم پہچانے کی ہر ایک طرح کوشش کی گئی وہ سب بالیقین اس کے بعض دشمنوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں *

صلح ہو جانے کے بعد سردار تیج سنگھ کو پرانی فوج کے برطرف کرنے اور نئی فوج بھرتی کرنے کا بہت سا کام رہا اور اُس کی کارروائی لاہور کے برٹش گورنمنٹ کے ایجنٹ کی مرضی کے مطابق عمل میں آئی ستمبر ۱۸۴۶ء میں تیج سنگھ کو سرداران شیر سنگھ اور منگل سنگھ اور جرنیل کاہن سنگھ مان اور جرنیل لال سنگھ مُراریا کے ہمراہ اس کی مرضی کے بالکل خلاف شیخ امام الدین کی بغاوت فرو کرنے کے لئے کشمیر جانے کا حکم ہوا۔ پہلے اس نے اپنی بیماری کا عذر کیا مگر آخر کار فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس مہم سے صرف تیج سنگھ ہی ناراض نہ تھا بلکہ قریب قریب تمام دوسرے سردار بھی اسکی طرح راجہ لال سنگھ کی ماتحتی میں کام کرنا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ راجہ لال سنگھ

کی لالچی اور کمینہ طبیعت نے اُن کے دل میں اُس کی طرف سے نفرت پیدا کردی تھی اور ان کو اُس کی دیانت داری پر مطلق اعتبار نہ تھا مگر چونکہ تیج سنگھ اس مہم پر آخر کار روانہ ہوگیا تھا لہذا اس نے جرأت اور چستی سے کام کیا۔ یکم اکتوبر کو اس کی فوج لاہور سے روانہ ہوئی اور ۱۶ کو نوشہرہ پہنچی اس عرصے میں اس نے راوی اور چناب کو عبور کیا اور ایکسو پچیس میل سفر کیا جس میں سے اخیر کے پچیس میل ایک دشوار گزار پہاڑی سڑک تھی۔ امام الدین نے علانیہ مقابلہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور یکم نومبر کو صاحب رزیڈنٹ کے کیمپ میں آگیا۔ سکھ فوج کو بھی اب چونکہ اور کوئی کام نہ تھا اس لئے یہ بھی لاہور واپس آگئی۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ لال سنگھ پر مقدمہ کرکے اُس کو معزول کردیا گیا اور اس کی جگہ عارضی انتظام کے طور پر سرداران تیج سنگھ اور شیر سنگھ اٹاری والا اور دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کو دوسرے انتظام ہونے تک انتظام سلطنت کرنے کے لئے کونسل کے طور پر مقرر کردیا گیا۔ ۱۶ دسمبر کو کونسل آف ریجنسی بنائی گئی جس میں سردار تیج سنگھ کو پریزیڈنٹ اور سرداران شمشیر سنگھ سندھانوالیہ۔ رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ۔ شیر سنگھ اٹاری والہ۔ عطر سنگھ کالیانوالہ دیوان دینا ناتھ۔ فقیر نورالدین اور بھائی ندھان سنگھ بطور ممبران شامل تھے۔ کونسل کے ممبروں کو خاص خاص کام سپرد ہوئے۔ سردار تیج سنگھ کونسل میں رکن اعلےٰ تھا اور فوج کا سب سے اعلےٰ حاکم تھا۔ دیوان دینا ناتھ وزیر صیغہ مال تھا اور سردار شیر سنگھ کو شاہی خانہ داری کے امور کا اہتمام سپرد تھا۔ سردار تیج سنگھ اور دیوان دینا ناتھ دونوں کی ذمہ واری نازک تھی۔ انہوں نے جہاں تک ہوسکا تمام الزام میجر لارنس برٹش رزیڈنٹ پر

لگائے اور ظاہر کیا کہ ہم محض اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے تھے مگر یہ بات اچھی طرح سے معلوم تھی کہ جو کچھ حق رسی ہوتی تھی خواہ براہِ راست یا بواسطۂ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعے ہوتی تھی اور اگر صاحب رزیڈنٹ نہ ہوتے تو مواجب کا بقایا بھی کسی کو نہ ملتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کونسل کے دورکن اعلیٰ اپنی توقع سے بھی کہیں زیادہ قابلِ الزام ٹھیرتے +

۷ اگست ۱۸۴۷ء کو سردار تیج سنگھ کو سیالکوٹ کا راجہ بنایا گیا اور اس شہر کا قلعہ قریبی مواضعات کے ساتھ جن کی جمع ۲۸۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی دئے گئے مہارانی کو برٹش رزیڈنٹ اور تیج سنگھ دونوں سے سخت نفرت تھی۔ اول الذکر سے اس واسطے کہ اُس نے (معاملاتِ سلطنت میں) مہارانی کا رسوخ نہیں رہنے دیا تھا اور آخرالذکر سے اس باعث کہ وہ صاحب رزیڈنٹ کی مصلحت اندیشی کی تائید کرتا تھا اس لئے اُس نے تیج سنگھ کی گدی نشینی کے دن اس کی بے عزتی اور توہین کرنے کا پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا یعنی مہاراجہ خورد سال کو سکھا دیا تھا کہ عطائے منصب راجگی کے وقت اُسے کیا کارروائی کرنی چاہیئے؟ چنانچہ جب تیج سنگھ اپنی پیشانی پر زعفران کا ٹیکا (جو راجہ ہونے کی ایک علامت تھی) لگوانے کے لئے آگے بڑھا تو بادشاہ خورد سال پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ہاتھوں کو بغلوں میں دبا کر اس رسم کے ادا کرنے سے انکار کر دیا اس پر صاحب رزیڈنٹ نے بھائی ندھان سنگھ کو جو سکھوں کا مذہبی افسر تھا اور مہاراجہ کا قائم مقام تھا اس رسم کی ادائیگی کا حکم دیا مگر یہ توہین تیج سنگھ کے دل میں اُتر گئی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ مہارانی کو انتظام سلطنت سے سخت نفرت ہے چنانچہ اُس کو نہایت تعجیل کے ساتھ لاہور

سے ہٹا کر شیخوپورہ کے قلعہ میں بھیج دیا گیا جہاں وہ آخری مرتبہ پنجاب
سے علیحدہ کئے جانے تک نظر بند رہی۔ اس سال کے شروع میں صاحب
رزیڈنٹ اور راجہ تیج سنگھ کو قتل کر دینے کی ایک سازش ہوئی جس کی اگر
مہارانی بانی نہ تھی تو شریک ضرور تھی۔ اس فساد میں جو سازش پاریما کے
نام سے مشہور ہے کوئی سردار شامل نہ تھا اور اس کو عمل میں لائے جانے
کا قصد نہیں کیا گیا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء کو راجہ تیج سنگھ کو "اقبال ویدار نرمل
بدھ۔ مبارز الملک۔ صمصام الدولہ راجہ تیج سنگھ سالار صفدر جنگ راجہ
سیالکوٹ" کا اعزازی خطاب ملا۔
۱۸۴۸-۴۹ء کے مفسدے کے دوران میں راجہ تیج سنگھ سرکار
انگریزی کا خیرخواہ رہا۔ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ وہ اور سردار لہنا سنگھ
مجیٹھیہ دونوں یقینی طور پر جانتے تھے کہ فساد ہوگا اور اسکے برپا ہونے
کے تھوڑا عرصہ پہلے راجہ تیج سنگھ چاہتا تھا کہ کچھ عرصے کے لئے پنجاب
چھوڑ جاے مگر پھر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ راجہ کو کسی طرح مفسدوں سے
شرکت نہ تھی۔ راجہ شیر سنگھ اٹاری والے یا اس کے باپ سردار چتر سنگھ
سے جن کی علانیہ غرض یہ تھی کہ مہارانی کو جو تیج سنگھ کی دشمن جانی تھی
پھر سلطنت پر بحال کرائیں اس کا سلوک نہ تھا۔ اگر مہارانی کو پھر حکمرانی
نصیب ہوتی تو راجہ کی موت یا اس کی جائداد کی ضبطی یقینی تھی۔ علاوہ
ازیں تمام پنجاب میں صرف راجہ تیج سنگھ ایک شخص تھا جس کو من کل الوجوہ
قناعت تھی یہ بڑا متمول تھا۔ اسے راجہ اور کونسل کا پریزیڈنٹ
بنا دیا گیا تھا اور جملہ سکھ امراء میں سے اس کا رتبہ برتر ہو گیا تھا اور صرف
ایک انقلاب ہی سے اس کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اکثر وہ

سکھ سردار اس سے ناراض تھے جو اس کو نو دولت اور دغاباز سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ کونسل میں اس کو کسی قسم کی جُرأت نہیں اور میدانِ جنگ میں تو اس کو قابلِ مضحکہ سمجھتے تھے۔ دربار میں اس کی اتنی وقعت کا ان سرداروں کو اس قدر حسد تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اگر راجہ تیج سنگھ خیرخواہ رہا تو اُس کو کچھ استحقاقِ تعریف نہیں ہے کیونکہ اگر کسی طرف بھی وہ نمک حرامی کرتا تو ضرور تباہ ہو جاتا مگر خطرے کے اوقات میں نیت پر خیال نہیں ہوتا۔ بے شبہ راجہ کے کام وفادارانہ تھے اور اُس کی امداد سرکارِ انگریزی کے لئے بیش قیمت تھی +

پنجاب کے الحاق کے موقع پر راجہ تیج سنگھ اور سردار بھگوان سنگھ کی جو جمعدار کا ایک ہی پس ماندہ بیٹا تھا (کشن سنگھ لڑائی کے بعد سبراؤں کے مقام پر ڈوب گیا تھا) ذاتی جاگیریں جن کی مالیت ۱۰۲۷۷۹ روپیہ تھی حین حیات کے لئے مستقل طور پر اس طرح دیدی گئی تھیں کہ راجہ کو ۹۲۷۷۹ کی اور بھگوان سنگھ کو ۱۰۰۰۰ روپیہ کی۔ ان دونوں کے حصوں میں بالترتیب ۲۰۰۰۰ روپیہ کی علے الدّوام جاگیر تو راجہ تیج سنگھ کے ورثا کو اور ۷۵۰۰ روپیہ کی بھگوان سنگھ کے ورثا کو ملنی۔ الحاق کے بعد راجہ سکھ فوج کے توڑنے اور نئی سکھ فوج کے بھرتی کرنے میں بڑا مُفید ثابت ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے رسالے کے بھرتی کرنے میں بڑی امداد دی اور اُس وفاداری کے عوض جو اس نے اُس وقت میں کی تھی اس کو ایک ہزار روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۶۱ء میں اس کی منتشر جائداد یکجا کر دی گئی اور اُس کے عوض میں بٹالے کا علاقہ دیدیا گیا اور اس کا خطاب بھی بدل کر راجہ بٹالہ کر دیا گیا۔ نیز اسکو جاگیردار مجسٹریٹ

بنایا گیا اور ڈپٹی کمشنر کے اختیارات دئیے گئے ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ پنجاب کی سفارش پر گورنمنٹ عالیہ نے دو ثلث اس کی جاگیر میں سے اور چھٹا حصہ بھگوان سنگھ کی جاگیر کا علے الدوام واگزار کر دیا +

۱۸۵۹ء میں راجہ کے گھر کرم کور کے بطن سے جو اسکے چچیرے بھائی کشن سنگھ کی بیوہ تھی اور جس کے ساتھ اس نے ۱۸۵۵ء میں شادی کر لی تھی ایک لڑکا پیدا ہوا مگر اس نے اس سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی ہربنس سنگھ کو جو اس کی دوسری ماں کا بیٹا تھا اور ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوا تھا متبنے کر لیا تھا +

راجہ تیج سنگھ چھاتی کی بیماری سے ۲ دسمبر ۱۸۶۲ء کو لاہور میں فوت ہوا۔ اس کی زندگی کے خاکے سے جو اوپر دکھایا گیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس قابلیت اور سیرت کا آدمی تھا۔ اگر یہ کسی کمتر درجہ کا آدمی ہوتا تو بہت تعریف کے قابل ہوتا کیونکہ اس میں کوئی نمایاں بُرائیاں نہ تھیں اور اتنی ہی نیکی اس میں تھی جتنی دُنیا کے اور آدمیوں میں ہوتی ہے مگر یہ زمانے کے انقلاب کو برداشت کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس میں نہ تو جُرات تھی نہ لیاقت تھی اور اسے جو ریاست میں اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ مہاراجہ کے بعد اوّل درجہ کا آدمی یہی ہو گیا اس کا باعث صرف یہ تھا کہ اُس کی لیاقت سے اُس کی قسمت اچھی تھی +

سردار بھگوان سنگھ کی جاگیر راجہ تیج سنگھ کی جاگیرات سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئی اور اس کی بابت ان میں مدت تک جھگڑے ہوتے رہے۔ راجہ تیج سنگھ کی وفات کے بعد گورنمنٹ نے ایک کمیٹی مامور کر دی جس میں راجہ سر صاحب دیال کے۔ سی۔ ایس۔ آئی سردار شمشیر سنگھ

سندھانوالیہ۔ دیوان اجودھیا پرشاد اور دیوان شنکرداس شامل تھے
اور جائداد کی تقسیم شافی طور پر ہو گئی +
۱۸۸۲ء میں سردار بھگوان سنگھ چالیس برس کی عمر میں امرتسر میں
فوت ہوا۔ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اس کی بیوہ نے ایک متبنّیٰ وارث
بنا لینے کی اجازت مانگی مگر گورنمنٹ نے یہ معلوم کر کے کہ سردار مرحوم نے
کبھی ایسی خواہش ظاہر نہیں کی تھی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔
بھگوان سنگھ کی موت جبکہ وہ بالکل تندرست تھا اچانک ہوئی اور اس کی
بیوہ کے بیان کے بموجب یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے اپنے
ہاں اولاد ہونے سے ناامیدی ہو گئی تھی۔ اسکے قبضے میں ۵۰۰۰ روپیہ
سالانہ مالیت کی جاگیرات حین حیات اور ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ کی علی الدوام
جاگیریں تھیں۔ چونکہ اس کا کوئی جائز نرینہ وارث نہ تھا اس لئے تمام
جاگیرات گورنمنٹ نے ضبط کر لیں مگر اس کی بیوہ اور پرانے ملازموں
کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا یعنی ۱۰۰۰ روپیہ کا سالانہ وظیفہ بیوہ
مذکور کی حین حیات کے لئے دیا گیا اور اسے اجازت دی گئی کہ اپنے
متوفی خاوند کے چند مکانات اور باغات پر جو گورنمنٹ نے اسی غرض
کے لئے ۱۰۰۰ روپیہ خرچ کر کے خریدے تھے بغیر کسی کرایہ دینے
کے قبضہ رکھے۔ سردار مرحوم کے پندرہ پرانے نوکروں نے حین حیات
کے لئے ۳۲۲۰ روپیہ کی سالانہ پنشنیں حاصل کیں۔ سردار کا قرض اتارنے
کا جو ۲۰۰۰۰ روپیہ سے زیادہ تھا یہ انتظام کیا گیا کہ قرض خواہوں کے
پاس سردار کی ذاتی جائداد جس کی آمدنی ۳۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی مکفول
کر دی گئی۔ بیوہ رانی کرپا دیوی ۱۹۰۷ء میں بہت سی جائداد غیر منقولہ چھوڑ کر

امرتسر میں فوت ہوئی جو کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کر دی گئی ہے یہ تجویز ہے کہ یہ جائداد ندھا سِصر اور رام لال کی اولاد میں برابر تقسیم کر دی جاوے اور اس تجویز سے راجہ ہربنس سنگھ متوفی کے لڑکے تمام جائداد کا چوتھا حصہ حاصل کرینگے ۔

راجہ ہربنس سنگھ اپنے بڑے بھائی تیج سنگھ کی وفات پر لاہور کے ڈسٹرکٹ کورٹ کا وارڈ بنا دیا گیا۔ ساری جائداد خاندان کے ایک پرانے نوکر رائے مول سنگھ کے انتظام میں آگئی جو گوجرانوالہ کا ایک کھتری تھا اور بعد ازاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ رہا تھا۔ اس کی وفادارانہ خدمات کا صلہ اس طرح ملا کہ سنہ ۱۸۶۷ء میں جب اس نے جائداد راجہ ہربنس سنگھ کے حوالے کی جس کی عمر ۲۱ سال کی ہوگئی تھی تو اسے ۱۰۰۰ روپیہ کا خلعت اور گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ کی ایک بڑی اچھی چِٹھی دی گئی۔ اس نے جائداد کا بہت کامیابی کے ساتھ انتظام کیا تھا یعنی اس نے وہ بھاری قرضہ ادا کیا جس کا راجہ تیجا سنگھ نے جائداد پر بوجھ ڈال رکھا تھا اور راجہ ہربنس سنگھ کی شادی اور دوسری رسومات کا خرچ بھی نکالا۔ اراضیات باغ اور رکھ کی آمدنی کو چوگنا کر دیا اور نوجوان راجہ کو ۷۵۰۰۰ روپیہ کی معقول رقم بچا کر بھی دے دی مگر یہ رقم جلدی اُڑا دی گئی اور اسکے بعد بالکل تھوڑے عرصے میں جائداد پر بہت سا قرضہ ہوگیا۔ ہربنس سنگھ کو لائق معلموں اور عمدہ تربیت کے ذریعے پنجاب کے امرا میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کا پورا موقع ملا۔ وہ بڑا خوش اخلاق آدمی تھا مگر بعض باتوں میں وہ اُمیدیں بر نہ آئیں جو اس کی نسبت تھیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بڑا بیٹا کیرتھی سنگھ اس کی جگہ پراونشل درباری ہوا اور

اس نے راجہ کا خطاب جو خاندان میں موروثی ہے حاصل کیا +

راجہ کیرتھی سنگھ کے جانشین ہونے پر خاندانی جاگیر پھر ایک دفعہ کورٹ آف وارڈ کے تحت میں رکھی گئی اور انتظام میں کفایت کو مدنظر رکھا گیا چنانچہ ۱۹۰۸ء کے ختم پر سوا چھ لاکھ روپیہ کے قرضے ادا کر دئے گئے تھے۔ ۲٫۷۰٫۰۰۰ روپیہ کے باقی قرضے اُمید ہے کہ آیندہ پانچ سال میں ادا ہو جائینگے +

راجہ کیرتھی سنگھ ۱۹۰۶ء میں اچانک لاولد فوت ہو گیا۔ اس کا چھوٹا بھائی راجہ فتح سنگھ جاگیر اور دربار وں میں خاندانی کرسی پر اسکا جانشین ہوا ہے۔ جاگیر ابھی تک کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے اور جاگیر کے علاوہ غیر منقولہ جائداد متوفی راجہ کی بیوہ اور اُس کے دو بھائیوں کے درمیان تقسیم ہو گئی ہے +

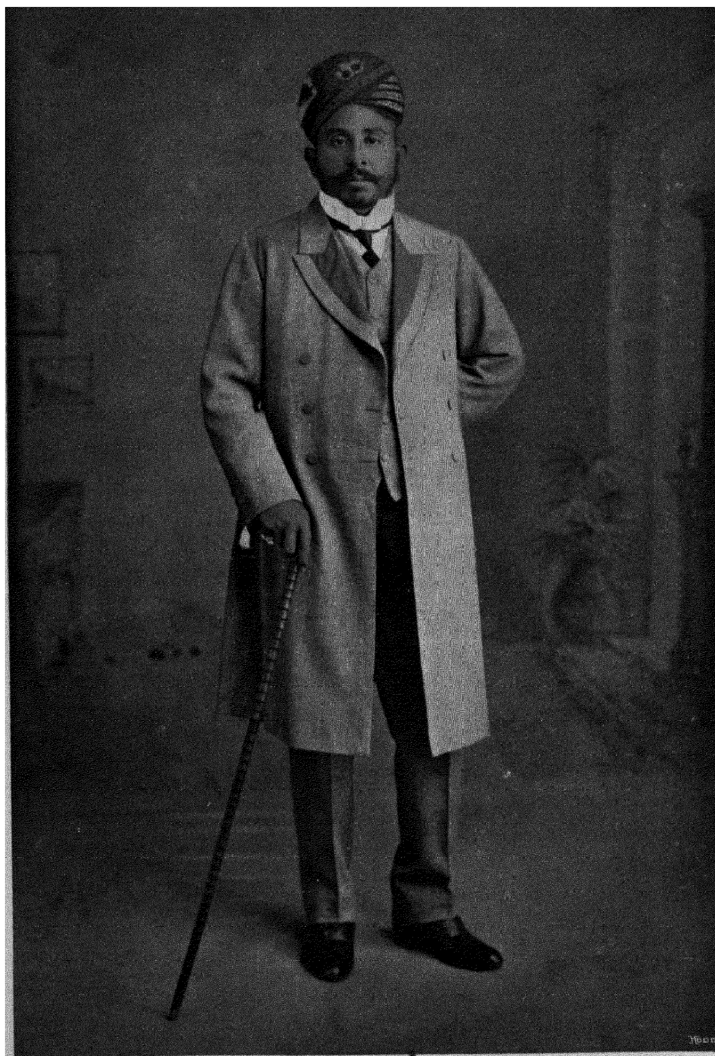
وہ جاگیر جو راجہ تیجا سنگھ کے خاندان کے قبضے میں تھی ۵۶۱۱۲ روپیہ سالانہ کی مقرر کی گئی تھی جس میں سے ۴۴۷۳ روپیہ کی راے مول سنگھ کو اور ۴۴۰۰ روپیہ کی سردار بہادر سردار نرندر سنگھ کو دی گئی تھی باقی ماندہ راجہ ہربنس سنگھ کے پاس رہی تھی۔ یہ حصے گورنمنٹ نے آخری دفعہ ۱۸۷۳ء میں دس سال سے زیادہ کی خط و کتابت کے بعد مقرر کئے۔ ۱۸۶۰ء میں سردار نرندر سنگھ کے پیدا ہونے پر راجہ ہربنس سنگھ کے دل میں بُرے خیالات پیدا ہو گئے جو کئی سال تک اپنے بھتیجے نرندر سنگھ کے تیج سنگھ کا جائز لڑکا ہونے یا جائداد کے کسی حصہ پر اُس کا حق ہونے سے انکار کرتا رہا۔ سردار نرندر سنگھ نے انبالہ وارڈ سکول میں تعلیم پائی۔ ۱۸۸۱ء میں جب وہ بالغ ہوا تو چچا کے ساتھ تنازعہ شروع

ہوگیا جس کا چار سال کے بعد صرف اُس وقت انفصال ہوا جبکہ سرچارلس ایچیسن نے بہ حیثیت لفٹنٹ گورنر اس معاملے میں مداخلت کی۔ دونوں فریقوں نے ایک صلح نامہ جو ایک عہدنامہ کے طور پر بنایا گیا تھا لکھا جس پر لفٹنٹ گورنر اور سکرٹری گورنمنٹ نے گواہیاں ثبت کیں اور جوڈسٹرکٹ جج لاہور نے جس کی کچہری میں سردار نرندر سنگھ نے جائداد کا حصہ لینے کے لئے دعوے دائر کر رکھا تھا باقاعدہ طور پر منظور کیا۔ ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کا حق ماننا پڑا۔ راجہ ہربنس سنگھ کو باقاعدہ طور پر تیج سنگھ کا متبنٰے تسلیم کیا گیا اور چچا یعنی ہربنس سنگھ کو نرندر سنگھ کے جائز وارث ہونے کا کوئی اعتراض نہ رہا۔ ہربنس سنگھ نے نرندر سنگھ کو امرتسر اور ہردوار کے ۵۶۰۰۰ روپیہ کی ملکیت کے مکانات امرتسر اور لاہور کے ۳۴۵۰۰ روپیہ کی مالیت کے باغ دئے۔ موضع گمٹالہ ضلع امرتسر کی زرعی اراضی جس کی سالانہ آمدنی ۲۹۱۵ روپیہ تھی اور ضلع گوجرانوالہ کی ۱۵۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی رکھیں دیں۔ مزید برآں راجہ کو ۳۵۰۰۰ روپیہ نقد بھی اپنے بھتیجے کو دینا پڑا۔ معاملے کے ہر پہلو کو ملحوظ رکھکر کہا جا سکتا ہے کہ سردار نرندر سنگھ کے لئے اپنا مقدمہ ثالثوں کے ہاتھ میں دینے سے افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہ رہی اور راجہ ہربنس سنگھ بھی غالباً خوش تھا کہ اُس کے بھتیجے کے حقوق کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہوگیا۔

سردار نرندر سنگھ نے تین شادیاں کیں اور اُس کی دوسری بیوی کے بطن سے ۱۸۸۲ء میں اُس کے ہاں ایک لڑکا ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں سردار مذکور کو فوجداری اور دیوانی اختیارات دئے گئے اور یہ آنریری

جوڈیشل افسر کا کام بہت اچھی طرح سے کرتا رہا جسکے صلے میں ۱۸۹۲ء
میں اسے سردار بہادر کا خطاب عطا کیا گیا۔ ۱۸۸۴ء میں وہ لاہور کے
ڈسٹرکٹ بورڈ کا اور ۱۸۸۶ء میں میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا ٭

سردار نرندر سنگھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اس کے اکلوتے
بیٹے بکرام سنگھ نے خطاب سرداری اور پراونشل درباروں میں
موروثی کرسی حاصل کی۔ سردار بکرام سنگھ امرتسر میں رہتا ہے جہاں
وہ آنریری مجسٹریٹ اور سول جج درجۂ اول ہے ٭



حاجی نواب فتح علی خاں قزلباش سی آئی ای رئیس اعظم لاہور

Haji Nawab Fateh Ali Khan Kazilbash, C.I.E., of Lahore.



خان بہادر سردار محمد علی خاں قزلباش رئیس لاہور

Khan Bahadur Sardar Muhammad Ali Khan Kazilbash, of Lahore.



خان بہادر سردار رضا علی خاں قزلباش رئیس لاہور

Sardar Raza Ali Khan Kazilbash of Lahore.

# نوّاب فتح علی خاں قزلباش سی-آئی-ای

## سردار نوروز علی خاں

سردار علی خاں (وفات سنہ ۱۷۷۰ء)

۱ سردار گل محمد خاں — ۲ سردار ہدایت خاں (وفات سنہ ۱۸۳۶ء) — ۳ سردار علی محمد خاں (وفات سنہ ۱۸۳۵ء)

سردار علی محمد خاں کے فرزند: ۱ علی جان خاں — ۲ علی اکبر خاں

سردار ہدایت خاں کے فرزند: ۱ محمد حسن خاں (وفات سنہ ۱۸۶۸ء) — ۲ محمد حسین خاں (وفات سنہ ۱۸۷۷ء) — ۳ حاجی محمد خاں (چار پسران) — ۴ نواب علی رضا خاں (وفات سنہ ۱۸۶۶ء) — ۵ سردار بہادر محمد رضا خاں — سردار محمد تقی خاں (وفات سنہ ۱۸۵۸ء)

سردار رضا علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۴۹ء)

۱ محمد جعفر خاں — ۲ عبداللہ خاں (وفات سنہ ۱۸۹۹ء) — ۳ محمد زماں خاں (وفات سنہ ۱۸۷۸ء) — ۴ محمد ہاشم خاں (وفات سنہ ۱۸۷۶ء) — ۵ محمد باقر خاں (وفات سنہ ۱۸۸۳ء)

سلطان علی خاں (وفات سنہ ۱۹۰۲ء)

حسین علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۲ء)

محمد عظیم خاں — علی حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء)

نواب سر نوازش علی خاں کے سی-آئی-ای (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) — ۲ نواب ناصر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۹۶ء) — ۳ نثار علی خاں (وفات سنہ ۱۸۷۸ء) — غلام حسین خاں

محمد اسلم خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۵ء)

ہدایت علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۸ء) — محمد علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء) — برکت علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۵ء) — ۳ نوّاب فتح علی خاں سی-آئی-ای ولادت سنہ ۱۸۶۲ء

محمد حسین خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — ۲ سعادت حسین خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۲ء) — ۳ منصور علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۲ء) — علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء) — علی رضا خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء) — محمد حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء) — نوازش علی خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)

علی محمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۹ء) — نثار علی خاں ثانی (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — ۳ مظفر علی خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۸ء)

جعفر حسین خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)

علی رضا خاں کا دادا سردار علی خاں اس خاندان میں پہلا شخص

تھا جس نے صوبۂ شیروان سے ترکِ وطن کیا۔ اِسی صوبے میں جو بحیرہ خزر کے مغربی سمت واقع ہے (اور اب روس کے علاقہ میں ہے) اس کا خاندان جو قزلباش ترک تھے رہتا اور حکومت کرتا تھا۔ جب نادر شاہ بادشاہ نے خلجیوں کو نکال دیا اور خراسان پر قبضہ کر کے ۱۷۳۸ء میں ہندوستان کی طرف آنے کی تیاری کی تو علی خاں اور دوسرے قزلباش عمائد کو جن کی نسبت اس کا یہ خیال تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں فسادات برپا کر دینگے اپنے ہمراہ لیتا آیا +

علی خاں نادر شاہ کی ہندوستانی لڑائیوں میں خدمات کرتا رہا اور ہندوستان سے واپس جانے پر نادر شاہ نے اسے تو قندھار کا عامل مقرر کر دیا اور دوسرے قزلباش عمائد کو کابل اور پشاور میں حکومتیں دیں جن کی وجہ سے مملکتِ ایران کو بڑا فائدہ پہنچا کیونکہ ان مفسدہ پرداز قزلباشوں کے وہاں سے چلے آنے پر آٹھ سال یعنی اُس وقت تک کہ نادر شاہ مقتول اور احمد شاہ دُرانی زورمند ہوا امن و امان رہا۔ احمد شاہ نے قندھار میں ۱۷۴۷ء میں تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا اور گو اسے قزلباش گروہ پر بالکل اعتماد نہ تھا مگر اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ انکا مقابلہ کر سکتا اس لئے اس نے اس فرقہ کے اعلےٰ رئیسوں کو جاگیرات اور فوج کی افسری دے دی +

علی خاں نے ہزارہ کا علاقہ حاصل کیا جو قندھار کے شمال میں تھا اور ایک طاقتور فوج کے ساتھ اِرد گرد کا ملک نواحِ ہرات تک فتح کر لیا۔ یہ احمد شاہ کے ہمراہ ۱۷۶۰ء میں اُس کے اخیر حملہ کے وقت ہندوستان آیا اور پانی پت کی اُس بڑی لڑائی میں جس نے مرہٹوں کی

طاقت کو پامال و شکست کر دیا حصّہ لیا۔ اس لڑائی میں علی خاں کی جو بہادری اور رعب و داب ظہور میں آئے اُن سے احمد شاہ کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اس نے افغانستان واپس آکر کوشش کی کہ اسے اس کی جاگیروں اور فوج کی حکمرانی سے محروم کر دے مگر علی خاں نے مقابلہ کرکے اپنی جاگیر وغیرہ قائم رکھی اور آخر کار احمد شاہ ناچار ہوا تو اسکے چند نوکروں کو روپیہ کا لالچ دے کر ۱۷۶۰ء میں اس کو مروا ڈالا علی خاں کا سب سے بڑا بیٹا گل محمد خاں اپنے باپ کی وفات پر صرف چھ سال کا تھا اس لئے علاقے میں بڑی ابتری پھیل گئی۔ علی خاں کی بیوہ نے اپنی حکومت چند سال تدبیر سے قائم رکھی مگر آخر کار یہ علاقہ کئی خود مختار اور جنگجو رؤسا میں تقسیم ہو گیا جو صرف تیمور شاہ سے نفرت کرنے میں متحد تھے۔ جو تخت کابل پر احمد شاہ کی جگہ متمکن ہوا تھا۔ جب علی خاں کے بیٹے جوان ہوئے تو اُنہوں نے بزورِ بازو اپنی جاگیر کا بہت سا حصّہ دوبارہ حاصل کر لیا اور تیمور شاہ نے ان کو راضی رکھنا مصلحت سمجھ کر گل محمد خاں کو قندھار بلا بھیجا اور یہاں بہت کچھ عزّت و تکریم کرنے کے علاوہ خطاب سرداری بھی عطا کر دیا۔

علی رضا خاں کا باپ ہدایت خاں ۱۷۹۷ء میں شاہ زماں کے ہمراہ لاہور آیا اور کچھ مہینوں تک یہیں رہا۔ کابل میں واپس جا کر اس نے اسد خاں برادر امیر دوست محمد خاں سے اپنی املاک بدل لیں۔ ۱۸۱۳ء میں سب سے چھوٹا بھائی علی محمد خاں ۴۰۰ فوج کے ساتھ وزیر فتح خاں اور اُس کے بھائی محمد عظیم خاں کے ہمراہ کشمیر کی مہم پر آیا جس میں اُن کو کامیابی ہوئی اور اس نے فوج میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا

جس پر وہ آٹھ سال تک ممتاز رہا۔ اس عرصے کے بعد کابل واپس جاکر اس نے ہدایت خاں کی شراکت میں خاندانی جائداد پر تصرف کیا اور دو لڑکے علی اکبر خاں اور علی جان خاں چھوڑ کر ۱۸۳۵ء میں فوت ہوگیا۔ بڑا لڑکا تھوڑے عرصے بعد ہی مرگیا اور علی جان خاں اپنے باپ کے حصۂ جاگیر کا وارث ہوا جو ابھی تک کابل میں اس کے قبضے میں ہے۔

ہدایت خاں کا ۱۸۳۶ء میں انتقال ہوا۔ اور چھ لڑکے چھوڑے جن میں سب سے بڑے محمد حسن خاں نے وزیر فتح محمد خاں کے ماتحت ہرات میں خدمات کیں اور جب شہزادہ کامران نے اس کے آقا کی آنکھیں نکال دیں تو وہ خان دل خاں اور شیر دل خاں کو قندھار پہنچانے گیا اور یہاں چند سال رہنے کے بعد اپنے چچا کے ساتھ کشمیر چلا گیا۔ کابل واپس پہنچ کر وہ اپنے بھائی علی رضا خاں کے ساتھ رہا اور افغانستان کی پہلی لڑائی کے دوران میں سرکار انگریزی کی اچھی خدمات بجالایا۔ دوسرا بھائی محمد حسین خاں محمد عظیم خاں کا بڑا منظور نظر تھا اور اس کے ماتحت کشمیر میں ایک اعلےٰ عہدے پر ممتاز تھا۔ محمد عظیم خاں کی وفات کے بعد حسین خاں کابل واپس آکے دوست محمد خاں کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ ۱۸۴۹ء میں وہ عرب کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے گیا جہاں کئی سال تک رہا۔ تیسرا بھائی حاجی محمد خاں تھا۔ یہ اس حبیب اللہ خاں کا وزیر تھا جو محمد عظیم خاں کی وفات اور دوست محمد خاں کی جانشینی کے درمیانی عرصہ میں کابل کا حکمران رہا تھا۔ دوست محمد خاں کی جانشینی پر وہ مکہ معظمہ چلا گیا اور واپس آکر علی رضا خاں کی معیت میں رہنے لگا۔

علی رضا خاں نے ہمیشہ اپنی موروثی جاگیر میں وقت گزارا جو

اس قسم کی تھی جسے افغانستان میں "زرخرید" موروثی لیکن پابندِ خدماتِ فوجی کہتے ہیں۔ جب انگریزی فوج شاہ شجاع کے ساتھ پہلے پہل ۱۸۳۹ء میں کابل میں داخل ہوئی تو علی رضا خاں شہر میں بڑا با رسوخ ہونے کی وجہ سے محکمۂ کمسریٹ کا اعلےٰ مہتمم مقرر ہوا۔ اس عہدے پر رہ کر اس نے بے مثل انتظام کیا اور کسی لڑائی میں بھی رسد اور باربرداری کے بہم پہنچانے میں ناکامیاب نہیں رہا۔ جب سرکاری چھاؤنی کا مفسدوں نے محاصرہ کیا تو یہ انگریزوں کی طرفداری میں پکا رہا اور فوج والوں کے لئے خوراک اور پوشش مہیا کرتا رہا۔ پھر سرکاری افسر اور انکی بیویاں قید کرلی گئیں تو علی رضا خاں ان کے مصائب کو کم کرنے اور ان کو رہائی دلانے کے لئے سخت کوشش کرتا رہا۔ محمد شاہ خاں غلزئی کو جسکی حفاظت میں یہ قیدی تھے ۵۰۰ روپیہ ماہوار دینے کے علاوہ ماتحت افسروں کو بھی بایں غرض کہ وہ قیدیوں سے اچّھا سلوک کریں اور اس کے نوکروں کو ان کے پاس کپڑے۔ نقدی اور سامان پہنچانے کی اجازت دیں رشوت دیتا رہا۔ یہیں اس کی ہمدردی ختم نہیں ہوگئی بلکہ اس نے فدیہ دیکر ایک سو ہندوستانی سپاہیوں کو بھی غلامی سے نجات دلائی اور دوسری انگریزی فوج کے کابل میں داخل ہونے تک اُنھیں اپنے گھر میں خفیہ طور پر چھپائے رکھا +

جب محمد اکبر خاں نے ان قیدیوں کو ہزارہ اور بامیان کے رستے سے کُھلّم کُھلا بھیجا تو علی رضا خاں نے جس کا اُس علاقے میں موروثی اقتدار قائم تھا رؤسائے ہزارہ کو رشوت دیکر ترغیب دی کہ وہ قیدیوں کو پہاڑوں کی طرف نہ لے جانے دیں نیز اس نے اپنے

ایجنٹ مرتضے شاہ کو بہت سا روپیہ دیکر بھیجا کہ وہ کوشش کرکے صالح محمد خاں
کو جو قیدیوں کو لے جانے والی جمعیت کا نگراں افسر تھا اپنی طرف ملالے
اسی کے رسوخ اور صرف کثیر کی وجہ تھی کہ قیدی بچ کر جرنیل پولک کی امدادی
فوج کے ساتھ شامل ہو سکے۔ جب اکبر خاں جرنیل مذکور پر حملہ کرنے کے
لئے بڑھا تو علی رضا خاں نے قزلباش رؤسا کو انگریزوں کی طرف کر دیا
چنانچہ اُنہوں نے لڑائی سے پہلے ہی اکبر خاں کا ساتھ چھوڑ دیا اور شکست
کھانے کے بعد بھی ان رؤسا کی دشمنی کے ڈر سے وہ واپس کابل نہ
گیا بلکہ پہاڑی علاقہ میں سے ہوتا ہوا ترکستان بھاگ گیا +

سرکاری افواج کی ہندوستان کی طرف واپسی پر علی رضا خاں انکے
ہمراہ آیا اس کے افعال نے محمد اکبر خاں اور بارک زئیوں کو اُس سے
سخت متنفر کر دیا تھا۔ اور کابل میں اس کی جان اب محفوظ نہ رہی تھی۔ اسکی
جاگیریں (مالیتی ۳۰،۰۰۰ روپیہ) ضبط کرلی گئیں اس کے مکانات
منہدم کر دئے گئے اور ان کے مصالح سے اکبر خاں نے اپنے واسطے
دو مکان بنوا لئے تھے +

الغرض یہ خشک اور بے مزہ تفصیل علی رضا خاں کی خدمات کی
ہے جن سے پوری بے غرضی۔ شرافت اور مردمی پائی جاتی ہے اپنی
جان کو خطرے میں ڈال کر اور اپنی ثروت۔ حیثیت اور جائداد موروثی
کھو کر علی رضا خاں تنہا جیسا کہ شایان مردی ہے اُن کی حفاظت میں
مستقل رہا جن کے ساتھ اُس نے دوستی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر
اُس نے اور اسکے خاندان نے سرکار انگریزی کی ہندوستان میں بھی
ویسی ہی خدمات کیں جیسی کہ اُنہوں نے افغانستان میں کی تھیں ستلج

کی لڑائی کے دوران میں وہ اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے ساتھ جسکے
بہت سے رکن اسکے ہمراہ جلاوطن ہوئے تھے اور مدکی۔ فیروزشاہ اور
سبراؤں کی لڑائیوں میں لڑے تھے جہاں اُن کے چار سوار مارے بھی گئے
تھے مع ساٹھ سواروں کے انگریزی کیمپ میں شامل ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں
وہ میجر ایچ۔ لارنس صاحب بہادر کے ہمراہ کانگڑہ اور کشمیر گیا اور ۴۹-۱۸۴۸ء
کے مفسدے کے دوران میں اس نے ایک سو سوار اپنے ہمشیر زادے
شیر محمدؐ کے ماتحت خدمات کے لئے مہیا کئے۔ جون ۱۸۵۷ء میں جبکہ سرکار
انگریزی کو نہایت سخت ضرورت تھی علی رضا خاں نے ایک رسالہ دہلی کے
پاس خدمات کرنے کے لئے بھرتی کیا چونکہ اس کا لاہور میں رہنا ضروری
خیال کیا گیا تھا اس لئے اس نے یہ رسالہ اپنے بھائیوں محمد رضا خاں
اور محمد تقی خاں کے ماتحت کر دیا۔ اس فوج کے بھرتی کرنے میں اس نے
سرکار سے روپیہ اس واسطے نہیں مانگا کہ اُس وقت خود سرکار کو روپیہ
کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے روپیہ سے اور لاہور کی
جائداد اور مکان رہن رکھکر فوج کا خرچ دیا اور اپنے بھائی کے علاوہ
اپنے بھتیجوں عبداللہ خاں۔ محمد حسن خاں۔ محمد زماں خاں غلام حسن خاں
اور شیر محمد خاں کو بھی بھیجا۔ یہ فوج جو علی رضا خاں نے بھرتی کی تھی
ہاڈسن صاحب کے مشہور رسالے کا ایک حصہ بن کر جہاں کہیں یہ بہادر
فوج گئی لڑائیوں میں خدمات کرتی رہی اور اس کی دلاوری ہمیشہ
نمایاں رہی۔

کھاسی گنج کے مقام پر محمد تقی خاں بہادری سے لڑتا ہوا کئی
باغیوں کو اپنے ہاتھ سے مارنے کے بعد مارا گیا۔ علی رضا خاں کا چھوٹا

بھائی محمد رضا خاں اپنی بے خوف رجمنٹ میں شجاع ترین سپاہیوں میں تھا۔ مالوہ اور شمس آباد کے مقام پر یہ دو دفعہ زخمی ہوا اور دو گھوڑے اس کی ران کے نیچے مارے گئے۔ جہاں کہیں گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی وہیں بہادر محمدؐ رضا خاں پایا جاتا تھا۔ لڑائی کے بعد اس نے اوّل درجے کا آرڈر آف میرٹ حاصل کیا۔ سردار بہادر کا خطاب لیا اور دوسو روپیہ کی علی الدّوام پنشن حاصل کی۔ یہ لکھنؤ میں جہاں لڑائی کے تھوڑی مُدّت بعد رخصت پر گیا تھا رہ گرائے عالم بقا ہوا۔

علیؑ رضا خاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ تھا اور شہر میں لازمی طور پر اس کا بڑا رسوخ تھا جس کو وہ ہمیشہ بھلائی کرنے میں استعمال کرتا رہا۔ کابل سے یہاں آنے پر اسے ۸۰۰ روپیہ ماہوار اور اس کے بھائی محمدؐ رضا خاں کو ۲۰۰ روپیہ ماہوار پنشن دی گئی تھی۔ غدر کے بعد اس نے بھڑائچ اور اودھ کے ۱۴۷ مواضعات کی جن کی آمدنی ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی تعلقداری حاصل کی۔ اس کو خان بہادر کا خطاب بھی دیا گیا اور اس کے متذکرۂ بالا بھتیجوں کو جنہوں نے ایّام غدر میں ایسی اچھی خدمات کی تھیں سردار بہادر کے خطابات سے معزز کر دیا گیا۔ پھر اسکی وفات سے دو سال پہلے ۱۸۶۴ء میں اُسے موروثی نوّاب بنا دیا گیا۔

علیؑ رضا خاں کے تین لڑکے تھے جن میں سے سب سے بڑا نوازش علی خاں ۱۸۴۸ء میں سکھ فوج کے باغی ہو جانے کے موقع پر میجر جی لارنس صاحب بہادر کے پاس پشاور میں تھا۔ یہ اخیر وقت تک صاحب موصوف کے ساتھ ہی رہا اور اس کی اس وفاداری کے سبب سے اس کا مکان اور جائداد جو پشاور میں تھے ضائع ہو گئے۔ تیسرا

بیٹا ناصر علی خاں خاندانی املاک واقع اودھ کا مہتمم تھا۔ وہاں اسے آنریری اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور اس کی کارگزاری حکام کی مرضی کے عین مطابق رہی۔

۱۸۶۶ء میں علی رضا خاں کی وفات پر نواب کا خطاب اس کے بیٹے نوازش علی خاں کو ملا اور یہ بھی اپنے باپ کا قابل جانشین ثابت ہوا۔ اس نے اپنی ساری عمر رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کی اور امن و آسائش کے اُن دنوں میں جو لڑائیوں کے بعد آئے اس نے اپنا وہ نام پیدا کیا جو دیانت داری اور راست بازی کی وجہ سے امرائے پنجاب کی صفِ اوّل میں داخل ہے۔ ۱۸۷۰ء میں یہ آنریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا اور تین سال تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ رہا۔ ۱۸۸۵ء میں اسے سی۔ آئی۔ ای کا خطاب اور اس کے تین سال بعد کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۰ء میں یہ لیجسلیٹو کونسل کا زائد ممبر نامزد کیا گیا اور اس سے ایک سال پہلے اسے رکھ تلیانہ ضلع لاہور کے حقوق مالکانہ عطا کیے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں سر نوازش علی خاں کی وفات کے بعد نواب کا موروثی خطاب اس کے چھوٹے بھائی ناصر علی خاں کو عطا کیا گیا جو خاندان کا بزرگ اور اپنے بھائی کی جگہ پراونشل درباری ہو گیا۔ ناصر علی خاں پراونشل سول سروس میں پچیس سال تک ملازم رہا اور ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا۔ اس کا جانشین اس کا بھتیجا فتح علی خاں ہوا جو نواب کا خطاب اور اپنے چچا کی جاگیرات ورثہ میں حاصل کر کے خاندان کا بزرگ اور پراونشل درباری ہے۔ ۱۸۹۷ء میں نواب فتح علی خاں پنجاب کی لیجسلیٹو کونسل کا ممبر نامزد

کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں وہ ہز مجسٹی شہنشاہ کی تاجپوشی میں پنجاب کی طرف سے شامل ہونے کے لئے انگلستان گیا اور ۱۹۰۳ء میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے دہلی دربار میں شامل ہوا جہاں اسے سی۔آئی۔ای کا خطاب عنایت ہوا۔ پھر ۱۹۰۴ء میں اسے گورنر جنرل کی لیجسلیٹو کونسل کا زائد ممبر نامزد کیا گیا۔ کئی دفعہ ثابت ہو چکا ہے کہ نواب فتح علی خاں سرکار انگریزی کا فرمانبردار اور وفادار ہے اور بالتواتر کئی وائسرائوں اور لفٹنٹ گورنروں نے اس کی تعریفیں کی ہیں۔ یہ تمام خیراتی کاموں میں دریا دلی سے چندے دیتا ہے اور اس کے فلاح خلائق کے جوش اور پنجاب کے مسلمان امرا میں ممتاز ہونے کی وجہ سے ہر ملت و مذہب کے لوگ اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں ❖

نواب ناصر علی خاں کا لڑکا محمد علی خاں آنریری مجسٹریٹ اور لاہور کی میونسپل کمیٹی کا وائس پریزیڈنٹ ہے۔ سردار بہادر محمد رضا خاں کا لڑکا سردار رضا علی خاں اپنے باپ کی خدمات کے صلہ میں ۲۰۰ روپیہ ماہوار پنشن پاتا ہے اور ڈویژنل درباری ہے۔ وہ کچھ عرصہ تک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہا اور ۱۸۸۰ء میں سرلیپل گرفن کے پولیٹکل عملہ میں ممبر ہو کر صاحب موصوف کے ہمراہ کابل گیا۔ پراونشل سروس سے دستکش ہونے کے بعد اس نے میونسپل کمیٹی لاہور میں رہ کر بہت سے مفید کام کئے اور ۱۹۰۸ء میں درجہ دوم کا تمغہ قیصر ہند حاصل کیا۔ محمد اعظم خاں کا لڑکا علی حسین خاں بیرسٹر ایٹ لا اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے ❖

اس طرح اسّی برس سے زیادہ عرصہ سے علی رضا خاں اور اسکی

اولاد سرکار انگریزی کی ایسی عقیدت سے خدمت گزاری کرتی رہی ہے جس کی بالکل بے غرض صداقت میں مطلق شُبہ نہیں۔ علیؑ رضا خاں سرکار انگریزی کی رعایا میں پیدا نہیں ہوا تھا مگر سارے ہندوستان میں ایسا کوئی خاندان مشکل سے ملیگا جو گو احسانمندی کی وجہ سے یا اپنا فرض سمجھکر سرکار انگریزی کا کتنا ہی دلدادہ کیوں نہ ہو مگر جس نے سرکار موصوف کے واسطے ایسی شرافت کے ساتھ جان اور ہر شئے کو جس سے زندگی کا حظّ حاصل ہوسکتا ہے خطرے میں ڈالا ہو۔ جب تک کہ کابل کی پہلی لڑائی مع اُن سخت مصائب کے جن کے برابر مصائب انگریزی فوج پر کبھی نہیں پڑے یاد ہیں اور جب تک ۱۸۵۷ء کے مصائب و آلام اور فتح و نصرت انگریزی گھرانوں میں روزانہ قصے کے طور پر رہینگے تب تک علیؑ رضا خاں اور اس کے بہادر خاندان کا نام تمام سچے انگریزوں کو احترام و احسانمندی کے ساتھ یاد رہیگا +

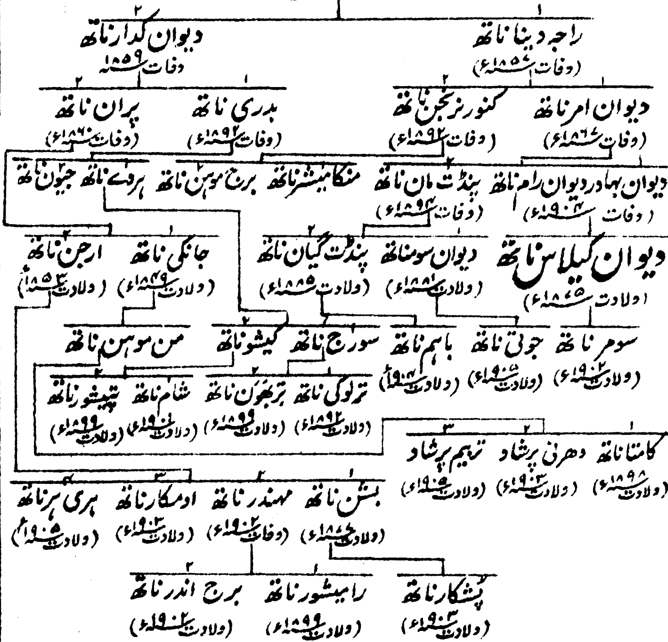
**نوٹ۔** قزلباشوں کا ابھی تک کابل میں بڑا رسوخ ہے جہاں یہ آٹھ یا دس ہزار کی تعداد میں ہیں۔ ان کا محلہ شہر کے جنوب و مغرب کی طرف بالکل علیحدہ چاروں طرف سے مضبوط ہے اور چانڈول کے نام سے مشہور ہے۔ کابل کا وزیر حال (مستوفی) قزلباش ہے۔ اس قوم کے آدمی اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہیں اور دوست محمد کی خود والدہ اس قوم کی ایک معزز عورت تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ ایران کابل کی سلطنت کو کمزور کرنے کے لئے اب قزلباشوں سے سازش کر رہا ہے۔ (دستخط۔ گرفن ۱۸۶۵ء)

قزلباش یعنی سرخ کلاہ ترکی لفظ ہے اور بعض اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ نام اُن ٹوپیوں کی وجہ سے پڑگیا جو اں قیدیوں نے پہنی ہوئی تھیں جن کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲۵)

تیمور لنگ نے شیخ حیدر کے سپرد کیا تھا۔ مگر ڈی ہربلوٹ صاحب بہادر اپنی کتاب "بہلیو تھیک اوف اورینٹل" میں جو ۱۸۸۶ء کو شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں کہ اس نام کی ابتدا اسمٰعیل سے ہے جس سے ایک خاندان شاہی کی بنیاد پڑی۔ اس نسل کے بادشاہ ۹۰۰ھ ہجری سے ایران میں سلطنت کرتے رہے اور انہوں نے اپنے سپاہیوں کو سرخ ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا تھا جس کے گرد ایک پگڑی بارہ پیچوں کی بارہ اماموں کے نام سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جانشین تھے اور جن کی نسل سے بادشاہ مذکور تھے تعظیماً باندھی جاتی تھی ۔

# دیوان کیلاس ناتھ




سکھوں کی سلطنت کے پچھلے زمانے میں جن لوگوں کو اقتدار حاصل ہوا اُن میں سے سب سے زیادہ مشہور راجہ دینا ناتھ تھا۔ اُس کی نسبت ٹیلرینڈ پنجاب* کا لقب خوب موزوں ہے اور اس کے سوانح اور حالاتِ زندگی یورپ کے مُدبرِ موصوف سے بہت مشابہ تھے۔ اکثر انقلابات

* ٹیلرینڈ فرانس میں ایک بڑا مدبر وزیر تھا جو کئی انقلابات میں بنا رہا۔

جن میں راجہ دینا ناتھ کے سرپرست اور کرمفرما صنائع ہو گئے گزرے
مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ کئی اعلےٰ خاندان بنے اور بگڑ گئے مگر راجہ کو
کبھی اُن کی تباہی سے ضرر نہ پہنچا۔ قتل اور خونریزی میں کبھی اُسکی
جان خطرے میں نہ پڑی حالانکہ ضبطی جائداد و املاک اور حکماً لوٹ مار
آئین حکومت میں داخل تھے مگر راجہ دینا ناتھ کی ثروت اور اقتدار میں
ہمیشہ ترقی ہوتی رہی۔ زیرکی اور دور اندیشی اُس میں اتنی تھی کہ جب
اَور لوگوں کی نظروں میں پولیٹکل مطلع صاف نظر آتا تھا۔ اُس کو طوفان
آنے کی علامت نظر آجاتی تھی اور وہ سمجھ لیتا تھا کہ فلاں فریق کو جو اس
طوفان میں نقصان اُٹھائیگا یا فلاں دوست کو جو تباہ ہو جائیگا چھوڑ دے
ایماندار آدمی بہت انقلابات میں مصئون نہیں رہا کرتے مگر راجہ دینا ناتھ
جتنی بیوفائی کرتا تھا اُتنی اُس کو ترقی ہوتی تھی۔ وہ محبّ وطن تھا مگر اُسکی
حب الوطنی ذاتی اغراض کے ماتحت تھی۔ اُس کو انگریزوں سے سخت
نفرت تھی کیونکہ یہ لوگ اُس سے اور اُس کی سرکار سے زیادہ طاقتور
تھے مگر اپنی اغراض کی وجہ سے مجبور تھا کہ اُن کی خدمتگزاری سامسن
کی طرح سے کرے جو فلسطینوں کی نفرت کے باوجود خدمتگزار تھا مگر راجہ
دینا ناتھ کو اپنے ڈھنگ پر وفاداری کرنی بھی آتی تھی اور اپنے دوست کا
ساتھ اُس وقت تک دیتا تھا جب تک کہ اُسے خاص اپنے امن میں
خلل آجانے کا اندیشہ نہ ہو جائے اور اُس دوست سے کنارہ کشی بھی
کرتا تھا تو اپنی جان کے اندیشے سے نہیں بلکہ اپنی ثروت اور اقتدار
کے تلف ہو جانے کے اندیشے سے۔ کیونکہ راجہ دینا ناتھ آدمی بہادر
تھا اس میں اخلاقی قوت بھی بہت تھی مگر مذکورہ خیالات سے اُس میں کبھی

یہ جرأت پیدا نہیں ہوئی کہ نتیجے کا خیال کئے بغیر حق پر چلے۔ وزیر مال کی حیثیت سے راجہ دینا ناتھ کی پالیسی دانشمندانہ اور فیاضانہ تھی اور سرکار انگریزی نے جو نیا انتظام محصول کا کیا اُس کے فوائد کو راجہ مذکور نے فوراً سمجھ لیا۔ ملک کے حالات سے اس کو بڑی واقفیت تھی اور بہ کارگزار بھی غایت درجہ کا تھا اگرچہ اس خواہش سے کہ اختیار اُس کے اپنے ہاتھوں میں رہے بجائے کام میں ترقی پیدا کرنے کے اُسے روک دیتا تھا۔ راجہ دینا ناتھ پکا دُنیادار۔ شائستہ اور عاقبت اندیش تھا۔ گو وہ کوئی فاضل آدمی نہ تھا مگر تعلیم و تربیت اچھی پائی تھی اور یورپینوں سے ایسی دلیری اور ظاہری صفائی کے ساتھ جو ایشیائیوں میں غیر معمولی ہے گفتگو کیا کرتا تھا کہ سامع کی طبیعت خوش ہو جاے ✤

راجہ دینا ناتھ کی نسبت راے لگانے میں سختی نہیں کرنی چاہئے اسکے عیوب اس زمانے میں بھی یورپ کے بعض ممالک میں مدبّرانہ نیکیاں سمجھے جائینگے۔ سکھ امرا میں سے جو مہاراجہ دلیپ سنگھ خورد سال کے حاضر باش درباری تھے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے خلوص نیت سے اپنے ملک کے نفع کے لئے کوشش کی ہو یا اُس کو بچانے کے لئے اپنا تھوڑا سا بھی نقصان گوارا کر لیا ہو۔ مگر راجہ دینا ناتھ اپنے ہمعصروں کے مقابلہ میں زیادہ صاف نیت نہ تھا تو کم سے کم اُن سے زیادہ اپنے ملک کی محبت تو رکھتا تھا ✤

راجہ دینا ناتھ کا خاندان اصل میں کشمیر سے آیا تھا جہاں شاہجہاں کے عہد حکومت میں اس کے کچھ افراد دربار میں ملازم تھے اور محمد شاہ کے عہد تک وہیں رہے جس زمانے میں بشن ناتھ کا بڑا لڑکا لچھی رام کشمیر کو چھوڑ کر لاہور آگیا اور یہاں ملازم ہو گیا۔ اس کے بعد ہی یہ دہلی

چلا گیا یہاں اس نے اپنے چھوٹے بھائی ہرداس کو بلا لیا اور بعدازاں لکھنؤ میں مراجعت کر لی جہاں بہ زیادہ تر رہتا رہا۔ اس کے لڑکے دلارام نے نواب اودھ کے ہاں ملازمت کر لی مگر دربار میں کچھ سازشیں ہو جانے کی وجہ سے اس کو نوکری چھوڑنی پڑی۔ اس کے بعد اس نے سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کی اور ۱۷۹۱ء میں فوج کے ساتھ میسور کی طرف جا رہا تھا کہ بیمار ہو کر مر گیا۔ دینا ناتھ کو جس کا باپ بخت مل دہلی کے محکمہ سول میں ایک ادنےٰ عہدے پر ملازم تھا اس کے قریبی رشتہ دار دیوان گنگا رام نے جو اس وقت دفتر سرکار لاہور کا افسر تھا ۱۸۱۵ء میں لاہور بلا لیا اور اپنے دفتر میں ملازم رکھ لیا جہاں اس نے اپنے فہم و ذکا اور کارگزاری سے بہت جلد ترقی کر لی پہلے پہل ۱۸۱۸ء میں ملتان کی فتح کے بعد اس نے نہایت عجلت اور صفائی سے اُن آدمیوں کی ایک فہرست بنا کر جو معاوضات کے مستحق تھے رنجیت سنگھ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ تھوڑی مدت بعد اس نے صوبہ ملتان کے حسابات درست کئے جنہیں پہلا ناظم سکھدیال بہت خراب کر گیا تھا۔ ۱۸۲۶ء میں جب گنگا رام فوت ہوا تو شاہی مہر اس کی تحویل میں دی گئی اور ۱۸۳۴ء میں بھوانی داس کی وفات پر یہ محکمہ سول اور مال کا افسر بنایا گیا۔ پھر ۱۸۳۸ء میں اس نے دیوان کا اعزازی خطاب حاصل کیا۔ رنجیت سنگھ کو دینا ناتھ کی کارروائی پر سب سے زیادہ اعتماد تھا اور مہاراجہ کے عہد حکومت کے اخیر سالوں میں اس کا اقتدار بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ ہر ایک ضروری موقع پر اس کی صلاح لی جاتی تھی اور اسے امرتسر۔ دینا نگر اور قصور کے علاقوں میں ۹۶۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں عطا ہوئی تھیں۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کے عہد حکومت میں دینا ناتھ اپنے عہدے پر قائم رہا۔

اس نے نئی جاگیریں حاصل کیں اور مہاراجہ شیر سنگھ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا رہا - یہ مہاراجہ* کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ اس کو سندھانوالیوں نے قتل کر دیا - اور جب راجہ ہیرا سنگھ کو حکومت حاصل ہوئی تو دیوان دینا ناتھ سے زیادہ کوئی سرگرم اس کا صلاح کار نہ تھا - جب ہیرا سنگھ نے اپنے چچا راجہ گلاب سنگھ سے جھگڑا کیا یا جھگڑا کرنے کا بہانہ کیا تو دیوان مع بھائی رام سنگھ اور شیخ امام الدین راجہ سے معاملات طے کرانے جموں گیا انکی سفارت بالکل کامیاب ہوئی اور یہ تینوں جموں سے راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے میاں سوہن سنگھ کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیکر آئے جسکو اسکے چچیرے بھائی ہیرا سنگھ نے جلدی ہی قتل کرا دیا - ہیرا سنگھ کی وفات پر جواہر سنگھ مہارانی جنداں کے فاسق وفاجر اور حقیر بھائی نے حکومت حاصل کی مگر دیوان دینا ناتھ اس کے زمانے میں بھی اپنے منصب پر قائم رہا +

شہزادہ پشاورا سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد فوج نے باغی ہو کر فیصلہ کر دیا کہ سردار جواہر سنگھ کو جس کی اشتعالک سے شہزادہ مذکور قتل ہوا ہے ہلاک کر دیا جاوے - اس سے سردار کو بڑا خطرہ پیدا ہو گیا - اس نے قلعے کو مقابلے کے واسطے آراستہ کیا اور ۱۹ ستمبر کو دیوان دینا ناتھ - عطر سنگھ کالیانوالہ اور فقیر نور الدین کو فوج کے منانے کے لئے بھیجا مگر ان سرداروں کے ساتھ فوج بہت حقارت سے پیش آئی اور عطر سنگھ

* جب سندھانوالئے کمرے میں داخل ہوئے تو دیوان دینا ناتھ شیر سنگھ کے عین پیچھے کھڑا ہوا تھا - جس گولی سے مہاراجہ قتل ہوا غالب تھا کہ دیوان دینا ناتھ بھی اُسکی ضرب سے زخمی ہو جاتا یا مارا جاتا اگر مہر گھسیٹا جو سندھانوالیوں کا ایک وکیل اور اس سازش کا رازدار تھا ایک ضروری بات کرنے کے بہانے سے اسے ایک طرف نہ لے جاتا +

اور دینا ناتھ کو کیمپ میں قید کر رکھا۔ یہاں یہ ۲۲ تاریخ تک یعنی جواہر سنگھ کے قتل ہونے کے ایک دن بعد تک قید رہے جس دن سپاہ نے جس پر رانی کا اس وقت تک بھی بڑا اقتدار تھا انہیں چھوڑا تاکہ وہ رانی کے سخت غم و اندوہ کو فرو کریں۔ چنانچہ وہ رانی کے ہمراہ قلعے میں واپس آگئے جواہر سنگھ اپنی چار بیویوں سمیت اسی شام کو جلایا گیا جس کی چتا پر مہارانی کی طرف سے دیوان دینا ناتھ موجود تھا۔ ان بدنصیب عورتوں کی جو لاش کے ساتھ جلائی جانے والی تھیں فوج نے بہت بے حرمتی کی۔ ان کے جواہرات چھین لئے اور نتھیں نوچ لیں۔ ہندوؤں میں ستی ہونے والی عورت بڑی متبرک سمجھی جاتی ہے اور جو الفاظ دم اخیر وہ کہے سمجھے جاتے ہیں کہ ضرور پورے ہونگے۔ دینا ناتھ اور دوسرے آدمی ان کے پاؤں پر گرے اور ان سے دعا چاہی۔ عورتوں نے دینا ناتھ مہارانی اور اس کے بیٹے کو تو دعا دی مگر سکھ فوج کو بددعا جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ پنجاب کا کیا حال ہوگا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسی سال کے اندر ملک کی آزادی چھن جائیگی اور خالصہ مغلوب ہوجائینگے سکھ سپاہیوں کی عورتیں بیوہ ہوجائینگی مگر مہاراجہ اور اسکی والدہ دیر تک زندہ رہینگے اور خوش رہینگے۔ یہ الفاظ قابل قدر تھے۔ اگرچہ سچ تو یہ ہے کہ فوج آپ اپنی فلاکت و ہلاکت کی جانب جارہی تھی اور کسی پیشین گو کو پیشین گوئی کرنے کی ضرورت نہ تھی ؎

اس کے بعد دیوان دینا ناتھ کو صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اگر فوج ایسی ہی طاقتور اور مطلق العنان رہی جیسی کہ اس وقت تھی تو نہ تو اس کی اپنی اور نہ کسی دوسرے شخص کی جو اعلےٰ عہدے پر ہے خیر

رہیگی چنانچہ اپنے ہم خیال راجہ لال سنگھ اور مہارانی کے ساتھ ہو کر جو اپنے بھائی کی موت کا انتقام لینے کی مشتاق تھی اس نے فوج میں انگریزوں کے ساتھ لڑنے کی خواہش پیدا کی جس سے سازش کنندگان کو اُمید تھی کہ یہ کبھی واپس نہ آیگی۔ سپاہیوں کی طبیعتوں کو بھڑکانے کی غرض سے بڑی کوشش کے ساتھ افواہیں اُڑائی گئیں۔ مشہور کیا گیا کہ جو بدنظمی پنجاب میں ہو رہی ہے اس سے انگریز یہ فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ ملک پر چھا جائیں۔ اور یہ کہ لال کُرتیوں کی پلٹن پر پلٹن بنگال سے آ رہی ہے بلکہ بعض پلٹنیں اس وقت ستلج عبور کرنے کی تیاری کر رہی ہیں الغرض جب اس طرح سپاہیوں کے دل مشتعل ہو گئے تو نومبر کے شروع میں شالامار میں ایک بڑی کونسل ہوئی اور وہاں دیوان نے ایسی فصیح معنی خیز اور پرجوش تقریر کی کہ تمام حاضرین نے متفقہ طور پر اعلان جنگ چاہا۔ پھر اس لڑائی کا جو مآل ہوا سب کو معلوم ہے۔ اس کے بعد راجہ دینا ناتھ نے ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو اُس عہدنامے پر دستخط کئے جس کی رو سے پنجاب کا عمدہ ترین علاقہ سرکار انگریزی کے حوالے کیا گیا۔ اگرچہ انگریزوں کے لاہور میں رہنے کی نسبت دیوان دینا ناتھ کی نیت سب پر روشن تھی مگر وہ ایسا عقلمند نہ تھا کہ علانیہ کچھ ناخوشی ظاہر کرتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی خواہش یہ تھی کہ جب تک سلطنت لاہور بلا امداد غیرے قائم رہ سکنے کی طاقت حاصل نہ کر لے انگریز یہیں رہیں۔ جب مئی ۱۸۴۶ء میں قلعہ کانگڑہ کی سپاہ نے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بذاتِ خود قلعہ مذکور کے قبضہ کرنے کے اہتمام کے واسطے گئے تو دینا ناتھ کو حکم ہوا کہ وہ بھی اُنکے پیچھے جاوے اور اگر ممکن ہو تو اہل قلعہ کو سمجھاوے کہ وہ عقل سے کام لیں۔

زمانۂ سابق میں رنجیت سنگھ نے اہل قلعہ کو حکم دے رکھا تھا کہ قلعہ کے دروازے باستثنائے راجہ دینا ناتھ فقیر عزیز الدین یا مصر بیلی رام کسی کے واسطے نہ کھولیں مگر اس موقع پر دیوان کا رعب وداب یا اس کو استعمال کرنے کی خواہش زیادہ مضبوط نہ تھی اور اس لئے اس کے وہاں پہنچنے کے پندرہ روز بعد تک قلعہ خالی نہیں کیا گیا۔ مگر دیوان دینا ناتھ کی ترغیب کی نسبت شاید محاصرے کی اُن بھاری توپوں نے زیادہ کام دیا جو اس موقع کے لئے دوسرے مقامات سے منگائی گئی تھیں *

دسمبر ۱۸۴۶ء میں جب راجہ لال سنگھ وزیر پر دغابازی کا مقدمہ ہوا تو دیوان دینا ناتھ نے دربار کی جانب سے مامور ہو کر باوجودیکہ وزیر کے جُرم کا ثبوت نہایت قوی تھا اس کی طرف سے بڑی ہوشیاری اور جُرأت سے جوابدہی کی تاہم وزیر مذکور معزول کر دیا گیا اور اُس کے بعد اختیاراتِ انتظام سلطنت عارضی طور پر سردار تیج سنگھ۔ سردار شیر سنگھ۔ فقیر نور الدین اور دیوان دینا ناتھ کے سپرد ہوئے اور تھوڑے عرصے کے بعد چار اَور مقتدر روٗسا اس جماعت میں شامل کئے جا کر گورنر جنرل کے حکم سے ایک کونسل آف ریجنسی مقرر ہوئی۔ اس کونسل کا سب سے قابل ممبر بلاشُبہ دیوان دینا ناتھ تھا اور اگرچہ محکمۂ مال کا افسر اعلےٰ ہونے کی حیثیت سے اسے لوگوں کے روپے سے خود مالدار ہو جانے کے بہت مواقع تھے۔ نیز ہر طرح سے یقین ہے کہ ان مواقع سے اس نے فائدہ بھی اُٹھایا مگر حقیقت میں اس نے بمقابلہ دوسروں کے زیادہ بے غرضی سے کام کیا اور صاحب رزیڈنٹ لاہور کی بہت خدمت کی۔ بغیر اسکی روشن دماغی اور کارگزاری کی عادات کے شاید دربار کے حساب کا سمجھانا ناممکن ہو جاتا

نیز پنجاب کے الحاق کے بعد مال اور جاگیر کے معاملات میں بھی دیوان کی امداد تقریباً مذکورہ خدمت سے کم بیش بہا نہ تھی۔ اس زمانے میں دیوان دینا ناتھ سے لوگ خوش نہ تھے۔ پچھلی وزارتوں کے عہد میں جو فضول خرچیاں ہو چکی تھیں اُن کے سبب سے اخراجات میں تخفیف کرنی لازمی تھی لیکن سکھ سرداروں اور فوج کو یہ تخفیف بہت ناگوار تھی اور دیوان دینا ناتھ اور سردار تیج سنگھ کو بھی اس ناخوشی کا پورا حصہ ملا۔ نومبر ۱۸۴۷ء میں دیوان کی ترقی کر کے اسے راجہ کلانور بنا دیا گیا اور اس موقع پر اسے یہ اعزازی خطاب ملا :۔ امارت و ایالت دستگاہ۔ خیر اندیشِ دولتِ عالیہ۔ دیانت دار۔ مشیر خاص۔ مدار المہام + اسی وقت اسے علاقہ کلانور سے ۲۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر دی گئی۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں دیوان مولراج ناظم ملتان باغی ہو گیا۔ ستمبر ۱۸۴۶ء میں دربار نے دیوان دینا ناتھ کو مولراج کے لاہور لانے کے لئے بھیجا اور زیادہ تر اُسی کے ذریعے سے ناظم مذکور کے ساتھ خاطر خواہ قرارداد عمل میں آ گئی اگرچہ ناظم مذکور وزرا سے اور خاص کر راجہ دینا ناتھ سے شروع ۱۸۴۸ء تک شرائط تعہد کے بدلنے کے واسطے برابر سازش کرتا رہا۔ لاہور میں جب پہلے پہل ملتان کے فساد کی خبر پہنچی تو دربار کی طرف سے راجہ دینا ناتھ اور سردار عطر سنگھ کالیانوالہ کو جو بے قاعدہ فوج کا افسر تھا ملتان جانے کا حکم ملا مگر فوراً بعد ہی دیوان کو واپس بُلا لیا گیا۔ جب سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے دغابازی کی اور سردار جھنڈا سنگھ بٹالیہ جو اُس کی فہمائش کے واسطے بھیجا گیا تھا اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوا تو صاحب رزیڈنٹ نے سردار مذکور کو سمجھانے کے لئے کوشش کرنے کی غرض سے راجہ دینا ناتھ کو بھیجا مگر اس کی

فہمائش بھی سردار جھنڈا سنگھ کی طرح کارگر نہ ہوئی کیونکہ چتر سنگھ نے فوج خالصہ کی حمایت کے بھروسے پر ارادہ کرلیا تھا کہ ایک دفعہ اور جنگ کرکے قسمت آزمائی کرے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ راجہ دینا ناتھ دل سے دغاباز ہے اور اس نے خود اس فساد کی ترغیب دی ہے اور یہ کہ اگر وہ صاحب ثروت نہ ہوتا اور اُسکے مکانات اور باغات لاہور میں جہاں آسانی سے ضبط ہوسکتے تھے نہ ہوتے تو یہ بلا تأمل مفسدوں کے ساتھ شامل ہوجاتا۔ مگر یہ کہانیاں شاید اُس کے دشمنوں نے اختراع کی تھیں۔ سچ یہ ہے کہ جب وہ لاہور واپس بُلا لیا گیا تو اس نے مفسدوں کی جائداد کی ضبطی اور اُنکی تجاویز کو توڑنے میں نہایت سرگرمی سے کام کرکے حکام کی خواہش کی تعمیل کی ❊

پنجاب کے الحاق کے بعد راجہ دینا ناتھ کو اس کی ساری جاگیرات پر جو ۴۶۷۴۰ روپیہ سالانہ آمدنی کی تھیں مستقل قبضہ دیا گیا یہ اسکی وفات یعنی ۱۸۵۷ء تک اس کے قبضے میں رہیں۔ اس کے بڑے بیٹے امرناتھ نے اس کی حین حیات میں ۱۲۰۰ روپیہ کی ایک نقد پنشن حاصل کی۔ راجہ کی وفات پر یہ پنشن بڑھا کر ۴۰۰۰ روپیہ کردی گئی مگر امرناتھ کی وفات پر اُس کی پنشن ضبط کرلی گئی اور اُس کے بیٹے کو ۴۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر دی گئی جو خلف اکبری کے قواعد کے مطابق نسلاً بعد نسلٍ پہنچنی تھی۔ امرناتھ کا اپنے باپ کے ساتھ جس نے ستلج کی لڑائی کے دوران میں بے قاعدہ فوج کی بخشی گری سے اُسے علیحدہ کرادیا تھا سلوک نہ تھا۔ راجہ کی وفات کے بعد امرناتھ

نے اس کی جائداد کا حصہ لینے سے قطعی انکار کر دیا چنانچہ یہ ساری کی ساری چھوٹے بیٹے نرنجن ناتھ کو مل گئی۔ راجہ نے ایک وصیت بھی کی تھی جس میں اپنی تمام ذاتی جائداد اپنے چہیتے بیٹے نرنجن ناتھ کے نام کر دی تھی +

امرناتھ بڑا قابل آدمی تھا۔ وہ شاید پنجاب بھر میں سب سے زیادہ مستند شاعر گزرا ہے۔ اُس کے بعض اشعار نہایت عمدہ ہیں۔ ۱۸۵۸ء میں اس نے رنجیت سنگھ کے عہد کی ایک تاریخ شائع کی۔ یہ کتاب گو اہل فرنگ کے مذاق کے مطابق نہیں لیکن بے شبہ پنجاب کی ضبطی کے زمانے سے جو کتابیں دیسی مصنفوں نے لکھی ہیں اُن میں سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل قدر ہے +

راجہ کا بھائی دیوان کدار ناتھ کئی سال تک سلطنت لاہور کا ملازم رہا اس نے دیوان کا خطاب مہاراجہ دلیپ سنگھ سے حاصل کیا اور الحاق کے موقع پر ۶۰۰۰ روپیہ کی پنشن حین حیات لی۔ یہ دو بیٹے چھوڑ کر ۱۸۵۹ء میں فوت ہوا جن میں سے بڑا بدری ناتھ مہاراجہ جموں کی ملازمت میں کونسل کا ممبر ہو گیا اور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا +

دوسرا لڑکا پران ناتھ سوریاں کا تحصیلدار تھا اور جب عملہ تحصیل اُٹھا کر اجنالہ لے جایا گیا تو یہ بھی وہاں تبدیل ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ اجنالے تھا اور ۳۱ جولائی کو جب نمبر ۲۶ دیسی پلٹن کے قریباً پانچسو بے ہتھیار سپاہی جنہوں نے ایک دن پہلے لاہور میں باغی ہو کر چار خون کئے تھے راوی کے داہنے کنارے پر بال گھاٹ کے قریب پہنچے اور دریا پار جانے پر تیار ہوئے۔ تو پران ناتھ نے دیہاتیوں

اور پولیس کو جمع کر کے ان پر بڑے زور کا حملہ کیا اور اُن میں سے قریباً ایکسو پچاس آدمی مار دیئے - اس کے تھوڑے عرصے بعد صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر مع سردار جودھ سنگھ کے موقع پر پہنچ گئے اور باقی ماندہ باغیوں کو جو دریا کے ایک جزیرے کی طرف ہٹ گئے تھے پکڑ کر تہ تیغ کر دیا - یہ بڑی بہادری کا کام تھا جس نے ملک کو ایک سخت خطرے سے بچایا - پران ناتھ ۱۸۶۰ء میں فوت ہوا اور دو لڑکے جانکی ناتھ اور ارجن ناتھ چھوڑے جن کی تربیت اُن کے چچا نے جموں میں کی اور جو اب دونوں دربار کشمیر کی ملازمت میں ہیں*

راجہ دینا ناتھ نے اپنے خرچ سے ایک شوالہ شہر لاہور کی کوتوالی کے پاس بنایا اور اس کے مصارف کے واسطے پانچسو روپیہ کی ایک جاگیر دے دی جو اب تک علے الدوام چلی آتی ہے - اس نے ایک اَور شوالہ وزیر خاں کی مسجد کے پاس بھی بنوایا ہے - نیز بہت سی لاگت لگا کر ضلع کانگڑہ کی اچینت بھوانی دیوی کے مندر کے پاس ایک بڑا تالاب بنوایا اور ایک اَور تالاب دیوی پورہ نزد شالامار میں بنوایا جس کے ساتھ مہنتوں اور مسافروں کے قیام کے واسطے ایک عمارت بھی تعمیر کرائی - اُس نے اپنے گورو منسا رام رازدان کا جو ایک بڑا ہندو مہنت تھا جس کی کشمیری بہت عزت کرتے تھے اور جس کو مرے قریباً ساٹھ سال ہو گئے استھان ازسرنو تعمیر کرایا اور دو مواضعات کوٹلہ اور چوہانل ۲۲۰۰ روپیہ کی مالیت کے دوامی طور پر اس کے لئے وقف کر دیئے *

دیوان امرناتھ ۱۸۶۷ء میں دو لڑکے دیوان رام ناتھ اور پنڈت مان ناتھ چھوڑ کر فوت ہوا ان کے باپ کی ۴۰۰۰ روپیہ کی پوری پنشن دیوان رام ناتھ کے نام جاری رکھی گئی مگر آخرالذکر کی وفات پر اسکا جاگیر

سے تبادلہ کردیا گیا۔ دیوان رام ناتھ ۱۸۶۳ء سے ۱۸۹۲ء تک یعنی جب سال وہ ملازمت سے علیحدہ ہوا بڑے مقتدر عہدوں پر مامور رہ کر پنجاب گورنمنٹ کی خدمت کرتا رہا۔ ۱۸۶۹ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور ۱۸۷۸ء میں اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ اور ۱۸۸۴ء میں ری آرگنی زیشن جوڈیشل سکیم کے رائج ہونے پر سر چارلس ایچیسن نے اسے پنجاب کمیشن کے اعلیٰ عہدے یعنی ڈسٹرکٹ جج کے لئے منتخب کیا اور ملازمت چھوڑنے تک یہ اسی عہدے پر مامور رہا۔ اس کا نام پراونشل درباریوں کی فہرست میں اپنے باپ کی جگہ پر درج کیا گیا اور یہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو تھا۔ ۱۸۹۶ء میں اسکی ذاتی دانائی اور ڈسٹرکٹ جج کے عہدے کی خدمات کے صلے میں دیوان بہادر کا خطاب دیا گیا جو اس کے موروثی خطاب دیوان کے علاوہ تھا۔

اس کو اپنی تنخواہ اور خاندانی وظیفوں کی قریباً ۱۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔ ۱۸۵۵ء میں اس نے متوفی پنڈت کدار ناتھ ساکن دہلی کی لڑکی سے شادی کی جو ایک زمانے میں اجنالہ ضلع امرتسر میں تحصیلدار تھا۔

دیوان رام ناتھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اور اس کا خطاب دیوان ۔ ۴۰۰۰ روپیہ کی جاگیر اور جائداد اس کے بیٹے دیوان کیلاس ناتھ کو ملی جو جنونی طبیعت ہونے کی وجہ سے خاندان کا برائے نام بزرگ ہے ۔

دیوان رام ناتھ کی وفات سے لیکر تا حال درباری کرسی کسی کو نہیں دی گئی امرناتھ کی تمام جائداد پر دیوان کیلاس ناتھ اور اُسکے چچیرے بھائیوں دیوان سومناتھ اور پنڈت گیان ناتھ کی طرف سے اب کورٹ آف وارڈز کا انتظام ہے ۔

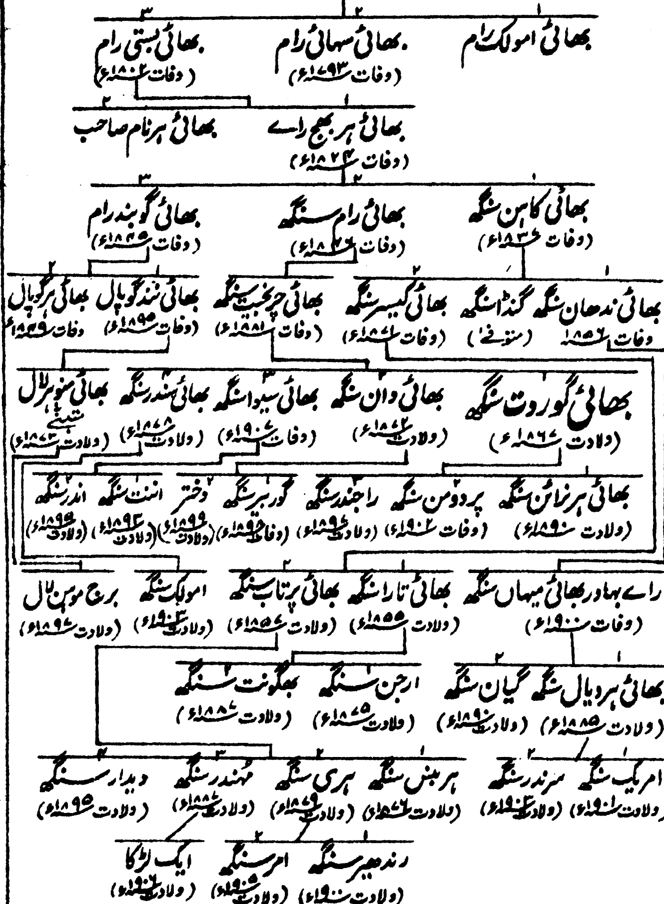
دیوان رام ناتھ کا چھوٹا بھائی پنڈت مان ناتھ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا۔
یہ پنجاب یونیورسٹی کا گریجوایٹ ہوا اور کچھ عرصہ تک اپنے رشتہ دار دیوان
جانکی ناتھ سابق گورنر کشمیر کا پرائیویٹ سکرٹری رہا اور اخیر میں جموں کا
چیف جج ہوگیا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ گورنمنٹ نے اس کے
بڑے بیٹے سومناتھ کو اپنے نام سے پہلے خطاب دیوان لگانے کی اجازت
دی ہے۔ یہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور اس کا چھوٹا بھائی گیان ناتھ
اسی عہدے کا منظور شدہ اُمیدوار ہے۔



بھائی منوہر لال رئیس لاہور

Bhai Manohar Lal of Lahore

# بھائی گوردت سنگھ




سکھوں کے نظم ونسق میں مذہب اور سلطنت کے درمیان قریبی اتحاد ہے

مُناواں اور ۱۸۰۵ء میں لاہور کے قرب وجوار میں ۷۰۴۰ روپے مالیت
کی جائداد حاصل کی۔ تین سال بعد اُسے سُندر گڑھ اور رکھا عطا کئے
گئے اور ۱۸۲۴ء میں مرنے کے وقت اُس کے قبضے میں اضلاع امرتسر
اور لاہور کی ۹۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیرات تھیں۔ یہ تمام جاگیرات
علے الدوام تھیں اور ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہیں ؞

بھائی بسنت رائے اور اُس کے بھائی سکھ نہیں ہوئے تھے
اور جب کاہن سنگھ نے پوہل لی تو اُس کا باپ بہت ناراض ہوا۔ رام سنگھ
بھی اپنے بال بڑھا کر سکھ بن گیا تھا گو اس نے کبھی پوہل نہیں لی اور
نہ ہی سچا سکھ بنا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی استدعا پر بھائی رام سنگھ ۱۸۰۲ء
میں دربار میں حاضر ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ بھی راجہ پر خوب قابو
پا لیا۔ مشکل اوقات میں ہمیشہ اس کی رائے پوچھی جاتی تھی اور لڑائی کے
موقع پر بھائی کا خیمہ مہاراجہ کے خیمے کے ساتھ گاڑا جاتا تھا۔ رنجیت سنگھ
کی زندگی کے اخیر سالوں میں بھائی رام سنگھ کے اقتدار کو روز افزوں ترقی
ہوتی رہی اور جب مہاراجہ فوت ہوا تو نونہال سنگھ نے جس نے بھائی کے
ہاتھ سے پوہل لی تھی اس کا اقتدار اور بھی بڑھا دیا کیونکہ نونہال سنگھ
خود جزوی کاروبار کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے وزیر
سردار چیت سنگھ کو قتل کرنے کی سازش میں راجہ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ
کے ساتھ بھائی رام سنگھ بھی سرغنۂ سازش تھا اور اسی کے گھر میں وزیر
مذکور کے قتل کے لئے محل شاہی کی طرف جانے سے پہلے سازشی جمع
ہوئے تھے۔ رؤسا نہ تو نونہال سنگھ کو پسند کرتے تھے اور نہ بھائی کو
کیونکہ اوّل الذکر نے تمام سرداروں اور جاگیرداروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ

خدمات کریں اور اپنی فوجوں کو درست رکھیں اور یہ بات اُن کے لئے جو رنجیت سنگھ کی زندگی کے اخیر سالوں میں جو چاہتے تھے کرتے تھے اور کسی بات کے ذمہ وار نہ تھے نہایت ناگوار تھی +

جب نونہال سنگھ ۵ نومبر ۱۸۴۰ء کو فوت ہو گیا اور اس کی ماں مائی چاند کور نے گدّی کا دعوےٰ کیا تو بھائی رام سنگھ نے مقدور بھر اس کی امداد کی۔ بھائی کے بڑے مخالف اور دشمن بھائی گورمکھ سنگھ نے اتنے ہی زور سے کنور شیر سنگھ کی جانب داری کی جتنی بھائی رام سنگھ نے مائی مذکور کی کی تھی مگر ان دونوں کے جوش میں ان کا کوئی دوست نہ تھا اور راجہ دھیان سنگھ بھائی رام سنگھ۔ بھائی گورمکھ سنگھ۔ دیوان ساون مل۔ عطر سنگھ سندھیانوالیہ۔ اور فرانسیسی جرنیلوں کے سوا کسی کو بھی یہ پرواہ نہ تھی کہ کنور شیر سنگھ یا مائی چاند کور دونوں میں سے کون گدّی نشین ہو۔ بھائی رام سنگھ دونوں فریقوں میں لڑائی کو کچھ زیادہ ناپسند نہ کرتا تھا وہ دور اندیشی سے جانتا تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کی امداد کے بغیر مائی کا مقابلے میں کھڑا ہونا ممکن نہیں اور مائی کے حامیوں کی نالائقی کا اس کو ایسا یقین تھا کہ معلوم ہوتا ہے شیر سنگھ کی فتحیابی سے اُس کو زیادہ افسوس نہیں ہوا +

باوجود اس کے کہ بھائی رام سنگھ نے اُس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا شیر سنگھ نے گدّی نشین ہو کر اس کے ساتھ عزّت سے برتاؤ کیا۔ ۲۷ جنوری ۱۸۴۱ء کو شیر سنگھ کی تخت نشینی کے وقت بھائی کو کُرسی دی گئی اس عزّت میں اس کے شریک صرف اس کا بھائی گوبند رام۔ بھائی گورمکھ سنگھ بابو کرام سنگھ [illegible] کاہن سنگھ اور شہزادہ پرتاب سنگھ تھے۔ نئے مہاراجہ نے رام سنگھ سے مشورے لینے شروع کئے اور راجہ دھیان سنگھ نے اس خوف

سے کہ مبادا اُس کو پہلا اقتدار پھر حاصل ہو جائے اسے ملتان دیوان ساون مل سے مالیہ کا بقایا وصول کرنے کے بہانے بھیجنے کی کوشش کی بھائی نے اس منصوبے کا سخت مقابلہ کیا۔ اُس کی مرضی نہ تھی کہ دربار سے علیحدہ کیا جائے ساون مل اُس کا دوست تھا اور اس کی مذہبی ترکیب ایسی تھی کہ وہ اُس کام کو نہ کر سکتا تھا جس پر وزیر اُس کو مامور کرنا چاہتا تھا*

دونوں بھائی رام سنگھ اور اُس کا بھائی بھائی گوبند رام بالکل ناراض تھے۔ گو اُن کی عزت ہوتی تھی مگر اُن کو اختیار کچھ نہ تھا اور ان کے سامنے ان کا دشمن بھائی گورمکھ سنگھ متمول اور مقتدر تھا لیکن آخر کار ان کی بھی باری آئی۔ شیر سنگھ اور اُس کا وزیر سندھیانوالیوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور بھائی گورمکھ سنگھ جو ہمیشہ راجہ دھیان سنگھ کا مخالف رہا تھا قید ہو کر قتل کیا گیا*

راجہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد بھائی رام سنگھ نے فوج میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ یہ فقیر عزیز الدین کے ساتھ اُس پالیسی میں جو وہ انگریزوں کے ساتھ برتتا تھا ہمیشہ متفق تھا۔ لاہور میں صرف یہی دو آدمی تھے جو سمجھتے تھے کہ ۱۸۰۹ء کے عہد نامے کی رو سے سکھوں کی سلطنت کے ساتھ انگریزوں کی سلطنت کے کیا تعلقات ہو گئے ہیں اور ان کی نہائی خواہش تھی کہ انگریزوں کی سلطنت سے امن و دوستی رکھیں۔ اسی وجہ سے مارچ ۱۸۴۵ء میں بھائی نے راجہ گلاب سنگھ جموں والے کے وزارت کے مستحق ہونے کی بڑے زور سے تائید کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وُہی ایک آدمی ہے جو فوج کو قابو میں رکھتا ہے اور جس کے وسیع ذرائع ریاست کو دیوالیہ ہو جانے سے بچا سکتے ہیں۔ سرکار انگریزی کے بارے میں بھائی کے ارادے نیک تھے اور شروع مئی ۱۸۴۵ء میں اس نے میجر براڈفٹ

ایجنٹ گورنر جنرل کو اطلاع بھی دے دی تھی کہ سردار جواہر سنگھ اپنے بچاؤ کے لئے سکھ فوج کو انگریزی علاقے پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکا رہا ہے *

جواہر سنگھ گو کسی طرح بے عقل نہ تھا مگر شرابی اور فاسق و فاجر تھا۔ عام درباروں میں بھی وہ برانڈی پی کے آجایا کرتا تھا اور نشے میں بھائی رام سنگھ کو جس کی تقدیس کے لحاظ سے کسی نے کبھی بھی اسکی ہتک نہ کی تھی مغلظ گالیاں دیا کرتا تھا۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۴۵ء میں بھائی نے دربار عام میں بڑی دلیری سے وزیر کی سرکار انگریزی کے ساتھ کارروائیوں کی تردید کی۔ اس نے بیان کیا کہ حکام انگریزی کا برتاؤ ہمیشہ متحمل اور معتدل رہا ہے اور سرکار موصوف کے ساتھ تنازعہ کرنے میں دربار سراسر غلطی پر ہے۔ یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ جواہر سنگھ نے اس وقت وعدہ کیا کہ اب وہ اپنی پہلی کارروائی کے خلاف عمل کریگا اور برٹش ایجنٹ کی خدمت میں معذرت لکھ بھیجیگا مگر اُسی رات شہزادہ پشاورا سنگھ کے قتل کی جو اس کے حکم سے کیا گیا تھا خبر آگئی وہ جانتا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں ہی اس کی طاقت قائم رہ سکتی ہے۔ بھائی رام سنگھ نے بھی یہ مہلک خبر سُنی اور اُس کی اطلاع فوج کو کردی اور وزیر کا دشمن فریق ساعت بہ ساعت زور پاتا گیا۔ اس کے بعد وزیر جو سب کی آنکھوں میں خار تھا قتل ہو گیا اور ستلج کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اخیر دم تک بھائی رام سنگھ اس وحشیانہ لڑائی کی مخالفت کرتا رہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے راجہ لال سنگھ سے کہا:۔" خبردار! تم کیا غضب کرتے ہو فوج کے ہمراہ ہریکے کی طرف مت جاؤ۔ انگریز لوگ ہمیشہ دوست اور خیر خواہوں کا سا برتاؤ کرتے رہے ہیں اور انہوں نے کبھی خالصہ کے کاموں میں دخل

نہیں دیا" راجہ لال سنگھ نے جواب دیا:۔ "بھائی صاحب میں کیا کر سکتا ہوں سپاہیوں نے مجھے اپنے قابو میں کر رکھا ہے" تاہم راجہ نے جہاں تک اس سے ہو سکتا تھا بھائی کی نصیحت پر عمل درآمد کیا اور ایک بزدل کی طرح جیسا کہ وہ تھا ۔خطروں کے مواقع پر اپنے سے پہلے دوسرے جرنیلوں کو بھیجتا رہا۔ سبراوں کی لڑائی کے بعد بھائی رام سنگھ راجہ گلاب سنگھ اور دیوان دینا ناتھ کے ساتھ گورنر جنرل صاحب بہادر سے للیانی کے مقام پر جو لاہور کی سڑک پر واقع ہے ملنے اور اپنے مناسب و مفید شرطیں باندھنے کی کوشش کرنے کے لئے بھیجا گیا ◆

۹ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء کے عہدنامہ کے بعد بھائی رام سنگھ کونسل کا ممبر رہا اور حالانکہ صحت بگڑنے کی وجہ سے وہ باقاعدہ دربار میں حاضر ہونے سے معذور تھا مگر ہر ایک ضروری کام کے کرنے سے پہلے اس کی رائے لے لی جاتی تھی ۔ وہ عموماً راجہ لال سنگھ وزیر کی مخالفت کرتا رہا اور ملتان کی گورنری کے جھگڑے میں اس نے مولراج کی طرفداری کی ۔یہ صرف اسی کا مشورہ تھا کہ راجہ لال سنگھ نے سب سرداروں سے اس راضی نامہ پر دستخط کروائے جس میں درج تھا کہ موجودہ انتظام سلطنت سے سب خوش ہیں۔ حالانکہ مشہور یہ تھا کہ سرداروں کی زیادہ تعداد اس انتظام کی مخالفت کرتی ہے ◆

بھائی رام سنگھ نومبر سنہ ۱۸۴۶ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ کونسل کی ممبری پر اس کا بھتیجا بھائی ندھان سنگھ بھائی کاہن سنگھ کا جو سنہ ۱۸۳۶ء میں فوت ہو گیا تھا بیٹا ممتاز ہوا۔ بھائی گوبند رام رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد پولیٹکس میں بہت دخل نہ دیتا تھا ۔ یہ چند سال دائم المریض رہ کر سنہ ۱۸۴۵ء میں

فوت ہو گیا۔

ندھان سنگھ دربار کا کم گو درباری تھا۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۴۶ء کو یہ کونسل آف ریجنسی کا ممبر مقرر کیا گیا اور اس عہدے پر پنجاب کے الحاق تک ممتاز رہا۔ ۱۸۴۸ء میں زمینداران موضع کوٹ پنڈی داس نے جو بھائی خاندان کی جاگیر کا ایک موضع تھا سرکاری فوج کو جبکہ وہ ان کے علاقے میں سے گزر رہی تھی ضروری اشیا مہیا نہ کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں مذکور ضبط کر لیا گیا مگر بعد ازاں ۸۰۰ روپیہ بطور جرمانہ ادا کرنے پر واپس مل گیا۔ لیکن الحاق کے موقع پر یہ موضع بھائی رام سنگھ کی ذاتی جاگیر کے ساتھ پھر ضبط ہو گیا۔

الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیرات ۴۹۰۰۰ روپے مالیت کی تھیں جن میں سے ۲۲۴۴۷ روپے مالیت کی واگزار ہوئیں یعنی ۹۲۹ روپیہ کی علے الدوام ہر بھج رائے کے تین لڑکوں کی اولاد کو برابر برابر حصص میں اور ۱۲۵۱۸ روپیہ کی ندھان سنگھ۔ کیسر سنگھ۔ چترنجیت سنگھ اور نند گوپال کی حین حیات کے لئے۔ ۳۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر بھی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سکھ گوردوارہ واقع ترن تارن کے اخراجات کے لئے دے رکھی تھی اس خاندان کے اچھے برتاؤ رہنے کی شرط پر واگزار کر دی گئی۔ اس گوردوارہ کا انتظام خاندان کی تینوں شاخوں کے سپرد ہے جو ہر ایک اپنا اپنا سربراہ مقرر کرتی ہے بھائی ندھان سنگھ کا مواجب کونسل یعنی ۶۰۰۰ روپیہ بھی اسکی حین حیات کے لئے جاری رکھا گیا۔ بھائی ندھان سنگھ ۱۸۵۶ء میں فوت ہوا اور اس وقت اس کا چچیرہ بھائی چترنجیت سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔

بھائی چرنجیت سنگھ چار بیٹے چھوڑ کر ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ یہ انگریزی۔ فارسی۔ سنسکرت اور گورمکھی کا اچھا فاضل تھا اور معاملات تعلیم میں دلچسپی لیتا تھا۔ اُن کوششوں کے صلہ میں جو اس نے تعلیم نسوان کے بارے میں کیں خاص کر استری سکشا سبھا کے قائم کرنے کے لئے اس نے ایک خلعت مع سند حاصل کیا اور ۱۸۷۸ء میں اسے اپنی زبان کی تحقیقات کرنے کے انعام کے طور پر دربار میں ڈاکٹر ٹرمپس کے ترجمہ آدھی گرنتھ کی ایک جلد دی گئی۔ ۱۸۷۹ء میں وہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر اس کی جاگیر جس کی آمدنی ۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی ضبط کر لی گئی اور اس کے عوض میں اس کے چار لڑکوں نے ۱۳۳ روپیہ سالانہ مالیت کی ایک علے الدوام جاگیر حاصل کی۔ اپنے باپ کی وفات پر یہ چاروں لڑکے نابالغ تھے اس لئے راجہ ہربنس سنگھ کے سپرد کئے گئے۔

بھائی چرنجیت سنگھ کی وفات پر اس کا چچازاد بھائی نند گوپال خاندان کا سرگردہ ہوا۔ یہ پراونشل درباری تھا اور کچھ عرصہ کے لئے لاہور کی میونسپل کمیٹی کا نامزد ممبر رہا۔ اس نے شہر لاہور کے شاہ عالمی دروازہ کے باہر ایک ٹھاکر دوارہ اور اس سے ملحق ایک عام غسلخانہ جو چوبی گھاٹ کے نام سے مشہور ہے بنوائے۔ بھائی نند گوپال کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا یہ لاولد تھا مگر اس نے اپنی ہمشیرہ کے پوتے منوہر لال کو اپنا متبنے بنا لیا تھا جو اب ڈویژنل درباری ہے۔

بھائی نند گوپال کی وفات کے بعد ندھان سنگھ کا بیٹا بھائی مہان سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ وہ ۱۸۶۶ء سے لیکر اپنی وفات تک لاہور

میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور ۱۸۸۲ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ ان عہدوں کی خدمات کے صلے میں ۱۸۹۱ء میں اسے رائے بہادر کا خطاب عطا کیا گیا پھر ۱۸۹۰ء میں اسے پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد کیا گیا بھائی میہاں سنگھ لاہور کے مقتدر رؤسا میں تھا اور شہر بھر میں اس کا رسوخ تھا جس کا وہ ہمیشہ اچھا استعمال کرتا رہا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۰ء میں ہوا اور دو لڑکے چھوڑے جن میں سے بڑا بھائی ہردیال سنگھ اب بندوبست ضلع کرنال میں نائب تحصیلدار ہے اور اسے اپنے باپ کی درباری کرسی دی گئی ہے۔ بھائی میہاں سنگھ کی جاگیر ۱۶۲۵ روپیہ سالانہ مالیت کی تھی اور اس نے رکھ بنگالی ضلع لاہور کی ۱۴۵ ایکڑ سرکاری زمین کم نرخ پر اجارے پر لے رکھی تھی۔ اس کی جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے +

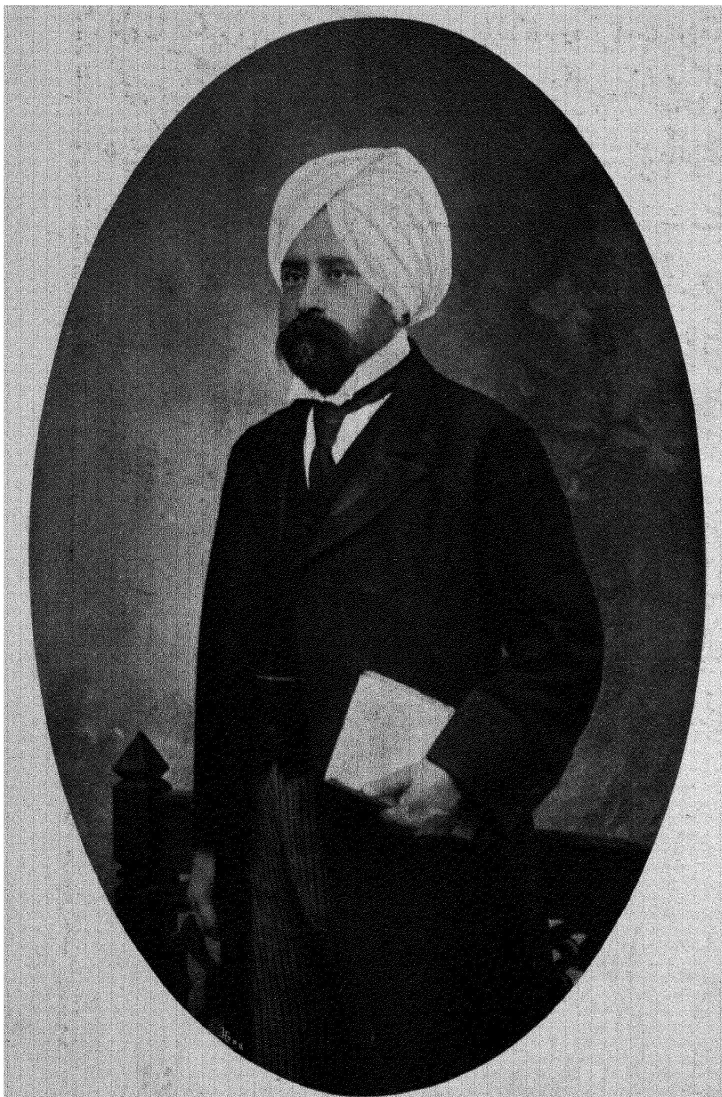
میہاں سنگھ کی وفات کے زمانے سے چرنجیت سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا بھائی گوردت سنگھ خاندان کا بزرگ اور اپنے باپ کی جگہ پراونشل درباری بنایا گیا ہے۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مڑھی واقع لاہور کا مہتمم اور ایچیسن چیف کالج لاہور اور خالصہ کالج امرتسر کی منتظم کمیٹیوں کا ممبر ہے۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۲ء تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور ۱۹۰۳ء میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے دہلی کے دربار تاجپوشی میں بلایا گیا جہاں اس نے تمغہ حاصل کیا۔ اس کو چونیاں کی نو آبادی میں پانچ مربع زمین بھی عطا کی گئی ہے +

چرنجیت سنگھ کا دوسرا لڑکا بھائی دان سنگھ پنجاب یونیورسٹی کا گریجوئیٹ ہے۔ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۲ء تک وہ ریاست کشمیر میں مہاراجہ

کے انگریزی دفتر کا افسر رہا اور بعد ازاں تھوڑے عرصے تک راجہ سرمور کا جوڈیشل سکرٹری رہا۔ آج کل وہ لاہور میں اپنا کاروبار کرتا ہے اور مقامی سنگھ سبھا کا پریزیڈنٹ ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی بھائی سیوا سنگھ بھی کچھ عرصے تک کشمیر میں ملازم رہا جہاں وہ ترقی کرکے ڈسٹرکٹ جج ہو گیا تھا پنجاب میں عہدۂ منصفی حاصل کرنے کے لئے اس نے اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی وفات سے جو ۱۹۰۷ء میں واقع ہوئی تھوڑا عرصہ پہلے عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا امیدوار منظور ہو گیا تھا۔ بھائی سیوا سنگھ ایک نوعمر اور ہونہار آدمی تھا۔ چرنجیت سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا بھائی سندر سنگھ محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر ہے*

بھائی کیسر سنگھ ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔ اسے بھی سنگھ سبھا۔ انجمن پنجاب اور دوسری پبلک سوسائٹیوں سے دلچسپی تھی۔ اس نے دو لڑکے چھوڑے جن کے قبضے میں اب اضلاع لاہور اور امرتسر کی ۶۲۵ روپیہ سالانہ کی مشترک جاگیر ہے۔ بڑا لڑکا بھائی تارا سنگھ اب شرقپور کا تحصیلدار اور نیز ڈویژنل درباری ہے*

یہ خاندان ذات کا اروڑا اور گوت کا گوڑی ہے*



دیوان بہادر دیوان نرندر ناتھ رئیس لاہور

Diwan Bahadur Diwan Narendra Nath of Lahore.

# دیوان بہادر دیوان نرندر ناتھ

پنڈت کشن داس

دیوان گنگا رام
(وفات ۱۸۲۶ء)

دیوان اجودھیا پرشاد
(وفات ۱۸۶۱ء)

دیوان بیج ناتھ
(وفات ۱۸۷۵ء)

دیوان نرندر ناتھ
(ولادت ۱۸۶۴ء)

انند کمار
(ولادت ۱۸۹۴ء)



دیوان نرندر ناتھ کا خاندان ذات کا برہمن ہے اور ابتدا میں کشمیر سے آیا تھا۔ اس کا دعوے ہے کہ یہ رکھی گوتما کی نسل میں سو امن گوتم نامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مشہور رشی ۶۲۰ قبل مسیح میں اس علاقہ میں پیدا ہوا تھا جو زیرین گنگا سے سیراب ہوتا ہے۔ مذکورہ خاندان چچبالی بھی کہلاتا ہے جو کشمیر کے اُس علاقے کے نام پر پڑ گیا ہے جس میں ان کی بود و باش تھی۔

کشمیر میں مذہب اسلام ۱۳۲۶ء میں شمس الدین شاہ نے قائم کیا تھا اور قریباً ایک سو سال تک ہندوؤں پر کچھ سختی نہیں کی گئی مگر جب سکندر معروف بہ بُت شکن بادشاہ ہوا تو برہمن پنڈتوں کو اپنا مذہب اور اپنی

جانیں بچانی دشوار ہوگئیں۔ دیوان نرندر ناتھ کے بزرگوں نے اس لئے کہ ان کی شاہِ وقت سے بنی رہے فارسی پڑھ لی اور اس ذریعے سے احمد شاہ ابدالی کے کشمیر فتح کرنے یعنی ۱۷۵۲ء تک کسی نہ کسی طرح بچتے رہے۔ اس زمانے میں ہندوؤں پر اکثر سختیاں ہوئیں۔ اور ان میں سے بہتوں نے ہندوستان اور پنجاب میں نقل مکان کر لیا۔ ان نقل مکان کنندگان میں نرندر ناتھ کے پڑدادا کا باپ پنڈت کشن داس بھی تھا جس نے اچھے فاضل ہونے کی وجہ سے بغیر کسی تکلیف کے شہنشاہان دہلی کے ہاں ایک عہدہ حاصل کر لیا جس پر وہ اپنی وفات تک مامور رہا۔

پنڈت کشن داس کا بیٹا گنگا رام جو رام پور نزد بنارس میں پیدا ہوا تھا مہاراجہ گوالیار کی ملازمت میں داخل ہوا اور کرنیل لیوس برکوئین کے ساتھ لگایا گیا جو سندھیا کی ملازمت میں جنرل پیرن کے ماتحت فرانسیسی افسروں میں تھا۔ یہاں اس نوجوان نے اپنی دیانت داری اور لیاقت سے اپنے آپکو ممتاز کیا اور کئی ضروری سیاسی کام اس کے سپرد کئے گئے۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر زمانے کے قریب جب مرہٹوں نے وسطی ہندوستان مالوہ اور دہلی کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا تو گنگا رام کرنیل برکوئین کے ماتحت خراج وصول کرنے اور ماتحت یا دوست ریاستوں سے عہدنامے کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ستمبر ۱۸۰۳ء میں کرنیل برکوئین کے پت پار گنج واقع دریائے جمنا پر لارڈ لیک سے شکست کھانے کے بعد گنگا رام دہلی چلا گیا اور اگلے دس برس وہیں گزارے پھر جب جرنیل اخترلونی ۱۸۰۹ء میں ریاستہائے ایں روئے ستلج اور سرکار انگریزی کے باہمی تعلقات کو درست کر رہے تھے گنگا رام نے اپنی اُس واقفیت سے جو اسے ان ریاستوں کی گزشتہ پولٹیکل

تواریخ ان کے عہدناموں اور دوسری ریاستوں سے ان کے تعلقات کے متعلق تھی جرنیل صاحب موصوف کو بڑی مدد دی ؛

مارچ ۱۸۱۳ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ سن کر کہ گنگارام بڑا قابل آدمی ہے اس کو بھائی لال سنگھ اور سردار ہمت سنگھ جلاواسیہ کی سفارش پر لاہور بلایا۔ گنگا رام نے مہاراجہ کی یہ دعوت قبول کی اور مہاراجہ کی نذر کے لئے گنگاجل کا ایک برتن لیکر لاہور پہنچا جہاں اس کی بڑی آؤبھگت ہوئی اور فوجی دفتر کا افسر مقرر کیا جاکر شاہی مہر کا محافظ بنادیا گیا۔ اسے فوج آئین کا جس محکمہ کا بھوانی داس افسر تھا بخشئی اعلےٰ مقرر کیا گیا اور جلدی ہی مہاراجہ کا جسے معلوم ہوگیا تھا کہ اس نے حسابات فوجی کے دستور میں بہت سی اصلاحیں کی ہیں منظور نظر ہوگیا۔ گنگا رام ہندوستان سے اپنے بیشمار رشتہ دار اور دوست لایا جن کو اس نے دربار میں اعلےٰ مرتبوں پر ممتاز کرادیا۔ ان میں سے بہت سے آدمی محض معمولی لوگ نہ تھے بلکہ کاروباری اور علمیت والے آدمی تھے مثلاً راجہ دینا ناتھ۔ پنڈت دیا رام جس نے علاقہ رام گڑھیہ اور جھنگ کا بڑی کامیابی کے ساتھ انتظام کیا۔ شنکر ناتھ آنریری مجسٹریٹ لاہور کا باپ پنڈت ہری رام۔ پنڈت گوپی ناتھ پنڈت رام کشن۔ پنڈت گنگا بشن اور پنڈت لچھمن پرشاد ؛

دیوان گنگارام۔ لچھمن پرشاد کا باپ اور بخت مل تینوں آپس میں ہم زلف تھے۔ گنگا رام کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے اپنی بیوی کے بھتیجے اجودھیا پرشاد کو متبنےٰ کرلیا جو لچھمن پرشاد کا بھائی تھا۔ دینا ناتھ (جو بعد ازاں راجہ بن گیا) بخت مل کا بیٹا تھا اور اس طرح پر اجودھیا پرشاد کا چچازاد بھائی تھا۔ گنگا رام نے بعد ازاں دوسری

بیوی کی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا لڑکا آتم ناتھ ۱۸۶۷ء میں لاہور میں لاولد فوت ہوگیا +

اس طرح اپنی ذاتی لیاقت اور خاندانی وجاہت سے جو اس نے لاہور میں حاصل کرلی تھی گنگارام نے بڑی طاقت پالی اور ۱۸۲۱ء میں گجرات کے نواحی علاقہ کی حکومت اس کے سپرد ہوئی جو وہ دو سال تک کرتا رہا۔ پھر اس کو کریالی علاقہ کے کھبی۔ کالچ پور اور دیگر مواضعات میں جاگیر مل گئی۔ گنگارام ہی نے پہلے پہل محکمۂ آبکاری کا قاعدہ جاری کیا جس میں بعد ازاں مصر ریلیارام نے بہت سی ترقی دی +

دیوان گنگارام ۱۸۲۶ء میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ ملٹری اکونٹس کے دفتر میں دینا ناتھ مامور ہوا اور مہر بھی اسی کی تحویل میں دے دی گئی۔ اس کی تربیت دیوان گنگارام نے نہایت ہوشیاری سے کی تھی چنانچہ وہ اعلےٰ قابلیت کے باعث جلد ہی سیاسی دنیا میں مشہور خاص و عام ہوگیا +

اجودھیا پرشاد (یا اجودھیا ناتھ) کو اس کے باپ نے ۱۸۱۴ء میں لاہور بلایا تھا۔ اس کی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی اس لئے اُسکے باپ نے آتے ہی مہاراجہ کی نوکری نہیں کرنے دی۔ دو سال تک اُس نے مطالعہ جاری رکھا اور اس کے بعد اپنے آبائی ملک کشمیر میں بھیجا گیا جہاں ۱۰۰ روپیہ سالانہ تنخواہ پر اسے فوج کے دفتر میں جگہ دی گئی۔ اس کے چھ مہینے بعد اسکو لاہور واپس بلایا گیا۔ ۱۸۱۹ء میں جرنیل ونچورا اور جرنیل ایلرڈ یورپ سے ایران و خراسان کے رستے پنجاب میں آئے اور مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ یہ فوج خاص میں جو سکھ فوج میں اوّل درجہ کی تھی افسر مقرر کئے گئے۔ اور اجودھیا پرشاد افواج کے

بخشی کی حیثیت سے ان کے ماتحت رکھا گیا نیز مہاراجہ اور ان جرنیلوں کے درمیان خط وکتابت بھی اسی کے ذریعے ہونی قرار پائی - ایک زمانے میں اسی فوج خاص کو بڑھا کر پانچ پلٹنیں اور تین رسالے کر دئے گئے تھے مگر جرنیل ونچورا کی درخواست پر اسے پھر گھٹا کر چار پلٹنیں اور دو رسالے کر دئے گئے *

اجودھیا پرشاد کے باپ کی وفات پر مہاراجہ نے اسے حکم دیا کہ افواج آئین اور توپخانے کا چارج لے مگر چونکہ وہ فرانسیسی جرنیلوں کا بڑا دوست بنا ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے ہی عہدے پر رکھے جانے کی درخواست کی - چنانچہ خالی اسامی تیج سنگھ کو دیدی گئی - اجودھیا پرشاد نے دیوان کا خطاب حاصل کیا اور اس کے باپ کی جاگیر میں سے موضع نین سکھ اس کے نام قائم رکھا گیا - یہ فوج خاص میں ہی ملازمت کرتا رہا اور جب جرنیل ونچورا رخصت پر گیا ہوا تھا تو تمام فوج اسی کے ماتحت تھی - اس عہدے کا کام اس نے ایسی لیاقت سے کیا کہ جرنیل ونچورا نے اس کی نسبت یہ الفاظ لکھے کہ :- "دو مواقع پر جبکہ میں رخصت پہ فرانس تھا اجودھیا پرشاد مہاراجہ کی خاص چوکی کا کمیدان رہا اور اسکو اپنا نائب مقرر کرکے مجھے پچھتانے کی کوئی وجہ نہیں ملی کیونکہ فرانس سے واپس آنے پر میں نے فوج کو ایسی اچھی حالت میں پایا جس حالت میں کہ وہ میری موجودگی میں رہتی" ۱۸۳۱ء میں اجودھیا پرشاد پنجاب کی سرحد پر لفٹنٹ برنس سے ملنے بھیجا گیا جو گاڑی کے گھوڑوں کی ایک جوڑی ایک سانڈ اور چار گھوڑیاں اور ایک گاڑی جو مہاراجہ کے لئے پادشاہ انگلستان نے بطور تحفہ بھیجے تھے لیکن بمئی

سے سندھ کے رستے آرہا تھا - اجودھیا پرشاد اسے ملتان سے تھوڑی دور ورلی طرف ملا اور ۱۷ جولائی کو لاہور پہنچنے تک اُس کے ساتھ رہا +

مہاراجہ کی وفات کے وقت اجودھیا پرشاد اُس برگیڈ کے ساتھ تھا جسے پشاور میں دو سال قیام کرنے کے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ نے لاہور بُلا لیا تھا - ۱۸۳۹ء کے اخیر میں دیوان اجودھیا پرشاد کو سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ہمراہ دریائے سندھ کی فوج کے ساتھ جو سرجان کین صاحب کے ماتحت اٹک سے فیروزپور جاتی تھی جانے کا حکم ہوا یہ فوج ۳۱ دسمبر ۱۸۳۹ء کو منزل مقصود پر پہنچی اور جرنیل مذکور اُس توجہ اور فکرمندی کا معترف ہوا جو دیوان نے اُس کے خوش کرنے میں صرف کی تھی +

اپریل اور مئی ۱۸۴۰ء میں برگیڈ مذکور جرنیل ونچورا اور اجودھیا پرشاد کے ساتھ کاہن سنگھ بیدی کے خلاف بھیجا گیا جس نے اپنے بھتیجے کو مار دیا تھا قلعہ میلسیاں واقع دوابہ جالندھر پر قبضہ کر لیا تھا اور مقتول کے خاندان کو قید کر لیا تھا - نونہال سنگھ کو ایک بیدی کی بزرگی کا کچھ خیال نہ تھا گو بہت سے آدمی اس بات پر ناراض تھے مگر اُس نے اُس کے قلعۂ وکھنی نام پر چڑھائی کی اور قبضہ کر لیا - مگر آخرکار بیدی کے میلسیاں کا قلعہ اپنے بھتیجے کے خاندان کو واپس دے دینے اور ۲۰۰۰۰ روپیہ بطور جرمانہ سرکار کو ادا کرنے پر یہ قلعہ پھر اسی کو دیدیا گیا +

بعدازاں اسی سال میں برگیڈ مذکور رئیس منڈی کے خلاف مہم پر بھیجا گیا - اُس نے رنجیت سنگھ کی وفات کے زمانے سے خراج ادا نہیں کیا تھا بالفاظ دیگر کوئی ایسی بات نہ کی تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ اس نے نئے مہاراجہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے - کملا گڑھ کے مضبوط

قلعے کے علاوہ منڈی میں بیشمار چھوٹے چھوٹے قلعے تھے جن کی بابت
بیان کیا جاتا تھا کہ تعداد میں ایکسو تینتیس[۱۳۳] ہیں مگر راجہ اُس برگیڈ سے
جو اُس کے برخلاف بھیجا گیا ڈر گیا اور اطاعت قبول کرلی جس پر اسے
لاہور جانے کا حکم دیا گیا - منڈی کے قصبے پر قبضہ کرا لیا گیا اور بہت
سے قلعے منہدم کر دیئے گئے مگر کملا گڑھ کا قلعہ فتح نہ ہوا اور اس وقت
کہ خالصہ فوج نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور
نونہال سنگھ کی موت کی خبریں پہنچیں - ان خبروں سے اہل قلعہ میں کسی
قدر جرأت پیدا ہو گئی لیکن محاصرہ پر سختی سے زور دیا گیا اور آخرکار ۲۹
نومبر کو قلعہ سر ہو گیا - جرنیل کچھ فوج اس میں رکھکر اُن مفسدوں کے فرو
کرنے کے لئے روانہ ہو گیا جو کلو میں برپا ہو گئے تھے - سردار اجیت سنگھ
سندھیانوالیہ جسے منڈی بھیج دیا گیا تھا کملا گڑھ پر قبضہ ہونے سے
پہلے ہی لاہور کی طرف واپس ہو آیا تھا - جرنیل ونچورا شروع جنوری میں
راجہ دھیان سنگھ کے واپس بلانے پر کہ جو شہزادہ شیر سنگھ کو تخت پر بٹھلانے
کے لئے اُس کی مدد کا خواہاں تھا لاہور واپس چلا آیا اور برگیڈ اجودھیا پرشاد
کی ماتحتی میں رہا - کمک لاہور سے کلو کی طرف روانہ کر دی گئی تھی اور جب
یہ وہاں پہنچی تو فوجِ خاص کو اطلاع ہوئی کہ لاہور کی افواج کو شیر سنگھ
نے چار مہینے کی تنخواہ اور بہت سے انعامات دئے ہیں - فوج خاص
کے لئے صرف دو مہینے کی تنخواہ لائی گئی تھی اس لئے یہاں کے سپاہی
باغی ہو گئے اُن کے کیمپ میں جو خزانہ تھا اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے
کئی افسروں کو مار دیا - اجودھیا پرشاد نے جس کا فوج کے آدمیوں پر بڑا
رعب تھا امن کرا دیا اور وعدہ کیا کہ برگیڈ کو اتنی ہی رقم دلوا دیگا جو لاہور

کی افواج کو ملی ہے ❖

جنرل ونچورا مارچ سنہ ۱۸۴۳ء میں چھٹی پر پنجاب سے چلا گیا اور بریگیڈ کے لاہور پہنچنے پر اجودھیا پرشاد ہی اس کا افسر رہا گو اس کو برائے نام شہزادہ پرتاب سنگھ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ پہلی لڑائی جو اس بریگیڈ کو پیش آئی مہاراجہ کے ایجنٹ جوالا سنگھ* کے ساتھ تھی۔ اپنے آقا کے بادشاہ ہونے پر اسے اپنی وزارت کی اُمید تھی اور شیر سنگھ نے اس کو یہ عہدہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر خود دھیان سنگھ کا ارادہ اس عہدے کو خالی کرنے کا نہ تھا۔ مہاراجہ کے دل میں اس نے جوالا سنگھ کی وفاداری کی نسبت شک پیدا کر دیا تھا اور اُدھر جوالا سنگھ سے یہ کہہ کہہ کر کہ مہاراجہ کا دل اس کی طرف سے صاف نہیں اُسے اتنا اُکسایا کہ آخر وہ بدنصیب باغی ہو گیا اور ڈیرہ چار یاری کے ۴۰۰۰ بے قاعدہ فوج کے جوان ساتھ لیکر شالا باغ کے قریب ڈیرے ڈال دئے اور مہاراجہ کا لاہور میں داخل ہونے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ شیر سنگھ کو حکم ہوا کہ اس پر فوج کشی کرے اور اجودھیا پرشاد کو حکم ہوا کہ فوج خاص اور توپخانہ لے کر پہلے ہی چلا جائے۔ مگر اس مضبوط بریگیڈ کی آمد ہی دیکھکر جوالا سنگھ

* گو کہ جوالا سنگھ شیر سنگھ کی جانب سے کوئی بُرائی نہ رکھتا تھا۔ تاہم اُس نے اُس کے خلاف سازش کی۔ اسے سندھیانوالیوں کی جاگیریں ضبط کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا اور جب وہاں سے وہ مع رؤسائے سندھیانوالیہ کے واپس آیا تو اُنہوں نے مل کر دھیان سنگھ کو وزارت سے برطرف کرنے کی سازش کی اور لاہور آتے ہوئے رستے میں امرتسر کے متبرک مندر میں گئے جہاں انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کا منصوبہ پورا نہ ہو جائیگا وہ اسکی تکمیل کی کوشش کرتے رہینگے۔ دھیان سنگھ کو اس سازش کی خبر ضرور پہنچی ہوگی اور وہ ایسا آدمی تھا کہ اپنے حریف سے بدلہ لینا کبھی نہ بھولتا تھا ❖

نے ہتھیار* ڈال دئے۔ وہ بعد ازاں شیخوپورہ کے قلعے کے قید خانے میں بُرے سلوک اور رفاقوں سے راجہ دھیان سنگھ کا شکار ہو کر مر گیا +

مہاراجہ نے فوج خاص کو وہ انعام دیا جس کا اجودھیا پرشاد نے کلّو میں ان سے وعدہ کیا تھا۔ راجہ منڈی کو دیوی کا نہایت قیمتی اور متبرک بُت جو ٹھوس چاندی کا بنا ہوا تھا اور جسے سکھ سپاہی کملاگڑھ سے لے آئے تھے لیکر پہاڑی علاقے میں جانے کی اجازت ہو گئی +

جرنیل ونچورا ۱۸۴۳ء میں یورپ سے واپس آیا اور اپنے برگیڈ کی کمان لی۔ اسے شیر سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد خفیہ طور پر راجہ ہیرا سنگھ وزیر کے ہمراہ کرنیل رچانڈ برٹش رزیڈنٹ کے ساتھ بات چیت کر کے انگریزوں کے ساتھ استحکام روابط کی کوشش کرنے کے لئے لدھیانہ بھیجا گیا مگر ۱۸۴۳ء کے اخیر میں جب اُسے فوج کے تمرّد سے نفرت ہو گئی اور صاف نظر آنے لگا کہ ملک میں فساد ہونے والا ہے تو وہ پنجاب سے جہاں اس نے چالیس سال سے زیادہ نوکری کی تھی چلا گیا۔ دیوان اجودھیا پرشاد نے اب برگیڈ کی کمان لی اور ستلج کی لڑائی ختم ہونے تک اس عہدے پر ممتاز رہا۔ ۱۸۴۵ء میں لڑائی سے پہلے برگیڈ مذکور ۳۱۷۶ جوانوں کی باقاعدہ پلٹن۔ ۱۶۶۷ آدمیوں کے باقاعدہ رسالہ اور توپخانے کے ۸۵۵ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ جسکی میزان ۵۶۹۸ آدمی

*۔ اس زمانے کی فوج کی بے آئینی اور زور ہل کی یہ ایک مشہور مثال ہے کہ وہی چاریاری رسالہ اور اکالی جنہوں نے پہلی مٹی کو جوالا سنگھ کی سرکشی اور نمک حرامی میں ساتھ دیا تھا اُنہوں نے ہی دوسری تاریخ کو مہاراجہ شیر سنگھ سے اس لئے ۰۰۰۰ ۳ روپیہ مانگا اور لے لیا کہ ہم برگیڈ پہنچنے پر چپ ہو رہے تھے۔ اور لڑائی پر زور نہیں دیا تھا۔ ورنہ جوالا سنگھ کبھی ہتھیار نہ رکھتا +

اور چونتیس توپیں تھیں۔ پلٹن میں خاص بٹیلین کے ۸۲۰ جوان۔ گورکھا بٹیلین کے ۷۰۰ جوان۔ دیوا سنگھ بٹیلین کے ۸۳۹ جوان اور شام سنگھ بٹیلین کے ۸۱۰ جوان شامل تھے۔ رسالہ میں گرینڈیر رجمنٹ کے ۷۳۰ جوان۔ ڈریگون رجمنٹ کے ۷۵۰ جوان اور اردلی خاص کے نزب کے ۱۸۷ جوان شامل تھے۔ توپخانہ الٰہی بخش خاں کا مشہور تھا اور اس کا سپہ لار جرنیل الٰہی بخش تھا جو سکھ فوج میں بہترین افسر توپخانہ تھا۔ اس سارے بریگیڈ کی تنخواہ ۹۶۰۶۷ روپیہ ماہوار ہوتی تھی *

خالصہ فوج کے سب سے نامی بریگیڈ کے مذکورۂ بالا بیان سے دوسرے بریگیڈوں کی جمعیت کا بھی بہت کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد بہت کچھ تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اُس کی زبردستی کی وجہ سے سرکشی اور شکایات دبی رہتی تھیں گو اُسے بھی ایک دفعہ گورکھا رجمنٹ کے جوش و خروش سے جن کو تنخواہ کا بقایا نہیں ملا تھا مجبوراً گوبند گڑھ میں پناہ لینی پڑی تھی مگر اُس کے جانشین اپنی جانوں اور طاقت کے ضائع ہونے کے ڈر سے فوج کی تعداد اور تنخواہ بڑھانے پر مجبور تھے یہاں تک کہ اس کا ریاست پر نا قابل برداشت بوجھ پڑ گیا تھا اور دوسری ریاستوں کے واسطے وہ ہر وقت کی ایک دھمکی ہو گئی تھی *

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے موقع پر باقاعدہ فوج یعنی پلٹن۔ رسالے اور توپ خانے میں ۲۹۱۶۸ جوان اور ۱۹۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۳۸۲۰۸۸ روپیہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے میں باقاعدہ فوج میں ۵۰۰۶۵ جوان اور ۲۳۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۵۴۸۶۰۳ روپیہ تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ کے وقت میں باقاعدہ فوج میں ۵۰۸۰۵ جوان

اور ۳۸۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۶۸۲۹۸۴ روپیہ تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے وقت میں باقاعدہ فوج میں ۷۲۳۷۰ جوان تھے ۳۸۱ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۸۵۲۶۹۶ روپیہ تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے وقت میں توپوں کی تعداد میں زیادتی زیادہ حد تک برائے نام تھی صرف چند نئی توپیں ڈھالی گئیں ورنہ بہت سی پرانی قلعے سے نکال کر صاف کی گئیں اور پہیوں پر چڑھا کر میدان کے کام کے قابل بنا دی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے قاعدہ فوج میں اس نسبت سے ترقی نہیں ہوئی جس سے کہ باقاعدہ فوج میں ہوئی۔ انگریزوں کے ساتھ لڑائیاں شروع ہونے کے موقع پر اس کی تعداد ۱۶۲۹۲ تھی جب ۱۸۴۵ء کی ستلج کی لڑائی شروع ہوئی تو سکھ فوج سارے پنجاب میں مفصلہ ذیل تھی:-

| | |
|---|---|
| باقاعدہ پلٹن | ۵۳۷۵۶ |
| باقاعدہ رسالہ | ۶۲۳۵ |
| بے قاعدہ رسالہ | ۱۶۲۹۲ |
| توپخانہ | ۱۰۹۶۸ |
| شتری توپیں | ۵۸۴ |
| متفرق | ۸۲۷ |

توپیں میدان میں لڑنے کی ۳۸۱۔ قلعوں میں لڑنے کی ۱۰۴۔ شتری توپیں ۳۰۸ ✤

بے قاعدہ اتوس اور جاگیرداروں کی کنٹنجنٹ کی سپاہ تفصیل بالا میں شامل نہیں اور نہ صحت کے ساتھ دریافت ہی ہوسکتی ہیں مگران کا

ٹھیک اندازہ ۳۰۰۰ آدمیوں کی جمعیت کا کیا جا سکتا ہے +

راجہ ہیرا سنگھ کی تکلیف دہ حکومت کے دوران میں اجودھیا پرشاد کا بریگیڈ جو لائق و فائق ونچورل کے ماتحت نظم ونسق سے رہنے کا عادی تھا باقی فوج کی طرح بالکل باغی نہ ہوا اور نہ ہی اس میں بدنظمی پیدا ہوئی۔ جب ہیرا سنگھ لاہور سے بھاگ گیا اور سردار جواہر سنگھ اور سکھ فوج نے اس کا تعاقب کیا تو فوج خاص خورد سال مہاراجہ کی حفاظت کے لئے قلعے کے نیچے والے میدان میں رہی۔ جواہر سنگھ نے اجودھیا پرشاد کی تنخواہ میں ۳۰۰ روپیہ ماہوار کا اضافہ کر دیا اور اس کو علاقہ حافظ آباد کے مواضعات خانپور۔ گنگ۔ شادیاں۔ مرادی اور کاٹھیاں والا دئے +

سردار جواہر سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد تیج سنگھ جس سے فوج نفرت کرتی تھی باقاعدہ فوج کا اور راجہ لال سنگھ بے قاعدہ فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا اور جب فوج خاص کو پشاور جانے کا حکم ہوا تو وہاں اس نے حکم کی بجا آوری سے بالکل انکار کر دیا۔ اس کے بعد ستلج کی لڑائی ہوئی جس کے ختم ہونے پر دیوان اجودھیا پرشاد نے استعفا دیدیا جو منظور ہو گیا اور اُس نے وہ فوج چھوڑ دی جس میں اس نے چھبیس سال ملازمت کی تھی +

۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہدنامے کے بعد جس کی رو سے راوی اور سندھ کا درمیانی علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا اجودھیا پرشاد کو کپتان ایبٹ کے ساتھ علاقہ جات لاہور اور جموں کے درمیان حدود قائم کرنے کے لئے کمشنر مقرر کیا گیا۔ اس کام میں جو کسی طرح بھی آسان نہ تھا دو سال لگے اور مئی ۱۸۴۸ء تک دیوان لاہور واپس نہ آیا۔ اس عرصے میں اُس کی

کارروائی بالکل حکام کی مرضی کے مطابق اور قابل اطمینان تھی اور اپنی سرکار کے فوائد کو کسی طرح بھی ضائع نہ کرکے وہ کپتان ایبٹ سرکاری وکیل کے ساتھ نہایت تواضع اور التفات سے پیش آتا رہا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۴۸ء کو اس کی تنخواہ میں ایزادی کی گئی اور اسے ممتاز الدولہ کا خطاب دیا گیا۔ الحاق کے موقع پر علاوہ مواضعات نین سُکھ۔ بالوسابو۔ جھُگیاں۔ کوٹ ناؤ۔ خانپور۔ کاٹھیاں والہ۔ شادمان۔ گنگ اور مرادی پر جو ۱۹۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کے تھے قبضہ رکھنے کے اسے ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ نقد وظیفہ ملتا تھا۔ اپریل ۱۸۴۹ء میں یعنی پنجاب کے الحاق کے تھوڑے ہی عرصے بعد نوعمر مہاراجہ دلیپ سنگھ دیوان اور ڈاکٹر لوگین کے سپرد کیا گیا اور اسی سال میں شہزادہ مذکور کے ہمراہ فتح گڑھ گیا جہاں ستمبر ۱۸۵۱ء تک اُس کے پاس حاضر رہا اور جب وہ انگلستان جانے کو تھا تو یہ پنجاب واپس آگیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ وہ جب تک مہاراجہ کے ساتھ فتح گڑھ رہا ہمیشہ ڈاکٹر لوگین اس کے کھرے پن اور باعزت رویّہ کا مدّاح رہا۔

الحاق کے موقع پر دیوان کی جاگیرات گورنمنٹ نے ضبط کرلیں مگر اس کو ۵۰۰۰ روپیہ کی ایک پنشن عطا کی گئی اور ۱۸۵۲ء میں گورنمنٹ عالیہ نے ایک ہزار روپیہ کی علی الدوام پنشن منظور فرمائی۔

۱۸۶۲ء میں دیوان شہر لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ یہ اس عہدے کے فرائض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اپنی وفات تک عدل و انصاف کرکے اپنا نام نیک قائم کرگیا۔ جنوری ۱۸۶۴ء میں سر رابرٹ منٹگمری لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب نے اس کی گزشتہ

خدمات کے صلے میں رکھ ہنگروال ضلع لاہور کے جس کا رقبہ بارہ سو ایکڑ ہے حقوق مالکانہ عطا کئے۔ اس عطیہ پر بارہ سو روپیہ بطور نذرانہ ادا کرنے کی شرط تھی اور اس کی سالانہ جمع ۲۴۰۰ روپیہ تشخیص کی گئی تھی۔ اس موضع کا نام اصلی معطی کی یادگار میں اجودھیا پور رہے۔ اسی وقت دیوان اور اس کے بیٹے بیج ناتھ کو خلعت بھی دئے گئے۔ بیج ناتھ پڑھا لکھا اور قابل آدمی تھا۔ نوکری کے لئے اس نے میجر ایبٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہزارہ کے دفتر میں کام سیکھنا شروع کیا اور ۱۸۵۸ء میں تحصیلدار بنا دیا گیا۔ پھر چار سال بعد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو کر لاہور بھیج دیا گیا۔ اس نے اپنے باپ کے کہنے پر ۱۸۶۶ء میں استعفا دیدیا اور مستقل طور پر لاہور میں سکونت اختیار کرلی جہاں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بن کر مجسٹریٹی اختیارات عمل میں لاتا رہا۔ اور پھر ۱۸۷۳ء میں اسے آنریری اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا۔

دیوان اجودھیا پرشاد ۱۸۷۰ء میں فوت ہوا اور اسکی ۷۵۰۰ روپیہ کی پنشن میں سے جو اس کی حین حیات کے لئے تھی نصف دیوان بیج ناتھ کے نام جاری رکھی گئی۔ اس جائداد پر ۲۴۰۰۰ روپیہ قرضہ تھا جو بیج ناتھ نے سرعت کے ساتھ بڑھا کر ۴۰۰۰۰ روپیہ کردیا۔ ۱۸۷۴ء میں بیج ناتھ کی خدمات ریاست کپورتھلہ کے سپرد کی گئیں جہاں یہ راجہ کھڑک سنگھ کی لمبی بیماری کی وجہ سے ریاست کا کام چلانے کے لئے کونسل کا ممبر کردیا گیا۔ ۱۸۷۵ء کے شروع میں چونکہ کپورتھلہ کے حالات سے کونسل کو ہٹا کر ایک انگریز افسر کا تقرر ضروری سمجھا گیا تھا اس لئے دیوان کو برخاست کردیا گیا وہاں سے دیوان زیارت کے

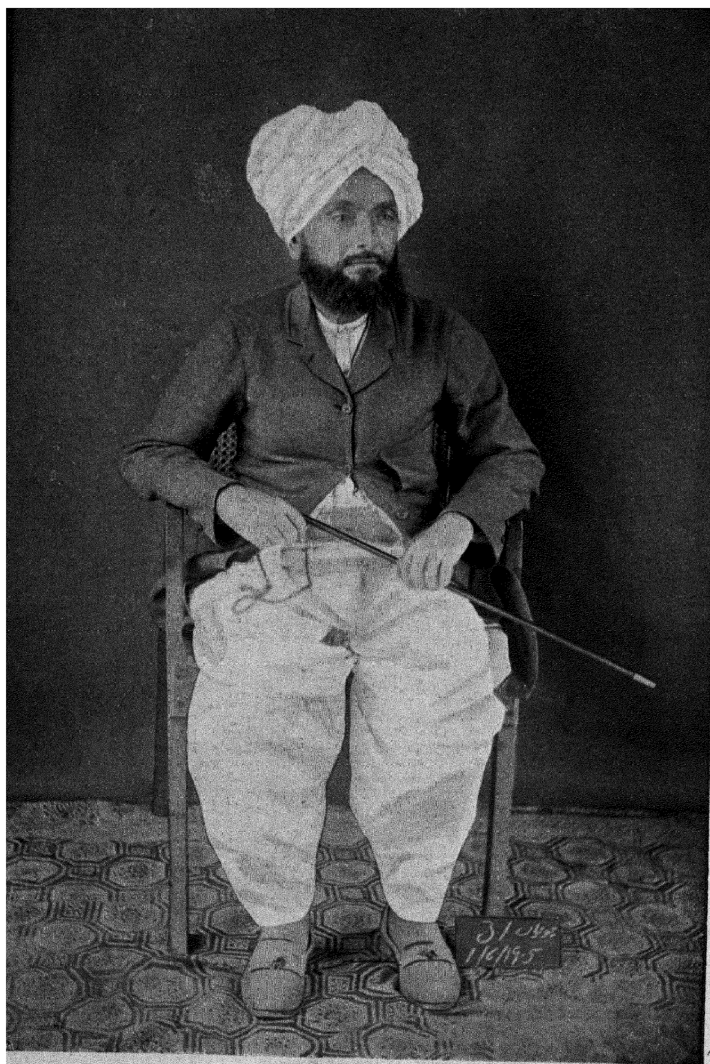
لئے کانگڑہ چلا گیا اور لاہور واپس آرہا تھا کہ اسے ہیضہ ہوگیا اور چند دن بیمار رہنے کے بعد ۱۸ اگست ۱۸۷۵ء کو فوت ہوگیا۔ یہ تعلیم کے تمام معاملات میں بڑی دلچسپی لیتا تھا اور پنجاب یونیورسٹی کے بانیوں میں سے تھا۔

دیوان بیج ناتھ نے تین شادیاں کیں۔ اس کی دوسری بیوی سے اس کا اکلوتا بیٹا نرندر ناتھ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوا۔ یہ خاندان کا موجودہ بزرگ ہے۔ اس کی تیسری بیوی کے بطن سے جس کے ساتھ اس نے ۱۸۷۱ء میں شادی کی دو لڑکیاں تھیں جن کی شادی ۱۸۸۳ء میں کردی گئی۔ دیوان نرندر ناتھ اپنے باپ کی وفات پر نابالغ تھا جس کی وجہ سے جائداد کا انتظام لاہور کے ڈسٹرکٹ کورٹ آف وارڈز کے سپرد کیا گیا۔ گورنمنٹ نے ۲۰۰۰۰ روپیہ زیادہ تنگ کرنے والے قرضخواہوں کے قرضے ادا کرنے کے لئے بطور قرضہ دیا۔ اجودھیا پور کی آمدنی کے علاوہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۱۶۲۵ روپیہ سالانہ کی پنشن نرندر ناتھ کے لئے تاحین حیات مقرر کی گئی۔ پھر بڑی احتیاط کے ساتھ انتظام کرکے دیوان بیج ناتھ کے ذمے کا روپیہ اُتارا گیا اور جائداد قرضے سے سبکدوش ہوگئی۔

نرندر ناتھ نے ۱۸۷۹ء میں رائے بہادر پنڈت بشیشر ناتھ کول کی لڑکی کے ساتھ جو ایک زمانے میں نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ تھا شادی کی۔ بالغ ہونے کے بعد نرندر ناتھ کو پراونشل درباروں کی کرسی اور دیوان کا موروثی خطاب عطا کئے گئے۔ ۱۸۸۶ء میں اس نے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور دوسرے

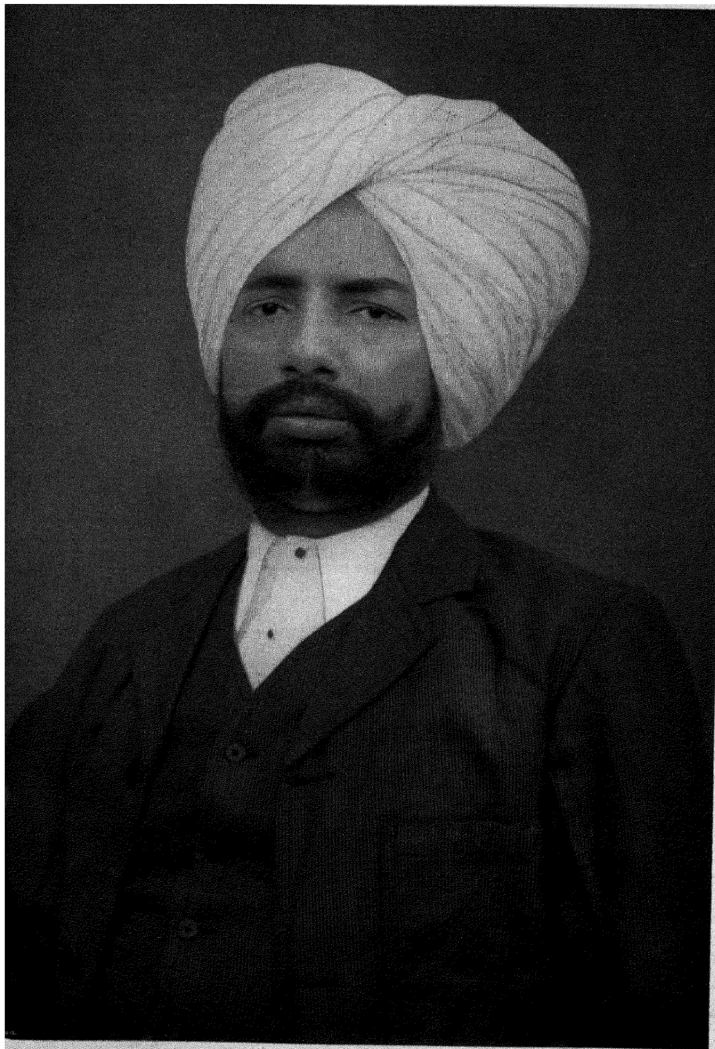
سال پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد کیا گیا ۱۸۸۴ء کے شروع میں وہ قواعد سٹیچواری سول سروس کے بموجب اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے کے لئے منتخب ہو کر گورداسپور میں تعینات کیا گیا۔ بعدازاں وہ فیروزپور۔ جہلم اور راولپنڈی کا قائم مقام ڈسٹرکٹ جج ہوا اور ۱۸۹۵ء میں اسے ترقی دیکر ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا۔ اس عہدے پر یہ منٹگمری اور ضلع گوجرانوالہ میں رہا اور اب گجرات یعنی اُس ضلع کا ڈپٹی کمشنر ہے جس ضلع کا قریباً ایک سو سال کا عرصہ گذرا اس کا پڑدادا حاکم تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ذاتی اعزاز کے طور پر اسے دیوان بہادر کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ دیوان نے ہندوستان۔ لنکا۔ یورپ اور مصر میں بہت سفر کئے ہیں +

دیوان نرندر ناتھ کے پاس تحصیل لاہور کے نو مواضعات کی جاگیریں ہیں جو علے الدوام عطا کی گئی تھیں۔ ان نو مواضعات میں سے ایک موضع امیر پور کے حقوق ملکیت بھی اسے حاصل ہیں۔ اجودھیا پور کے علاوہ جو اس کے دادا کو عطا کیا گیا تھا اس کے قبضے میں شرقپور تحصیل کے دو مواضعات کے کچھ حصے ہیں نیز اس نے لاہور میں کچھ مکانات اور شرقپور تحصیل میں کچھ مرابع جات بھی خرید لئے ہیں +



سردار ایشر سنگھ المعروف سردار عبدالعزیز
ولد سردار کاہن سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

Sardar Ishawar Singh alias Sardar Abdul Aziz Nakai of Behrwal.



سردار نرائن سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

S. Narayan Singh Nakai of Behrwal

# سردار اُدھم سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

## چودھری ہیمراج

1. ہیرا سنگھ
   - دل سنگھ
2. نتھا سنگھ
   1. نار سنگھ (وفات ۱۸۴۸ء)
   2. رن سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)
      1. بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۰۹ء)
      2. گیان سنگھ (وفات ۱۸۰۰ء)
         - سردار کاہن سنگھ (وفات ۱۸۷۳ء)
      3. خزان سنگھ
         - پنجا سنگھ

سردار کاہن سنگھ کی اولاد:

1. چتر سنگھ (وفات ۱۸۵۰ء)
2. عطر سنگھ المعروف خدابخش (وفات ۱۸۶۷ء)
3. ایشر سنگھ المعروف عبدالعزیز
4. حکم سنگھ (متوفی)

رنجودھ سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء) — پرتاپ سنگھ (وفات ۱۸۸۴ء) — ٹھاکر سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء) — لہنا سنگھ المعروف غلام قادر (وفات ۱۸۸۱ء) — لابھ سنگھ (ولادت ۱۸۴۳ء) — دین محمد (ولادت ۱۸۹۱ء) — محمد اکبر (ولادت ۱۸۹۵ء)

سردار اُدھم سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) — نرائن سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) — اوتار سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) — حضور سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) — کرم بخش — غلام نبی (ولادت ۱۸۸۶ء) — بخشیش سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء) — بکرمان سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء) — گوردیال سنگھ — ہردیال سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — برکت علی (ولادت ۱۸۹۶ء) — نواب علی (ولادت ۱۹۰۶ء)

پنجا سنگھ کی اولاد:

1. دیوا سنگھ
2. ساون سنگھ
   - رچھپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)
3. نرائن سنگھ
4. لچھمن سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء)
5. ٹھاکر سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء)
6. اُدھم سنگھ
   - بچتر سنگھ ولادت ۱۸۹۹ء

نیجا سنگھ — کندن سنگھ — صورت سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) — آتم سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) — سوچیت سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)

گوردیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) — ہردیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

اندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — جندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — کرپال سنگھ — کرتار سنگھ — اوتار سنگھ

اقبال سنگھ (ولادت ۱۹۰۸ء) — جسونت سنگھ (ولادت ۱۹۰۹ء) — رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۷ء)

۱۵۹۵ء کے قریب سکھ گورو سری ارجن جی اپنے چند چیلوں کے ساتھ ضلع لاہور میں سفر کرتے ہوئے بھڑوال کے چھوٹے سے قصبے میں پہنچے جو چند سال پہلے قوم اڑوڑا کے ایک شخص بھڑ نامی نے آباد کیا تھا۔ یہاں ان کی کچھ خاطر تواضع نہ کی گئی اور اس لئے وہ موضع جمبر میں جو قریب ہی تھا چلے گئے جہاں تھکان اور پاؤں میں چھالے پڑ جانے کی وجہ سے انہوں نے تھوڑے عرصے کے لئے چارپائی مانگی اور سائے میں اس پر لیٹ کر سو گئے۔ اس وقت ہیمراج نے جو ایک سندھو جاٹ اور بھڑوال کا چودھری تھا اور گرو جی کے موضع بھڑوال سے گزرتے وقت کہیں گیا ہوا تھا اس واقعہ کا حال سُنا اور اپنے قصبے والوں کی غیر مہمان نوازی سے شرمندہ ہو کر اُنہیں واپس لانے کی کوشش کرنے کے لئے جمبر روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس نے گورو جی کو سوتا پایا اور حیران ہوا کہ اب کیا کرے۔ گورو جی کو جگانے کی تو جرات نہ تھی کیونکہ اسے اُن کے مزاج کا حال معلوم نہ تھا اور نہ ہی وہ زیادہ دیر ان کو جمبر میں رہنے دینا چاہتا تھا۔ اور چونکہ یہ بارسوخ اور کسی قدر تنومند آدمی تھا اس نے چارپائی کو مع گورو جی کے اپنے سر پر اُٹھا لیا اور بھڑوال کی طرف لے چلا۔ سری ارجن جی جاگ کر ہیمراج کی اس کارروائی پر بہت خوش ہوئے اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ جس کے جواب میں لوگوں نے کہا کہ اُن کے گاؤں میں ایک ہی کنوآں ہے جس کا پانی شور ہے۔ اس پر گورو جی نے ہیمراج کو گُڑ کی کچھ ٹکیاں کنوئیں میں ڈالنے کے لئے کہا۔ چنانچہ گُڑ ڈالا اور پانی فوراً میٹھا اور صاف ہو گیا۔ گورو جی نے ہیمراج کے لئے دُعا بھی کی اور پیشینگوئی بھی کی کہ اُس کے ہاں ہیرا سنگھ نامی ایک لڑکا ہوگا جو بڑا

طاقتور رئیس بنیگا +

بھڑوال میں یہ روایت ابھی تک مشہور ہے جس پر لوگوں کو یقین ہے کیونکہ چاہ مذکور جو بڈھے والا کے نام سے مشہور ہے ابھی تک میٹھا اور صاف ہے - یہ روایت اگر ہیمراج کے باپ عالم یا دادا مہانا کی نسبت مشہور ہوتی تو بہتر ہوتا کیونکہ ہیرا سنگھ جو واقعی خاندان میں پہلا ذوی الاقتدار آدمی تھا سری گورو ارجن جی کی وفات واقع ۱۶۰۶ء کے بھی قریباً سو برس بعد پیدا ہوا +

اُس وقت جبکہ سکھ وسط اٹھارھویں صدی کے قریب طاقتور ہو گئے ہیرا سنگھ نے لاہور اور گوگیرہ کے درمیانی علاقہ نکّا پر قبضہ کر لیا اور اسکے نام پر ہیرا سنگھ کا خاندان اور وہ مسل جس کا یہ کمیدان تھا موسوم ہو گئے - اس نے افغانوں سے چونیاں بھی لے لیا اور کنھیوں اور بھنگیوں کے ساتھ اُس حملے میں شامل ہوا جو اُنھوں نے مغلوں کی متزلزل سلطنت پر کیا تھا +

جب سردار ہیرا سنگھ شیخ شجاع چشتی والئ پاکپٹن سے لڑتا ہوا مارا گیا تو اس کا بیٹا دل سنگھ نابالغ تھا اس لئے اُس کا بھتیجا نار سنگھ مسل کا کمیدان بنا - نار سنگھ ۱۷۶۸ء میں کوٹ کمالیہ کی لڑائی میں مارا گیا اور اُس کا بھائی رن سنگھ جانشین ہوا - اس رئیس کے ماتحت مسل میں کچھ طاقت اور اقتدار بڑھا - دوسری سکھ مسلوں کے مقابلے میں یہ کبھی طاقتور نہیں ہوئی مگر میدانِ جنگ میں یہ قریباً دو ہزار سوار - شتری توپیں اور چند دوسری توپیں لے آیا کرتی تھی - علاقہ نکّا کے جاٹ مضبوط اور بہادر ہیں اور اس چھوٹی سی مسل نے افغانوں اور دوسرے ہمسایوں سے بہت سی لڑائیاں کیں یہاں تک کہ آخرکار ملک کا ۹۰۰۰۰ روپے

کی مالیت کا ایک حصّہ سردار رن سنگھ اور اُس کے مسلداروں کے ہاتھ آگیا۔ ان کے قبضے میں پرگنات چونیاں۔ حصہ قصور۔ شرقپور اور گوگیرہ تھے اور ایک زمانے میں قوم کھرل کا صدر مقام کوٹ کمالیہ بھی انہیں کے پاس تھا*

قمر سنگھ رئیس سیّد والا رن سنگھ کا حریف تھا وہ کُچھ سالوں تک آپس میں لڑتے رہے جس میں کبھی ایک کامیاب ہو جاتا تھا کبھی دوسرا۔ یہاں تک کہ آخرکار رن سنگھ کو واقعی فائدہ پہنچا اور اس نے سیّد والا پر قبضہ کر لیا۔ سردار رن سنگھ ۱۷۸۱ء میں فوت ہوا اور اس کا سب سے بڑا لڑکا بھگوان سنگھ جو اس کی مسل کا کمیدان ہوا تھا اس قابل نہ تھا کہ اپنے باپ کی حاصل کی ہوئی املاک پر قبضہ رکھ سکے۔ قمر سنگھ کے بھائی وزیر سنگھ نے سید والا واپس لے لیا اور بعض نکئی مواضعات بھی لے لئے مگر آخر میں یہ مواضعات دے دئے۔ بھگوان سنگھ کو اب معلوم ہو گیا کہ اگر طاقتور آدمیوں سے دوستی پیدا نہ کر لی جائیگی تو شاید تمام متاع و املاک ہاتھ سے نکل جائیگی چنانچہ اُس نے اپنی بہن نکین کی جو عام طور پر راج کور مشہور ہے نسبت رنجیت سنگھ مہاں سنگھ سوکرچکیہ کے بیٹے سے کر دی جو اُس زمانے میں پنجاب کے سب سے زبردست رؤسا میں تھا۔ وزیر سنگھ نے بہت کوشش کی کہ اس نسبت کو جس سے اُس کو کوئی فائدہ نہ تھا نہ ہونے دے مگر ایسا نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ۱۷۸۵ء میں مہاں سنگھ نے بھگوان سنگھ اور وزیر سنگھ دونوں کو امرتسر اس غرض کے لئے بلایا کہ وہ اسے جے سنگھ کنھیا کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مدد دیں چنانچہ حریف رؤسا گئے مگر جب جے سنگھ کو شکست ہو گئی تو یہ دونوں آپس

میں جھگڑنے لگ گئے کیونکہ مہاں سنگھ نے بھگوان سنگھ کی نسبت وزیر سنگھ کی زیادہ خاطر داری کی جس کی وجہ سے اوّل الذکر کو حسد پیدا ہو گیا۔ مہاں سنگھ نے کسی قدر دقت کے ساتھ ان کی صلح کرا دی مگر یہ صلح زیادہ عرصے تک قائم نہ رہی اور جھگڑا اتنی سختی کے ساتھ شروع ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی ہو پڑی جس میں بھگوان سنگھ مارا گیا اور اس کا بھائی گیان سنگھ ۱۷۸۹ء میں جانشین ہوا۔ خاندان کے پرانے دشمن وزیر سنگھ کو تھوڑی ہی مدت بعد اُس سردار ہیرا سنگھ کے لڑکے دل سنگھ نے قتل کروا ڈالا جس نے بھڑوال میں پناہ لی تھی مگر وزیر سنگھ کے ایک نوکر نے اپنے آقا کی موت کا بدلہ لینے کے لئے دل سنگھ کا تعاقب کیا اور اُسے مار ڈالا۔ مہاں سنگھ ۱۷۹۲ء میں فوت ہوا اور ۱۷۹۸ء میں گیان سنگھ نے اپنی بہن کی رنجیت سنگھ کے ساتھ شادی کر دی جس کے ساتھ اس کی نسبت کچھ عرصے سے ہوئی ہوئی تھی ۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ کا اس رانی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مہاراجہ کھڑک سنگھ تھا اور جو بعد ازاں تخت پر بیٹھا۔ خاندان نکئی کو رنجیت سنگھ کے ساتھ اس رشتے داری میں کچھ بہت فائدہ نہیں ہوا۔ یہ طامع رئیس (رنجیت سنگھ) اپنے رشتہ دار کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کے لئے مُنہ کھولے تاک میں بیٹھا تھا اور اس نے بہت کوشش کی کہ سردار کاہن سنگھ جو ۱۸۰۷ء میں گیان سنگھ کی وفات کے بعد خاندان کا سرکردہ ہوا تھا آوے اور دربار میں رہا کرے۔ مگر سردار نے اس کی تعمیل سے استقلال کے ساتھ انکار کر دیا اور ۱۸۱۰ء میں مہاراجہ نے اس خاندان کے سارے مقبوضات بغیر ان کی مخالفت کے جو وہ

کرتے بھی تو بیکار ہوتی چھین لئے۔ مہاراجہ نے کاہن سنگھ کو بھڑوال کے گرد و نواح میں ۱۵۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیرات دیں اور خزان سنگھ کو بھی نانکوٹ میں ایک جاگیر دے دی۔

۱۸۶۰ء میں کاہن سنگھ کو جاگیر دار مجسٹریٹ بنایا گیا۔ یہ ہمیشہ بھڑوال میں جو تمام عام شاہراہوں سے بہت فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے رہتا رہا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اس نے پولیٹکس میں بہت کم دخل دیا۔ ۱۸۴۸ء میں اسکی فوج کے ترب اور اس کا دوسرا بیٹا عطر سنگھ جو فوج مذکور کے ساتھ ملتان میں تھا باغیوں سے مل گئے مگر کاہن سنگھ پر جو اُس زمانے میں بوڑھا آدمی تھا کوئی شُبہ نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کی اس کارروائی میں حصہ دار تھا۔ اس کی جاگیر کی آمدنی کے علاوہ جو ۱۱۹۸۰ روپیہ تھی یہ اپنی حین حیات تک ۳۸۴۰ روپیہ کی ایک پنشن بھی لیتا رہا۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا چتر سنگھ جو اپنی سرکار کا وفادار رہا ۱۸۵۸ء میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوا۔

کاہن سنگھ ۱۸۷۲ء میں فوت ہوا اور خاندان کی سرداری اسکے پوتے سردار رنجودھ سنگھ کو جو مرحوم چتر سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور جس کے قبضہ میں اضلاع لاہور اور منٹگمری کے مختلف مواضعات کی ۴۰۰ گھماؤں سے زیادہ اراضی تھی ملی۔ کاہن سنگھ کی ۱۲۰۰۰ روپے کی جاگیر میں سے ۷۰۴۰ روپیہ کی جاگیر خاندان میں اس طرح پر جاری رکھی گئی کہ ۲۰۰۰ روپیہ کی علے الدّوام جاگیر سردار رنجودھ سنگھ کو دی گئی اور کل جاگیر کی باقی مالیت کی مختلف پنشنیں چند اراکین کی حین حیات کے لئے دی گئیں

اس ۲۰۰۰ کی علے الدوام جاگیر اور ۱۲۰۰ کی پنشن کے بغیر جو ایشر سنگھ کی حین حیات کے لئے ہے متذکرۂ بالا ساری پنشنیں پنشن خواروں کی وفات کی وجہ سے ضبط ہو چکی ہیں +

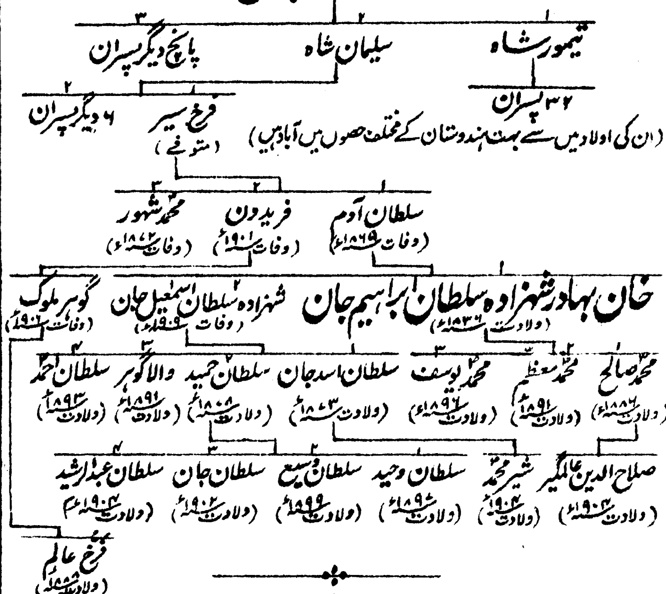
سردار رنجودھ سنگھ سنہ ۱۸۹۱ء میں فوت ہوا اور اس کے بڑے بیٹے اودھم سنگھ کو جو خاندان کا موجودہ بزرگ ہے ۲۰۰۰ کی جاگیر اور اس کے باپ کی پراونشل درباروں میں کرسی دی گئی۔ اسکا بھائی نرائن سنگھ تحصیلدار ہے۔ عطر سنگھ اور ایشر سنگھ (عرف عبدالعزیز) دونوں مسلمان ہو گئے ہیں اور اوّل الذکر سنہ ۱۸۷۹ء میں فوت ہو چکا ہے۔ ایشر سنگھ ذیلدار ہے اور علاوہ اپنی پنشن کے چار ہزار گھماؤں سے زیادہ اراضی کا حقوق مالکانہ وصول کرتا ہے۔ اس کا لڑکا دین محمد عہدۂ نائب تحصیلداری کا امیدوار ہے+

اس خاندان کی مسلمان اور سکھ شاخوں کی آپس میں دشمنیاں چلی آتی ہیں +

---

# خان بہادر شہزادہ سلطان ابراہیم جان*

احمد شاہ ابدالی




یہ خاندان مشہور احمد شاہ ابدالی کی اولاد میں سے ہے جو افغان بادشاہوں کے دُرّانی خاندان کا بانی تھا اور جس نے ۱۷۴۷ء میں قندھار میں تاج شاہی سر پر رکھا۔ اور اسی دن سے اپنی قوم کو دُرّانی موسوم کیا۔ احمد شاہ خود سدوخاں کی اولاد میں سے تھا جو قوم سدوزئی کا (جن کا ذکر ایک اَور تاریخ میں کیا گیا ہے) مورث اعلٰے تھا۔ احمد شاہ نے اپنی وفات سے پہلے جو ۱۷۷۳ء میں واقع ہوئی اپنی سلطنت خراسان کے مغرب سے سرہند

* یہ تاریخ پچھلی ایڈیشنوں میں درج نہیں ؎

تک اور جیحوں سے لیکر سمندر تک پھیلادی تھی*۔ مگر اس کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی حکمرانی کی وہ قابلیت نہ پائی تھی جو احمد شاہ میں تھی اس لئے سدوزئی خاندان خانگی تنازعات سے کمزور ہوکر آخرکار ۱۸۲۳ء میں دوست محمدؐ سے مغلوب ہوگیا۔ اخیر دُرانی بادشاہ ایوب شاہ نے مع اپنے بہت سے رشتہ داروں کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں پناہ لی وہ انکے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ان میں سے بہتوں کے معقول وظیفے مقرر کردئے۔ ان وظیفے داروں میں شہزادہ سلطان ابراہیم کا دادا شہزادہ فرخ سیر بھی تھا جس کا مہاراجہ نے ۵۰۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ فرخ سیر کی وفات کے بعد خالصہ دربار نے اور پنجاب کے سرکاری علاقہ سے ملحق ہوجانے کے بعد سرکار انگریزی نے اس وظیفے کا ایک حصہ اسکے لڑکوں کے نام جاری رکھا ۔

فرخ سیر کا دوسرا بیٹا شہزادہ فریدوں ۱۸۵۷ء میں پنجاب پلٹن ۲۔ میں جمعدار بھرتی کیا گیا اور غدر کے بعد اسے سب انسپکٹر اور بعد ازاں انسپکٹر پولیس بنا دیا گیا اس کی خدمات کے صلے میں اسے تحصیل خانقاہ ڈوگراں میں گیارہ مربع اراضی عطا کئے گئے جو اب اس کے پوتے فرخ عالم کے قبضے میں ہیں ۔

خان بہادر شہزادہ سلطان ابراہیم جان خاندان سدوزئی کی اس شاخ کے موجودہ بزرگ نے ایام غدر میں آفریدی جزبچی فوج کا ایڈجوٹنٹ رہ کر سرکاری خدمات کیں اور انسپکٹر پولیس رہنے کے بعد تحصیلدار بنا دیا گیا۔ ۱۸۸۱ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدے پر ترقی دی گئی

* الفنسٹن صاحب کی کتاب "حالات سلطنت کابل" صفحہ ۲۹۹ جلد دوم ۔

# خان بہادر فقیر سیّد قمر الدّین بخاری سی آئی اِی

## غلام شاہ

غلام محی الدین

۱ فقیر عزیز الدین (وفات ۱۸۴۵ء) — ۲ فقیر امام الدین (وفات ۱۸۴۲ء) — ۳ فقیر نور الدین (وفات ۱۸۵۲ء)

۱ نصیر الدین (وفات ۱۸۱۴ء) — ۲ فضل الدین (وفات ۱۸۳۲ء) — ۳ شاہ دین (وفات ۱۸۴۲ء) — ۴ چراغ دین (وفات ۱۸۵۱ء) — ۵ جمال الدین (وفات ۱۸۹۴ء) — ۶ رکن الدین (وفات ۱۸۵۱ء) — فقیر تاج الدین (وفات ۱۸۴۶ء)

۱ سراج الدین (وفات ۱۸۶۶ء) — ۲ شہسوار الدین (وفات ۱۸۴۴ء) — ۳ شاہ نواز الدین (وفات ۱۸۵۵ء) — ۴ نجیب الدین (وفات ۱۸۴۴ء) — ۵ حسین الدین (وفات ۱۸۵۵ء) — معراج الدین (وفات ۱۸۹۹ء)

فیروز الدین (وفات ۱۹۰۴ء) — ۲ حسن الدین (ولادت ۱۸۵۵ء) — ۱ محمد جمال الدین (ولادت ۱۸۶۳ء) — ۲ سعید الدین (ولادت ۱۸۷۸ء) — فدا حسین (ولادت ۱۸۹۰ء)

۱ سلطان الدین (وفات ۱۹۰۴ء) — ۲ نصیر الدین — ۳ نثار الدین — ۱ فرخ الدین (ولادت ۱۸۷۵ء) — ۲ جلال الدین (ولادت ۱۸۷۸ء) — ۳ علاء الدین (متوفی)

۱ معین الدین (ولادت ۱۸۸۴ء) — ۲ ہادی حسین (ولادت ۱۸۸۹ء) — ۳ ظہور الحسن (ولادت ۱۹۰۹ء) — ظہیر الدین — ۱ ظہور الدین (وفات ۱۸۹۳ء) — ۲ شمس الدین (وفات ۱۸۸۲ء) — ۳ فقیر سیّد قمر الدین (ولادت ۱۸۲۶ء) — ۴ حفیظ الدین (وفات ۱۸۹۹ء)

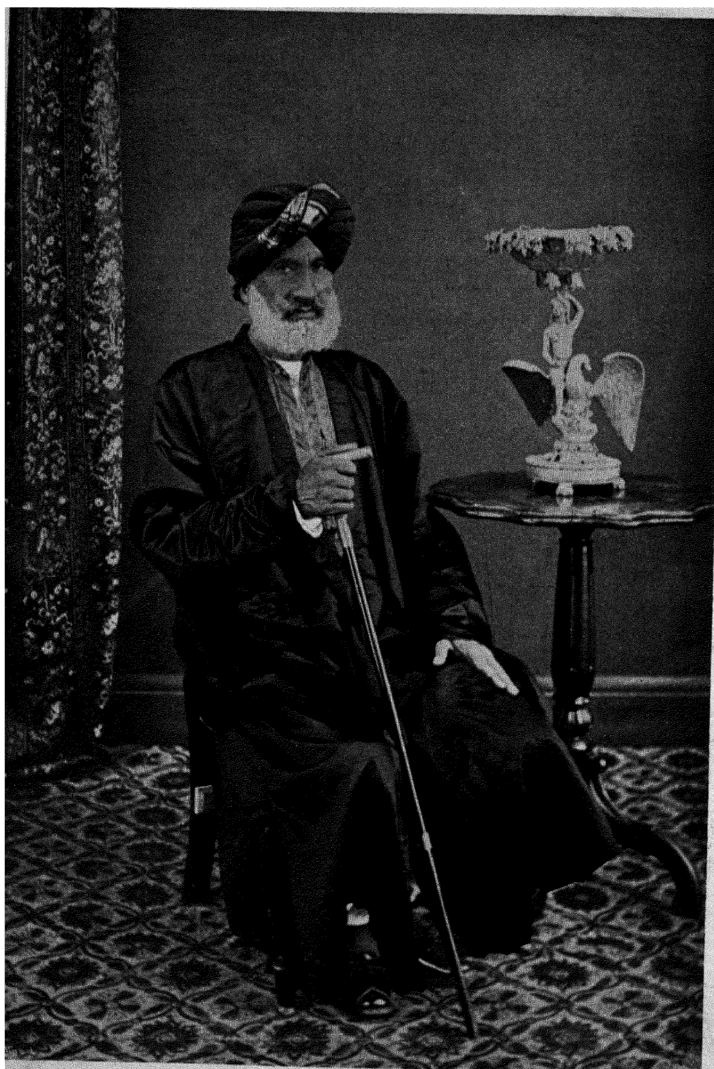
بشیر حسین — ۱ نوبہار الدین (وفات ۱۸۸۸ء) — ۲ خان بہادر برہان الدین (وفات ۱۸۹۰ء) — زین العابدین (وفات ۱۹۰۴ء) — ۳ شہاب الدین (وفات ۱۹۰۸ء) — محمد اقبال الدین (وفات ۱۸۸۱ء)

۱ فقیر سیّد افتخار الدین (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۲ اقتدار الدین (ولادت ۱۸۶۸ء) — نجم الدین (ولادت ۱۸۶۸ء) — ظفر الدین (ولادت ۱۸۵۱ء) — ۲ جلال الدین (ولادت ۱۸۶۳ء)

۱ فصیح الدین (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۲ فقیہ الدین (ولادت ۱۹۰۴ء) — ۳ بشیر الدین (ولادت ۱۹۰۶ء) — ۱ حسین الدین (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۲ فخر الدین (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۳ حسن الدین (ولادت ۱۹۰۲ء) — مغیث الدین (ولادت ۱۹۰۳ء)

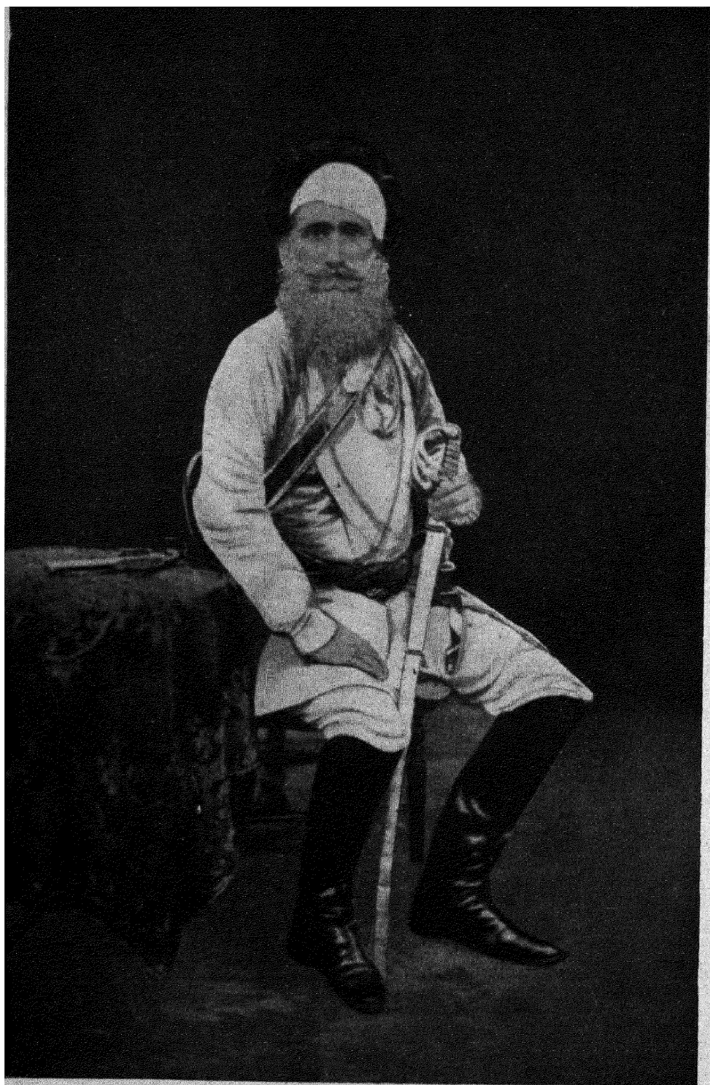
---

عزیز الدّین۔ امام الدین اور نور الدّین کا باپ سیّد غلام محیؒ الدّین غلام شاہ کا لڑکا تھا جو نوّاب عبد الصّمد خاں اور زکریا خاں ناظمانِ لاہور کے



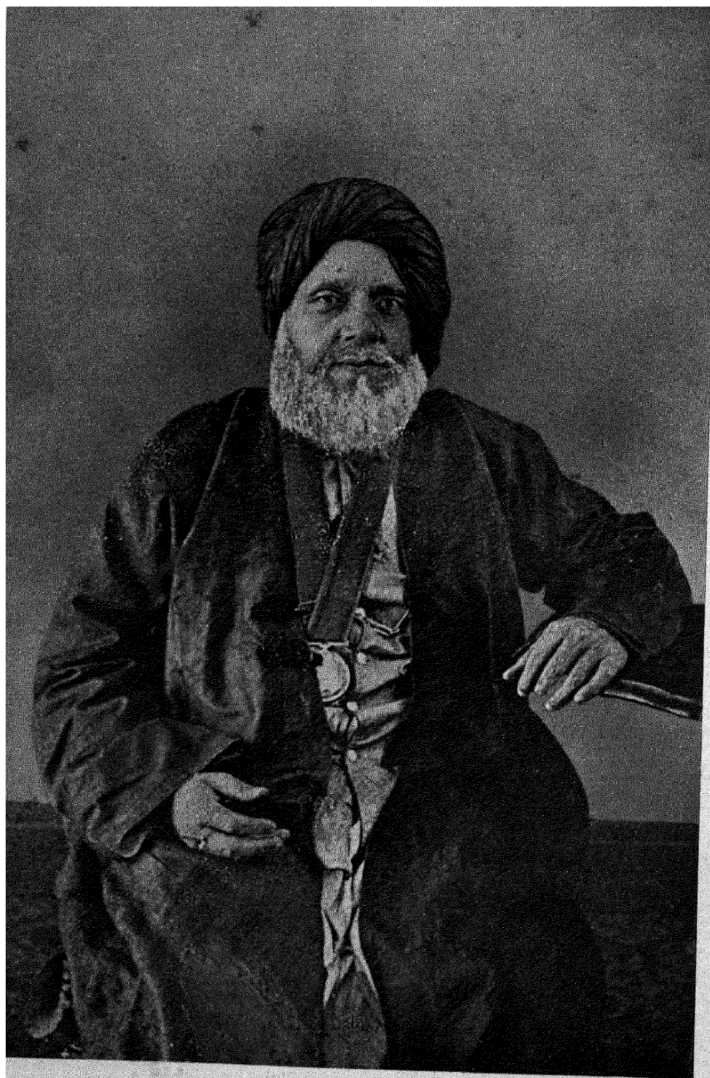
خان بہادر فقیر سید قمرالدین سی آئی ای رئیس لاہور

The late Khan Bahadur Fakir Sayad Kamar-ud-din, C.I.E., of Lahore.



سردار شیر سنگھ سردار بہادر کملا رئیس کُلہ و تعلقدار بھنگالہ

Sardar Sher Singh Kamla Sardar Bahadur of Kulla and Taalukdar of Bungalia.



فقیر سید ظہور الدین بخاری مرحوم و مغفور رئیس لاہور

The late Fakir Sayad Zahur-ud-din Bukhari of Lahore.



فقیر سید نو بہار الدین بخاری مرحوم و مغفور رئیس لاہور

The late Fakir Sayad Nao Bahar-ud-din Bukhari of Lahore.



فقیر سید افتخار الدین سی آئی ای بخاری - فقیر سید بخاری خاندان کا رُکن اعلیٰ و بزرگ

Fakir Sayad Iftikhar-ud-din, C.I.E., Representative Head of the Fakir Sayad Bukhari Family of Lahore.

ہاں ایک چھوٹے عہدے پر ملازم تھا۔ غلام شاہ کا خاندان معزز اور قریباً ۱۸۵۰ء سے چونیاں ضلع لاہور میں رہتا تھا اور سال مذکور سے پہلے اُچ علاقۂ بہاولپور میں مُقیم رہا۔ اس خاندان کا بانی عرب کا ایک باشندہ جلال الدین نامی تھا جو ساتویں ہجری کے اختتام پر ہلاکو خاں والیِ بخارا کے دربار میں آیا۔ جلال الدین چند سال تک مکّہ۔ مدینہ اور نجف اشرف میں امام رہا تھا۔ اس نے بغداد میں حضرت سلیمانؑ اور غوث الاعظمؒ کی خانقاہوں کی زیارت کی تھی اور اپنی تقدیس کے سبب شہرۂ آفاق تھا۔ بخارا میں اس کے بہت مرید ہو گئے مگر بُت پرست ہلاکو خاں جس کے ظلم و جبر کا وہ علانیہ دلیری کے ساتھ ذکر کرتا تھا اُس سے جلنے لگا۔ حتّٰی کہ وہ شاہی حکم سے پکڑا گیا اور ایک شعلہ زن گلخن میں جھونک دیا گیا مگر تین یہودی لڑکوں کی طرح اس کے جسم کو آگ کا مطلق اثر نہ ہوا اور وہ بغیر جلے یا تکلیف پائے باہر نکل آیا۔ ہلاکو خاں کو اس کرامت کے دیکھنے سے کچھ بن نہ پڑا وہ اپنی بہت سی رعایا سمیت اُسی وقت مسلمان ہو گیا اور اپنی لڑکی کی شادی جلال الدین سے کردی جو بعد ازاں کچھ عرصہ تک بخارا ہی میں رہا جہاں اُس کی اولاد میں بہت سے اشخاص ابھی تک موجود ہیں۔ بخارا کی اس اقامت کی وجہ سے ہی جلال الدین کا خاندان بخاری کہلانے لگا مگر آخر کار وہ اپنے ننھے پوتے بہاء الدین کو ساتھ لیکر پھر سیاحت کو نکلا۔ سفر میں لڑکے کو پیاس لگتی تھی تو ہرنیاں آکر اپنا دودھ پلا جایا کرتی تھیں۔ الغرض بڑی مصیبتیں جھیلنے کے بعد یہ پنجاب میں پہنچے جہاں جلال الدین نے بہت سے مرید کئے اور آخر کار اُچ میں مُقیم ہو گئے جو پہلے دیوگڑھ کہلاتا تھا۔ جلال الدین ۱۲۹۳ء میں جلال الدین فیروز خلجی کے عہد حکومت

میں رہ گرائے عالمِ بقا ہوا*۔

غلام محی الدین رہیلہ کے مقام پر جو دریائے بیاس پر واقع ہے پیدا ہوا تھا۔ جب یہ تین مہینے کا ہوا تو اس کا باپ غلام شاہ فوت ہوگیا اور اُس کی بیوہ ماں سخت افلاس کی حالت میں ہوکر اپنے خاوند کے دوستوں سے مدد لینے لاہور آئی۔ عبداللہ انصاری لاہور کے ایک نامی حکیم نے جو احمد شاہ کے شروع عہد حکومت میں کشمیر کا جج رہا تھا اور جس کے باپ نے علم طب کی ایک کتاب تذکرۂ عشقیہ نامی لکھی تھی جسے تا حال درجۂ استناد حاصل ہے رحم کھا کر اس کی اور اس کے بچے کی اعانت کی غلام محی الدین کو اس نے اچھی تعلیم دی اور جب وہ جوان ہوا تو اپنے بھائی خدا بخش کی

*۔ اس خاندان کا یہ بیان کہ یہ بخاری سیدوں کی اولاد سے ہیں غالباً درست ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ فقیر عزیز الدین کو اپنا سید ہونا صرف اُس وقت معلوم ہوا جبکہ وہ متمول اور طاقتور ہوگیا اور ایک بڑا مزیدار قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس خاندان نے کس طرح سے اپنا شجرۂ نسب بنایا اور مشہور کیا۔ یہ بات تو متحقق ہے کہ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے تک فقیر اپنے آپ کو "انصاری" کہتے تھے وہ سرکاری کاغذات میں بھی اسی طرح لکھے جاتے تھے اور سنہ ۱۸۴۲ء کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو بخاری کہنا شروع کیا مگر یہ بات بھی ہے کہ فقیر عزیز الدین ایسا سچا آدمی تھا کہ اُس کی نسبت اس قسم کے فریب کا الزام لگانا غیر ممکن ہے۔ مزید برآں وہ برائے نام امتیاز حاصل کرنے میں ایسا بے پرواہ تھا کہ اُس کو "سید" "انصاری یا بخاری" دونوں برابر تھے۔ وہ جانتا تھا کہ فقیر کا لباس اور خطاب متفقی اور ناعاقبت اندیش دربار لاہور میں اُس کے واسطے محکم سند تھے اور مہاراجہ اس کو جو خطابات اور اعزاز بخشنا چاہتا تھا اس نے کبھی منظور نہیں کئے۔

لڑکی سے اس کی شادی کردی۔ غلام محی الدین نے حکمت اور کتب فروشی شروع کی اور اپنی تجارت کی وجہ سے پنجاب کے اکثر حصوں میں سفر کیا۔ اس نے فقیر امانت شاہ قادری کا مرید ہوکر فقیر کا لقب اختیار کیا اور اس کے مرید ابھی تک لاہور اور بہاولپور میں پائے جاتے ہیں۔

غلام محی الدین نے تین لڑکے عزیز الدین۔ امام الدین اور نورالدین چھوڑے۔ ان میں سے سب سے بڑا یعنی عزیز الدین لالہ حاکم رائے لاہور کے سب سے بڑے حکیم کا شاگرد تھا جس نے اسے رنجیت سنگھ کی خدمت میں اس وقت رکھا جبکہ وہ ۱۷۹۹ء میں لاہور فتح کرنے کے فوراً بعد آنکھوں کی سخت بیماری میں مبتلا تھا۔ اس نوجوان حکیم کی ہنرمندی اور توجہ کی وجہ سے مہاراجہ کا اس کی طرف خیال ہوگیا اور عزیز الدین نے موضع بادو اور شرقپور بطور عطیہ حاصل کئے اور دیوان حکما سنگھ چمنی کے نام جو اس زمانے میں لاہور کی چونگی کا اسی طرح ٹھیکہ دار تھا جس طرح راماند امرتسر کی چونگی کا حکم جاری ہوا کہ اس کو نقد تنخواہ دیا کرے۔ رنجیت سنگھ نے اس کو اپنا حکیم مقرر کرلیا۔ اور جوں جوں وہ اپنے علاقہ جات بڑھاتا گیا اسی نسبت سے عزیز الدین کی جاگیر میں ترقی ہوتی گئی۔

۱۸۰۸ء میں جب مسٹر مٹکاف لاہور میں یہ عہدنامہ کرنے کے لئے بھیجے گئے کہ رنجیت سنگھ کی حکومت ستلج کے شمال تک محدود رہے اور ۱۸۰۹ء میں جبکہ انگریزی فوج دریائے مذکور پر بھیجی گئی اور مہاراجہ اپنے سرداروں کے کہنے پر انگریزوں کے ساتھ لڑائی کرنے پر بالکل آمادہ ہوگیا تھا اس وقت عزیز الدین نے اس کو اس ارادے سے بڑے زور کے ساتھ روکا اور اس کی عاقلانہ صلاح آخر کارگر ہوئی۔ رنجیت سنگھ عزیز الدین

کی دانائی اور دور اندیشی کی قدر کرتا تھا اور تمام موقع پر اس کی صلاح لیتا تھا اور اس زمانے سے لیکر اپنی حکومت کے اخیر زمانے تک اس نے عزیزالدین کی صلاح کے خلاف کبھی کوئی اہم کام نہیں کیا۔ اہل یورپ اور سرکار انگریزی کے ساتھ جو معاملہ پڑتا تھا اُس میں عزیزالدین خاص طور پر مقرر کیا جاتا تھا اور اسی کے عاقلانہ مشوروں کا سبب تھا کہ مہاراجہ کی طویل مُدتِ حکمرانی کے دوران میں اس کی سرکار انگریزی کے ساتھ ایسی گاڑھی دوستی رہی۔ اس کی وفاداری پر مہاراجہ کو ایسا پکّا بھروسہ تھا کہ وہ صرف فقیر کو چند اردلیوں کے ساتھ لاہور کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اپنی ساری فوج سمیت دُور دُور کی لڑائیوں پر چلا جاتا تھا٭

کئی موقع پر عزیزالدین کو فوجی خدمات انجام دینے کے لئے مامور کیا گیا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں اسے صاحب سنگھ بھنگی کا علاقۂ گجرات رنجیت سنگھ کے علاقے کے ساتھ ملحق کرنے کے لئے بھیجا گیا پھر سنہ ۱۸۱۳ء میں جب جہانداد خاں نے علاقۂ اٹک مہاراجہ کے حوالے کیا تو فقیر عزیزالدین کو دیوان دین داس سکھدیال اور سردار موتا سنگھ کے ہمراہ اہل قلعہ کو امداد پہنچانے اور ضلع میں امن قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں اسے ایلچی بنا کر بہاولپور کے دربار میں بھیجا گیا جہاں اس کا بڑی عزت سے استقبال ہوا۔ یہ اُس فوج کے ہمراہ تھا جسے کانگڑہ کے خلاف بھیجا گیا تھا اور سنہ ۱۸۲۶ء میں جب دیوان کرپا رام مہاراجہ کی نظروں میں بے عزت ہو گیا تو فقیر عزیزالدین اس سے قلعہ پھلور لینے کے لئے مقرر ہوا جس کو اس نے اُس وقت تک اپنی تحویل میں رکھا جب تک کہ اس پر سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ افسر کر کے نہ بھیج دیا گیا اور اس کے تھوڑا ہی عرصہ پہلے

فقیر کپورتھلہ۔ جنڈیالہ۔ ہوشیارپور اور فتح سنگھ اہلوو الیہ کی جو انگریزوں سے پناہ مانگنے ستلج پار بھاگ گیا تھا ایں روے ستلج کی جائداد کا حاکم رہا۔ اپریل ۱۸۳۱ء میں عزیز الدین سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام کے ہمراہ لارڈ ولیم بنٹنک بالقابہ کو مہاراجہ کا سلام پہنچانے شملہ بھیجا گیا*۔ ان ایلچیوں کا بڑی عزت کے ساتھ استقبال ہوا اور مہاراجہ اور گورنر جنرل کی ملاقات کا انتظام کیا گیا جو اسی سال کے اکتوبر کے مہینے میں بمقام روپڑ ہوئی۔

مئی ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خاں ایک بڑی فوج کے ساتھ کابل سے یہ ارادہ کر کے آیا کہ علاقۂ پشاور سکھوں کے ہاتھ سے لے لے تو فقیر عزیز الدین پشاور میں موجود تھا اسے سفیر اعلےٰ بنا کر افغانوں کے کیمپ میں بھیجا گیا اور اُس نے امیر کو اتنے عرصے تک کامل طور پر دم جھانسے میں رکھا کہ سکھوں نے کابلی فوج کو قریباً چاروں طرف سے گھیر لیا اور افغانوں کو عجلت کے ساتھ کابل کی طرف واپس ہونا پڑا۔ فقیر کی اس برمحل ہوشیاری سے مہاراجہ اس قدر خوش ہوا کہ اُس کی کیمپ کو واپسی پر عزت افزائی کے لئے توپوں کی سلامی کرنے کا حکم دیا۔

نومبر ۱۸۳۸ء میں جبکہ انگریزی فوجیں کابل کی لڑائی کے لئے جمع ہو رہی تھیں تو مہاراجہ لارڈ آکلینڈ صاحب بہادر بالقابہ گورنر جنرل سے

* شملہ کی اس ملاقات میں ایک انگریز افسر نے فقیر عزیز الدین سے پوچھا کہ مہاراجہ کس آنکھ سے کانا ہے۔ اس نے جواب دیا: "مہاراجہ کے چہرے کا جلال ایسا ہے کہ میں کبھی یہ بات معلوم کرنے کے لئے اس کو قریب سے نہیں دیکھ سکا۔"

فیروز پور کے مقام پر ملا اس نظارے کی شان وشوکت روپڑ کی ۱۸۳۱ء کی ملاقات کے اُس نظارے سے بھی بڑھی ہوئی تھی جو "ملاقاتِ میدانِ پارچہ زرفشاں" کہلاتی تھی۔ تھوڑی مدت بعد لارڈ آکلینڈ نے مہاراجہ سے لاہور اور امرتسر میں ملاقاتِ بازدید کی اور ان دونوں مواقع پر فقیر عزیز الدین ہر ایک کام میں پوری توجہ کرتا رہا اور اپنے آقا کی طرف سے جو بہت بیمار تھا نہایت خوش اسلوبی سے مراسم مہمانداری ادا کیں۔

۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو رنجیت سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ اخیر وقت تک فقیر عزیز الدین جو اُس کا سب سے زیادہ جان نثار نوکر اور سب سے زیادہ وفادار دوست تھا اُس کے پاس رہا۔ اور اپنے ہاتھ سے اُسکو دوائی دیتا رہا اور مختلف اطراف کی خبریں دیتا رہا جن کے سُننے کا مہاراجہ مشتاق تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی گدّی نشینی پر عزیز الدین اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو عہد ناموں کی تجدید کے لئے جو سرکار انگریزی اور مہاراجہ کے مابین ہوئے تھے شملہ بھیجا گیا۔ ابھی یہ شملہ ہی میں تھے کہ کھڑک سنگھ کے وزیر اور منظورِ نظر سردار چیت سنگھ کے قتل ہونے کی اور شہزادہ نونہال سنگھ کے حکومت حاصل کرنے کی خبر پہنچی۔ اس خبر سے شملہ میں کچھ تامّل کیا گیا مگر آخرکار عہد نامہ کی تجدید ہوگئی اور ایلچی لاہور واپس آگئے۔

کھڑک سنگھ کی سلطنت کے زمانے میں عزیز الدین کا رسوخ دربار میں کچھ ایسا کم نہ ہوا جو محسوس ہوتا۔ مئی ۱۸۴۰ء میں دربار نے اسے مسٹر کلارک سے ملاقات کرنے کے لئے فیروز پور بھیجا اور اُس نے وہاں اُس ملاقات کا انتظام کیا جو افسر مذکور نے لاہور میں اُسی مہینے

مہاراجہ سے کی۔ اسی سال ستمبر میں فقیر رائے گوبنداس کے ساتھ مسٹر کلارک کے پاس خدمت رازداری پر غلزئی اور بارک زئی قبائل کے معاملات کے متعلق گفتگو کرنے بھیجا گیا۔ نیز اس خدمت میں ۱۸۳۸ء کے اُس عہدنامۂ سہ گانہ کے فقرۂ اوّل کی تشریح بھی داخل تھی۔ جو سکھوں کی علاقہ جاتِ یوسف زئی وسوات میں بعض حرکتوں سے کچھ مشکوک ہو گئی تھی۔

کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کی وفات کے بعد جو سازشیں شروع ہوئیں اُن میں سے کسی میں بھی فقیر نے سرگرمی سے حصّہ نہیں لیا۔ بیشک راجہ دھیان سنگھ اس کی ہمیشہ صلاح لیتا رہا اور یہ دونوں اُس انتظام میں شریک تھے جس سے مائی چاند کور شہزادہ نونہال سنگھ کی بیوہ صاحب کور کے ایام حمل کے زمانے میں نائب السلطنت مقرر کی گئی تھی۔ عزیزالدین کو خوب معلوم تھا کہ اس انتظام سے کامیابی نہیں ہوگی اس وجہ سے یہ شہزادہ شیر سنگھ سے ہر ایک طرح ہمدردی کرتا تھا مگر اس کا بڑا رسوخ صیغۂ خارجہ میں تھا اور اپنے ملک کے پالیٹکس کے متعلق یہ اس موقع پر دربار میں شاذونادر ہی رائے دیتا تھا۔

جب شیر سنگھ تخت پر بیٹھا تو اس نے عزیزالدین کے ساتھ نہایت مہربانی سے سلوک کیا اور مارچ ۱۸۴۱ء میں اسے لدھیانہ میں مسٹر کلارک کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آیا سرکار انگریزی مہاراجہ کی فوج کو مطیع کرنے میں مدد دیگی یا نہیں۔ مسٹر کلارک اس امر کے خلاف نہ تھے۔ ستلج کی لڑائی میں تجربہ ہونے سے پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سکھ لوگ میدان کے بہادر نہیں ہیں اور مسٹر کلارک کا خیال تھا کہ ۱۲۰۰

انگریزی فوج کے ساتھ پنجاب کے میدانی ملک میں خالصہ فوج کو مطیع کرلینا یا اگر وہ مقابلہ کریں تو اُن کو تتر بتر کرکے شیر سنگھ کو تخت پر بٹھا دینا ممکن ہے۔ سرکار انگریزی کی فوج مہاراجہ کو ان شرائط پر مدد دیگی کہ ستلج کا جنوبی علاقۂ لاہور سرکار انگریزی کو دے دیا جاوے اور لڑائی کے اخراجات میں ۴۰۰۰۰۰۰ روپیہ ادا کئے جائیں۔ فقیر اور اُس کے ساتھی منشی دین محمدؐ کو یہ اختیار نہ تھا کہ ایسا اہم معاملہ جیسا کہ یہ تھا خود ہی طے کرلیتے اور چونکہ یہ معاملہ لکھکر بھی نہ بھیج سکتے تھے اس لئے انہوں نے مہاراجہ سے مشورہ کرنے کے لئے لاہور آنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ آٹھ دن کے بعد واپس آجائینگے۔ مگر عزیزالدین بالکل نہیں گیا اور شاید اُس کا ایسا کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا۔ دراصل مہاراجہ کو اپنی فوج کی نسبت انگریزی فوج کا زیادہ ڈر تھا اور باوجود اس کے کہ فوج خالصہ نے سنڈی میں بلوہ کردیا تھا اس نے ایجنٹ کو لکھ بھیجا کہ ہر ایک قسم کا بلوہ فرو کردیا گیا ہے اور فرمانبردار اور نمک حلال فوج خالصہ انگریزوں کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہے٭

شیر سنگھ کو یہ خوف تھا کہ جب انگریزی فوج نے لاہور پر ایک دفعہ قبضہ کرلیا تو پھر اسے کبھی نہ چھوڑیگی۔ فقیر عزیزالدین جو گورنمنٹ انگریزی کی پالیسی کو مہاراجہ سے زیادہ سمجھتا تھا یہی کہتا رہا کہ سرکار انگریزی کی مداخلت ہونی بہتر ہے اور اپنے فرزند شاہ دین کو جو لاہور کی طرف

٭ گورنمنٹ عالیہ نے مسٹر کلارک کے انتہائی خیالات منظور نہیں کئے تھے اور اس قسم کی مداخلت سے تاوقتیکہ پنجاب کی حالت ایسی نہ ہوجاوے کہ بغیر دخل دئے کوئی چارہ نہ ہو انکار کردیا تھا٭

سے لدھیانہ میں وکیل تھا لکھا کہ کلارک صاحب سے اس معاملے کی پھر سلسلہ جنبانی کرے اور باوا مہاں سنگھ کو جو مہاراجہ کا معتمد علیہ تھا عہد و پیمان کرنے کے لئے بُلا بھیجے مگر کلارک صاحب بہادر نے پھر اپنی طرف سے تحریک کرنی مصلحت نہ سمجھی اور دانشمندی سے یہ تجویز موقوف کردی گئی +

اس زمانے کے قریب عزیز الدین کو ایک صدمہ پہنچا جس سے اس کی جان کا اندیشہ ہوگیا۔ یعنی یہ کہ وہ شاہ بلاول کے مقام پر دیوان بشن سنگھ کے پاس دربار میں بیٹھا تھا اور جب اپنی جگہ سے اُٹھا تو اتفاقاً دیوان کی تلوار اس کے لگ گئی اور فقیر کی ٹانگ سخت زخمی ہوگئی۔ اس زخم سے اُس کا اتنا خون بہا کہ غش کی نوبت ہوگئی اور کزاز ہوجانے کا اندیشہ ہوگیا مگر آہستہ آہستہ اُسے افاقہ ہوا اور اس حادثے کے سبب سے اُسے دربار کی حاضری میں کمی کردینے کا عذر مل گیا کیونکہ وہ دوسرے وزیروں کی طرح فوج کی دشنام اور زیادتیوں سے ڈرتا تھا +

فروری سنہ ۱۸۴۲ء میں عزیز الدین کو مہاراجہ نے ماکھو کی طرف جو ستلج کے جنوبی کنارے پر واقع ہے مسٹر کلارک سے ملنے کے لئے بھیجا جو لاہور کی طرف مہاراجہ کی گدی نشینی کی مبارکباد دینے اور کھڑک سنگھ کی وفات کا افسوس کرنے آرہا تھا +

دسمبر سنہ ۱۸۴۲ء میں سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو دربار لاہور نے لارڈ النبرا کی خدمت میں جو انگریزی فوج کے ساتھ فیروزپور میں موجود تھے حاضر ہونے کے لئے روانہ کیا۔ کسی غلط فہمی کے سبب سردار کو یہ اُمید تھی کہ گورنر جنرل کا ایجنٹ اسے سرکاری کیمپ میں لے جائیگا اس لئے

وہ اپنے ہی خیمے میں رہا اور ملاقات جس کے لئے یہ گیا تھا بالکل نہیں ہوئی۔ لارڈ ڈالنبرا نے یہ سمجھکر کہ سردار نے یہ حرکت عمداً کی ہے کیفیت طلب کی۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین شہزادہ پرتاب سنگھ۔ راجہ ہیرا سنگھ اور دوسرے سرداروں کے ساتھ فیروزپور پہنچا جہاں افواج سکھ اور انگریزی دونوں کا جائزہ اور ایک بڑا دربار منعقد ہوا۔ عزیزالدین نے اس ظاہرا بداخلاقی کا جو مجیٹھیہ سردار سے ہوئی تھی خوبی اور وضاحت سے ذکر کیا جس پر گورنر جنرل بہادر اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے بھرے دربار میں فقیر کو "دونوں ریاستوں کی دوستی کا محافظ" خطاب کیا۔ اور اپنی جیب سے طلائی گھڑی نکال کر اسے عطا کی۔ یہ عطیہ جسکی قدر دوسرے تمام خلعتوں سے زیادہ کی جاتی تھی فقیر جمال الدین کے پاس اُس کے فوت ہونے تک موجود تھی۔

شیر سنگھ کی حکومت کے آخیر سال میں فقیر عزیزالدین مہاراجہ کی نظروں سے گر گیا۔ اس پر شبہ کیا جاتا تھا کہ یہ راجگان جموں کا دوست ہے جن سے مہاراجہ (گو اُن کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا) متنفر تھا حقیقت یہ تھی کہ راجہ دھیان سنگھ جانتا تھا کہ فقیر عزیزالدین کی قابلیت سے فائدہ اُٹھانا اُس کے لئے ضروری ہے اور بلاشبہ لاہور کے وزیر کی وزارت فقیر کی اعانت کے بغیر نہ چل سکتی تھی۔ عزیزالدین نے راجہ دھیان سنگھ سے سردار چیت سنگھ کے قتل پر جو فقیر کا خاص دوست تھا بڑی مشکل سے مصالحت کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسے آخرکار یقین ہوگیا تھا کہ فقط ڈوگرے راجہ ہی ملک کو درہم برہم ہونے سے بچا سکتے ہیں اور اسی یقین کی وجہ سے وہ ان کا شریک ہوگیا تھا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے بعد فقیر نے پالیٹکس میں بہت کم دخل دیا۔ اُس کی صحت بگڑ گئی تھی۔ اور بینائی گھٹتی جاتی تھی اور چونکہ فوج کی طاقت اور بے پرواہی بڑھتی جاتی تھی اس لئے روز بروز اس کا رعب وداب کم ہوتا جاتا تھا۔ اس کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ فوج کے جذبات ناجائز کا نتیجہ کیا ہوگا اور جواہر سنگھ اور لال سنگھ کی اُس پالیسی کے خلاف جس سے ظاہر تھا کہ سب آپ ہی آپ مارے جائینگے بڑے زور سے رائے دیتا تھا جو افسوس ہے کہ رائگاں جاتی تھی۔ اس کا آخری کام سرکار انگریزی کے خلاف ستلج کی طرف جو سکھ فوج کوچ کر گئی تھی اُسکو واپس بُلانے پر اصرار تھا اور پیشتر اُس کے کہ اُس سلطنت پر جس کی اس نے اتنے عرصے تک اور ایسی وفاداری سے خدمت کی تھی تباہی آئے وہ ۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو دنیائے دنی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا +

فقیر عزیز الدین مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تمام مشیروں میں سب سے زیادہ قابل اور واقعی سب سے زیادہ دیانت دار تھا۔ رنجیت سنگھ کو اپنے وزرا کے انتخاب کرنے کی بڑی لیاقت تھی اور اس کے لمبے عہد سلطنت میں اس کا الطاف اور عنایت فقیر عزیز الدین کی نسبت کم نہ ہوئی کیونکہ فقیر کی طرف سے کبھی کسی قسم کی بے اعتدالی یا بدعہدی ظہور میں نہ آئی۔ اپنے ملک یا غیر ملک کے پالیٹکس میں بہت کم معاملات ایسے تھے جن میں مہاراجہ نے اس کی صلاح نہ لی ہو اور سرکار انگریزی کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کی کارروائی تو قریباً بالکل اسی کے ہاتھ میں تھی اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت کچھ فقیر عزیز الدین کی ہی

دانائی اور تدبر سے حاصل ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اختتامِ عہد تک سرکار انگریزی اور سرکار لاہور میں نہایت قلبی دوستی رہی۔

فقیر عزیزالدین کے ایسے اچھے اوضاع اور کامل درباریوں کے سے اطوار تھے کہ سوائے چند آدمیوں کے کوئی اس کا علانیہ دشمن نہ تھا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ باطن میں بہت لوگ اسکے جاہ و اقتدار کا حسد ضرور رکھتے تھے۔ اس کی ہردلعزیزی کی ایک وجہ وہ بے تعصبی تھی جو وہ بہ حیثیت مسلمان ہونے کے ہندو دربار میں برتتا تھا۔ وہ صوفی٭ مشرب آدمی تھا۔ اور گو یہ فرقہ قدامت پسند مسلمانوں کی نظر میں لامذہب سا ہوتا ہے مگر دراصل مشرق کے سب سے اچھے حکیم اور شاعر اسی فرقے کے افراد تھے فقیر عزیزالدین تمام مذاہب کی ایک سی عزت یا ایک سی بے پروائی کرتا تھا۔ ایک موقع پر رنجیت سنگھ نے اس سے پوچھا کہ وہ کس مذہب کو پسند کرتا ہے آیا ہندو مذہب قابل ترجیح ہے یا مسلمان؟ اس نے جواب دیا "میں اُس آدمی کی طرح ہوں جو بڑے دریا میں تیر رہا ہو۔ میں زمین کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں اور

٭ فرقہ صوفی مسلمانوں میں ایک فرقہ فقرا کا ہے جن کے مسائل بعیدالفہم ہیں۔ ممالک مشرقی میں ہر جگہ کم و بیش صوفی پھیلے ہوئے ہیں۔ ایران کئی صدیوں تک اس فرقے کا صدر مقام رہا ہے مگر پنجاب میں علانیہ صوفی کمیاب ہے۔ تاہم صوفیوں کے تصوف کے مسائل ہر ایک جگہ ایک سے ہیں۔ ہندوؤں کے ویدانت کے مسائل اور مسائلِ تصوف میں فقط نام ہی کا فرق ہے اور وہ اصول جن پر سری گورونانک جی نے سکھ مذہب کی بنیاد رکھی تھی بالکل ویسے ہی ہیں جو محمود یا حافظ یا خود فقیر عزیزالدین کی تصانیف خالص صوفیہ میں پائے جاتے ہیں۔

مجھے دونوں کناروں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

فقیر عزیز الدین اپنے زمانے میں نہایت فصیح شخص مشہور تھا اور اُس کی تحریر بھی ایسی زبردست تھی جیسی کہ تقریر۔ سرکاری کاغذات جو اُس نے اور اُس کے بھائی نور الدین نے مرتّب کئے تھے مشرقی نقطۂ خیال سے فصاحت اور خوش مذاقی کا نمونہ ہیں۔ فقیر عزیز الدین جملہ فروع علوم مشرقی میں کامل دستگاہ رکھتا تھا اور نیز تعلیم کا ایک فیاض اور ممیز حامی تھا۔ لاہور میں اس نے اپنے خرچ سے فارسی اور عربی کی تعلیم کا ایک کالج کھولا اور پنجاب کے بہت سے عربی دانوں نے اسی کالج میں تعلیم پائی۔

بزمِ شعرا میں عزیز الدین کو اعلےٰ جگہ دینی چاہیئے۔ اُسکی صوفیانہ فارسی نظمیں بڑی خوبی کی ہیں اور سادگی اور فصاحت کے لحاظ سے یکتا ہیں۔ چند شعر (جن کا حرف بحرف ترجمہ صوفیوں کی مذہبی نظم کا نمونہ دکھانے کے لئے اصل انگریزی کتاب میں دیا گیا ہے) نمونۃً یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| چوں سایۂ درخت ندارد جہاں قرار | اے دل اگر نگاہ نمائی باعتبار |
| در عالمِ خیال ترا اضطرار چیست | در کارہائے خویش نداری چو اختیار |
| بگزار کارِ خود بخداوندگارِ خویش | خود را بہ پرورندۂ خود ہم ز دل سپار |
| تا وقتِ فیض مے نرسد صبر پیشہ کن | بر نعمتے کہ دست دہد شکر کن ہزار |
| دستِ بگوش کردہ ز اندیشہائے دہر | آزاد باش در کرمے حق امیدوار |

دیگر

| | |
|---|---|
| گویم اگر من از سرِ غفلت کہ من منم | نزدیکِ اہلِ معرفت آید ہمے صنم |

| | |
|---|---|
| در دینِ سالکانِ طریقت بود گناه | داند اگر کسے بمثل این چنیں منم |
| آخر بناں بر آب بود گرچہ در جہاں | گوئی کہ زال و رستم و سہراب بر زنم |
| بیہودہ دعویٰ است کہ چوں تارِ عنکبوت | بر خود روی ہر آں چہ خیالات بر تنم |
| چوں جملہ کارہا متعلق بفضل اوست | بہتر کہ بعد ازیں دم آزادگی زنم |

فقیر عزیز الدین کے چھ بیٹوں میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے شاہ دین جو ۱۸۴۲ء میں فوت ہوا ۱۸۳۶ء میں دربار لاہور کی طرف سے ایجنٹ مقرر ہو کر سرکاری پولیٹکل آفیسر کے پاس لدھیانہ میں رہا کرتا تھا اور دو سال بعد فیروزپور میں وکیل مقرر کر دیا گیا تھا۔ فقیر چراغ دین کو ۱۸۳۸ء میں جسروٹہ کا گورنر بنایا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد شہزادہ کھڑک سنگھ کی مصاحبت میں رکھا گیا۔ وہ ۱۸۴۲ء میں اپنے بھائی کی جگہ فیروزپور میں وکیل بنایا گیا اور بعد ازاں اسی عہدہ پر کونسل ریجنسی میں مامور کیا گیا۔ جمال الدین تحصیلدار حافظ آباد کی حیثیت میں سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ بعد ازاں وہ گوجرانوالہ تبدیل کیا گیا اور ۱۸۶۴ء میں پنجاب گورنمنٹ کا میر منشی بنا دیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری عنایت ہوئی۔ مگر صحت خراب ہونے کی وجہ سے ۱۸۸۳ء میں اسے سو روپیہ ماہوار پنشن لیکر اپنے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑا جو یہ اپنے ہزار روپیہ پولیٹکل وظیفے کے ساتھ لیتا رہا۔ ۱۸۸۳ء میں اسے لاہور کا سب رجسٹرار بنایا گیا اور دوسرے ہی سال اسے پورے اختیارات مجسٹریٹی دے کر آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو اور پراونشل درباری تھا اور ۱۸۹۴ء میں لاولد فوت ہوا۔ عزیز الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے رکن الدین کو بھی ہزار روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی جو

۱۸۸۱ء میں اُس کے لاولد فوت ہونے پر گورنمنٹ نے ضبط کرلی +

فقیر عزیزالدین کا سب سے بڑا لڑکا نصیرالدین ۱۸۱۲ء میں جبکہ بالکل نوجوان تھا مارا گیا۔ ایک پوربیا سپاہی جس کو فقیر امام الدین نے کسی قصور پر موقوف کردیا تھا بدلہ لینے کے ارادے سے لاہور پہنچا اور غلام محی الدین کی دُکان پر آکر کچھ بیماری بیان کر کے علاج کرانا چاہا۔ نوجوان نصیرالدین جو اپنے دادا کو کاروبار میں مدد دیا کرتا تھا سپاہی مذکور کو اندر کے ایک کمرے میں لے گیا جہاں آخرالذکر نے تلوار نکال کر لڑکے کو کاٹ ڈالا۔ غلام محی الدین اپنے پوتے کی چیخیں سُن کر دوڑا اور مقفل کمرے کے دروازے کو کلھاڑے سے توڑ قاتل پر جھپٹا۔ گو چھین جھپٹ میں اس کو بھی سخت زخم آگئے مگر اس نے سپاہی کا ہتھیار چھین لیا اور اُس کو کھڑکی سے گلی میں پھینک دیا جہاں غضب آلود لوگوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا نصیرالدین اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد بیمار رہ کر مر گیا +

عزیزالدین کے لڑکوں میں سے صرف ایک چراغ دین تھا جس نے اولاد چھوڑی۔ اُس کا بڑا بیٹا سراج الدین بھی اُسی طرح قتل ہوا جس طرح نصیرالدین۔ نوجوان سراج الدین بہاول خاں نواب بہاولپور کی جس کے بعد اُس کا منظور نظر لڑکا صادق محمد خاں جانشین ہوا ملازمت میں تھا نیا بادشاہ اپنے بھائی حاجی خاں کو جو اس کی جانشینی کے وقت قید خانے میں تھا مار دینا چاہتا تھا مگر سراج الدین اور داود پوترے اس کی طرفداری پر تھے چنانچہ انہوں نے اس کی خاطر شورش کر کے اسے تخت پر بٹھادیا۔ اس کے شکرانے میں حاجی خاں نے سراج الدین کو اپنا وزیر اور اُسکے بھائی شاہ نواز خاں کو سپہ سالار بنادیا مگر اسکے تھوڑا ہی عرصہ بعد سراج الدین

نوّاب کے ماموں آزاد خاں سے جھگڑا پڑا اور نوّاب نے اپنے رشتہ دار کی طرفداری کی جس پر سراج الدین بہاولپور چھوڑ دینے پر آمادہ ہوگیا مگر نوّاب نے اس کے پاس کئی سیدوں کو بھیجا جنہوں نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ نوّاب کا ارادہ اس کو ایذا پہنچانے کا نہیں ہے اس لئے وہ بہاولپور میں ہی رہنے کے لئے تیار ہوگیا مگر دو یا تین دن کے بعد اس کا مکان فوج نے گھیر لیا اور سراج الدین کو اطلاع کی کہ وہ قیدی ہے اور اسے ہتھکڑیاں لگوانے پر راضی ہوجانا چاہیئے مگر اس نے بغیر حملے کے اطاعت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آخر کار گھر پر یورش کردی گئی۔ ان دونوں بھائیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر اُن کے پاس اسلحہ قریب قریب بالکل ہی نہ تھے۔ سراج الدین دشمنوں کے افسرِ اعلےٰ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے خود بھی گولی سے مرگیا۔ شاہ نواز خاں سخت زخمی ہوکر پکڑا گیا اور قید خانے میں ڈال دیا گیا اور آٹھ مہینے تک جب تک کہ اس کے باپ نے ۸۰۰۰ روپیہ دیکر اسے چھڑا نہ لیا قید خانے میں ہی رہا *

فقیر عزیز الدین کی زندگی میں اس کے بھائی اس سے کمتر درجے کے کام کرتے رہے مگر یہاں اُن کا کچھ نہ کچھ ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ دونوں کسی قدر متقدر آدمی تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے زیادہ حصے میں فقیر امام الدین امرتسر کے مشہور و معروف قلعہ گوبندگڑھ* کا محافظ اور

*۔ گوبندگڑھ کا پہلا تھانیدار یا ناظم سردار شمیر سنگھ موضع ٹھیٹھر ضلع لاہور والا تھا۔ اس نے رنجیت سنگھ کے حکم سے قلعۂ مذکور کو بہت کچھ دوبارہ تعمیر کیا۔ شمیر سنگھ کے بعد فقیر امام الدین مقرر ہوا جو اپنے بیٹے تاج الدین کے ساتھ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد حکومت تک قلعہ مذکور کا

قلعۂ مذکور کے نواحی علاقے کا ناظم تھا اس کے ساتھ بارودخانہ۔ سلح خانہ اور شاہی اصطبل کا افسر تھا۔ امرتسر کی ملازمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے وہ میدان جنگ میں بہت خدمات نہ کرسکا مگر اُس فوج میں موجود تھا جو مائی سدا کور اور کنھیوں کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی نیز اس نے ایک یا دو اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بھی خدمات کیں۔ اور ۱۸۴۴ء میں ایک لڑکا تاج الدین نامی چھوڑ کر فوت ہوا جو اس کے ساتھ گوبند گڑھ کا حاکم تھا اور اس کے بعد صرف دو سال جیتا رہا۔ تاج الدین کے بیٹے معراج الدین نے سید قاسم شاہ رئیس لاہور کی لڑکی سے شادی کی۔ اسے پانچسو روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا تھا اور اس کے باپ کی بیوہ کو ۳۶۰ روپیہ سالانہ کی حین حیات پنشن ملتی تھی۔ ۱۸۹۹ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا سعید الدین اب پنجاب میں منصف ہے ٭

فقیر نورالدین میں اپنے بھائی عزیزالدین کی سی نہ تو قابلیت تھی اور نہ حوصلہ۔ گو اور بہت صفتوں میں اُس کے مشابہ تھا۔ اسکی اوائل زندگی عبادت میں گزری یہاں تک کہ ۱۸۱۰ء میں رنجیت سنگھ نے جسے عزیزالدین سے خاص اُنس پیدا ہوگیا تھا اُسے دربار میں بُلا بھیجا اور اور وھنی کے علاقہ کا اہتمام اس کے سپرد کیا۔ اس نے اس عہدے پر اچھا کام کیا اور بعد ازاں گجرات بھیجا گیا جہاں اسے چبوں کو

(بقیہ حاشیہ) حاکم رہا۔ اس کے بعد صوبہ سنگھ رئیس باگڑیاں مقرر ہوا اور ۱۸۴۲ء تک یہاں ناظم رہا پھر بٹالے کا ایک برہمن سرکھ سنگھ نامی مقرر ہوا۔ اس ناظم کے زمانے میں ایک شاہی قیدی دریا خاں نامی بھاگ گیا جس کی وجہ سے ۱۸۴۷ء میں سرکھ سنگھ کی جگہ فقیر نورالدین کا لڑکا شمس الدین مقرر ہوا ٭

مُطیع کرنے میں کچھ دقت پیش آئی ۱۸۱۲ء میں اسے جالندھر کا اور دوسرے سال سیالکوٹ۔ ڈسکہ۔ ہالووال اور وزیر آباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ پھر ۱۸۱۸ء میں لاہور بُلایا گیا اور اس وقت سے اس کی نوکری عموماً دربار کے متعلق رہی۔ اور مختلف ذمہ داری کی خدمات پر مامور ہوتا رہا۔ وہ قلعے کے اسلاح خانے۔ شاہی محلات اور باغات کا افسر تھا۔ نیز مہاراجہ کے خیرات خانے کا مہتمم تھا اور شاہی خیرات مستحق آدمیوں کو بانٹا کرتا تھا۔ شاہی خزانہ یعنی موتی مندر کی ایک چابی اس کے پاس رہتی تھی اور دو اَور چابیاں مصر بیلی رام اور دیوان حکما سنگھ رکھتے تھے۔ ۱۸۲۶ء میں نورالدین کو پنڈ دادنخاں کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا اور ۱۸۳۱ء میں یہ سیّد پور اور رکھڈ میں راجہ گلاب سنگھ کو اس حصۂ ملک کی حکومت میں امداد دینے کے لئے گیا۔ نورالدین سرکار انگریزی کے ساتھ عہد و پیمان کرنے میں اپنے بھائی عزیزالدین کے ساتھ کام کرتا رہا۔ دونوں کے دلوں میں انگریزوں کی محبت تھی اور دونوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ ہندوستان اور لاہور کی سلطنتوں میں گاڑھی دوستی رہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۴۶ء کو جبکہ فوج خالصہ باغی ہوگئی اور خواہاں ہوئی کہ رانی اپنے بھائی اور شہزادہ پشاورا سنگھ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کردے تاکہ وہ ان سے بدلہ لیں تو فقیر نورالدین۔ دیوان دینا ناتھ اور سردار عطر سنگھ کالیاں والے کے ساتھ فوج کا غصہ کم اور جوش دھیما کرنے کے واسطے بھیجا گیا۔ اس سفارت کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور ایلچیوں میں سے صرف نورالدین ہی تھا جس کو فوج نے بے عزتی کرنے اور دھمکی دینے کے بغیر لاہور آنے کی اجازت دے دی۔ ستلج کی لڑائی کے بعد

۹ مارچ کے عہدنامے پر دربار لاہور کی طرف سے دستخط کرنے والے گواہوں میں نورالدین بھی تھا اور دسمبر ۱۸۴۶ء میں جب وزیر راجہ لال سنگھ دغابازی کی وجہ سے معزول کیا گیا تو نورالدین اس کونسل ریجنسی کا ایک ممبر مقرر ہوا جو مہاراجہ دلیپ سنگھ کے بالغ ہونے تک سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی ؂

نورالدین اس کونسل کا کچھ زیادہ تیز اور چلتا ہوا ممبر نہ تھا لیکن نہایت بے غرض آدمی تھا۔ اور عموماً سوچ سمجھکر اور بہت معقول صلاح دیا کرتا تھا۔ وہ ہر موقع پر تیار رہتا تھا کہ سرکاری رزیڈنٹ کے لئے معاملات سہل ہوجائیں مگر ایسا کرنے میں اپنی سرکار کے فوائد کا خیال بھی پوری وفاشعاری کے ساتھ مدنظر رکھتا تھا۔ ۱۸۴۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اس کے ۲۰۸۸۵ روپیہ سالانہ کی تمام جاگیریں اور وظیفے اسکی حین حیات کے لئے مستقل طور پر مقرر کردئے۔ اس کے دو بڑے لڑکوں ظہورالدین اور شمس الدین کو علے الترتیب ۱۷۲۰ روپیہ کی اور چھوٹے بیٹوں میں سے ہر ایک کو ۵۴۰ روپیہ کی نقد پنشنیں عطا کی گئیں۔ ۱۸۵۲ء میں ان کے باپ نورالدین کی وفات پر یہ پنشنیں بڑھا کر علے الترتیب ۱۲۰۰ روپیہ۔ ۴۰۰ روپیہ اور ۱۰۸۰ روپیہ کردی گئیں ؂

فقیر ظہورالدین نوعمر مہاراجہ دلیپ سنگھ کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ اور مہاراجہ مذکور کے ساتھ فتح گڑھ گیا اور جس طرح سے اپنے فرائض منصبی ادا کئے وہ پورے اطمینان بخش تھے۔ ۱۸۵۱ء کے اخیر میں وہ پنجاب واپس آیا اور ۱۸۵۵ء میں چونیاں کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ بعدازاں اس کی تبدیلی موگا اور پھر لاہور میں ہوئی۔ ۱۸۶۳ء میں اسے ترقی دیکر

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں ۲۷ سال ملازمت کرنے کے بعد ۱۴۱۵ روپیہ ماہوار پنشن پر اپنے عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ پنشن ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ خاندانی وظیفے کے علاوہ لیتا رہا۔ ۱۸۷۰ء میں اسے گوجرانوالہ میں ۵۰۰ ایکڑ اراضی عطا کی گئی۔ یہ پراونشل درباری تھا۔ ۱۸۹۳ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا نوبہار الدین جو تحصیلدار تھا اس کے انتقال سے پہلے یعنی ۱۸۸۰ء میں فوت ہو گیا تھا۔ ظہور الدین کی لڑکی کی شادی ۱۸۸۰ء میں فقیر قمر الدین کے بڑے لڑکے ظفر الدین سے ہوئی جو اب ریلوے پولیس کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے۔

نور الدین کا دوسرا بیٹا فقیر شمس الدین سکھوں کی دوسری لڑائی کے دوران میں قلعہ گوبند گڑھ کا تھانیدار تھا۔ اس عہدے پر رہ کر اس نے سرکار انگریزی کی بڑی وفاداری کی اور قلعہ مذکور ایسے نازک وقت میں انگریزی فوج کے حوالے کیا جبکہ اس کے ذرا سے تامل سے بھی بُرے نتائج پیدا ہو جاتے۔ ۱۸۵۰ء میں اسے شاہدرہ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا مگر صحت کی خرابی کی وجہ سے دوسرے ہی سال اس کو اس عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ ۱۸۶۲ء میں شمس الدین شہر لاہور میں آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا۔ وہ بڑا مستعد اور فیاض آدمی تھا۔ چونکہ خود فارغ التحصیل تھا اس لئے اپنے ہموطنوں کی ترقی تعلیم کی ہر تجویز میں ہمیشہ پیش قدمی کیا کرتا تھا۔ یہ بہت کچھ اسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ لاہور میں تعلیم نسواں ایسی عام ہو گئی۔ نیز اس نے ایک علمی مجلس کے جو انجمن پنجاب کے نام سے مشہور ہے قائم کرنے میں بڑی مستعدی سے حصہ لیا۔ فقیر شمس الدین ۱۸۸۲ء میں تین لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا۔ سب سے بڑے برہان الدین نے ۱۸۶۶ء میں

وکالت شروع کی۔ دوسرے سال یہ نائب تحصیلدار ہوگیا اور جلدی ترقی کرکے تحصیلدار اور پھر محکمۂ بندوبست کا سپرنٹنڈنٹ ہوگیا۔ ۱۸۵۲ء میں اسکو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ چارسال بعد اس کی خدمات ریاست بھوپال نے مستعار لیں جہاں یہ ۵۰۰ روپیہ ماہوار پر نائب وزیر مال مقرر ہوا۔ ان اعلیٰ درجے کی خدمات کے صلے میں جنوری ۱۸۶۸ء میں اسے خان بہادر کا خطاب ملا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد اسے رکھ رائے ونڈ تحصیل لاہور کی قریباً ۹۰۰ ایکڑ اراضی بطور علے الدوام جاگیر مستقل طور پر دی گئی اور اسے اس قطعۂ اراضی کے حقوقِ مالکانہ گورنمنٹ نے ۱۸۸۵ء میں باقاعدہ طور پر دیئے۔ اِس نے سید نجیب علی بخاری ساکن کانگل تحصیل بٹالہ کی لڑکی سے شادی کی اور ۱۸۹۰ء میں لاولد فوت ہوا۔

شمس الدین کا دوسرا بیٹا زین العابدین ۱۸۶۶ء میں وکیل بنا اور ۱۹۰۴ء میں لاولد فوت ہوا۔ شمس الدین کا تیسرا بیٹا شہاب الدین نائب تحصیلدار تھا اور تھوڑے عرصوں کے لئے لاہور کے مدرسوں کا ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اور راوی کے پتن کا اورسیر بھی رہا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۵ء میں ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا نجم الدین کرنال میں نائب تحصیلدار ہے۔

ظہورالدین کے اکلوتے بیٹے مرحوم نوبہارالدین نے دو لڑکے افتخارالدین اور اقتدارالدین چھوڑے جن کی تربیت ان کے دادا نے کی۔ بڑا فقیر سید افتخارالدین ظہورالدین کی وفات پر اُس کی جگہ پراونشل درباری ہوا۔ اس خاندان کے اراکین کو دربار کی جتنی کرسیاں ملی تھیں اُن سب سے فقیر افتخارالدین کی جگہ اوّل ہے جو اپنے پڑدادا نورالدین کے سب سے

بڑے لڑکے کی اولاد ہونے کی وجہ سے درحقیقت خاندان کا بزرگ ہے مگر اس نے اپنے دادا کے بھائی فقیر سید قمر الدین کی جس کی لڑکی سے اس کی شادی ہوئی ہے عزت اور محبت کے خیال سے یہ تجویز منظور کر لی ہے کہ قمر الدین کی سِن حیات تک اُسے درباروں میں قمر الدین کے نیچے جگہ دی جاوے اور اُسی کو خاندان کا بزرگ تسلیم کیا جاوے افتخار الدین ۱۸۸۶ء میں سرکاری ملازمت میں داخل ہوا اور اسے ترقی دیکر ۱۸۹۹ء میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ چند سال پنجاب گورنمنٹ کا میر منشی رہنے کے بعد اسے افسر مال بنا کر راولپنڈی تبدیل کیا گیا۔ بعد ازاں اُسی ضلع کا اکسٹرا اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفیسر بن گیا۔ ۱۹۰۶ء میں راجپوتانہ کی ریاست ٹونک نے اس کی خدمات مانگ لیں جہاں یہ کونسل کا ریونیو ممبر مقرر رہا۔ اسی سال کے اخیر حصے میں ہز مجسٹی امیر افغانستان کے ہندوستان میں آنے کے موقع پر گورنمنٹ نے اسے ہز میجسٹی کے عملے میں بطور اتاچی کام کرنے کے لئے مامور کیا۔ پھر ۱۹۰۷ء میں اسے انگریزی سفیر کے معتمد عہدے پر مقرر کر کے کابل بھیج دیا گیا جس پر وہ ابھی تک کام کرتا ہے۔ اس کے قبضے میں تقریباً ایک ہزار ایکڑ زمین لائلپور میں اور دو سو ایکڑ لاہور میں ہے اور اس کا بھائی اقتدار الدین پولیس میں ہے ۞

فقیر نور الدین کا تیسرا بیٹا فقیر سید قمر الدین جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوا۔ اور جب بیس سال بعد لارڈ ہارڈنگ کو ہندوستان سے رخصت ہوتے الوداع کرنے کے لئے وفد بھیجا گیا تو اپنے باپ کے ہمراہ قمر الدین بھی اس میں شامل تھا۔ اس موقع پر اُسے نہایت نفیس خلعت ملا۔ ۱۸۴۹ء میں

سرابیٹ کری صاحب بہادر رزیڈنٹ لاہور نے مہارانی کے ساتھ جانے
کے لئے جو بنارس میں زیارت کرنے جانی تھی اُسے تعینات کیا اور بعد ازاں
وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ذاتی عملے میں مقرر رہا۔ ۱۸۵۲ء میں سر رابرٹ ایجرٹن
صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اسے ۵۰۰ روپیہ کا خلعت دیا اور اسی
سال اُس کو لاہور تحصیل میں سات سو گھماؤں افتادہ زمین کے حقوق مالکانہ
عطا کئے گئے جہاں اس نے ایک موضع آباد کیا ہے جس کا نام اپنے
دوسرے بیٹے کے نام پر جلال آباد رکھا ہے۔ اس کو ۱۸۸۷ء میں موضع
مذکور میں حقوقِ جاگیر عطا کئے گئے جو اس کی وفات کے بعد اسکے بیٹے
جلال الدین کو پہنچینگے۔ ۱۹۰۵ء میں اسے چناب نہر پر بھی دس مربعے
اراضی عطا ہوئی۔ اب وہ ساٹھ روپیہ ماہوار پولیٹکل پنشن پاتا ہے چند
سالوں تک یہ میونسپل کمیٹی لاہور اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر رہا اور لاہور
کے تمام آنریری مجسٹریٹوں میں سے پُرانا آنریری مجسٹریٹ ہے نیز پنجاب یونیورسٹی
کا سب سے پُرانا فیلو اور پراونشل درباری ہے۔ ان تمام عہدوں پر اس
نے بیش بہا خدمات کیں جن کے صلے میں ۱۸۸۷ء میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی
جوبلی کے موقع پر خان بہادر کا خطاب اور پہلی جنوری ۱۹۰۹ء کو سی۔ آئی۔ ای
کا خطاب ملا۔ وہ لاہور میں جہاں تمام اقوام کے لوگ اس کو محبت اور عزت
کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ہمیشہ صاحب رسوخ رہا جس کا اس نے استعمال
اچھا کیا۔ وہ تواریخی معلومات کا خزانہ ہے اور گفتگو کرنے کے وقت لاہور
کی گزشتہ شان و شوکت کی بڑی مزیدار کہانیاں سُناتا ہے۔ اس کی معزز
وضع اور فرخندہ عادات دونوں پُرانے رئیسوں کی یادگار ہیں۔

اس کا سب سے بڑا لڑکا فقیر سید ظفر الدین لاہور میں ریلوے پولیس کا

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے اور اس کی خدمات کے صلے میں اُسے 'خانصاحب' کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ اس کے دوسرے بیٹے جلال الدین نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی اور ۱۸۹۹ء میں منصف مقرر کیا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر ترقی دی گئی اور اب وہ لاہور میں تعینات ہے۔

نورالدین کے چوتھے لڑکے فقیر حفیظ الدین نے بہت عرصہ پنجاب میں تحصیلدار رہنے کے بعد ۱۸۸۶ء میں پنشن لی۔ اس کا اکلوتا بیٹا محمد اقبال الدین ۱۸۸۱ء میں اور یہ خود ۱۸۹۹ء میں فوت ہوا۔

---

**نوٹ** ۔ انگریزی کتاب چھپ چکی تھی کہ خان بہادر فقیر سید قمرالدین صاحب سی آئی ای کا ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوگیا اور اب ان کی جگہ فقیر سید افتخارالدین جو عہدۂ سفارت کابل سے بڑی عزت کے ساتھ سبکدوش ہوکر ہندوستان واپس آگئے ہیں اور جنہوں نے اپنی اعلٰے درجہ کی خدمات کے صلے میں سی۔آئی۔ای کا معزز خطاب حاصل کیا ہے اور ضلع ہوشیارپور کے افسر بندوبست مقرر ہوئے ہیں۔ بزرگ خاندان ہیں۔

(مترجم)



وان بھگوان داس دارھی والا رئیس لاہور

wan Bhagwan Das Dahriwala of Lahore.



دیوان رتن چند داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Ratan Chand Dahriwala of Lahore.



دیوان راج کمار داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Raj Kumar Dahriwala of Lahore.



ہری کشن داس

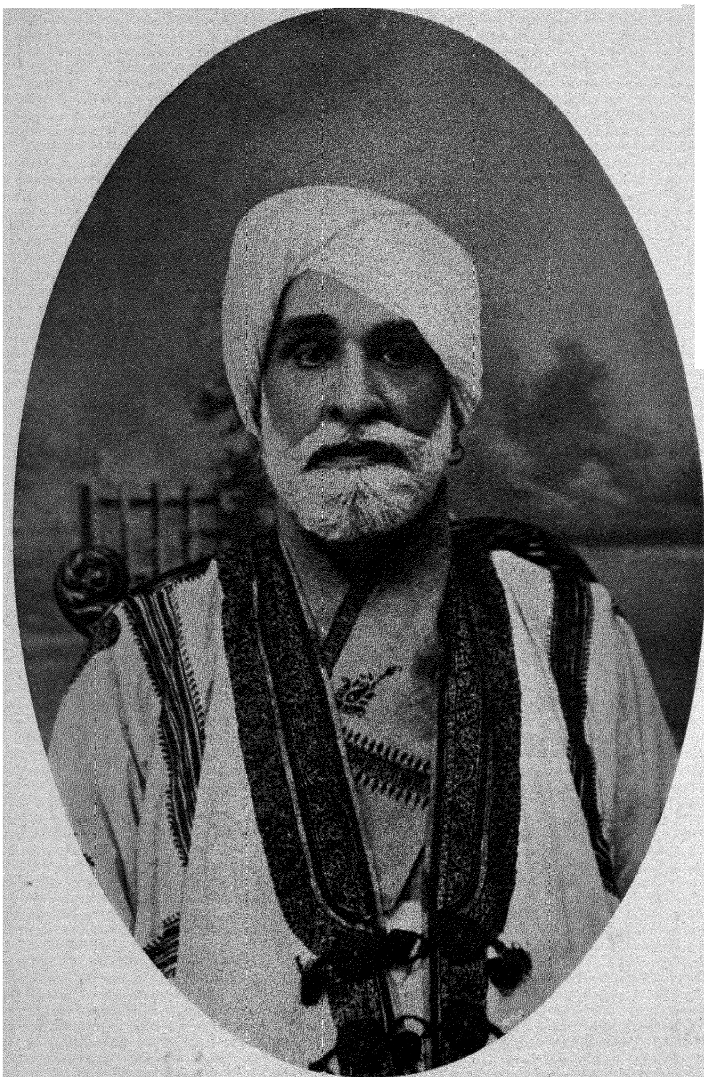
Hari Kishan Das.



ان کرشن کشور داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Krishan Kishore Dahriwal
of Lahore.

This plate represents Five Generations.



دیوان صاحب ہرنام داس رئیس لاہور

Diwan Sahib Harnam Das of Lahore.



لالہ بڈھامل رئیس لاہور

Lala Budha Mal, E.A.C., of Lahore.

# دیوان راج کمار داڑھی والا

- لالہ جوالا ناتھ
  - لالہ کرم چند (وفات ۱۸۳۶ء)
    - ۱ دیوان تارا چند (وفات ۱۸۵۸ء)
    - ۲ لالہ منگل سین (وفات ۱۸۶۴ء)
      - لالہ بڈھا مل (ولادت ۱۸۵۹ء)
        - ۱ اوتم چند (ولادت ۱۸۷۵ء)
          - ۱ خوشحال چند
          - ۲ کالی چرن (ولادت ۱۹۰۲ء)
        - ۲ پورن چند (ولادت ۱۸۸۰ء)
          - پرمانند (ولادت ۱۹۰۳ء)
        - ۳ پرسرام (وفات ۱۹۰۳ء)
        - ۴ گردھاری لال (ولادت ۱۸۸۴ء)
          - رام ناتھ (ولادت ۱۹۰۴ء)
        - ۵ بشمبر داس (ولادت ۱۸۸۸ء)
          - بہاری لال (ولادت ۱۹۰۵ء)
        - ۶ برج لال (ولادت ۱۸۹۲ء)
        - ۷ کاہن چند (ولادت ۱۸۹۴ء)
    - ۳ دیوان رتن چند (وفات ۱۸۷۲ء)
      - ۱ دیوان بھگوان داس (وفات ۱۹۰۶ء)
        - دیوان راج کمار (ولادت ۱۸۵۸ء)
          - ۱ کرشن کشور (ولادت ۱۸۷۴ء)
            - ۱ ہری کشن داس (ولادت ۱۸۹۹ء)
            - ۲ کیشو داس (ولادت ۱۹۰۲ء)
            - ۳ ہری چرن داس (ولادت ۱۹۰۶ء)
          - ۲ بل رام (وفات ۱۹۰۶ء)
          - ۳ جے گوپال (ولادت ۱۸۸۳ء)
      - ۲ روپ چند (ولادت ۱۸۴۴ء)
      - ۳ برکت رام (وفات ۱۸۸۴ء)
    - ۴ لالہ ہرنام داس (ولادت ۱۸۳۴ء)
      - موتی رام (ولادت ۱۸۶۵ء)
        - درگا داس (ولادت ۱۸۸۶ء)

دیوان راج کمار داڑھی والے کا خاندان موضع پیال سے جو لدھیانہ اور پٹیالہ کے درمیان واقع ہے آیا تھا اور اسکے ارکین شاہنشاہان اسلام کے

زمانے میں مختلف مالی عہدوں پر مامور رہے۔ جب سکھوں کو عروج ہوا تو جوالا ناتھ نے سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے ہاں سلسلۂ ملازمت بطور منشی شروع کر کے تمام عمر سردار موصوف اور اس کے بیٹے مہاں سنگھ کی ملازمت میں بسر کردی۔ اس کا بیٹا کرم چند اوّل اوّل سردار بشن سنگھ معتمد خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں ملازم ہوا۔ لیکن ۱۸۱۳ء میں جب سردار مذکور سلسلۂ ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بنارس میں فوت ہوگیا تو کرم چند خود مہاراجہ کے وابستگانِ دولت کے حلقے میں آگیا اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں پر مامور ہونے لگا۔ ۱۸۰۸ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ مصالحِ ملکی کو مرکوزِ خاطر رکھکر خفیہ طور پر ہردوار گئے۔ تو کرم چند بھی ان کے ہمراہ تھا۔ دوسرے سال وُہی اُن قراردادوں کو طے کرنے کے لئے مہاراج کا ایجنٹ مقرر ہوا جو ریاست لاہور اور جنوب ستلج کی سکھ ریاستوں کے درمیان ہوئیں۔ کرم چند نے اس عہدنامہ کے مرتب کرنے میں بھی امداد دی تھی جو ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو سرکار انگریزی کے ساتھ ہوا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے یہ دفتر لاہور کا (اگر اس جگہ کو دفتر کہا جاسکتا ہے جہاں حساب کتاب باقاعدہ نہ رکھا جاتا ہو) افسرِ اعلےٰ مقرر ہوگیا تھا۔ مگر جب ۱۸۰۹ء میں بھوانی داس نے دفتر میں پہلے پہل باقاعدہ حساب جاری کیا تو اس سال سے کرم چند بھوانی داس کے ماتحت کام کرنے لگا اور اپنی وفات کے وقت یعنی ۱۸۳۶ء تک دفتر ہی میں رہا۔

کرم چند کا سب سے بڑا لڑکا تاراچند ابھی بالکل نوعمر تھا کہ ملازمت میں داخل ہو کر ۱۸۲۲ء میں دیوان کرپارام کے ماتحت پشاور میں تعینات کیا گیا۔ دوسرے سال اسے ملکی اور فوجی اختیارات دیکر مالیہ جمع کرنے

کے لئے کانگڑہ بھیجا گیا اور ۱۸۳۲ء میں وہ فیروزپور میں متعین ہوا تاکہ اس ضلع کے سرکش باشندوں میں امن قائم رکھے اور ڈاکوؤں کا انسداد کرے جو اُن دنوں میں بہت عام ہو گئے تھے۔ بعد ازاں تاراچند کو دیوان کا خطاب دیکر بنوں۔ ٹونک اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا حاکم کردیا گیا۔ یہاں پر اس کا انتظام حکومت کچھ بہت کامیاب ثابت نہ ہوا۔ سرحد کے رؤسا میں دلاسہ خاں رئیسِ بنوں سکھوں کا سب سے زیادہ مخالف تھا۔ اُس کے چھوٹے سے قلعے پر دیوان تاراچند نے جس کے ساتھ دلاورانِ سکھ کے چیدہ سردار یعنی رئیسانِ اٹاری۔ مجیٹھہ۔ نکا اور بٹالہ تھے ۸۰۰۰ آدمیوں اور ۱۲ توپوں کے ساتھ چڑھائی کی مگر ذلت کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور ۳۰۰ آدمی کام آئے جن میں اٹاری والا جے سنگھ خود بھی تھا نیز ۵۰۰ آدمی زخمی ہو گئے۔ جب مہاراجہ نے اس شکست کی خبر سُنی تو سخت برہم ہوئے اور دیوان پر ۷۰۰۰ روپیہ جرمانہ کردیا۔ تاراچند کی راجہ سوچیت سنگھ سے بھی جو ڈیرہ جات کا حاکم تھا اور دیوان کی تحکمانہ باتیں نہ اُٹھا سکتا تھا بگڑ گئی تھی چنانچہ دیوان بلطائف الحیل بیماری کا عذر اور باقی عمر خدا کی عبادت میں صرف کرنے کی خواہش ظاہر کرکے ۱۸۳۹ء میں پنجاب چھوڑ کر بنارس چلا گیا جہاں وہ ۱۸۵۰ء میں فوت ہو گیا۔

کرم چند کا دوسرا بیٹا منگل سین دربار (خالصہ) کے ایک رسالہ کا کمیدان تھا۔ الحاق پنجاب کے بعد اسے ۴۸۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دے دی گئی اور وہ نومبر ۱۸۶۴ء میں ایک لڑکا لالہ بڈھا مل چھوڑ کر راہیِ ملکِ بقا ہوا۔ لالہ بڈھا مل اب پنجاب میں عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پر ممتاز ہے اور اس کا سب سے بڑا لڑکا اوتم چند چیف کورٹ میں

سررشتہ دار ہے ٭

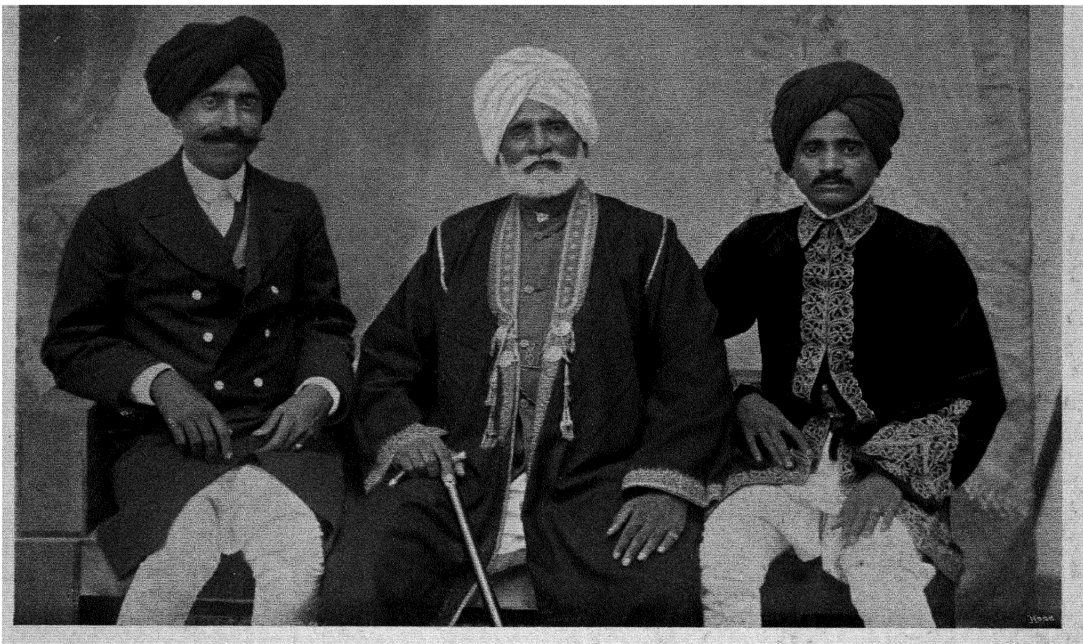
کرم چند کا تیسرا بیٹا رتن چند مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بڑا منظورِ نظر تھا اور سنِ طفولیت سے دربار کا حاضر باش تھا۔ جب اس کے سبزہ آغاز ہوا تو مہاراجہ نے اس میں اور رتن چند دوگل میں جو اس سے چار سال چھوٹا تھا اور جس کی ابھی مسیں تک نہ بھیگی تھیں امتیاز کرنے کے لئے اس کا نام داڑھی والا رکھ دیا۔ رتن چند ۱۸۲۹ء میں مشاہرہ ۲۰۰ روپیہ ماہوار محکمۂ ڈاک خانہ میں مقرر کیا گیا۔ اور علاوہ اس مشاہرہ کے علاقۂ پشاور اور ہزارہ کے محاصل سے اس کا کچھ حق مقرر ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کے جانشینوں کے عہد حکومت میں وہ اسی محکمہ میں رہا۔ دربار سے اسے ۲۶۱۰ روپیہ نقد وظیفہ ملتا تھا۔ اور دینا نگر۔ کھانو وال۔ یحییٰ نگر۔ ٹوان۔ بھنڈوال۔ ہزارہ اور پشاور میں ۱۳۶۰۰ روپیہ کی جاگیر الگ ملی ہوئی تھی۔ جب رتیسان سندھانوالیہ نے قلعۂ لاہور پر قبضہ کیا تو رتن چند وہاں موجود تھا اور راجہ ہیرا سنگھ نے یہ خیال کر کے کہ یہ بھی سندھانوالیوں سے ملا ہوا ہے اس پر ۳۰۰۰ روپیہ جرمانہ کر دیا مگر یہ زرِ جرمانہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد سردار جواہر سنگھ نے واپس کر دیا۔ ستلج کی لڑائی کے بعد رتن چند کو پنجاب میں پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر کیا گیا اور اس نے ۱۸۴۸-۴۹ء کے زمانۂ بغاوت میں بہت اچھی خدمات کیں۔ اس کے محکمہ کو اس موقع پر بڑی مشکلات پیش آئیں مگر وہ اپنی مستعدی اور قابلیت سے ان مشکلات پر غالب آیا۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر اس کی جاگیروں میں سے بعض جن کی مالیت ۶۸۰۰ روپیہ تھی بغیر کسی خدمت کے اسکی حین حیات

کے لئے عطا ہوئیں اور دو سو روپیہ کی مالیت کا ایک باغ جو شاہ عالمی دروازہ لاہور کے پاس ہے اس کے ورثا کے لئے علے الدوام واگزار کر دیا گیا۔ رتن چند ۱۸۶۲ء میں شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا۔ وہ نہایت مستعد اور لائق آنریری مجسٹریٹوں میں تھا اور اس کی فیاضی کی وجہ سے شہر لاہور میں بڑی رونق ہو گئی تھی۔ رفاہِ عام کے کاموں میں اس کا سب سے ممتاز کام یہ ہے کہ اس نے شاہ عالمی دروازہ کے پاس ایک نفیس سرائے اور تالاب تعمیر کرایا۔ شہر کے گرد جو سرحدی باغات ہیں ان کے لگانے میں بھی رتن چند نے بہت سا حصہ لیا اور جب کبھی رفاہ عام کے کسی کام کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی تو اس نے انتہا درجہ کی فراخ دلی ظاہر کی۔ جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے دیوان کا خطاب عطا کیا اور ۱۸۷۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بڑے بیٹے دیوان بھگوانداس کو ۷ جنوری ۱۸۷۴ء کی سند کی رو سے ۲۵۸۵ روپیہ کی جاگیر ملی۔ بھگوانداس لاہور میں آنریری مجسٹریٹ۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر اور پراونشل درباری تھا۔ اس کی پبلک خدمات کا گورنمنٹ عالیہ نے کئی مواقع پر اعتراف کیا۔ اور ۱۸۹۲ء میں اسے دیوان کا موروثی خطاب ملا۔ شہر کی بہتری کے ہر کام میں اسے دلچسپی تھی اور ہر موقع پر اسکی روشن خیالی اور خیر خواہیٔ خلائق کا ثبوت ملتا تھا۔ اس نے بہت سی عمارات بنوائیں جن میں وہ ٹھاکر دوارہ بھی شامل ہے جو اس کے باپ کے بنوائے ہوئے تالاب کے کنارے پر ہے۔ اس کا انتقال ۱۹۰۶ء میں ہوا

اور اس کے بیٹے دیوان راج کمار کو آبائی جاگیر و جائداد کے علاوہ باپ کا خطاب اور درباری کرسی بھی حاصل ہوئی - وہ اس وقت آنریری مجسٹریٹ ہے اور خاندان کا بزرگ تسلیم کیا جاتا ہے - نیز اس کا بڑا بیٹا کرشن کشور بھی ۱۹۰۸ء سے شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ ہے ۔

دیوان رتن چند کا چھوٹا بھائی لالہ ہرنامداس اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا اور ۱۸۹۶ء میں گورنمنٹ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا - یہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ ہے اور چند سال تک سب رجسٹرار بھی رہا مگر ۱۹۰۷ء میں بوجہ ضعیفی آخر الذکر عہدے سے مستعفی ہو گیا - لالہ ہرنامداس کو اس کی عمدہ خدمات کے صلے میں نہر چناب کی شاخ گوگیرہ پر چھ مربعے زمین عطا ہوئی ہے اور اس کا بیٹا موتی رام ضلع سیالکوٹ میں نائب تحصیلدار ہے ۔



پنڈت شمبوناتھ نول گوسوامی    پنڈت امرناتھ نول گوسوامی رئیس لاہور    پنڈت بھگوان داس نول گوسوامی

Pandit Bhagwan Das Naval Gosoami    Pandit Amar Nath, Naval Gosoami of Lahore    Pandit Shambu Nath Naval Gosoami

# پنڈت امرناتھ

سری برج راج
(وفات ۱۸۳۳ء)

پنڈت مادھو سودھن
(وفات ۱۸۶۳ء)

۱ پنڈت رادھا کشن (وفات ۱۸۸۶ء) — ۲ پنڈت ہرکشن (وفات ۱۸۶۷ء) — ۳ پنڈت بالکشن (وفات ۱۸۸۰ء) — ۴ پنڈت دیوی دیا پرشاد (وفات ۱۸۶۷ء)

رشی کیش (وفات ۱۸۹۹ء) — پنڈت امرناتھ (ولادت ۱۸۵۹ء) — پنڈت موہن لال (وفات ۱۸۶۲ء) — درگا دت (وفات ۱۸۶۴ء) — پنڈت جوالا دت پرشاد (ولادت ۱۸۶۲ء)

کشوری لال (وفات ۱۸۶۹ء) — پنڈت بنسی لال (وفات ۱۸۹۶ء) — بھگوانداس (ولادت ۱۸۸۳ء) — شمبھو ناتھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — سوہن لال (ولادت ۱۸۵۹ء) — رام لال (وفات ۱۹۰۳ء) — شیو دت پرشاد (ولادت ۱۹۰۴ء)

شیو چرن داس (ولادت ۱۹۰۱ء) — کدار ناتھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — پنا لال (ولادت ۱۸۸۶ء) — پردومن لال (وفات ۱۸۹۵ء)

اس خاندان کے متعلق سنہ ۱۲۴۲ء یعنی علاء الدین مسعود بادشاہ دہلی کے عہد تک کی روایات موجود ہیں۔ مذکورہ سال میں مسلمانوں کی سختی کی وجہ سے دوسرے ہندوؤں کے ساتھ یہ خاندان بھی متبرک شہر متھرا سے نقل مکان کرکے اُچ میں جو ملتان کے نزدیک ہے آگیا۔ تعجب ہے کہ اس شہر کو اس خاندان نے اپنا نیا وطن بنانے کے لئے منتخب کیا جہاں متھرا کی نسبت زیادہ آسائش کبھی نہ ہوسکتی تھی کیونکہ فرشتہ کی تحریر کے بموجب اسی زمانے میں مغلوں کی ایک فوج قندھار سے آکر اس

ملک پر چھا گئی تھی۔ کچھ زمانہ بعد یہ خاندان لاہور میں آباد ہوا مگر جب بھلے
دن آ گئے تو اپنے پرانے وطن متھرا میں چلا گیا۔ رادھا کشن کا ایک
بزرگ نرائن داس نامی اپنی علمیت اور پارسائی کے لئے مشہور تھا اور
نابھہ جی کی بھگت مالا میں اس کا ذکر ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا ایک فرمان
جس کی رو سے نرائن داس کے پوتے کشن لال کو متھرا میں ۲۴ بیگھہ
زمین ان پھولوں کی کاشت کے لئے دی گئی تھی جو ہندو لوگ پوجا کے
وقت استعمال کرتے ہیں ابھی تک موجود ہے اس کاغذ کے سچا ہونے کا
ہر ایک طرح کا ثبوت ہے اور اس پر ۱۶۱۰ء تاریخ ثبت ہے ؂

کشوری لال کا بیٹا برج بھوکن برہمنوں میں دقیانوس ثانی تھا۔
شہنشاہ شاہجہاں نے اس کی پاکیزگی کی بابت سن کر اس سے ملاقات
کی اور اس کی زبانی لفظ ہندو کی یہ وجہ تسمیہ سن کر کہ "ہن" مخفف ہے
"ہنسا" کا جس کے معنی سنسکرت میں گناہ ہیں اور "دو" مخفف ہے
"دُر" بمعنی دور کا اور اس طرح ہندو کے معنی "گناہوں سے دور"
کے ہیں۔ ایسا خوش ہوا کہ اس نے برج بھوکن سے کہا کہ مانگ کیا
مانگتا ہے؟ برج بھوکن نے کہا "تو پھر مجھ پر یہ مہربانی کرو کہ آئندہ
کبھی مجھ سے ملنے نہ آنا" ؂

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں برج بھوکن کا سب سے چھوٹا بیٹا
کیول نین راجہ جے سنگھ اول کے بلا بھیجنے پر جے پور گیا۔ یہاں اسے
ایک مندر سپرد ہوا جس کی پرداخت کے واسطے ایک جاگیر تھی جو ابھی
تک اسکی اولاد کے قبضے میں ہے۔ اس کا پوتا بنسی دھر بڑا بزرگ آدمی
تھا اور بھرت پور کا مشہور راجہ سورج مل بھی اس کے مریدوں میں تھا ؂

برج راج (جیسا کہ وہ عام طور پر مشہور تھا) یا برج لال اٹھارھویں صدی کے قریباً وسط میں لاہور آبسا۔ بھنگی جو اُس زمانے میں لاہور کے حاکم تھے اس کی بڑی عزت کرتے تھے اور جب رنجیت سنگھ کو عروج ہوا تو اُسے پنڈت بنایا گیا اور مہاراجہ کو سنسکرت کی متبرک کتابیں پڑھکر سُنانے اور اُن کا مطلب بیان کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ اپنی وفات یعنی ۱۸۲۳ء تک یہ اسی عہدے پر ممتاز اور مہاراجہ کا بڑا منظور نظر رہا۔ اپنے باپ کی طرح پنڈت مادھوسُدھن بھی بڑا فاضل آدمی تھا اور لاہور میں کوئی دوسرا پنڈت نہ تھا جو سنسکرت کے علم ادب سے اتنی واقفیت رکھتا ہو جتنی پنڈت مادھوسدھن کو تھی۔ ۱۸۰۸ء میں اسے دانادھش یا مہاراجہ کے خیرات خانے کا منتظم اور دربار کا پنڈت مقرر کیا گیا۔ اور ان دونوں عہدوں پر وہ الحاق کے زمانے تک مامور رہا۔ مادھوسدھن نے امرتسر کے بڑے ساہوکار مصر بٹالیہ کی لڑکی سے شادی کی۔ وہ مہاراجہ کا بڑا منظور نظر تھا جس نے ۱۸۲۴ء میں اس کے بیٹے رادھا کشن کو نوجوان راجہ ہیرا سنگھ کا جس کی بعد کی کمینہ اور عیاشانہ زندگی تعلیم یافتہ ہونے کی منافی تھی اتالیق مقرر کر دیا تھا ٭

رادھا کشن جو اپنے باپ کی طرح دربار کا پنڈت تھا ۱۸۴۶ء میں نوجوان مہاراجہ دلیپ سنگھ کی تعلیم کی نگرانی کے لئے مقرر ہوا ٭

سکھوں کے عہد میں پنڈت مادھوسدھن کے قبضے میں ۹۹۳۵ روپیہ مالیت کی جاگیریں تھیں۔ ایک موضع قلعہ گوجر سنگھ نامی برج لال اور اُس کے ورثا کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے "دھرم ارتھ" کے طور پر ہمیشہ کے لئے دے رکھا تھا دوسرے مواضعات جو جاگیر میں شامل تھے خود

مادھوسدھن کو عطا کئے گئے تھے۔ یہ مواضعات ۱۸۵۸ء میں تاحین حیات واگزار ہوئے اور لاہور اور دینا نگر کے دو باغات بھی دوامًا اسکو عطا ہو گئے۔

پنڈت مادھوسدھن ۱۸۶۳ء میں فوت ہوا اس کا اپنے تین بڑے لڑکوں سے سخت جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے ساری جائداد مع علے الدوام جاگیر کے اپنے چوتھے بیٹے دیوی دتا پرشاد کے نام کر دی جو اس کی دوسری بیوی کے بطن سے تھا۔ جائداد کی اس تقسیم کا دوسرے ورثا نے عدالت ہائے دیوانی میں جھگڑا کیا مگر آخر کار صلح ہو گئی۔ دیوی دتا پرشاد کے پاس علاوہ مالیہ جاگیر کے جو تمام لڑکوں کے درمیان بحصئہ مساوی تقسیم کر دی گئی تمام املاک رہے۔ دیوی دتا پرشاد ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا پنڈت جوالا دت پرشاد جانشین ہوا جو پراونشل درباری ہے مگر ڈویژنل دربار میں اس کی کرسی اس کے چچیرے بھائی امرناتھ سے نیچے ہے۔

۱۸۶۱ء میں ہرکشن اپنے باپ سے پہلے فوت ہو گیا۔ وہ سکھوں کی سلطنت میں ایک مقتدر عہدے پر مامور تھا۔ اور اسے ۹۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیر علاوہ اُس تنخواہ کے ملی ہوئی تھی جو اسے قانون دھرم شاستر کے مصنف کی جگہ پر کام کرنے کی وجہ سے ملتی تھی۔ اسکی وفات پر اس کی جاگیرات ضبط ہو گئیں اور اسکی بیوہ کے نام حین حیات کے لئے ۱۸۰ روپیہ سالانہ کی ایک پنشن جاری رکھی گئی۔ یہ ایک لڑکا پنڈت امرناتھ چھوڑ کر فوت ہوا جو لاہور کا آنریری مجسٹریٹ اور ڈویژنل درباری ہے۔ پنڈت بنسی لال کی وفات سے جو ۱۸۹۰ء میں واقع ہوئی امرناتھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا ہے۔

پنڈت رادھا ناتھ کی ۲۷۰۵ روپیہ کی مالیتی جاگیر میں سے ۴۷۰۰ روپیہ کی جاگیر حین حیات کے لئے اور ۱۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی کا ایک باغ بطور علے الدوام واگزار ہوئے۔ رادھاکشن ۱۸۵۸ء میں فوت ہوا۔ یہ مشہور آدمی تھا اور لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ تعلیم کی ترقی کے بارے میں اس نے بہت سی کوششیں کیں۔ وہ اُن لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے پہلے پہل تعلیم نسواں کی ترویج میں کوشش کی اور جب امریکن مشن نے لاہور میں ایک انگریزی سکول کھولا تو پنڈت رادھاکشن کے لڑکے اُن طلبا میں تھے جو اس میں سب سے پہلے داخل ہوئے۔ اس نے اپنے لڑکوں میں سے ایک کو لاہور میڈیکل کالج میں اُس وقت تعلیم کے لئے بھیجا جبکہ ابھی لوگ اس کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ پنڈت سنسکرت کا بڑا اعلےٰ درجے کا فاضل تھا اور قوانین اہل ہنود میں اس کو اچھی مہارت تھی۔ جب پنجاب یونیورسٹی قائم ہوئی تو پنڈت رادھاکشن اس کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے پنجاب کی مختلف ریاستوں میں گیا اور اس طرح سے اس نے بہت سے والیان ریاست سے چندے وصول کئے۔ ان خاص خدمات اور اس کی علمی لیاقتوں کی وجہ سے پنڈت یونیورسٹی کا ممبر اور سنسکرت کے ممتحنوں کی کمیٹی کا ایک رکن مقرر کیا گیا۔ لنڈن کی زبانِ سنسکرت کی سوسائٹی نے اسے اپنا ممبر بنانے کی عزت بخشی۔ اس نے سنسکرت کی گریمر۔ ہندو ادویات کا ایک رسالہ اور اور عالمانہ کتابیں شائع کیں۔ مرحوم سر ڈانلڈ مکلیوڈ پنڈت کی بڑی عزت کرتے تھے ان کا سرٹیفکیٹ پنڈت کی لیاقت کے بارے میں درج کرنے کے قابل ہے جو اسے ۲۲ راگست ۱۸۶۵ء کو ملا: "پنڈت رادھاکشن باشندگان لاہور میں

سب سے زیادہ قابل سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ مفید آدمی ہے ۔ یہ ایک عالم آدمی ہے اور اس نے مشرقی علوم کی ترقی میں بہت کوشش کی ہے ۔ اس کی اُس چٹھی کی وجہ سے جو اس نے حضور والشراے کی خدمت میں بھیجی گورنمنٹ نے پہلے دستور کے خلاف اصلی تصنیفات کو جمع کرنے اور قائم رکھنے کے زیادہ اچھے اور با ترتیب طریقے اختیار کئے ۔ یہ پروفیسر گولڈ زٹکر کا کارسپانڈنٹ (نامہ نگار) ہے جس کی معرفت اس نے بہت سے قیمتی مسودے سنسکرت ٹکسٹ بک سوسائٹی کو پیش کئے اور یہ پنجاب یونیورسٹی کالج کے بنانے میں نہایت کارآمد اور دلی اعانت دیتا رہا ہے ۔ تعلیمی معاملات میں اس نے ہر ایک موقع پر سرکاری افسران کی قابل تعریف امداد کی ہے ۔ تعلیم نسوان میں خاص طور پر مستعدی سے دلچسپی لی اور جب کبھی عوام الناس کی ترقی کے کاموں میں مدد دینے کا موقع ملا اس نے اپنی طرف سے مدد میں کوئی کمی نہیں کی" ۔

پروفیسر گولڈ زٹکر نے پنڈت کی سنسکرت کتابوں کے کتب خانہ کی فہرست دیکھکر حیرت ظاہر کی " یہ کتب خانہ تو بڑا عالیشان اور مالامال ہے ۔ بہت سی کتابیں اس میں ایسی ہیں کہ یورپ میں کسی کو ان کا پتہ تک نہیں" ۔ ۱۸۷۸ء میں گورنمنٹ پنجاب نے تحصیل چونیاں کی دو ہزار ایکڑ اراضی کے حقوق مالکانہ مستقل طور پر رشی کیش کے نام اس لئے کر دئے کہ اس نے اراضی مذکور کے نصف حصہ کو پندرہ سال کے اندر اندر مزروعہ بنا لینے کی شرط کو پورا کر دیا تھا ۔ اس موضع میں جس کا نام کوٹ رادھا کشن ہے اور جو لاہور اور ملتان کی درمیانی ریلوے سڑک پر واقع ہے پنڈت نے ایک باغ ۔ ایک آرام وہ بنگلہ مع نوکر خانوں کے اور ایک تالاب بنوائے

اور ہر ایک طرح اپنی اس جائداد کو ترقی دی۔ پنڈت رشی کیش کے نام اسکی حین حیات کے لئے ۱۲۰۰ روپیہ مالیت کی ایک جاگیر جاری رکھی گئی اور باقی ماندہ خاندانی جاگیر رادھا کشن کی وفات پر ضبط ہوگئی۔ اس جاگیر کے علاوہ رشی کیش کے قبضہ میں متذکرۂ بالا موضع کوٹ رادھا کشن بھی تھا جسکی آمدنی قریباً ۶۰۰۰ روپیہ تھی ؞

پنڈت رشی کیش ۱۸۷۸ء میں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ بنایا گیا۔ ۱۸۸۰ء میں میونسپل کمیٹی کا اور اپنے باپ کی جگہ پنجاب یونیورسٹی سینٹ کا ممبر بھی بنایا گیا۔ عوام الناس کے کاموں میں اس کا بہت سا وقت گزرا اور اس خاندان کے قبضے میں بہت سی چٹھیاں ہیں جو رشی کیش کی مختلف مواقعات کی خدمات کا اعتراف کرنے کے لئے گورنمنٹ نے سندات کے طور پر عطا کیں۔ رشی کیش ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا اور ہر مذہب وملت کے آدمیوں کو اس کا افسوس ہوا ؞

اس کا بڑا بیٹا پنڈت بنسی لال جو اس کا جانشین ہوا ۱۸۹۷ء میں لاولد فوت ہوا اور اپنی اراضی واقع تحصیل چونیاں اور لاہور کے قریب ایک چھوٹا سا باغ اپنی بیوگان کے نام چھوڑ گیا۔ اس کی وفات پر پنڈت امرناتھ نے اس کی درباری کرسی اور خاندان کی جاگیرات کا ایک تہائی حصہ حاصل کیا۔ جاگیر مذکور کا اسی قدر حصہ پنڈت جوالا دت پرشاد کے پاس ہے اور باقی ماندہ تیسرا حصہ سوہن لال اور پنا لال کے پاس مشترک طور پر ہے۔ پنڈت امرناتھ کی علاوہ اس جاگیر کے تحصیلات لاہور اور شرقپور میں کچھ اراضی پر اور لاہور میں کچھ مکانات پر ملکیت ہے اس کا بڑا لڑکا بھگوانداس نائب تحصیلداری کا منظور شدہ امیدوار ہے اور اب

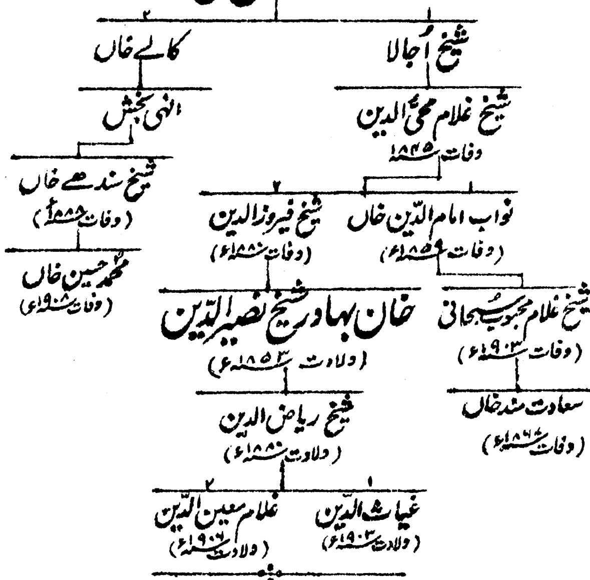
اس کی خدمات ریاست پونچھ نے مستعار لی ہیں جہاں وہ وزیر ریاست کا پرسنل اسسٹنٹ ہے۔ پنڈت امرناتھ کا چھوٹا لڑکا شمبھوناتھ ایچیسن کالج میں پڑھا ہے اور عہدۂ تحصیلداری کے واسطے اس کا نام درج ہونے کی سفارش ہو چکی ہے ❊



خان بہادر شیخ محمد نصیر الدین رئیس لاہور

Khan Bahadur Shaikh Muhammad Nasir-ud-din of Lahore.

# خان بہادر شیخ نصیر الدین




شیخ اُجالا ذات کا کلال اور سردار بھوپ سنگھ رئیس ہوشیار پور کے ہاں منشی تھا۔ اس کے بیٹے غلام محی الدین کی طرف جو کہ ابھی بچہ ہی تھا مشہور و معروف جنرل محکم چند کے بیٹے دیوان موتی رام کی توجہ ہوگئی جس نے اسے اپنے دوسرے بیٹے شیو دیال کا مصاحب بنا دیا۔ اس عہدے پر وہ جلدی ہی ایک مقتدر آدمی بن گیا اور شیو دیال کے سب کاموں کا اہتمام کرنے لگا۔ شیو دیال کے بھائی رام دیال اور کرپا رام بھی اس نوجوان پر مہربانی کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اسکی بہتری کے خواہاں تھے ؎

۱۸۲۳ء میں جب محمد عظیم خاں والئ کابل نے سکھوں پر حملہ کرنے کے لئے پشاور پر یورش کی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی یہ خواہش تھی کہ اگر ممکن ہو سکے تو افغانوں کو ایسی ترغیب دی جائے کہ وہ بغیر لڑے واپس چلے جائیں چنانچہ کرپا رام نے غلام محی الدین کو پیش کیا کہ یہ شخص اس معاملے کے انجام دینے کے لئے سب سے بہتر ہے چنانچہ اس کام پر اسی کو مقرر کیا گیا اور اس نے محمد عظیم خاں کے پیر کو رشوت دیکر بہکا لیا جس نے محمد عظیم سے اصرار کیا کہ وہ واپس چلے اور اپنے اہل و عیال اور خزانے کو جو مچنی میں ہیں سکھوں سے بچائے جن کا ارادہ اس علاقے پر قبضہ کرنے کا ہے محمد عظیم خاں کا بھائی یار محمد خاں بھی سکھوں کے زیر اثر آچکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج افغان فوراً ہی توڑ دی گئی اور حالت پریشانی میں مچنی اور جلال آباد کی طرف ہٹ گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پشاور پر قبضہ کر لیا اور وہاں زیادہ عرصہ ٹھیرنا مصلحت کے خلاف سمجھکر یہ علاقہ یار محمد خاں اور دوست محمد خاں میں تقسیم کر دیا اور لاہور واپس آگیا۔ مہاراجہ کے پشاور سے روانہ ہونے سے پہلے غلام محی الدین محمد عظیم خاں کے پاس مہاراجہ کی طرف سے سفیر ہوکر بھیجا گیا وہاں اس نے جاکر پشاور کی فتح کا حال اور علاقہ مذکور کو اس کے دونوں بھائیوں کے جنہوں نے اس کے ساتھ دغا کی تھی حوالے کر دینے کی بابت بیان کیا۔ اس خبر کے غم و غصہ نے سردار موصوف پر ایسا اثر کیا کہ وہ بیمار پڑ گیا اور بائیس دن کے بعد مر گیا +

۱۸۲۷ء میں جب کرپا رام کشمیر کا گورنر مقرر ہوا تو غلام محی الدین اپنے مربی کے ہمراہ کشمیر چلا گیا۔ اور یہاں کرپا رام کے سارے کاروبار

کا مختار کل ہوگیا۔ مگر اس نے اپنے اختیار کو نہایت ظلم اور سختی سے برتا۔ ۱۸۳۱ء میں جب راجہ دھیان سنگھ کی دشمنی کی وجہ سے کرپارام واپس طلب کیا گیا تو غلام محی الدین کو لاہور بُلا کے سزائے جرمانہ و قید دی گئی۔ مگر بعد ازاں اسی سال یہ پھر شہزادہ شیر سنگھ کا جو کرپارام کی جگہ کشمیر میں مامور کیا گیا تھا کارندہ اور نائب ہوکر کشمیر گیا۔ شہزادے کو کام کی کچھ خبر نہ تھی جس کی وجہ سے شیخ کو اب ہمیشہ سے زیادہ طاقت حاصل ہوگئی جو اُس نے پہلے سے بھی زیادہ ظلم کرنے میں استعمال کی۔ اسکے مظالم کے خلاف لوگ چلا اُٹھے اور طرّہ یہ ہوا کہ ۱۸۳۲ء میں کشمیر میں قحط پڑ گیا۔ شیخ کو پھر لاہور بُلایا گیا اور جُرمانہ کیا گیا اس نے اس زر جرمانہ کی نسبت عذر کیا اور بیان کیا کہ وہ یہ رقم کبھی نہیں ادا کر سکیگا۔ مہاراجہ نے مصر روپ لال کو حُکم دیا کہ شیخ کی ہوشیارپور والی جائداد ضبط کر لے جہاں اس کے پورے ساڑھے نو لاکھ روپے چھپے ہوئے دستیاب ہوئے شیخ نے قسمیں کھائیں کہ یہ روپیہ سردار بھوپ سنگھ کی ملازمت میں اُس کے باپ نے جمع کیا تھا مگر کسی نے ایک نہ سُنی کیونکہ رنجیت سنگھ خوب جانتا تھا کہ خود کم حیثیت سردار نے اپنی زندگی بھر میں کبھی ایک لاکھ روپیہ کی شکل تک نہیں دیکھی اور یہ خزانہ ضرور شیخ نے بھوکے کشمیریوں کو نچوڑ کر لیا ہے چنانچہ اس نے سارا روپیہ ضبط کر لیا اور علاوہ اسکے شیخ پر پچیس ہزار روپیہ جرمانہ کر دیا ؛

غلام محی الدین کچھ عرصہ تک بیکار رہا یہانتک کہ بھائی رام سنگھ نے جو شہزادہ نونہال سنگھ کی مصاحبت میں ایک ایسا آدمی رکھنا چاہتا تھا جس میں اُس کے دشمن دیوان حاکم رائے کے زور کو توڑنے کی کافی

قابلیت ہو۔ غلام محی الدین کو شہزادہ موصوف کی خدمت میں مامور کر دیا۔ یہاں یہ بہت جلد شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا اور اس شہزادے کے ہمرکاب پشاور گیا اور مال کا وزیر اعلیٰ مقرر ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں اسے دوابہ جالندھر کا ناظم بنایا گیا اور دوسرے سال کے موسم گرما میں منڈی کے راجپوتوں کو زیر کرنے کے لئے جنرل ونچورا کے ساتھ بھیجا گیا۔ جنرل ونچورا کی فوج کی کارگزاری کی رفتار سست تھی۔ اس لئے ستمبر ۱۸۴۰ء میں سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ مزید فوج لیکر ان کی امداد کے لئے بھیجا گیا +

جب نونہال سنگھ ۵ نومبر کو مارا گیا تو شیخ ابھی پہاڑی ملک میں تھا مگر وہ فوراً لاہور واپس آگیا اور مرحوم شہزادے کی ماں مائی چاند کور کا جانب دار ہو گیا۔ پھر شیر سنگھ تخت پر بیٹھا تو غلام محی الدین نے پہلے اسکی مخالفت کرنے کا یہ عذر کیا کہ اس کے مرحوم آقا کا حق نمک اس بات کا مقتضی تھا اور شیر سنگھ کو اپنے سچے ہونے کا ایسا یقین دلایا کہ جنرل میہاں سنگھ ناظم کشمیر کے ۱۷ اپریل ۱۸۴۱ء کو اپنے آدمیوں کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر آئی تو شیخ اس کا جانشین مقرر کیا گیا چنانچہ وہ فوراً کشمیر روانہ ہوا اور اس کا بیٹا امام الدین خاں دوابہ جالندھر کی نظامت کا اختیار لینے کے لئے منڈی سے بلایا گیا +

راجہ گلاب سنگھ غلام محی الدین کے ساتھ کشمیر میں امن و امان قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ اوّل الذکر کے ساتھ پہاڑی فوج تھی اور آخر الذکر کے ساتھ جالندھر کی فوج تھی جس میں زیادہ تر مسلمان تھے۔ ہزارہ کی فوج اور پکھلی اور دھمتوڑ کے افغان جو باغی ہو گئے تھے تھوڑی سی لڑائی کے بعد

مُطیع کیئے گئے آخر میں باغیانِ کشمیر کو شکست دی گئی اور اُن کو تتر بتر کر دیا گیا۔ شیخ نے جو سلطنت لاہور کی نسبت زیادہ تر راجہ گلاب سنگھ کی طرف سے ناظم تھا نئی رجمنٹیں بھرتی کیں جن میں سے کچھ تو راجہ گلاب سنگھ کی رعایا کے پہاڑی راجپوت تھے اور کچھ مسلمان۔ چونکہ یہ خود بھی مسلمان تھا اس لئے اس وقت سے سلطنت لاہور کی کشمیر پر حکومت کا انحصار بہت کچھ راجہ گلاب سنگھ کی وفاداری پر تھا ؎

پہاڑی علاقے میں بڑا آدمی سلطان زبردست خاں راجہ مظفرآباد تھا۔ اس کا دارالخلافہ جس میں تھوڑی سی سکھ فوج مقیم تھی ہزارہ سے کشمیر آتی ہوئی سڑک پر واقع تھا۔ سلطان زبردست خاں شیر سنگھ کی طرفداری میں سلطنت لاہور کا خیرخواہ تھا اور کشمیر کا غدر فرو کرنے میں اس نے اچھی خدمت کی تھی۔ شیر سنگھ کی وفات کے دو مہینے بعد اس رئیس کو جبکہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا غلام محی الدین نے دغا بازی سے پکڑ کر قید کر لیا اور اس کی جاگیرات ضبط کر لیں ؎

اسی اثنا میں گلاب سنگھ اور اُس کے بھتیجے کے مابین تنازعہ ہو گیا۔ اوّل الذکر نے ہر ایک ذریعے سے کشمیر اور دوسرے پہاڑوں کے لوگوں کو اپنی طرف ملا لینے کی کوشش کی اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوا اور تمام مواقع پر اس نے پہاڑی رؤسا اور مسلمان باشندوں کو ان کی اپنی طاقت اور سکھوں کی کمزوری ایسی صفائی سے دکھا دی کہ انہوں نے خود مختار ہو جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اگست ۱۸۴۴ء میں حبیب اللہ خاں رئیس پکھلی نے قلعہ کھوری کے سکھوں پر حملہ کیا مگر غلام محی الدین نے پانچسو آدمی ان کی امداد کے لئے بھیج دئے

جنھوں نے باغیوں کو پسپا کر دیا اور حبیب اللہ خاں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد ہی راجہ سلطان خاں رئیس کھوری نے حبیب اللہ خاں کے ایک لڑکے اور دوسرے پہاڑی رؤسا کے ساتھ شامل ہوکر کھوری پر حملہ کیا اور اُسے فتح کر لیا پھر اکتوبر میں مظفر آباد کی طرف کوچ کیا اور قلعوں پر حملہ کیا۔ غلام محی الدین نے اہل قلعہ کی امداد کے لئے قریباً اپنے سارے سکھ ترپ بھیج دئے مگر باغیوں نے جنھوں نے قصبے کو جلا دیا اور اُن سکھ قیدیوں کو مار دیا تھا جو اسلام قبول نہ کرتے تھے۔ اس فوج پر حملہ کر کے شکست دی۔ اب راجہ زبردست خاں کا لڑکا اور دھوبیتا اور اُوری کے راجگان بھی باغیوں کے ساتھ مل گئے جو اس قدر طاقتور ہو گئے کہ انہوں نے نومبر میں بارہ مولا چھین لیا اور پرگنہ ساؤپور پر جو دار الخلافہ سے تھوڑے فاصلے پر ہے قبضہ کر لیا ؂

غلام محی الدین نے اب اوّل مرتبہ دربار لاہور کو اس سرکشی کی اطلاع کی۔ جنرل گلاب سنگھ پاوندیہ کو جو اُس وقت پشاور کی طرف جا رہا تھا حکم ملا کہ اپنی فوج سمیت کشمیر کی طرف بڑھے۔ کمک بھی پونچھ اور جموّں کے رستے بھیجی گئی مگر وہ فوج جسے راجہ گلاب سنگھ نے بھیجا تھا سخت برف کا بہانہ کر کے رہ گئی۔ دراصل وجہ یہ تھی کہ گلاب سنگھ دل وجان سے اُس وقت تک شامل ہونا نہ چاہتا تھا جب تک کہ اس کا ذاتی فائدہ نہ ہو مثلاً نمک کی کانوں کا ٹھیکہ اسی کے پاس رہے۔ ہزارہ پر اسے پھر قبضہ مل جائے یا رؤسا پر (جیسے چتر سنگھ اٹاری والا جس نے گزشتہ جھگڑے میں اس کی طرفداری کی تھی) مہاراجہ کی دوبارہ نظر عنایت ہو جائے ؂

اُن نربوں کا جو پونچھ کے رستے گئے تھے غلام محی الدین خاں کا بیٹا امام الدین خاں کمیدان تھا۔ یہ نوجوان آدمی گو شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت ڈیرہ جات میں خدمات کرتا رہا تھا مگر کبھی میدان جنگ میں نہ آیا تھا اور اس لئے جنگی شہرت نہ رکھتا تھا۔ یہ اس مہم کشمیر میں بڑی نارضامندی سے اور صرف یہ سمجھ کر جانے پر راضی ہوا تھا کہ خود سکھ فوج میرے ہمراہ نہ جائیگی کیونکہ فوج مذکور اُسے بھائی گورمکھ سنگھ اور مصر بیلی رام کا قاتل* سمجھکر اس سے سخت نفرت کرتی تھی +

اس اثنا میں سارے کشمیر پر باغی چھا گئے اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں محصور ہو کر بیٹھ رہا۔ ادھر مسلمان نزب باغی ہو گئے ادھر پہاڑی راجگان لڑائی پر مستعد تھے اور سکھوں کو معلوم ہو گیا کہ علاقہ پھر فتح کرنا نہایت مشکل ہے +

*سندھانوالیوں کی تباہی کے بعد راجہ ہیرا سنگھ نے بھائی گورمکھ سنگھ مصر بیلی رام اور اُس کے بھائی رام کشن کو پکڑ لیا اور امام الدین خاں کے حوالے کیا جس نے انہیں اپنے گھر کے پاس کے طویلے میں بند کر دیا اور کچھ دن بعد ہیں یہ تینوں قتل کئے گئے +

بھائی گورمکھ سنگھ راجہ دھیان سنگھ کا ایک قدیمی دشمن تھا اور تعجب نہیں کہ راجہ ہیرا سنگھ نے اس کو مار دینے کا ارادہ کر لیا ہو لیکن مصر بیلی رام اور اُس کا بھائی گو دھیان سنگھ کی پالیسی کے خلاف تھے مگر دونوں بالکل بے ضرر آدمی تھے اور عموماً لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ ان دونوں کی موت ظالمانہ اور غیر ضروری تھی۔ مصر روپ لال جو ۱۸۳۲ء میں غلام محی الدین کی جائداد ضبط کر لینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا بیلی رام کا بھائی تھا اور اسی کی نسبت لوگوں نے یہ خیال کیا تھا کہ راجہ ہیرا سنگھ نے نہیں بلکہ شیخوں نے اپنا بدلہ لیا ہے +

پکھلی اور دھمتور کے یوسف زئیوں اور رخاکہ اور رھمبہ کی قوموں میں یہ بغاوت مذہبی تھی اور ایک آدمی جو اپنے آپ کو سید٭٭ کا خلیفہ کہتا تھا پیدا ہو گیا اور تمام تند مزاج باشندے ہزارہ اور کشمیر کے حملے میں اُس کے ساتھ شامل ہو گئے *

گلاب سنگھ پاوندیہ اور دیوان مول٭ راج کی فوج آخر کار مظفر آباد کی طرف بڑھی اور وہاں قلعے کی فوج کو تقویت پہنچائی۔ بعدازاں اس نے وادی کی طرف کوچ کیا اور ذرا سخت لڑائی کے بعد باغیوں کو شکست دی گئی۔ راجہ زبردست خاں کو مظفر آباد میں پھر گدی پر بٹھایا گیا اور گرد و نواح کے راجے اس کے ماتحت کئے گئے۔ فروری ۱۸۴۵ء میں شیخ غلام محی الدین نے سرکار انگریزی سے خط و کتابت کرنے کی کوشش کی جس کے ساتھ اس نے اپنی طرف سے اور راجہ رحیم اللہ خاں رئیس راجوڑی کی طرف سے اطاعت قبول کی مگر سرکار انگریزی نے اس کی درخواست کو نامنظور کیا اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا (جس کی وجہ یقینی طور پر یہ سمجھی جاتی تھی کہ اسے زہر دیا گیا ہے) اور اُس کا بیٹا امام الدین خاں جو اُس وقت کشمیر میں تھا اسکی جگہ ناظم بنا *

٭٭ سید احمد کے جس کو شیر سنگھ اور جنرل ونچورا نے ۱۸۳۱ء میں شکست دیکر مار دیا تھا مریدہ (جو تمام ہندوستان میں بیشمار ہیں) بیان کرتے تھے کہ دریا اس لئے پیچھے ہٹ گیا تھا کہ سید بھاگ جائے اور اُس کے تعاقب کنندگان پر پھر مل گیا تھا اور یہ کہ سید پھر نمودار ہوگا اور اُن کو ساتھ لیکر فتح حاصل کریگا۔ سید نے اخیر مقابلہ پکھلی اور دھمتور پر کیا تھا *

٭ اسے دیوان مول راج ناظم ملتان نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہ دیوان مول راج ہزارے کا ناظم تھا *

ان شیخوں کا (جس نام سے باپ اور بیٹا مشہور تھے) نہ تو کوئی خاندان تھا اور نہ رسوخ اور سرکار لاہور کے اس سبب سے زیادہ تر کام کے تھے کہ مالیہ وصول کرنے میں نہایت سخت تھے۔ ان کا نام کشمیر یا دوابہ جالندھر میں محبت سے کوئی یاد نہیں کرتا۔ سکھ ان سے نفرت کرتے تھے اور یہ امر ان کی وفاداری کا ثبوت سمجھا جاتا تھا مگر باپ اور بیٹا دونوں کو فریب اور دغابازی کا ایسا ملکہ تھا کہ دانشمندی کے خیالات بھی اُنہیں فریب سے باز نہ رکھ سکتے تھے *

جب کشمیر ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامے کے مطابق مہاراجہ گلاب سنگھ کے حوالے کیا گیا تو امام الدین خاں وہاں کا ناظم تھا مگر کشمیر کا اس طرح دیا جانا لاہور میں کسی کو پسند نہ تھا اور وزیر راجہ لال سنگھ کو خاص کر ناگوار تھا کیونکہ گلاب سنگھ ہمیشہ اس کا حریف اور دشمن رہا تھا چنانچہ اس نے امام الدین خاں سے تاکید کردی کہ مہاراجہ کی مخالفت کرے اور فوج کو یہ ہدایت کی کہ بلا عذر شیخ کا حکم مانے۔ امام الدین خاں اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے خوب مستعد تھا۔ وہ بڑا متموّل آدمی تھا اور سمجھتا تھا کہ گلاب سنگھ کی کامیابی سے فقط یہی نہیں ہوگا کہ اس کی لوٹ مار ختم ہوجائیگی بلکہ اُس کے صریح دشمن اُس کے حساب کی سخت پڑتال کرینگے لوگوں میں اُس وقت عام طور پر کوئی کہتا تھا کہ اس خاندان کے پاس ستر لاکھ روپیہ ہے اور کوئی کہتا تھا کہ دو کروڑ اور اگرچہ بلاشبہ اس میں مبالغہ تھا مگر یہ بات یقینی ہے کہ باپ اور بیٹے دونوں نے ایّام نظامت کشمیر اور دوابہ جالندھر میں دولت کثیر جمع کی تھی *

یہ ممکن ہے کہ امام الدین خاں نے سرکار انگریزی کی منشا کی

غلط فہمی سے ایسا خیال کر لیا ہو کہ بہت سا نقد روپیہ دیکر اسے کشمیر میں بطور نائب السلطنت رہنے کی اجازت ہو جائیگی اور اسی غرض سے وہ راجہ لال سنگھ کے حکم کی تعمیل اور اپنی طاقت و سامان ظاہر کرنے پر عرصے تک مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہو گیا لیکن چاہے اُس کی نیت کچھ ہی ہو اس نے دربار لاہور کے سخت حکم کی جو اسے کشمیر خالی کر دینے کے لئے بھیجے گئے تھے پرواہ نہ کی اور مہاراجہ کی بہت سی فوج کو رشوت دیکر اپنی طرف کر لیا نیز رحیم اللہ خاں والئ راجوڑی کے بیٹے فقیر اللہ خاں اور دیگر پہاڑی رؤسا کی امداد سے بہت سے حصۂ ملک پر اس وقت تک قبضہ رکھا جب تک کہ لاہور سے اس کے خلاف ایک بڑی فوج نہ بھیجی گئی۔

جب یہ فوج وادی کشمیر کی سرحد تک پہنچ گئی اور شیخ نے دیکھ لیا کہ اس کی مزید مزاحمت بالکل فضول ہوگی تو وہ کرنیل لارنس کے کیمپ واقع تھانہ میں آیا اور اطاعت قبول کر لی۔ اس وقت اس نے دو چٹھیاں اور اپنی ماتحت فوج کے نام کا ایک فرمان پیش کر کے کہا کہ ان میں راجہ لال سنگھ کی ہدایات درج ہیں جن کی تعمیل میں اس نے سب کارروائی کی ہے گو وزیر کا میلان طبیعت گلاب سنگھ کی طرف جیسا کہ تھا مشہور تھا مگر یہ سمجھ میں بھی نہ آسکتا تھا کہ اُس نے اس قدر بے وقوفی کی ہوگی کہ ایسے پُر از دغا کاغذات پر دستخط کر دئے ہونگے بہر حال فوج کی لاہور واپسی پر لال سنگھ پر پھر بھی مقدمہ کیا گیا۔ یہ پورے طور پر ثابت ہو گیا کہ دونوں چٹھیاں اور فوج کے نام فرمان اسی نے بھیجے تھے اس لئے لال سنگھ پر بالارادہ دغابازی کرنے کا جرم لگایا گیا۔

وزارت سے اسے معزول کیا گیا اور آگرے کی طرف شہر بدر کر دیا گیا۔ شیخ امام الدین پر اگرچہ یہ ثابت ہو گیا کہ لال سنگھ کی دغا بازی میں گو یہ مرضی سے شامل تھا مگر اسے معاف کیا گیا اور لاہور کی جائداد جو اسکی دوسری جائداد کے ساتھ ضبط کر لی گئی تھی واپس دے دی گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس فیاضانہ برتاؤ نے امام الدین خاں کے دل پر بہت اچھا اثر کیا یعنی جب قریباً سب کے سب لوگ اپنی سرکار سے دغا اور سازشیں کر رہے تھے امام الدین باوجودیکہ باغیوں کے سرغنوں نے اس کو اپنی طرف ملانے کی بہت کوشش کی اپنی سرکار کا خیر خواہ رہا۔ جون ۱۸۴۸ء کو دو ہزار آدمیوں کی نئی بھرتی شدہ فوج کے ساتھ کوچ کر کے وہ لفٹننٹ (سر ہربرٹ المتوفی) ایڈورڈز کی فوج کے ساتھ جا ملا۔ خود اس نے اور اس کی فوج نے اچھی خدمات کیں اور باغیوں کے ساتھ کئی لڑائیوں میں کارہائے نمایاں کئے۔ جب امن ہو گیا تو اس نے اپنی خدمات کے صلے میں خطاب نواب اور حین حیات کے لئے ۱۱۶۰۰ روپیہ کی نقد پنشن حاصل کئے نیز اس کی ۸۴۰۰ روپیہ کی جاگیر مستقل طور پر اس کے نام کر دی گئی۔ ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کے حکم کے بموجب اس نے دہلی پر خدمات کرنے کے لئے رسالے کے دو ترپ بھرتی کئے۔ وہ چالیس سال کی عمر پا کر مارچ ۱۸۵۹ء میں ایک لڑکا شیخ غلام محبوب سبحانی چھوڑ کر انتقال کر گیا۔

۱۸۶۲ء میں پنجاب گورنمنٹ کی سفارش پر گورنمنٹ عالیہ نے غلام محبوب سبحانی کی جاگیر میں سے ۵۶۰۰ روپیہ کی جاگیر دوامأ اور باقی ۲۸۰۰ روپیہ کی جاگیر تا حین حیات واگزار فرمائی۔ شیخ غلام محبوب سبحانی

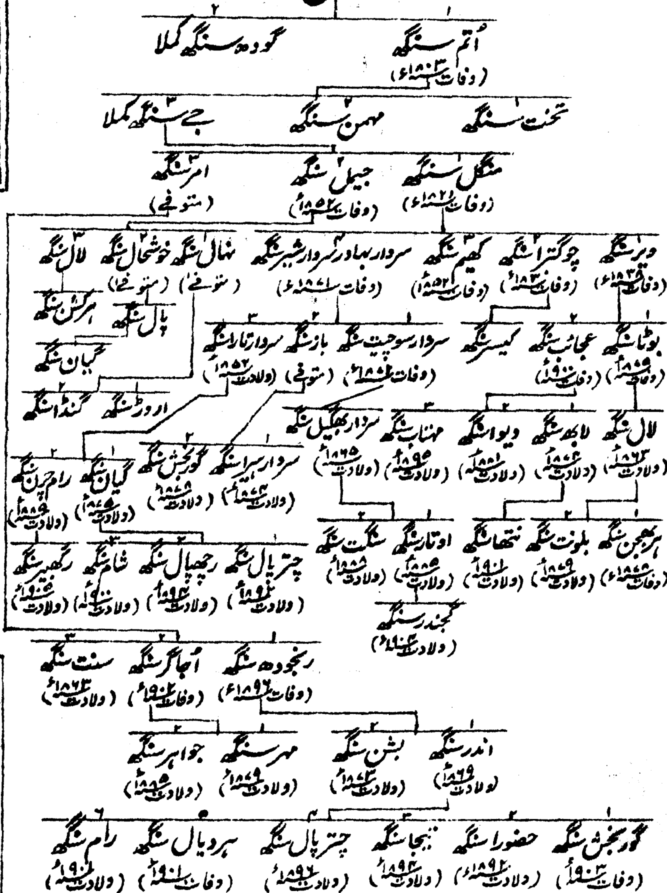
اپنی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گزارنے کے بعد جہاں اس نے عوام الناس
کے کاموں میں کبھی حصہ نہیں لیا ۱۹۰۳ء میں بمقام دہلی دربار تاجپوشی
کے موقع پر جس میں شامل ہونے کے لئے گورنمنٹ نے اسے مدعو
کیا ہوا تھا فوت ہوا۔ چونکہ اس کے دونوں لڑکے بچپن ہی میں فوت
ہوگئے تھے اس نے کوئی جائز وارث نہیں چھوڑا۔ اس کی لڑکی*
زندہ ہے اور سرکار سے ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے۔ اسکی
جاگیر گورنمنٹ نے ضبط کرلی ہے مگر اس کے چچیرے بھائی شیخ نصیرالدین
نے غلام محبوب سبحانی کی ذاتی جائداد ورثہ میں پائی ہے اور خاندان کا بزرگ
بنایا گیا ہے۔ شیخ نصیرالدین پنجاب میں اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر ہے
اور قریباً تین سال تک ریاست بہاولپور میں وزیر رہا ہے۔ ریاست
کے اسی عہدے پر اس سے پہلے اس کا باپ بھی مامور رہا تھا۔ یکم
جنوری ۱۹۰۹ء کو اسے خان بہادر کا خطاب عطا کیا گیا۔ فیروزالدین
۱۸۶۶ء میں تحصیلدار مقرر ہوا تھا۔ پانچ سال بعد اس کی تبدیلی ریاست
بہاولپور میں کردی گئی جہاں وہ منچن آباد کا کلکٹر مقرر کیا گیا۔ چند ہی
سال میں ریاست مذکور میں سشن جج ہوگیا اور ۱۸۷۸ء میں وزارت
کے اعلیٰ عہدے کے لئے منتخب کیا گیا۔ ریاست بہاولپور میں اسکی
ممتاز خدمات کے صلے میں پنجاب گورنمنٹ نے ۱۸۷۸ء میں اسے
آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنادیا اور اس کے دو سال بعد اس کا
انتقال ہوگیا۔

* انگریزی کتاب میں غلطی ہے شیخ صاحب کی لڑکی نہیں بلکہ ہمشیرہ ہے جو
۱۰۰ روپیہ ماہوار پنشن پارہی ہے۔ مترجم

اب شیخ سندھے خاں کا ذکر کیا جاتا ہے جو نواب امام الدین خاں کا رشتے میں چچیرہ بھائی ہوتا تھا۔ اس نے نواب مذکور کے ماتحت بطور افسر خورد جنگ ملتان میں خدمات کیں جو نہایت اعلےٰ درجے کی تھیں اور جن کی گورنمنٹ نے باقاعدہ قدر کی۔ ۱۸۷۳ء میں شیخ سندھے خاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اسی عہدے پر اپنی وفات یعنی ۱۸۸۸ء تک مامور رہا۔ ۱۸۸۵ء میں اسے تحصیل پاک پٹن ضلع منٹگمری میں دو ہزار ایکڑ اراضی عطا ہوئی جو آہستہ آہستہ زیر کاشت کر لی گئی ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے شیخ محمد حسین نے اس کی جائداد اور ڈویژنل درباروں میں کرسی حاصل کی۔ ۱۸۹۹ء میں محمد حسین کو ضلع لائل پور میں چھ مربعے اراضی عطا کئے گئے اور یہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔

# خاندانِ کملا

بلاقی




گودھ سنگھ میںھالا کے چودھری کا بیٹا سردار ہری سنگھ بھنگی کے ہاں ملازم تھا اور ۴۰۰۰ روپیہ مالیت کی جائداد اسکے قبضے میں آگئی تھی۔ ایک

دو بیوگان ابھی تک زندہ ہیں اور تھوڑی تھوڑی پنشنیں پاتی ہیں۔ جیمل سنگھ کی وفات پر اس کے تین بیٹوں نے ۶۶۶ روپیہ کی پنشن پائی۔ ان تین بیٹوں میں سے صرف لال سنگھ زندہ ہے اور پنشن کا اپنا حصہ پاتا ہے۔ نہال سنگھ کا حصہ اس کے دو بیٹوں ارور سنگھ اور گنڈا سنگھ نے ورثہ میں پایا ہے اور خوشحال سنگھ کا حصہ اسکے بیٹے پال سنگھ کو ملا ہے۔

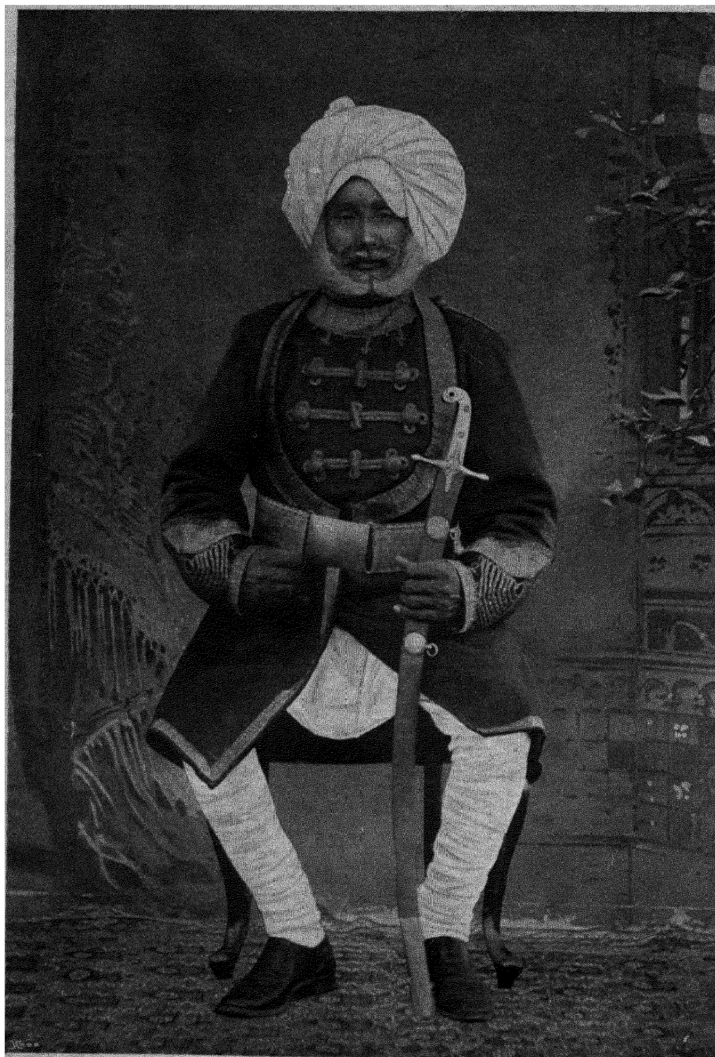
بوٹا سنگھ کو اس کی وفات یعنی ۱۸۷۵ء تک ۲۴۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی رہی۔ وہ اپنے علاقے میں ذیلدار تھا۔ اس کی وفات پر اس کی بیوہ کو ۵۰ روپیہ سالانہ ملنے منظور ہوئے۔ اس کا بیٹا لال سنگھ پنجاب پلٹن نمبر ۲۴ میں جمعدار بھرتی ہوا اور اپنی نوکری سے ۱۹۰۱ء میں صوبہ داری کے عہدے سے علیحدہ ہونے تک اسی پلٹن میں ملازمت کرتا رہا۔ اس نے بہت سی لڑائیوں میں اعلیٰ درجے کی خدمات کیں جن کے عوض اسے آرڈر آف برٹش انڈیا کا ممبر بنایا گیا اور خطاب "بہادر" عطا کیا گیا۔ یہ خاندان کی شاخ اوّل کا بزرگ ہے۔ اب مینھالا میں رہتا ہے اور قصور لوکل بورڈ کا ممبر ہے۔ اس کی شادی گوروا سپور کے بھاگووالیہ خاندان میں ہوئی ہے اور اس کا لڑکا بلونت سنگھ سکھ پلٹن نمبر ۳۵ میں صوبہ دار ہے۔

سردار شیر سنگھ ۱۸۵۷ء میں کرنیل وائل کے ماتحت حیدر آباد کنٹنجنٹ میں نائب رسالدار مقرر ہوا۔ اودھ کی ہل چل کے دوران میں اس نے بڑی بہادری سے خدمات کیں اور اسے رسالدار اور سردار بہادر بنا دیا گیا۔ نیز ضلع بہرائچ میں ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر بھی اس کو مرحمت ہوئی۔ امن وامان ہو جانے پر اس نے استعفےٰ دے دیا اور ۱۸۷۱ء میں فوت

ہو گیا۔ اس کا بیٹا تارا سنگھ جنگ افغانستان کے زمانے میں حیدرآباد کنٹنجنٹ کے رسالہ ۳ کا جمعدار رہ کر خدمات کرتا رہا۔ چند سال یہ بہٹی میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہا اور ڈویژنل درباری ہے۔ اس کی ملکیت میں قریباً ۱۵۰۰ بیگھہ اراضی ضلع لاہور کی اور تین ہزار بیگھہ اودھ کی ہے۔ یہ موضع گلا ضلع لاہور میں رہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا گیان سنگھ رسالہ نمبر ۳۰ میں کچھ عرصہ تک وفعدار رہا ✤

سوچیت سنگھ کا بیٹا سردار بکھیل سنگھ بھڑائچ علاقہ اودھ میں آنریری مجسٹریٹ ہے جہاں اس کے قبضے میں بہت سی اراضی ہے یہ ڈویژنل درباری بھی ہے اور اس کی کرسی اس کے چچا سردار تارا سنگھ کی کرسی سے اوپر ہے۔ اس نے تحصیل چونیاں ضلع لاہور میں کچھ اراضی خرید بھی کی ہے۔ خاندان کے دیگر افراد میں سے جو گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں۔ رنجودھ سنگھ کا لڑکا اندر سنگھ بھی ہے وہ رسالہ نمبر ۳ میں رسالدار ہے۔ امر سنگھ کا لڑکا سنت سنگھ محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر ہے اور اجاگر سنگھ کے بیٹے مہر سنگھ اور جواہر سنگھ اور خوشحال سنگھ کا لڑکا پال سنگھ رسالہ نمبر ۳۰ میں وفعدار ہیں ✤

باز سنگھ کے بیٹوں ہیرا سنگھ اور گوربخش سنگھ نے جاگیر بھڑائچ کا بہت سا حصہ اور نیز جائداد گلا کا ایک حصہ ورثہ میں حاصل کیا ہے۔ سردار ہیرا سنگھ اودھ میں درباری ہے ✤



سردار اندر سنگھ نیٹو اے ڈی سی جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب رئیس اعظم ٹھیٹھر

The late Sardar Indar Singh of Thethar, Native A.D.C. to H.H. the Lieutenant Governor Punjab.



سردار صاحب سردار تیجا سنگھ انسپکٹر پولیس رئیس اعظم ٹھیٹھر

Sardar Sahib Sardar Teja Singh of Thethar, Inspector of Police.



سردار جنمیجا سنگھ رسالدار میجر بہادر رئیس ٹھیٹھر

Sardar Janmeja Singh, Risaldar Major Bahadur of Thethar.



سردار دلیپ سنگھ رئیس ٹھیٹھر

Sardar Dalip Singh of Thethar



سردار لچھمن سنگھ رئیس ٹھیٹھر

Sardar Lachhman Singh of Thethar

# بھائی تیجا سنگھ رئیس ٹھاٹر

چوہڑ سنگھ

پریم سنگھ




اس خاندان میں سے سب سے پہلا شخص جس نے ۱۷۴۰ء کے قریب

سکھ مذہب اختیار کیا چوہڑ سنگھ تھا جو سدھو جاٹ اور موضع ٹھاٹر (نزد لاہور) کا چودھری تھا۔ اس کا پوتا لکھا سنگھ سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے ہاں سواروں میں ملازم ہوگیا اور علاقہ رنجیت گڈھ اور ضلع گوجرانوالہ کے چار مواضعات جاگیر میں حاصل کئے۔ یہ اپنے تین بھائیوں کے ساتھ اپنے آقا کی طرف سے اس کی بھنگی مسل کے ساتھ طول طویل معرکوں میں لڑتا رہا اس نے اس دھرم سنگھ کے خلاف جو پری ٹاشا کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ لڑکر بھی ناموری حاصل کی یہ وہ دھرم سنگھ ہے جس نے چڑت سنگھ کی وفات پر اس کے جانشین کی نوجوانی اور کمزوری پر شیر ہوکر بھنگی مسل کی سرداری حاصل کر لینے کی کوشش کی تھی۔ لکھا سنگھ کا بھائی شمیر سنگھ چٹھوں کی جنگجو قوم کے ساتھ جن کو مہاں سنگھ نے رام نگر سے نکال دیا تھا اور جنھوں نے شہر کے قریب مانچر کے مقام پر رنجیت سنگھ کو تقریباً شکست دے دی تھی لڑکر پہلے پہل مشہور ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خیال تھا کہ بندوقوں کی نسبت تلواریں زیادہ کارآمد ہیں اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس لڑائی میں صرف تلواریں ہی استعمال کریں مگر شمیر سنگھ نے اپنی بندوق اپنے پاس رکھی اور بڑے نازک وقت میں جبکہ مہاراجہ کی فوج کے قدم ڈگمگا گئے تھے اس نے چٹھوں کے افسر کو گولی مار کر مار دیا۔ شمیر سنگھ بڑا مشہور نشانچی تھا مگر یہ بندوق پر کمان کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اس کے ہاتھ کا تیر کبھی خالی نہ جاتا تھا۔ ۱۸۰۸ء میں اس نے مہاراجہ کے حکم سے امرتسر میں گوبند گڑھ کا قلعہ بنوایا۔ اسی جگہ پر جہاں گوبند گڑھ کا قلعہ ہے پہلے سردار گوجر سنگھ بھنگی کا بنوایا ہوا ایک اور قلعہ بھی تھا مگر یہ زیادہ مضبوط نہ تھا۔ شمیر سنگھ اس نئے قلعے کا تھانہ دار مقرر کیا گیا اور اس عہدے پر چند سال

مامور رہا اور اس کے بعد فقیر امام الدین مقرر ہوا۔ شمیر سنگھ نے بہت سی لڑائیوں میں خدمات کیں اور قصور کے پٹھانوں کی لڑائی کے دوران میں کوٹ بڈھے خاں کے مقام پر ایک نیزہ بردار نے اس کو مار ہی ڈالا تھا جو اس پر اس وقت پیچھے سے حملہ آور ہوا جبکہ یہ اپنی دلپسند کمان ہاتھ میں لئے لڑ رہا تھا تب اسے معلوم ہو گیا کہ پاس کی لڑائیوں میں کمان کچھ زیادہ کام نہیں دے سکتی۔ الغرض لکھا سنگھ قصور کی اس لڑائی میں مارا گیا اور اسی سال کے اندر اس کے دونوں بھائی امیر سنگھ اور صاحب سنگھ بھی جو اوّل الذکر کانگڑے کے پہاڑی علاقہ میں اور آخر الذکر سوجان پور کے آگے مارے گئے۔ ۱۸۱۹ء میں شمیر سنگھ تھانیدار ہو کر نور پور تبدیل کیا گیا۔ وہ ۱۸۲۴ء میں فوت ہوا اور اس کی جاگیر پر اس کا دوسرا بیٹا وچن سنگھ جو پشاور، کشمیر، ٹیری اور بہت سے دوسرے مقامات میں عمدگی سے لڑا تھا جانشین ہوا۔ ۱۸۴۸ء میں وچن سنگھ اپنے سواروں کے ساتھ سردار لال سنگھ کالیاں والے کے ماتحت ملتان بھیجا گیا مگر وہاں جا کر باغیوں کے ساتھ مل گیا اور سرکار انگریزی کے خلاف بھی رام نگر اور گجرات کے مقامات پر لڑا۔ الحاق کے بعد اس کی جاگیر ضبط کر لی گئی اور اسے سو روپیہ کی نقد جاگیر دی گئی۔ یہ موضع ٹھاٹر ضلع لاہور کے نصف حصے کا بھی مالک تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ اس کا بھائی کیسر سنگھ جو ۱۲۰ روپیہ پنشن پاتا تھا ۱۸۶۳ء میں فوت ہوا۔ اس خاندان کے بہت سے افراد نے ۱۸۵۷ء میں ملازمت اختیار کر لی۔ راجندر سنگھ ہاڈسن صاحب کے رسالے میں دفعدار تھا اور اس کا بھائی اندر سنگھ جو ایک زمانے میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا اے ڈی کانگ تھا اور قمر سنگھ اور ملکھا سنگھ

گائڈ کور میں اوّل الذکر بحیثیت جمعدار کے اور آخر الذکر بحیثیت دفعدار کے بھرتی ہوئے ٭

وچن سنگھ کی وفات کے بعد اس خاندان کا سب سے زیادہ مقتدر رکن سردار اندر سنگھ انسپکٹر پولیس تھا جو سر جان لارنس صاحب بہادر کے زمانے سے لیکر اپنے پنشن پانے تک ہر ایک لفٹنٹ گورنر کا اردلی افسر رہا اور جو پنشن پانے کے بعد ہز آنر نواب لفٹنٹ گورنر کا آنریری اٹاچی بنایا گیا۔ اس کے پاس لارڈ لارنس۔ سر رابرٹ منٹگمری۔ سر ہنری ڈیوس سر رابرٹ ایجرٹن اور سر چارلس ایچیسن صاحبان کی بڑی اعلیٰ درجے کی اسناد تھیں۔ یہ بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دادا ہمیشہ رنجیت سنگھ کے اوائل عمر میں مہاراجہ کے ساتھ رہا کرتا تھا اور اُس کو شمشیر زنی و شہسواری سکھایا کرتا تھا۔ وہ مہاراجہ کی بہت سی ابتدائی لڑائیوں میں بھی موجود تھا۔ اندر سنگھ کے باپ شیر سنگھ کو بڑے عمدہ تلوریا ہونے کی وجہ سے استاد کا خطاب ملا اور رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک معزز عہدہ دار ہو گیا۔ نیز اس نے بنوں اور پشاور کی اکثر سرحدی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ ایک موقع پر اٹک کے پاس بندوق کی گولی سے اس کی ران میں سخت زخم بھی آگیا تھا٭

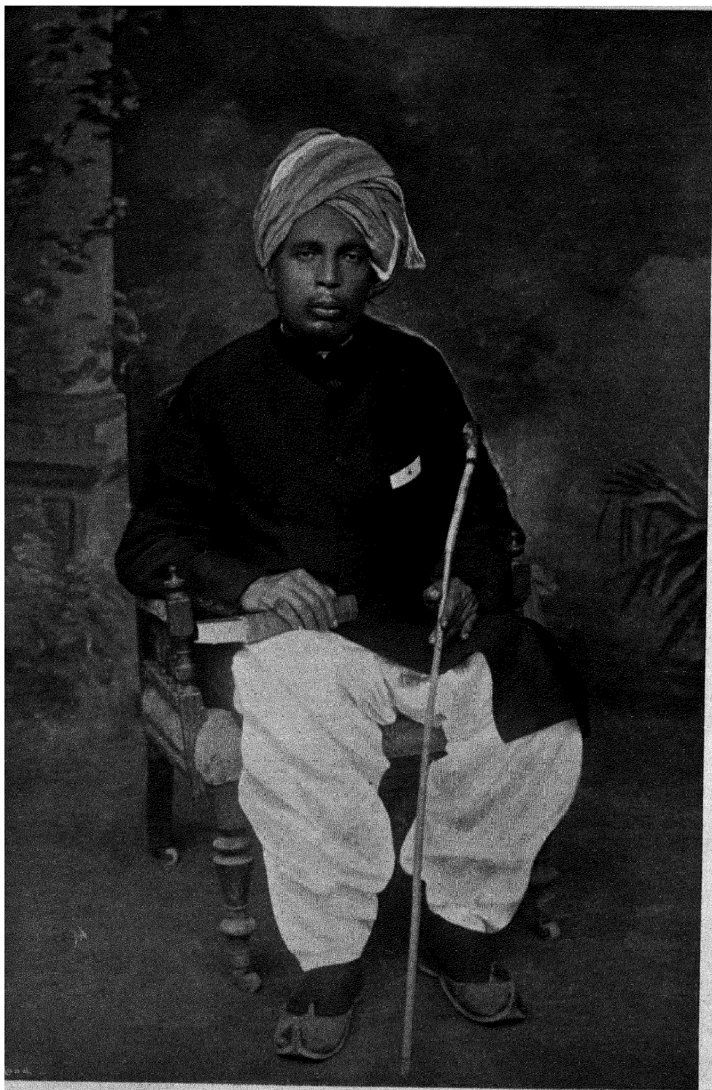
٭ اس حیثیت میں اس کی خدمات کا اُس کے باپ نے اس طرح ذکر کیا ہے:۔ دریائے ٹوں پر جبکہ وہ اپنے یورپین افسروں کے لئے خیمے لگا رہا تھا جو تند ہوا سے گر گئے تھے تو اسے سخت مصیبت اُٹھانی پڑی۔ چشمۂ سبز پر جبکہ یہ گرتی ہوئی برف میں اپنے یورپین افسروں کے لئے سامان لینے گیا تو سخت سردی میں رہنے کی وجہ سے اسکی ہڈیاں تک سرد ہو گئیں اور وہ نیم مردہ ہو گیا لیکن اپنے شریف طبع یورپین افسروں اور

سردار اندر سنگھ سنہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا تیجا سنگھ جانشین ہوا جس نے اپنے چھوٹے بھائی جنمیجا سنگھ کے ساتھ اپنے باپ کی جائداد برابر برابر حصّوں میں ورثے میں پائی۔ اس جائداد میں سات سو بیگھہ اراضی رکھ لدھڑ کی۔ چھ سو بیگھہ رکھ دھلا کی۔ ایک ہزار آٹھ سو ساٹھ بیگھہ موضع ٹھاڑ کی اور ضلع لائلپور میں چھ مربع شامل ہیں۔ رکھ لدھڑ اور رکھ دھلا کی اراضیات کے حقوق مالکانہ سردار اندر سنگھ نے اراضی مذکور خرید کر حاصل کئے تھے۔ بھائی تیجا سنگھ کے قبضے میں متذکرہ بالا نصف حصے کے علاوہ پینتالیس روپیہ سالانہ کی جاگیر بھی ہے۔ یہ انسپکٹر پولیس درجۂ اوّل اور پراونشل درباری ہے اور ہز آنر لفٹنٹ گورنر صاحب پنجاب کا دس سال ایڈی کانگ رہا۔ اور عہدۂ مذکور کے تخفیف میں آجانے کے وقت تک وہی اس پر مامور تھا۔ اس کا بیٹا اوتار سنگھ رسالہ نمبر ۲۲ میں جمعدار بھرتی ہوا ہے۔

تیجا سنگھ کا چھوٹا بھائی جنمیجا سنگھ سنہ ۱۸۸۶ء میں اکیسویں رسالے میں براہ راست افسر بنا اور ترقی پا کر اب اس کا رسالدار میجر ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں اس نے وادیٔ ژوب میں اپنے رسالے کے ایک دستے کے ساتھ سر رابرٹ سینڈمین کے ماتحت اور پھر سنہ ۹۷-۱۸۹۶ء میں ٹوچی کی لڑائی میں خدمات کیں۔ اس نے وزیریوں کی ایک ٹکڑی گرفتار کرنے میں میجر (اب میجر جنرل سر) جیمس ولکاکس صاحب بہادر کی بڑی امداد کی۔

(بقیہ حاشیہ) دیسی ہمراہیوں کی غور پرداخت سے پھر جانبر ہوا۔" ان اور دیگر خدمات کے صلے میں اسے پنجاب کی طرف واپس آنے پر ترقی دیکر محکمۂ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر بنا دیا گیا۔

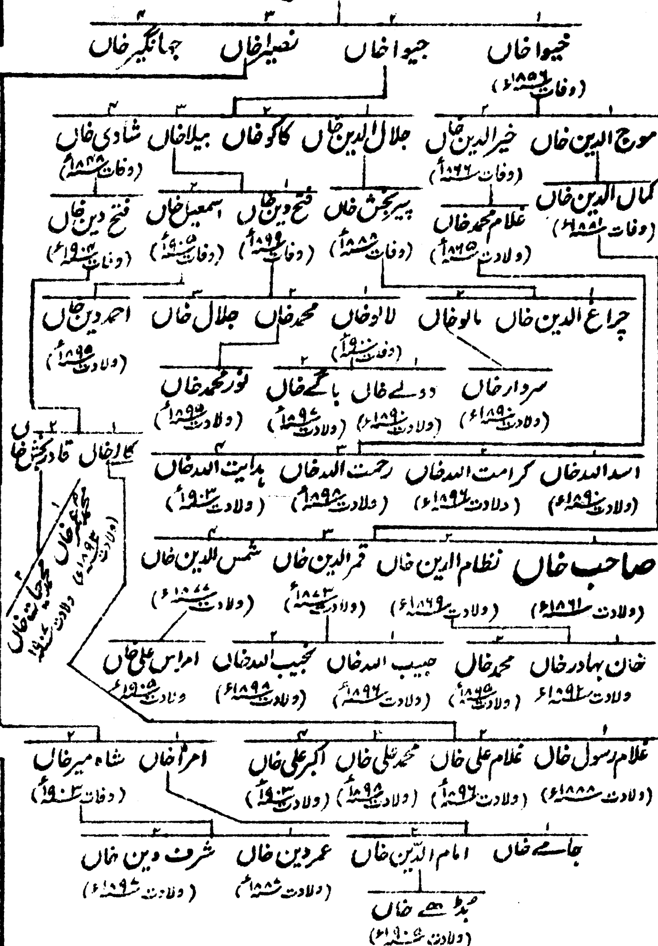
نیز سنہ ۱۹۰۲ء میں درویش خیل وزیریوں کی لڑائی میں بھی اس نے حصہ لیا*
اندر سنگھ کے بھائی راجندر سنگھ نے ایامِ غدر میں لکھنؤ کے مقام پر بیش بہا خدمات انجام دیں یعنی پہلی امداد کے وقت اور لڑائی کے بہت سے خطرناک مواقع پر موجود رہا نیز ابی سینیا کی لڑائی۔ کالے پہاڑ کی پہلی لڑائی اور جنگ افغانستان میں لڑا اور سنہ ۱۸۸۱ء میں کابل سے واپس آنے کے تھوڑی مدت بعد فوت ہوگیا۔ اسکے خاندان کو اسکی شاندار خدمات کے صلے میں ۳۱۲ روپیہ کی ایک خاص پنشن دی گئی۔ اسکے بیٹوں میں سے ایک بیٹا خوشحال سنگھ بنگال کے دسویں رسالے میں ملازمت کی حالت میں مرا۔ دوسرا لڑکا لال سنگھ اُسی رسالے میں اپنی وفات یعنی سنہ ۱۹۰۳ء تک رسالدار رہا۔ اندر سنگھ کا چھوٹا بھائی دلیپ سنگھ ریاست بہاولپور کے رسالے میں پنشن پاکر سبکدوش ہونے تک رسالدار میجر رہا۔ اور جنگ افغانستان کے دوران میں موجود تھا قمر سنگھ کا بیٹا کرپال سنگھ گائیڈز میں دفعدار تھا۔ وچن سنگھ کا پوتا لال سنگھ پنجابی پلٹن نمبر ۲۸ میں جمعدار بھرتی ہوا اور اب پنجابی پلٹن نمبر ۳۰ میں صوبیدار ہے امر سنگھ کا پوتا بشن سنگھ ایام غدر میں لکھنؤ اور اور مقامات پر لڑتا رہا بعد ازاں فین صاحب کے رسالے کے ساتھ اس نے چین میں بھی اچھی خدمات کیں اس کا بیٹا پشاورا سنگھ اُسی پلٹن میں جو اب اُنیسواں رسالہ ہے جمعدار بھرتی ہوا خاندان کی چھوٹی شاخوں کے رکن فوجی ملازمت پیشہ سمجھکر کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر آجکل رسالوں میں ملازم ہیں اور بہت سے بڑے بوڑھے ہندوستان بھر میں کئی سال سخت خدمات کرنے کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھے گاڑھی محنت سے حاصل کی ہوئی پنشنیں کھا رہے ہیں*



ملک غلام محمدؐ خاں رئیس نول اتاڑ ضلع لاہور

Malik Ghulam Muhammad Khan of Nauluttar (District Lahore).

# ملک صاحب خاں قصوریہ




ملک صاحب خاں کے بزرگ بھٹی راجپوت تھے اور سرسہ کے علاقے

میں رہا کرتے تھے۔ سنہ ۱۵۲۰ء کے قریب گاگو اور ناڈو لو اس خاندان کے دو اشخاص نے ابراہیم سے جو شاہی خاندان لودھی کا اخیر بادشاہ تھا قصور کے علاقے میں ۴۰۰۰ ایکڑ افتادہ زمین حاصل کی۔ یہ دونوں بھائی اپنے کنبوں سمیت اس اراضی پر آ گئے اور کئی مواضعات مثلاً ہیرکے۔ بیٹو اور دونوں ناؤل آباد کئے۔ تقریباً اسی زمانے میں یا تو جبر سے یا عطیہ اراضی سے خوش ہو کر یہ لوگ مسلمان بھی ہو گئے۔ اٹھارھویں صدی کے وسط کے قریب جب سکھوں کو عروج ہوا تو قصور مع اس کی کثیر مسلمان آبادی کے جس میں کچھ تو نوآباد پٹھان تھے اور کچھ ہندو نومسلم بھنگی رئیسوں کے ہاتھ پڑ گیا جو سنہ ۱۷۹۴ء تک قابض رہے۔ پھر مذکورہ سن میں نظام الدین خاں پٹھان سرگروہ نے سکھوں کو نکال دیا اور کچھ سال تک مخالفتوں کے باوجود قبضہ کئے رہا۔ نظام الدین خاں کو سنہ ۱۸۰۲ء میں اس کے بعض رشتے داروں نے قتل کر دیا اور اس کا بھائی قطب الدین خاں قصور کا رئیس بن بیٹھا۔ اس نے خیوا خاں کی ایک لڑکی سے شادی کی اور اپنے خسر کو اس کے آبائی مواضعات کے علاوہ ۱۰۰۰ روپے مالیت کی ایک جاگیر دی۔ سنہ ۱۸۰۷ء میں قصور رنجیت سنگھ نے فتح کیا اور قطب الدین خاں کو اجازت دی کہ وہ ستلج کا جنوبی علاقہ ممدوٹ جہاں یہ مع خیوا خاں کے ہٹ گیا تھا اپنے پاس رکھے۔ خیوا خاں کو قطب الدین نے ممدوٹ میں اسی مالیت کی ایک جاگیر دی جس مالیت کی اس نے قصور میں کھوئی تھی جس پر کچھ سوار خدمت کے لئے دینے کی شرط تھی۔ کئی سال تک قطب الدین اور اُسکے جانشین جمال الدین کے ماتحت ملک خیوا فوجی خدمات

کرتا رہا اور جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اُس کی جگہ اُس کا بیٹا خیرالدین اُس فوج کا افسر رہا جو خدمات کے لئے دی جاتی تھی۔ افغانستان کی پہلی جنگ میں خیرالدین فوج ممدوٹ کے ایک سو سواروں کے ساتھ پشاور میں مقیم تھا اور اس جنگ کے نحس انجام کے بعد یہ دوسری فوج میں جرنیل پولک کے ماتحت رسالہ ممدوٹ اور موکل اور اٹاری والہ کنٹنجنٹ کے ایک سو جوان لیکر کابل گیا۔ اُس موقع پر جبکہ سکھ برگیڈ علانیہ مخالف ہو گیا تھا اور اُس نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا اس کی خدمات بڑی قیمتی تھیں اور اس کی پنجاب کی واپسی پر جرنیل پولک اور میجر میکسن دونوں نے مہاراجہ شیر سنگھ سے اس پر خاص مہربانی کرنے کی سفارش کی جس نے اس کی جاگیر بڑھا دینے کا وعدہ کیا مگر اس وعدے کے پورا کرنے سے پہلے ہی مہاراجہ قتل کر دیا گیا۔ اسی موقع پر جمال الدین خاں رئیس ممدوٹ نے خیوا خاں کی جاگیر ضبط کر لی جو موضع بیٹو میں جس پر اس کا آبائی قبضہ تھا چلا گیا اور وہاں ۱۸۵۶ء میں بڑی عمر پا کر فوت ہوا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے ضائع شدہ جاگیر ممدوٹ کے بدلے میں خیرالدین خاں کو ۱۸۴۴ء میں قصور کے قریب ۶۰۰۰ روپے مالیت کے چھ مواضعات دے دئے۔ جنگ ستلج کے اخیر حصے میں وہ اپنے تمام کنبے سمیت دریا عبور کر کے فیروزشاہ کی لڑائی کے بعد ہی انگریزی کیمپ میں شامل ہو گیا اور انگریزوں کی طرف سے لڑا۔ راجہ لال سنگھ کی معزولی کے بعد جو تخفیف کی گئی اُس میں اس کی جاگیر بھی گھٹا کر ۴۰۰۰ کی کر دی گئی اور تھوڑے عرصے بعد دو اور مواضعات لے لئے گئے کیونکہ کارداروں نے ثابت کر دیا تھا کہ باقی ماندہ دو مواضعات یعنی بیٹو اور مٹراں کا مالیہ پورا

۰۰۰، ۴ ہو جاتا ہے۔ ملتان میں بغاوت ہونے کے موقع پر خیر الدین خاں کپتان ٹیلر کے حکم سے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تھا اس کو فتح خاں ٹوانہ کی مدد کے لئے جو دلیپ گڑھ کے قلعے میں گھر گیا تھا بنوں بھیجا گیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے فتح خاں قتل اور قلعہ مفتوح ہو چکا تھا۔ بعد ازاں اسے دو سو سواروں اور پانچسو پیادوں کے ساتھ عیسٰے خیل سے ملک پنڈی گھیب میں سردار چتر سنگھ کے باغی کاردار گوہر سنگھ کو پسپا کرنے اور اٹک کے اہل قلعہ کی ہمت افزائی کے لئے بھیجا گیا وہ یہ خدمت بالکل شافی طور پر بجا لایا۔ گوہر سنگھ نے دو یا تین مقابلوں میں پیٹھ دکھادی اور مجبور ہو کر علاقے سے بھاگ گیا اور جب تک کہ سکھ فوج جہلم کے بائیں کنارے پر رہی خیر الدین نمک کی کانوں کے سلسلے کے شمال کی طرف جمارہا۔ ۱۸۵۷ء میں چیف کمشنر کے کہنے پر اس نے ایک سو سوار بھرتی کئے اور اپنے بھتیجوں کو ساتھ لیکر جنرل وان کورٹ لینڈٹ کے ماتحت حصار کی طرف روانہ ہوا۔

اس لڑائی میں خیر الدین خاں کا متبنّیٰ اور بھتیجا کمال الدین رسالدار بنایا گیا جس نے بڑی ناموری حاصل کی۔ خیر الدین خاں نے احمد خاں کھرلوں کے رئیس سے جو باغی ہو گیا تھا گوگیرہ کے مقام پر لڑ کر بہت اچھی خدمات کیں۔ یہ سرکار انگریزی کی پانچ لڑائیوں میں وفادارانہ خدمت کرنے کے بعد اور اپنے آپ کو پوری طرح قابل اعتبار آدمی ثابت کر کے ۱۸۶۶ء میں فوت ہوا۔ اس کی ۲۵۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر جو اَب (دریا برد ہو جانے کی وجہ سے) ۱۸۰۰ روپیہ کی رہ گئی ہے اس کے بھتیجے کمال الدین اور بیٹے غلام محمد خاں کو برابر حصّوں میں پہنچی کمال الدین

سنہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا اور اس کا بڑا بیٹا صاحب خاں جو ڈویژنل درباری ہے اور پہلے لوکل بورڈ قصور کا ممبر تھا اس کا جانشین ہوا۔ یہ اور اسکے تین بھائی موضع بیٹو میں رہتے ہیں اور ان کا خاندانی جاگیر کے نصف حصّے پر مشترک قبضہ ہے۔ علاوہ ازیں ان کو اضلاع لاہور اور فیروزپور کے پانچ مواضعات کے حقوقِ مالکانہ سے تقریباً ۲۵۰۰ روپیہ آمدنی ہے جاگیر کا دوسرا نصف حصّہ غلام محمد خاں کے نام ہے جو نول اُتر میں رہتا ہے۔ جیوا خاں کی اولاد ہر یکے نول میں رہتی ہے۔ اس خاندان کا کوئی آدمی آجکل سرکاری ملازمت میں نہیں ہے +

---

# لاہور کا خاندانِ سدوزئی

## سدو خاں

- خضر خاں (جنکی اولاد میں احمد شاہ دُرانی اور خضر خیل ہوئے)
- سلطان محمد دو خاں
  - شاہ حسین خاں
  - الہ داد خاں
- کامران خاں (جنکی اولاد میں کامران خیل ہوئے)
- بہادر خاں (جنکی اولاد میں بہادر خیل ہوئے)
- ظفر خاں (جنکی اولاد میں ظفران خیل ہوئے)

عنایت خاں — عابد خاں — لشکر خاں

نواب عبدالمجید خاں سی ایس آئی (وفات سنہ [illegible])

رحمت اللہ وفات سنہ [illegible]

شیر محمد خاں

نواب زاہد خاں (وفات سنہ [illegible])

نواب شاکر خاں — نواب شجاع خاں (وفات سنہ [illegible])

حسن خاں — حسین خاں

نواب مظفر خاں (وفات سنہ ۱۸۱۸ء) — غضنفر خاں — سنجر خاں — سکندر خاں

خان بہادر خاں

نواب سرفراز خاں (وفات سنہ [illegible]) — ذوالفقار خاں (وفات سنہ [illegible]) — شاہ نواز خاں (وفات سنہ [illegible]) — ممتاز خاں (وفات سنہ [illegible]) — اعزاز خاں (وفات سنہ [illegible]) — حق نواز خاں (وفات سنہ [illegible]) — شہباز خاں (وفات سنہ [illegible]) — امیر باز خاں (وفات سنہ [illegible]) — محمد علی خاں (وفات سنہ [illegible]) — رب نواز خاں (ولادت سنہ [illegible]) — جہان خاں (متوفی)

فیروز الدین خاں (وفات سنہ [illegible]) — شاہ ولی خاں (وفات سنہ [illegible]) — منصور علی خاں (متوفی) — احمد علی خاں (وفات سنہ [illegible]) — اکبر علی خاں (وفات سنہ [illegible]) — عبدالخالق خاں (وفات سنہ [illegible]) — جہانگیر خاں (وفات سنہ [illegible]) — محمد خاں (وفات سنہ [illegible]) — گلزار خاں (وفات سنہ [illegible]) — خان احمد یار خاں (وفات سنہ [illegible]) — حیدر خاں (متوفی) — محبوب خاں (متوفی)

قاسم علیخاں (وفات سنہ [illegible]) — ہاشم علیخاں (وفات سنہ [illegible]) — صادق علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — شمشیر علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — سعادت علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — مظفر علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — عبدالحمید (وفات سنہ [illegible]) — محمد یوسف علیخاں (وفات سنہ ۱۹۰۰ء) — محمد اکبر خاں (متوفی) — محمد اسلم خاں (وفات سنہ [illegible]) — محمد اکرم خاں (وفات سنہ [illegible]) — وزیر خاں (وفات سنہ [illegible])

محمد اعظم علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — برکت علی (ولادت سنہ [illegible]) — عبدالعلی خاں (ولادت سنہ [illegible]) — مبارک علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — محبوب علیخاں (ولادت سنہ [illegible]) — اختر علی خاں (ولادت سنہ [illegible]) — یعقوب علی خاں (ولادت سنہ [illegible]) — عنایت اللہ خاں (ولادت سنہ [illegible]) — الہ دتہ خاں (ولادت سنہ [illegible]) — عبدالرحمن خاں (ولادت سنہ [illegible])

تیمر احمد خاں (ولادت سنہ [illegible]) — محمد نواز خاں (ولادت سنہ [illegible]) — محمد افضل خاں (ولادت سنہ [illegible]) — محمد صفدر خاں (ولادت سنہ [illegible]) — محمد عبداللہ خاں (ولادت سنہ [illegible]) — الہ داد خاں (ولادت سنہ [illegible]) — دوست محمد خاں — الہ داد خاں — اکبر خاں — شیر خاں — فوجدار خاں

افغانوں کی قوم سدّوزئی کا مورثِ اعلےٰ جس میں ملتان کے نوّاب اور احمد شاہ ابدالی ہوئے ہیں سدّو خاں قندھار کا باشندہ تھا جہاں وہ ۱۵۵۸ء میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی جگہ حبیب زئی قوم کا رئیس ہوا مگر یہ ایسا بہادر اور قابل آدمی تھا کہ قوم ابدالی نے جو قندھار اور ہرات کے درمیانی ملک میں رہتی تھی اسے اپنا سرگروہ منتخب کیا۔ یہ واقعہ ۱۵۹۸ء کا ہے ؎

شادی خاں جو شہنشاہ اکبر کی طرف سے قندھار کا عامل تھا سدّو خاں کا مخالف تھا اس لئے وہ شاہ عباس والیٔ ایران کا جس نے ۱۵۹۴ء میں قندھار کھو دیا تھا اور اب اُس کے پھر واپس لینے کے لئے سازشیں کر رہا تھا طرفدار ہو گیا۔ شاہ عباس نے اکبر کی وفات کے بعد ابدالیوں کی مدد سے ۱۶۲۱ء میں قندھار فتح کر لیا۔ سدّو خاں ۱۶۲۶ء میں پانچ لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا جن کی اولاد میں بہت سی مشہور اقوام افغان نکلی ہیں۔ سدّو خاں کے جانشین سدّوزئی* مشہور ہیں اور اس خاندان کی ایک شاخ جس میں احمد شاہ✝ ۔ تیمور شاہ ۔ زماں شاہ اور شاہ شجاع تھے سالہا سال تک کابل میں بھی حکمران رہی ہے ؎

* نیازی قوم کا ایک فرقہ جو سدّوزئی کہلاتا ہے اور ڈوڈا نامی ایک موضع میں جو دریائے سندھ پر ہے رہتا ہے اُس کا سدّو خاں کے کنبے سے کوئی تعلق نہیں ؎

✝ احمد شاہ نے اپنی قوم کا نام دُرّانی صرف ۱۷۴۷ء میں رکھا پہلے یہ ہمیشہ ابدالی کہلاتا تھا۔ افغانوں کے قول کے بموجب شریف الدین کے عثمان ۔ دریک ۔ تارین ۔ رداوک اور عبدل پانچ بیٹے تھے۔ آخر الذکر کا نام ایک ولی اللہ خواجہ عبدالاحمد (یہ لفظ غالباً عبدالاحد ہے ۔ مترجم) کے نام پر رکھا گیا تھا جس کا کہ شریف الدین کچھ عرصے تک مرید بھی رہا تھا ؎

سدّو خاں کا سب سے بڑا بیٹا خضر خاں جو اپنے باپ کی جگہ قوم کا رئیس ہوا ایک حلیم الطبع آدمی تھا اور افغانوں کی وحشی قوم پر حکومت کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس کی حکومت کوئی نہ مانتا تھا۔ اور آخر کار جب اس نے دیکھا کہ میں لوگوں کو مجبور کر کے اپنے حکم کی تعمیل نہیں کرا سکتا تو حکومت کی متزلزل عزت اپنے بھائی محدود خاں کے حوالے کر دی جو مستقل مزاج آدمی تھا اور جس سے ابدالی بہت ڈرتے تھے۔ خضر خاں ۱۶۲۶ء میں فوت ہوا اور محدود خاں اس کی وفات کے بعد ۱۰ سال تک حکمران رہا۔ یہ صافا میں جو قندھار کے شمال مشرق میں تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جہاں علی مردان خاں ناظم قندھار ہا کرتا تھا۔ محدود خاں نے علی مردان خاں سے جو بڑا قابل اور مہذب آدمی تھا ہمیشہ دوستی رکھی۔ ۱۶۳۷ء میں علی مردان خاں نے جو اپنے آقا شاہ ایران کا منظور نظر نہ تھا قندھار کا علاقہ شہنشاہ شاہجہاں کے عامل متعینۂ کابل کے حوالے کر دیا۔ اور آپ دہلی آ گیا جہاں اس کا بڑی عزت سے استقبال کیا گیا۔ اس سے چھ سال بعد محدود خاں ایک خانگی فساد میں مقتول ہو گیا۔ اس کا بیٹا شاہ حسین خاں اس کا جانشین ہوا مگر خداداد خاں نے جو اس حکومت کا دعوے اپنے باپ خضر خاں کے حقوق کی وجہ سے کرتا تھا اسکی مخالفت کی۔ چنانچہ ان دونوں چچیرے بھائیوں میں صافا کے قریب لڑائی ہوئی جس میں حسین خاں کو شکست ہو گئی مگر یہ قندھار کی طرف بھاگ آیا اور یہاں کے ناظم خاص خاں کی امداد سے ایک بڑی فوج کے ساتھ پھر میدان جنگ میں نکلا۔ خداداد خاں اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر اصفہان کی طرف بھاگ گیا جہاں شاہ عباس ثانی نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور

یہ شاہ مذکور کے ہمراہ ۱۶۴۸ء میں قندھار پر چڑھ آیا اور پیشتر اسکے کہ اسکے بچانے کے لئے شاہجہاں کی فوج پہنچے شہر کو فتح کر لیا۔ تب شاہ موصوف سہراب خاں قزلباش ناظم قندھار خداداد خاں کو شہر کی دیواروں کے باہر باہر کے ملک پر حکمران کر کے ہرات کی طرف ہٹ گیا +

حسین خاں کا دشمن اب بڑے زوروں پر تھا اور حسین خاں شہر کے فتح ہونے کے چند مہینے بعد اورنگ زیب اور سعد اللہ کے ماتحت ہندوستانی فوج کا پہنچنا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ حتّٰی کہ حملہ آوروں کے ساتھ مل گیا مگر ایرانی فوج نے ایسی اچھی طرح اور بہادری سے قندھار کو بچایا کہ ۱۶۴۹ء کے شروع موسم سرما میں اورنگ زیب کو مجبوراً محاصرے سے ہاتھ اٹھا کر ہندوستان کی طرف واپس ہونا پڑا۔ شاہ حسین خاں اور اُس کا تمام کنبہ اس کے ہمراہ آ گیا کیونکہ وہ افغانستان میں اس کے بعد امن عافیت سے نہ رہ سکتے تھے +

شاہ حسین نے پہلے پہل پرگنہ سیالکوٹ جاگیر میں حاصل کیا اور تھوڑی مدت بعد اس کے تبادلے میں اسے رنگپور کا علاقہ دیا گیا جو دریائے چناب کے داہنے کنارے پر راوی اور چناب کے مقام اتصال سے دس میل نیچے کی طرف واقع ہے ۱۶۵۳ء میں وہ شاہجہاں کے سب سے بڑے بیٹے شہزادہ داراشکوہ کے ہمراہ لڑنے کے لئے قندھار گیا۔ مغلوں کی شہر مذکور فتح کرنے کی یہ آخری کوشش تھی جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے سال شاہ حسین شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ دکھن کی طرف جہاں کا شہزادہ مذکور نائب السلطنت تھا گیا مگر ۱۶۵۵ء میں دہلی واپس آ گیا اور علی مردان خاں کے رسوخ کے ذریعے اسے سات سو سوار

اور اُس کے بھائی کو دوسو سوار بھرتی کرنے کی اجازت ملی ؎
۱۶۵۸ء میں جب اورنگ زیب تخت پر بیٹھا تو حسین خاں بھی اپنی جاگیر پر قابض ہوا مگر اس کی تیز مزاجی نے اسے جلدی بے عزت کرا دیا۔ ایک نحس دن شہنشاہ کچھ گھوڑوں کا جو کسی نے اُسے بطور نذر دئے تھے ملاحظہ کر رہا تھا ایک گھوڑے کی طرف اشارہ کرکے اُس نے حسین خاں سے پوچھا کہ یہ کس نسل کا ہے۔ حسین خاں ذرا سوچنے لگا۔ مگر ایک خوبصورت پٹھان نے جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا سوال کا جواب دیدیا۔ حسین خاں نے آگ بگولا ہو کر کہا "غلام۔ جب شہنشاہ مجھ سے مخاطب تھے تو تو کیوں بولا"؟ پٹھان نے جواب دیا "غلام اپنی ذلیل شکل سے پہچانے جاتے ہیں" حسین خاں کو جو پست قد اور بڑا بدشکل تھا اس پر ایسا غصہ آیا کہ اُس نے اپنا چھُرا نکال کر دلیر مقرر کے دل پر مار دیا۔ اس جُرم کی پاداش میں جو شہنشاہ کی عین موجودگی میں سرزد ہوا تھا حسین خاں کو قید کر دیا گیا اور گو کچھ عرصے کے بعد اسے رہائی مل گئی مگر ہمیشہ کے لئے دربار سے خارج کر دیا گیا۔ اس کی اُن خدمات نے جو اس نے شہنشاہ کے ماتحت کی تھیں اس کو قتل ہونے سے بچایا اور رنگ پور میں واپس آنے کے تھوڑی مدت بعد یہ لاولد فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی الہ داد خاں اس سے کچھ عرصہ پہلے چھ لڑکے چھوڑ کر فوت ہو چکا تھا جن میں سب سے بڑے عنایت خاں نامی نے اپنے چچا کی جاگیر حاصل کی۔ جب شہزادہ محمد معظم کا بیٹا اور اورنگ زیب کا پوتا محمد معز الدین بہادر شکارپور اور سندھ کی طرف جاتا ہوا ملتان ٹھیرا تو عنایت خاں اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور دوران جنگ میں لڑتا رہا۔ افغان باغی بختیار خاں مطیع ہو گیا اور

عنایت خاں کی سفارش پر اس کو معاف کر دیا گیا ٭

عنایت خاں کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا شیر محمد خاں جانشین ہوا جو بالکل احمق سا تھا۔ اس کا چچا عابد خاں تمام کاروبار کرتا تھا اور وہ ہی اصلی حاکم تھا۔ عابد خاں کے بھائی لشکر خاں نے تو اس بنا پر رئیس بننے کا دعوے کیا کہ میں بڑا ہوں اور شیر محمد خاں کے بھائی صغر خاں نے اس بنا کہ اس کا باپ اور بھائی رئیس تھے۔ افغانوں میں تفریق ہوگئی ان میں سے کچھ ایک کی طرف ہوگئے اور کچھ دوسرے کی طرف اور صرف علاقہ کے ناظم حیات خاں کے رعب کی وجہ سے ان کے آپس میں خون نہیں بہے۔ ناظم مذکور نے یہ عہد لیکر کہ اس کا فیصلہ سب تسلیم کرینگے زاہد خاں کو رئیس بنا دیا۔ اس کا انتخاب بہت اچھا رہا اور سب نے یک زبان ہو کر منظور کر لیا ٭

زاہد خاں نہایت قابل حلیم الطبع اور فاضل شخص تھا۔ وہ قمرالدین وزیر دہلی کا بڑا دوست تھا اور جب نادر شاہ نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور مغلوں کی طاقت دُور دُور کے صوبہ جات میں کمزور ہوگئی تو اسے دہلی بلایا گیا اور قمرالدین کے رسوخ کے ذریعے سے ملتان کا نواب مقرر کیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۳۸ء کا ہے۔ زاہد خاں نے اپنے نامزد ہوتے ہی اپنے لڑکے شاکر خاں کو لکھا کہ وہ نواب بن جائے مگر ناظم وقت اسحٰق خاں آسانی سے نہ مانا اور سخت لڑائی کے بعد ہی دخل اندازی سے باز رکھا گیا ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ درانی نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور شاہ نواز خاں ناظم لاہور کو بھگا کر ملتان کی طرف بڑھا جہاں اس نے زاہد خاں کو اس کے عہدے پر مستقل کر دیا۔ دربار دہلی نے اس سے

یہ سمجھا کہ زاہد خاں ان سے دغابازی کرکے دشمن سے مل گیا ہے اور شاہ نواز خاں کو اس کی جگہ ملتان کا حاکم مقرر کرکے بھیج دیا اور وزیر قمرالدین کے بیٹے میر منّو کو لاہور میں وائسرائے مقرر کردیا۔ زاہد خاں نے پہلے پہل اس نئے ناظم کے آنے پر کچھ مزاحمت نہیں کی مگر بساکھی کے میلے میں شاہ نواز خاں کے ایک سپاہی نے شہر کے متّصل کسی گاؤں میں ایک افغان عورت کی بے عزّتی کی۔ اس سے عام بلوہ ہوگیا جس میں دیوان لکھپت رائے کے ایک رشتہ دار کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر زاہد خاں نے اپنے افغانوں کو جمع کرکے شاہ نواز خاں کی افواج پر حملہ کیا جو پسپا ہوگئیں اور شاہ نواز خاں کو مجبور ہوکر میر منّو سے مدد مانگنے کے لئے لاہور آدمی بھیجنے پڑے۔ مگر میر منّو شاہ نواز خاں کو اپنا حریف سمجھتا تھا مدد دینی تو درکنار اُس نے اُلٹا ایک اَور شخص کوڑامل کو ملتان میں اپنا نائب مقرر کرکے مع فوج بھیج دیا۔ اس شخص کو میر منّو نے خطاب راجہ سے بھی سرفراز کر رکھا تھا۔ راجائے مذکور کی فوج کی ملتان سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر شاہ نواز خاں سے مڈبھیڑ ہوئی اور لڑائی میں جسکی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ کئی دن رہی شاہ نواز خاں شکست کھاکر مارا گیا *

اس کے بعد راجہ کوڑامل بہ حیثیت ناظم ملتان میں داخل ہوا۔ یہ اس صوبے میں پہلے دیوان رہ چکا تھا اس لئے زاہد خاں اس نئے ناظم کی فرمانبرداری اپنی ہتک عزّت سمجھکر سدپور کی طرف ہٹ گیا۔ کوڑامل اسے بزور مطیع ہونے پر مجبور کیا چاہتا تھا کہ احمد شاہ نے ایک نیا حملہ کیا جس میں اسے مجبور ہوکر ملتان کو زاہد خاں کے بیٹے شاکر خاں کے ہاتھ دیکر لاہور ہٹنا پڑا۔ میر منّو اور کوڑامل ۱۲ اپریل ۱۷۵۲ء کو احمد شاہ

ابدالی سے لاہور کے قریب ملے اور اس سے لڑائی کی مگر ان کو شکست ہوگئی۔ کوڑا مل مارا گیا۔ میر منو نے صلح کرلی اور لاہور کا مستقل وائسرائے مقرر کیا گیا اور علی محمد خاں ایک افغان افسر اس کی ماتحتی میں ملتان کا ناظم بنا دیا گیا۔ زاہد خاں ۱۷۴۹ء میں فوت ہوا۔ اس کے بیٹے شاکر خاں نے ملتان کی حکومت نئے ناظم کے سپرد کردی اور اُس کے ساتھ دوستانہ طریق پر رہا۔

۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے پنجاب کو تہ و بالا کیا۔ پیشوا کے بھائی راگھوبا نے لاہور پر قبضہ کیا اور صالح بیگ اور سنجلی بیگ مرہٹہ سرداروں کو ملتان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جس پر انہوں نے علی محمد خاں کے بھاگ جانے کی وجہ سے بغیر کسی قسم کی مزاحمت کے قبضہ کرلیا۔ مرہٹے جن کی حکومت نہایت تکلیف رساں اور سخت جابرانہ تھی زیادہ عرصے تک ملتان پر قابض نہ رہے اور خواجہ یعقوب کو احمد شاہ ابدالی نے اس جگہ کا دوسرا ناظم مقرر کردیا۔ علی محمد خاں نے پہلے تو شاہی حکم کی تعمیل کی تھی لیکن تھوڑی مدت کے بعد خواجہ یعقوب کو کمزور پاکر نکال دیا اور آپ نواب بن گیا۔

شاکر خاں مرگیا تھا اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا کسی قابلیت کا آدمی نہیں تھا اس لئے احمد شاہ نے زاہد خاں کے دوسرے بیٹے شجاع خاں کو ملتان کی نوابی لے لینے کے لئے لکھا۔ شجاع خاں نے اپنے افغانوں کو جمع کیا مگر علی محمد خاں نے جس کے پاس کوئی فوج اس قابل نہ تھی کہ یہ اُس کا مقابلہ کرتا اطاعت قبول کرلی۔ چنانچہ شجاع خاں نواب بن گیا اور اس نے ملتان سے تیئیس ۲۳ میل جنوب کی طرف شجاع آباد کا قلعہ بنایا۔ فسادی علی محمد خاں نے اس کے خلاف ہتھیار اُٹھائے اور شجاع خاں

جوہر دلعزیز نہ رہا تھا شکست کھا کر قید ہو گیا اور علی محمد خاں پھر نواب بن گیا۔ اس کارروائی سے احمد شاہ کو حد درجے کا غصہ آیا اور اس نے ۱۷۶۷ء میں ملتان پہنچ کر علی محمد خاں کو قید کر لینے کا حکم دیا جو اس بلا کا دیدہ دلیر نکلا کہ خود دربار میں حاضر ہو گیا جہاں احمد شاہ کے حکم سے اسکے اور اسکے بیٹے کے تکے اُڑا دیئے گئے اور ان کی لاشوں کو اونٹوں پر لاد کر شہر میں پھرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص کسی سدوزئی کی بے عزتی کریگا اُس کا بھی حال کیا جائیگا۔ اس کے بعد شجاع خاں پھر ملتان کا نواب مقرر کیا گیا اور احمد شاہ کابل کی طرف روانہ ہو گیا +

۱۷۸۰ء میں سکھ لوگ جو روز بروز طاقتور ہوتے جاتے تھے اور جنہوں نے ۱۷۶۶ء میں جھنڈا سنگھ کے ماتحت ملتان کے علاقے پر دست تصرّف دراز کر رکھا تھا ملتان پر حملہ آور ہوئے اور ڈیڑھ مہینے تک قلعے کا محاصرہ رکھا مگر جہان خاں اہل قلعہ کی امداد کے لئے پہنچا اور سکھوں کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد حاجی شریف خاں سدوزئی کو تیمور شاہ نے ملتان کا ناظم نامزد کیا اور شجاع خاں پھر اپنے شجاع آباد کے قلعے کی طرف ہٹ گیا مگر جب اس سے زمینداری جاگیروں کی تمام آمدنی مانگی گئی تو اس نے انکار کر دیا اور ناظم سے کھُلم کھلا لڑ پڑا۔ اس پر ایک اور حاجی شریف خاں تکی نامی جو مرزا شریف بیگ کے نام سے بھی مشہور تھا مع دھرم داس نامی سوداگر کے مقرر کیا گیا اور اُس نے کوشش یہ کی کہ شجاع خاں سے آشتی رکھی جائے مگر عبدالکریم خاں بامازئی نے ملتان پر فوج کشی کی اور مرزا نے اپنی امداد کے لئے سکھوں کو بُلایا۔ تیمور شاہ نے یہ سُن کر کہ مرزا نے اس کے سخت دشمنوں میں سے ایک کو

اپنا طرفدار بنا لیا ہے اس کو ہٹا دیا اور اس کی جگہ پُر کرنے کے لئے مدت خاں کو بھیجا۔ شریف بیگ نے نئے ناظم سے مقابلہ کیا مگر شجاع خاں نے اُس کی طرفداری کی اور ان دونوں نے مل کر شریف بیگ کو شہر پناہ میں گھیر لیا مگر یہ شہر کو فتح نہ کر سکے اور مدت خاں کو قندھار واپس بُلا لیا گیا۔ تیمور شاہ نے اب نواب بہاولپور کو باغی ناظم کے مطیع کرنے کا حُکم دیا چنانچہ اُس نے اپنے داد پوتروں کے ساتھ مع شجاع خاں کے بیٹے مظفر خاں کے ملتان کی طرف کوچ کیا اور قلعے کا محاصرہ کر کے اٹھارہ دن میں فتح کر لیا۔ مگر یہ فتح تھوڑے ہی دن رہی۔ شریف بیگ نے اپنی امداد کے لئے سردار جھنڈا سنگھ اور سردار گنڈا سنگھ بھنگی رئیسوں کو بُلایا اور وہ ایک بڑی فوج لے کر پہنچ گئے۔ انہوں نے بہاولپور کی افواج کو شکست دی اور قلعہ فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس پر مرزا تلمبے کی طرف اور وہاں سے خیر پور تنوین کی طرف بھاگ گیا اور وہاں تھوڑی مدت کے بعد فوت ہو گیا۔

پھر سکھوں نے شجاع آباد پر جہاں شجاع خاں بھاگ کر گیا تھا حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور شجاع خاں بڑی مشکل سے بھاگ سکا اور بہاولپور میں پناہ گزین ہو گیا۔ اس کے بعد سردار جھنڈا سنگھ ملتان کو دیوان سنگھ چاچووالیہ کے جو اس کے مسلداروں میں سے ایک تھا حوالے کر کے امرتسر واپس آ گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۷۲ء کا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شجاع خاں فوت ہو گیا اور ۱۷۷۷ء میں اس کے بیٹے مظفر خاں نے بہاول خاں نواب بہاولپور کو اُکسایا کہ شہر ملتان کی بازیافت کے لئے پھر ایک کوشش کرو۔ چنانچہ اس نے قلعے پر حملہ کیا اور پہلے پہل کامیاب رہا مگر تیئیس دن کے

محاصرے کے بعد نقصان اُٹھا کر پسپا ہو گیا اس پر مظفر خاں نے امداد کے لئے کابل درخواست کی چنانچہ سردار مدت خاں بہت سی فوج کے ساتھ پھر روانہ کیا گیا مگر وہ دوسرے سال کے شروع تک ملتان میں نہ پہنچ سکا۔ اس وقت کابل کے پالیٹکس تبدیل ہو گئے تھے اور اسکی خدمات کی وہاں ضرورت تھی۔ چنانچہ اسے بغیر کوئی کارروائی کئے واپس بُلا لیا گیا۔ اس پر مظفر خاں اُچ کی طرف ہٹ گیا جہاں یہ ۱۷۷۹ء تک جب کہ تیمور شاہ والئ کابل ایک بڑی فوج کے ساتھ ملتان پر چڑھ آیا اور چالیس دن کے محاصرے کے بعد اسے سکھوں سے لے لیا مخدوم صاحب شیخ حامد کی حفاظت میں رہا۔ سکھوں کو تکلیف دئے بغیر اجازت دے دی گئی کہ واپس ہو جائیں اور مظفر خاں کو نواب رکن الدولہ کا خطاب دیکر ملتان کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ نیا ناظم مستعد اور قابل آدمی تھا اور اس نے اپنے طویل عہد حکومت میں صوبہ ملتان کی بہت سی اصلاحیں کیں مگر اسے ایسے کاموں کے کرنے کا جس سے کہ ہمیشہ امن و امان قائم رہے وقت کم ملا کیونکہ ۱۷۷۹ء سے اس کی وفات یعنی ۱۸۱۸ء تک وہ متواتر لڑائیوں میں مشغول رہا۔ پہلے پہل بھنگی مسل کے فرقوں نے اس پر حملہ کیا اور بعد ازاں صاحب خاں سیال اور سردار کرم سنگھ بھنگی نے متفق ہو کر حملہ کیا جن کو اس نے بڑی مشکل سے پسپا کیا +

۱۷۹۰ء میں محمد خاں بہادر خیل کو ملتان کا افسر بنا کر مظفر خاں نے کابل کی طرف سفر کیا اور دو سال تک غیر حاضر رہا۔ جب زماں شاہ تخت نشین ہوا تو مظفر خاں کو مستقل طور پر ملتان کا ناظم بنایا گیا اور ۱۷۹۷ء میں جب شاہ مذکور نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور کچھ عرصے کے لئے

سکھوں کی حکومت جاتی رہی تو اس نے ان کو کوٹ کمالیہ سے بھی نکال دیا اور یہ علاقہ یہاں کے موروثی رئیس سعادت یار خاں کھرل کے حوالے کر دیا ؂

ملتان میں مظفر خاں کا بڑا دشمن سدوزئی رئیسوں میں سے ایک شخص عبدالصمد خاں نامی تھا جس نے حتےّ المقدور نوّاب کے نقصان پہنچانے کے لئے لاہور اور کابل کے درباروں میں کوشش کی اور جس کو ایک زمانے میں شاہ زماں نے ناظم بھی مقرر کر دیا مگر آخرکار اس کو شکست ہوگئی - اس کا قلعہ لے لیا گیا اور اسکی جاگیرات ضبط کر لی گئیں ؂

سنہ ۱۸۰۲ء میں مظفر خاں نے پہلے پہل نوجوان رئیس رنجیت سنگھ کو دیکھا جو ملتان کی طرف وہاں کی اراضیات کا حال دریافت کرنے گیا تھا - نواب اس سے ملنے کے لئے شہر سے تیس میل کے فاصلے پر آیا اور دونوں رؤسا ایک دوسرے کو بیش بہا تحائف دیکر بہت اچھی دوستی کی حالت میں جدا ہوئے - اس کے بعد سنہ ۱۸۰۶ء میں جھنگ فتح کر کے رنجیت سنگھ نے ملتان کی طرف کوچ کیا اور مہتم کے مقام پر پہنچا جو شہر سے بیس میل شمال کی طرف واقع ہے - یہاں نواب نے جس کی اس کے ساتھ لڑنے کی کوئی خواہش نہ تھی اس کو ستر ہزار روپیہ دیا کہ یہ پیچھے ہٹ جائے - چنانچہ رنجیت سنگھ نواب کو بیش بہا خلعتیں دیکر روانہ ہوگیا - احمد خاں سیال رئیس جھنگ جس کو ابھی ابھی رنجیت سنگھ نے شکست دی تھی ملتان میں پناہ گزین ہوا اور مظفر خاں نے اسے آدمی اور روپیہ دیا جس سے گو یہ فتح سنگھ کالیاں والے کو جس کے قبضے میں اس کا علاقہ تھا بالکل پسپا نہ کر سکا مگر اس نے اپنے ملک کا بہت سا حصہ

واپس لے لیا۔ عبدالصمد خاں رئیس سدوزئی نے جو شکست کھا کر لاہور میں پناہ گزین ہوا تھا ۱۸۰۸ء میں ملتان پر یورش کرنے کی ترغیب دی چنانچہ قصبے کا کچھ حصہ فتح ہو گیا مگر سکھوں کی تمام کوششوں پر بھی قلعہ فتح نہ ہو سکا اور فتح سنگھ کالیاں والے کی معرفت ایک عہد نامہ ہو گیا جس کے رو سے مہاراجہ بہت سا روپیہ لیکر واپس ہٹ آیا +

اسی سال مظفر خاں نے متواتر لڑائیوں سے تھک کر اپنی جگہ اپنے بیٹے سرفراز خاں کو نواب بنا دیا اور آپ حج کے لئے مکہ روانہ ہو گیا۔ ایام سفر میں اس کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ اس کے جلوس کی شان و شوکت دیکھکر عرب لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور انہوں نے بڑی تعداد میں جمع ہو کر اس پر حملہ کیا جس پر بڑی مشکل سے ان کو روپیہ دیکر ٹالا گیا مظفر خاں چودہ مہینے تک غیر حاضر رہا اور ۱۸۰۸ء کے اخیر میں اس کے حاجی بن کر واپس آنے کے تھوڑی دیر بعد مسٹر الفنسٹن شاہ شجاع الملک کے دربار پشاور کی طرف جاتا ہوا ملتان ٹھیرا۔ اس کی بڑی مہمان نوازی کی گئی اور نواب نے اپنے آپ کو سرکار کی حفاظت میں رکھنے کی خواہش ظاہر کی مگر سرکاری ایلچی (مسٹر الفنسٹن) کو اس درخواست کے منظور کرنے کے اختیارات نہ تھے اس لئے مظفر خاں نے کلکتہ میں گورنر جنرل سے خط و کتابت شروع کی جس میں سرکار انگریزی کا دوست بننے کی خواہش ظاہر کی تھی +

۱۸۱۰ء کے شروع میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پھر ملتان پر فوج کشی کی اور اس سے تھوڑی مدت پہلے شاہ شجاع کو خوشاب کے مقام پر ملا جہاں اس جلاوطن بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ سکھ ملتان لیکر اسے دے دیں۔ مظفر خاں ۱۸۰۳ء میں شاہ شجاع کی فوج کو ایک حملے میں پسپا کر چکا تھا۔

اور اُس کے بعد شاہ سے صلح کر لینے کی اُمید پر ایک سے زیادہ دفعہ اُسکو ملتان میں پناہ لینے کی بابت کہہ چکا تھا مگر شاہ شجاع شہر اور صوبہ ملتان فتح کر کے اپنا بنانا چاہتا تھا۔ مہاراجہ نے اس کمزور دل شاہ کی بڑی عزت کی مگر اُس سے روپیہ حاصل کرنے میں ناکامیاب رہ کر اُس نے ملتان کو اپنے لئے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ۲۴ فروری ۱۸۱۰ء کو وہ شہر کی دیواروں کے پاس پہنچ گیا اور دوسرے دن شہر پر قبضہ کر لیا ؎

مہاراجہ کی اس کارروائی سے آس پاس کے رئیس بہت ڈر گئے۔ محمد خاں رئیس لیہ اور بھکر نے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بطور فدیہ ملک ادا کر دیا۔ اور صادق محمد خاں والئ بہاولپور نے بھی ایک لاکھ روپیہ اسی غرض سے پیش کیا مگر یہ نامنظور کیا گیا گو صادق محمد خاں مظفر خاں کا دوست تھا اس پر بھی اس نے پانچسو سوار سکھوں کی کمک کے لئے مجبوراً بھیج دئے۔ کچھ عرصے تک قلعے پر بے فائدہ گولہ باری کی گئی اور اس کے بعد اسے بارود سے اُڑانے کی تجویز ہوئی۔ مگر قلعے کے اندر گھرے ہوئے آدمیوں نے دھوکا دیکر کامیابی حاصل کی اور عطر سنگھ دھاری کے توپ خانے میں آگ لگا کر اُڑا دیا۔ اس کو مع بارہ آدمیوں کے ہلاک کر ڈالا اور دوسروں کو جن میں سردار نہال سنگھ اٹاری والا اور نوجوان ہری سنگھ نلوہ بھی شامل تھے سخت زخمی کر دیا۔ توپخانہ مذکور قلعہ کے اس قدر نزدیک تھا کہ سکھ لوگ اپنے مرے ہوئے آدمیوں کی لاشوں کو نہ لے جا سکے اور اہل قلعہ نے عطر سنگھ کی لاش دوشالے سے ڈھانک کر مع دوسری لاشوں کے بھیج دی ؎

دیوان محکم چند قلعہ شجاع آباد کو فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا مگر یہ

قلعہ بڑا مضبوط تھا اور فتح نہ ہو سکتا تھا۔ ۲۱ مارچ کو ایک عام ہلّہ کرنے کا حکم دیا گیا لیکن سکھ بڑا نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے اور کیمپ میں سامانِ خورد و نوش بہت مہنگا ہو جانے کی وجہ سے ان کے دل ٹوٹ گئے دیوان محکم چند سخت بیمار تھا کئی اعلیٰ افسر بھی مارے جا چکے تھے اور اس پر بھی شہر پناہ پر کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ ۲۵ تاریخ کو ایک اور حملہ کیا گیا مگر نتیجہ وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ اب محاصرہ ہٹا لینا ضروری تھا اور رنجیت سنگھ کو سخت رنج دلی کے ساتھ مظفر خاں کی وہی شرائط ماننی پڑیں جن کو وہ بہت دفعہ نا منظور کر چکا تھا اور وہ شرائط یہ تھیں کہ وہ مظفر خاں سے ڈھائی لاکھ روپیہ۔ بیس فوجی گھوڑے اور لڑائی کے وقت فوج لیا کرے چنانچہ اس رقم کی پیشگی تیس ہزار روپیہ لیکر مہاراجہ ۱۴ اپریل کو ملتان سے ہٹ آیا۔ یہ دیکھکر کہ اس کی اپنی فوج ملتان فتح کرنے کے لئے ناکافی ہے رنجیت سنگھ نے گورنر جنرل کو لکھا کہ وہ انگریزی فوج سے اس کی امداد کرے۔ اس کی اس تجویز پر کچھ بھی غور نہ کیا گیا زیادہ تر اس لئے کہ اس کا ایما یہ تھا کہ سرکاری فوج پنجاب میں سے گزرنے کی بجائے ستلج کے جنوبی بنجر ملک میں سے گزرے۔ شاہ شجاع بھی ملتان پر خود حملہ کرنا چاہتا تھا مگر اس نے دانائی سے یہ خیال چھوڑ دیا کیونکہ اس کو کامیابی کی کوئی امید نہ تھی ؎

نواب کا اب صادق محمد خاں والی بہاولپور سے جس نے گزشتہ لڑائی میں اس کے دشمنوں کو مدد دی تھی تنازعہ ہو گیا۔ بہاولپور میں صادق خاں کے خلاف ایک زبردست جماعت تھی جس کے سرگروہ فتح محمد گوری اور احمد خاں تھے اور یہ دونوں اپنے آقا کو قتل کرنے کی ایک کوشش میں

ناکامیاب ہوکر علاقۂ ملتان میں پناہ گزین ہو گئے۔ خان موصوف نے نواب پر اعتراض کیا کہ اس نے ان کو کیوں پناہ دی ہے۔ مگر مظفر خاں جس کا غصہ ذرا بھی کم نہ ہوا تھا باغیوں کی مدد کرتا رہا اور جب اُس نے دیکھا کہ باغی لوگ مغلوب ہو چکے ہیں تو خان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ مظفر خاں بذاتِ خود شجاع آباد گیا اور اپنی فوج کو یعقوب محمد خاں جرنیل بہاولپور کے مقابلے میں آگے کیا۔ لڑائی شروع ہو گئی جس میں داؤ پوترے جو تعداد میں افغانوں کی نسبت زیادہ تھے اور ان سے بہتر توپ خانہ رکھتے تھے فتحیاب ہوئے اور فوج افغان شجاع آباد کی طرف ہٹ گئی۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں مظفر خاں کی لڑائی قوم رجبانہ کے ایک شخص مہر رجب نامی سے ہوئی جو اسی کا باجگزار تھا اور باغی ہو گیا تھا۔ اس نے مہر مذکور کو شکست دی۔ اُس کے قلعے کو برباد کر دیا اور اُسی کی جگہ اور اُسی موقع پر قلعہ فیروز گڑھ بنایا۔

فروری سنہ ۱۸۱۶ء میں سکھوں نے ملتان پر ایک بے قاعدہ سا حملہ کیا یعنی انہوں نے ایک زبردست فوج بہاولپور اور ملتان سے خراج اکٹھا کرنے کے لئے بھیجی اور چونکہ مظفر خاں نے خراج کی ادائیگی میں کچھ تاخیر کر دی تھی اس لئے پھولا سنگھ اکالی نے جو پاگل سا تھا اور اس وقت بھنگ کے نشے میں چور تھا اپنے جیسے پاگلوں کی ایک ٹڈی دل فوج سے شہر پر یورش کی اور ایسی تندی سے حملہ کیا کہ شہر پناہ کی بعض بیرونی عمارات پر قبضہ کر لیا۔ اس حملے کی تو فقیر عزیز الدین نے باقاعدہ معذرت کر لی مگر اب نواب نے خراج ادا کرنے میں اتنی دیر نہ لگائی جتنی دیر کہ وہ حملے نہ ہونے کی صورت میں لگاتا اور سکھ فوج مانکیرہ کی طرف روانہ ہو گئی

۱۸۱۷ء میں ایک سکھ فوج نے دیوان چند کے ماتحت ملتان پر چڑھائی کی اور قلعہ پر حملہ کیا مگر پسپا ہوگئی اور ۱۰۰۰۰ روپیہ لیکر واپس ہوئی۔ یہ حملے بھی درحقیقت فتح کرنے کی غرض سے نہ کئے گئے تھے۔ مہاراجہ ملتان کے فتح کرنے میں سخت کوشش کرنے کے لئے اپنی فوج جمع کر رہا تھا اور اس نے قسم کھالی تھی کہ ملتان جس نے اتنی دفعہ اُسے ہزیمت دی ہے اب بھی میرا ہو کے رہیگا۔ ۱۸۱۷ء کے موسم سرما میں وہ ہر ایک طرح سے آدمی اور سامان جمع کرتا رہا اور جنوری ۱۸۱۸ء میں ۲۵۰۰۰ آدمیوں کی ایک فوج نے جو شہزادہ کھڑک سنگھ کے برائے نام ماتحت تھی اور درحقیقت مصر دیوان چند اس کا افسر تھا لاہور سے کوچ کیا۔ ملتان جاتے ہوئے رستے میں خان گڑھ اور مظفر گڑھ کے قلعے تھے جو اس فوج نے لے لئے اور شروع فروری میں شہر ملتان کا محاصرہ کرکے اس پر بھی قبضہ کر لیا اور قلعے پر گولہ باری شروع کردی۔ نواب کے پاس قلعے میں صرف دو ہزار آدمی تھے اور شہر پناہ پر محاصرہ روکنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا مگر اس پر بھی اس نے ایسا مقابلہ کیا کہ سکھوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ دوسری جون تک گولہ باری شروع رہی جس سے دیواروں میں دو بڑے بڑے شگاف ہوگئے کیونکہ احمد شاہ درانی والی زمزمہ اور بھنگیوں والی بڑی توپ سکھ لوگ لاہور سے لے گئے تھے جسے انھوں نے چار دفعہ چلایا اور چاروں ہی نشانوں سے کچھ نہ کچھ اثر ہوا۔ سکھوں نے ایک سے زیادہ حملے کئے مگر ایک موقع پر ایک ہزار آٹھ سو آدمیوں کا نقصان اُٹھا کر پسپا ہوگئے۔ دروازے گولے مار کر توڑ دئے گئے مگر اہل قلعہ نے ان کے پیچھے مٹی کے ڈھیر لگا رکھے تھے جن پر چڑھکر وہ سکھوں سے دست بدست لڑے۔ اہل قلعہ گھٹتے گھٹتے دو یا تین سو جنگجو

آدمی رہ گئے تھے جن میں سے بہت سے خود مظفر خاں کی قوم یا کنبے کے آدمی تھے باقی ماندہ یا تو مارے گئے تھے یا دشمن سے جا ملے تھے کیونکہ اُن کو اپنے آقا کا ساتھ چھوڑ دینے کے لئے بہت سی رشوتیں دی گئی تھیں اور ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو اس اشتغالک سے بچ نہ سکتے تھے۔ آخرکار دوسری جون کو سادھو سنگھ نامی ایک اکالی یہ ارادہ کرکے کہ پھولا سنگھ نے ۱۸۱۶ء میں جو کچھ کیا تھا وہ اس سے بھی زیادہ کچھ کرکے دکھائے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کی ایک بیرونی عمارت پر جھپٹا اور افغانوں پر بے خبری سے حملہ کرکے اس جگہ پر قبضہ کر لیا۔ سکھ فوجیں یہ کامیابی دیکھ کر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور دروازہ خضری والے شگاف پر آچڑھیں یہاں بوڑھا نواب اپنے آٹھ لڑکوں اور بچے کھچے قلعہ والوں کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لئے مرتے دم تک لڑنے کے ارادے سے کھڑا ہو گیا۔ مخالفین میں سے ان کی کارآزمودہ تلواروں سے اتنے شکار ہوئے کہ سکھ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور اس چھوٹی سی جماعت پر اپنی توڑے دار بندوقوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ نواب نے چلّا کر کہا "مردوں کی طرح آگے بڑھو اور آؤ ہم تم بہادروں کی طرح لڑائی لڑیں"۔ مگر یہ ایک ایسی دعوت تھی جو سکھوں نے منظور نہ کی۔ وہیں سفید ریش مظفر خاں جو پناہ لینے سے نفرت کرتا تھا اور وہیں اُس کے پانچ بیٹے شاہ نواز خاں۔ ممتاز خاں۔ اعزاز خاں حق نواز خاں اور شاہ باز خاں نے اپنی جانیں جاں آفریں کے سپرد کیں۔ بہادر مظفر خاں کے دوسرے بیٹے ذوالفقار خاں کے چہرے پر سخت زخم آیا اور باقی دونوں سرفراز خاں اور امیر بیگ خاں نے پناہ لے لی اور بچ گئے۔ دیوان رام دیال نے سرفراز خاں کو اپنے ہاتھی پر بٹھا لیا اور بڑی عزت کے ساتھ اپنے خیمے

میں لے آیا۔ اہل قلعہ میں سے بہت کم آدمی اپنی جانیں بچا کر بھاگے* اور سکھوں نے تمام شہر کو لوٹنا شروع کر دیا۔ شجاع آباد کا قلعہ بھی فتح کر لیا گیا اور وہاں سے پانچ توپیں دستیاب ہوئیں اس کے بعد ملتان کی دیواروں کی مرمت کردی گئی اور چھ سو آدمی سردار جودھ سنگھ کنھیا اور دل سنگھ نہرنہ کے ماتحت قلعہ میں رکھکر سکھ فوج لاہور واپس ہوئی ✣

یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ملتان میں بڑی دولت ہے مگر اس موقع پر مہاراجہ کو لوٹ مار کا حصہ صرف دو لاکھ روپیہ ملا چنانچہ اُس نے حکم جاری کیا کہ تمام افسروں اور سپاہیوں نے جتنا روپیہ لوٹا ہے واپس کریں اور اگر ایک معیّنہ تاریخ کے بعد یہ ثابت ہوا کہ کسی کے پاس کچھ رہ گیا ہے تو اُس کی سزا یقینی طور پر موت ہوگی۔ اس حکم سے قریباً پانچ لاکھ روپیہ سرکاری خزانے میں اور ہو گیا مگر ملتان کی لوٹ مار کا تخمینہ بیس لاکھ پونڈ کیا جاتا تھا[+] ✣

نواب مظفر خاں اور اُس کے بیٹے شاہ نواز خاں کو سلطان بہاءالدین قدس سرہ العزیز کے مقبرے کے پاس بڑی عزت کے ساتھ دفن کیا گیا مظفر خاں کی قبر نیلے رنگ کے گلی پتروں (ٹائلوں) سے بنی ہوئی ہے۔ اور اس پر مفصلہ ذیل تاریخی قطعہ جو اب تقریباً مٹ گیا ہے نوشتہ ہے :-

---

*۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مسٹر مور کرافٹ صاحب بہادر سے ذکر کیا تھا کہ اہل قلعہ میں سے پانچ سو آدمی بچے تھے جنھوں نے پناہ لے لی تھی مگر یہ غلط تھا سکھوں کی اخیر یورش کے موقع پر قلعے میں صرف تین سو لڑنے والے آدمی تھے اور ان میں سے اکثر شگاف پر مارے گئے ✣

+ ملتان کی لوٹ مار کی بابت بہت سے قصے مشہور ہیں اور اس سے اُن لوگوں کو جنھوں نے یہ مال لیا تھا کچھ خوشی نہیں ہوئی نہ اُن کے تموّل میں اضافہ ہوا کیونکہ ان میں سے بہت سے لڑائی میں مارے گئے یا بعد ازاں لاولد مر گئے یا مفلس ہو کر مرے ✣

| | |
|---|---|
| شجاع و ابن الشجاع و حاجی | امیرِ ملتاں زہے مظفر |
| بروزِ میداں بہ تیغ و بازو | چہ حملہ آورد چوں غضنفر |
| چو سرخرو شد بسوئے جنّت | بگفت رضواں "بیا مظفر" |

(یعنی ۱۲۳۳ہجری)

اس کا سب سے بڑا بیٹا سرفراز خاں چند سالوں تک نوّاب رہا تھا اور اس کے باپ نے دربارِ کابل سے اس کی مستقل جانشینی کی سند حاصل کی تھی اب دیوان چند اُسے قیدی بنا کر لاہور لایا جس سے مہاراجہ نے اچھی طرح ملاقات کی اور اسے شرقپور اور نو لکھے میں جاگیر دی جو بعد ازاں نقد پنشن سے بدل دی گئی۔ ذوالفقار خاں نے بھی پنشن حاصل کی۔ پہلے پہل سرفراز خاں کی لاہور میں بڑی حفاظت کی جاتی تھی مگر جب مہاراجہ کو حکومتِ ملتان کا کوئی کھٹکا نہ رہا تو اسے بالکل آزادی دیدی گئی اور رنجیت سنگھ اس سے ہمیشہ عزّت اور دوستی کے ساتھ برتاؤ کرتا رہا۔ ۱۸۴۸ء میں سرفراز خاں کا رسوخ سرکار انگریزی کے مُفید مطلب ہوا کیونکہ اس نے اس کے ذریعے سے ملتانی پٹھانوں کو مولراج کی طرفداری سے باز رکھا تھا مگر ان کو اس کا ساتھ دینا کچھ ضروری بھی نہ تھا۔ الحاق کے موقع پر نواب کے پاس موضع چوموسا کی ایک ہزار ایک سو روپیہ کی جاگیر تھی اور یہ ۱۴۷۲۰ روپیہ نقد پنشن لیتا تھا۔ یہ پنشن تو اس کی حین حیات کے لئے بحال رکھی گئی اور اس کی جاگیر کی بابت یہ قرار پایا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا فیروزالدین خاں لے۔ سرفراز خاں آٹھ لڑکے اور سات لڑکیاں چھوڑ کر ۱۲ مارچ ۱۸۵۱ء میں فوت ہوا اور فیروزالدین خاں نے ۱۸۵۵ء میں انتقال کیا اور جاگیر سرکار نے ضبط کر لی۔

عبدالمجید خاں شاہ نواز خاں کا اکلوتا بیٹا تھا اسکی ماں ایک بابا زئی

میں ملازم ہیں یا وہاں سے پنشنیں پاتے ہیں +

یہاں نور محمد خاں رئیس ملتان ڈویژنل درباری اور شاخ خضر خیل کے سرکردہ کا بھی ذکر کرنا چاہیئے - اس کا باپ مبارز الدین ۱۸۵۶ء میں فوت ہوا اور اس خاندان کے قبضے میں طرف اسمعیل ضلع ملتان کی صرف تھوڑی سی علے الدوام جاگیر ہے - نور محمد خاں کے چچا بہرام خاں کو ۱۲۰۰ روپیہ کی جاگیر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملی تھی جو الحاق کے موقع پر گھٹا کر نصف کردی گئی - یہ چند سال تک تحصیلدار رہا اور ۱۸۵۸ء میں جبکہ سپاہیوں کی پلٹنیں ملتان میں باغی ہوگئی تھیں سرکار انگریزی کا وفادار رہا - بعد ازاں وہ مکہ معظمہ کو ہجرت کرکے چلا گیا اور وہیں ۱۸۷۵ء میں فوت ہوا - اسے غدر کی خدمات کے صلے میں نقد انعام ملتا تھا جو اس کے تین لڑکوں کے نام جاری رہا +

ہے اور آخر الذکر کمشنر لاہور ڈویژن کے دفتر میں ملازم ہے۔ سرفراز خاں کا بھائی امیر باز خاں نواب بہاولپور کا پنشن خوار تھا اور ۸۰۰ روپیہ سالانہ لیتا تھا۔ اس کے بیٹے محمد علی خاں کو بھی جو ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا نواب مذکور اتنی ہی پنشن دیتا تھا۔

ذوالفقار خاں کے بیٹوں میں سے ایک محمد جہانگیر خاں جو ۱۶۲۰ روپیہ پنشن پاتا تھا ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ وہ چند سال لاہور کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا۔ خان احمد یار خاں قسمت لاہور میں نائب تحصیلدار تھا اس کی دوسری بیوی امیر دوست محمد خاں مرحوم والئ کابل کی بھتیجی تھی۔ اُسے ۱۸۷۵ء تک ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ امیر کابل سے ملتا رہا جو سن مذکور میں اس واسطے بند ہو گیا کہ اس نے سرکار انگریزی کی ملازمت کر لی تھی۔ وہ ۱۴۴۰ روپیہ سالانہ خاندانی پنشن پاتا تھا اور پراونشل درباری تھا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ اس کا پوتا عنایت اللہ خاں صاحب کمشنر لاہور کا شرف ہے اور چھ سو روپیہ سالانہ پنشن پاتا ہے۔

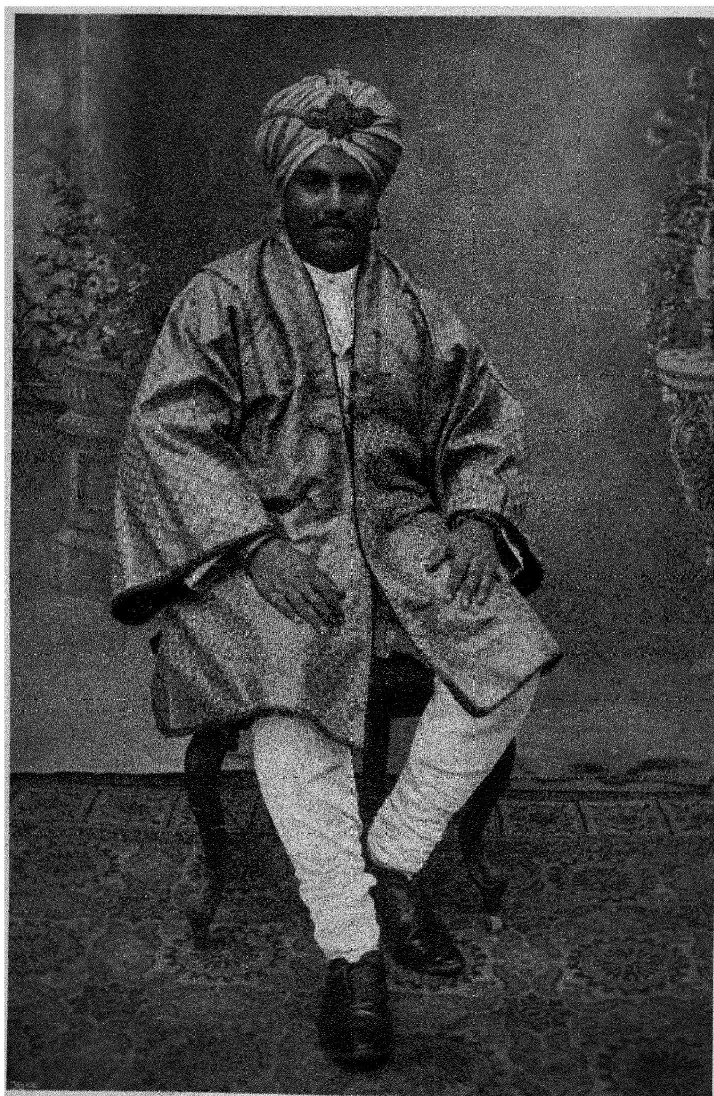
فیروز الدین خاں کے لڑکوں میں سے قاسم علی ریاست بہاولپور میں رسالدار ہوا۔ اسے سرکار انگریزی سے ۱۲۰۰ روپیہ پنشن بھی ملتی تھی وہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی ہاشم علی خاں بھی نواب بہاولپور کا ملازم اور سرکار انگریزی کا پنشنر تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۸۷ء میں ہوا۔ قاسم علی کا بیٹا محمد اعظم علی خاں خاندان کی بڑی شاخ کے افراد میں سب سے زیادہ معمر ہے اور اس لئے اسے خاندان کا بزرگ سمجھنا چاہیئے۔

اس خاندان کے نوابان بہاولپور سے ابھی تک تعلقات ہیں۔ ذوالفقار خاں اور حق نواز خاں کی اولاد میں بہت سے ابھی تک ریاست مذکور



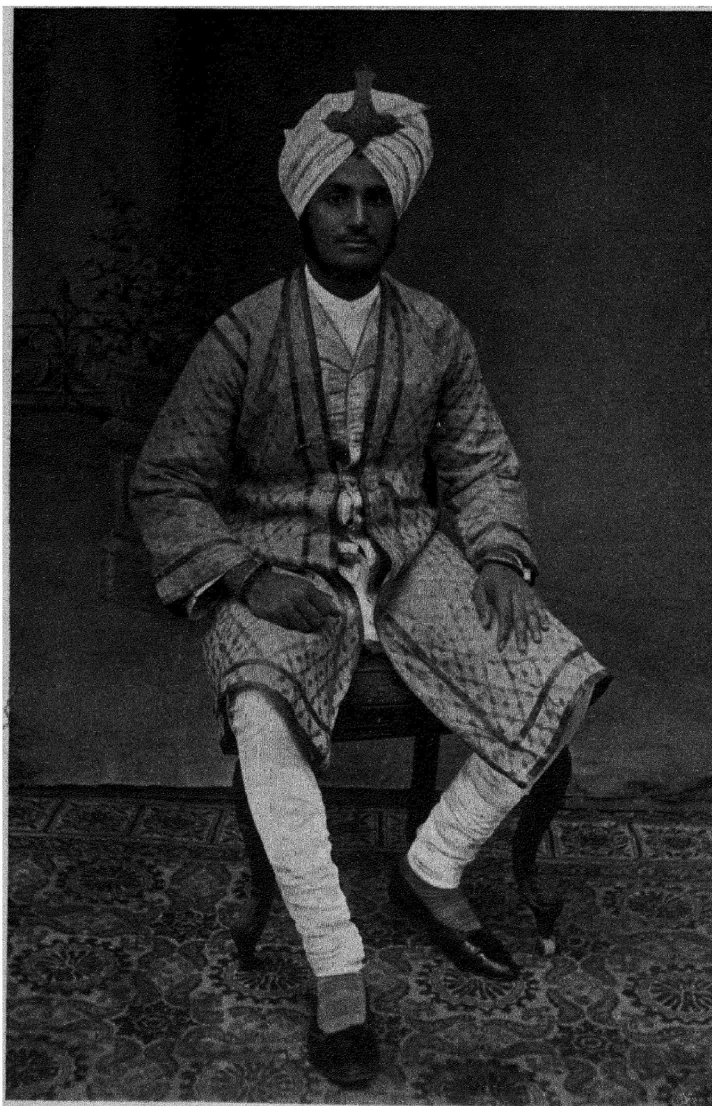
سردار سروپ سنگھ ملوئی رئیس لاہور

Sardar Sarup Singh Malwai of Lahore



سردار جھنڈا سنگھ ملوئی رئیس لاہور

Sardar Jhanda Singh Malwai of Lahore



سردار فتح سنگھ ملوئی رئیس لاہور

S. Fateh Singh Malwai of Lahore

# سردار جھنڈا سنگھ ملوئی

ل سنگھ

سردار دھنا سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۳ء)

۲ سردار حلم سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۶ء)

۱ سردار بچتر سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۴ء)

سردار کرپال سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۵۹ء)

سردار سروپ سنگھ
(وفات سنہ ۱۹۰۴ء)

۲ فتح سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)

۱ سردار جھنڈا سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۰ء)

سردار جھنڈا سنگھ مانجھے کے ایک معزز جاٹ خاندان کی اولاد سے ہے جو پہلے موراں کلاں علاقہ نابھہ میں رہا کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مل سنگھ جو اس خاندان میں پہلے پہل سکھ ہوا تھا سنہ ۱۷۶۰ء میں نابھہ کو چھوڑ کر پنجاب میں آگیا جہاں یہ سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے ہاں سوار بھرتی ہوا اور چند سال بعد دھنی کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا دھنا سنگھ قریباً سنہ ۱۸۰۰ء میں سردار فتح سنگھ کالیاں والے کی فوج میں سوار بھرتی ہوا اور جلدی میں رئیس مذکور کا موردِ عنایات ہو کر ایک فوج پر اس کو افسری کا عہدہ مل گیا۔ یہ فوج کالیاں والہ میں بھٹی اور قصور کی

لڑائیوں میں لڑا اور ۱۸۰۷ء میں سردار فتح سنگھ کی وفات پر جو نرائن گڑھ میں واقع ہوئی دھنا سنگھ مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوگیا جس نے اُسے ترنتارن کے نزدیک بلاسر میں ۲۰۰۰ روپیہ مالیت کی ایک جاگیر دی یہ اُن وکیلوں میں سے ایک تھا جن کو رنجیت سنگھ نے وزیر فتح خاں کابل والے کے پاس اُس ملاقات کا انتظام کرنے کے لئے بھیجا تھا جو وزیر اور مہاراجہ کے درمیان جہلم کے مقام پر یکم دسمبر ۱۸۱۱ء کو ہوئی۔ انہی دنوں میں دھنا سنگھ نے تلہ گنگ ضلع جہلم کی ۳۳۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر حاصل کی۔ ۱۸۱۰ء کی لڑائی میں جو فتح خاں رئیس ساہیوال کے ساتھ ہوئی اس کے چہرے پر ایک زخم آگیا۔ جولائی ۱۸۱۳ء میں وہ اٹک کی لڑائی میں لڑا جس میں دیوان محکم چند نے فتح خاں بارک زئی کو شکست دی تھی یہ رامدیال اور دل سنگھ نہرنہ کی فوج کے ہمراہ کشمیر کی پہلی لڑائی میں بھی گیا جس میں ناکامی ہوئی اور ایک چھوٹی سی لڑائی میں اس کے بازو پر تلوار کا زخم آگیا۔ ۱۸۱۸ء میں وہ ملتان کے محاصرے میں بڑی بہادری سے لڑا اور حملہ کرنے والوں کی صف اول میں تھا۔ نواب مظفر خاں کی جڑاؤ تلوار اور ڈھال اس کے ہاتھ آئی جو یہ مہاراجہ کے پاس لے آیا جس نے اسے ۵۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر دی جس کا بعد ازاں تلہ گنگ کے نزدیک ایک اور جاگیر سے تبادلہ کردیا گیا۔

۱۸۱۹ء میں اس نے کشمیر کی دوسری لڑائی میں اور ۱۸۲۱ء میں مانکیرہ کے محاصرے میں جہاں یہ پھر زخمی ہوگیا خدمات کیں۔ اس وقت دھنا سنگھ مہاراجہ کا بڑا منظور نظر تھا اور بہت کم سردار تھے جن کا رسوخ اس سے زیادہ تھا یا جن کے مشورے کی اس کے مشورے سے زیادہ قدر کی جاتی

تھی۔ ۱۸۲۳ء میں جہانگیرہ کے قبضہ کرنے کے وقت اور ہرڑی کی لڑائی میں وہ موجود تھا پھر کچھ عرصہ ضلع پشاور میں سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت رہا۔ سردار دھنا سنگھ کا بڑا لڑکا بچتر سنگھ ۱۸۲۷ء کے قریب فوج میں بھرتی ہوا اور اس نے پہلے پہل بہاولپور میں خدمات کیں جہاں اسے خراج وصول کرنے بھیجا گیا تھا۔ ۱۸۲۳ء میں دھنا سنگھ اس فوج کے ہمراہ گیا جو کانگڑے پر اس وقت قبضہ کرنے کے لئے بھیجی گئی جبکہ راجہ انرودھ چند والئی کانگڑہ راجہ دھیان سنگھ وزیر لاہور کے ساتھ رشتہ داری سے بچنے کے لئے ستلج پار بھاگ گیا تھا سکھوں کی فوج نے ہلہ کرکے جب پشاور پر قبضہ کر لیا تو بچتر سنگھ کو شبقدر کی طرف بھیجا گیا جہاں سردار چتر سنگھ اٹاری والے کے زیر اہتمام ایک نئی چھاؤنی ڈالی گئی تھی اور ایک قلعہ بنوایا گیا تھا۔ جب افغان فوج نے اس چھاؤنی اور قلعے اور جمرود کے قلعے پر اپریل ۱۸۳۷ء میں حملہ کیا تو یہ وہیں مقیم تھا۔ اس سکھ فوج کی شکست اور ہری سنگھ نلوہ کی وفات کی خبر دھنا سنگھ کو اس وقت ملی جبکہ وہ پشاور کی طرف جا رہا تھا اس کو حکم ملا کہ راجہ دھیان سنگھ اس امدادی فوج کے ساتھ شامل ہو جائے جو بڑی عجلت کے ساتھ فوج مذکور کی مدد کے لئے جسے افغانوں نے گھیر لیا تھا اور جو بالکل مغلوب ہو جانے کے قریب تھی بڑھ رہی تھی ٭

جنوری ۱۸۳۹ء میں سرداران بچتر سنگھ اور حکم سنگھ کو شاہ شجاع کے بیٹے شہزادہ تیمور کو پشاور پہنچانے کے لئے بھیجا گیا اور چند مہینے بعد حکم سنگھ شہزادہ نونہال سنگھ کے ہمراہ لاہور آگیا جو اپنے دادا رنجیت سنگھ کی موت کی خبر پاکر جلدی سے لاہور پہنچنے کے لئے روانہ ہوا تھا ٭

سنہ ۱۸۴۱ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کے تخت نشین ہونے کے بعد حکم سنگھ بہمراہی بدھ سنگھ ملال کلو میں سرداران لہنا سنگھ اور کہار سنگھ سندھانوالیہ کو قیدی بنا کر لاہور لانے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ خدمت اس نے ادا کی جسکے صلے میں اس کی جاگیر میں ۸۰۰۰ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ اور ۲۰۰۰ روپیہ اسے کشمیر کے محاصل سے ملنا قرار پایا۔ بچتر سنگھ سنہ ۱۸۴۰ء میں اور اس کا باپ دھنا سنگھ سنہ ۱۸۴۳ء میں فوت ہوئے۔ آخرالذکر کی وفات سرکار خالصہ کی سرکار انگریزی سے کسی قدر شکر رنجی کا باعث ہوئی جس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ:۔ دھنا سنگھ کا وطن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے موضع موراں واقع علاقہ نابھہ تھا۔ ملتان کی لڑائی کے بعد جب دھنا سنگھ کی مہاراجہ کے آگے خوب چلتی تھی تو اس نے التجا کی کہ موضع موراں اسے جاگیر میں لے دیا جاوے چنانچہ مہاراجہ نے راجہ نابھہ سے اس کی بابت کہا جس نے مئی سنہ ۱۸۱۹ء میں موضع مذکور مہاراجہ کو چند مواضعات کے تبادلے میں جو آخرالذکر نے والیٔ نابھہ کی ہمشیرہ کو حین حیات کے لئے دئے عطا کر دیا۔ رنجیت سنگھ نے موراں حاصل کر کے سردار دھنا سنگھ کو جاگیر میں دے دیا جو اپنی وفات تک اس پر قابض رہا اور گو خود دربار میں رہا کرتا مگر اس نے اپنا کنبہ اور بہت سا مال و اسباب وہیں رکھ چھوڑا تھا۔ راجہ نابھہ دھنا سنگھ کے مرنے سے بھی قبل ہی اس فکر میں تھا کہ موضع موراں ضبط کر لے کیونکہ سردار نہ تو اس کا کوئی حکم مانتا تھا اور نہ ہی اس کی متابعت کرتا تھا مگر حکام انگریزی جو اس معمر اور عمدہ سردار کا لحاظ کرتے تھے درمیان میں پڑ کر راجہ کی خواہش کو پورا نہ ہونے دیتے تھے۔ لیکن جب دھنا سنگھ فوت ہوگیا تو راجہ دوندر سنگھ والیٔ نابھہ دو چٹھیوں کے زور پر جن میں سے ایک سر جارج کلارک کی تھی جس میں صاحب موصوف نے

راجہ کا حق موضع موراں پر تسلیم کیا تھا اور دوسری مہاراجہ کھڑک سنگھ کی جس میں راجہ کو موضع مذکور کے ضبط کر لینے کی اجازت دی گئی تھی اس پر فوج کشی کی اور حملہ کر کے ملوئی فوج کے بعض آدمیوں کو جو وہاں موجود تھے مار دیا متوفی سردار کے بیٹے حکم سنگھ کا مال و اسباب چھین لیا اور موضع پر قبضہ کر لیا۔ حکم سنگھ نے اس سلوک کی بڑے زور سے عذرداری کی مگر بیشتر اس کے کہ گورنمنٹ انگریزی یا خالصہ اس معاملہ میں کوئی کارروائی کرتیں مہاراجہ شیر سنگھ قتل کر دیا گیا تھا اور لاہور کا ہر ایک درباری خود اپنے بچاؤ کی فکروں میں منہمک تھا اس لیئے موضع موراں کا معاملہ کسی کو یاد بھی نہ آیا +

مگر جب امن و امان قائم ہو گیا تو سرکار لاہور نے راجہ نابھہ سے موضع موراں جو راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ رنجیت سنگھ کو دے چکا ہوا تھا واپس مانگا۔ حکام انگریزی کو معاملہ کی یہ صورت نئی معلوم ہوئی۔ جرنیل اختر لونی سر جارج کلارک اور کرنل رچانڈ صاحبان کو بالکل معلوم نہ تھا کہ یہ موضع راجہ نابھہ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیا تھا بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ ریاست نابھہ نے دھنا سنگھ کو بطور جاگیر دیا تھا۔ اور درحقیقت بھی یہ انتقال ناجائز تھا کیونکہ ایک مطیع الحکم ریاست کو کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ بلا مرضی سرکار بالادست کے ایک موضع کسی مطلق العنان ریاست کو دے دے۔ وہ چٹھی بھی جس کی نسبت راجہ نابھہ کا بیان تھا کہ اسے مہاراجہ کھڑک سنگھ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور جس میں راجہ کو موضع موراں ضبط کر لینے کی اجازت دی گئی تھی معلوم ہوا کہ اصل چٹھی کی نقل کی نقل تھی۔ ممکن ہے کہ کمزور طبیعت مہاراجہ نے ایسی چٹھی کا مسودہ لکھوایا ہو اور راجہ نابھہ نے خفیہ طور پر اسکی نقل حاصل کر لی ہو مگر راجہ دھیان سنگھ وزیر لاہور نے ہرگز منظوری نہیں

دی اور اس چٹھی کی صداقت بالکل مشتبہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موضع موراں نہ تو ریاست لاہور کو ملا اور نہ ہی حکم سنگھ کو اور راجہ نابھہ کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت طور پر متنبہ کر دیا گیا۔ اس موقع پر یہ معاملہ بہ تفصیل درج نہ کیا جاتا اگر سرکار انگریزی کے اس فیصلہ سے سکھوں کی قوم کو نہایت رنجش نہ ہوتی۔ اس میں شبہ ہونا ممکن نہیں کہ سرکار انگریزی کی کارروائی منصفانہ اور ضروری تھی مگر سکھ لوگ اس زمانے میں بگڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک احتیاط جو سرکار انگریزی کو سکھ فوج کی بے ضابطگی کی وجہ سے مجبوراً کرنی پڑتی تھی سکھ لوگ یہ سمجھتے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے کی گئی ہے اور اگرچہ موضع موراں کا پہلا انتقال بالکل خفیہ طور پر ہوا تھا اور ناجائز تھا مگر جب سرکار نے یہ فیصلہ دے دیا کہ موضع مذکور ریاست لاہور کو واپس نہ دیا جاوے تو سکھوں نے یہ سمجھ لیا کہ سرکار انگریزی نے عمداً سرکار لاہور کی توہین کی ہے ✤

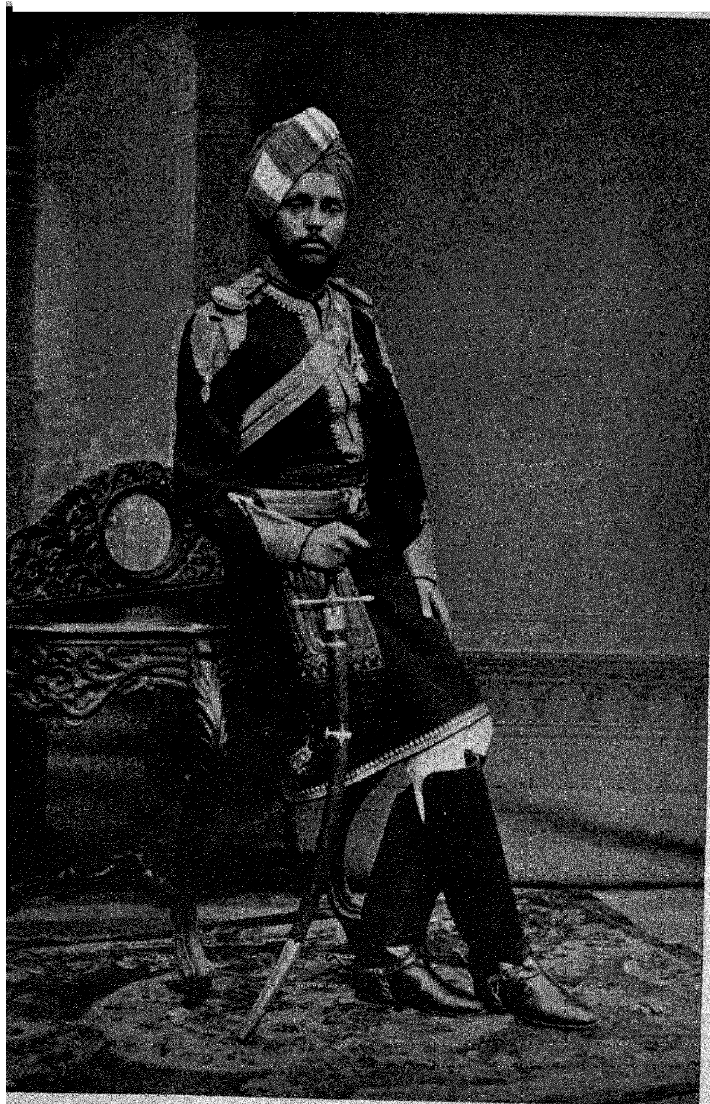
حکم سنگھ اپنے باپ کی دوسری جاگیروں کا جانشین ہوا اور وہ عطیات جو مہاراجہ شیر سنگھ نے اس کی ذات کے لئے دئے تھے ملا کر اسکی کل جاگیرات ۵۷۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی ہوگئیں۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ کو سندھانوالیوں نے قتل کیا ہے تو یہ بھی شاہ بلاول کے باغ میں موجود تھا اور قتل کے بعد جو دھینگا مشتی ہوئی اس میں اس کے بازو پر سخت زخم آیا۔ اس واقعہ کے بعد دو سال تک حکم سنگھ کے حالات بہت کم معلوم ہوئے جن میں غالباً یہ دہ گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ فروری ۱۸۴۶ء میں وہ سبراؤں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اور اس کی وفات کے فوراً بعد راجہ لال سنگھ نے اس کی جاگیروں کو گھٹا کر ۲۵۰۰۰ روپیہ کی مالیت کا کر دیا جو سردار کرپال سنگھ کے نام ۶۰ سوار خدمات کے لئے دینے کی شرط پر جاری رہیں ✤

کرپال سنگھ ۱۸۴۸ء میں راجہ شیر سنگھ کے ہمراہ ملتان میں تھا جب راجہ مذکور کی فوج باغی ہوگئی تو کرپال سنگھ اس سے علیحدہ ہوگیا اور اپنے چند سواروں کے ساتھ میجر ایڈورڈز صاحب کے ہاں جن کے ہمراہ پہلے وہ بنوں میں بھی خدمات کر چکا تھا کیمپ میں آگیا۔ الحاق کے موقع پر اسکی ۱۰۰۰ روپیہ کی ذاتی جاگیر اس کی حین حیات کے لئے مستقل طور پر دیدی گئی اور ۵۰۰ روپیہ کی ایک نئی جاگیر ملتان میں وفاداری کرنے کی وجہ سے اسے دوامی عطا کی گئی۔ اس علے الدوام جاگیر پر شرط یہ تھی کہ وہ حکم سنگھ کی بیوہ چاند کور کو ۱۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دیا کرے۔ بیوہ مذکور ۱۸۶۳ء میں فوت ہوئی +

۱۸۵۷ء میں سردار کرپال سنگھ نے سپاہی بھرتی کئے اور سرکار انگریزی کا طرفدار ثابت ہوا جس کے صلہ میں اسے ۵۰۰ روپیہ کا ایک خلعت ملا۔ اور نیک نامی کی سند عطا ہوئی۔ ۱۸۵۹ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا سروپ سنگھ جس نے گورنمنٹ سکول لاہور میں تعلیم پائی تھی اس کا جانشین ہوا۔ سروپ سنگھ دو لڑکے جھنڈا سنگھ اور فتح سنگھ چھوڑ کر ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا۔ اس کے لڑکوں نے اپنے باپ کی جاگیر اور دوسری جائداد بحصہ مساوی پائی ہے۔ سروپ سنگھ کی جاگیر کی جو اس کے لڑکوں کو پہنچی ہے ۶۳۱۸ روپیہ سالانہ آمدنی ہے جس میں تحصیلات شرقپور۔ چونیاں اور لاہور کے گیارہ مواضعات کا مالیہ شامل ہے۔ سروپ سنگھ کے قبضہ میں کچھ اراضیات موضع بھیکاوال ضلع لاہور اور نورمناباد ضلع فیروزپور کی بھی تھیں +

اس خاندان کی کل جائداد کی آمدنی جس میں جاگیر۔ اراضیات باغات اور مکانات ہیں قریباً ۱۹۵۰۰ روپیہ ہے۔ سردار کرپال سنگھ کی بیوہ اپنے مرتے دم یعنی ۱۸۹۲ء تک ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ مشاہرہ پاتی تھی۔

اور سروپ سنگھ کی بیوہ کورٹ آف وارڈز سے جس کے اہتمام میں اب جائداد ہے ۱۵۰ روپیہ ماہانہ لیتی ہے۔ بڑا بھائی جھنڈا سنگھ خالصہ کالج امرتسر میں اور چھوٹا فتح سنگھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے +



سردار انوپ سنگھ تہہ پوریہ

Sardar Anup Singh Thehpuria.

# انوپ سنگھ نہہ پوریہ

**ملکا سنگھ**
(وفات سنہ ۱۸۰۲ء)

سردار جیون سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۱۵ء)

۱ سردار آنند سنگھ (وفات سنہ ۱۸۳۱ء)
۲ گورمکھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۰ء)
۳ رام سنگھ (وفات سنہ ۱۸۱۶ء)

سردار فتح سنگھ (ابن سردار آنند سنگھ)
(وفات سنہ ۱۸۹۶ء)

۱ سردار شیر سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۱ء)
۲ دھیان سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)
۳ کہر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۶ء)

۱ **انوپ سنگھ** (ابن سردار شیر سنگھ)
(ولادت سنہ ۱۸۷۸ء)
۲ راجندر سنگھ

گوردیال سنگھ (ابن انوپ سنگھ)
(ولادت سنہ ۱۹۰۸ء)

سردار ملکا سنگھ اُن زبردست سکھ سرداروں میں سے تھا جو اٹھارھویں صدی کے پچھلے نصف حصے میں ہوئے ہیں۔ اس کا وطن قصور کے متصل موضع کالیکی تھا مگر اس کو ترک کرکے اس نے موضع نہہ پور (ضلع لاہور) آباد کیا اور نزوار۔ جندھر۔ دلین اور دوسرے مواضعات پر قبضہ کر لیا جن میں سے بعض نہہ پور کے گردو نواح میں تھے اور باقی ماندہ اضلاع گوجرانوالہ اور گجرات میں۔ ان مقبوضات پر قناعت نہ کرکے اس نے شمال کی طرف کوچ کیا اور راولپنڈی پر متصرف ہوگیا جو اُس

زمانے میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی اور اس میں راول فقیر آباد تھے۔ ملکا سنگھ نے یہ دیکھکر کہ راولپنڈی نہایت اچھے موقع پر واقع ہے اسے اپنا صدر مقام بنالیا۔ اس میں نئے مکانات بنائے اور شہر کو لڑائی کے لئے کسی قدر مضبوط کرلیا۔ اس وقت راولپنڈی ایسا مقام نہ تھا کہ لوگوں کو اس پر قبضہ کرنے کی خواہش ہوتی۔ یہ جگہ ہندوستان کے شاہراہ پر واقع تھی اور افغان حملہ آوروں کے حملوں کی زد میں تھی مزید برآں اس کے گردونواح کا ملک تند اور جنگجو قوموں کے قبضے میں تھا مگر ملکا سنگھ نے یہاں اپنا سکہ بٹھالیا۔ اس نے راولپنڈی کے گرد تین لاکھ سالانہ آمدنی کا حصۂ ملک فتح کیا اور ہزارے کی قومیں بھی اس کے نام اور طاقت کی عزت کرنے لگیں۔ اس نے اپنے آباد کردہ گاؤں پر اپنا لقب بھی تھہ پوریہ اختیار کیا تھا مگر شمالی اضلاع میں یہ ملکا سنگھ پنڈی والا مشہور تھا اور خاندان کا یہی نام اب تک چلا آتا ہے۔

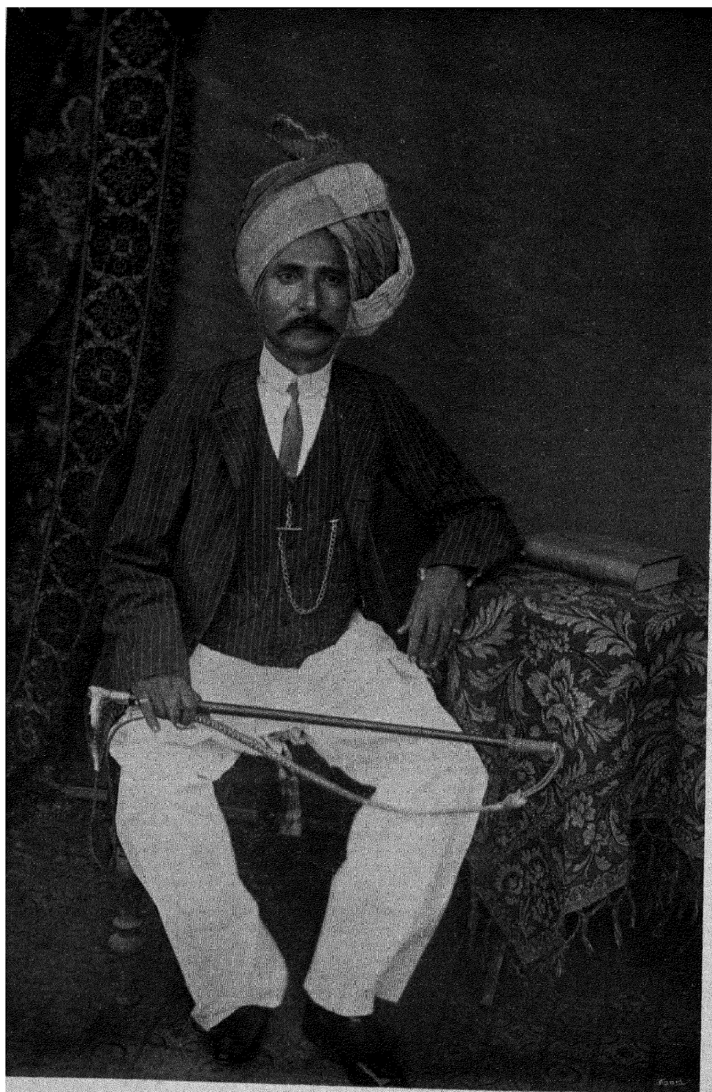
ملکا سنگھ سنہ ۱۸۰۴ء میں فوت ہوا۔ رنجیت سنگھ جس کے ساتھ ملکا سنگھ کئی لڑائیوں میں شامل ہوا اپنے آپ کو اس قدر طاقتور نہ سمجھتا تھا کہ اپنے پرانے دوست کی جس کو وہ بابا (دادا) کہا کرتا تھا جاگیروں پر قبضہ کرلے اس لئے یہ جاگیریں اس کو مجبوراً اُسکے اکلوتے بیٹے جیون سنگھ کو مستقل طور پر دینی پڑیں۔ اس سردار کی نسبت بہت کم واقعات ہیں جو لکھے جائیں۔ وہ کشمیر کی پہلی لڑائی میں جو سنہ ۱۸۱۴ء میں ہوئی لڑتا رہا اور دوسرے سال فوت ہوگیا۔

جیون سنگھ کے تین بیٹوں میں سے سب سے بڑا انند سنگھ اپنے باپ کی جاگیر کے ایک حصے پر جانشین ہوا۔ مہاراجہ نے پرانی جاگیر

میں سے ۲,۹۲,۰۰۰ کی جاگیر ضبط کر لی اور صرف آٹھ ہزار کی رہنے دی اور ۴۲,۰۰۰ روپے مالیت کی نئی جاگیریں ضلع فیروز پور میں ظفروال کے قریب ایکسو سوار خدمت کے لئے دینے کی شرط پر عطا کیں رام سنگھ کو جو اپنے باپ کے بعد صرف ایک سال زندہ رہا ہزارے میں جاگیر ملی ہوئی تھی اور گورمکھ سنگھ کے پاس دو ہزار کی مالیت کی سلطانی اور کاری ضلع گورداسپور کی جاگیر تھی۔ وہ فوج جو سردار ہلکا سنگھ اور سردار جیون سنگھ نے رکھ چھوڑی تھی ریاست میں منتقل اور سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت رکھی گئی اس کا نام ڈیرہ پنڈی والا رکھا گیا اور اس میں گورمکھ سنگھ کو ایک عہدہ دیا گیا۔ دسمبر ۱۸۴۰ء میں جنرل ونچورا کے قلعہ کملا گڑھ واقع منڈی لے لینے کے تھوڑے عرصہ بعد گلّو کے لوگوں نے بغاوت کی۔ پنڈی والے ڈیرے کی چار کمپنیوں کے آدمیوں کو مار کر تباہ کر دیا اور گورمکھ سنگھ کو جو اس کا کمیدان تھا مار ڈالا۔ انند سنگھ ۱۸۳۱ء میں فوت ہوا۔ اس کا اکلوتا بیٹا فتح سنگھ اُس وقت آٹھ سال کی عمر کا لڑکا تھا اور ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ نے اُس کی جاگیر گھٹا کر ۱۳۰۰۰ روپیہ کی کر دی اور اس پر بیس سوار خدمت میں دینے کی شرط لگا دی۔ وہ مواضعات جو اس طرح چھوڑے گئے تھے تعداد میں مفصلۂ ذیل دس تھے:- نتھہ پور۔ قلعہ سردار والوکی اور کالیکی ضلع لاہور میں۔ کھلی اور راجہ ٹل ضلع امرتسر میں۔ لولی۔ لوہری اور دونی ضلع سیالکوٹ میں اور کستوکی اور ساموں بالا ضلع گوجرانوالہ میں۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر فتح سنگھ کی تین ہزار کی مالیت کی ذاتی جاگیر اُس کی حین حیات کے لئے مقرر کی گئی جس میں سے ایک چوتھائی اس کے لڑکوں کو ملنی

قرار پائی۔ پانچ ہزار ایک سو روپیہ کی جاگیر انند سنگھ کی دو بیوگان اور گورمکھ سنگھ اور جیون سنگھ کی بیوگان کے نام مستقل طور پر مقرر ہوئی۔ ان عورتوں کی وفات پر ان کی جاگیریں ضبط ہوگئیں +

سردار فتح سنگھ ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا۔ جاگیر میں سے چوتھا حصّہ اس کے تین لڑکوں شیر سنگھ۔ دھیان سنگھ اور کہر سنگھ کے نام جاری رکھا گیا ہے۔ سردار شیر سنگھ کی جو ڈویژنل درباری تھا وفات سے لے کر جو سنہ ۱۹۰۹ء میں واقع ہوئی اب تک اس خاندان میں سے کوئی آدمی درباری نہیں ہے۔ انوپ سنگھ اور کہر سنگھ براہ راست جمعدار بھرتی ہوئے اور اب گیارھویں رسالے میں ہیں۔ دھیان سنگھ نائب تحصیلدار ہے اور بندوبست ضلع گورداسپور میں کام کرتا ہے +



مصر بشمبر داس رئیس لاہور

Misar Bishambar Das of Lahore.

# مصر بشمبر داس

## دیوان چند

۱ مصر روپ لال (وفات ۱۸۶۵ء) — ۲ مصر بیلی رام (وفات ۱۸۳۲ء) — ۳ رائے بہادر مصر میگھ راج (وفات ۱۸۶۴ء) — ۴ رام کشن (وفات ۱۸۴۲ء) — ۵ سکھ راج (وفات ۱۸۴۲ء)

۱ کشن داس (وفات ۱۸۵۶ء) — ۲ مہیش داس (وفات ۱۸۸۲ء) — ۳ مصر ساون مل (وفات ۱۹۰۲ء) — ۴ گوبند رام (ولادت ۱۸۳۵ء)

شنبو داس (وفات ۱۸۷۵ء) — سندر داس (وفات ۱۸۹۴ء)

۱ مصر رام داس (وفات ۱۸۹۲ء) — ۲ ٹھاکر داس (وفات ۱۸۹۵ء) — ۳ خرم رائے (وفات ۱۸۵۵ء) — جتا شنکر (وفات ۱۸۷۵ء) — لچھمی نرائن (ولادت ۱۸۷۵ء) — ۱ کیشو داس (ولادت ۱۸۶۷ء) — ۲ رام بھایا (ولادت ۱۸۶۱ء) — ۳ کشن داس (وفات ۱۸۸۸ء)

۱ لچھمن داس (وفات ۱۹۰۵ء) — ۲ گوری شنکر (وفات ۱۸۸۳ء) — ۳ رام بھایا (ولادت ۱۸۶۳ء) — ۱ سنت رام (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ منگل سین — وشوا ناتھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۱ متھرا داس (ولادت ۱۸۵۶ء) — ۲ ہری چند (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۳ سالگ رام (وفات ۱۹۰۱ء) — جگن ناتھ (وفات ۱۹۰۴ء) — ۱ امر ناتھ (ولادت ۱۸۸۷ء) — ۲ سوہن لال — ۳ بھیم سین

۱ راگھو ناتھ (ولادت ۱۸۸۳ء) — ۲ وشیشر ناتھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ۳ کشن لال — منوہر لال (ولادت ۱۹۰۶ء) — بالک رام (ولادت ۱۸۹۰ء) — رام ناتھ

۱ بشن داس (وفات ۱۸۹۶ء) — ۲ کرپا رام (وفات ۱۸۶۱ء)

ایشر داس (وفات ۱۹۰۸ء) — ۲ مصر بشمبر داس (ولادت ۱۸۶۴ء)

مصر بشمبر داس کے خاندان کی ذات برہمن اور وطن موضع دلوال ضلع جہلم ہے۔ دیوان چند اپنے لڑکوں سمیت ۱۸۰۹ء کے قریب لاہور آیا

اور اپنے چچا بسنتی رام کے رسوخ سے جو رنجیت سنگھ کا بڑا موثر خزانچی تھا اُس نے اپنے لئے توموضع کاہوں ضلع جہلم میں ایک ہزار کی جاگیر حاصل کی اور اپنے دو بیٹوں روپ لال اور بیلی رام کے لئے دربار میں عہدے حاصل کئے یعنی ان کو بسنتی رام کا خزانے میں نائب مقرر کردیا گیا۔ بیلی رام جلدی ہی مہاراجہ کا بڑا منظور نظر ہوگیا اور ۱۸۱۶ء میں بسنتی رام کی وفات پر باوجود راجہ دھیان سنگھ وزیر کی مخالفت اور نارضامندی کے جو اس خالی اسامی پر اپنے دوست جسّا* مصر پد. لال سنگھ (جو بعد میں لقب راجہ سے ملقب ہوا) کے تقرر کا خواہاں تھا بیلی رام ہی خزانچی ہوگیا اور انہی دنوں میں مصر میگھ راج امرتسر کے قلعہ گوبند گڑھ کا افسر بن گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے باقی ماندہ زمانے میں اسی عہدے پر رہا۔ ۱۸۲۶ء میں رام کشن مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوا اور رنجیت سنگھ کا ڈیوڑھی بان بنا جو اس پر ہمیشہ خاص مہربانی کیا کرتا تھا ؛

۱۸۳۲ء میں مصر روپ لال دوابہ جالندھر کا ناظم مقرر ہوا۔ یہ زرخیز علاقہ اُس وقت سے لیکر جب سے کہ اسے رنجیت سنگھ نے فتح کیا تھا دیوان محکم چند اُس کے بیٹے موتی رام اور پوتے کرپا رام کی نظامت میں رہا۔ ۱۸۳۱ء میں جب دیوان موتی رام کو واپس بُلایا گیا تو شیخ غلام محی الدین کو جو دیوان کرپارام کا مقلد اور ایک نہایت ظالم آدمی تھا ہوشیارپور اور اُس کے پاس کے اضلاع کا ناظم مقرر کرکے بھیجا گیا۔

* مصر جسّا کو پہلے پہل بسنتی رام نے پانچ روپیہ ماہوار پر خزانے میں محرّر رکھا تھا۔ اس نے اس محکمے میں آہستہ آہستہ ترقی کی اور خزانہ کشمیر کے محافظ کے عہدے نے جو دھیان سنگھ نے اسے لے دیا تھا اسے ڈوگروں کے فریق میں شامل کردیا ؛

دوابے کے لوگوں نے اس کے ظلم اور تشدد کی ایسی سخت شکایتیں کیں کہ ۱۸۳۲ء میں اسے واپس بلا کر اس کی جگہ مصر روپ لال کو بھیجا گیا۔ اس نئے ناظم کی طبیعت اور ڈھنگ غلام محی الدین کی طبیعت سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے پاس اپنی بڑی دولت تھی اس لئے لوگوں کو تنگ کرنے کا کوئی لالچ نہ تھا اور چونکہ جالندھر کے خاندان سے اس کی رشتہ داری تھی اس لئے وہ اُس ضلع کی خوشحالی کا بھی خواہاں تھا۔ اس نے ایمانداری کے ساتھ مالیہ ایسا ہلکا تشخیص کیا کہ ۱۸۳۳ء کے قحط میں بھی بقایا یا عدم وصول بہت کم تھا۔ روپ لال نے کبھی چھوٹے سے چھوٹا نذرانہ بھی قبول نہیں کیا اور اپنے ماتحتوں کے روپئے کی پوری نگہبانی کی۔ سکھوں میں بہت سے ناظم ایسے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اُن کی ماتحت رعایا اُن کے ذاتی فائدے کے لئے خدا نے پیدا کی ہے۔ جس سلطنت میں ایسے ناظموں کی کثرت ہو اُس میں مصر روپ لال جیسے ایماندار اور عادل شخص کو جس کا نام لوگ ابھی تک عزت اور محبت سے یاد کرتے ہیں دیکھکر خاص خوشی ہوتی ہے۔ روپ لال ۱۸۳۹ء تک جالندھر کا ناظم رہا جبکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے چند مہینے بعد اسے واپس بلا لیا گیا اور دوابے کے پرانے دکھ دینے والے یعنی غلام محی الدین کو پھر ناظم بنا دیا گیا۔ شہزادہ نونہال سنگھ نے اس بات سے غصہ کر کے کہ مصر بیلی رام شہزادہ کے باپ کے منظور نظر جیت سنگھ کا طرفدار تھا اس کو اور اسکے بھائی کو قید خانے میں ڈال دیا جہاں وہ چھ مہینے تک رہے اور اُس وقت نکلے جبکہ مہاراجہ کھڑک سنگھ نے ان کے معاملے میں دخل دیا۔ بیلی رام شہزادہ شیر سنگھ کا سرگرم حامی تھا اُس نے گدی نشین ہو کر مصر کو اس کے

پرانے عہدہ توشہ خانے پر بحال کر دیا۔ شہزادہ مذکور نے روپ لال کو کلانور کا اور ریاست لاہور کی اراضیات کا جو ستلج کے جنوب میں تھیں ناظم بنایا اور حکم دیا کہ قلعہ اور علاقۂ بھرتپور جمعدار خوشحال سنگھ سے لیکر ضبط کر لے مصر میگھ راج خزانچی ہو کر گوبند گڑھ واپس گیا۔ بیلی رام پر مہاراجہ شیر سنگھ کو بہت اعتبار تھا اور اس نے اپنے دوست بھائی گورمکھ سنگھ کی صلاح سے راجہ دھیان سنگھ قابل نفرین ڈوگرا وزیر کے خلاف لاہور میں ایک جتھا بنانے کی کوشش کی۔ اس کے ان منصوبوں نے اس کی جان لی کیونکہ جب راجہ ہیرا سنگھ اپنے مقتول باپ کی جگہ وزیر ہوا تو اُس کا پہلا کام یہ تھا کہ اُس نے بھائی گورمکھ سنگھ۔ بیلی رام اور اُس کے بھائیوں کو قید کر لیا۔ مصر میگھ راج اور روپ لال ان کے پرانے دشمن مصر لال سنگھ کے حوالے کئے گئے اور بھائی گورمکھ سنگھ۔ بیلی رام اور رام کشن شیخ امام الدین کے سپرد ہوئے جس نے اُن کو اپنے گھر سے ملحق ایک اصطبل میں قید کر دیا۔ بہت عرصے تک یہ نہ معلوم ہوا کہ ان کا کیا حشر ہوا مگر آخر کار یہ ظاہر ہو گیا کہ شیخ نے ان کو راجہ ہیرا سنگھ کے حکم سے خفیہ طور پر مار دیا ہے۔ روپ لال اور میگھ راج زیادہ خوش نصیب نکلے کیونکہ وہ دسمبر ۱۸۴۴ء تک جبکہ راجہ ہیرا سنگھ مارا گیا قید رہ کر رہا ہوئے اور وزیر جواہر سنگھ نے روپ لال کو جسروٹہ کا ناظم بنا دیا۔ بیلی رام کے لڑکے جو اپنے باپ کے پکڑے جانے پر لدھیانے بھاگ گئے تھے ۱۸۴۵ء تک سرکار انگریزی کی حفاظت میں رہے اور سال مذکور میں پنجاب میں واپس آ گئے +

۱۸۴۶ء میں جب یہ علاقہ ۱۶ مارچ کے عہدنامہ کے رو سے راجہ

گلاب سنگھ کے حوالے کیا گیا ہے اس وقت روپ لال جسروٹے تھا۔ راجہ نے اُس پر شدّو مد کے ساتھ یہ الزام لگایا کہ اُس نے عہدنامے کی شرائط کے بموجب پہاڑی جنگلات دینے میں دغابازی کی ہے۔ چنانچہ دربار نے اسے جسروٹہ سے بُلا لیا اور رہتاس اور جہلم کا افسر بنا دیا اور یہ وہیں تھا کہ وہاں بغاوت ہوئی۔ اس نے خود بیان کیا کہ اسے مجبوراً سردار چتر سنگھ کے کیمپ میں جانا پڑا حالانکہ یہ باغیوں کا یقینی طور پر ہمدرد تھا اور اس بات پر یقین کر لینے کی کافی دلائل ہیں کہ اس نے باغیوں کو روپیہ سے امداد دی۔ اس نازک وقت میں اس کے لڑکے بھی لاہور چھوڑ کر اپنے باپ سے جا ملے اور اس کی اس کارروائی کی وجہ سے اس کی جاگیریں اور لاہور کی جائداد ضبط کر لی گئیں۔ یہ دلوال ضلع جہلم میں اسی برس سے زیادہ عمر پا کر ستمبر ۱۸۶۵ء میں فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا ساون مل سکھوں کے پہلے رسالے میں رسالدار تھا اور بعد ازاں بنگال کے گیارھویں رسالے میں بدل گیا۔ ایام غدر میں وہ لکھنؤ پر آخری قبضہ کرنے کے وقت موجود تھا اور اس نے اودھ میں اچھی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۸۶۰ء کی چین کی لڑائی میں اور ۱۸۶۳ء کی امبیالہ کی لڑائی میں بھی اس نے کارہائے نمایاں کئے اور آرڈر آف میرٹ اور آرڈر آف برٹش انڈیا کے تمغات حاصل کئے۔ ۱۸۶۴ء میں اس نے ۴۰۰ روپیہ کی جاگیر حاصل کی جس میں سے نصف اس کے ورثا کو ایک پشت کے لئے ملنی تھی۔ اس جاگیر کی اراضیات کا (جو مواضعات جلوہ۔ کاراڈوگرا اور ریا کی پور تحصیل لاہور میں واقع تھیں) مالیہ بعد ازاں بڑھ کر ۱۸۷ روپیہ سالانہ ہو گیا۔ اس کو تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں بھی ۴۰۰ گھماؤں

زمین ۲۷۵۰ روپیہ نذرانہ ادا کرنے پر عطا کی گئی ۔ مصر روپ لال متوفی کے زندہ لڑکوں میں سب سے بڑے ہونے کے لحاظ سے اسے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا اور یہ درباری بھی تھا۔ اس کا ایک لڑکا بشن داس اپنے باپ کے رسالے میں تھوڑا عرصہ وفعدار رہا مگر اپنے باپ سے پہلے ہی ۱۸۹۹ء میں فوت ہو گیا ۔ مصر بشمبر داس نے جو ساون مل کا ایک ہی زندہ پوتا ہے اپنے دادا کی جاگیر اور دوسری جائداد حاصل کی ہے اور اب بزرگ خاندان خیال کیا جاتا ہے ٭

مصر سندر داس کو جو دو سال تک مہاراجہ دلیپ سنگھ کے صرف خاص کا مہتمم تھا۔ الحاق کے بعد ایک ہزار روپیہ انعام دے دیا گیا اور اُس کی ۵۰۰ روپیہ کی جاگیر جو الحاق سے کچھ مُدت پہلے راجہ لال سنگھ نے اسے دی تھی ضبط کر لی گئی ۔ یہ پراونشل درباری تھا اور ۱۸۹۴ء میں فوت ہوا اس کا بیٹا کیشو داس پنجاب سول سکرٹریٹ میں ملازم ہے ٭

ساون مل کا بڑا بھائی مصر مہیش داس چند سال تک نائب تحصیلدار رہا اور ۱۸۶۲ء میں لاہور میں لاولد فوت ہوا ۔ اس کا چھوٹا بھائی گوبند رام شاہ پور اور گجرات کے اضلاع کا خزانچی تھا۔ اس کے ایجنٹوں نے کچھ غبن کر لئے تھے جو اس نے تمام بھر دئے اور آپ استعفا دیدیا۔ بعد ازاں اس کو نہر جہلم پر پانچ مربعے اراضی عطا کی گئی ۔ گوبند رام کا سب سے بڑا بیٹا متھرا داس شاہ پور کے صاحب ڈپٹی کمشنر کے انگریزی دفتر کا ہیڈ کلرک ہے اور گوبند رام کا چھوٹا بیٹا ہری چند پولیس میں ہے اور پوتا ضلع گجرات میں نائب تحصیلدار ہے ٭

بیلی رام کا سب سے بڑا لڑکا مصر رام داس بھی پراونشل درباری

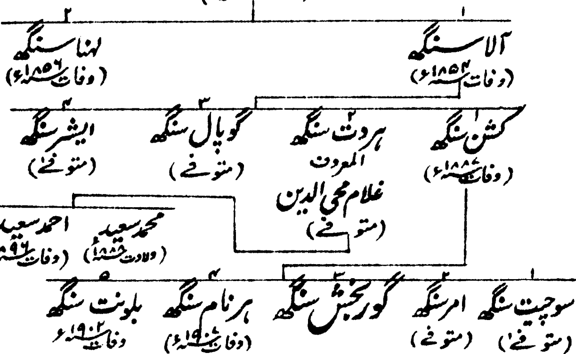
تھا اور اسے دو ہزار روپیہ سالانہ حین حیات کے لئے پنشن ملتی تھی۔
یہ ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی ٹھاکرداس اضلاع راولپنڈی۔
جہلم۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ اور گورداسپور کا خزانچی تھا۔ اسکے
قبضے میں ۱۳۸۰ روپیہ مالیت کی جاگیر تھی جو ۱۸۶۹ء میں اس کی وفات
پر اس کے تین بیٹوں کو ملی۔ سب سے بڑا لچھمن داس ۱۸۸۲ء تک اضلاع
راولپنڈی اور جہلم کا خزانچی رہا۔ اس نے اور اس کے بھائی رام بھایا
نے چک کوٹ میانہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور کی ۲۵۸۸ گھماؤں اراضی
کا اجارہ لے رکھا تھا علاوہ ازیں لچھمن داس چناب نہر پر پانچ مربعوں کا
مالک تھا۔ وہ ۱۹۰۵ء میں مرا اور اس کے باپ کی جاگیر کا حصہ ضبط ہو گیا۔
ٹھاکرداس کے بیٹے گوری شنکر کا حصہ جو خاندان کی مشترک جاگیر میں تھا
۱۸۸۴ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گیا۔ اسی طرح ۱۳۸۷ روپیہ کی ایک پنشن
جو بیلی رام کی بیوہ مصرانی گلاب دیوی کو ملتی تھی ۱۸۸۵ء میں ضبط ہو گئی۔ بیلی رام کی
دوسری بیوہ مصرانی بیگم اتنی ہی پنشن اپنی وفات یعنی ۱۸۹۰ء تک لیتی رہی +

مصر میگھ راج ستلج کی لڑائی کے بعد دربار کا خزانچی مقرر ہوا اور گورنر جنرل
کے لاہور آنے کے موقع پر اس نے رائے بہادر کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۸۴۹ء
میں یہ قسمت لاہور کا خزانچی مقرر کیا گیا اور اس عہدے پر اپنی وفات یعنی
یکم اگست ۱۸۶۴ء تک مامور رہا۔ مصر میگھ راج ۱۸۶۲ء میں آنریری مجسٹریٹ
مقرر کیا گیا اور لاہور میں بہت کم آدمی اس کے برابر عزت و تکریم کے مستحق تھے۔
اپنی وفات کے موقع پر اس کے قبضے میں ۳۸۲۵ روپیہ مالیت کی جاگیر تھی
جس میں سے ۵۰۰ روپیہ کی جاگیر اسکے پوتے لچھمی نرائن کو ملی ہے +

# گوربخش سنگھ پاوندیہ

کرم سنگھ

سردار گلاب سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۵۴ء)




کرم سنگھ اور اُس کے تین بھائی اُن سکھوں میں تھے جنہوں نے اٹھارھویں صدی کے اخیر نصف میں جالندھر دواب پر پھیل کر اس پر قبضہ کرلیا۔ ان چاروں نے سرن پور میں آٹھ ہزار مالیت کی ایک جاگیر حاصل کی جس پر اپنی زندگی میں قبضہ رکھا۔ کرم سنگھ کے سوائے یہ تمام بھائی لاولد فوت ہوئے اور ۱۸۰۶ء میں جب گلاب سنگھ جاگیر کا وارث ہوا تو اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد رنجیت سنگھ نے دوابے کا میدانی علاقہ فتح کیا اور گلاب سنگھ اپنے وطن پاوند کی طرف ہٹ آیا۔ اس کے بعد پھر یہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوگیا اور ایڈجوٹنٹ کا عہدہ پاکر یہی گاؤں جاگیر میں حاصل کیا۔ اس نے نورپور اور کشمیر میں مصر دیوان چند

کے ماتحت کارہائے نمایاں کئے اور آخرالذکر لڑائی کے فتح ہونے پر کمیدان مقرر ہوا اور موضع سدھو جاگیر میں حاصل کیا۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان فتح کرنے کے بعد اس کو کرنیل کے عہدے پر ترقی دی گئی اور دوسرے ہی سال اس نے مانکیرہ میں ایسی اچھی خدمات کیں کہ اکبرپور جو گوگیرہ کے متصل ۵۰۰ روپیہ کی مالیت کا تھا جاگیر میں ملا اور ایک ہاتھی اور بیش بہا خلعت عطا کئے گئے۔ گلاب سنگھ کچھ عرصے تک پشاور میں مقیم رہا اور علی اکبر اور دوست محمد خاں کے ساتھ بہت سی لڑائیوں میں لڑا۔ پشاور کی پہلی لڑائی میں اس نے دریائے سندھ میں ایک پایاب جگہ دیکھ پائی اور ساری فوج سے پہلے اپنے تربوں کو اتار لایا جس سے رنجیت سنگھ بڑا خوش ہوا ٭

۱۸۲۶ء میں اس نے تین پلٹنوں اور دو رسالوں کی جن کے ساتھ ایک ترب اسپی توپ خانے کا بھی تھا کمان لی اور اسی سال اس کا بیٹا آلا سنگھ ملازمت میں داخل ہو کر اپنے باپ کے ماتحت کمیدان بنایا گیا اور اس کو ایک الگ جاگیر دی گئی۔ ۱۸۳۹ء میں جبکہ پہلے پہل باقاعدہ فوج کو برگیڈوں کی صورت میں ترتیب دیا گیا تو گلاب سنگھ کو جرنیل بنایا گیا اور وہ اس عہدے اور برگیڈ پر کھڑک سنگھ کی بعد کی حکومت میں بھی مامور رہا ٭

۱۸۳۷ء میں گلاب سنگھ کو سردار ہری سنگھ نلوہ کی جو پشاور میں مارا گیا تھا اور جس کے چار لڑکے جانشینی کی بابت لڑ جھگڑ رہے تھے جائداد ضبط کر لینے کے لئے گوجرانوالہ بھیجا گیا۔ اس نے ارجن سنگھ اور پنجاب سنگھ کو ان کے مستحکم کئے ہوئے گھر سے بھگا دیا اول الذکر کو

پھانسی دے دینے کی دھمکی دی اور ساری جائداد اور جاگیروں پر قبضہ کر لیا۔ اب ارجن سنگھ نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور جب شیر سنگھ بادشاہ ہوا اور ہر ایک کو اصلی یا مصنوعی نقصان کے بدلہ لینے کا کافی موقع ملا تو اس نے پاوند پر جہاں گلاب سنگھ رہتا تھا حملہ کر کے جلا دیا۔ گلاب سنگھ اپنی جان کے خوف سے جموں کی طرف بھاگ گیا اور وہاں راجہ گلاب سنگھ کی حفاظت میں اُس وقت تک رہا جب تک کہ مہاراجہ نے دھیان سنگھ کی صلاح سے اسے واپس بلایا اور اسے فوج کے اُس حصے کا افسر بنایا جو کابل کی لڑائی میں انگریزی فوج کی امداد کے لئے جاتی تھی۔ چنانچہ وہ کرنیل لارنس صاحب بہادر کے ہمراہ کابل گیا اور اس کی خدمات اور کابل کے ملک سے واقفیت بڑی کارآمد ثابت ہوئیں۔ راجہ ہیرا سنگھ نے جس کا خاندان گلاب سنگھ کا ہمیشہ دوست رہا مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات پر اسے ۲۵ ،۷ روپیہ مالیت کی نئی جاگیریں دیں اور کرنیل آلا سنگھ نے ۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر اور نقد عطیئے کے نئے بھتے بھی حاصل کئے۔

گلاب سنگھ نے ستلج کی لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ اسکے ذمہ مہاراجہ کی حفاظت کے لئے لاہور رہے۔ اپریل ۱۸۴۷ء میں صاحب رزیڈنٹ کی سفارش پر اسے پشاور کا ناظم مقرر کیا گیا اور چونکہ یہ اس موقع پر تمام جرنیلوں میں سے پُرانا جرنیل تھا اس لئے پشاور کی ساری فوج کا کمیدان ہوا۔ گلاب سنگھ کے اس مقتدر عہدے پر عروج پانے سے فوج خالصہ بڑی خوش تھی کیونکہ ساری فوجوں کو اس بوڑھے بہادر کے ساتھ محبت تھی اور لوگ عزت کے ساتھ پیش

آتے تھے۔ اس کو سردار بنایا گیا اور ایک دربار میں جو ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء کو لاہور میں منعقد ہوا اسے بہادر کا اعزازی خطاب مرحمت کیا گیا۔ سردار گلاب سنگھ نے اپنے نئے عہدے کی ذمہ واریاں بڑی قابلیت اور انصاف سے انجام دیں اور جب ملتان میں بلوہ ہوا تو اس نے پشاور کے حاکم وقت میجر جی لارنس صاحب کو اُس ضلع میں امن و امان قائم رکھنے میں دل و جان سے امداد دی۔ چھ مہینے تک جب کہ مفسدانہ تحریک ملک میں روز افزوں ترقی پر تھی گلاب سنگھ اسکے بیٹے اور نائب کرنیل آلا سنگھ کا ہی رسوخ تھا کہ بھڑکے ہوئے سکھ سپاہی اُن کی متابعت کرتے رہے مگر جب سردار چتر سنگھ پشاور پہنچا تو افواج نہ دبائی جاسکیں اور انہوں نے کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ میجر لارنس صاحب نے جب تک کہ ہر ایک طرف سے نا اُمیدی نہ ہوگئی وہیں قیام رکھا اور اُس کے بعد کوہاٹ کی طرف چلے گئے۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ بھی اس کے ہمراہ ہوتے مگر جرنیل اس قدر نحیف و ناتوان تھا کہ اسے جلدی سے لے جا نہ سکتے تھے اور اخیر میں یہ فیصلہ ہوا کہ یہ قلعہ شمیر گڑھ میں جائے جہاں شاید باغیوں سے کچھ عہد و پیمان ہو جائے مگر اس بہادر افسر نے باغیوں کی ہر ایک شرط سے جو اس کی عزت کے منافی ہو انکار کر دیا۔ وہ اور اُس کا بیٹا دونوں وفادار رہے اور سکھ فوج نے یہ دیکھکر کہ یہ نہ تو رشوت سے اور نہ دھمکی سے اُن کی طرف ہونے ہیں لڑائی کے ختم ہونے تک ان کو نظر بند رکھا اور اُن کو اُس وقت آزادی حاصل ہوئی جبکہ انگریزوں کی فتح ہوگئی۔

پنجاب کے الحاق کے موقع پر سردار گلاب سنگھ کی ساری ذاتی جاگیریں

جو ۱۷۵۰۰ روپیہ مالیت کی تھیں اس کو حین حیات کے لئے مستقل طور پر دیدی گئیں اور اس کے دو بیٹوں آلا سنگھ اور لہنا سنگھ کی جاگیریں بھی کہ علے الترتیب تین ہزار اور ایک ہزار پچاس کی تھیں بجنسہ دیدی گئیں۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ ۱۸۵۴ء میں اور لہنا سنگھ ۱۸۵۶ء میں فوت ہوئے۔ آلا سنگھ کی اولاد کے پاس اب نہ کوئی جاگیر ہے اور نہ انہیں پنشیں ملتی ہیں*

۱۸۵۷ء میں مرحوم سردار کے ایک نوکر ہری سنگھ نے گورنمنٹ کو اطلاع دی کہ گلاب سنگھ کے مکان میں ۵۵۰۰۰ روپیہ مدفون ہے چنانچہ تلاش کرنے پر روپیہ مل گیا اور خزانے میں داخل کیا گیا۔ گلاب سنگھ کی بیوہ نند کور نے اور لہنا سنگھ کی بیوگان نے اس روپیہ کا دعوے کیا جن کو اس روپیہ کے سود کی برابر حصوں میں رقم مل گئی۔ یہ روپیہ بعد ازاں کشن سنگھ کو ملا جس نے اُسے اُڑا دیا۔ کشن سنگھ وائسرے کل درباری تھا اور ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا اس کا لڑکا سجیت سنگھ کچھ عرصے تک گیارھویں رسالے میں ملازم رہا اور بعد ازاں بحالت گمنامی موضع پاوندیں جس کا یہ اپنی وفات تک ذیلدار اور نمبردار رہا تھا زندگی بسر کرتا رہا۔ کشن سنگھ کا تیسرا اور ایک ہی زندہ بیٹا گوربخش سنگھ اپنے بھائی کی جگہ ذیلدار اور نمبردار ہوا اور اسے ہی خاندان کا موجودہ بزرگ سمجھنا چاہیئے*

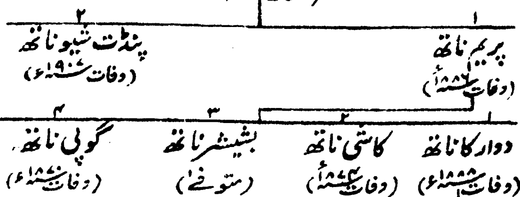
سردار گلاب سنگھ کی جائداد گوربخش سنگھ اور محمد سعید اور احمد سعید پسران ہردت سنگھ المعروف بہ غلام محی الدین کو ملی ہے اور صرف یہی تینوں خاندان کے جس کا اب مقامی اقتدار بہت کم ہے زندہ ارکین ہیں*

# پنڈت رادھا ناتھ

## پنڈت راگھوناتھ کول

پنڈت ہری رام

دیوان شنکر ناتھ
(وفات ۱۸۶۶ء)



۱ پریم ناتھ (وفات ۱۸۸۶ء)

۲ پنڈت شیو ناتھ (وفات ۱۹۰۸ء)

۱ دوارکا ناتھ (وفات ۱۸۸۸ء)

۲ کاشی ناتھ (وفات ۱۸۸۴ء)

۳ بشیشر ناتھ (متوفی)

۴ گوپی ناتھ (وفات ۱۸۸۴ء)

پنڈت رادھا ناتھ
(ولادت ۱۸۷۸ء)
(متبنیٰ۔ اسکا باپ شیو ناتھ تھا جسکا نام اوپر درج ہے)

ایک لڑکی
(ولادت ۱۸۹۴ء)

پنڈت رادھا ناتھ کے بزرگ کشمیر کے باشندے تھے۔ پہلا شخص جس نے اپنا وطن ترک کیا لال چند کول تھا جو شہنشاہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں نقل مکان کر کے دہلی چلا آیا اور مغل شہنشاہ کے لائق وزیر علی مرداں خاں کے ہاں ملازمت کر لی۔ یہاں اس نے بہت سی دولت حاصل کی اور چند سال کے بعد کشمیر واپس چلا گیا۔ اس کی کامیابی پر خاندان کے کئی دوسرے افراد کو اس کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب ہوئی اور پھر جو لوگ اس طرح نقل مکان کر کے آئے اُن میں راگھوناتھ کول

بھی تھا یہ فیض آباد میں آبسا جہاں اُس کا بیٹا ہری رام پیدا ہوا تھا
اس نے مہاراجہ گوالیار کی ملازمت کرلی اور کرنیل لوئس برکوئین کا جو
فوج مرہٹہ میں فرانسیسی افسر تھا میر منشی ہوگیا۔ اس کا بیٹا ہری رام
اس کے ماتحت کام کرتا رہا حتٰی کہ مرہٹہ سلطنت کے زوال نے اُن کو
بھی دُنیا میں بےکس کرکے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہی ہری رام کو اس کے
رشتہ دار دیوان گنگارام نے لاہور بُلا لیا جو ۱۸۱۳ء میں رنجیت سنگھ کی
ملازمت میں داخل ہوا تھا اور مقتدر و منفعت بخش عہدوں پر ترقی پا گیا
تھا یہ لاہور چلا گیا اور برجستہ لکھنے والا ہونے کی وجہ سے دیوان مذکور
کے دفتر کا افسر بن گیا۔ ۱۸۱۸ء میں مہاراجہ کا خاص منشی مقرر ہوا اور
۱۸۱۸ء میں ولیعہد کھڑک سنگھ کے ہاں یہی عہدہ حاصل کیا اور اپنے آقا
کی جاگیر کے حسابات بھی اس کی نگرانی میں رہے ؎

۱۸۰۵ء میں شنکر ناتھ دہلی میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۰ء میں اس کا
باپ اسے لاہور لے آیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے دفتر خزانہ میں ملازم
کرا دیا۔ بعد ازاں اس کی تبدیلی صدر ریکارڈ دفتر میں ہوگئی جہاں یہ
پنجاب کے الحاق تک رہا۔ اس کی شادی راجہ دینا ناتھ کی بہن کے
ساتھ ہو جانے کی وجہ سے اس کو بہت اقتدار حاصل ہوا مزید براں وہ
اپنی قابلیت اور بے عیب دیانت داری کے لئے مشہور تھا ۱۸۴۶ء سے
۱۸۴۹ء تک جبکہ رزیڈنسی کا زمانہ رہا شنکر ناتھ حکام انگریزی یعنی مسٹر
باؤرنگ ۔ مسٹر کاکس ۔ مسٹر ویڈربرن اور میجر مک گریگر نے بہت دفعہ
راز کے کام لئے اور یہ تمام افسران اس کی خدمات اور اس کے عمدہ
اطوار کے معترف تھے۔ راجہ دینا ناتھ کے دفتر میں اعلیٰ منشی ہونے کی وجہ

سے اس کے سپرد بہت سا مال کا کام تھا اور اس نے خود ۸۰۰ سے زیادہ مقدمات کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۴۹ء تک شنکر ناتھ کے قبضے میں ۶۵۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں رہیں اور اس کے علاوہ ۱۳۶۰ روپیہ بطور نقد وظیفوں کے اور ۱۲۴۲ روپیہ جو اس کے عملے کے لئے ملتے تھے رہے۔ وہ جاگیریں جو شیخوپورہ اور گجرات میں تھیں ضبط کرلی گئیں اور ۲۶۲۰ روپیہ کی ایک پنشن اس کی حین حیات کے لئے دی گئی۔ ۱۸۶۲ء میں شنکر ناتھ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ اس عہدے پر اس نے اپنے انصاف اور چستی سے حکام کی اطمینان بخش خدمات کیں۔ قانونِ اہلِ ہنود کی اسے بڑی واقفیت تھی اور رسوم۔ وراثت یا مذہب کے متعلق پیچیدہ مقدمات میں لاہور کے انگریز مجسٹریٹ اس کی رائے لیا کرتے تھے اور اُن کو اس کی بڑا اعتبار تھا۔ جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے دیوان کا خطاب دیا۔ وہ کئی سال تک میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا جس سے ہر مذہب و ملت کے آدمیوں کو افسوس ہوا۔ اسکی جگہ اس کا بیٹا پریم ناتھ جو صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور کی کچہری میں ناظر تھا خاندان کا بزرگ بنا اور دیوان مرحوم کی وفادارانہ اور نمک حلالی کی خدمات کے صلے میں اسے ۱۸۸۰ء میں رکھ بیل بچو کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور کی ایک ہزار ایکڑ اراضی آسان شرائط پر بیس سال کے لئے عطا کی گئی۔ پریم ناتھ نے یہاں موضع پریم نگر آباد کیا جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کے اسٹیشن رائے ونڈ جنکشن سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ پریم ناتھ ۱۸۸۴ء میں تیس سال کی ملازمت کے بعد پنشن لیکر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا اور ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا۔ یہ پراونشل درباری تھا۔ اس کا

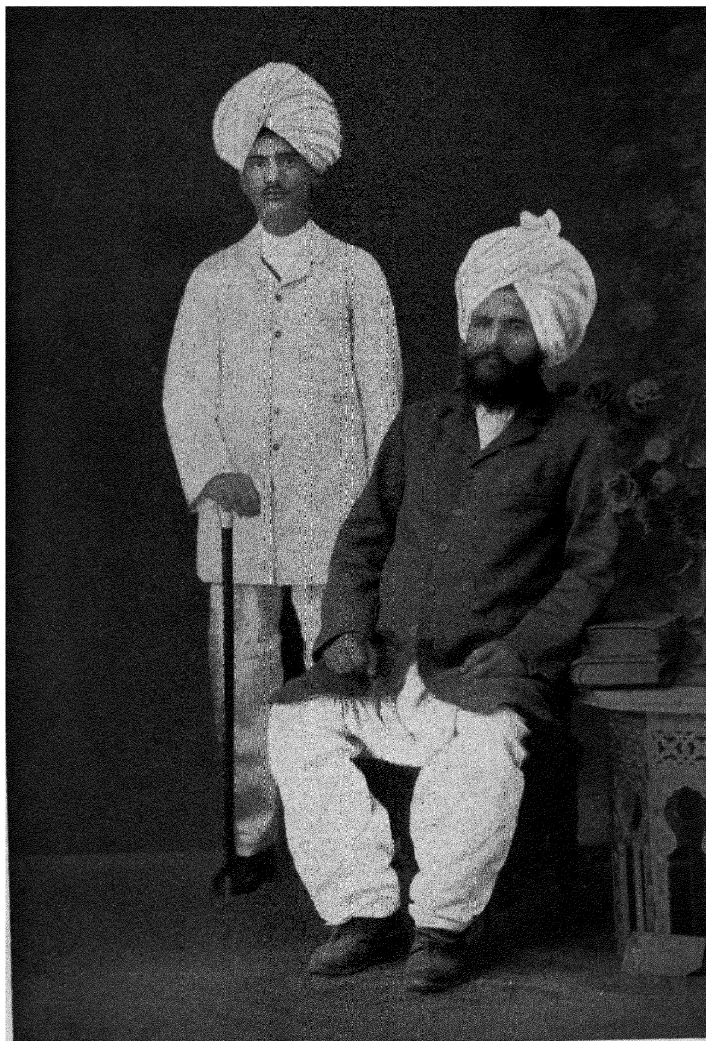
بڑا بیٹا دوارکا ناتھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا مگر اپنے باپ کے بعد صرف دو سال جیا۔ اس کی وفات کے بعد دیوان شنکر ناتھ کا دوسرا بیٹا پنڈت شیو ناتھ خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ یہ ۳۵ سال تک مہاراجہ جموں کی ملازمت میں رہا اور ۱۹۰۱ء میں جبکہ جموں کا رجسٹرار تھا فوت ہوا۔ اس کی اچھی خدمات کے صلے میں ریاست نے اس کی بیوہ کو پنشن دی ہے ◆

صرف شیو ناتھ کا بیٹا اور دوارکا ناتھ کا متبنّٰی پنڈت رادھا ناتھ ہی اس خاندان کے اراکین میں سے زندہ ہے۔ اُس نے ۱۹۰۵ء میں گورنمنٹ کو پچاس ہزار روپیہ دیکر موضع پریم نگر کے حقوق مالکانہ حاصل کئے ہیں اور وہ درباری نہیں ہے ◆



سردار گودڑ سنگھ موکل رئیس لاہور

Sardar Godar Singh Mokal of Lahore



شرم سنگھ موکل

Sharam Singh Mokal

سردار سندر سنگھ موکل رئیس لاہور

Sardar Sundar Singh Mokal of Lahore

# خاندانِ موکل

سندھو جاٹ ذات کے خاندانِ موکل کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہدِ حکومت میں بڑا اقتدار حاصل ہوا۔ سکھ سرداروں میں بھی یہ خاندان نیا خیال کیا جاتا ہے اور اس کے اراکین نے اپنی ہوشیاری اور چالاکی سے نہیں بلکہ زیادہ تر میدان جنگ میں اپنی شجاعت اور طاقت دکھا کر اراضیات اور دولت حاصل کی ہے +

سوندا سنگھ ایک دیہاتی جاٹ تھا جس کے سات بیٹے تھے اُن میں سے صرف دو کا شجرۂ نسب یہاں اس لئے دیا گیا ہے کہ فقط انہی دونوں کی اولاد نے نام پیدا کیا تھا۔ سوندا سنگھ کی صرف ایک لڑکی کوراں نامی تھی جس کی شادی اس نے سردار لال سنگھ سے جو پاکپٹن کے نواح کا ایک جاگیردار تھا کردی۔ لال سنگھ نے اپنے سالوں کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا اور یہ اس کی قزاقی کی مہموں میں اس وقت تک اس کی جلو میں جاتے رہے جب تک کہ کوراں نے اس بات پر رشک کھا کر کہ اس کے بھائی اس کے خاوند سے کم حیثیت ہیں ان کو نکلوا نہ دیا۔ جوند سنگھ اپنے چچیرے بھائیوں کے ساتھ لاہور آگیا اور رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک کسی کی توجہ ان کی طرف نہیں ہوئی مگر بیسہ کی خونریز لڑائی میں جو جولائی ۱۸۱۳ء میں دیوان محکم چند اور افغان وزیر کے درمیان اٹک کے قریب ہوئی ان چچیرے بھائیوں نے جن میں سے چھ اس لڑائی میں شامل تھے بہادری اور شجاعت کے ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ

مہاراجہ نے انہیں بنگیل پور کی ۲۵۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر عطا کی اور جوند سنگھ کو جس نے اپنے آپ کو خاص طور پر ممتاز کیا تھا ضلع گجرات کے پانچ مواضعات ۳۰۰۰ کی مالیت کے اس شرط پر عطا کئے کہ یہ ۱۵۰ سوار خدمات کے لئے دیا کرے اور اس کے بھائی اس کے ماتحت رکھے گئے۔ ۱۸۱۸ء میں اس نے ملتان میں اور دوسرے سال کشمیر میں خدمات انجام دیں۔ اور آخرالذکر مقام پر اس کے پہلو میں برچھی سے سخت زخم آگیا جس کی وجہ سے اسے کشمیر کے مالیہ میں سے ۲۵۰۰ روپیہ سالانہ ملنا مقرر ہوا۔ ایک زمانے میں اس خاندان کی جاگیر کی مالیت ۳۵۰۰۰ روپیہ تک پہنچ گئی تھی جس میں وہ ۲۰۰۰ روپیہ بھی شامل ہے جو ان کو ان کے نامہربان رشتہ دار لال سنگھ کی جاگیر میں سے ملتا تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات واقع ۱۸۳۹ء اور جوند سنگھ کی وفات واقع ۱۸۴۰ء کے بعد خاندان موکل کی جاگیریں ویسی کی ویسی ہی رہیں اور چونکہ ۱۸۳۶ء میں علاقہ آپس میں تقسیم ہوگیا تھا اس لئے وہ جاگیریں جو جوند سنگھ کو خاص طور پر ملی ہوئی تھیں اس کے دو بیٹوں بیلا سنگھ اور گورمکھ سنگھ کے نام واگزار ہوگئیں مگر اڑھائی سو سوار جو وہ خدمات کے لئے دیا کرتے تھے بڑھا کر تین سو کر دئے گئے اور ان بھائیوں کو شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت کردیا گیا۔ ان بھائیوں کا آپس میں اتفاق نہیں رہا۔ بڑے بھائی کو چھوٹے پر شک ہوگیا کہ اس کی خواہش نہ صرف یہ ہے کہ خاندانی جاگیر کا حصہ اس سے زیادہ حاصل کرلے بلکہ یہ کہ اس کی جگہ سردار بھی وہی بن جائے۔ اس موقع پر راجہ ہیرا سنگھ وزیر تھا جس نے سردار بیلا سنگھ سے ۲۰۰۰۰ روپیہ بطور نذرانہ لے کر اسے مستقل طور پر سردار بنا دیا

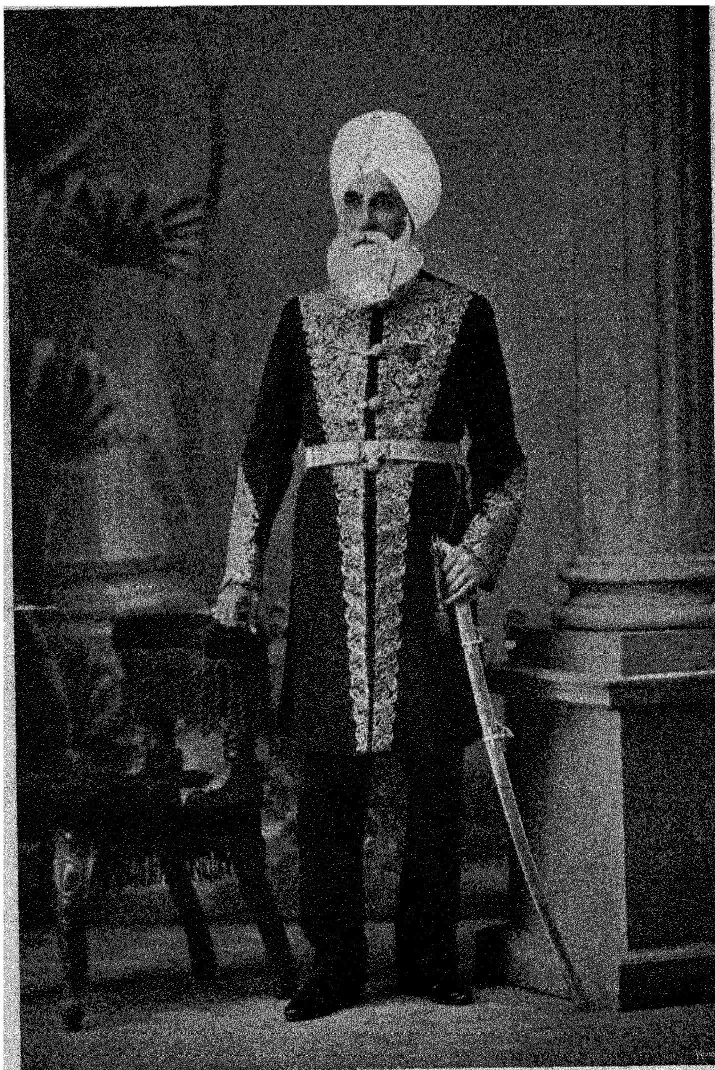
اور جاگیر دے دی۔ سردار گورمکھ سنگھ کے دل پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ وہ تھوڑا عرصہ بعد ۱۸۴۴ء میں اسی رنج میں مر گیا۔ جب پنجاب کی پہلی لڑائی شروع ہوئی تو سرداران بیلا سنگھ اور سورجن سنگھ دو سو سوار ساتھ لیکر سکھ فوج سے مل گئے اور اس حصۂ فوج میں شامل تھے جو مدکی اور فیروز شاہ کی طرف بڑھا۔ یہ دونوں سرداروں کی لڑائی میں بھی موجود تھے جس میں بیلا سنگھ سخت زخمی ہو گیا اور کشتیوں کا پل توڑ دیا جانے کے بعد اس بات کی لاحاصل کوشش کرتا ہوا کہ پایاب گزر جاے دریاے ستلج میں ڈوب گیا۔ اس کے نوکر کئی روز تک اس کی لاش تلاش کرتے رہے مگر نہ پا سکے۔ جب راجہ لال سنگھ لاہور میں عہدۂ وزارت پر مستقل ہوا تو سردار بیلا سنگھ کی قریباً نصف جاگیریں ضبط ہو گئیں مگر اس پر بھی سورجن سنگھ کے واسطے ۶۸۰۰ روپے مالیت کی جاگیریں رہیں جن میں ۴۹۸۰ کی ۱۶۰ سوار خدمات کے لئے دینے کی شرط پر تھیں۔ سورجن سنگھ یہ جاگیریں ۱۸۴۹ء تک لیتا رہا۔ مگر پھر وہ اپنے چچیرے بھائی خزان سنگھ کے ساتھ مفسدوں میں شامل ہو گیا اور جاگیر مذکور ضبط ہو گئی البتہ زنگیل پور کی جاگیر جو ۱۰۰۰ کی مالیت کی تھی اور جو سردار گورمکھ سنگھ کی وفات پر اس کی بیوہ اور لڑکی کے گزارے کے لئے ملی ہوئی تھی ضبطی سے بچ گئی اور بیوہ مذکور کے نام قائم رہی۔ خزان سنگھ کو ۴۵۰ روپیہ اور مقدم سنگھ کو ۲۷۰ روپیہ پنشن ملی۔ سورجن سنگھ کی پنشن جو ۱۲۰۰ روپیہ تھی مارچ ۱۸۶۴ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ اس کا بیٹا چنر سنگھ اس کی جگہ اعلےٰ نمبردار بنا جس نے ۱۸۷۹ء میں مسلمان ہو کر اپنا نام بدل کر فتح دین رکھ لیا۔ اس کی مسلمان بیوی کے بطن سے اس کے تین لڑکے ہیں ٭

۱۸۵۸ء میں مانا سنگھ بندہ فوجی پولیس میں رسالدار بنایا گیا جہاں وہ ۱۸۶۱ء تک رہا۔ ستمبر ۱۸۵۹ء میں جس طریقے سے کہ اس نے اپنے ترپ کو بہت سے دشمنوں کے مقابلے میں بڑھایا اس کے باعث اسکی بڑی ناموری ہوئی۔ اس موقع پر اس کے سر میں زخم آگیا اور اس کا گھوڑا زخمی ہو کر بیکار ہوگیا مگر وہ ایک اَور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی اور تعاقب کے وقت سب کے آگے ہی رہا۔ ۱۸۶۱ء میں جب کہ فوجی پولیس کے تخفیف میں آجانے کی وجہ سے وہ نوکری سے علیحدہ ہوا تو اسے موضع موکل کے گردونواح کے اٹھائیس مواضعات کا ذیلدار یا آنریری پولیس مجسٹریٹ بنا دیا گیا اور ۱۸۶۲ء میں اسے چونیاں کے قریب رکھ مدکی میں ۷۲۰ ایکڑ افتادہ زمین عطا کی گئی۔ مانا سنگھ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا نرائن سنگھ اس کی جگہ ذیلدار اور نمبردار بنا اور ۱۹۰۰ء میں فوت ہوگیا۔ اس کے دوسرے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور لابھ سنگھ مسلمان ہوگئے۔ اول الذکر کا جو اضلاع لاہور اور حصار کی ۲۲۰۰ ایکڑ اراضی کا مالک ہے اور جسے نہر چناب پر ۵۶۰ ایکڑ اراضی بھی عطا ہوئی ہے اب بشیر احمد خان نام ہے۔ یہ محکمۂ انہار پنجاب میں ملازم رہا اور ڈپٹی کلکٹر ہو کر تیس سال کی ملازمت کے بعد ۲۰۰ ماہوار پنشن پر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا ہے۔ یہ زراعت کے متعلق بہت سی کتابوں کا مصنف ہے اور اس نے خاندان موکل کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ لابھ سنگھ کا نام اب محمد عمر ہے اور یہ ذیلدار ہے۔ گودر سنگھ ہاڈسن صاحب بہادر کے رسالہ میں رسالدار تھا جس میں یہ دو سال سے زیادہ عرصے تک قابل تعریف خدمات کرتا رہا اور ۱۸۶۰ء میں رسالۂ مذکور کے ٹوٹنے پر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا۔

جب چین کی لڑائی چھڑی نو گوڈر سنگھ نے اپنی خدمات پیش کیں مگر فین صاحب کے رسالے میں کوئی خالی جگہ نہ رہی تھی اس لئے انکار کر دیا گیا۔ جس زمانے میں مانا سنگھ کو اراضی عطا ہوئی اسی زمانے میں گوڈر سنگھ نے بھی رکھ مدکی میں پچاس ایکڑ زمین حاصل کی۔ یہ موضع کھٹھہ جالو کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور کا ذیلدار تھا۔ مانا سنگھ کی وفات پر اسکی درباری کرسی گوڈر سنگھ کو عطا کی گئی اور چونکہ یہ خاندان کی بڑی شاخ کا سردار تھا اس لئے سارے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ اس کے بیٹے تیجا سنگھ نے بھی اپنا مذہب بدل لیا ہے اور اب اس کا نام عبدالرحمٰن خاں ہے۔ وہ پنجاب کے محکمہ انہار میں ڈپٹی کلکٹر ہے جس میں اس کی ملازمت تیس سال سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کی لمبی ملازمت جس میں اس کا کام ہمیشہ افسروں کے پسندیدہ رہا۔ اور عام لیاقت کی وجہ سے اسے ۱۹۰۶ء میں خان بہادر کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ موضع موکل اور دوسرے مواضعات کی ۲۶۸ ایکڑ اراضی پر اسکی ملکیت ہے اور چونکہ یہ خاندان کی بڑی شاخ کا اعلیٰ رکن ہے اس لئے اسے کل خاندان کا سرکردہ خیال کرنا چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا جمیل اللہ محکمہ نہر میں ہے اور تیسرا لڑکا فقیر اللہ بی اے نائب تحصیلدار ہے۔ مقدم سنگھ بھی رسالدار تھا اور اسے ملازمت سے پنشن پاکر علیحدہ ہونے پر ۱۰۰ ایکڑ اراضی عطا کی گئی اور سلطانکی ضلع لاہور کا ذیلدار مقرر کیا گیا۔ اس کے دونوں بیٹے فوت ہو چکے ہیں جن میں سے ایک یعنی کشن سنگھ بنگال کے رسالہ نمبر ۱۱ میں دفعدار تھا۔

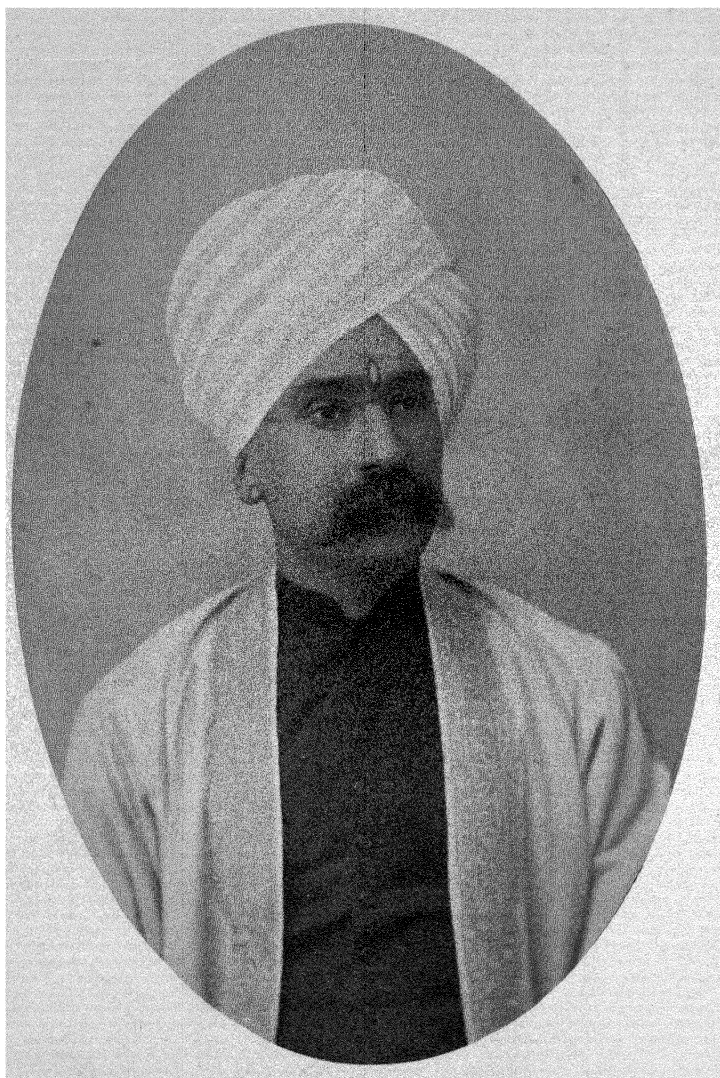
مانا سنگھ کا بھائی بڈھا سنگھ بندہ پولیس میں دفعدار تھا

جو اس نے ۱۸۶۱ء میں چھوڑی جب کہ پولیس مذکور تخفیف کر دی گئی۔ اس کے بیٹے سندر سنگھ کو علاوہ دوسری زرعی اراضی کے نہر چناب پر گیارہ مربعے زمین عطا ہوئی ہے۔ اس خاندان کی سکونت موضع موکل ضلع لاہور میں ہے۔ اس موضع کے نصف حصے پر ان کے حقوق مالکانہ ہیں اور اس کے علاوہ قلعہ جسونت سنگھ کے تین حصے اور سلطانکی کی بہت سی اراضی ان کے قبضے میں ہے۔ اس خاندان کے سکھ اور مسلمان اراکین کی آپس میں صفائی نہیں ہے *



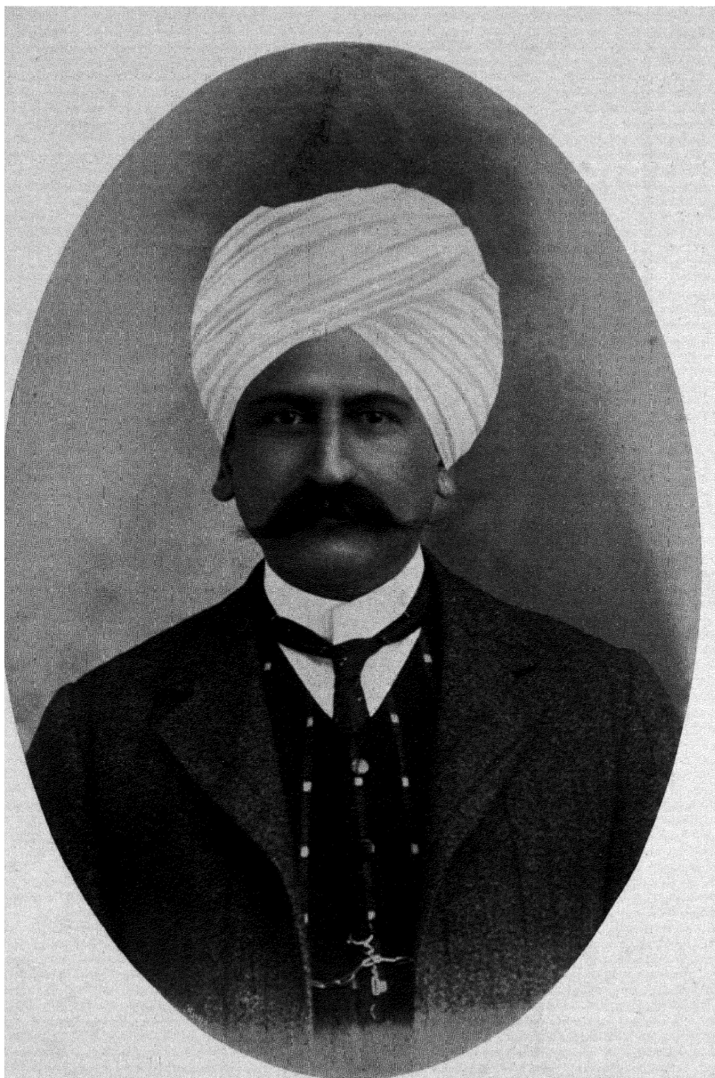
راجہ پنڈت سورج کوَل سی آئی ای سرگباشی

The late Raja Pandit Suraj Kaul, C.I.E., of Lahore.



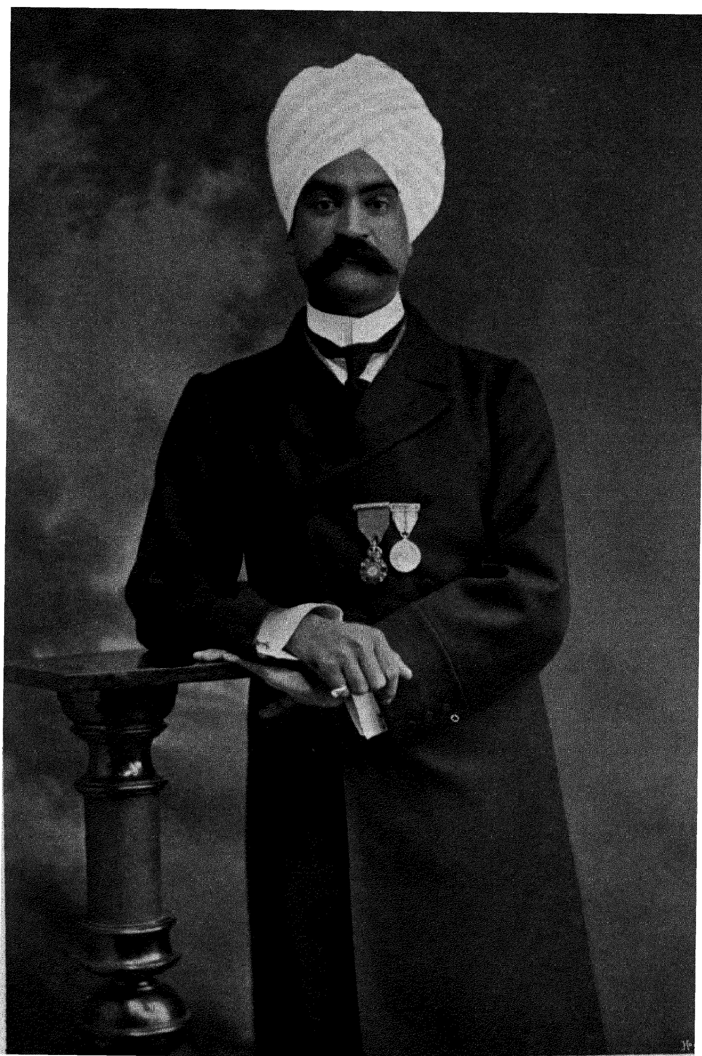
راے صاحب ڈاکٹر بالکشن کول رئیس لاہور

Rai Sahib Dr. Bal Kishan Kaul, of Lahore.



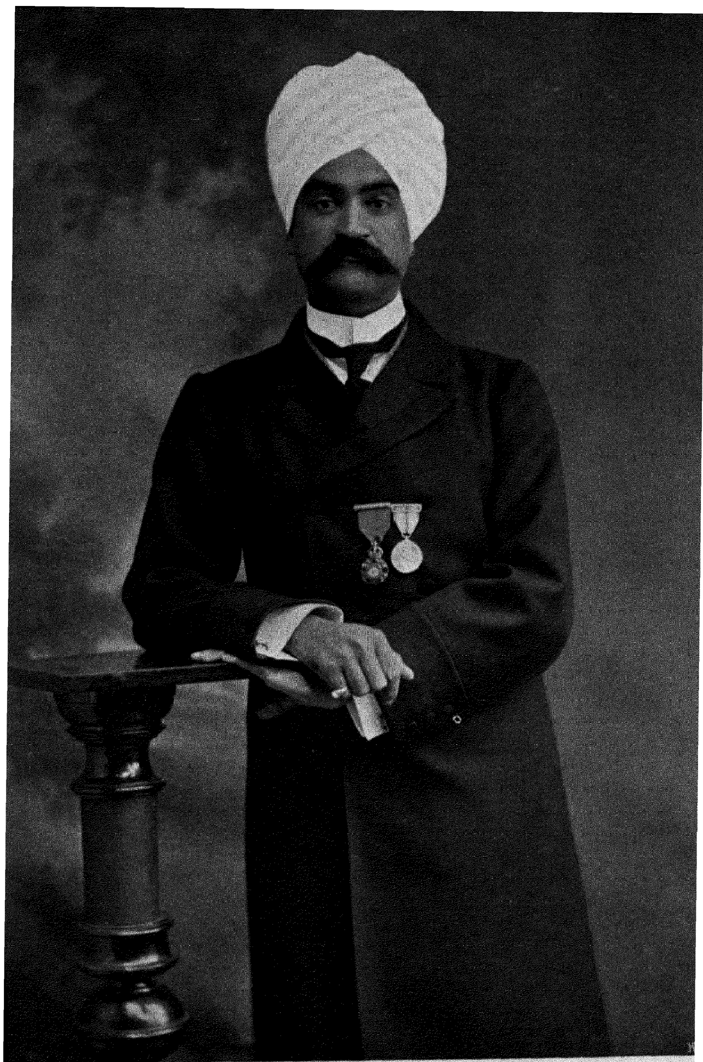
رائے بہادر پنڈت ہری کشن کول

Rai Bahadur Pandit Hari Kishen Kaul of Lahore.



رائے صاحب دیوان دیاکشن کوئل سی آئی ای

Rai Sahib Diwan Daya Kishen Kaul, C.I.E., of Lahore.



رائے صاحب دیوان دیاکشن کوئل سی آئی ای

Rai Sahib Diwan Daya Kishen Kaul, C.I.E., of Lahore.

# پنڈت بال کشن کوٗل*

مادھو کوٗل

۲۲ پشتیں

ہر کوٗل

بال کوٗل

لال کوٗل
(وفات ۱۸۴۹ء)

راجہ پنڈت سورج کوٗل سی-آئی-ای
(وفات ۱۹۰۱ء)

۱ پنڈت بال کشن کوٗل (ولادت ۱۸۶۶ء)
- ۱ اوتار کشن کوٗل (ولادت ۱۸۹۱ء)
- ۲ سری کشن کوٗل (ولادت ۱۸۹۶ء)

۲ پنڈت ہری کشن کوٗل (ولادت ۱۸۶۹ء)
- ۱ شبو کشن کوٗل (ولادت ۱۸۹۲ء)
- ۲ مہندر کشن کوٗل (ولادت ۱۹۰۰ء)

۳ رائے صاحب دیوان دیا کشن کوٗل (ولادت ۱۸۷۲ء)
- راجندر کشن کوٗل (ولادت ۱۸۹۴ء)



پنڈت بال کشن کوٗل اس خاندان کا سرکردہ ہے اور اسے کشمیر کے قدیم ترین خاندانوں میں ہونے کا دعوےٰ ہے۔ پنڈت بال کشن کے دادا پنڈت لال کوٗل کے نام مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی وہ جاگیر مستقل طور پر کردی تھی جو مغل شہنشاہوں نے اس کے بزرگوں کو دے رکھی تھی اور امیرانِ کابل نے بحال رکھی تھی۔ پنڈت لال کوٗل نے پنڈت پرکاش کاکڑو کی جو شاہی خاندان کابل کے عہد حکومت میں کشمیر کا ناظمِ دوم تھا اکلوتی

* یہ تواریخ پہلی کتابوں میں نہیں ہے۔

اور وارثہ لڑکی سے شادی کی۔ اِس نے اُس زمانے کی رسم کے مطابق اپنے داماد کو اپنی نیک چلنی کی ضمانت میں کابل بھیجا اور وہاں پنڈت لال کوّل امیر کے وزرا میں ہو کر کام کرتا رہا۔ پرکاش کاکڑو کی وفات کے بعد لال کوّل لاہور آیا اور رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ وہ مصر دیوان چند کے ہمراہ ۱۸۱۹ء میں جبکہ مہاراجہ کی فوجیں کشمیر کو فتح کر رہی تھیں لڑائی میں گیا اور اس کے بعد تین سال تک ملتان کا ناظم رہا بعد ازاں اُس رسالے کا افسر ہو گیا جو پنڈی والا ڈیرہ مشہور تھا جس کو یہ بہت سی لڑائیوں میں جن میں سے اخیر سبراؤں کی لڑائی تھی لے گیا۔ ۱۸۴۸ء میں پنجاب کے الحاق کے موقع پر اسے حین حیات کے لئے ایک پنشن دی گئی جو یہ کچھ عرصے تک کشمیر کی جاگیر کے ساتھ وصول کرتا رہا مگر کشمیر کی جاگیر ۱۸۴۹ء میں پنڈت لال کوّل کی وفات پر اور جاگیروں کے ساتھ مہاراجہ گلاب سنگھ نے ضبط کر لی ٭

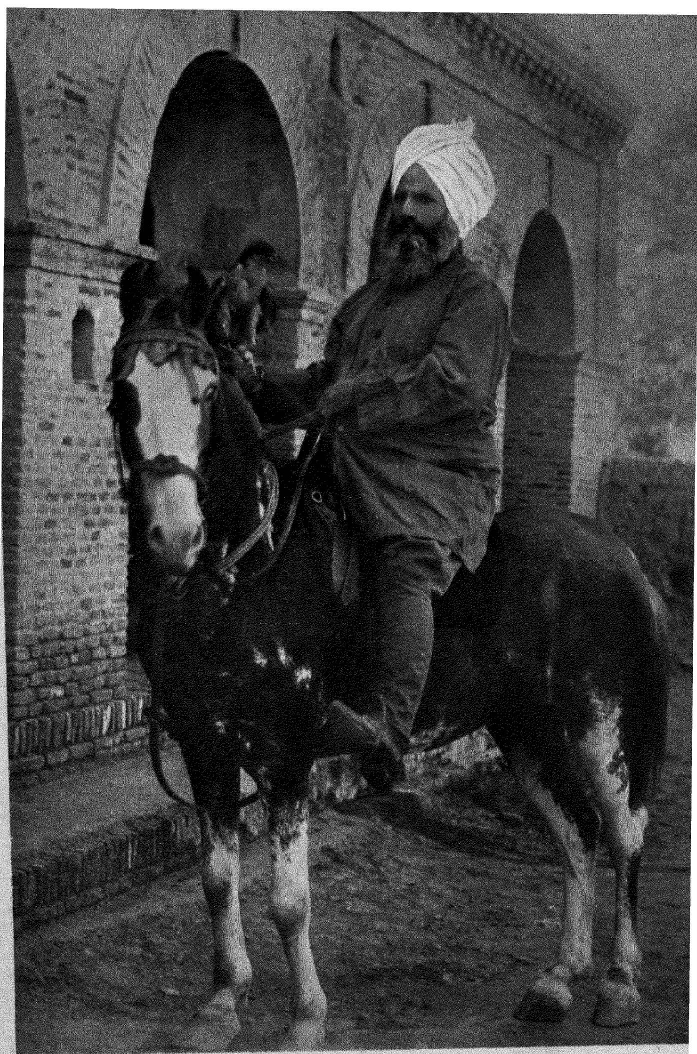
پنڈت سورج کوّل اپنے باپ کی وفات کے وقت صرف ۱۶ سال کی عمر کا تھا مگر سر جان لارنس صاحب بہادر کو اس لڑکے کے معاملات سے دلبستگی تھی اور اُنہوں نے اس کو بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے دفتر میں جگہ دے دی۔ اس کا پہلا مقتدر عہدہ صاحب کمشنر راولپنڈی کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ ہونا تھا۔ اس عہدے سے ترقی کر کے وہ تحصیلدار اور بعد ازاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو گیا۔ ۱۸۸۳ء میں وہ پولیٹیکل اسسٹنٹ بنا کے بلوچستان بھیجا گیا جہاں اس نے کوئٹہ کے شہر اور چھاؤنی کی آبادی کے متعلق اچھی خدمات انجام دیں۔ اس اچھے کام کے صلہ میں جو اس نے بلوچستان میں کیا اسکو رائے بہادر کا

خطاب عطا کیا گیا اور تحصیل خانقاہ ڈوگراں ضلع گوجرانوالہ کی پانچسو ایکڑ افتادہ اراضی مرحمت ہوئی جو دس سال تک بطور معافی کے تھی۔ یہ زمین ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہے۔ کچھ عرصہ بعد پنڈت سورج کول کو سی آئی ای کا خطاب دیا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں ریاست کشمیر نے اسکی خدمات عاریۃً لیں جہاں یہ اپنے پنشن لینے یعنی ۱۸۹۶ء کونسل کا وزیر مال اور ریونیو ممبر رہا۔ ۱۸۹۷ء میں وہ گورنر جنرل کی لیجس لیٹو کونسل کا زائد ممبر مقرر کیا گیا اور دو سال بعد پراونشل لیجس لیٹو کونسل کا ممبر مقرر ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں اسے راجہ کا خطاب بطور ذاتی اعزاز کے ملا اور اسی سال کے دسمبر مہینے میں وہ ۶۸ سال کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔

راجہ سورج کول نے تین لڑکے چھوڑے جو سب کے سب معزز عہدوں پر ممتاز ہیں۔ سب سے بڑا پنڈت بال کشن کول اول درجے کا اسسٹنٹ سرجن اور میڈیکل کالج لاہور میں علم الادویہ۔ علم اور عمل طب اور حفظان صحت کے مضامین کا لکچرار ہے۔ دوسرا لڑکا پنڈت ہری کشن کول ایم اے ۱۸۹۰ء میں عارضی طور پر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا اور ۱۸۹۲ء میں مستقل ہوا۔ ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۳ء تک وہ مظفر گڑھ کا اور ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۵ء تک میانوالی کا افسر بندوبست رہا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ اسے ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر ترقی دی گئی ہے۔ سب سے چھوٹا لڑکا دیوان دیا کشن کول مہاراجہ کشمیر کا پرائیویٹ سکریٹری ہے جسے دیوان کا خطاب تو مہاراجہ نے اور رلے صاحب کا گورنمنٹ ہند نے عطا کیا ہے۔

یہ خاندان متموّل اور بہت معزّز ہے اسکے قبضے میں خانقاہ ڈوگراں

والے پانچسو ایکڑ کے عطئے کے علاوہ جو اب آبادی چناب کا حصہ بن گیا ہے بہت سی زرعی جائداد ہے۔ دوسری جائداد میں مفصلۂ ذیل کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔ ایک موضع جس کی پیمائش گیارہ ہزار ایکڑ ہے گوجرانوالہ ہیں۔ ایک اور موضع جس کی پیمائش تین سو ایکڑ ہے شاہ پور ہیں اور لائلپور کے ایک موضع میں چھ سو ایکڑ زمین۔ قریباً دو لاکھ کی مالیت کے مکانات اور اراضی لاہور ہیں۔ امرتسر۔ لائلپور سانگلہ اور سلانوالی ہیں سکنی جائداد۔ نو مواضعات کشمیر ہیں جن کا رقبہ قریباً دو ہزار ایکڑ ہے۔ علاوہ ازیں سری نگر ہیں مکانات اور باغات ہیں۔ اس خاندان کی ملکیت میں ریاستہائے جموں اور بہاولپور کی بھی تھوڑی سی زمین ہے *



سردار جیون سنگھ پدھانیہ رئیس اعظم پدھانہ

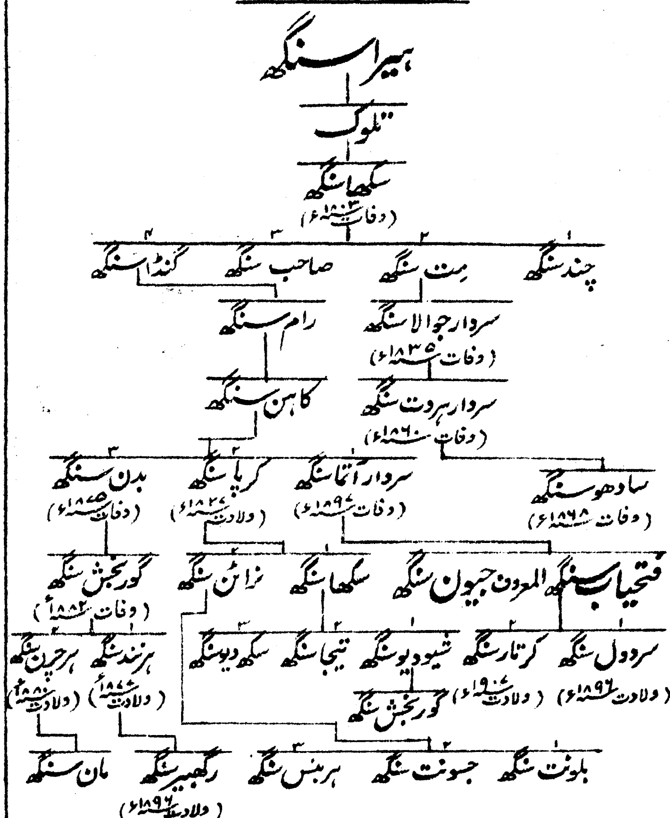
Sardar Jiwan Singh Padhania.



سردار ہرچرن سنگھ رئیسِ پدھانہ

Sardar Harcharan Singh Padhania.

# فتحیاب سنگھ المعروف جیون سنگھ پدھانیہ




مانجھا کے اعلیٰ جاٹ خاندانوں میں خاندان سندھو بھی ہے اور جیون سنگھ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے بظاہر اس کا بانی سندھو راجپوت نسل سے تھا مگر تیرھویں صدی میں غزنی واقع افغانستان سے نقل مکان کر کے مانجھے میں آ گیا اور اپنے خاندان سمیت وہیں آباد ہو گیا۔

یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بزرگ پہلے پہل کس طرح سے افغانستان میں آباد ہوئے مگر اغلب ہے کہ یہ اُن بیشمار ہندو قیدیوں میں سے تھے جن کو سلطان محمود مہم ہائے ہندوستان کے بعد اپنے ساتھ لے گیا تھا اور ان کی ایک بڑی بستی غزنی کے نئے اور خوبصورت دارالخلافہ میں بسائی تھی۔ بعض سندھو جاٹوں کا بیان ہے کہ وہ غزنی جس سے ان کے بزرگ نقل مکان کر کے آئے تھے جنوبی ہندوستان میں ایک شہر تھا مگر یہ روایت قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے +

چنگا جو سندھو سے تیرھویں پشت میں ہوا ہے ایک با رسوخ چودھری تھا اور اس نے لاہور سے قریباً پندرہ میل جنوب مشرق کی جانب موضع پڈھانہ آباد کیا جہاں یہ خاندان ابھی تک آباد ہے۔ وہ اُن تیس جاٹ چودھریوں اور سرداروں کا سرگروہ تھا جو میر متا دھاری والہ مینداردولکانگڑہ نزد وڈنی ضلع فیروزپور کی لڑکی سے شہنشاہ اکبر کی شادی کی قرارداد کرنے اکبر کے پاس گئے تھے۔ شہنشاہ نے اس لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی پہلے پہل گاؤں کے کنوئیں پر دیکھا تھا۔ اُس وقت اُس کے سر پر ایک گھڑا پانی کا تھا پھر بھی اس نے ایک بچھڑے کی رسّی پر جو بھاگا جاتا تھا پاؤں رکھ دیا اور جب تک اُس کا مالک نہ آپہنچا اُسے ہلنے نہ دیا۔ اکبر اس طاقت اور حکمت کے کام سے ایسا خوش ہوا کہ اس نے اُس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر اُس کے باپ نے اپنی قوم کی مرضی کے بغیر اس عزت کے حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اُس نے اس امر کو طے کرنے کے لئے ۳۵ جاٹ اور ۳۶ راجپوت کل ۷۱ نمبرداروں اور چودھریوں کی

ایک کمیٹی جمع کی۔ راجپوت تو اس پیوند کو اپنی ذلت سمجھتے تھے مگر جاٹوں نے جن کا سرگروہ چنگا تھا اس کو منظور کر لیا اور شادی ہوگئی۔ اکبر نے ان ۳۵ آدمیوں کو اراضیات اور خطابات دئے اور انہیں کی اولاد میں سے پنجاب کے تمام مقتدر جاٹ خاندان ہوئے ہیں چنانچہ اسی سبب سے ابھی تک جاٹوں کے اعلےٰ خاندان "پینتیس" (۳۵) اور راجپوتوں کے اعلےٰ خاندان "چھتیس" (۳۶) کہلاتے ہیں۔ چنگا اپنی پہلی عادات اور وضع کے سبب سے اُمید تھی کہ چھتیس میں ہوتا مگر نہیں وہ جاٹوں کے شمار میں پایا گیا۔ اس کا خاندان اتنے عرصے تک جاٹ کاشتکار رہا تھا کہ ان کے راجپوتی تعصبات بالکل جاتے رہے تھے۔ چنگا بڑا مقتدر آدمی تھا اور اس کا بیٹا بھی اسکی جگہ مقتدر رہا مگر پوتا دیباوس جہانگیر کے عہد حکومت میں ایک خون کے مقدمے کی وجہ سے چودھری کے منصب سے معزول کر دیا گیا +

جب سکھوں کو عروج ہوا تو سکھا سنگھ جو اُس وقت خاندان کا رئیس تھا مع اپنے دو بیٹوں صاحب سنگھ اور مت سنگھ کے سکھ ہوگیا۔ مت سنگھ تو سردار مہاں سنگھ سوکرچکیہ کی اور صاحب سنگھ سردار گوجر سنگھ والئِ لاہور کی ملازمت میں داخل ہوا۔ سوکرچکیہ سردار سے مت سنگھ نے ۱۲۰۰۰ کی مالیت کی جاگیر حاصل کی اور جب مہاں سنگھ مر گیا تو یہ نوجوان رنجیت سنگھ کی قسمت سے وابستہ ہوگیا اور ۱۷۹۹ء میں لاہور کی فتح میں اس کے ساتھ شریک تھا۔ بعد ازاں قصور کی مہم میں ہمراہ گیا اور اپنے آقا کا بڑا منظور نظر ہوگیا جس نے اسے بہت سی بیش بہا جاگیریں دیں ۱۸۱۴ء میں جبکہ سپاہ کشمیر کی مہم سے واپس آرہی تھی تو یہ عقب کا افسر تھا۔ اس فوج پر کشمیری قبائل نے دُہری صف بنا کے چھاپا مارا اور بڑی سختی کی۔ خود

سردار ایسا مجروح ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ رنجیت سنگھ کو اس کی وفات کا بہت افسوس ہوا اور اس نے مت سنگھ کے بیٹے جوالا سنگھ کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرنے کا عہد کر لیا۔ چنانچہ اُس کے نام اُس کے باپ کا کل علاقہ بحال رکھا اور اس کے علاوہ سوا لاکھ کی نئی جاگیر ہری پور گلیر ضلع کانگڑہ میں بخشی +

سردار جوالا سنگھ بہادر اور قابل آدمی تھا وہ ۱۸۱۸ء میں ملتان کی فتح کے موقع پر موجود تھا اُس نے مانکیرہ۔ ٹیری۔ کوٹ کپورا اور کشمیر میں بھی کارہائے نمایاں کئے اور ایک موقع پر جبکہ اٹک کا قلعہ اس کے اہتمام میں تھا تو اس نے چند سو سواروں کے ساتھ تمام فوج افغان کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۱۸۲۹ء میں اسے فالج ہو گیا اور گو ۱۸۳۵ء تک زندہ رہا مگر بیماری نے اس قابل نہ رکھا تھا کہ میدان جنگ میں کام کر سکے یا دربار میں حاضر ہو سکے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری اُس کو اس طرح سے ہوئی تھی کہ کانگڑہ کے قلعے کی فوج باغی ہو گئی اور چونکہ اسے فوج عزیز رکھتی تھی اس لئے مہاراجہ نے اسے بھیجا کہ اُن کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائے۔ قلعہ اس قدر مضبوط تھا کہ بزور سر نہ ہو سکتا تھا پس جوالا سنگھ کو مجبوراً فہمائش ہی کرنے پر اکتفا کرنی پڑی اور آخر کامل معافی کا پختہ عہد کر کے اُس نے باغیوں کو اطاعت پر مائل کر لیا مگر مہاراجہ نے جوالا سنگھ کے اقرار و مدار کا کچھ خیال نہ کیا۔ سرغنوں کو مار دیا اور دوسرے باغیوں کو سزائے جرمانہ و تنزلی دی۔ مہاراجہ کے اس فعل سے جوالا سنگھ کو جس نے اس بدعہدی کو اپنی عزت و شرافت کے خلاف سمجھا اس قدر غم ہوا کہ اُس کو یہ بیماری ہو گئی جس سے وہ جانبر نہ ہوا +

سکھ سرداروں میں ایسا کوئی بھی نہیں جس کا نام بخشش اور فیاضی کی

وجہ سے جوالا سنگھ سے زیادہ مشہور ہو۔ اس کے چچیرے بھائی کاہن سنگھ کی جو بہت مفلسی کی حالت میں مرگیا نوعمر لڑکی جوالا سنگھ نے متبنّٰے کرلی تھی اس کو بڑا جہیز دیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کی شادی پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اپنی اخیری بیماری کے شروع میں اس نے اتنا ہی روپیہ فقیروں اور برہمنوں کو خیرات دیا۔ یہ اپنے خاندان کے لوگوں کی نسبت اجنبیوں کے ساتھ کم فیّاضی نہ کرتا تھا جیسا کہ مفصلۂ ذیل قصّے سے ظاہر ہوگا۔ جب شہزادہ شیر سنگھ کا انتظام کشمیر خاص طور پر ناقص ثابت ہوا اور مہاراجہ کو فکر ہوا کہ کس شخص پر غصہ نکالے تو اور آدمیوں کے ساتھ شہزادہ کا اعلےٰ کارندہ دیوان بساکھا سنگھ چپاری والا بھی لاہور بُلایا گیا اور یہ ظاہر کرکے کہ وہ حسابات جو اس نے پیش کئے ہیں جعلی ہیں اسکے خلاف بغیر کوئی ثبوت تحقیق کئے ۱۲۵۰۰۰ روپیہ جُرمانہ کردیا۔ اس میں شک نہیں کہ دیوان مذکور مستحق تھا کہ اُس پر یہ جرمانہ کیا جاے کیونکہ اُس زمانے میں سکھ سردار کشمیر کو یہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک بھیڑوں کا گلّہ بھیڑیوں کی حفاظت میں ہے مگر دیوان نے گزارش کی کہ مجھ میں یہ جُرمانہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے اس پر مہاراجہ نے یہ حُکم دیا کہ اسکے اُس وقت تک کوڑے مارے جائیں جب تک وہ یہ نہ بتادے کہ اس نے اپنی دولت کہاں چھپائی ہے۔ چنانچہ بدقسمت دیوان کو مہاراجہ کی خدمت سے کھینچ کر باہر لے آئے اور اسی طرح ڈیوڑھی تک پہنچایا جہاں راجہ دھیان سنگھ۔ جوالا سنگھ اور بہت سے اَور سردار بیٹھے تھے۔ جب دیوان بساکھا سنگھ نے ان کو دیکھا تو التجا کی کہ مہاراجہ سے اُس کی سفارش کریں اور اُن کے آگے گڑگڑایا اور کہا "میں تمہاری گاے ہوں مجھے بچالو"

مگر سردار جوالا سنگھ کے سوائے کسی نے پرواہ بھی نہ کی۔ سردار اس کا تمام قصہ سُن کر جرأت کر کے مہاراجہ کے سامنے گیا اور اُس کی بجائے آپ سارا جُرمانہ ادا کر دینے کا وعدہ کر کے التجا کی کہ اُس کی سزا معاف کر دی جائے۔ رنجیت سنگھ نے مان لیا اور چونکہ اُس کو فیاضی اور شرافت طبیعت کی قدر نہ تھی اس لئے جُرمانے کا ایک ایک روپیہ جوالا سنگھ سے وصول کر لیا جسے جیسا کہ خیال تھا دیوان بساکھا سنگھ نے بھی پیچھے کُچھ ادا نہیں کیا۔ اس کی فیاضی کی دوسری مثال کے طور پر یہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس نے پدھانہ کے آبائی گاؤں میں اپنی قوم یعنی سندھوؤں سے کبھی معاملہ یا کوئی کرایہ وصول نہیں کیا +

جوالا سنگھ کی وفات پر مہاراجہ نے اس کی جاگیر کا بہت سا حصہ ضبط کر لیا کیونکہ سردار کا اکلوتا بیٹا ہردت سنگھ نالائق آدمی تھا اور گو وہ دربار میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر کسی فوج کا افسر ہونے کے قابل نہ تھا۔ تاہم اس کے پاس ۲۵ ہزار ۲۷۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں رہیں جن پر ایک سو سوار خدمت کو دینے کی شرط تھی۔ ۱۸۴۸ء میں جب سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے ہزارے میں بغاوت کی تو یہ خدمتی سوار اسکے ساتھ تھے ان میں سے اکثر آدمی اپنی سرکار کے نمک حلال رہے اور پنجاب کے الحاق کے موقع پر ہردت سنگھ اور اُس کی والدہ کے نام ۹۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر قائم رہی +

۱۸۶۰ء میں ہردت سنگھ ایک لڑکا سادھو سنگھ چھوڑ کر فوت ہوا جو ۱۵ سال کی عمر میں بزمانہ طالب علمی لاہور کالج فوت ہو گیا۔ سادھو سنگھ کی وفات پر کاہن سنگھ کا بیٹا سردار آتما سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔

یہ پدھانہ میں رہا کرتا تھا اور ۲۵ مواضعات کا آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس کو سردار کا خطاب دیا گیا اور حضور وائسرائے کی دستخطی سند عطا کی گئی۔ ہردت سنگھ کی وفات پر خاندان کو جاگیر کی آمدنی ملنی بند ہوگئی مگر سردار کے چار مواضعات پر حقوق مالکانہ تھے اور یہ خوشحال تھا۔ وہ ۱۸۹۷ء میں مرا اور اس کی جگہ اس کا اکلوتا بیٹا فتحیاب سنگھ عرف جیون سنگھ جانشین ہوا جو آنریری مجسٹریٹ اور سول جج ہے ٭

سردار آتما سنگھ کا بھتیجا گوربخش سنگھ نائب تحصیلدار ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ اس کے بیٹے ہرنند سنگھ کی شادی مرحوم سردار اجیت سنگھ اٹاری والے کی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ خوش نصیبی ہے کہ اس خاندان کے لڑکے اور لڑکیوں کی شادیاں اچھے خاندانوں میں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی مانجھا کے بڑے بڑے گھرانوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہوگئی ہیں ٭

# نند لال

مہر چند

دیوان گوربخش رائے

دیوان ٹھاکر داس (وفات ۱۷۹۲ء)

۱. دیوان دیوی داس (وفات ۱۸۳۲ء) ۲. کشن داس (وفات ۱۸۲۲ء) ۳. دیوان بھوانی داس (وفات ۱۸۳۴ء) ۴. لالہ نرائن داس (وفات ۱۸۴۶ء) ۵. راج کور ۶. رام کور (متوفی) ۷. لالہ رام داس (وفات ۱۸۶۲ء) ۸. منگل سین (متوفی)

شنکر داس (وفات ۱۸۵۰ء) — ۱. دیوان حکم چند (وفات ۱۸۶۹ء) ۲. شنکر داس (وفات ۱۸۸۰ء) ۳. گنگا بشن (وفات ۱۸۶۹ء) — ۱. میٹھا مل (متوفی) ۲. گوبند سہائے (وفات ۱۸۸۳ء) ۳. جگن ناتھ (ولادت ۱۸۳۲ء)

ہر سہائے (وفات ۱۸۶۱ء) — بشمبر داس (وفات ۱۹۱۱ء) — تارا چند (وفات ۱۹۱۰ء) — ٹرگٹا سہائے (وفات ۱۹۰۶ء) — لالہ راجی داس (متوفی) — ۱. جواہر مل (وفات ۱۸۸۰ء) ۲. ہیرا نند (وفات ۱۸۵۴ء)

بدری ناتھ (وفات ۱۸۶۶ء) — ۱. ارجن داس (ولادت ۱۸۶۴ء) ۲. رگھوناتھ داس (ولادت ۱۸۶۹ء) ۳. رام سرن داس (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۱. مہیش داس (ولادت ۱۸۸۸ء) ۲. گنیش داس (ولادت ۱۸۹۴ء) — گوپال داس (ولادت ۱۸۳۴ء)

حاکم رائے (ولادت ۱۸۹۳ء) — سکھانند — ۱. ہرگوپال (ولادت ۱۸۹۶ء) ۲. گوروداس (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۱. دولت رام (ولادت ۱۹۰۳ء) ۲. رام سہائے (ولادت ۱۹۰۸ء) — چھمن داس

سری چند (ولادت ۱۸۸۸ء) — آتما رام

۱. نانک چند (وفات ۱۸۹۸ء) ۱. متیا داس (متوفی) ۲. نند لال (ولادت ۱۸۵۳ء) ۳. رتن چند (ولادت ۱۸۹۳ء)

۱. آتم چند ۲. بالمکند

اس خاندان میں پہلے پہل گوربخش رائے نے کچھ فروغ پایا۔ وہ نواب ناصر خاں حکمران کابل و پشاور کا دیوان یا وزیر تھا اور اسے بڑا اقتدار حاصل تھا۔ اس کا بیٹا ٹھاکر داس حاجی عطا خاں کا جو مشہور و معروف

دُرّانی بادشاہ احمد شاہ کے وزیر اعظم شاہ ولی خاں کا داماد تھا دیوان تھا۔ حاجی عطا خاں کی وفات پر ٹھاکر داس احمد شاہ کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس کو اپنا دیوان خاص بنایا اور مہر سلطنت اس کے اہتمام میں دی۔ اس کے پاس بیشمار دولت اور وسیع اختیارات تھے اور اس کا طرز بود و باش شاہانہ تھا۔ ۱۷۵۲ء میں وہ احمد شاہ بادشاہ کے ہندوستان پر پہلے حملہ کے وقت بادشاہ مذکور کے ہمراہ آیا اور ملتان کی فتح اور لوٹ کے بعد اس کو دوابہ جالندھر میں قیمتی جاگیر ملی ۱۷۷۳ء میں احمد شاہ کی جگہ اس کا بیٹا تیمور شاہ جانشین ہوا اور اسکی بیس سال کی حکومت کے دوران میں ٹھاکر داس عہدۂ دیوانی پر بدستور مامور رہا۔ شاہ زماں کے پُر از مصائب عہد حکومت کے پہلے سال بھی یہ نوکری کرتا رہا اور بڑی عمر پا کر ۱۷۹۴ء میں فوت ہو گیا۔

ٹھاکر داس کا تیسرا بیٹا بھوانی داس شاہ شجاع کے ہاں ایک اعلےٰ افسر مال تھا۔ اس کی نوکری زیادہ تر ملتان اور ڈیرہ جات کے مالیہ وصول کرنے پر لگائی گئی تھی اور ۱۸۰۸ء میں اُس سلوک سے جو دربار کابل اسکے ساتھ کرتا تھا بیزار ہو کر اس نے کوشش کر کے رنجیت سنگھ کی ملازمت حاصل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ آتے ہوئے وہ مالیہ جو اس نے اکٹھا کیا تھا خزانہ میں داخل کرنا بھول گیا۔ رنجیت سنگھ نے جس کے پاس سارے انپڑھ سپاہی تھے اور جسے اپنا حساب رکھنے کے لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو قابل ہو اور معاملات مال میں قابلیت کی شہرت رکھتا ہو اسکی آؤبھگت کی۔ اس زمانے میں ریاست لاہور کا نہ تو کوئی خزانہ اور نہ حسابات

رکھنے کا باقاعدہ دستور تھا۔ مالیہ کا انتظام جو قریباً تیس لاکھ تھا امرتسر کا ایک ساہوکار رامانند نامی کیا کرتا تھا جس کے سپرد امرتسر کی چونگی بھی تھی اور جو پنڈ دادنخاں کی نمک کی کانوں کا ٹھیکہ دار بھی تھا۔ بھوانیداس نے جلد ہی اس حالت میں بہت سی اصلاح کردی یعنی فوج کے لئے بخشی خانہ قائم کیا اور دفتر مال علیحدہ مقرر کیا اور ان دونوں محکموں کا اُسے افسر بنایا گیا۔

بھوانی داس کا بڑا بھائی دیویداس ۱۸۰۹ء کے اخیر زمانے میں اس کے پاس لاہور آگیا۔ دیوی داس احمد شاہ کے وزیر شاہ ولی خاں کے بیٹے وزیر شیر محمد کے پاس ملازم تھا۔ اپنے آقا کے قتل ہونے کے بعد وہ کچھ عرصہ روپوش رہا کیونکہ اسے خود اپنے قتل کا بھی خوف تھا۔ لیکن آخر کو بھاگا اور لکھنؤ کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے کنبے کو پناہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا مگر اثنائے راہ میں لاہور پہنچ کر کچھ رنجیت سنگھ کے اصرار کے سبب اور کچھ اپنے بھائی کا اعلےٰ عہدے پر ممتاز ہونا دیکھکر یہیں رہ جانے پر مائل ہوگیا۔ وہ محکمۂ مال میں بھوانی داس کے ساتھ کام کرنے لگا مگر دونوں میں سے کوئی کسی کا ماتحت نہ تھا اور اس لئے ان کی خوب نبھ گئی۔ دیوی داس اپنے بھائی کی سی قابلیت کا آدمی تھا بلکہ اس میں دیانت داری اُس سے بھی زیادہ تھی لیکن چونکہ وہ گوشہ نشین سا آدمی تھا اس لئے زیادہ نامور نہیں ہوا۔

۱۸۰۹ء میں سنسار چند کے قلعہ کانگڑہ رنجیت سنگھ کو دیدینے اور پہاڑی رئیسوں کے زیر ہو جانے کے بعد بھوانی داس راجگان منڈی اور سُکیت سے خراج وصول کرنے بھیجا گیا۔ ۱۸۱۶ء میں

یہ شہزادہ کھڑک سنگھ کا دیوانِ اعلیٰ بنایا گیا اور امرتسر و گورداسپور کے گرد و نواح کا علاقہ مملوکہ سردارانِ رام گڑھیہ فتح کرنے کے لئے مامور کیا گیا۔ دوسرے سال جموں کے علاقے میں امن و امان قائم کرنے اور علاقہ مذکور کو گلاب سنگھ کے (جو نیا نیا راجہ بنایا گیا تھا) حوالے کرنے بھیجا گیا وہ ملتان کے محاصرے میں موجود تھا اور اس نے پشاور اور یوسف زئی کی لڑائیوں میں بھی حصہ لیا اس طرح اگرچہ بھوانی داس بہت سے عہدوں پر جن کی بالائی آمدنیاں بڑی معقول تھیں مامور رہا تاہم اس کا اصلی عہدہ مال کی افسری ہی تھا۔ ایک موقع پر اس کی بڑی بے عزتی ہوئی یعنی اس کی مصر بیلی رام خزانچی کے ساتھ تکرار ہوگئی جس نے مہاراجہ کے سامنے اس پر غبن کا الزام لگایا۔ یہ جرم ثابت سمجھا گیا اور رنجیت سنگھ نے غصے میں سر دربار بھوانی داس کے میان کی ہوئی تلوار ماری اور ایک لاکھ روپیہ جرمانہ کیا*۔ اسکے بعد دیوان کو ایک پہاڑی عہدہ دیکر گویا جلاوطن کر دیا گیا مگر اسکی عمدہ خدمات سے ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا تھا اس لئے چند ماہ بعد اسے واپس بلا لیا گیا پھر وہ اپنی وفات یعنی ۱۸۳۴ء تک وزیر مال رہا اور اس کے بعد اسکی جگہ لالہ دینا ناتھ مقرر کیا گیا۔ دیوی داس چار سال پہلے ہی ۱۸۳۰ء میں فوت ہو گیا تھا۔

بھوانی داس کا بڑا بیٹا حکم چند ۱۸۳۶ء میں شہزادہ کھڑک سنگھ کے عملہ میں دفتری (مہتمم دفتر) مقرر کیا گیا اور دوسرے سال سو روپیہ ماہوار پہ

* عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ جرمانہ فیاض سردار جوالا سنگھ پدھانیہ نے جو بھوانی داس کا دوست تھا ادا کیا تھا مگر دیوان حکم چند اس کو نہیں مانا کرتا تھا۔

سنگھ سے کا کاردار ہو گیا اور اس ضلع کا انتظام اس نے قابلیت کے ساتھ
کیا۔ ۱۸۴۴ء میں وہ راجہ سچیت سنگھ کے ماتحت اَور علاقوں کی طرح بنوں
کا ہتھیار کے زور سے مالیہ اکٹھا کرنے گیا۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے اسے
دیوان کا خطاب عطا کیا۔ ۱۸۴۷-۴۸ء میں اسے لفٹنٹ ایڈورڈز صاحب
بہادر کے ہمراہ بنوں جانے کا حکم ہوا اور وہاں وہ افسر مذکور کے ماتحت
ملتان کی لڑائی شروع ہونے تک رہا اس نے آں روے دریائے سندھ
کے اضلاع کے بندوبست میں بڑی بیش بہا خدمات کیں۔ وہ انگریزی
فوج کے ہمراہ ملتان گیا اور وہاں اس نے سرکار انگریزی سے بہت اچھا
برتاؤ کیا۔ الحاق سے پہلے اسے ۶۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی اور
۱۸۵۰ء میں اس کے نام علاقۂ پاکپتن کی ۲۳۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر
واگزار رہی اور ۱۳۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملی۔ ۱۸۵۵ء میں وہ پسرور
ضلع سیالکوٹ کا تحصیلدار بنایا گیا مگر اس کا کام حکام نے ناقابل
اطمینان سمجھا اس لئے ۱۸۵۸ء میں اسے استعفا دے دینے کی اجازت
دے دی گئی۔ حکم چند کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا اور اس کا بیٹا بشمبر داس
جو ضلع راولپنڈی میں منصف تھا ۱۸۸۰ء میں لاولد فوت ہوا حکم چند
کا ایک بھتیجہ تاراچند نامی محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر تھا اور دوسرا
ٹرکتا سہائے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ہزارہ کے فارسی دفتر کا سپرنٹنڈنٹ
تھا اور بعد پنجاب سول سکرٹیریٹ میں میر منشی گورنمنٹ پنجاب کا
سررشتہ دار ہو گیا۔ اس نے ۱۸۹۱ء کی کالے پہاڑ کی لڑائی کے پولٹیکل
سرشتے میں اچھا کام کیا اور معاوضے میں گورنمنٹ سے ۲۰۰ روپیہ
انعام حاصل کیا۔ ۱۹۰۲ء میں جبکہ یہ پنشن لیکر ملازمت سے علیحدہ ہوا

تو اس کو نہر جہلم پر تین مربعے زمین عطا ہوئی اور اس کا انتقال ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ دیوان حکم چند کی وفات پر منٹگمری ضلع والی جاگیر ضبط ہوگئی تھی۔

دیوان حکم چند کا بھائی شنکر داس اپنے باپ کے دفتر میں منشی تھا۔ اسے اور اس کے بھائی گنگا بشن کو فی کس ۲۴۰ روپیہ پنشن ملتی تھی۔

ٹھاکر داس کا چوتھا بیٹا لالہ نرائن داس یکے بعد دیگرے امرتسر کانگڑہ۔ جموں اور جسواں کا کاردار رہا۔ ۱۸۲۵ء میں مصر بیلی رام کے ماتحت خزانہ موتی مندر کا سر دفتر بنایا گیا اور بعد ازاں ۱۸۳۳ء تک لاہور کا کاردار مقرر ہوگیا۔ ۱۸۳۸ء میں وہ کابل چلا گیا جہاں اس نے ایک فوجی عہدہ حاصل کیا اور اس کے تھوڑے دن کے بعد ہی فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا اور پوتا افغانستان ہی میں رہے۔

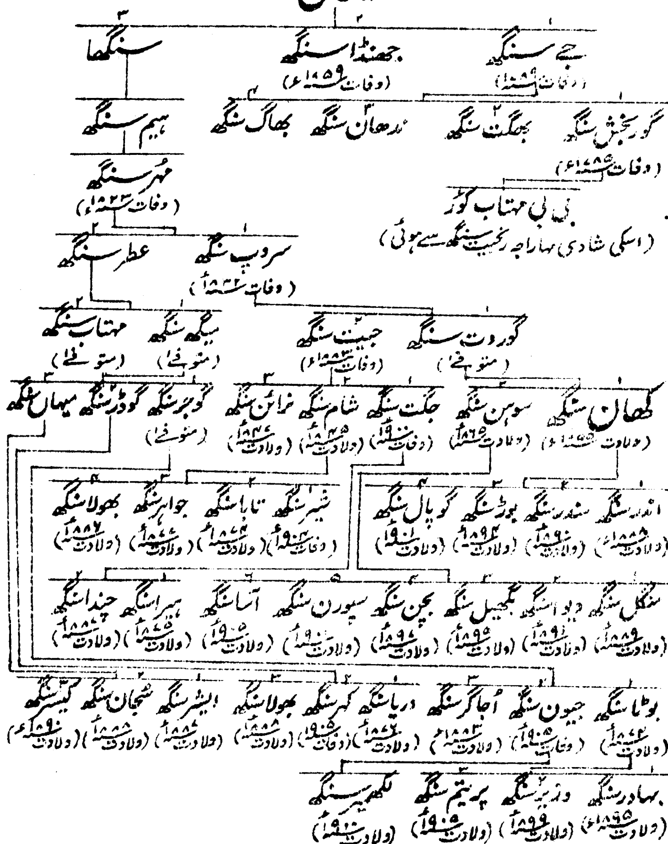
راج کور اپنے بھائی دیویداس کے ساتھ لاہور آگیا اور مانکیرہ کے فتح ہوجانے کے بعد وہاں کا جہاں سردار فتح سنگھ مان فوجی افسر تھا کاردار بنایا گیا۔ اس کا بھائی بھوانی داس جب ۱۸۱۹ء میں خدمت پر کشمیر گیا تو وہ اس کی جگہ کام کرتا رہا۔

۱۸۶۷ء میں لالہ رام داس کی وفات پر اُس کا ۱۲۰۰ کا وظیفہ ضبط ہوگیا اور اس کے عوض اُس کے بیٹے جواہر مل کی جو ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا ۲۴۰ روپیہ پنشن مقرر ہوگئی۔ جواہر مل کا بھتیجہ میا داس کچھ عرصہ تک مہاراجہ اندور کی ملازمت میں مصاحب رہا۔ میا داس کے بھائی نند لال کو خاندان کا موجودہ بزرگ سمجھنا چاہیئے۔ وہ چیف کورٹ لاہور میں محافظ دفتر تھا مگر اب پنشن پالی ہے اور امرتسر میں رہتا ہے۔

ارجن داس۔ راگھوناتھ داس اور رام سرن داس فرزندان تاراچند اور مہیش داس اور گنیش داس فرزندان ٹرکتا سہائے موضع کنڈ بوہڑوالا تحصیل گوگیرہ ضلع منٹگمری کی ۵۰ گھماؤں اراضی کے مشترک مالک ہیں۔ ارجن داس موضع مذکور کا نمبردار ہے اور آجکل شرقپور ضلع لاہور میں تحصیل نقانونگو ہے۔ مہیش داس پنجاب سول سکریٹریٹ کے دفتر فارسی میں اور گنیش داس لاہور محکمہ پبلک ورکس میں ملازم ہے*

# کھان سنگھ کنھیا

## خوشحالی




ایک زمانے میں کنھیا مسل سکھوں کی سب مسلوں سے جو ستلج کے شمالی حصہ ملک میں تھیں زیادہ طاقتور تھی - اس کا پہلا سرگردہ ایک سندھو جاٹ

زمیندار خوشحال نامی کا بیٹا جے سنگھ تھا جو موضع کھنہ کا جسے اس کی قوم کے ایک آدمی نے لاہور سے قریباً پندرہ میل کے فاصلے پر آباد کیا تھا باشندہ تھا چنانچہ اسی گاؤں کے نام پر جو بانیٔ مسل کا وطن تھا مسل کا نام موسوم کیا گیا۔* جے سنگھ اور اس کا بھائی جھنڈا سنگھ کپور سنگھ کی مسل میں جو ۱۷۴۹ء میں فیض اللہ پوریہ۔ فیضا سادپوریہ یا سنگ پوریہ کے نام سے مشہور تھی داخل ہوئے۔ رئیس مذکور کی وفات پر یہ دونوں بھائی جے سنگھ کے خُسر کے گاؤں سوھیاں نام میں چلے گئے جو امرتسر سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ انہوں نے چار سو سوار جمع کر کے ایک ترب بنایا اور اطراف و جوانب پر قبضہ کر لیا۔ پانچ سال بعد جھنڈا سنگھ راولکوٹلی کے مقام پر ندھان سنگھ رندھاوا سے لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کا بھائی اس کے حصۂ علاقہ کا جانشین ہوا اور چادر ڈالنے کی رسم ادا کر کے اسکی بیوہ سے شادی کر لی۔ جے سنگھ جلدی ہی ایک زبردست رئیس ہو گیا اور اس نے ناگ۔ مکاریاں۔ حاجی۔ کروٹ۔ اُٹھیاں اور اوانوں کے دوسرے مواضعات پر قبضہ کر لیا اور اس کے ماتحتوں نے اپنے لئے جاگیریں حاصل کیں۔ جے سنگھ کے ہمراہیوں میں بڑے مشہور اشخاص مثلاً امر سنگھ اور جھنڈا سنگھ بھاگا لاکھا سنگھ کانو والا۔ امر سنگھ خانگرا۔ بدھ سنگھ دھرم کوٹ والا۔ جھنڈا سنگھ گُروہ وغیرہ

*: اس ملک کے بعض بھاٹ اسکے متعلق یہ نرالا قصہ بیان کرتے ہیں کہ جب نوجوان جے سنگھ امرتسر میں سکھی کی پوہل لینے کے لئے گیا تو وہ رئیس جو وہاں موجود تھے اسکی خوبصورتی دیکھکر ایسے دنگ ہوئے کہ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ کس گاؤں سے آیا ہے۔ جواب میں جے سنگھ نے کہا کہ "میں کھنّہ کا رہنے والا ہوں" اس پر رئیسوں نے کہا "تمہارے گاؤں کا نام کھنّہ خوب رکھا گیا ہے کیونکہ تم خود کنھیا کے ہم شکل ہو"۔ وشنو جی کے اوتار خوبصورت کرشن جی مہاراج کا ایک نام کنھیا بھی ہے۔

شامل تھے +

۱۷۵۹ء میں سماۃ دلبیاں (جو پہلے جے سنگھ کی بیوی تھی) بیوہ جھنڈا سنگھ نے ایک لڑکا جنا جس کا نام گوربخش سنگھ تھا اور جس کی شادی ۹ سال کی عمر میں وسوندھا سنگھ رئیس الکولوالا کی لڑکی سدا کور سے ہوگئی +

کنھیا مسل کی ایک بڑی شاخ کا سردار حقیقت سنگھ سنگت پوریہ جے سنگھ کا ہمچشم تھا مگر باوجود ہمچشمی کے اس کا دوست تھا اور بہت سی مہموں میں اس کے ساتھ شریک رہا۔ ۱۷۶۳ء میں احمد شاہ کے سکھوں کو لدھیانہ کے قریب شکست فاش دیکر اور امرتسر کے مقدس مندر کو برباد کر کے پنجاب سے چلے جانے کے بعد ان رؤسا نے جسا سنگھ اہلووالیہ۔ ہری سنگھ بھنگی اور جسا سنگھ رام گڑھیہ کے ساتھ مل کر پٹھانوں کے مقبوضہ قصبے قصور پر حملہ کر کے ایک مہینے کے محاصرے کے بعد لوٹ لیا۔ اس کے فوراً بعد جے سنگھ کا ہری سنگھ بھنگی کے ساتھ تنازعہ ہوگیا اور امین آباد کے قریب دونوں لڑ پڑے۔ اس لڑائی میں طرفین میں سے کسی کی فتح نہیں ہوئی اور اس کے بعد جے سنگھ نے سرہند کی طرف کوچ کیا اور راستے میں لوٹ مار کرتا گیا۔ یہ اُس بڑے معرکے میں بھی موجود تھا جس میں زین خاں شکست کھا کر مارا گیا اور جس دن سے کہ سکھ حقیقی طور پر قوم بنے +

۱۷۷۳ء میں مہاراجہ رنجیت دیو والیٔ جموں کا جو سردار جھنڈا سنگھ بھنگی کا باجگزار تھا اپنے بڑے بیٹے برج راج دیو سے تنازعہ ہوگیا کیونکہ رنجیت دیو برج راج دیو کو محروم الارث کر کے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے میاں دلیل سنگھ کو گدی پر بٹھانا چاہتا تھا۔ برج راج دیو نے جے سنگھ حقیقت سنگھ کنھیا اور چڑت سنگھ سوکرچکیہ کو اور راجہ نے جھنڈا سنگھ اور تمام بھنگی روسا کو اپنی امداد

کے لئے بُلایا۔ حریف فوجیں بسنتی ندی کے دونوں کناروں پر صف آرا ہوئیں اور چند ماہ تک لڑتی رہیں اس عرصے میں کبھی ایک کو فتح ہو جاتی کبھی دوسری کو۔ مگر چڑت سنگھ کی موت سے جو اس کی اپنی توپ پھٹ جانے سے واقع ہوئی آخر کار بھنگیوں کو موقع مل گیا اور رؤسائے کنھیّا نے جھنڈا سنگھ کو مار دینے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے ایک مذہبی مہتر کو بہت سی رشوت دی جس کی وجہ سے اُس نے جھنڈا سنگھ کو جبکہ وہ کیمپ میں سے صرف تین سواروں کی اردل میں جا رہا تھا گولی سے مار دیا۔ جھنڈا سنگھ کی وفات سے جھگڑا طے ہو گیا اور حریف فوجیں جموں سے ہٹ آئیں جو حقیقت سنگھ کی باجگزار ریاست بن گیا۔

دوسرے سال جے سنگھ اور حقیقت سنگھ نے امرتسر میں وہ محلہ بنایا جو ابھی تک کنھیّا کٹرہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کے فوراً بعد یہ بہت سی فوج کے ساتھ چڑت سنگھ کے بیٹے نوجوان مہاں سنگھ کو بدرکھ میں چھوڑنے کے لئے گیا جہاں اس کی شادی گجپت سنگھ والیٔ جیند کی لڑکی سے ہوئی تھی۔

۱۷۷۴ء میں کانگڑہ کے مسلمان ناظم نوّاب سیف علی خاں کی وفات پر راجہ سنسار چند کٹوچ نے اس مشہور و معروف قلعے کا محاصرہ کیا مگر وہ اسکو فتح نہ کر سکا۔ اس پر اس نے سردار جے سنگھ کو اپنی امداد کے لئے بلایا چنانچہ گوربخش سنگھ مع سردار بھگبل سنگھ اور بہت سی فوج کے بھیجا گیا۔ گوربخش سنگھ نے جاتے ہی معلوم کر لیا کہ جس کے قبضے میں کانگڑے کا قلعہ ہو وہ سارے پہاڑی ملک کا مالک ہو سکتا ہے چنانچہ اس نے ارادہ کر لیا کہ قلعہ مذکور اپنے لئے فتح کر لے۔ اس نے راجہ کو تو یہ ترغیب دی کہ اہل قلعہ سے

رعایتی شرطیں کرے اور بغیر کسی معاوضہ کے معافی - روپیہ اور اراضیات دے - اُدھر اہل قلعہ کو یہ سمجھا کر کہ راجہ کا ارادہ اُن کے ساتھ دغا بازی کرنے کا ہے اُن سے اجازت لے لی کہ اس کی فوج قلعے پر قبضہ کر لے تاکہ راجہ کو یقیناً اپنا وعدہ پورا کرنا پڑے - اس طرح دونوں فریقوں کو احمق بنا کر گوربخش سنگھ نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور سنسار چند کو پیچھے ہٹنا پڑا - اس سے کچھ عرصہ پہلے بعض پہاڑی ریاستیں سردار حقیقت سنگھ کی باجگزار بن چکی تھیں مگر اب جے سنگھ سب کا سردار بن گیا اور تمام پہاڑی رئیسوں نے اُس کے ساتھ تعلق رکھنا چاہا ؎

رام گڑھئے اور کنھیئے پُرانے زمانے میں آپس میں بڑے پکے دوست تھے مگر جے سنگھ اور جسا سنگھ میں قصور کی غنیمت کے مال پر تنازعہ ہو گیا اور اوّل الذکر اہلو والیہ اور بھنگی رئیسوں کے ساتھ جسا سنگھ کو پشاور سے نکال دینے کے لئے شامل ہو گیا - راجہ رنجیت دیو ۱۷۸۰ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا برج راج دیو اس کا جانشین ہوا - نیا راجہ بھنگیوں سے اپنا کچھ ملک واپس لیا چاہتا تھا جس کے واسطے اُس نے حقیقت سنگھ سے مدد مانگی مگر نہ تو جے سنگھ اور نہ حقیقت سنگھ اس کارروائی کو پسند کرتے تھے کیونکہ بھنگی اُن کے دوست تھے اور تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ جے سنگھ نے بھنگی رئیس کی لڑکی سے شادی کی تھی - تاہم انہوں نے کاریانوالہ پر چڑھائی کی جس پر تھوڑی سی لڑائی کے بعد راجہ نے قبضہ کر لیا - اس کے بعد ہی رئیسان کنھیا نے اپنے نئے دوست کی طرفداری چھوڑ دی اور بھنگیوں کی طرف ہو گئے اور حقیقت سنگھ نے گوجر سنگھ اور بھاگ سنگھ اہلو والیہ کے ساتھ مل کر کاریانوالہ پھر لے لیا اور جموں پر دوبارہ

حملہ کیا۔ سردار مہاں سنگھ سوکرچکیہ جو اپنے آپ کو برج راج دیو کا بڑا دوست ظاہر کرتا تھا اور جس کے ساتھ اس نے دستار بدل رکھی تھی رام نگر سے جہاں وہ چٹھوں کے ساتھ لڑ رہا تھا بڑی عجلت سے چلا اور حقیقت سنگھ کے کیمپ پر حملہ کیا مگر نقصان کے ساتھ پسپا ہوا۔ تب اس نے اور راجہ نے اپنی مدد کے لئے جے سنگھ اور جسا سنگھ اہلووالیہ کو بلایا۔ یہ رؤسا آئے اور آپس میں فیصلہ کرانے کی کوشش کی مگر جب اُن کو یہ جھگڑا یوں نمٹتا نظر نہ آیا تو وہ امرتسر واپس چلے گئے۔ اب مہاں سنگھ کو مجبوراً اطاعت قبول کرنی پڑی اور راجہ نے حقیقت سنگھ کو ۳۰۰۰۰ روپیہ خراج دینا منظور کر لیا مگر چھ مہینے بعد حقیقت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ خراج ادا نہیں ہوا مہاں سنگھ کو اپنے ساتھ شامل ہونے اور جموں پر حملہ کرنے کے لئے کہا اور یہ بھی کہا کہ مال غنیمت آپس میں تقسیم کر لینگے۔ اس پر رئیس سوکرچکیہ راجہ کے ساتھ اپنی دوستی اور دستار بدلنا فراموش کرکے بڑی خوشی سے راضی ہو گیا۔ چنانچہ یہ تو چپراں کی طرف اور حقیقت سنگھ ظفروال کی طرف روانہ ہوئے مگر مہاں سنگھ نے کبھی اپنے کسی دوست کے ساتھ وعدہ پورا نہیں کیا تھا۔ اس موقع پر اس نے یہ دیکھکر کہ راجہ بھاگ گیا ہے اور وہ اکیلا ہی کارروائی کرنے کی کافی طاقت رکھتا ہے اس نے جموں کے شہر اور محل کو لوٹ کر آگ لگا دی اور بہت سا مال غنیمت لیکر میدانی ملک کی طرف ہٹ آیا۔ حقیقت سنگھ کی نیت اس دغابازی کا بدلہ لینے کی تھی مگر وہ بیمار پڑ گیا اور تھوڑی مدت بعد مر گیا +

جب جے سنگھ نے جموں کی لوٹ مار اور حقیقت سنگھ کی موت کا حال سُنا تو اس کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے حقیقت سنگھ کے بیٹے جیمل سنگھ کو

گوجرانوالے آنے سے جہاں اس کو مہاں سنگھ نے مدعو کیا تھا روک دیا اور رئیس سوکر چکیہ کو دھمکی دی کہ وہ اُس سے بدلہ لیگا اور ۱۷۸۳ء میں اس نے جنڈیالہ پر فوج کشی کی اور رسول پور اور منڈیالہ کو لوٹ لیا۔ بعد ازاں اس نے وزیر سنگھ اور بھگوان سنگھ رؤسائے نکئی کے مقبوضات پر جو مہاں سنگھ کے رشتے دار تھے حملہ کیا اور انہیں مغلوب ہوجانے پر مجبور کیا۔ ۱۷۸۴ء کی دیوالی پر مہاں سنگھ نے امرتسر جاکر بہت کوشش کی کہ اس کی جے سنگھ سے صلح ہوجائے مگر یہ کوشش رائگاں گئی بلکہ اُلٹی اس کو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر وہ جموں کی لوٹ کا مال واپس نہ کردیگا تو اسے قید کرلیا جائیگا پھر اس کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک کیا گیا کہ وہ بدلہ لینے کی ٹھان کر امرتسر سے بھاگ آیا۔ بہت سے رئیس ایسے تھے جو مہاں سنگھ کے ساتھ رئیس کنھیا پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھے جن میں بڑے سنسار چند والیِ کٹوچ اور جسّا سنگھ رام گڑھیہ تھے جو کئی سال سے ہریانہ کے جنگلوں میں جلاوطنی میں آوارہ پھر رہے تھے ان سب نے مل کر بٹالہ کی طرف کوچ کیا اور شہر سے قریب آٹھ میل کے فاصلے پر گوربخش سنگھ سے ان کا مقابلہ ہوا۔ یہ لڑائی چھ گھنٹے تک جاری رہی حتّٰے کہ ایک تیر جو گورو سندر داس کے آدمیوں میں سے کسی کی کمان سے نکلا تھا گوربخش سنگھ کی چھاتی میں آکر لگا اور اس کو مہلک زخم پہنچایا اور اس وقت اس کی بے سردار فوج نے بھی پیٹھ دکھادی ٭

جے سنگھ کو اپنے بیٹے کی موت سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس نے پھر کوئی جدوجہد نہیں کی۔ کانگڑہ تو اس نے سنسار چند کو دیدیا اور جسّا سنگھ کو اس کے پرانے مقبوضات واپس کردئے اور مہاں سنگھ سے دوستی

گانٹھنے کے لئے اپنے مرحوم لڑکے کی دختر مہتاب کور کی نسبت نوجوان رنجیت سنگھ سے کردی جو بعد ازاں پنجاب کا مہاراجہ ہوا۔ یہ نسبت ۱۷۸۵ء میں اور شادی دوسرے سال کے اخیر میں ہوئی؛

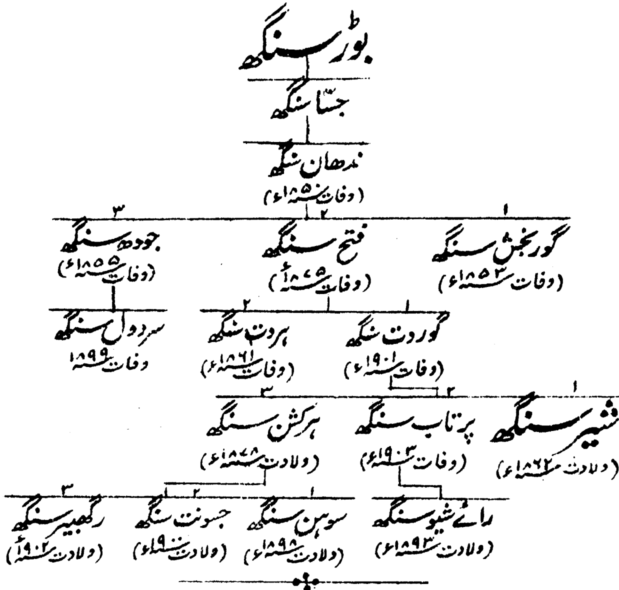
جے سنگھ کو اپنا پہلا اقتدار پھر کبھی حاصل نہیں ہوا اور اس کے ۱۷۸۹ء میں مرنے کے بعد اس کی بہو سدا کور کنھیّا مسل کی سردار بنی۔ اس عورت کی لیاقت۔ بیباکی اور افترا پردازی کا حال کسی اور جگہ بیان کیا گیا ہے۔ در اصل بہت کچھ اسی کی اعانت کا سبب تھا کہ رنجیت سنگھ پنجاب کا مالک بن گیا۔ سدا کور نے جاگیرات کنھیّا کا بہت سا حصہ ۱۸۲۰ء تک اپنے قبضے میں رکھا لیکن سن مذکور میں اس کے حریص داماد نے ایک بہانے سے سب پر تصرّف کر لیا؛

سردار جے سنگھ کے بھتیجے ہیم سنگھ نے قصور کے فتح ہونے کے بعد ۴۰۰۰۰ روپیہ کی مالیت کا علاقہ رکھانوالا حاصل کیا جو رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں اس کے قبضے میں رہا۔ وہ رنجیت سنگھ کے ہمراہ ۱۸۰۷ء کی قصور کی اخیر لڑائی میں لڑتا رہا اور کھڈیاں کی دس ہزار کی جاگیر مزید پائی۔ ہیم سنگھ ۱۸۲۰ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا موہر سنگھ ملتان اور کشمیر میں لڑا اور ۱۸۲۱ء میں گزروں کی حفاظت کے لئے پل کنجری اور ونیکے پر متعین رہا۔ ۱۸۲۳ء میں اس کا انتقال ونیکے میں ہوا۔ اس کے بیٹوں کو جو اسی خدمت پر مامور تھے اپنے باپ کی ملکیت میں سے ۳۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر ملی۔ سروپ سنگھ ۱۸۳۲ء میں فوت ہوا اور مہاراجہ نے اس کی جاگیر کاہن سنگھ بانکے کو دیدی۔ خاندان کے پاس صرف موضع رکھانوالہ رہ گیا مگر دوسرے سال موضع کالی عطر سنگھ کی دو بیوگان کو عطا

کیا گیا۔عطر سنگھ کے بیٹوں نے جاگیر کی بحالی کے لئے مہاراجہ شیر سنگھ کو بہت سی درخواستیں دیں مگر سب رائگاں گئیں۔ یہ دونوں ۱۸۴۶ء تک جبکہ ستلج کی لڑائی کے بعد عام تخفیف ہوئی گھوڑچڑھوں میں نوکری کرتے رہے۔ پنجاب کے الحاق کے بعد اس خاندان کے قبضے میں مواضعات رکھانوالہ اور کالی کی جاگیر رہی۔ ۱۸۵۳ء میں سردار جیت سنگھ کی وفات پر اس جاگیر کا چوتھائی حصہ (یعنی ۱۱۲۵ ایکڑ جس کی آمدنی ۶۰۰ روپیہ سالانہ تھی) ضبط کر لیا گیا۔اُس وقت اس کا بیٹا جگت سنگھ خاندان کا بزرگ سمجھا گیا مگر اُس کی وفات کے بعد سے جگت سنگھ کے بیٹوں نے اس عہدے کا حقدار گوروت سنگھ کے بیٹے کھان سنگھ کو تسلیم کر لیا۔جاگیر رکھانوالا اب کھان سنگھ کے پاس ہے اور اس کے قبضے میں موضع کاناکھنہ کی اراضی بھی ہے۔جگت سنگھ کا بیٹا ہیرا سنگھ چند سال فوج میں ملازم رہا ہے اور کاناکھنہ کی کچھ زمین کا مالک بھی ہے اور اسے آبادی چونیاں میں بھی کچھ زمین ملی ہوئی ہے۔جیت سنگھ کے بیٹے شام سنگھ اور نرائن سنگھ اور گوجر سنگھ کے بیٹے بوٹا سنگھ اور اُجاگر سنگھ کے قبضے میں بھی اس گاؤں کی کچھ زمین ہے اور انہیں آبادی چونیاں میں بھی زمین ملی ہوئی ہے۔اس خاندان کے دوسرے اراکین جن کے قبضے میں اراضیات ہیں دریا سنگھ دفعدار رسالہ ۱۹ اُس کا بھائی بھولا سنگھ اور چچا میہاں سنگھ ہیں۔میہاں سنگھ آبادی چونیاں میں نمبردار ہے ٭

اس خاندان میں کوئی درباری نہیں ہے ٭

# شیر سنگھ رئیس مڑاکے




مڑاکے نامی چھوٹا سا موضع جو لاہور سے چند میل نیچے کی طرف دریائے راوی پر واقع ہے شیر سنگھ کے ایک بزرگ نے آباد کیا اور اُس کی اولاد پشتہا پشت تک اوقات بسر کرتی رہی۔ سنہ ۱۷۵۲ء میں جب احمد شاہ دُرّانی نے تیسری دفعہ پنجاب پر یورش کی تو بوڑ سنگھ مڑاکے اور گردونواح کے مواضعات کا چودھری تھا مگر لاہور میں یہ اطلاعیں پہنچیں کہ مڑاکے میں چور ہی چور رہتے ہیں اس لئے احمد شاہ نے اس کو برباد کر دینے کے لئے فوج بھیجی۔ یہ کام آسانی سے ہوگیا مڑاکے جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ آدمی۔ عورتیں اور بچے تہ تیغ کئے گئے اور



سردار شیر سنگھ مراکہ

Sardar Sher Singh Marake

بوڑسنگھ اور اُس کا بیٹا جسّا سنگھ ہی جو گاؤں میں موجود نہ تھے بچ رہے۔ بوڑسنگھ کے گاؤں کی یہ شہرت واقعی غلط تھی یا صحیح اس میں شبہ نہیں کہ اس کے تباہ ہو جانے کے بعد بوڑسنگھ چوروں کے ایک گروہ کے ساتھ مل گیا اور ایک جگہ لوٹ مار کرتا ہوا مارا گیا۔ جسّا سنگھ نے اپنے باپ کا پیشہ اختیار کیا اور ایک رسالہ بھرتی کر کے اُس کا کسی قدر مشہور سرگروہ ہوا۔ اس نے ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ وہ سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے ساتھ اور پاس کے قصبہ ایمن آباد کے باشندوں سے اکثر لڑائیوں میں مشغول رہا۔ ایک موقع پر آخرالذکر نے بڑی جمعیت میں جمع ہو کر قصبۂ ڈسکہ یک لخت لے لیا اور بہت سا مالِ غنیمت لے گئے۔ جسّا سنگھ نے اپنے سواروں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور سخت لڑائی کے بعد مالِ غنیمت واپس لے لیا مگر خود ایسا زخمی ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس کا بیٹا ندھان سنگھ بہادر اور اولوالعزم تھا اور اس نے اپنے علاقے کو خوب بڑھا لیا۔ پاس کے علاقوں کے رؤسا مثلاً مہاں سنگھ والیٔ گوجرانوالہ۔ صاحب سنگھ والیٔ گجرات۔ پنجاب سنگھ والیٔ سیالکوٹ اور جودھ سنگھ والیٔ وزیرآباد اس کی طاقت پر رشک کرنے لگے اور اس کے ساتھ اتنی لڑائیاں لڑے کہ ندھان سنگھ کہا کرتا تھا کہ "میرے علاقے میں ایک بالشت زمین بھی ایسی نہیں جس پر آدمی اور گھوڑے نہ مارے گئے ہوں"۔

۱۷۹۶ء میں جب شاہ زمان نے پنجاب پر حملہ کیا تو سردار ندھان سنگھ اُن چند سکھ سرداروں میں تھا جنہوں نے شاہ مذکور کو زبردست حامی بنانے کے خیال سے اس کا خیر مقدم کیا۔ ندھان سنگھ

شاہ کابل سے چناب کے کنارے پر ملا جہاں اس کی پوری خاطر تواضع کی گئی اور اس کو اس کی تمام جاگیروں پر مستقل کر دیا گیا اور لاہور و وزیر آباد کے راستے کھولے رکھنے پر متعین کیا گیا۔ تھوڑے ہی دن بعد رنجیت سنگھ نے فروغ پا کر ندھان سنگھ کو بلا بھیجا مگر اس دلیر رئیس نے انکار کر دیا۔ لیکن آخر سنہ ۱۸۱۰ء میں ۲۵۰ سواروں کے ساتھ مہاراجہ کی ملتان کی لڑائی میں شامل ہونے پر راضی ہو گیا۔ اس لڑائی کے اختتام پر ندھان سنگھ رنجیت سنگھ کے جو اس نافرمان رئیس کو سزا دینے کا ارادہ رکھتا تھا احکام کے خلاف ڈسکے واپس آگیا۔ اس پر رنجیت سنگھ نے ڈسکہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس کے فتح کرنے کے لئے بھنگیوں والی توپ جو صرف ضروری مواقع پر استعمال کی جاتی تھی لے آیا۔ ایک مہینے کے محاصرے کے بعد ندھان سنگھ کو مجبوراً مغلوب ہونا پڑا اور حفاظت کے وعدے پر جو مہاراجہ نے بابا ہاکم راج اور بیدی جمعیت سنگھ کی معرفت دیا تھا۔ یہ کیمپ میں آگیا جہاں وعدے کے خلاف اس کو پکڑ کے زنجیروں سے جکڑ دیا گیا۔ بابا ہاکم راج اور بیدی جمعیت سنگھ کو اس وعدہ خلافی پر بہت غصہ آیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ پر جب تک اس نے ندھان سنگھ کو رہا نہ کر دیا دھرنا بیٹھا رہا۔ ندھان سنگھ رہا ہو کر کشمیر بھاگ گیا اور عطا محمد خاں کے ہاں ملازمت کر لی مگر وہاں سے اسے فوراً واپس بلا لیا گیا اور اس کی جاگیر کا بہت سا حصہ اس کے نام پر اس شرط پر بحال کیا گیا کہ وہ ایک سو سوار خدمات کے لئے دیا کرے۔ سنہ ۱۸۲۲ء میں مانکیرہ کے فتح ہو جانے کے بعد اس نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے پاس بہارپور کی ۸۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر حاصل کی مگر جلدی ہی یہ علاقہ نواب

کو واپس دیدیا گیا اور ندھان سنگھ نے اس کے تبادلے میں ہزارے کی بہت سی جاگیر حاصل کی جہاں یہ کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔ پائندہ خاں کے ساتھ ایک لڑائی کے بعد جس میں وہ سخت زخمی ہوا اس نے التجا کی کہ اسے اس تکلیف دہ علاقے سے نکال لیا جائے چنانچہ سنہ ۱۸۲۴ء میں اسے شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت رکھا گیا اور سنہ ۱۸۲۷ء میں ۱۷۰ روپیہ ماہوار پر اسکی بدلی گھوڑچڑھوں میں ہوگئی۔ اس فوج میں وہ سنہ ۱۸۴۵ء تک رہا پھر اسی سال ملازمت سے علیحدہ ہو کر مڑاکے آگیا اور وہاں ۵ سال بعد فوت ہوگیا۔

یہ عام طور پر ندھان سنگھ ہٹو یا اٹو مشہور تھا اور اس نام کے دو مصدر بیان کئے جاتے ہیں یعنی ہٹو نکلا ہوا ہے پنجابی ہٹ سے جسکے معنی ہیں حوصلہ اور دوسرا اٹو نکلا ہوا ہے پنجابی لفظ آٹھ (۸) سے اور یہ اُس روایت کی وجہ سے پڑ گیا ہے جو اس خاندان کی ایک خوش قسمت عورت کی نسبت مشہور ہے جس نے آٹھ خاوند کئے تھے مگر اس اصلیت کا کوئی معقول ثبوت نہیں ہے۔

سردار فتح سنگھ نے فوجی ملازمت اپنے باپ کے کنٹنجنٹ میں شروع کی جس میں وہ سنہ ۱۸۲۷ء تک رہا اور پھر گھوڑچڑھا کلاں رجمنٹ میں اسکے دو سال بعد دھائی بریگیڈ میں مصر سکھراج کے ماتحت ۹۰ روپیہ ماہوار پر رہا۔ سنہ ۱۸۳۵ء میں جبکہ رنجیت سنگھ نے دوست محمد کو بڑی چالاکی سے شکست دی تھی تو وہ بھی اس کے ہمراہ پشاور گیا تھا۔ پھر سنہ ۱۸۴۰ء میں ارجن سنگھ رنگڑ ننگلیئے کے ماتحت اُسے کلو میں جہاں فساد ہوگیا تھا بھیجا گیا۔ وہ امام الدین کے ہمراہ کشمیر گیا اور راجہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد اسے راجوڑی اور پونچھ میں بغاوت فرو کرنے کا حکم دیا گیا۔ جنگ ستلج کے دوران

میں فتح سنگھ سردار گلاب سنگھ پاوندیہ کے ماتحت مہاراجہ اور دار الخلافہ کی حفاظت کے لئے رہا اور امن و امان ہو جانے پر اسے نئی فوج سورج مکھی نامی کا کمیدان بنا دیا گیا۔ ۱۸۴۷ء میں وہ لفٹنٹ (بعد ازاں سرایچ۔بی) ایڈورڈز کے ہمراہ بنوں گیا اور ملتان کی لڑائی کے دوران میں خدمت کرتا رہا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ کنیری اور سدوسم کی لڑائیوں میں شریک تھا اور ملتان کے دونوں محاصروں کے وقت اس کا اور اس کی فوج کا رویہ بہت اچھا رہا۔ ۱۸۵۵ء میں وہ انبالہ میں پولیس بٹیلین کا افسر تھا اور وہاں اور دہلی دونوں مقامات پر اس نے قابل تعریف کام کئے۔ ۱۸۶۲ء میں وہ اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا اور ۲۵۰ روپیہ پنشن پانے کے علاوہ لکھووال کی ۶۰۰ ایکڑ افتادہ زمین حاصل کی۔ مزید برآں اس کے پاس مڑاکے کی جہاں وہ رہتا تھا ۴۰۰ روپیہ کی جاگیر تھی اور اس موضع میں اس کے حقوق مالکانہ بھی تھے۔ سردار فتح سنگھ ۱۸۷۵ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا گوردت سنگھ پہلے پہل سورج مکھی میں ۳۰ روپیہ ماہوار کا جمعدار تھا۔ پھر درجہ بدرجہ ترقی پا کر پانچویں پولیس بٹیلین کا ایک سو پچاس روپے ماہوار پر صوبہ دار اور ایڈجوٹنٹ بن گیا مگر ۱۸۶۲ء میں پولیس میں عام طور پر تخفیف ہونے کی وجہ سے ۱۵۰۰ روپیہ بطور انعام لیکر ملازمت سے علیحدہ کیا گیا۔ اس نے پولیس میں پھر ملازمت کر لی اور ضلع منٹگمری میں ۲۰۰ روپیہ ماہوار کا انسپکٹر ہو گیا۔ اس کے باپ کی حین حیات کی پنشن اور جاگیر میں سے ایک تہائی ضبط ہو گئی۔ گوردت سنگھ ۱۹۰۱ء میں فوت ہوا اور اس کی جاگیر اور دوسری جائداد اس کے تین لڑکوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہو گئی۔ اس کا بڑا بیٹا شیر سنگھ جو چند سال پولیس میں

ڈپٹی انسپکٹر رہ چکا ہے اب خاندان کا بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا بیٹا پرتاب سنگھ فوج میں براہ راست افسر بھرتی ہوا اور ۱۹۰۳ء میں فوت ہوا۔ سب سے چھوٹا بیٹا ہرکشن سنگھ ملتان کے محکمۂ پولیس میں کورٹ انسپکٹر ہے ٭

فتح سنگھ کے سوتیلے بھائی جودھ سنگھ نے اس وجہ سے کہ وہ اپنا قرضہ ادا نہیں کرسکتا تھا اپنا مذہب بدل لیا۔ اس نے راولپنڈی کے کسی سوداگر سے ایک خوبصورت اور قیمتی گھوڑا لیا تھا مگر اس کی قیمت نہ ادا کرسکا۔ اس نے اپنے باپ سے بھی درخواست کی مگر اس کے پاس روپیہ نہ تھا جو اسے دیتا۔ آخرکار گھوڑے کی جسے وہ واپس دینا بھی گوارا نہ کرسکتا تھا قیمت کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہ پاکر وہ اُس پر سوار ہوکر کابل چلا آیا یہیں مسلمان ہوگیا اور ۱۸۵۵ء میں فوت ہوگیا۔ اس نے ایک بیٹا سردول سنگھ نامی چھوڑا جو چند سال سرحدی فوج میں صوبیدار رہ کر پنشن لے کے علیحدہ ہوا اور ۱۸۹۹ء میں فوت ہوا ٭

اس خاندان کا اب کوئی آدمی درباری نہیں ٭

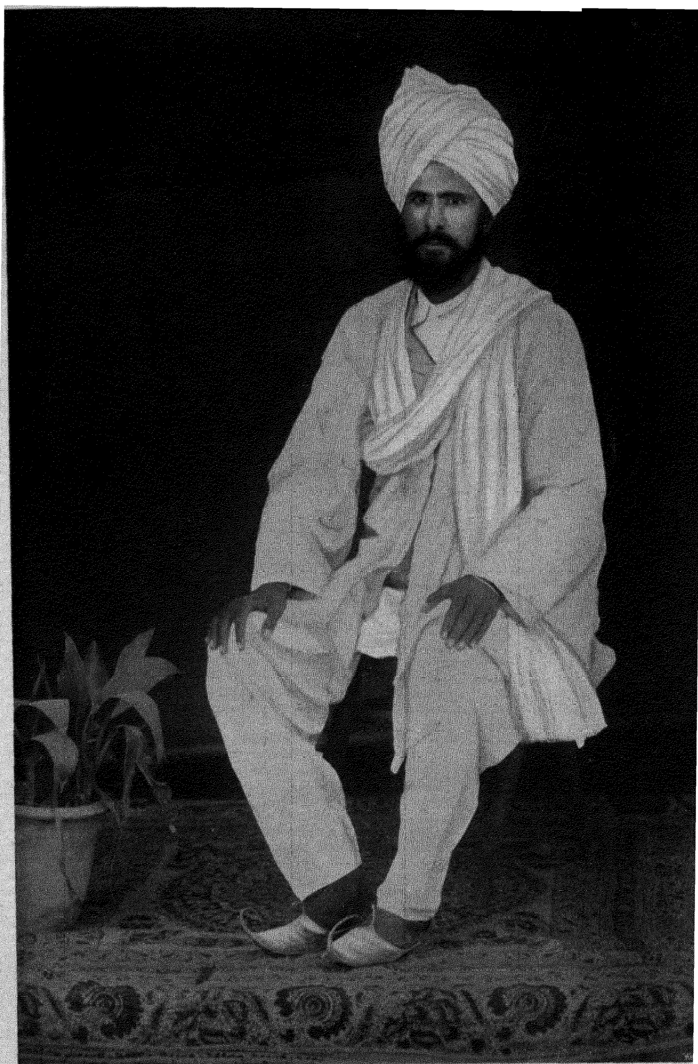
---

# سنت سنگھ سدھو

## دیال سنگھ
(وفات ۱۶۹۸ء)

- بھگوان سنگھ
  - اربیل سنگھ
    - ۱ بھوپ سنگھ
      - کاہن سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء)
        - دیوا سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء)
          - ۱ بشن سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)
            - ۱ سنت سنگھ
              - ۱ صورت سنگھ
              - ۲ کرپال سنگھ
            - ۲ بلونت سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء)
          - ۲ مولا سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء)
            - تلوک سنگھ
              - ۱ بچتر سنگھ (متوفی)
              - ۲ چتر سنگھ (متوفی)
              - ۳ سوہن سنگھ (متوفی)
              - ۴ اودھم سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)
    - ۲ فتح سنگھ (وفات ۱۸۰۹ء)
    - ۳ چڑت سنگھ
      - مہتاب سنگھ
        - ۱ گوروت سنگھ
          - وساوا سنگھ
            - منگل سنگھ
            - ۱ بوٹا سنگھ
            - ۲ جھنڈا سنگھ
        - ۲ چوہڑ سنگھ
          - لہنا سنگھ
            - ۳ بدھ سنگھ
            - ۴ کاکا سنگھ

خاندان سدھو کی اس شاخ کا سب سے پہلا شخص جو سکھ ہوا دیال سنگھ تھا وہ ۱۶۹۸ء کی اس لڑائی میں مارا گیا جو انندپور کے قریب ہوئی۔ اسکے بیٹے بھگوان سنگھ کا گزارہ زراعت اور لوٹ مار دونوں پر رہا اور اس کا پوتا اربیل سنگھ موضع سدھو میں ایک قلعہ بنا کر اور قریباً دو سو سوار جمع کر کے گرد و نواح کے چالیس مواضعات کا مالک بن گیا۔ اس نے اپنے ایک



سردار سنت سنگھ سدھو رئیس بڈھنکے

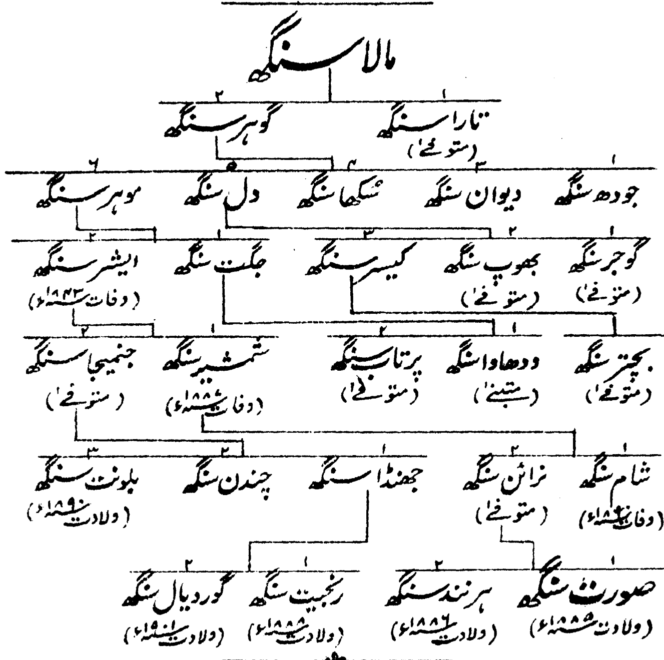
Sardar Sant Singh Sidhu of Budhanke

لڑکے کی شادی سردار گوجر سنگھ والئ لاہور کی لڑکی سے اور دوسرے لڑکے کی سردار سدھ سنگھ ڈوڈیا کی لڑکی سے کرکے گردونواح کے بڑے بڑے رؤسا سے رشتہ داری پیدا کی جس کی وجہ سے اس کا معمولی حیثیت کا علاقہ خلل اندازیوں سے محفوظ رہا۔ اس کا بیٹا بھوپ سنگھ جو اس کا جانشین ہوا اس کی طرح خوش نصیب نہ تھا اس کے علاقہ پر سردار امیر سنگھ رئیس سودریاں نے کہ اس کا رشتہ دار بھی تھا فوج کشی کی اور بہت سا مال غنیمت لے گیا۔ بھوپ سنگھ نے اس کا تعاقب کیا اور دشمن کی ایک کمین گاہ میں پھنس کر مارا گیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد رنجیت سنگھ نے سدھوؤں کا بہت سا علاقہ دبا لیا اور کاہن سنگھ کے قبضے میں قریباً پندرہ گاؤں اس شرط پر رہنے دئے کہ وہ پچیس سوار خدمات کے لئے دیا کرے۔ اس نے کاہن سنگھ کو ایک رسالے کا کمیدان بنا دیا اور اس کے چچا فتح سنگھ کو بھی ایک ماتحت عہدہ عطا کیا۔ ۱۸۰۹ء میں فتح سنگھ کانگڑے کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کی جاگیر اس کے بھتیجے کاہن سنگھ کو دے دی گئی مگر وہ اس جاگیر سے کچھ زیادہ عرصہ فائدہ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ ۱۸۱۴ء کی نامراد و ناکامیاب جنگ کشمیر میں وہ اپنے دوسرے خاندان والوں کے ساتھ مقتول ہو گیا۔

دیوا سنگھ کے گزارے کے لئے جو اپنے باپ کی وفات کے وقت نابالغ تھا چار مواضعات کی جاگیر جن کی ۳۰۰۰ روپے مالیت تھی چار سوار خدمات کے لئے دینے کی شرط پر مل گئی اور ۱۸۳۶ء میں اسے شہزادہ کھڑک سنگھ کی فوج میں داخل کیا گیا۔ ۱۸۴۸ء میں وہ اپنی سرکار کا وفادار رہا اور باغی دھاڑا سنگھ گوگیرہ والے کے برخلاف لڑائی میں اچھی خدمات کیں۔ اس کے ۲۵۰۰ روپیہ مالیت کے مواضعات بھدان

بھٹیانوالہ۔ دھار اور دلو کی تاحین حیات آمدنی کا ۱/۵ حصہ بطور نذرانہ دینے کی شرط پر عطا کئے گئے اور اس کی وفات پر مواضعات بھڈن اور بھٹیانوالہ اس کے ورثا کے نام آمدنی کا ۱/۴ حصہ نذرانہ دینے کی شرط پر علی الدوام کردئے گئے۔ دیوا سنگھ ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ اسکے لڑکوں نے یہ درخواست کی کہ چونکہ جاگیرات مواضعات بھڈنکے اور بھٹیانوالہ کی آمدنی تشخیص میں گھٹ کر ۵۹۳ روپیہ سالانہ رہ گئی ہے اس لئے اس سند کے بموجب جسکے رو سے یہ لوگ جاگیرات پر قابض ہیں آمدنی بڑھا کر پورے ایک ہزار کی کردی جاوے۔ ان کی سند مذکورہ میں مواضعات کا مالیہ ۱۵۰۰ روپیہ درج تھا جو ۱/۴ حصہ بطور نذرانہ کی منہائی کے بعد یہ لوگ وصول کرتے تھے۔ مگر ان کی درخواست پر یہ قاعدہ بنادیا گیا کہ یہ مواضعات کا اصلی مالیہ ہی لیا کریں اور بندوبست کی بیشی یا کمی کا کچھ خیال نہ کیا جائیگا۔ دیوا سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا بشن سنگھ ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا اور اب اس کے بیٹے سنت سنگھ کو خاندان کا جواب زیادہ مقتدر نہیں رہا اور جس کا کوئی رکن درباری بھی نہیں بزرگ سمجھنا چاہئے۔ یہ موضع بھڈنکے تحصیل شرقپور میں رہتا ہے ۔

# صورت سنگھ ماڑی

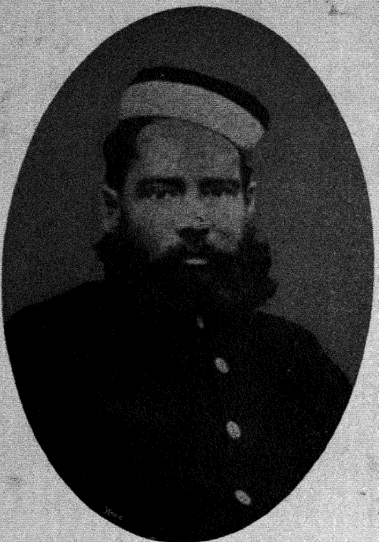



خاندان ماڑی قوم شیرگل سے ہے جسکی اصلیت کسی اور جگہ ظاہر کی گئی ہے*۔ اس قوم نے اضلاع لاہور اور امرتسر میں بہت سے مواضعات آباد کئے جن میں مالانوالہ - دیوا - دیوا منصور اور ماڑی بھی ہیں۔ اول الذکر

* گل اضلاع لاہور - امرتسر - گوجرانوالہ اور فیروزپور میں آباد ہیں۔ گل کی نسبت بھی جو اس قوم کا بانی تھا ایسی ہی روایت مشہور ہے جیسی کہ اس کے بیٹے شیرگل کی نسبت۔ گل ایک راجپوت رئیس پرتھی پال نامی کا کسی جاٹ عورت کے بطن سے بیٹا تھا اور شیرگل کی طرح پیدا ہوتے ہی اسے بھی ایک دلدل (گلی) میں پھینک دیا گیا تھا جسکی وجہ سے اسکا نام گل مشہور ہو گیا۔

دوران میں جاگیریں شمشیر سنگھ کے قبضے میں رہیں۔ وہ ۱۸۴۸ء میں راجہ شیر سنگھ اٹاری والا کے ہمراہ ملتان گیا جہاں اس کے ساتھ ہی باغی ہوگیا۔ شمشیر سنگھ اگرچہ نوعمر تھا مگر بڑا قابل اور بارسوخ آدمی تھا اور اسکی تمام جاگیریں جو ۲۷۰۰۰ روپیہ مالیت کی تھیں ضبط کرلی گئیں گو ۱۸۵۰ء میں اس کی حین حیات کے لئے ۲۰۰ روپیہ کی پنشن دی گئی۔ اس کے چھوٹے بھائی جنمیجا سنگھ کو جس نے سردار تیجا سنگھ اٹاری والے کی اُس لڑکی (تیج کور) سے شادی کی تھی جس کی منگنی مہاراجہ دلیپ سنگھ سے ہوئی تھی حین حیات کے لئے ۳۶۰ روپیہ کی پنشن عطا کی گئی۔ ۱۸۶۰ء میں شمشیر سنگھ کو ۲۰۰ روپیہ آمدنی کی اراضی بطور معافی ملی اور مواضعات ماڑی گوہر سنگھ والا اور قاضی چک پر بھی اسے حقوق مالکانہ حاصل تھے۔ اس کا انتقال ۱۸۸۳ء میں ہوا اور اسکے دو بیٹے جن میں سے کوئی بھی صاحب رسوخ نہ تھا اس کے بعد چند ہی سال زندہ رہے۔ اسکے پوتے صورت سنگھ نمبردار ماڑی گوہر سنگھ والا کو اب خاندان کا بزرگ سمجھنا چاہیے۔ صورت سنگھ کا چھوٹا بھائی ہرنند سنگھ رسالہ سنٹرل انڈیا ۳۹ میں دفعدار ہے اور اس کا چچیرا بھائی جھنڈا سنگھ موضع قاضی چک کا نمبردار ہے۔ صورت سنگھ اور ہرنند سنگھ دونوں مواضعات ماڑی گوہر سنگھ والا اور قاضی چک کے چہارم حصے کے مالک ہیں اور جھنڈا سنگھ اور اسکے بھائی انہی مواضعات کے چھٹے حصے کے۔ یہ خاندان اب بالکل معمولی حیثیت کا رہ گیا ہے +

دل سنگھ کے بیٹے گوجر سنگھ۔ بھوپ سنگھ اور کیسر سنگھ جرنیل ایوبیٹبل کے ماتحت رسالہ میں افسر تھے۔ یہ تینوں اب کئی سال ہوئے کہ مر چکے ہیں +



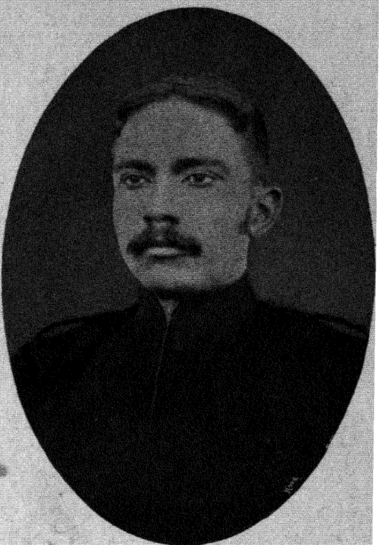
سید سردار علی رئیس لاہور

The late Sayad Sardar Ali of Lahore.



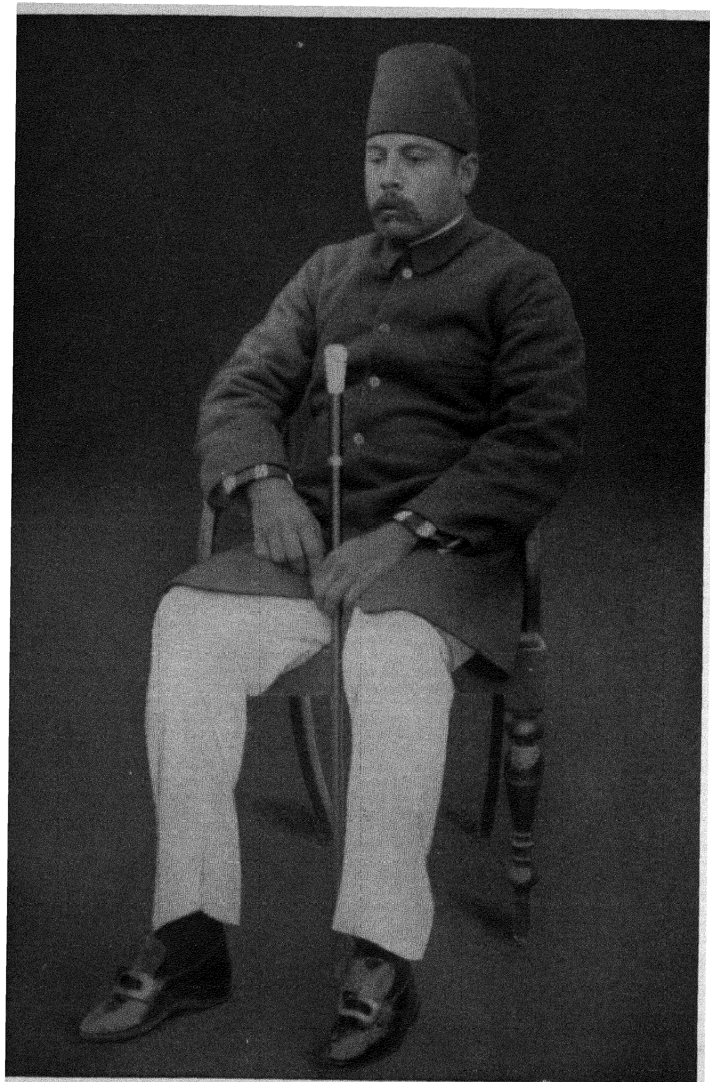
سردار بہادر سید محمد شاہ کمیدان رئیس لاہور

The Late Sardar Bahadur Sayad Muhammad Shah,
Commandant of Lahore.



سید افتخار علی رئیس لاہور

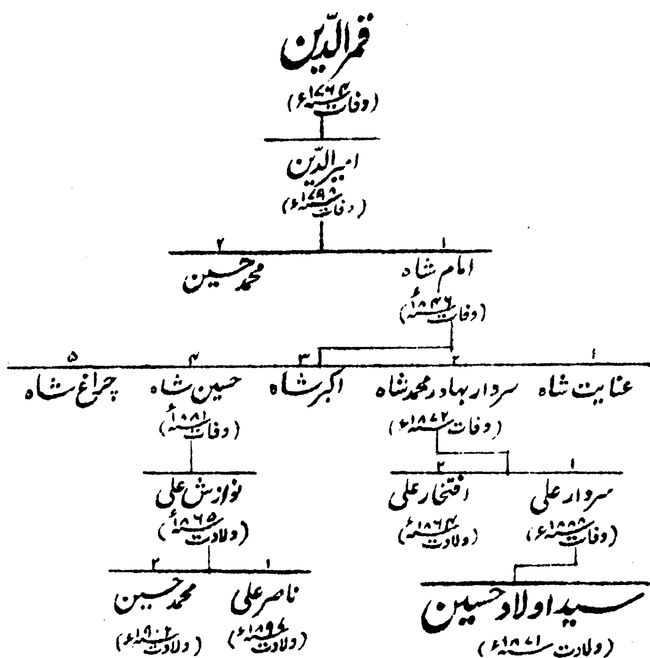
Sayad Iftikhar Ali of Lahore.



خانصاحب سید اولاد حسین رئیس لاہور تعلقدار بہرائچ

Khan Sahib Sayad Aulad Hussain of Lahore and Taalukdar Bharaich.

# سید اولاد حسین




اولاد حسین کا خاندان فارسی نژاد ہے۔ قمرالدین فوجِ نادر شاہ میں افسر تھا اور بادشاہِ مذکور کے ہمراہ ہندوستان میں آکر فوج حملہ آور کے واپس چلے جانے پر دہلی کے پاس ہی آباد ہو گیا۔ بعد ازاں یہ گانگو واقع سہارنپور میں جا رہا اور وہیں ۱۷۶۴ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا امیرالدین لکھنؤ میں جہاں شجاع الدولہ نواب تھا چلا گیا اور نواب کی ملازمت میں پہلے تھانہ دار اور بعد ازاں مالیہ وصول

کرنے پر مامور ہوا۔ چونکہ اس نے مالیہ کی معینہ رقم اپنی سرکار کو ادا نہ کی اس لئے اسے قید خانے میں ڈال دیا گیا اور گو یہ تھوڑی مدت بعد رہا ہو گیا مگر اس کو آصف الدولہ کی گدی نشینی تک جو ۱۷۷۵ء میں ہوئی نئی ملازمت نہ مل سکی۔ ۱۷۹۸ء میں پیلی کے مقام پر اسے کچھ گوجروں نے قتل کر دیا اور اس کا بیٹا امام شاہ خود اپنی ہلاکت کے خوف سے لکھنو چلا گیا جہاں یہ کچھ عرصہ توپ خانہ کے ایک پنشن یافتہ معمر افسر بہادر خاں نامی کے پاس رہا جس نے اسے توپ خانے کا سارا کام جو کہ وہ جانتا تھا سکھایا۔ چونکہ امام شاہ دربار اودھ کی کوئی ملازمت حاصل نہ کر سکا اس لئے اس نے کسی اور جگہ اپنی قسمت آزمائی کا ارادہ کیا اور یہ سن کر کہ کابل میں ہندوستانیوں کی بڑی مانگ ہے وہاں روانہ ہوا مگر وزیرآباد (پنجاب) میں پہنچ کر سردار جودھ سنگھ سے ملا جس نے آسانی سے اسے اپنے توپ خانے کا جمعدار ہونے پر راضی کر لیا۔ دوسرے سال سردار موصوف فوت ہو گیا اور امام شاہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں آ گیا اور توپ خانے کا کرنیل بن کر بہت سی لڑائیوں میں لڑا۔ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے جانشینوں کے عہد حکومت میں ملازم رہا اور ۱۸۴۸ء میں سراؤں کی لڑائی میں مارا گیا۔

امام شاہ کا دوسرا بیٹا محمد شاہ اٹھارہ سال کی عمر میں توپ خانہ کا کپتان بنایا گیا۔ وہ ستلج کی لڑائی میں لڑا اور دربار نے اسے بالترتیب پنڈ دادنخان حسن ابدال اور ہزارہ میں متعین کیا۔ ۱۸۴۹ء میں جبکہ پنجاب کا پانچواں رسالہ پہلے پہل بنایا گیا تو محمد شاہ کو اس میں ملازمت دی گئی جس پر وہ ۱۸۵۹ء تک مامور رہا۔ سرحد پر یہ بہادری اور لیاقت کی وجہ سے اول درجے کا افسر مشہور تھا۔

اپنے دستۂ فوج کا دیسی افسر اعلیٰ ہونے کی وجہ سے وہ دہلی کے محاصرہ اور فتح کے دوران میں۔ لکھنؤ پر امداد پہنچانے اور اسے فتح کر لینے کے موقع پر بریلی کی فتح میں اور بلند شہر۔ فتح گڑھ۔ آگرہ اور علی گڑھ کی لڑائیوں میں برابر لڑتا رہا۔ آگرہ کی لڑائی کے موقع پر وہ یہ دیکھ کر کہ پانچویں رسالہ کا ایک دستہ چھرّے کی بوچھاڑ سے تباہ ہوا چاہتا ہے بگٹٹ تنہا گھوڑا ڈپٹا کے آگے بڑھا اور توپچی کو جو چھرّوں سے بھرا ہوا گولہ چلایا چاہتا تھا مار ڈالا۔ اس بہادری کے صلہ میں اسے آرڈر آف برٹش انڈیا ملا جب لفٹننٹ ینگ ہز بینڈ صاحب بہادر فتح گڑھ کے قریب مارے گئے تو محمد شاہ نے اُس سپاہی کو جس نے وہ مہلک گولی چلائی تھی بدست خود قتل کیا۔ میجر سینڈ فورڈ صاحب بہادر کے پہلو بہ پہلو جو لفٹننٹ ینگ ہز بینڈ کی جگہ دستہ فوج کے افسر مقرر ہوئے محمد شاہ بڑی بہادری سے لڑتا رہا اور جب میجر موصوف مارے گئے تو اس نے ان کی لاش کی حفاظت کی۔ اسکو اچھی طرح دفن کیا اور اس کے اوپر مقبرہ تعمیر کرایا۔ بہت سی اسناد میں جو محمد شاہ نے حاصل کیں نہایت قیمتی سند ایک طلائی گھڑی تھی جسے میجر سینڈ فورڈ کے رشتہ داروں نے اس کی میجر مرحوم سے قلبی محبت ظاہر کرنے کے صلے میں انگلستان سے بھیجا تھا*

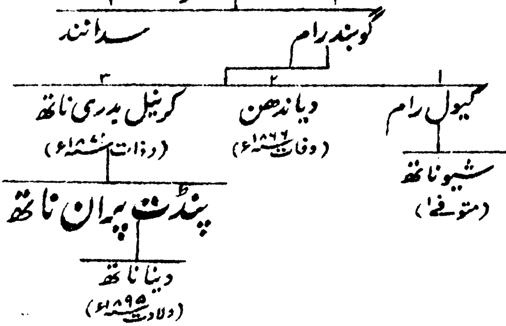
جنوری ۱۸۵۹ء میں محمد شاہ کپتان سی چیمبرلین صاحب بہادر کے ماتحت اودھ کی فوجی پولیس ۳ کا کمیدان مقرر کیا گیا کپتان صاحب موصوف نے جو محمد شاہ کی قابلیت مستعدی اور فوجی فرائض سے پوری واقفیت کو اچھی طرح سے جانتے تھے اس کو خاص طور پر اپنی ماتحتی میں اس عہدے پر لیا تھا۔ نومبر ۱۸۵۹ء میں جب فوجی پولیس

توڑ دی گئی تو محمد شاہ کو نئی پولیس میں کمیدان کر دیا گیا۔ اس عہدے پر وہ فروری ۱۸۶۱ء تک مامور رہا اور قابل تعریف خدمات انجام دیتا رہا مگر اسی سال پولیس میں تخفیف ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنی ملازمت سے علیحدہ ہو گیا +

محمد شاہ نے سردار بہادر کا خطاب حاصل کیا۔ اسے ۸۰۰ روپیہ نقد پنشن ملتی تھی اور ضلع بہرائچ میں ۲۰۰۰ روپیہ مالیت کی ایک جاگیر حین حیات کے لئے ملی ہوئی تھی۔ وہ رسالے کے کرتبوں کی ایک بہت اچھی کتاب کا مصنف تھا۔ اور ۱۸۷۲ء میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ جائداد کا انتظام بڑے لڑکے سردار علی کے سپرد ہوا مگر اس کے والد کے انتقال کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اسکے انتظامات خراب ہو گئے جن کی وجہ سے محمد شاہ کی دوسری اولاد کی املاک بھی منتشر ہو گئیں۔ ۱۸۸۲ء میں سردار علی فیض آباد (اودھ) کا تحصیلدار مقرر کیا گیا اور چار سال بعد اسے انسپکٹر پولیس بنا کر ضلع جونپور میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کا انتقال ۱۸۸۸ء میں ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی افتخار علی بنارس کی پولیس میں سب انسپکٹر ہے۔ اور خاندانی جاگیر سردار علی کے اکلوتے بیٹے اولاد حسین کو ملی ہے +

محمد شاہ کا بھائی حسین شاہ اودھ کی فوجی پولیس میں صوبہ دار تھا مگر جب فوجی پولیس ٹوٹ گئی تو وہ پراونشل پولیس میں چلا گیا اور چند سال ڈپٹی انسپکٹر رہا۔ وہ ۱۸۸۱ء میں ایک لڑکا نوازش علی جو ملتان میں سب انسپکٹر پولیس ہے چھوڑ کر جاں بحق تسلیم ہوا +

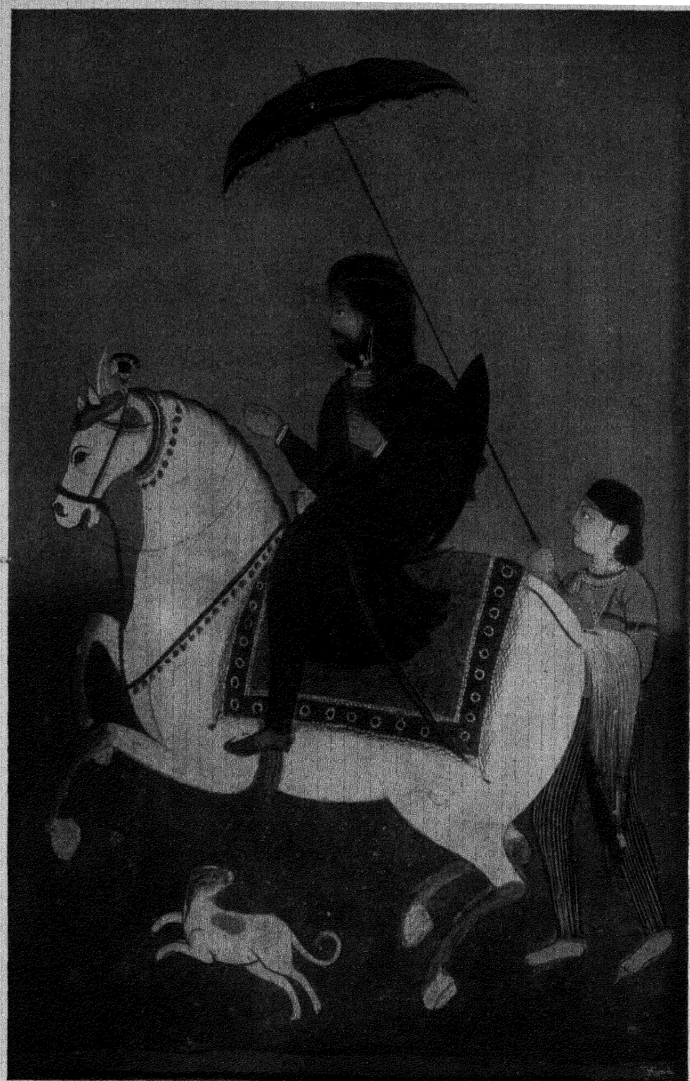
# پنڈت پران ناتھ




کرنیل بدری ناتھ اُن سکھ افسروں سے تھا جنہوں نے پنجاب کے الحاق کے موقع پر سرکار انگریزی کی نوکری کرلی تھی۔ اس کا باپ کشمیر کا باشندہ تھا اور گزشتہ صدی کے شروع میں نقل مکان کرکے پنجاب میں آگیا تھا۔ بدری ناتھ سنہ ۱۸۲۰ء میں مہاراجہ کی فوج میں ایک معمولی سپاہی بھرتی ہوا اور آہستہ آہستہ ملازمت کے تمام مدارج کو طے کرکے سنہ ۱۸۳۵ء میں کرنیل ہوگیا اور اس عہدے پر سکھوں کی دوسری لڑائی تک مامور رہا۔ اس عرصہ میں اس نے بہت سی لڑائیاں دیکھیں اور سوات۔ پشاور۔ ہزارہ۔ یوسف زئی۔ بنوں۔ تیراہ اور اَور بیشمار معرکوں میں شریک رہا۔ سرحد پر وہ بہت عرصہ خدمات انجام دیتا رہا اور ۶ سال تک ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ٹونک کے قلعوں کا افسر رہا۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں وہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے اس وقت ساتھ تھا جبکہ سردار مذکور نے بڑی استادی سے پشاور بارکزئیوں سے لیا۔ سنہ ۱۸۴۵ء میں وہ دیوان مول راج دلوالی والا کے ماتحت کٹار مکھی رجمنٹ اور کچھ گورکھہ فوج کے

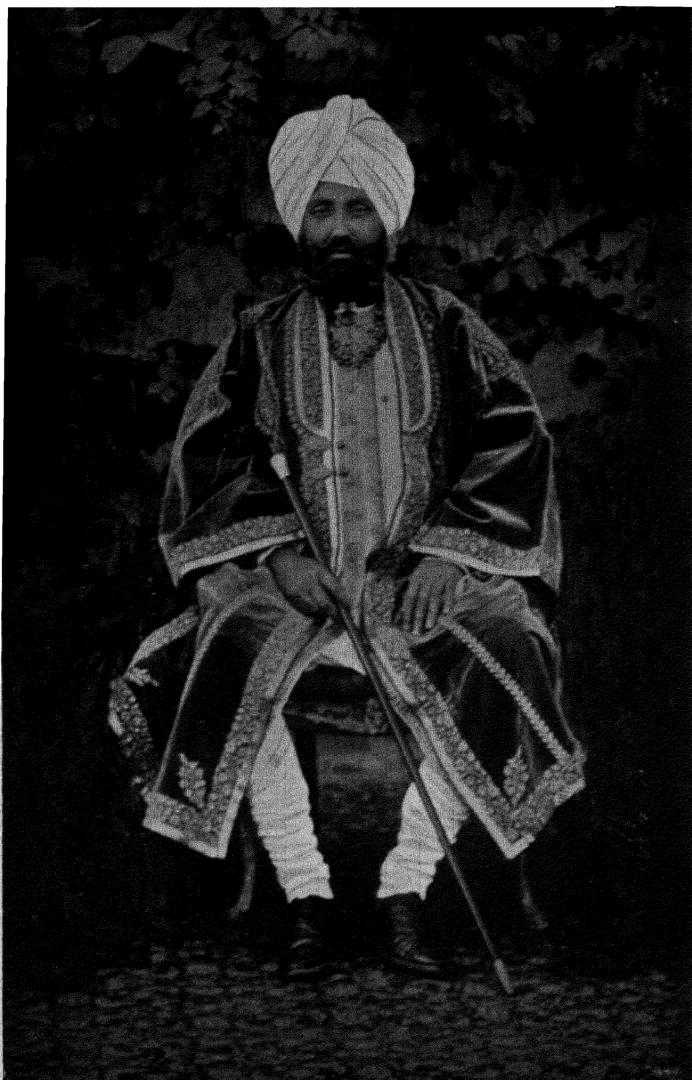
ساتھ ہزارہ میں مقیم تھا - پھر ۱۸۴۶ء میں میجر ایچ لارنس صاحب بہادر کے ہمراہ کشمیر گیا جہاں کہ شیخ امام الدین فساد پر کمر بستہ ہو گیا تھا - دوسرے سال وہ لفٹنٹ ایڈورڈز صاحب بہادر کے ہمراہ بنوں گیا نیز کٹار مکھی رجمنٹ کا افسر بنکر ملتان کے محاصرہ کے ایام میں خدمات کرتا رہا اور لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد اسی عہدے پر اس وقت تک مامور رہا جب تک کہ نئی پولیس بنائے جانے پر یہ اپنی ملازمت سے علیحدہ نہ ہو گیا - کرنیل بدری ناتھ بہادر اور قابل افسر مشہور تھا اور اس کی ماتحت فوج ہمیشہ انتظام و قاعدے سے رہی - ۱۸۵۷ء میں ملتان کا قلعہ - بارود خانہ اور خزانہ اس کی فوج کی تحویل میں رہے اور اس فوج میں سے کچھ علیحدہ شدہ حصہ باغیوں کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑتا بھی رہا ۱۸۶۱ء میں گورنمنٹ نے اسے ملازمت سے علیحدہ ہونے کی منظوری دیتے ہوئے اُس کی حین حیات کے لئے ۶۰۰ روپیہ کی پنشن عطا کی جس میں وہ وظیفہ بھی شامل ہے جو اسے آرڈر آف برٹش انڈیا کی وجہ سے جسے اس نے ۱۸۵۷ء میں اپنی وفاداری اور بہادری کے صلہ میں حاصل کیا تھا ملتا تھا - اس کے مواجبات ۱۸۷۱ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گئے +

بدری ناتھ کا بیٹا پران ناتھ محکمہ آرڈیننس میں محرر ہوا ۱۸۶۲ء میں انسپکٹر ڈاکخانہ جات اور آخر کار ترقی پاکر ۴۰۰ روپیہ ماہوار پر دہلی کا پوسٹ ماسٹر ہو گیا - ۱۹۰۴ء میں اس نے پنشن پائی اور اب شہر لاہور میں جہاں اس کی کچھ سکنی جائداد ہے رہتا ہے - اس خاندان میں کوئی درباری نہیں ہے +



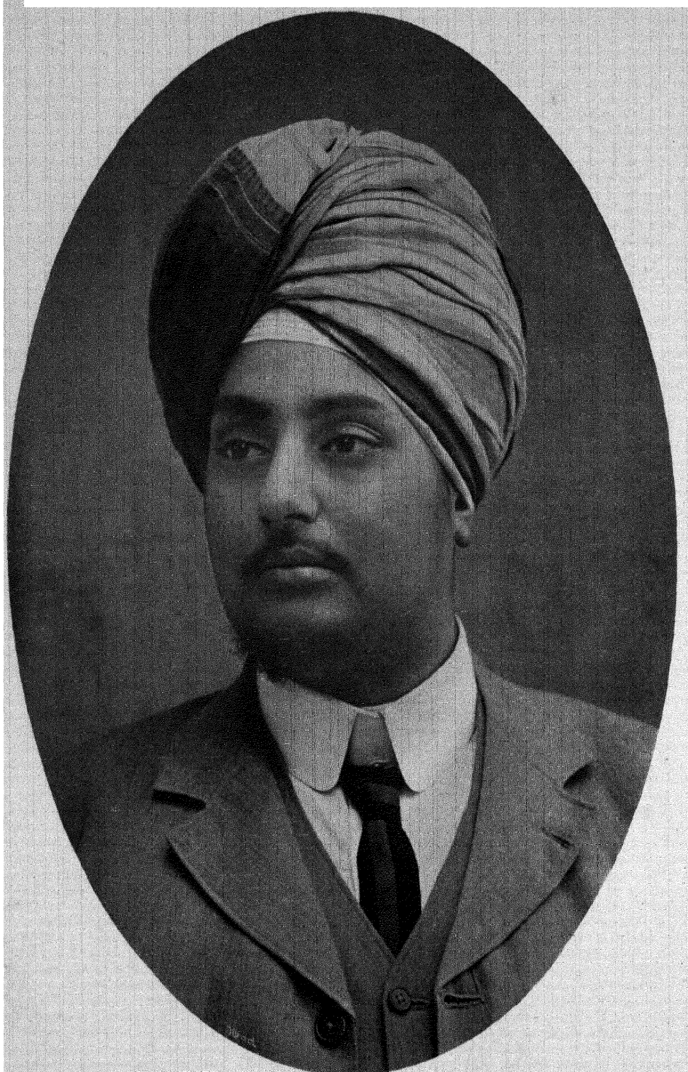
سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ

The late Sardar Shamsher Singh Sindhanwalia.



سردار بخشش سنگھ سندھانوالیہ

The late Sardar Bakhshish Singh Sindhanwalia.



سردار رگھبیر سنگھ سندھانوالیہ رئیس راجہ سانسی

Sardar Raghbir Singh Sindhanwalia of Raja Sansi.

# ضلع امرتسر

## سردار رگھبیر سنگھ سندھانوالیہ

پنجاب خاص کے دو بڑے خاندان جو سب سے اعلےٰ پایہ کے اور سب سے زیادہ بارسوخ ہیں اہلووالیہ و سندھانوالیہ ہیں۔ اہلووالیوں کی تقریباً تمام املاک دوابہ جالندھر میں واقع ہیں اور مابین دریائے بیاس و اٹک تمام سکھ خاندانوں کے مسلمہ سردار سندھانوالیئے ہیں۔ بڑا مہاراجہ (رنجیت سنگھ) خود اس خاندان کا قریبی رشتہ دار تھا اور زیادہ تر مہاراجہ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کی ہی وجہ تھی کہ سندھانوالیئے سرداروں نے اقتدار اور دولت کثیر حاصل کی +

سندھانوالیئے جاٹ سانسی قوم کے ہیں اور بہت سے جاٹوں کی طرح راجپوت نسل سے ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک بھٹی راجپوت بزرگ شال نامی نے اُجین سے پنجاب میں آکر سیالکوٹ آباد کیا مگر بھٹی لوگوں کا اتنی دُور جنوب کی طرف جاکر آباد ہونا ثابت نہیں ہوتا جتنی دُور کہ اُجین ہے اور شال جس کا یہ ذکر کرتے ہیں بلاشبہ راجہ گاج والیٔ جیسلمیر کا لڑکا راجہ شال یا سلواہن تھا جو اپنے باپ کے شاہ خراسان سے لڑکر مارے جانے کے بعد پنجاب میں آگیا جہاں اُس نے لاہور کو تباہ کرکے سیالکوٹ* کا قصبہ از سرنو تعمیر کیا

حاشیہ صفحہ ۶۵۴ پر ہے

اور اُس کو اپنا دارالخلافہ بنایا +

سلواہن نے ایک نیا سمت قائم کیا جس کو شاکا کہتے ہیں بعض کا یہ قول ہے کہ یہ نام ایک فتح کی یادگار میں رکھا گیا جو سلواہن کو سیالکوٹ کے قریب بکرماجیت پر حاصل ہوئی تھی مگر سلواہن بکرماجیت کا جو کبھی پنجاب میں نہیں آیا ہمعصر نہ تھا۔ سمت شاکا ۱۳۶ سمت بکرمی میں جاری ہوا تھا +

راجہ سلواہن کے سولہ لڑکے تھے جو تمام کے تمام خود مختار ہوئے اور جن کی اولاد میں بہت سے پہاڑی راجہ ہیں۔ ان لڑکوں میں بڑے بلند۔ پورن۔ رسالہ۔ دھرم گڑھ۔ روپا اور سُندر تھے +

* سیالکوٹ پنجاب کے بہت پرانے شہروں میں سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے مسیح سے تقریباً ۳۲۰۰ برس پہلے پانڈوں کے ماموں راجہ شال نے آباد کیا جسکی اولاد کئی سو سال تک وہاں حکومت کرتی رہی۔ پھر یہ اُس وقت تک غیر آباد پڑا رہا جب تک کہ پنجاب کے مورخوں کے قول کے بموجب قریباً ۹۰ سنہ عیسوی میں اور راجپوتانہ کے بھٹی مورخوں کے قول کے بموجب سنہ ۱۶ عیسوی میں سلواہن نے پھر تعمیر نہ کرایا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ سیالکوٹ وہی ہے جس کا نام ابتداً میں سلواہن یعنی سالواتھا کا دارالخلافہ تھا تو ان دونوں مقامات کا ایک ہونا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ سیالکوٹ کو شالکوٹ سالکنٹ اور رسالکوٹ بھی کہتے ہیں (رسالکوٹ سلواہن کے بیٹے رسالہ کے نام پر مشہور ہے) سیال راجپوت جو اب جھنگ کے اردگرد کے علاقے میں آباد ہیں دعوے کرتے ہیں کہ سیالکوٹ انہوں نے آباد کیا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ اُن کا یہاں آباد ہونا اور کسی زمانے میں ایک قلعہ بنانا تو متحقق معلوم ہوتا ہے مگر شہر اُن کے پنجاب میں آنے سے کئی برس پہلے آباد ہو چکا تھا +

پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند۔ ملودھ۔ بھڈور۔ فرید کوٹ۔ کیتھل اور اٹاری کے گھرانے جودھار کے بڑے لڑکے کی اولاد ہیں جو راجہ سلواہن یا شال سے پانچویں پشت میں ہوا اور سندھانوالیوں کا یہ قول ہے کہ وہ اور بھٹی مسلمان دوسرے لڑکے کی اولاد ہیں ٭

سندھانوالیئے اپنے خاندان کے سانسی مشہور ہونے کی اصل یہ بیان کرتے ہیں کہ سوہاندے کی جو جودھار کی چھٹی پشت میں تھا اولاد ہوتے ہی چند یوم کے بعد مرجاتی تھی۔ چنانچہ اُس نے برہمنوں اور منجموں سے مشورہ کیا انہوں نے یہ صلاح دی کہ آیندہ جو بچہ پیدا ہو وہ اس شخص کو دیدیا جاوے جو بچے کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے اسکے گھر میں آئے۔ چنانچہ جب ٹھیک وقت پر لڑکا پیدا ہوا تو اسکی پیدائش کے بعد پہلا شخص جو سوہاندلکے گھر میں ٹھیرا قوم سانسی کا ایک فقیر تھا اور باوجودیکہ لڑکے کی ماں آہ وزاری کرتی رہی مگر فقیر مذکور کو وہ نومولود بچہ دیدیا گیا۔ اس بڈھے فقیر کو اگر روٹی یا روپیہ ملتا تو زیادہ خوش ہوتا لیکن لڑکے کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ مگر دوسرے ہی دن فقیر لڑکے سے اُکتا گیا اور اسے سوہاندے کے پاس واپس لے آیا جس نے برہمنوں کے ساتھ پھر مشورہ کرکے بچے کو لے لیا جو اس واقعہ کے سبب سے سانسی پال یا سائیں سارپال یا سانسی کا پروردہ کہلانے لگا۔ اُسی وقت سے اس خاندان کا نام بھی یہی چلا آتا ہے۔ ایک اور قصہ یہ مشہور ہے کہ سوہاندے کی بیوی اپنے گھر سے بہت دور فاصلے پر تھی کہ اُس کو دردِ زِہ شروع ہوگیا اور اُسے مجبوراً ایک سانسیوں کے گاؤں میں پناہ لینی پڑی جہاں کے لوگوں نے اس کی بڑی خاطرداری اور خدمت

کی اور یہ بالکل تندرست ہونے تک وہیں رہی اور اس حال میں جو لڑکا پیدا ہوا سانسی کہلانے لگا۔ مگر سندھانوالیوں کے شجرۂ نسب کو بھٹیوں کے شجرہ سے ملائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ سانس غالباً بھونی کے ایک لڑکے کا نام تھا جو دھار سے چوتھی پشت میں تھا اور یہ کہ سندھانوالئے اور سانسی اسی سانس کی اولاد سے ہیں۔ سانسی لوگ چوری پیشہ اور حقیر قوم ہیں اور سندھانوالیوں نے قدرتی طور پر لفظ سانسی سے شرم کھا کر ایک قصہ گھڑ لیا ہے مگر اس اعلےٰ گھرانے اور فقیروں کے درمیانی تعلقات ٹھیک معلوم ہوتے ہیں اور اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حالات پر غور کی جاوے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کی بہت سی پالیسی اور بہت سے افعال بالکل سانسیوں جیسے تھے۔

سندھانوالیوں کا موجودہ مسکن راجہ سانسی قریباً ۱۵۶۰ء میں راجہ کرتو نے آباد کیا تھا۔ کرتو کا پڑپوتا کھوکر ترنتارن کے جنگل میں آباد ہو گیا جہاں اس نے کئی گاؤں آباد کئے۔ اسی کھوکر کے پوتے ویگاہ کی اولاد سے ایک طرف سندھانوالیوں کا اور دوسری طرف لاڈوا خاندان چلا۔ ویگاہ کے پوتے تخت مل نامی نے شہنشاہ عالمگیر سے بذریعہ فرمان جو اب تک اس خاندان کے قبضے میں ہے منصب چودھری حاصل کیا اور علاقہ دیوسف پور کا مالیہ جمع کرنے کے اختیارات پائے۔ مگر یہ فرمان مصدقہ نہیں ہے اور ممکن ہے کہ حال کا جعل ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تخت مل کا بیٹا بھارا مل ساجھ دھاری فرقے کا جو سکھوں میں پکے سکھوں کا پنتھ نہیں ہے سکھ تھا اور گو اس نے پوہل کبھی نہیں لی مگر دیہات میں سری گورو گوبند سنگھ جی کے مسائل کی تلقین کرتا پھرتا تھا۔

اس کا بیٹا بدھ سنگھ جو پکا سکھ تھا دلیر اور خوش نصیب ڈاکو مشہور تھا۔ اسکے زمانے میں سرقۂ مویشی ایسا ہی معزز پیشہ خیال کیا جاتا تھا جیسا کہ تین سو سال ہوئے سکاٹلینڈ کی سرحد پر سمجھا جاتا تھا اور بڈھا سنگھ اپنی ابلق گھوڑی دیسی نامی پر سوار گرد و نواح کے علاقے میں بلا سے کم نہ تھا۔ وہ قریباً چالیس دفعہ نیزے۔ بندوق یا تلوار سے زخمی ہُوا اور آخرکار ۱۷۱۸ء میں بھلے آدمی کی طرح اپنے بستر پر فوت ہوا۔ اس کے دو بیٹے چندا سنگھ اور نودھ سنگھ اپنے باپ کی طرح اولوالعزم اور خوش نصیب تھے۔ ۱۷۳۰ء کے قریب انہوں نے موضع سوکر چک جو کچھ عرصہ پہلے گل جاٹوں نے آباد کیا تھا مگر ویران ہوگیا تھا پھر آباد کیا اور پکے سوار سکھوں کی ایک جمعیت فراہم کرکے موضع مذکور کے گرد و نواح کے کئی مواضعات دبا لئے نیز راوی کے پار ہو کر ضلع گوجرانوالہ میں بھی دھاڑے مارتے رہے۔ نودھ سنگھ ۱۷۶۲ء میں افغانوں کے ساتھ ایک لڑائی میں مجیٹھے کے مقام پر جہاں یہ گلاب سنگھ گل کے خاندان میں اپنی شادی کرنے گیا تھا مارا گیا +

نودھ سنگھ کا بیٹا چڑت سنگھ کہ اپنے باپ کی وفات پر صرف ۵ سال کا تھا بڑا زور آور سردار بن کر سوکر چکیہ مسل کا حاکم ہوگیا۔ اس کے ماتحت اس کا چچیرا بھائی دیدار سنگھ گوجرانوالہ۔ پنڈ دادنخاں اور اور کئی مقامات پر لڑتا رہا۔ سردار مہاں سنگھ کے اپنے باپ کا جانشین ہونے اور رسول نگر اور گوجرانوالہ لے لینے کے بعد سردار دیدار سنگھ نے مال غنیمت میں سے اپنے حصے میں پنڈ سہاکھا۔ دلوٹ اور سندھانوالہ لئے اور اس آخرالذکر مقام کے نام پر اس خاندان کا نام مشہور ہوا۔ وہ ۱۷۸۲ء میں چناب کے

کنارے ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کی سمادھ ابھی تک موضع دولت نگر میں موجود ہے +

سردار امیر سنگھ مع اپنے بھائیوں گوربخش سنگھ اور رتن سنگھ باپ کے ترکہ کا مالک ہوا اور اپنی جائداد کے بڑھانے کی جلد تدابیر کرنی شروع کیں وہ اپنے چچیرے بھائیوں یعنی روسائے سوکرچکیہ کے نیک و بد میں شریک رہنے لگا اور چونکہ مہاں سنگھ اور رنجیت سنگھ طاقتور ہو گئے اس نے بھی بلاخوفِ پاداش بال سہ چندر اور راجہ سانسی کے گردو نواح کے دوسرے مواضعات دبا لئے مگر ۱۸۰۳ء میں امیر سنگھ دربار کی نظروں میں بہت حقیر ہو گیا جس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز رنجیت سنگھ ثمن برج سے برآمد ہو کر گھوڑے پر سوار ہونے کو تھا کہ اُس وقت امیر سنگھ کو لوگوں نے کندھے سے بندوق اُتار کر اور بھر کر توڑا سلگاتے ہوئے دیکھا۔ حاضرین نے اس پر یہ تہمت لگائی کہ اُس کی نیت مہاراجہ کی جان لینے کی تھی اور رنجیت سنگھ نے جسے اس بات کا یقین ہو گیا اُس کو دربار سے علیحدہ کر دیا۔ امیر سنگھ نے بابا صاحب سنگھ بیدی رئیس اونہ کے پاس پناہ لی جس کی سفارش سے کچھ عرصہ بعد رنجیت سنگھ پھر اُس پر مہربان ہو گیا اور اسے خاص طور پر سردار فتح سنگھ کی نگرانی میں اور فوج میں رکھوا دیا +

امیر سنگھ قصور کی ۱۸۰۷ء کی لڑائی میں اور چناب اور دریائے سندھ کے درمیانی ملک کی مسلمان قوموں کی ۱۸۱۰ء کی لڑائی میں مہاراجہ کے ہمراہ گیا۔ آخر الذکر لڑائی میں اس کا سب سے چھوٹا بیٹا جیمل سنگھ قلعۂ خیر آباد کے آگے ایک چھوٹی سی لڑائی میں مارا گیا۔ ۱۸۰۹ء میں جب

راجہ جے سنگھ والیٔ جموں کی وفات پر رنجیت سنگھ نے اُس کا ملک دبا لیا تو اُس نے امیر سنگھ کو ہرنیاں۔ نونار اور رتا اتال کے علاقے دیئے۔ دو سال بعد امیر سنگھ نے اپنے بیٹے بدھ سنگھ کو مہاراجہ کی ملازمت میں داخل کر دایا جو تھوڑے ہی عرصے بعد سارے دربار میں ہر دلعزیز ہو گیا +

بدھ سنگھ پہلے ہی پہل فوج کا با اختیار افسر ہو کر بہاولپور اس غرض سے بھیجا گیا کہ وہاں بزور موعودہ خراج حاصل کرے۔ ۱۸۲۱ء میں اس نے اپنے باپ اور بھائی عطر سنگھ کے ساتھ موج گڑھ اور جام گڑھ کے قلعے لئے ان خدمات کے صلے میں امیر سنگھ نے شکر گڑھ کی اور بدھ سنگھ نے گالرا اور نزالی کی جن کی آمدنی قریباً ایک لاکھ روپیہ تھی جاگیریں حاصل کیں اس سے پہلے ان کی درخواست پر خاندانی جاگیر کا جو چھچھ اور اٹک میں تھی سروہا نلوان۔ کھوٹر اور کنٹھو ننگل کے علاقوں سے جن کی آمدنی ۱۸۰۰۰ روپیہ تھی تبادلہ کر دیا گیا تھا +

اس کے بعد سردار بدھ سنگھ کو دو پلٹنوں اور ایک رسالہ کا افسر بنا کر جموں کے پہاڑی علاقے میں بھیجا گیا پھر اس نے پتھنا والا کا علاقہ فتح کیا۔ ٹیری کی ۱۸۲۳ء کی لڑائی میں وہ سکھوں کی فوج کے ایک حصے کا افسر تھا۔ در اصل ٹیری کے مقام پر دو لڑائیاں ہوئیں۔ دریائے کابل کے بائیں کنارے پر تو مہاراجہ بذات خود فوج کی کمان لئے ہوئے تھا اور اگرچہ پھولا سنگھ اکالی وغیرہ چند چیدہ افسر مارے گئے تاہم اس نے جوشیلے یوسف زئیوں کو شکست دی۔ دریا کے داہنے کنارے پر فوج کی بڑی جمعیت تھی جس کی کمان ہری سنگھ نلوہ۔ جمعدار خوشحال سنگھ سردار بدھ سنگھ اور دوسرے افسران کر رہے تھے اور ان کے مقابلے

میں افغانوں کی فوج تھی ان کا افسر محمد عظیم خاں تھا جس نے نقصان اٹھا کر شکست کھائی اور اسی سال کے اندر غم سے مر گیا *

۱۸۲۵ء میں مہاراجہ رام باغ میں بمقام امرتسر سخت بیمار پڑا ہوا تھا اس کی زیست کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی اور وہ بالکل بے سرت پڑا ہوا تھا۔ سردار بدھ سنگھ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ رنجیت سنگھ کی وفات پر ملک پھر مختلف ریاستوں میں تقسیم ہو جائیگا اور یہ فرض کر کے کہ مہاراجہ جانبر نہ ہوگا اس نے اپنے لئے بندوبست کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ رات کے وقت ایک فوج کے ساتھ گوبند گڑھ کے قلعے میں گیا اور یہ ظاہر کر کے کہ مہاراجہ نے اسے حکم دیا ہے قلعے کے اندر داخل ہونا چاہا۔ قلعے کے دروازے کے جمعدار دیا رام نے بلا حکم اس کو اندر داخل ہونے نہ دیا چنانچہ بدھ سنگھ واپس ہوا اور بہت سی رشوت دیکر شاہی مہر کے محافظوں کو ورغلا کر حکم لکھوا لیا کہ قلعہ اس کے حوالے کر دیا جاے سردار بدھ سنگھ یہ حکم لیکر جس پر باضابطہ مہر لگی ہوئی تھی پھر قلعے کی طرف آیا مگر جمعدار کب دھوکا کھاتا تھا اس نے حکم کی طرف خیال بھی نہ کیا اور کہا کہ اتنی رات آنے پر وہ خود مہاراجہ کے واسطے بھی دروازہ نہ کھولیگا سردار لاچار ہو کر واپس چلا گیا اور صبح کو امام الدین قلعہ دار نے مہاراجہ سے جس کو کسی قدر آرام ہو گیا تھا سارا حال بیان کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مہاراجہ نے اس امید پر کہ بدھ سنگھ کی ہڈیاں یوسف زئی علاقے کی پہاڑیوں میں رہینگی اور وہ اس کے آرام میں خلل انداز ہونے کے لئے کبھی واپس نہ آئیگا اسے پشاور کی فوج کا افسر بنا کر علاقہ یوسف زئی میں خلیفہ سید احمد سے جو ایک بڑا پرجوش آدمی تھا اور سکھوں کے برخلاف

جہاد کرنے کی تلقین کرتا تھا لڑنے کے لئے بھیج دیا ❖

بدھ سنگھ نے فوج کی بڑی جمعیت پیچھے چھوڑی اور خود آگے بڑھکر دریائے کابل عبور کیا اور اکوڑا میں خیمہ زن ہوکر مورچہ بندی کی مگر رات کو دشمن نے اس پر حملہ کیا اور بدھ سنگھ اپنے ۵۰۰ آدمی مقتول اور مجروح کرا کے دشمن کو پس پا کر سکا۔ سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ اس موقع پر موجود تھا اور اس نے بڑی بہادری دکھائی۔ دوسرے دن فوج خالصہ نو میل آگے روانہ ہوکر جہانگیرہ میں پہنچی جہاں ڈوگرے رئیس اور سردار اٹاری اپنی فوجوں سمیت ان کے ساتھ مل گئے اور سردار بدھ سنگھ کی تربوں سمیت کل جمعیت قریباً دس ہزار آدمی اور بارہ توپوں کی ہوگئی۔ اس فوج کے مورچوں کو خلیفہ کی بہت سی مگر ناخواعدواں فوج نے جن میں کابلی یوسف زئی اور افغان تھے جلدی گھیر لیا۔ کچھ دنوں تک تو سکھ اپنے مورچوں میں ہی رہے اور غنیم ان پر علی التواتر حملے کرتا رہا۔ آخر کار جب بدھ سنگھ کا ذخیرۂ رسد ختم ہوگیا اور صبر و شکیبائی بھی حد سے گزر گئی تو وہ اپنی فوج لیکر دشمن کے مقابلے میں نکلا اور ایک سخت لڑائی کے بعد جس میں بہت سے آدمی مارے گئے اُنہیں شکست دی۔ سید احمد نے یوسف زئی کی پہاڑیوں میں پناہ لی اور دو برس تک اُس کو پھر میدانِ جنگ میں آکر لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس فتح کے بعد سردار بدھ سنگھ لاہور واپس آگیا جہاں اُس کا ہر طرح اعزاز ہوا مگر چند ماہ بعد ۱۸۲۷ء کے اخیر میں اس نے ہیضے سے انتقال کیا۔ مہاراجہ نے اس کے خاندان کو ایک چٹھی لکھی جس میں سردار کی موت پر رنج اور ایسے بہادر آدمی کے معمولی آدمیوں کی طرح بستر پر مرنے پر افسوس کیا۔ سردار بدھ سنگھ سکھ

جرنیلوں میں سب سے زیادہ بہادر اور ہنرمند آدمی تھا۔ اس کی وفات کے موقع پر یہ افواہ تھی کہ ڈوگروں نے اسے زہر دیدیا ہے مگر اس افواہ کی کچھ بھی اصل نہیں +

امبر سنگھ اسی سال اپنے بیٹے سے پہلے فوت ہوا مگر تمام جاگیریں جو چھ لاکھ سے زیادہ آمدنی کی تھیں ۔ سرداران عطر سنگھ۔ لہنا سنگھ بساوا سنگھ اور شمشیر سنگھ کے نام جاری رہیں ۔ عطر سنگھ کو دربار میں اپنے بھائی کی جگہ ملی اور یہ اس قدر طاقتور اور دلیر تھا کہ ۱۸۳۷ء میں سردار ہری سنگھ نلوہ کی وفات کے بعد وہی خالصہ جی کا سب سے ممتاز سردار خیال کیا جاتا تھا +

اسی سال عطر سنگھ کو اسکے سواروں ساتھ پشاور اور لہنا سنگھ کو شب قدر بھیجا گیا۔ انہوں نے اچھی خدمات کیں اور گرد و نواح کی وحشی قوموں سے اکثر لڑتے رہے ۔ عطر سنگھ کو "اُجل دیدار نرمل بدھ سردار باوقار کثیر الاقتدار سردار گروہ نامدار عالی طبع شجاع الدولہ سردار عطر سنگھ شمشیر جنگ بہادر" کا طویل و معزز خطاب مِلا اور سردار لہنا سنگھ کو خطاب" اجل دیدار نرمل بدھ سردار باوقار سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ بہادر" عنایت ہوا ۔ خاندان کی جاگیر اور طاقت کو مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات تک روز افزوں ترقی رہی جبکہ وہ گو برائے نام سات لاکھ کی اراضیات پر قابض تھے مگر درحقیقت نو اور دس لاکھ کے درمیان سالانہ مالیہ وصول کرتے تھے +

اس موقع پر عطر سنگھ اپنی شہرت اور قابلیت دونوں کی وجہ سے خاندان کا بزرگ تھا۔ لہنا سنگھ گو قابل آدمی تھا مگر ناخواندہ اور عیاش تھا۔ اس کا بھتیجا اجیت سنگھ کافی بہادر تھا مگر ضدی ہونے کے علاوہ مآل اندیش نہ تھا اور شمشیر سنگھ کہ امور سلطنت میں دخل دینے

سے تنفر رکھتا تھا اپنی فوج کے ساتھ پشاور میں تھا*

جب شہزادہ نونہال سنگھ اسی روز کہ جس دن اُس کا باپ مرا اتفاقیہ یا کسی تدبیر سے مارا گیا تو خالی تخت کے دو شخص دعویدار ہوئے۔ پہلی دعویدار مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ رانی چاند کور تھی دوسرا دعویدار شہزادہ شیر سنگھ تھا جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا مشہور تھا۔ وہ ایک بہادر آدمی تھا اور فوج میں بھی تھوڑا بہت صاحب رسوخ تھا۔ چاند کور کے دعویٰ کے حامی سندھانوالئے۔ بھائی رام سنگھ۔ سردار تیج سنگھ اور اُس کا چچا جمعدار خوشحال سنگھ تھے۔ شیر سنگھ کے طرفدار ڈوگرے جن کا سرگروہ راجہ دھیان سنگھ تھا اور اُس کے بھائی راجہ گلاب سنگھ اور راجہ سچیت سنگھ مصر (بعد ازاں راجہ) لال سنگھ وغیرہ تھے۔ سندھانوالیوں اور ڈوگروں میں بڑا سخت عناد اور دشمنی تھی۔ راجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے اخیر سالوں میں دونوں کو بڑی طاقت اور رسوخ حاصل ہو گئے تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے مخالف کو حسد و اشتباہ کی نگاہوں سے دیکھتے تھے مگر سندھانوالیوں کی عالی حوصلگی یہ تھی کہ ان کو خاندان شاہی کے ساتھ اُنس تھا اور ریاست کے ساتھ عقیدت۔ اور ڈوگرے بھائیوں کی غایت ہمیشہ خود غرضی تھی۔ جن لوگوں کا تواریخ میں ذکر ہے شائد اُن میں کوئی متنفس ایسا نہیں جس کی نسبت راجہ دھیان سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ سے زیادہ لوگوں کے دل میں تنفر ہو۔ اُن کے سخت ظلم۔ لالچ اُن کی دغابازی اور اُن کے ہر ایک طرح اپنا مطلب نکالنے کی تدبیروں کے مقابلے میں اُن کی بے نظیر لیاقت اور شجاعت کسی شمار میں نہ تھی*

شہزادہ نونہال سنگھ کی وفات پر عطر سنگھ ہردواریں اور لہنا سنگھ

اور اجیت سنگھ کلّو میں تھے۔ جب اُن کو یہ خبر پہنچی تو عطر سنگھ اور اجیت سنگھ جلدی سے لاہور آ گئے *

شہزادہ نونہال سنگھ کی بیوہ رانی صاحب کور اپنے خاوند کی وفات پر حاملہ تھی اور راجہ دھیان سنگھ یہ دیکھکر کہ انتظار کرنا سکھوں کے موافقِ مزاج ہوگا اس بات پر متفق ہوگیا کہ شیر سنگھ اپنے لڑکے پرتاب سنگھ کو دربار میں چھوڑکر اپنی جاگیر پر چلا جاے اور وہیں آٹھ مہینے یعنی اُس وقت تک رہے جب تک کہ یہ فیصلہ نہ ہوجاے کہ صاحب کور یا دوسری رانیوں میں سے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ درحقیقت دھیان سنگھ کا مطلب یہ تھا کہ اس عرصے میں فوج کو شیر سنگھ کی طرفداری کرنے پر رضامند کرلے *

شروع جنوری میں شیر سنگھ یہ سُن کر کہ فوج اُس کی طرفداری پر ہے اور اس اُمید پر کہ وہ دھیان سنگھ کی جس سے وہ نفرت کرتا تھا اور خوف بھی کھاتا تھا امداد کے بغیر لاہور لے لیگا اپنی فوج کے ساتھ شہر کے سامنے نمودار ہوا مگر راجہ گلاب سنگھ اس خیال سے کہ شیر سنگھ اس کے بھائی کی اعانت بغیر کامیاب نہ ہو سندھانوالیوں سے مل کر قلعے کو بچانے پر آمادہ ہوگیا۔ لاہور کے محاصرے کے حالات اس قدر مشہور ہیں کہ اُن کے دُہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ سات دن تک اہلِ قلعہ نے ساری سکھ فوج کا بہادری سے مقابلہ کیا جس کے محاصرے میں بہت سے آدمی مارے گئے اور راجہ دھیان سنگھ کے جموں سے واپس آنے پر عہد و پیمان ہوگئے جن کی رو سے شیر سنگھ تخت پر بیٹھ گیا اور رانی چاند کور اپنے دعاوی سے دستکش ہوگئی۔ گلاب سنگھ جو اپنے

اور اپنے بھائی کے منصوبوں کے کامیاب ہونے سے دل ہی دل میں خوش ہوتا تھا بہت سا خزانہ خصوصاً جواہرات جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قلعے میں جمع کر رکھے تھے لیکر فوج کی لعن طعن سُنتا ہوا جموں روانہ ہوگیا اور اسی خزانے اور جواہرات سے ۵ سال بعد کشمیر خرید اگیا۔

سردار عطر سنگھ رانی چاند کور کا مختار بن کر ایجنٹ گورنر جنرل کے پاس کوشش کرکے اُسے اپنی جماعت کا معاون بنانے کے لئے لدھیانے گیا مگر اس میں اُس کو کامیابی نہ ہوئی پھر اجیت سنگھ نے حتے المقدور اسی معاملے میں کوشش کی مگر اُسے بھی ویسے ہی ناکامیابی ہوئی - اس کے بعد وہ کلکتے گیا مگر گورنر جنرل بہادر بالقابہ کے حضور میں باریاب نہ ہوسکا۔ عطر سنگھ اور اجیت سنگھ کی لاہور سے عدم موجودگی کی وجہ سب کو اچھی طرح معلوم تھی اور شیر سنگھ نے خاندان سندھانوالیوں کی ساری جاگیریں باستثنائے سردار شیر سنگھ کی جاگیروں کے جو اپنے رشتے داروں کی ان حرکات میں شریک تھا ضبط کرلیں۔ شیر سنگھ نے بدھ سنگھ مہرا اور حکم سنگھ ملوئی کو کلو بھیجا جہاں لہنا سنگھ ناظم تھا تاکہ وہ لہنا سنگھ اور اُس کے بھتیجے کہار سنگھ کو لاہور لے آویں اور جبکہ وہ یہاں لائے گئے تو اُن کو قید کردیا گیا - اس پر شمشیر سنگھ کے علاوہ خاندان کے دوسرے اراکین نے ستلج پار ہوکر سرکار انگریزی کے علاقہ تھانیسر میں پناہ لی مگر سندھانوالیوں کی اس تارک الوطنی پر بھی شیر سنگھ کو اتنی ہی تشویش تھی جتنی کہ اُن کے موجود رہنے میں ہوتی - یہ سردار لاہور میں خفیہ سازشیں کرتے رہے اور فوج بھی جو اکثر لڑائیوں میں لے جاتے رہے تھے ان سرداروں کے ساتھ سخت

سلوک ہونے کی نسبت ناراضی ظاہر کرتی رہی۔ چنانچہ شیر سنگھ بھائی رام سنگھ کی جس نے اُن کو واپس بُلانے پر زور دیا صلاح ماننے پر تیار ہو گیا اور ۲۲ اکتوبر ۱۸۴۱ء میں سرداران اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے قید سے رہائی حاصل کر لی تھی لاہور واپس آگئے اور ان کی تمام جاگیریں بحال کر دی گئیں۔ عطر سنگھ اونہ ضلع ہوشیارپور میں بیدی بکرم سنگھ کی پناہ میں رہا۔ اسے مہاراجہ شیر سنگھ یا راجگان جموں پر ذرا اعتبار نہ تھا اور سچ یہ ہے کہ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ کچھ راجگان جموں کی محبت کی وجہ سے لاہور واپس نہیں آئے تھے بلاشبہ ان کو اپنی بڑی جاگیروں کا اشتیاق کھینچ لایا تھا مگر انہوں نے یہ سُن لیا تھا کہ رانی چاند کور جوان کی جماعت کی سرگروہ تھی اور اجیت سنگھ کی آشنا مشہور تھی شیر سنگھ اور دھیان سنگھ کے حکم سے قتل کی گئی اور یہ بھی سُن لیا تھا کہ رانی صاحب کور کے ہاں ایک مردہ لڑکا پیدا ہوا جس کی بابت لاہور کے بازاروں میں یہ کانا پھوسی ہو رہی تھی کہ شیر سنگھ اور دھیان سنگھ کی مطلب برآری زندہ بچہ پیدا ہونے سے نہ ہو سکتی تھی*

ابتدا میں سب کام ٹھیک ٹھیک رہا۔ دھیان سنگھ ہرچند سندھانوالیوں کو سمجھاتا تھا کہ وہ اسی کی صلاح سے واپس بُلائے گئے ہیں مگر سندھانوالیوں کو اس کا اعتبار نہ آیا۔ وہ جانتے تھے کہ دھیان سنگھ کو ان سے سخت نفرت ہے اس لئے اُس کو مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ سندھانوالیوں کا یہ منصوبہ دلیرانہ تھا اور اُن کی نیت ادھورا کام کرنے کی نہ تھی۔ اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کا وزیر دھیان سنگھ دونوں اکٹھے مارے جائیں اور اپنا بدلہ لیکر بہ نوعمر دلیپ سنگھ

کے سرپرست بن کر ساری حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں - ادھر راجہ دھیان سنگھ نے بھی اپنا منصوبہ باندھ رکھا تھا جو سندھانوالیوں کے منصوبے سے کم ہمت اور جرأت کا نہ تھا اور وہ یہ تھا کہ شیر سنگھ اور سندھانوالئے مارے جائیں اور وہ خود نائب السلطنت بن جائے اور اگر احیاناً دلیپ سنگھ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو تخت خود اسکے بیٹے ہیرا سنگھ کے پاس رہے ٭

سندھانوالیوں نے مہاراجہ کو یہ سمجھایا کہ دھیان سنگھ اسے مار دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ کہ اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وزیر کو مار دیا جاوے نیز یہ کہ صرف سندھانوالئے ہی اسکے رشتے دار اور دوست ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار ہیں اور یہی اس غدار وزیر کے مار ڈالنے پر مستعد ہیں - شیر سنگھ نے ان باتوں پر جو آدھی سچی تھیں یقین کر لیا اور ایک کاغذ اپنے دستخط سے اس مضمون کا لکھ دیا کہ سندھانوالیوں سے دھیان سنگھ کے قتل کی پرسش نہ ہوگی دھیان سنگھ کے قتل کی تدبیریں بھی ٹھیرالی گئیں اور قرار پایا کہ چند روز بعد اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ مہاراجہ کے ملاحظہ کے واسطے فوج کو استادہ کریں - اس وقت راجہ دھیان سنگھ کو اس کے ملاحظے کا حکم دیا جاوے اور سندھانوالئے اس موقع پر اُس کو قتل کر دیں - اسی رات جبکہ مہاراجہ کے ساتھ یہ تجویز قرار پائی لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ سے ملے اور بیان کر کے کہ شیر سنگھ نے پہلے دھیان سنگھ کو اور پھر خود سندھانوالیوں کو مار دینے کا ارادہ کر لیا ہے درخواست کی کہ وہ شیر سنگھ کے قتل کرنے میں ان کو امداد دے - جب دھیان سنگھ نے وہ کاغذ دیکھا جو شیر سنگھ نے لکھ دیا

تھا تو سندھانوالیوں کی تجویز پر متفق ہوگیا اور ان کے درمیان یہ طے پایا کہ فوج کے ملاحظہ کے دن جو شخص قتل کیا جائیگا وہ راجہ شیر سنگھ ہوگا نہ کہ وزیر دھیان سنگھ +

مندکرۂ بالا حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھانوالئے ہی شیر سنگھ کے خلاف سازش کے بانی مبانی تھے۔ ان کا اپنا بیان یہ ہے کہ دھیان سنگھ خود اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ سے ملنے کے لئے آیا اور یہ کہکر کہ مہاراجہ ان کو مار دینے کا ارادہ رکھتا ہے انہیں مہاراجہ کی جان لینے کی تجویز میں شامل ہونے کے لئے مجبور کیا مگر یہ روایت کسی طرح درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ شیر سنگھ ان کے مارنے پر آمادہ نہ تھا بلکہ ان سے اتفاق رکھنا چاہتا تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ اس نے ان کی جاگیرات اور رُتبے پھر بحال کئے تھے اور ان ہی سے اور صرف ان ہی سے اس کو توقع تھی کہ دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ راجگان جموں سے جن سے کہ اس کو جتنی کہ نفرت تھی اتنا ہی خوف تھا بچاتے رہینگے۔ یہ بات سندھانوالیوں پر بھی بخوبی روشن تھی اور انہیں کبھی یقین نہیں ہوا کہ مہاراجہ ان کی جانیں لینے کی تجویز کر رہا ہے +

۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء یعنی مہاراجہ کے فوج کے ملاحظہ کا دن آخرکار آپہنچا۔ مہاراجہ یہ دن گزارنے کے لئے شاہ بلاول کی جو شالامار اور لاہور کے درمیان ہے بارہ دری میں گیا تھا اور وہیں سرداران اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ پہنچے۔ یہ دونوں پوری طرح مسلح ہو کر جو غیر معمولی بات نہ تھی شیر سنگھ کی خدمت میں گئے وہ صرف ایک یا دو مصاحبوں کے ساتھ بارہ دری کے چھوٹے کمرے میں تھا اور دیوان دینا ناتھ اسے سرکاری کاغذات

باآواز بلند پڑھکر سنا رہا تھا۔ اجیت سنگھ نے سلام کیا اور آگے بڑھکر مہاراجہ کے ملاحظہ کے لئے ایک دونالی بندوق پیش کرکے کہا "میں نے یہ ابھی خریدی ہے" شیر سنگھ نے کہ ہتھیاروں کا بہت شوقین تھا اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس وقت اجیت سنگھ نے جس نے بندوق کا مُنہ شہزادہ کی طرف رکھا ہوا تھا دونوں نالیاں جن میں دوہرا دوہرا مصالح بھرا ہوا تھا سر کردیں جن کی زد مہاراجہ کی چھاتی پر پڑی ٭

مہاراجہ کو صرف یہ کہنے کا وقت ملا "یہ کیا دغا ہے" اور وہ پیچھے گر کر مر گیا۔ اس کے مصاحبوں نے قاتلوں پر حملہ کیا مگر وہ تعداد میں تھوڑے تھے اس لئے جلدی مغلوب ہو گئے۔ سردار بدھ سنگھ موکیریاں اسی موقع پر مارا گیا اس کا چچیرا بھائی سخت زخمی ہوا نیز کئی اور آدمی سندھانوالیوں کے ہاتھ سے جاں بحق ہوئے ٭

شاہ بلاول سے تھوڑے فاصلے پر سردار جوالا سنگھ پدھانیہ کا باغ تھا وہاں مہاراجہ کا سب سے بڑا بیٹا پرتاب سنگھ جو ایک خوبصورت اور ذہین لڑکا تھا پوجا اور برہمنوں کو خیرات تقسیم کر رہا تھا کیونکہ اس دن اسوج مہینے کی پہلی تاریخ تھی اور سنکرانت کا دن تھا۔ لہنا سنگھ کچھ فوج کے ساتھ بھاگا بھاگ اس باغ میں پہنچا۔ شہزادہ نے اسے تلوار کھینچے آتا ہوا دیکھا اور چلا کر کہا "باباجی میں تمہارا نوکر ہو کر رہونگا" لہنا سنگھ نے جواب دیا "تمہارا باپ مارا گیا ہے" اور لڑکے کے جسم میں تلوار بھونک دی اسی موقع پر عطر سنگھ پروہت جو شہزادہ کی خدمت میں موجود تھا اور کئی برہمن مارے گئے ٭

---

٭ شیر سنگھ اور پرتاب سنگھ کے قتل کا قصہ کئی طرح بیان کیا جاتا ہے۔ مگر متذکرۂ بالا واقعات بقینی طور پر سچے سمجھے جاتے ہیں۔ اس اندوہناک حادثہ کے چشم دید گواہ جن سے اسکے متعلق

جبکہ یہ حادثہ جانکاہ جوالا سنگھ کے باغ میں ہو رہا تھا اجیت سنگھ نے مہاراجہ کا سر کاٹ لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو تین آدمیوں کو ہمراہ لیکر لاہور کی جانب روانہ ہوا۔ اس موقع پر جہاں اب بادامی باغ ہے اسے راجہ دھیان سنگھ مع فتح خاں ٹوانہ اور چند ہمراہیوں کے گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ شاہ بلاول کی طرف جاتے ہوئے ملے۔ اجیت سنگھ نے راجہ کو بتایا کہ سب کارروائی ٹھیک ٹھیک ہو گئی ہے اور درخواست کی کہ وہ اس کے ہمراہ واپس لاہور کو چلے۔ راجہ کو شبہات ہونگے مگر اس وقت ان کا ظاہر کرنا فضول تھا اس لئے اس نے اپنے گھوڑے کا منہ شہر کی جانب پھیر دیا۔ وہ روشنی دروازہ سے شہر میں گھسے اور قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کروا لئے +

چڑھائی چڑھتے ہوئے اجیت سنگھ نے وزیر سے دریافت کیا کہ "اب تمہارا ارادہ کیا انتظام کرنے کا ہے"؟ اس نے جواب دیا "دلیپ سنگھ مہاراجہ ہوگا۔ میں وزیر اور سندھانوالیوں کو اقتدار حاصل رہیگا"۔ اجیت سنگھ نے پھر یہی سوال کیا اور راجہ نے وہی جواب دیا۔ ایسے نازک وقت میں بھی دھیان سنگھ نے سندھانوالیوں سے جن سے اسے سخت نفرت تھی وزارت دینے کا وعدہ نہ کیا مگر اجیت سنگھ کی وضع سے یہ سمجھکر کہ وہ اس کے قتل پر مستعد ہے دیکھکر اس سے کچھ اور کہنے کو متوجہ ہوا تھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶۹) سوالات کئے گئے تھے یکزبان اسکی سچائی کی تصدیق کرتے تھے جن میں سے دو کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اول گواہ دیوان اجودھیا پرشاد تھا جو مہاراجہ کے مارے جانے کے وقت پاس موجود تھا اور دوسرا گواہ راجہ کپورتھلہ کا وکیل رام ملاوا مل تھا جو شہزادہ پرتاب سنگھ کے مارے جانے کے وقت جوالا سنگھ کے باغ میں تھا +

اجیت سنگھ نے چلا کر کہا "تم رانی صاحب کے قاتل ہو" اور راجہ پر پستول سر کی پھر اس کے آدمیوں نے راجہ کو اپنی تلواروں سے کاٹ کر اسکی لاش کو قلعہ کے اندر ہی توپ ڈھالنے کے ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ احمد خاں گھیبہ بھی جو دھیان سنگھ کی مصاحبت میں تھا اس کے ساتھ ہی مارا گیا۔ اس کے فوراً بعد لہنا سنگھ بھی پہنچ گیا اور دونوں سرداروں نے مقتول وزیر کے بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور بیٹے راجہ ہیرا سنگھ کو لکھا کہ وہ قلعے میں ایک مشورے کے لئے آئیں لیکن یہ راجگان دھوکا کھانے والے نہ تھے اور جلدی ہی یہ خبر مشہور ہو گئی۔ راجہ ہیرا سنگھ جس پر اپنے باپ کے برخلاف سازش میں شریک ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا اب قتل کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا اور فوج سے کہہ سن کر اور معقول رقمیں دینے کا وعدہ کر کے اپنی طرف کر لیا۔ رات کے وقت چار ہزار آدمیوں کی فوج نے قلعے کو گھیر لیا جس کو سندھانوالیوں نے اخیر تک بچانے کا ارادہ کر لیا تھا انہوں نے دلیپ سنگھ کے بادشاہ اور لہنا سنگھ کے وزیر ہونے کا اعلان کر دیا مگر ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کا کام بگڑ گیا ہے اور جب ہیرا سنگھ نے قلعے پر پہلے ہی حملہ کیا تو اس کا خفیف سا مقابلہ کیا لیکن جب دیواروں میں شگاف ہو گئے اور دشمن حملہ کرنے کے لئے بڑھے تو سندھانوالیوں نے جان ہتھیلی پر رکھکر لڑنا شروع کیا مگر ان کے پاس چند صد آدمی تھے اور فوج مخالف نے گو نقصان اُٹھایا مگر قلعہ سر کر لیا۔ اجیت سنگھ نے ایک رسے کے ذریعے دیوار پھاند کر بھاگ جانے کی کوشش کی مگر ایک سپاہی نے اُسے دیکھ لیا اور باوجود اپنی جان بخشی کے معاوضے میں سپاہی کو بڑے انعام کا وعدہ دینے کے سپاہی نے اُسے گولی سے مار دیا۔ اس کا سر کاٹ کر

ہیرا سنگھ کے پاس لے گئے جس نے حکم دیا کہ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہر میں جا بجا لٹکا دئے جائیں۔ وہ سپاہی جس نے اس کو مارا صوبیدار بنا دیا گیا۔ لہنا سنگھ جس کی ران اس دن شروع ہی میں زنبورے کے ایک گولے سے ٹوٹ گئی تھی تہ خانے میں چھپا ہوا پایا گیا اور اسے بھی بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد دلیپ سنگھ کے بادشاہ اور ہیرا سنگھ کے وزیر ہونے کا اعلان کیا گیا اور یوں یہ جانستال قصہ ختم ہوا +

ہیرا سنگھ نے حکومت پا کر سردار شمشیر سنگھ کی جاگیروں کے سوا کہ وہ پشاور میں تھا اور اس سازش میں شامل نہ ہوا تھا خاندان سندھانوالیوں کی ساری جاگیریں ضبط کر لیں اور اس خاندان کے صدر مقام یعنی راجہ سانسی کو تباہ کر دیا جس جگہ سندھانوالیوں کا محل تھا اُس جگہ پر ہل چلوا دئے اور اُن کے سب دوستوں اور متوسلوں کو چن چن کر مارا خاندان کے بچے ہوئے اراکین مع سردار عطر سنگھ کے ستلج پار بھاگ گئے۔ اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ آیا عطر سنگھ کو اپنے بھائی اور بھتیجے کے ارادوں کا پورا پورا حال معلوم تھا یا نہیں۔ تاہم ہیرا سنگھ کو یہی یقین تھا کہ ساری سازش کی جڑ عطر سنگھ ہے۔ اور اس لئے وہ اُس کو مار دینے پر آمادہ تھا اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے اس نے فوج کے بہت سے افسروں اور سرداروں کی جعلی چٹھیاں بنا کر عطر سنگھ کے پاس بھیجیں جن میں اس بات کی ترغیب دی کہ وہ پنجاب میں واپس آجاوے جہاں وہ اپنا اقتدار پھر حاصل کریگا اور وزیر کو مار دیگا۔ اسی طرح جعلی چٹھیاں باوا بیر سنگھ کو بھی جو سکھوں کا ایک بڑا معزز گورو تھا بھیجیں جن میں التجا کی کہ وہ سردار عطر سنگھ کو سمجھا بجھا کر

پنجاب میں آنے کی ترغیب دے۔ اس وقت شہزادگان کشمیرا سنگھ اور پشاورا سنگھ باوا بیر سنگھ کے پاس گئے اور ہیرا سنگھ کو اُمید تھی (کہ وہ ان جعلی چٹھیوں کے ذریعے سے تینوں کو ورغلا کر) ایک ہی دفعہ تہ تیغ کر دیگا۔ عطر سنگھ اور باوا دونوں دھوکے میں آ گئے۔ اوّل الذکر اپنی فوج سمیت ستلج پار ہو کر باوا کے کیمپ میں آ گیا۔ فوج سکھ نے متبرک گورو کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اس لئے ہیرا سنگھ کو مزید فریب کرنا پڑا۔ اس نے فوج کو یقین دلادیا کہ عطر سنگھ سرکار انگریزی کے ساتھ مل گیا ہے جو اب ستلج پار ہو کر پنجاب لے لینے کے لئے تیار ہے اور یہ کہ اگر فوج باوا کے مقابلے کے لئے کوچ کریگی تو غالباً وہ بغیر کسی قسم کا مقابلہ کئے اس رویہ ستلج کی ریاستوں میں چلا جائیگا اس طرح فوج دھوکے میں آ کر لاہور سے روانہ ہوئی پھر جو کچھ پیش آیا وہ ہیرا سنگھ کی توقع کے عین موافق تھا یعنی فریب سے ایک فساد برپا کیا گیا اور پیشتر اس کے کہ سکھوں کی فوج کو معلوم ہو کہ وہ کیا کر رہے ہیں سندھانوالیوں کی فوج کے ساتھ پوری طرح لڑائی میں مصروف تھے۔ باوا کے لشکر پر حملہ ہو گیا اور وہ لڑائی میں توپ کے ایک گولے سے مارا گیا۔ کشمیرا سنگھ بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا اور عطر سنگھ کو سردار گلاب سنگھ کلکتیے نے گولی سے ہلاک کر دیا۔ اس کی موت مئی ۱۸۴۴ء میں واقع ہوئی۔

سات مہینے بعد ہیرا سنگھ خود بھی قتل ہو گیا اور جواہر سنگھ رانی جنداں کے شرابی بھائی نے جو اس کی جگہ وزیر ہوا سندھانوالیوں کو جلاوطنی سے واپس بلا لیا اور ان کی تمام جاگیریں بحال کر دینے کا وعدہ کیا۔ مارچ ۱۸۴۵ء میں انہوں نے پرانی جاگیروں میں سے ۶۰۰،۱۷ مالیت کی جاگیریں

حاصل کیں۔ سردار شیر سنگھ کو پشاور سے واپس بُلا کر فوج آئین کے بریگیڈ کا افسر بنا دیا گیا جس پر وہ ستلج کی ۴۶-۱۸۴۵ء کی لڑائی کے دوران میں کمان کرتا رہا۔ دسمبر ۱۸۴۶ء میں اسے کونسل آف ریجنسی کا ممبر بنایا گیا۔ فروری ۱۸۴۸ء میں رزیڈنٹ لاہور نے شمشیر سنگھ کو سول اور فوجی عملوں کا افسر کر کے امرتسر کے پاس کے علاقے میں جو مانجھا کہلاتا ہے تعینات کیا۔ اس علاقے میں قزاقوں کا زور تھا جن میں سے زیادہ تعداد برطرف کردہ سپاہیوں کی تھی۔ سردار مذکور نے لیاقت سے کام کر کے وہاں کسی قدر امن قائم کیا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے وہ تھوڑے سے زمانے کے لئے لفٹنٹ ایڈورڈز کے ساتھ ماڑی والا اور موکل سواروں کا افسر ہو کر خدمت کرتا رہا تھا۔ جب دیوان مولراج ملتان والے نے استعفا دیا تو ناظم کی جگہ شمشیر سنگھ کو دی جانی تجویز ہوئی مگر یہ اُس کو منظور کرنے پر آمادہ معلوم نہ ہوا اس وجہ سے عہدۂ مذکور سردار کاہن سنگھ مان کو مل گیا۔ بلوہ ہونے پر شمشیر سنگھ سکھ فوج کے ایک حصے کا افسر بنا کر ملتان بھیجا گیا۔ اُس نے میجر ایڈورڈز صاحب بہادر کو فوج کے بُرے ارادوں سے آگاہ کر دیا اور حتے الوسع خود کوشش کی کہ وہ سرکار کی خیر خواہ رہے۔ آخر کار بغاوت اس کی بے خبری میں ہو گئی اور راجہ شیر سنگھ اٹاری والا اسے ملتان لے گیا جہاں اس نے بھرے دربار میں باغیوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا اور ظاہر کیا کہ مہاراجہ کے سوا کسی کا تابع نہیں ہے۔ دوسری صبح یعنی ۱۵ ستمبر ۱۸۴۸ء کو وہ شیر سنگھ کے کیمپ سے اپنے خیمے اور ہاتھی پیچھے چھوڑ کر پیادہ پا بھاگ آیا۔ راستے میں دو مفسدوں نے اسے گھیرا مگر اس نے ایک کو گولی سے مار دیا اور دوسرا بھاگ گیا۔

ملتان سے واپس آنے کے بعد اس نے رام سنگھ پسر شاما وزیر نورپور کی جو علانیہ طور پر باغی ہو گیا تھا کارروائیوں کی خبریں بہم پہنچا کر جنرل وھیلر صاحب بہادر کی بڑی اچھی امداد کی *

الحاق کے بعد سردار شمشیر سنگھ کی ذاتی جاگیریں جن کی آمدنی ۴۰۲۵۰ روپیہ سالانہ تھی حین حیات کے لئے واگزار کی گئیں جن میں ایک چوتھائی اولادِ نرینہ کے لئے علے الدوام قرار پائی۔ اس کی وہ جاگیر جو خدمات کے عوض ملی ہوئی تھی اور ۳۰۲۵۰ روپیہ کی تھی ضبط ہو گئی۔ دوران غدر ۱۸۵۷ء میں شمشیر سنگھ نے ۱۲۵ سواروں کا ایک ترب بھرتی کیا جو ہاڈسن صاحب کے رسالے کا جو اَب نواں دسواں بنگال رسالہ ہے ایک حصہ بنا۔ فروری ۱۸۶۲ء میں اس کو اپنی جاگیر کا مجسٹریٹ بنایا گیا۔ اسی وقت کے قریب قریب اسکی جاگیر کا وہ حصہ جو اس کے ورثا کو بطور علے الدوام ملنا تھا ایک چوتھائی سے بڑھا کر دو تہائی کر دیا گیا۔ سردار شمشیر کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی مگر اس نے اپنے چچیرے بھائی ٹھاکر سنگھ کے دوسرے بیٹے بخشیش سنگھ کو متبنےٰ کر لیا تھا *

سردار عطر سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا کہار سنگھ خاندان کا بزرگ ہوا مگر یہ سردار قابل آدمی نہ تھا۔ اس کی بہت فضول خرچی کی عادتوں کی وجہ سے اس کے پاس ایسے آدمی موجود رہتے تھے جو اس کی بیوقوفی کی وجہ سے امیر بن گئے۔ ملتان میں جہاں اس نے اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ خدمات کیں گورنمنٹ کا اسی کی دیکھا دیکھی خیرخواہ رہا کیونکہ اسکی اپنی کوئی مرضی یا رائے نہیں تھی۔ الحاق پر اس کی ۲۶۰۰۰ کی ذاتی جاگیر اسکے نام بحال رہی جس میں سے ایک چوتھائی اس کی اولادِ نرینہ کو

پہنچتی تھی۔ یہ جاگیر لہنا سنگھ کی وفات پر جو فروری ۱۸۶۴ء کو واقع ہوئی ضبط ہو گئی۔ اس کی زندگی اس کی بے اعتدالیوں کی عادات نے بہت کم کر دی۔ اس کی جاگیر ایک عرصے تک اس کے قرض خواہوں کے ہاتھ میں رہی اور یہ اُس آمدنی پر ہی گزارہ کرتا رہا جو اُسے وہ عدالت دلاتی رہی جس نے اُس کا دیوالیہ ہونا منظور کیا تھا +

لہنا سنگھ کے دو بیٹوں پرتاب سنگھ اور ٹھاکر سنگھ کو بھی اُن کی ذاتی جاگیریں مستقل طور پر دی گئیں۔ یہ اس قدر نوعمر تھے کہ ان کا ۱۸۴۸ء ۱۸۴۹ء کی بغاوت میں کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ پرتاب سنگھ ۱۸۵۶ء میں لاولد فوت ہوا اور اس کی ۵۶۵۰ روپیہ کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ ٹھاکر سنگھ کے قبضے میں ۵۵۶۵ روپیہ کی جاگیر تھی جس میں سے ایک چوتھائی علے الدوام تھی۔ سردار بساوا سنگھ کا بیٹا سردار رگھوبیر سنگھ اچھے چال چلن کا آدمی نہ تھا اس کے پاس ۱۵۸۴۰ روپیہ کی جاگیر تھی جس میں سے ایک تہائی یعنی ۵۲۸۰ روپیہ کی علے الدوام تھی۔ یہ جون ۱۸۶۴ء میں ایک لڑکا رندیر سنگھ چھوڑ کر فوت ہوا۔ سردار شمشیر سنگھ راجہ سانسی میں رہا کرتا تھا جو امرتسر سے ۵ میل کے فاصلے پر شمال کی طرف ہے۔ اس کا انتقال ۱۸۷۱ء میں ہوا اور اس کا متبنٰے بیٹا سردار بخشیش سنگھ جانشین ہوا جو اس وقت نابالغ ہونے کی وجہ سے ڈسٹرکٹ کورٹ کا وارڈ بنایا گیا۔ اس کے باپ ٹھاکر سنگھ کو منیجر بنا کے راجہ سانسی کے حدود کے اندر اندر مجسٹریٹی اختیارات دئے گئے۔ جو ۱۸۷۷ء میں واپس لے لئے گئے +

۱۸۸۴ء میں سردار بخشیش سنگھ بالغ ہوا۔ ۱۸۷۸ء میں اسکی شادی سردار پرتاب سنگھ مجیٹھئے کی جو اب مر گیا ہے لڑکی سے ہوئی اور ۱۸۸۳ء

میں راجہ فرید کوٹ کی چچا کی لڑکی سے دوسری شادی ہوئی ۱۸۶۹ء میں سکریٹری آف سٹیٹ نے اُن جاگیروں کا جو لارڈ کیننگ نے سرداران شمشیر سنگھ تیج سنگھ اور بھگوان سنگھ کو دی تھیں علے الدوام رہنا منظور فرمایا شمشیر سنگھ کی جاگیر میں ۲۹ مواضعات تھے جن کا مالیہ ۳۰۲۷۶ روپیہ تھا یا اگر زیادہ صحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو ۳۸۶۱۳ روپیہ تھا کیونکہ سردار کو اجازت تھی کہ وہ مالیہ جنس میں وصول کیا کرے۔ اس جاگیر کا دو تہائی حصہ بخشیش سنگھ کے نام ہوا جس کا مالیہ ۲۱۳۰۰ روپیہ تھا۔ مزید برآں سردار ۶۰۰ روپیہ سالانہ آبیانے کا لیتا تھا اور مفصلۂ ذیل اراضیات کا مالک تھا: ۱۳۹۵ گھماؤں اراضی راجہ سانسی کی۔ ۵۵۰ گھماؤں نلانگل کی اور ۱۰۰ گھماؤں دادو پور کی۔ علاوہ ازیں اس کے لاہور۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ بٹالہ اور ترنتارن میں باغات اور مکانات تھے۔ ۱۸۸۹ء میں سردار بخشیش سنگھ کو مجسٹریٹی اختیارات دئے گئے۔ وہ اجنالہ لوکل بورڈ کا ممبر اور پراونشل درباری تھا۔ اس کا اور اس کے جانشینوں کا نسلاً بعد نسلٍ خطاب سردار تھا وہ ۱۹۰۷ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا اکلوتا بیٹا رگھبیر سنگھ جو متوفی مہاراجہ بھرتپور (راجپوتانہ) کی لڑکی سے بیاہا ہوا ہے سندھانوالیوں کا بزرگ ہوا اور اس نے بخشیش سنگھ کی تمام اراضیات اور جاگیرات حاصل کیں۔ رگھبیر سنگھ پراونشل درباری بنایا گیا ہے اور اسے خطاب سردار دیا گیا ہے۔ اس کے قبضے میں اس کی علے الدوام جاگیر کے علاوہ جو ۲۸۵۹۷ روپیہ مالیت کی ہے اضلاع امرتسر۔ لاہور اور سیالکوٹ کی ۴۰۳۹۲ کنال اراضی ہے +

لہنا سنگھ کا بیٹا سردار ٹھاکر سنگھ ۱۸۶۵ء میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

مقرر کیا گیا اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ ۱۸۷۱ء میں شمشیر سنگھ کی وفات پر بخشیش سنگھ کی جاگیر کا مینجر مقرر ہوا۔ ۱۸۷۸ء میں یہ پنجاب کمیشن میں پھر داخل ہوا مگر ہمیشہ اس کو روپیہ پیسے کی تکلیف رہی۔ ۱۸۸۵ء میں وہ انگلستان گیا اور وہاں نو مہینے تک مہاراجہ دلیپ سنگھ کا مہمان رہا۔ ۱۸۸۶ء میں ہندوستان واپس آنے کے تھوڑی مدت بعد وہ اپنے تین بیٹوں گوربچن سنگھ۔ نرندر سنگھ اور گوروت سنگھ سمیت پانڈی چری چلا گیا جہاں دسمبر ۱۸۸۷ء میں فوت ہو گیا۔ اس کے پنجاب چھوڑنے پر اس کی جاگیر ضبط ہو گئی اور اس کی زمین واقع راجہ سانسی اسکے قرضے اُتارنے کے لئے بیچ دی گئی۔ اُس کے لڑکوں کو چند سال بعد برٹش انڈیا میں آنے کی اجازت ہو گئی اور اُن کو تھوڑی تھوڑی پولیٹکل پنشنیں عطا کی گئیں۔ سب سے بڑا لڑکا گوربچن سنگھ سیٹچوڑی سویلین مقرر کیا گیا اور پانڈی چری چل دینے کے وقت پنجاب میں اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ ۱۸۹۹ء میں اس نے راجہ ناہن کے ہاں ملازمت کر لی اور اب ریاست میں ڈسٹرکٹ جج ہے۔ نرندر سنگھ اپنے خسر کے پاس ضلع میرٹھ میں رہتا ہے اور گوروت سنگھ مانا والہ ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہے +

گورمکھ سنگھ کے بیٹے کاہن سنگھ کا اپنے خوبصورت چہرے اور عمدہ لباس کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے "بانکا" نام رکھا تھا۔ وہ بنوں میں خدمات کرتا ہوا دغاباز نوکروں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کا بیٹا بسنت سنگھ اپنے باپ کی وفات کے وقت سات سال کا بچہ تھا اور اسکی دلیپ سنگھ کے ساتھ تربیت کی گئی تھی۔ وہ ۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتا تھا جو ۱۸۹۷ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ اس کے بیٹے گورچرن سنگھ

نے کیمبرج میں تعلیم پائی اور ۱۸۹۱ء میں بیرسٹر ہو کر آیا۔ یہ اُس وقت سے لے کر اب تک لاہور میں کام کرتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو ہے اور اس حیثیت سے ایکس افشیو ڈویژنل درباری ہے۔ اس کے اور اسکے بھائی کے قبضے میں مُدکی کے مُتصل موضع مُدکی کا نصف حصہ ہے نیز کچھ جائداد شہر امرتسر میں ہے۔ ان دونوں بھائیوں کی شادیاں امرتسر۔ گورداسپور اور لاہور کے بڑے اعلےٰ سکھ خاندانوں میں ہوئی ہیں +

سندھانوالیہ خاندان کے اکثر افراد کے پاس تھوڑی تھوڑی اراضیات اور مکانات راجہ سانسی کے ہیں۔ ان کا اب موضع سندھانوالہ سے جس سے کہ خاندان کا نام مشہور ہے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ موضع ضلع سیالکوٹ میں وزیر آباد سے قریباً چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے +

گورمکھ سنگھ کے بیٹوں فتح سنگھ۔ شام سنگھ۔ شیر سنگھ اور بھگیل سنگھ کی اولاد ابھی تک زندہ ہے۔ ان میں سے کئی فوج میں خاص کر دسویں (ہاڈسن صاحب کا رسالہ) یعنی اُس رسالہ میں جس کے لئے موجودہ سردار کے دادا شمشیر سنگھ نے ۱۸۵۷ء میں ایک ترپ بھرتی کیا تھا نوکر ہیں یا رہ چکے ہیں +

# مرحوم سردار گجندر سنگھ مجیٹھیہ

نودھ سنگھ
(وفات ۱۷۸۸ء)

سردار دیسا سنگھ
(وفات ۱۸۳۲ء)

| ۳ | ۲ | ۱ |
|---|---|---|
| سردار رنجودھ سنگھ (وفات ۱۸۷۲ء) | سردار گوجر سنگھ (وفات ۱۸۳۷ء) | سردار لہنا سنگھ (وفات ۱۸۵۴ء) |
| سردار گجندر سنگھ (وفات ۱۹۰۸ء) | | سردار دیال سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء) |



موضع مجیٹھہ کے نام سے جو شہر امرتسر سے دس میل شمال میں واقع ہے پنجاب کا ایک نہایت ممتاز خاندان موسوم ہوا ہے۔ مجیٹھیہ خاندان کی تین شاخیں ہیں جن کے بزرگ سرداران گجندر سنگھ۔ امراؤ سنگھ اور مہتاب سنگھ ہیں۔ ان سرداران میں دُور کی رشتہ داری ہے اور ان کے خاندانوں کی تواریخ بالکل الگ الگ ہے۔ سردار گجندر سنگھ اور سردار مہتاب سنگھ پانچویں پشت میں بھائی تھے مگر امراؤ سنگھ بہت دُور کا رشتے دار ہے اگر ان تینوں مجیٹھیہ سرداروں کے شجرے ملائے جائیں تو گزشتہ ۹ پشتوں کے بعد ان کا ایک ہی مورث اعلےٰ ہے۔

بحیثیت رُتبہ اور رسُوخ کے سردار گجندر سنگھ کا خاندان تینوں میں افضل ہے۔ اس کا پڑدادا نودھ سنگھ قوم جاٹ شیر گل کا ایک معزز زمیندار تھا۔ نودھ سنگھ نے اپنی بہن کی شادی سردار امر سنگھ بھاگا سے جو دھرم کوٹ بھاگا کا زبردست رئیس تھا کردی اور اپنے بہنوئی کا جو کنھیا مسل

میں سے تھا اور جس کے قبضے میں ضلع گورداسپور کا بہت سا علاقہ تھا ذیلدار ہو گیا۔ نودھ سنگھ نے ۲۵۰۰ روپیہ کی جاگیر جس میں دو چاہات موضع مجیٹھ کے تھے حاصل کی اور ۱۸۰۷ء میں دیسا سنگھ نامی ایک لڑکا جو اُس وقت بیس سال کی عمر کا تھا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اس نوجوان آدمی نے اپنے باپ کی جاگیر حاصل کی اور ۱۸۰۹ء تک سرداران بھاگا کی ملازمت میں رہا مگر جبکہ اسی سال میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار بدھ سنگھ بھاگا کی جس نے کانگڑے کی مہم میں رسد فراہم نہ کی تھی جاگیر کے ضبط کرنے کے لئے مجیٹھ اور دھرم کوٹ پر چڑھائی کی تو دیسا سنگھ نے جو اپنے وقت میں بڑا دانا تھا یہ دیکھکر کہ مقابلہ نہیں ہو سکتا اور نیز اس وجہ سے کہ بدھ سنگھ سے اس کو کچھ اُنس نہ تھا مہاراجہ کی طرف چلا گیا جس نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور جب بدھ سنگھ خارج ہو گیا تو اُس کو سکل گڑھ اور بھاگووال کی جاگیریں دیں جو کئی سال تک جاگیر بھاگا کا حصہ رہی تھیں۔

سردار دیسا سنگھ رنجیت سنگھ کے ہمراہ کانگڑے کی مہم پر گیا جہاں راجہ سنسار چند کٹوچ نے امر چند تھاپہ کے ماتحت گورکھوں کو نکال دینے کے لئے مہاراجہ سے مدد مانگی تھی۔ سنسار چند کو اس مہم کے موقع پر دوست دشمن میں تمیز کرنی مشکل ہو گئی ہو گی کیونکہ رنجیت سنگھ نے گورکھوں کو نکالنے کے بعد قلعہ پر جو وادی کانگڑہ کی گویا کنجی تھا خود تصرف کر لیا اور دیسا سنگھ کو اس کا حاکم مقرر کر دیا۔ سردار مذکور کانگڑہ۔ چمبہ۔ نورپور۔ کوٹلہ۔ شاہپور۔ جسروٹہ۔ بسوٹی۔ مانکوٹ۔ جسوان۔ سیبہ۔ گولیر۔ کہلور۔ منڈی۔ سکیت۔ کلو اور داتارپور کی پہاڑی ریاستوں کا ناظم بھی بنایا گیا۔ ۱۸۱۱ء میں سردار دیسا سنگھ نے کوٹلہ کے قلعے پر جو کانگڑہ اور نورپور

کے وسط میں واقع ہے چڑھائی کی اس پر راجہ گولیر کا وزیر دھیان سنگھ کر اپنے عہدے کے اقتدار کی وجہ سے خود مختار سا رئیس بن گیا تھا قابض تھا۔ مہاراجہ نے دیسا سنگھ سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اس قلعہ کو ایک ہفتہ میں فتح کر لیگا تو اسے نلوک ناتھ کا نصف علاقہ جس میں قلعۂ مذکور تھا جاگیر میں دیا جائیگا چنانچہ پھرتیلے سردار نے وقت مقررہ کے اندر ہی اندر یہ کام کر لیا اور علاقۂ مذکور کی ۷۰۰۰ روپے کی جاگیر حاصل کی۔ دو سال بعد دیسا سنگھ راجہ ہریپور کا جسے بے شرمی سے لاہور میں گرفتار کر لیا گیا تھا علاقہ سکھوں کے ملک میں شامل کر لینے کے لئے بھیجا گیا +

اس کے بعد سردار دیسا سنگھ شہر امرتسر کا ناظم مقرر ہوا اور ۱۸۱۸ء میں شہزادہ کھڑک سنگھ کی فوج کے ساتھ شامل ہو کر ملتان کی لڑائی میں نمایاں خدمات بجا لایا۔ اس کے بعد وہ پھر پہاڑی ریاستوں کی نظامت پر واپس آگیا اور حسب معمول مختلف ریاستوں سے ان کے ذمّے کا مالیہ اور خراج وصول کیا۔ ان ریاستوں میں سے صرف بلاسپور نے سرکشی کی جس پر دیسا سنگھ نے راجہ کے خلاف فوج کشی کر کے اس کا سارا علاقہ دبا لیا جو دریا کے اس طرف تو سکھوں کے علاقہ میں تھا اور پار سرکار انگریزی کی حفاظت میں اس کارروائی سے ۲۵ اگست ۱۸۰۹ء کے عہد نامہ کی خلاف ورزی ہوئی جس کی وجہ سے سرکاری فوج بلا توقف اس تصرف کے روک تھام کرنے کے لئے تیار کر دی گئی۔ رنجیت سنگھ نے اپنے عہدہ دار دیسا سنگھ کی اس حرکت کو مستحسن نہ سمجھا اور اسے حکم دیا کہ کپتان راس صاحب بہادر افسر سرحد کوہستان کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہی کرے۔ یہ عذر خواہی فوراً منظور ہو گئی لیکن صاحب موصوف اور دیسا سنگھ کی درحقیقت ایسے

تکلف سے ملاقات ہوئی کہ مہاراجہ کو حسد ہوا اور اس نے دیسا سنگھ کو کچھ عرصے تک کسی انگریز افسر سے کسی قسم کی ملاقات کرنے کی ممانعت کر دی۔ مسٹر مورکرافٹ صاحب بہادر سے جو ۱۸۲۰ء میں امرتسر سے گزرے دیسا سنگھ اسی ممانعت کی وجہ سے ملاقات نہیں کر سکا۔ قریباً اسی وقت سردار دیسا سنگھ کو علاقہ بھاگو والہ واقع ضلع فیروزپور عطا ہوا جس میں اس نے ایک قلعہ بنایا اور علاقۂ مالانوالہ کے کچھ مواضعات پر جو سردار اہلو والیہ کے قبضے میں تھے بزور تصرّف کر لیا۔ دیسا سنگھ کی بہت سی جاگیر تھی۔ رنجیت سنگھ کے زمانۂ حکمرانی میں اُس نے اور اس کے بیٹے لہنا سنگھ نے ۱۲۴۲۵۰ روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیریں حاصل کیں جن میں مجیٹھہ۔ تلوک ناتھ۔ بھاگو والہ۔ ہرانی بھاگا جاگیر کا جس کا یہ ناظم بنایا گیا تھا بہت سا حصّہ۔ بھاؤوال۔ ہریکے۔ خودپور۔ نوشہرہ ننگلی اور زمانا باد ضلع کانگڑہ شامل تھے ؎

سردار دیسا سنگھ ۱۸۳۲ء میں فوت ہوا اور اس کی تمام جاگیروں کا وارث اس کا بڑا بیٹا سردار لہنا سنگھ ہوا اس نے بھی ویسی ہی عزت و توقیر حاصل کی جیسی اس کے باپ کو حاصل تھی۔ وہ مدت العمر خوشحال اور صاحب ثروت رہا۔ اور اُس کے بادشاہ کی جس نے اُسے کثیرالاقتدار کا خطاب دیا تھا اس پر کبھی مہربانی کم نہیں ہوئی۔ لہنا سنگھ بہادر اور کامیاب سپاہی ہونے کے ساتھ دانا اور فیاض حاکم بھی تھا۔ تمام لوگ جن کو اس نے کبھی ایذا نہیں دی ایک عرصے تک اس کا نام محبّت سے یاد کرتے رہے ؎

سردار لہنا سنگھ نے ۱۸۱۸ء کی جنگ ملتان میں نمایاں خدمات کیں اور فوراً اپنی قابلیت اور لیاقت کی وجہ سے مشہور ہو گیا جب رنجیت سنگھ نے اپنی خوشدامن مائی سدا کور کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تو

لہنا سنگھ اس منحوس کام کو سر انجام دینے کے لئے منتخب کیا گیا۔ یہ فتنہ پرداز سردارنی پکڑلی گئی اور گرفتار کر کے امرتسر بھیج دی گئی۔ اس کی تمام جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور اُس متقدر کنھیا مسل نے بھی جس کی وہ سرغنہ تھی اسکے چھڑانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ رنجیت سنگھ کو یہ امید نہ تھی کہ وہ ایسی آسانی سے کامیاب ہو جائیگا اور اس نے بھرے دربار میں کہہ دیا کہ "سب کنھیا سردار بزدل اور دغا باز ہیں"۔ اُن اشخاص میں سے جنہوں نے یہ تقریر سُنی جودھ سنگھ ہرچند رہی بھی تھا جو وہاں سے فوراً روانہ ہو گیا اور چند آدمیوں کے ساتھ قلعہ نانگا میں جا بیٹھا اور کچھ عرصے تک بہادری سے اسے بچاتا رہا۔ قلعۂ اتال گڑھ بھی تین ہفتے تک مہاراجہ کے قبضے میں نہیں آیا جسے مائی سدا کور کی کنیزوں میں سے ایک کنیز جس میں معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مالکہ کا کچھ جوش پیدا ہو گیا تھا بچاتی رہی +

دیسا سنگھ کی وفات کے بعد اس کا لڑکا راوی اور ستلج کے پہاڑی درمیانی علاقے کا حاکم مقرر ہوا اور ۱۸۴۴ء کے شروع تک اس عہدے پر ممتاز رہا۔ لہنا سنگھ پہاڑی علاقے میں نہیں رہتا تھا بلکہ امرتسر اور مجیٹھہ میں رہا کرتا تھا۔ اول الذکر جگہ میں وہ اپنے باپ کی طرح دربار صاحب کا مہتمم تھا۔ یہ منصب بڑی عظمت کا تھا اور اس کے اہتمام کے لئے بڑی عقل حکمت اور معاملہ فہمی درکار تھی۔ لہنا سنگھ سال میں ایک دفعہ پہاڑی علاقے کے حالات دریافت کرنے رعایا کی حق رسی کرنے اور حسابات کی پڑتال کرنے کے لئے دورہ کیا کرتا تھا۔ وہ حلیم الطبع اور فیاض آدمی تھا اور دیسا سنگھ کی طرح سکھوں کے عہد میں (جو سخت گیری غارت گری اور رشوت ستانی کے لئے مشہور تھا) بہترین ناظموں میں تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور

میں لہنا سنگھ کو سب سے زیادہ رسوخ تھا اور اس کی صلاح و مشورے کا مہاراجہ بڑا لحاظ کیا کرتا تھا اور اس کا خطاب حسام الدولہ تھا ٭

سنہ ۱۸۳۴ء میں لہنا سنگھ کے بھائی گوجر سنگھ مجیٹھیہ کو اس مشن کا افسر منتخب کیا گیا جو بادشاہ انگلستان کے لئے تحفے لیکر کلکتے جانے والی تھی اس کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اگر ممکن ہو تو شکارپور کی نسبت سرکار انگریزی کا منشا دریافت کرنے کی کوشش کرے مگر یہ انتخاب کچھ اچھا نہ ہوا۔ سردار گوجر سنگھ معمولی لیاقت کا نہایت خودبین اور عیاش طبیعت نوجوان تھا۔ وہ اپنے ساتھ سکھ فوج کے سو نہایت چیدہ سپاہی چن کر اور بڑی شان شوکت کا ٹھاٹھ بنا کے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے ساتھ اسے اعتدال میں رکھنے کے لئے رلیے کشن چند کا بھائی رائے گوبند جس۔ گلاب سنگھ کمیدان جو بعد ازاں کلکتیا کہلایا اور دیوا سنگھ کمیدان بھی بھیجے گئے۔ ان لوگوں کو اس سردار کی وجہ سے جو کلکتے میں ایک یورپین عورت پر فریفتہ ہو گیا اور اُس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا بڑی تکلیفیں پیش آئیں۔ گوبند جس نہایت پریشان تھا اور رنجیت سنگھ اس قدر غصے ہوا کہ اس کے واپس آنے پر اس کو کچھ عرصے کے لئے دربار سے نکال دیا۔ وہ اپنے ساتھ شکارپور کی نسبت کوئی خبر نہیں لایا بلکہ اپنے میں بہت سی انگریزوں کی عادات اور عجیب عجیب صفات پیدا کر لایا جن کے سبب سے دربار لاہور میں بڑی دل لگی رہتی تھی۔ دوسرے انگریزی ذوق و شوق میں جو گوجر سنگھ نے حاصل کئے ایک شوق شمپین شراب پینے کا بھی تھا جس کے نشے میں کلکتے سے واپس آنے کے قریباً دو سال بعد ایک شام کو وہ امرتسر میں اپنے مکان کی منڈیر پر چڑھ گیا اور قریباً چالیس فیٹ کی بلندی سے گرتے ہی مر گیا ٭

سنہ ۱۸۴۰ء میں رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد شہزادہ نونہال سنگھ نے ایک فوج سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ اور جنرل ونچورا کے ماتحت منڈی پر بھیجی۔ راجہ بلبیرسین قیدی بنا کر امرتسر لایا گیا اور گوبندگڑھ کے قلعے میں رکھا گیا اس کا علاقہ سکھوں کے علاقے کے ساتھ شامل کر لیا گیا مگر لہنا سنگھ نے اپنے پرانے دوست (راجہ منڈی) کے معاملے میں خاص التفات صرف کی اور جب مہاراجہ شیر سنگھ تخت نشین ہوا تو اس نے اُس کو رہا کرانے کے علاوہ اُس کا ملک بھی واپس دلا دیا۔ لہنا سنگھ نے سندھانوالیوں اور دوسرے روسا کے ساتھ اُس عہدنامے پر دستخط کئے جس کے رو سے کم سے کم کچھ عرصے کے لئے شیر سنگھ کو تخت سے علیحدہ کر دینا قرار پایا تھا اور جب شیر سنگھ نے لاہور پر چڑھائی کی اور قلعے کا محاصرہ کر لیا تو لہنا سنگھ کو بڑا خوف پیدا ہوا اس نے اپنے آپ کو محاصرے کے اختتام تک جمعدار خوشحال سنگھ کے گھر میں چھپائے رکھا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ کو اختیار حاصل ہوا تو سردار لہنا سنگھ کے دل میں جس سے وزیر کا معتمد پنڈت جلا نفرت کرتا تھا اپنی جاگیریں یا اپنی زندگی کھوئے جانے کے خوف سے یکایک مذہبی خیالات پیدا ہوگئے اور وہ پنجاب چھوڑ کر تیرتھوں کو روانہ ہوگیا۔ وہ پہلے پہل ہردوار گیا اور پھر بنارس۔ الہ آباد جگن ناتھ اور کلکتے پہنچا۔ اور آخرالذکر جگہ میں مقیم تھا جبکہ نومبر سنہ ۱۸۴۵ء میں ستلج کی لڑائی شروع ہوئی۔ پنجاب سے روانہ ہونے سے پہلے اس نے اپنی جاگیروں کا انتظام اپنے سوتیلے بھائی رنجودھ سنگھ کے حوالے کر دیا تھا جو ایک پہاڑی عورت کے بطن سے دیسا سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔

سردار رنجودھ سنگھ اس موقع پر سکھ فوج کا ایک جرنیل تھا۔ اسے

اُس مہم سے جو وزیر جواہر سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں کے خلاف روانہ کی تھی واپس آئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور وہ انگریزوں کے ساتھ جن سے اسے بہت محبت نہ تھی لڑنے کے لئے بالکل آمادہ تھا۔ اس نے اپنے بریگیڈ کو جس میں ۱۰۰۰۰ آدمیوں کی پلٹنیں ۶۰ توپیں اور کچھ بے قاعدہ سوار تھے پھلور پر چڑھایا اور ۷ جنوری ۱۸۴۶ء کو دریائے ستلج اس ارادے سے عبور کیا کہ اگر ممکن ہو تو لدھیانہ پر حملہ کرے اور محاصرے کی توپیں جو فوج انگریزی کے صدر مقام کو جاتی تھیں چھین لے۔ ۲۱ جنوری کو اس نے نارووال پر سر ہیری سمتھ کی فوج کو جو لدھیانہ کی طرف جا رہی تھی روک لیا اور اپنی سپہ سالاری کی حکمت و قابلیت سے نہیں بلکہ فوج انگریزی کے تھکا ماندہ ہونے کی وجہ سے فوج کا قریباً سارا اسباب چھین لیا۔ اس معاملے سے رنجودھ سنگھ کی فوج میں جس میں سردار اجیت سنگھ والیٔ لاڈوا بھی شامل ہو گیا تھا اس قدر جرات پیدا ہو گئی کہ ۲۸ جنوری کو علی وال کے مقام پر انہوں نے اپنے جرنیل کے حکم کے خلاف انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے ایک محفوظ و مضبوط مقام کو بھی چھوڑ دیا۔ جو شکست اس موقع پر ان کو ہوئی ایک تاریخی مبحث ہے اور یہاں اس کے ذکر کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ رنجودھ سنگھ اگر کچھ تھا تو زیادہ سے زیادہ دوسرے سکھ سپہ سالاروں سے اچھا تھا (بشرطیکہ ایسے لوگ جو ہمیشہ مارتوں کے پیچھے اور بھاگتوں کے آگے ہوتے سپہ سالار کہے جانے کے قابل ہوں) اس کی جرنیلی ایسی ہی ذلیل تھی جیسی راجہ لال سنگھ کی اور اسکی بزدلی ایسی نمایاں تھی جیسی کہ راجہ تیج سنگھ کی مگر البتہ وہ دغا باز نہ تھا۔ راجہ لال سنگھ کی طرح اس کے معتمد سرکار انگریزی کے کیمپ میں نہ تھے اور نہ ہی وہ راجہ کی طرح انگریزوں کی فتح کی خیر مناتا یا اس کے لئے کوشش کرتا تھا ✣

اس لڑائی کے ختم ہونے کے فوراً بعد سردار لہنا سنگھ کونسل اور رزیڈنٹ کے بلانے پر کلکتہ سے واپس آگیا مگر اس نے باقاعدہ طور پر کونسل میں داخل ہونے سے انکار کردیا اور اس پر راضی ہوا کہ اگر اپنے طور پر اس سے کوئی صلاح لی جائیگی تو حتےٰ المقدور دیدیا کریگا اور امرتسر۔ گوبندگڑھ اور مانجھہ کے اس تمام بڑے لمبے چوڑے علاقہ کا جو راوی اور بیاس کے درمیان پہاڑی علاقہ سے قصور تک تھا حاکم ہونا منظور کرلیا۔ اب لہنا سنگھ اور رنجودھ سنگھ میں بڑا تنازع شروع ہوگیا۔ رنجودھ سنگھ نے اڑھائی سال تک بڑے کٹھن وقتوں میں ان جاگیرات کو جو اس کے سپرد کی گئی تھیں سنبھالے رکھا تھا اور اب لہنا سنگھ کی واپسی پر اس نے ان کے نصف حصہ کا دعوے کردیا۔ لہنا سنگھ کا ارادہ یہ تھا کہ رنجودھ سنگھ کو وظیفہ کے طور پر ساری جاگیر کے قریباً بیسویں حصہ کے قریب دے دیگا۔ مگر رنجودھ سنگھ کا دعوے اور لہنا سنگھ کا ارادہ دونوں ناجائز تھے اور سرہنری لارنس صاحب بہادر بالقابہ کو اس معاملہ کو طے کرانے اور لہنا سنگھ کو اپنے سوتیلے بھائی کے نام ۱۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر کردینے کے لئے تیار کرنے میں پورا زور لگانا پڑا ؎

اگست ۱۸۴۷ء میں لہنا سنگھ کونسل میں شامل ہونے پر راضی ہوگیا۔ اس نے مانجھے میں بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ اگرچہ وہ سخت سزا دینے کے خلاف تھا۔ تاہم اس نے ملک کو راہزنوں اور ڈاکوؤں سے جو لڑائی کے ختم ہونے کے بعد لوٹ مار کیا کرتے تھے صاف کردیا اور کوئی سردار بھی ایسا نہیں تھا جس کی حکومت عام طور پر پسند ہو۔ مگر اس کی جہاندیدہ آنکھ نے دیکھ لیا کہ فساد برپا ہونے کے آثار ہیں اور پنجاب چھوڑ دینے پر آمادہ ہوگیا جنوری ۱۸۴۸ء میں وہ بنارس چل دیا۔ اس کی ۴۲۰۰۰ روپیہ کی ذاتی اور

دھرم ارتھ جاگیریں اور پندرہ ہزار کی وہ جاگیر جو خدمات کے صلے میں ملتی تھی اس کے نام جاری رہیں۔ باقی تمام جاگیریں ضبط ہوگئیں مگر دربار نے وعدہ کر لیا کہ جب وہ واپس آئیگا تو بحال کردی جائینگی +

ستلج کی لڑائی کے ختم ہونے پر سردار رنجودھ سنگھ جو صلح کے بالکل خلاف تھا ایک انگریز افسر کے ہمراہ قلعہ دار کانگڑہ کی فہمائش کے واسطے بھیجا گیا۔ اس نے اس کام کی تکمیل میں بہت کوشش نہیں کی اور اس بات کے یقین کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں کہ اسی کے برانگیختہ کرنے سے اہل قلعہ نے اتنی دیر مقابلہ کیا کہ اور کسی صورت میں نہ کر سکتے تھے۔ بعد ازاں وہ لاہور کا جج مقرر ہوا مگر اس عہدے پر اس نے قابل اطمینان کام نہیں کیا۔ جب اس کے بھائی کے ساتھ تنازعہ کا آخری فیصلہ ہوگیا تو کچھ توپیں جو لہنا سنگھ کو واپس کردینی چاہیئے تھیں رنجودھ سنگھ نے امرتسر کے ایک گھر میں چھپا رکھیں اور ان کے چھپانے سے انکار کردیا مگر جب جبراً تلاشی لی گئی تو ایک بڑی توپ بم کے گولوں کی دو بارہ سیرے گولوں کی اور ایک تین سیرے گولے کی ملی۔ اس بدچلنی سے دربار نے رزیڈنٹ کی استدعا پر اسے عہدۂ ججی سے جس پر وہ سردار کاہن سنگھ مان کی جگہ مقرر ہوا تھا علیحدہ کردیا۔ دوسرے سال یعنی ۱۸۴۸ء میں ملتان کے غدر کے شروع ہونے کے فوراً بعد اس کی مولراج کے ساتھ سازشی خط و کتابت پکڑی گئی جس پر اسے قید کردیا گیا اور صرف اسی وقت چھوڑا گیا جبکہ لڑائی ختم ہوگئی +

جب رنجودھ سنگھ قید کرکے قلعے بھیجا گیا تو ..... اُبدکیاں* ایک صندوق میں مقفل اس کے لاہور والے مکان میں رہ گئی تھیں اور اس کی

* ایک طلائی سکہ جو اس زمانے میں پانچ روپے کا ہوتا تھا +

رہائی پر یہ بدگیاں غائب تھیں۔ اس چوری کا الزام معمولی چوروں پر تھوپا گیا مگر باور کیا جاتا ہے کہ اس نقدی کا حال تو صاحب اقتدار اور بڑے بڑے سرداروں ہی کا دل خوب جانتا تھا۔ دربار نے اس کی جاگیر ضبط کرلی تھی لیکن الحاق کے بعد اس کا ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ کا وظیفہ مقرر کردیا۔ لہنا سنگھ کی وفات پر یہ وظیفہ بھی بند ہوگیا اور گورنمنٹ نے اسے تین ہزار روپیہ سالانہ کی نقد پنشن عطا کی جو وہ ۱۸۶۲ء یعنی اپنی وفات تک لیتا رہا ٭

سردار لہنا سنگھ ۱۸۵۱ء میں پنجاب واپس آگیا مگر دو سال بعد پھر بنارس چلا گیا جہاں ۱۸۵۴ء میں فوت ہوا۔ یہ بڑا قابل ہنرمند دستکار اور جدت طراز آدمی تھا۔ اس نے سکھ توپخانے کو بڑی ترقی دی اور اسکی بنائی ہوئی بہت سی خوبصورت توپیں علی وال اور لڑائیوں میں گئیں۔ دوسری چیزوں کے علاوہ اس نے ایک گھنٹہ ایجاد کیا تھا جو ساعت۔ مہینے کا دن اور چاند کی تبدیلیاں ظاہر کرتا تھا۔ اس کو علم ہیئت اور ریاضی کا بہت شوق تھا اور کئی زبانیں بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ بہ حیثیت منتظم کے لہنا سنگھ بدرجہ غایت ہر دلعزیز رہا۔ اس نے غریبوں پر کبھی جبر نہیں کیا اس کا تشخیص معاملہ بھی بہت نرم ہوتا تھا اور اسکے فیصلجات ضروری طور پر منصفانہ ہوتے تھے۔ مدبر ہونے کے لحاظ سے لہنا سنگھ لاہور میں قریباً ایک ہی ایماندار آدمی کہا جاسکتا ہے۔ غبن اور رشوت ستانی کا بازار گرم رہتا تھا مگر لہنا سنگھ کبھی ان کو چھوتا تک نہ تھا۔ اس کے گرد و پیش تمام حریص اور ناعاقبت اندیش اور منصوبے باز تھے مگر اس نے اپنی دیانت داری پر دھبہ نہ آنے دیا ٭

۱۸۴۵ء میں اگر سردار لہنا سنگھ کی شہرت اور انتظامی لیاقت کا کوئی آدمی پنجاب میں سرگروہ بن جاتا تو جو بڑی تباہیاں اس ملک پر پڑیں وہ نہ پڑتیں مگر وہ سچا محب وطن نہ تھا۔ وہ یہ نہیں سمجھتا تھا کہ مدبر ملک اور درحقیقت ہر ایک بہادر آدمی کا مذہب یہ ہے کہ خوف و خطرے کے وقت اپنے ملک کا حامی رہے جو مصیبتیں پڑیں اُن میں شریک ہو اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے ملک کے ضائع ہونے کے ساتھ اپنے آپ کو بھی ضائع کر دے"۔

سردار لہنا سنگھ نے ایک لڑکا سردار دیال سنگھ چھوڑا جس نے اچھی تعلیم پائی تھی اور انگریزی فارسی اور ہندی خوب جانتا تھا۔ یہ بڑا متموّل آدمی تھا اور بہت سی زرعی اور سکنی جائداد رکھتا تھا۔ اسے ۶۰۰۰ روپیہ کی علے الدّوام اور ۵۲۰۰ روپیہ کی دھرم ارتھ جاگیریں ملتی تھیں۔ آخر الذکر جاگیر میں سے ۱۲۰۰ روپیہ تلوک ناتھ ضلع کانگڑہ کے مندر میں گرنتھ پڑھنے والوں کو ملتا تھا۔ اس کے قبضے میں وہ جائداد بھی تھی جو اس کے باپ نے اضلاع امرتسر۔ گورداسپور اور فیروزپور میں خرید کی تھیں اور کچھ اراضیات ضلع شاہ آباد واقع بنگال کی تھیں۔ سردار دیال سنگھ ضلع امرتسر کی ساری جدی جائداد اپنے چچیرے بھائی گجندر سنگھ کے نام کر کے ۱۸۹۸ء میں لاولد فوت ہوا۔ باقی جائداد جس میں وہ اراضیات اور مکانات شامل تھے جو اس کے باپ نے اور اس نے خود خرید کئے تھے مختلف رفاہ عام کے خیراتی کاموں میں لگانے کے لئے چھوڑ گیا۔ رفاہ عام کے کاموں میں بڑا کام لاہور میں ایک دستکاری سکھانے کا کالج اور ایک عام کتب خانہ بنانا تھا۔ اس نے ایک معقول رقم اخبار "ٹریبیون" چلانے کے لئے دی جس میں اس کو بڑی دلچسپی تھی۔ اس کی بیوہ نے اس کی

وصیت پر جھگڑا کیا مگر بہت دیر مقدّمہ بازی ہونے کے بعد آخرکار آپس میں صلح ہوگئی اور حق نان نفقہ کے علاوہ جس کے لینے کی وہ بروئے وصیت نامہ حقدار ہے اسے ۵۰۴ روپیہ تاحین حیات دینا خیراتی کاموں کے امینوں نے منظور کیا ہے*

اس خاندان کے آخری نرینہ رکن سردار گجندر سنگھ کے قبضے میں قریباً ۳۰۰۰ ایکڑ اراضی تھی جو زیادہ تر ضلع امرتسر کی تھی سردار گجندر سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ کے متبنٰے بیٹے کنور نرائن سنگھ لاہور والے کے خاندان میں شادی کی۔ وہ امرتسر شہر میں رہا کرتا تھا مگر رفاہ عام کے کاموں میں کوئی حصّہ نہ لیتا تھا۔ وہ ایک بیوہ ہرنام کور اور ایک ننھی لڑکی چھوڑ کر ۴۳ سال کی عمر میں دسمبر ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگیا۔ بقیاس غالب ہرنام کور اور سردار دیال سنگھ کی بیوہ میں مقدّمہ بازی ہوگی*

# سردار امراؤ سنگھ مجیٹھیہ

گوجر

۱ دیگو — ۲ تیغو

درگا سنگھ — ۱ عزت سنگھ (وفات ۱۷۷۲ء) — ۲ سہاج سنگھ (وفات ۱۷۸۱ء)

امر سنگھ — ۱ فتح سنگھ — ۲ جیل سنگھ (متوفی) — سردار آتم سنگھ (وفات ۱۸۲۷ء)

سردار کاہن سنگھ وفات ۱۸۵۳ء

۱ چندا سنگھ (متوفی) — ۲ سردار عطر سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء) — ۳ دساوا سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء) — ۴ ہیرا سنگھ — ۵ پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) — ۱ پریم سنگھ — ۲ گمر سنگھ

راجہ صورت سنگھ سی ایس آئی (وفات ۱۸۸۱ء) — ۱ کرپال سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) — ۲ پردومن سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) — ۳ چندا سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۴ ہرنام سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء) — ۱ میوا سنگھ — ۲ میہاں سنگھ — ۳ گاسک سنگھ

۱ سردار امراؤ سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء) — ۲ سندر سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء) — ۱ جنمیجا سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۲ مہندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — ۳ گوربخش سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) — کرم سنگھ (ولادت ۱۹۰۷ء) — ۱ شام سنگھ — ۲ جواہر سنگھ — ۳ جوند سنگھ

۱ بلرام سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۲ ستیاوان سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۳ ویکا سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) — ۱ کرپال سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ۲ نرائن سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ۳ سرندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۱ کرتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — ۲ مسنا سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

۱ گنڈا سنگھ — ۲ نند سنگھ — کیسر سنگھ

۱ لال سنگھ — ۲ کرتار سنگھ — ۱ بختاور سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — ۲ ندھان سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء) — ۳ دیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)

---

خاندان مجیٹھیہ کے اور اشخاص کی طرح عزت سنگھ اور سہاج سنگھ دونوں

بھائی سرداران سوکرچکیہ کی قسمت سے وابستہ تھے۔ عزّت سنگھ نے ایک ٹکڑہ علاقہ دھنّی کا اپنے واسطے حاصل کیا جسے بہت مشکل سے اور ہمیشہ لڑ جھگڑ کر اپنی وفات یعنی ۱۷۹۲ء تک اپنے قبضے میں رکھا۔ اسکے بیٹے فتح سنگھ اور جیمل سنگھ اس وقت بالکل بچّے تھے اس لئے اُسکے بھائی سہاج سنگھ نے جاگیر مذکور دبالی۔ ۱۸۰۱ء میں سہاج سنگھ فوت ہوا اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا اوتم سنگھ تمام ترکے کا وارث بنا اور فتح سنگھ اور جیمل سنگھ نے جن سے اُمید تھی کہ وہ واجبی طور پر اپنے باپ کے حصّے کا دعوے کرینگے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔ یہ چچیرے بھائی بالاتفاق رہتے رہے اور جب رنجیت سنگھ کو عروج حاصل ہوا تو یہ اُسکے مطیع ہوگئے اور خراج ادا کرنے پر ان کا علاقہ ان کے نام منتقل ہوگیا مگر اس کے ذرا بعد ۱۸۰۹ و ۱۸۱۰ء میں مہاراجہ نے راولپنڈی کی جانب کوچ کیا اور ٹیلا و رہتاس کے وسیع و مستحکم قلعے کو زیر فرمان کرنے کا خواہاں ہوا۔ یہ قلعہ جہلم سے ۱۰ میل کے قریب فاصلے پر واقع ہے اور سردار چڑت سنگھ نے افغانوں سے حاصل کیا تھا۔ پہلے تو حاکم قلعہ سردار اُتم سنگھ نے مہاراجہ کی بات سے انکار کردیا مگر پھر بیشتر اس کے کہ لڑائی شروع ہو اس نے کچھ سوچ سمجھکر قلعہ اور علاقہ دونوں مہاراجہ کو دیدئے جس نے قلعہ تو موہر سنگھ لمبا اور نورخاں کے تحت میں کردیا اور آپ ساری دھنّی ملک پر تصرف کرلیا جو اُس زمانے میں گھوڑوں کی نسل کے واسطے مشہور تھا۔ اوتم سنگھ کا منجھلا بیٹا عطر سنگھ ۱۸۰۹ء میں راولپنڈی کے قریب کے علاقے کا ناظم مقرر کیا گیا۔ اوتم سنگھ ۱۸۲۷ء میں فوت ہوا اور اس کی تمام جاگیریں ضبط ہوگئیں مگر ایسا نہیں ہوا کہ اس کے خاندان کو گُزارہ بھی نہ ملے۔ عطر سنگھ نے توسبد قاصرہ اور گنجا محل کی ۲۸۰۰ کی جاگیر

حاصل کی اور اس کے چچیرے بھائی کاہن سنگھ کو جس کا باپ سردار عطر سنگھ ہزارے میں مارا گیا تھا اسی مالیت کی کوٹ بھائی اور سید پور کی جاگیر ملی۔ امر سنگھ کا باپ کاہن سنگھ بڑا نامی سپاہی تھا۔ یہ امر سنگھ کلاں مشہور تھا اور سردار مہتاب سنگھ مجیٹھیہ کا باپ امر سنگھ خورد کہلاتا تھا +

جب دیوان رام دیال ہزارے میں مارا گیا تو امر سنگھ کلاں اس علاقے کا ناظم مقرر ہوا۔ اوّل اوّل تو اس کی نظامت کے عہد میں کم و بیش امن رہا مگر آخر کار اس کا محمد خاں ترین سے جو ایک نامی رئیس تھا تنازعہ ہو گیا اور تارا گڑھ کے مقام پر اس نے اقوام ڈھنڈ۔ ترین۔ تنول اور کھرل کو جنہوں نے محمد خاں کا ساتھ دیا تھا شکست فاش دی۔ لڑائی ختم ہونے اور دشمن کے بھاگ جانے کے بعد سکھ فوج میدان جنگ سے ہٹ آئی تو امر سنگھ جو بہت پیاسا اور تھکا ماندہ تھا سمندر نامی چھوٹے سے نلے پر نہانے اور پانی پینے گیا اس کے ساتھ صرف چند سوار تھے اور دشمن جو واپس آرہے تھے ان کی کمزوری دیکھکر ان پر پل پڑے اور امر سنگھ اور اس کے ہمراہیوں کو مار دیا گو انہوں نے بڑا سخت مقابلہ کیا۔ ایک مہینے تک سردار کی لاش وہیں پڑی رہی جہاں یہ گرا تھا مگر آخر کار سکھوں نے تلاش کر لی اور مناسب عزت کے ساتھ جلادی +

آج کے دن تک یوسف زئی کے علاقے میں امر سنگھ کا نام لوگوں کو خوب یاد ہے اور وہاں کے لوگ ابھی تک ایک بڑا درخت دکھاتے ہیں جو تیر سے آر پار چھدا ہوا ہے جس کی بابت بیان کرتے ہیں کہ یہ تیر امر سنگھ کی کمان سے چھوٹا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس خاندان کے پرانے علاقے دھنّی کا انتظام عطر سنگھ کے سپرد ہوا گو اس نے اس پر بطور جاگیر قبضہ نہیں کیا۔ ۱۸۴۳ء

میں وہ ہزارے میں مارا گیا اور اس کا اکلوتا بیٹا صورت سنگھ جانشین ہوا۔ یہ نوجوان پشاور میں اپنے سواروں کے ساتھ مقیم رہا اور ۴۶-۱۸۴۵ء کی پنجاب کی پہلی لڑائی کے دوران میں اسے نوشہرہ کے اردگرد کے علاقے میں جہاں بہت فساد مچا ہوا تھا امن قائم رکھنا پڑا۔ راجہ لال سنگھ نے اپنی وزارت کے زمانے میں صورت سنگھ کو بہت ترغیب دی کہ وہ اپنی جاگیر واقع جہلم کا باری دواب والی جاگیر سے تبادلہ کرلے اور جب سردار نے نہ مانا تو راجہ نے اپنے بھائی امرچند کو جبراً جاگیر مذکور اور قلعہ سید قاصر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ صورت سنگھ نے اس جبر کا مقابلہ کیا لیکن اگر لال سنگھ کی کشمیر کی سازشوں کی وجہ سے ۱۸۴۶ء کے اخیر میں بربادی نہ ہوجاتی۔ تو وہ آخر کار مقابلے میں مغلوب ہوجاتا۔ پھر بھی یہ ہوا کہ سردار کی جاگیروں کا بہت سا حصہ ضبط ہوگیا مگر ۱۸۴۷ء میں اسے پھر واپس مل گیا۔ جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت شروع ہوئی تو سردار کاہن سنگھ پشاور میں اردلی رجمنٹ کا کمیدان تھا۔ وہ جوش نمک حلالی سے زیادہ اپنی بزدلی کے باعث اپنی سرکار کا اخیر تک وفادار رہا اور جب پشاور کی فوجیں باغی ہوگئیں تو اس نے اُن کو اپنے کام پر واپس آنے کی حتےّ المقدور ترغیب دی مگر جب سردار چتر سنگھ اٹاری والا پشاور پہنچا تو کاہن سنگھ اپنی مرضی کے خلاف اُس کے ساتھ شامل ہوگیا اور باغی فوج کے ساتھ ہو کر لڑائی کے خاتمے تک لڑتا رہا۔

مگر سردار صورت سنگھ کسی طرح بھی اپنے چچا زاد بھائی کے شک و شبہ یا خوف و ہراس میں حصے دار نہ تھا۔ وہ پہلے ہی سے باغیوں کے ساتھ شامل تھا اور بلا شبہ بغاوت کے بانی مبانی لوگوں میں تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے

جولائی ۱۸۴۸ء میں بھی سردار چتر سنگھ کے ساتھ باغی ہوجانے کی بابت ذکر کرنا شروع کر دیا تھا اور جب اسے جولائی ۱۸۴۸ء میں ۵۰۰ سواروں کے ساتھ راجہ شیر سنگھ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے طلب کیا گیا تھا تو راستے میں چتر سنگھ سے اس کی ایک اور ملاقات ہوئی اور وہ راجہ شیر سنگھ کے پاس اُس کے باپ کا حکم باغی ہوجانے کا لایا۔ راجہ شیر سنگھ کی بغاوت کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت سنگھ اسے اُکساتا رہتا تھا۔ اس معاملے کی نسبت شیخ امام الدین کا یہ بیان ہے کہ ۱۴ستمبر کی رات کو جب راجہ شیر سنگھ کے افسر ملتان پر اکٹھے ہوئے تو راجہ نے ان سے وفادار رہنے کی بابت بہت کچھ کہا مگر صورت سنگھ سپاہیوں کو بھڑکاتا رہا اور اس کے دلائل سے سپاہی ایسے بھڑک گئے کہ راجہ شیر سنگھ اپنی جان صرف اس طرح بچا سکا کہ سب کے ساتھ ہوکر مولراج کی طرف چلا جائے۔ جب شیر سنگھ ملتان سے روانہ ہوا تو صورت سنگھ فوج کے ایک حصے یعنی ۲۰۰۰ سپاہیوں اور دو توپوں پر کمیدان مقرر کیا گیا۔ اس حصے نے جلال پور ضلع گوجرانوالہ پر چڑھائی کی تو رستے میں بہت سی زیادتیاں کیں خاص کر چنیوٹ اور جھنگ میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے مسجدیں شہید کر دی گئیں اور بہت سے باشندوں کے ساتھ نہایت بے شرمی سے سلوک کیا گیا۔ صورت سنگھ نے بھی ملتان جاتے ہوئے گورنمنٹ کا دو لاکھ روپیہ لوٹ لیا مگر گجرات کی لڑائی کے بعد پاداش کا وقت آگیا یعنی صورت سنگھ کی جاگیریں جو ۲۲۵۰۰ روپیہ مالیت کی تھیں ضبط کر لی گئیں اور اس کو بنارس جانے کا حکم ہوا جہاں وہ بحالت نظر بندی ۷۲۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتا رہا۔

کاہن سنگھ پر کچھ رحم کیا گیا۔ اس نے وفادار رہنے کی بہت کوشش

کی مگر اس میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی اور ترغیب دینے سے باز رہ سکتا تاہم اس کا جرم اتنا نہ تھا جتنا کہ صورت سنگھ کا اس لئے اس کی ۰۰۰ ۵۰ مالیت کی جاگیریں ضبط ہوگئیں مگر ۳۶۰ روپیہ سالانہ کی پنشن ملی جو وہ اپنی وفات یعنی ۱۸۵۳ء تک پاتا رہا۔ جب کاہن سنگھ کی جاگیریں ضبط ہوگئیں تو اس کے پاس دو ہاتھی تھے جن پر وہ تکلف اور شان وغیرہ کے مواقع پر چڑھا کرتا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ اور اس کے ہاتھی دونوں بیکار رہ کر پنشن پر گزارہ نہیں کر سکتے اس لئے ہاتھیوں سے کام لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے ایک چوکھٹا بنایا جس کے نچلی طرف قریباً بیس ہل لمبی قطار میں باندھ دئے اور اس چوکھٹے کے آگے اپنے ہاتھی جوتے۔ یہ زبرک حیوان مجیٹھہ کے کھیتوں میں اس طرح ہل چلاتے تھے کہ گویا پیدائش سے ہی اس کام کے لئے سدھے ہوئے ہیں اور اطراف سے لوگ یہ عجیب نظارہ دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ اس نے ایک بہت بڑا کنواں اور چرخ چوب بنوایا اور ہاتھیوں سے اُن کھیتوں کی جو اُنہوں نے جوتے تھے آبپاشی بھی کرائی +

غدر ۱۸۵۷ء کے وقت سردار صورت سنگھ بہ عالم جلاوطنی بنارس میں ہی تھا۔ برگشتگی ایام نے اس کو عقل سکھا دی تھی اور اب وفاداری میں اتنا ہی سرگرم تھا جتنا کہ پہلے بغاوت کرنے میں تیز و طرار۔ ۴ جون ۱۸۵۷ء کو دیسی پلٹن نمبر ۳۷ بنارس میں توڑ دی گئی اور لدھیانہ کے سکھوں کی پلٹن میں جو اُس وقت موجود تھی کچھ مشتبہ حرکات دیکھی گئیں اس لئے وہی توپیں جو ۳۷ نمبر کے سپاہیوں پر گولہ باری کر رہی تھیں ان سکھوں کی طرف موڑ دی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام معاملے میں سخت غلطی ہوئی اور

کوئی وجہ یقین کرنے کی نہیں کہ سکھ نمک حلال نہ تھے۔ مگر نمک حلالی کے ایسے
سخت امتحان کے لئے وہ البتہ تیار نہ تھے چنانچہ اُنہوں نے توپوں پر حملہ کیا
اِلّا بڑا نقصان اُٹھاکر پس پا ہوئے اور میدان جنگ سے بھگا دئے گئے۔
اتفاقیہ بنارس کے خزانے پر جس میں کئی لاکھ روپیہ اور مہارانی جنداں
کے بیس لاکھ کی مالیت کے جواہرات تھے سکھوں کی اس پلٹن کے کچھ
آدمیوں کا پہرہ تھا جو مار دئے گئے۔ خزانے کے بالکل قریب ہی کلکٹر
صاحب بہادر کی کچہری ایک مضبوط عمارت میں تھی جس کی چھت پر قریباً ۱۲
سول عہدہ دار فساد ہونے کی حالت میں خزانہ اور اپنی جانوں کے بچانے
کے واسطے کھڑے تھے۔ جب سکھوں کی گارد نے اپنے رفیقوں کی سرگزشت
سُنی تو ان کی پریشانی اور غصہ حد درجے کو پہنچ گیا وہ بلاشبہ سرکش ہوکر خزانے
کو لوٹ لیتے اور یورپین افسروں پر حملہ کرتے اگر سردار صورت سنگھ ان کے
پاس جاکر اپنے ذاتی زور اور بڑے بحث مباحثے سے ان کو حق نمک کا
پاس کرنے پر مجبور نہ کرتا۔ جون مہینے کی اس لمبی رات کو سردار مع پنڈت
گوکل چند کے جو اس کی لیاقت کے ساتھ مدد کرتا رہا اُن سکھوں کی منت
کرتا اور اُن کو بدلائل سمجھاتا رہا حتےٰ کہ صبح کے قریب یہ چھوٹی سی جمعیت
گورہ فوج کی حفاظت میں ٹکسال کو بھیجی گئی۔ جونپور میں لدھیانہ کی پلٹن کی
ایک اور جمعیت مقیم تھی۔ جب ان لوگوں نے اپنی پلٹن کی تباہی کا حال سُنا
توان کو سخت غصہ آیا۔ انہوں نے اپنے کمان افسر کو گولی سے ماردیا۔ صاحب
جائنٹ مجسٹریٹ کو قتل کردیا اور خزانہ لیکر لکھنؤ کو روانہ ہوگئے۔ اگر صورت سنگھ
بہادری اور وفاداری نہ کرتا تو بنارس میں بھی ایسی ہی واردات قتل ہوتی۔
تھوڑے عرصے کے بعد سردار صورت سنگھ اُس فوج کا افسر مقرر ہوا جو سلطانپور

سے بھاگے ہوئے آدمیوں کو لانے کے لئے بھیجی گئی تھی اور کئی اور مواقع پر بھی میدان جنگ میں اس سے نمایاں بہادری ظہور میں آئی - ۶ جولائی کو راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جنہوں نے بنارس پر حملہ کیا تھا لڑتے ہوئے سردار صورت سنگھ کی ران پر تلوار کا سخت زخم آگیا جس کے سبب سے وہ کئی مہینے تک چارپائی پر پڑا رہا اور اسی زخم کی وجہ سے لنگڑا ہوگیا ۔
۱۸۵۷ء کی خدمات کے صلے میں گورنمنٹ عالیہ نے سردار صورت سنگھ کو ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ کی ایک پنشن عطا کی اور ڈمری ضلع گورکھپور واقع ممالک مغربی و شمالی میں ایک قیمتی علے الدوام جاگیر دی اور اس کو پنجاب میں واپس آجانے کی اجازت بھی مل گئی ۔
۱۸۶۱ء میں مجیٹھہ واپس آنے سے اپنی وفات تک راجہ صورت سنگھ نے اپنا بہت سا وقت اپنی جائداد کی اصلاح میں صرف کیا - وہ محنتی اور کاروبار کا عادی تھا ۔ ۱۸۶۵ء میں اُسے آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور سول جوڈیشل اختیارات دئے گئے جو یہ مجیٹھہ میں اپنے خرچ سے ایک معقول کچہری گھر بنا کر عمل میں لاتا رہا ۔ ۱۸۷۷ء کے شاہی دربار دہلی کے موقع پر اسے راجہ کا خطاب ملا اور اسی سال میں اُسے سی - ایس - آئی بنادیا گیا ۔ ۱۸۸۱ء میں راجہ صورت سنگھ دو لڑکے امراؤ سنگھ اور سندر سنگھ چھوڑ کر مجیٹھہ میں فوت ہوا - امراؤ سنگھ اس کی جگہ خاندان کا بزرگ اور پراونشل درباری ہوا ہے - امراؤ سنگھ اور سندر سنگھ دونوں اپنے باپ کی وفات پر نابالغ تھے اور کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں سردار کپتان گلاب سنگھ اٹاری والا ان کا سرپرست اور جاگیر کا مہتمم تھا ۔ ۱۸۸۶ء میں کپتان گلاب سنگھ کے مرجانے کی وجہ سے لالہ گورکھ رائے وکیل امرتسر

اس کی جگہ مقرر ہوا۔ نومبر ۱۸۸۲ء میں دونوں نوعمر سرداران گورنمنٹ سکول امرتسر میں داخل کئے گئے اور بعد ازاں دونوں ہی ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتے رہے۔ ۱۸۸۳ء میں سردار امراؤ سنگھ کی شادی کپتان گلاب سنگھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ وہ اور اس کی اہلیہ سردارنی مذکورہ لاہور میں رہتے ہیں۔ دونوں دو دفعہ یورپ گئے ہیں اور دونوں نے نومبر ۱۹۰۵ء میں حضور شہزادہ و شہزادی ویلز کی لاہور تشریف آوری کے موقع پر باریابی کی عزت حاصل کی۔ سردار اور سردارنی کے لڑکوں میں سب سے بڑا بلرام سنگھ ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر کا اے ڈی کانگ ہے اور دو چھوٹے ایچیسن کالج میں تعلیم پاتے ہیں مگر بورڈر نہیں ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں سُندر سنگھ کی شادی سردار کشن سنگھ رئیس کنڈولہ ضلع لدھیانہ کی جو راجہ فرید کوٹ کا ماموں ہے لڑکی سے ہوئی مگر اسی سال یہ لڑکی مر گئی۔ بعد ازاں سُندر سنگھ کی سردار سر عطر سنگھ کے سی آئی ای والیٔ بھدوڑ ضلع لدھیانہ کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ اس شادی کے رسومات کے اخراجات بالکل اُنہی قواعد سے ہوئے جو دُلھن کے باپ نے اُس وقت نئے ایجاد کئے تھے۔ ان قواعد کے بنانے سے ان سرداروں کا مُدعا یہ تھا کہ وہ غیر ضروری قرضے جو ہندوستان کے بہت سے خاندان فضول مہمان نوازیوں اور منگنی اور شادی کے مواقع پر ضروریات میں فضول خرچیاں کرنے میں اُٹھاتے ہیں بچ جائیں۔ سُندر سنگھ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو خالصہ کالج امرتسر کی کمیٹی کا سکرٹری ہے اور امرتسر میں رہتا ہے۔

۴۸۰۰ روپیہ کی پنشن کے عوض راجہ صورت سنگھ کو ۱۸۴۷ء میں اسی مالیت کی ایک علے الدوام جاگیر مل گئی تھی جو نسلاً بعد نسلٍ جاری رہیگی مگر جانشینوں کا انتخاب گورنمنٹ کیا کریگی۔ جاگیر کی سالانہ آمدنی قریباً

۵۰۰۰ روپیہ ہے جس میں سے ۴۰۰۰ روپیہ اودھ کی جاگیر سے جو ضلع گورکھپور میں ہے آتا ہے*

سنہ ۱۸۸۹ء میں سردار امراؤ سنگھ کی ایک بہن کی شادی مرحوم سردار اجیت سنگھ علاولپوریہ (ضلع جالندھر) کے ایک لڑکے سے ہوئی*

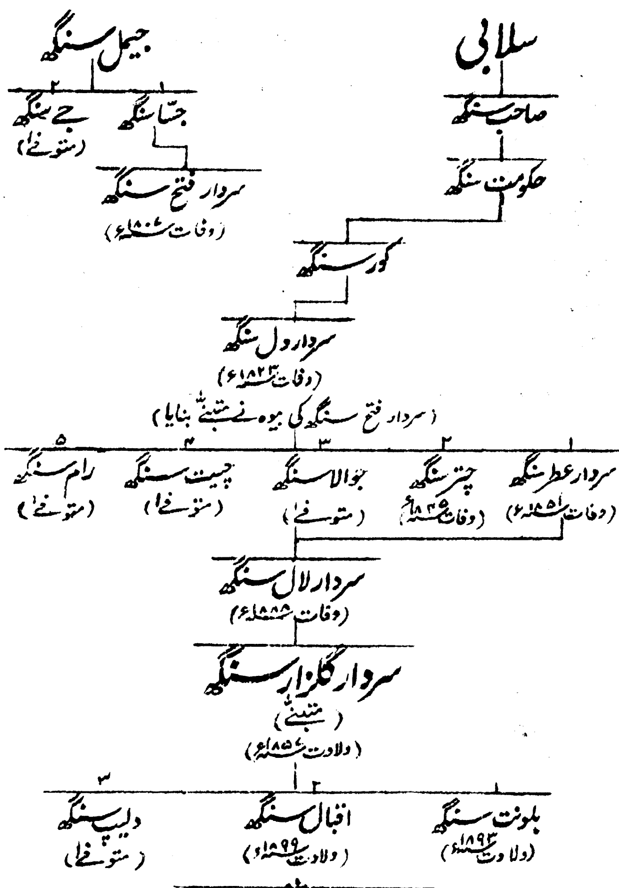




سردار گلزار سنگھ کالیانوالہ رئیس امرتسر

Sardar Gulzar Singh Kalianwala of Amritsar.

# سردار گلزار سنگھ کالیانوالہ




سردار گلزار سنگھ پرانے خاندان کالیانوالہ میں سے نہیں اور وہ بڑے سردار فتح سنگھ کا جس کے ذریعے موجودہ خاندان نے شہرت اور عزت حاصل کی رشتے دار ہے۔ فتح سنگھ کے خاندان کے حالات مختصر طور

پر یہ ہیں کہ سردار فتح سنگھ کا دادا جیمل سنگھ سندھو جاٹ اور موضع کالی لاکھو محاذی امرتسر کا باشندہ تھا اور اُس نے اس خاندان میں سب سے پہلے سکھ مذہب اختیار کیا۔ وہ چڑت سنگھ اور مہاں سنگھ رئیسان سوکرچکیہ کا پیرو تھا اور اُن کے ساتھ ہو کر قوم چٹھہ سے جو گوجرانوالہ کے شمالی حصے میں آباد ہے ہمیشہ جنگ میں مصروف رہا کرتا تھا اور کچھ چٹھہ قزاقوں ہی کی ایک لڑائی میں اسکے دونوں بیٹے جے سنگھ اور جسّا سنگھ بھی مارے گئے تھے۔ فتح سنگھ قریباً ۱۷۹۸ء میں رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوا اور بہت جلدی اپنے آقا کا منظور نظر ہو گیا۔ وہ بڑا بہادر اور ہنرمند سپاہی تھا۔ اس نے ۱۸۱۰ء تک مہاراجہ کی قریب قریب تمام مہموں میں داد سپہ گری دی۔ وہ غلام محمد چٹھہ جودھ سنگھ وزیر آباد والا اور ندھان سنگھ آتو کے مقابلے میں لڑتا رہا جب مہاراجہ نے شہر لاہور لیا اور جب سرداران اہلووالیہ اور کنھیا کی امداد سے بھنگیوں اور رام گڑھیوں سے امرتسر چھینا تو فتح سنگھ اُس کے ساتھ تھا۔ فتح سنگھ جھنگ اور پنڈی بھٹیاں کی لڑائیوں میں بھی لڑا اور بہت کچھ اسی کی صلاح کی وجہ تھی کہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۵ء میں جسونت رائے ہلکر کے ساتھ ہو کر انگریزوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ فتح سنگھ کی حسن خدمت کے باعث ہی انگریزوں اور ہلکر کے درمیان آخر کار صلح ہو گئی اور موخر الذکر نے سردار کو اس کی خدمات کے صلے میں بیش بہا انعامات دئے۔ اُس نے جسّا سنگھ بھنگی سے چنیوٹ چھین لینے میں کارہائے نمایاں کئے اور جب ۱۸۰۶ء میں احمد خاں سیال سے جھنگ لیا گیا تو یہ ضلع فتح سنگھ کو ۶۰۰۰۰ روپیہ سالانہ پر بطور اجارہ دے دیا گیا مگر اس کے تھوڑے عرصے بعد احمد خاں نے فتح سنگھ سے صلح کر لی اور وہ لاہور واپس آگیا۔

۱۸۰۶ء کے خاتمے کے قریب سردار فتح سنگھ قصور پر چڑھائی کرنے کے لئے جہاں قطب الدین خاں فساد برپا کر رہا تھا بھیجا گیا۔ اس پٹھان رئیس نے بہادری سے مقابلہ کیا مگر اس سکھ سردار کو ایک لاکھ روپیہ دیکر ٹالنا بھی بخوشی منظور کرلیا۔ ۱۸۰۷ء کے شروع میں خود رنجیت سنگھ کے ماتحت ایک سکھ فوج نے قصور پر پھر چڑھائی کی اور طویل جنگ کے بعد اسے فتح کیا۔ فتح سنگھ نے قطب الدین سے وعدہ کیا کہ اگر وہ قصور کا قلعہ دیدیگا تو اپنے ممدوٹ کے علاقے میں امن و امان سے رہا کریگا اور اگرچہ رنجیت سنگھ نے اس اقرار کو منظور نہیں کیا تاہم اُس کو خیال تھا کہ اس کا پورا کرنا اُس پر فرض ہے ؂

بہت سے سکھ سردار فتح سنگھ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے پر نازاں تھے۔ انہیں میں امیر سنگھ سندھانوالیہ دل سنگھ نہرنا۔ دھنا سنگھ ملوئی۔ فتح سنگھ ماتو اور اُتم سنگھ چھاچھی بھی تھے ؂

۱۸۰۷ء میں رنجیت سنگھ نے پٹیالہ سے واپس آتے ہوئے نرائن گڑھ کے قلعے کا جو سردار کشن سنگھ کے قبضے میں تھا محاصرہ کیا۔ پندرہ دن تک قلعہ فتح نہ ہوسکا اور اس تاخیر سے مہاراجہ کا صبر و تحمل ہاتھ سے جاتا رہا اس نے فتح سنگھ سے جو خاص افسر تھا کہا کہ "تم فوج کو میدانِ جنگ میں لے جانے کی نسبت میرے پاس رہنے کے زیادہ خواہاں ہو"۔ فتح سنگھ نے اس بات پر غصہ کھاکر قلعے پر حملہ کیا مگر مہلک زخم کھاکر پس پا ہوا۔ رنجیت سنگھ اسے ملنے کے لئے اس کے خیمے میں آیا اور کہتے ہیں کہ اس نے مہاراجہ کو یہ نصیحت کی کہ وہ آیندہ کسی اور جاٹ کو ریاست کے اعلےٰ ترین عہدے پر ممتاز نہ کرے۔ اس میں شبہ ہے کہ ایسی صلاح حقیقت میں دی گئی

تھی یا نہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ ایسے ہی اصول پر کاربند رہا کیونکہ درحالیکہ اس کے بڑے بڑے بہادر افسر اور جرنیل جاٹ سکھ تھے مگر کونسل میں مہاراجہ برہمنوں۔ راجپوتوں بلکہ مسلمانوں تک پر زیادہ اعتماد کرتا تھا ✦

فتح سنگھ لاولد فوت ہوا اور رنجیت سنگھ اس کی تمام جاگیریں ضبط کر لیتا مگر فتح سنگھ کی وفات سے اسے رنج ہوا۔ اور اس نے امرتسر پہنچ کر مت سنگھ پدھانیہ کو سردار مرحوم کی بیوہ مائی سیواں کے لئے ایک بیش بہا خلعت دیکر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ بیوہ مذکور سے کہہ دے کہ جس کسی کو وہ اپنے شوہر کا وارث بنائیگی مہاراجہ اسے تسلیم کریگا۔ کئی رئیس تھے جن سے فتح سنگھ بڑی محبت کرتا تھا اور سب سے زیادہ محبت اس کو دھنا سنگھ ملوئی اور دل سنگھ نہرنا سے تھی۔ آخر الذکر اس کا پتر بلا (دھرم کا بیٹا) تھا اور اس کو بہت عزیز تھا مگر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دل سنگھ فتح سنگھ کے ترکے کا وارث ہونے میں نصیب پرشاکر تھا اور نہ مہربانی پر۔ جس رات مت سنگھ کالی میں پہنچا تو دل سنگھ نے اس سے خفیہ ملاقات کر کے ۵۰۰۰ روپیہ دیا جس کی وجہ سے مت سنگھ نے مائی سیواں سے کہا کہ وہ جس کو اس کا جی چاہے نامزد کر دے مگر رنجیت سنگھ فقط دل سنگھ کے منتخب کرنے پر خوش ہوگا چنانچہ وہی منتخب کیا گیا ✦

باوجود اس کے کہ رنجیت سنگھ سے اس موقع پر فیاضی ظہور میں آئی بہت سے آدمی یہ کہنے والے بھی موجود تھے کہ رنجیت سنگھ نے یہ جاگیرات دل سنگھ کو فتح سنگھ کی موت کی خوشی کے شکریہ میں دی ہیں کیونکہ رنجیت سنگھ فتح سنگھ سے بہت خائف رہتا تھا اور اس نے اس امید پر کہ یہ مارا جائیگا اسے نرائن گڑھ کے مستحکم قلعے پر جس میں کوئی راستہ یا شگاف تک نہ تھا حملہ کرنے کی جرأت دلائی تھی۔ ایک موقع پر وزیرآباد میں رنجیت سنگھ نے فتح سنگھ سے

کہا کہ اپنی فوج ایک طرف کرلے تاکہ میں اس کا شمار کروں - اس حکم کے ملنے کی دیر تھی کہ ساری فوج کالیاں والا کے رئیس اعظم کی طرف چلی گئی اور بجیت سنگھ نے جس کے غم و غصے کی حد نہ رہی تھی اپنے آپ کو بالکل تنہا پایا - اس نے اس موقع کو کبھی فراموش نہیں کیا اور نہ ہی سردار مذکور کو جس کا فوج میں بڑا رسوخ تھا معاف کیا +

دل سنگھ نہرنا کا خاندان ابتدا میں کڑیال علاقہ شیخوپورہ میں رہتا تھا اور قوم سے نہرنا یا حجام (یا زیادہ فصاحت سے ناخن تراش) ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا ایک بزرگ جو ورک جاٹ تھا دُنی چند قوم بھنڈی نہرنا کی دختر رامی نامی پر عاشق ہوگیا اور اُسے اُڑا لے گیا اور یہ کہ اس خاندان کا نام "نہرنا" اُسی زمانے سے مشہور چلا آتا ہے مگر یہ بات جھوٹ ہے اور اُسی وقت سے اختراع کرلی گئی ہے جب سے کہ یہ خاندان مقتدر ہوگیا ہے - دل سنگھ جاٹ نسل کا نہ تھا - صاحب سنگھ نہرنا بھگوان سنگھ کا ساتھی تھا اور ایک بڑا بہادر اور صاحب نصیب لٹیرا مشہور تھا جب چڑت سنگھ کو فروغ ہوا تو صاحب سنگھ اور بھگوان سنگھ دونوں اُس کے ساتھ شامل ہوگئے اور جب چڑت سنگھ نے پنڈ دادنخاں کے قریب کا علاقہ فتح کیا تو بھگوان سنگھ نے تیسرے حصے کا دعوے کیا - چڑت سنگھ نے یہ حصہ دینا پسند نہ کیا اور یہ یقین کرکے کہ صاحب سنگھ قابل اعتماد آدمی ہے - اس نے اپنے تکلیف دہ ساتھی سے پیچھا چھڑانے کا ارادہ کرلیا - زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ تینوں شکار کھیلنے گئے اور اتفاقیہ ایک صحرائی خوک ان کے آگے بھاگا چڑت سنگھ نے پکار کر کہا "یہ درندہ بھاگنے نہ پائے" صاحب سنگھ نے جو ان الفاظ کے معنے خوب سمجھتا تھا بھگوان سنگھ کو گولی مار کر مار ڈالا - اسی خدمت کے صلے

میں اس کو جاگیر ملی۔ اس کا بیٹا حکومت سنگھ اور پوتا کوڑ سنگھ دونوں رئیس ٹوکر چکیہ کی ملازمت میں تھے مگر مشہور آدمی نہ تھے ÷

سردار دل سنگھ بہادر اور قابل آدمی تھا۔ سردار فتح سنگھ کالیانوالہ کا جس کے ماتحت وہ لڑا کرتا تھا بڑا منظور نظر تھا۔ فتح سنگھ کی وفات کے وقت دل سنگھ کی تقریباً ۸۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر تھی مگر جب ۷۰۰۰ روپے کی جاگیر کے علاوہ ساری جاگیرات کالیانوالہ مائی سیواں کے نام ہوگئیں اور فتح سنگھ کی لڑکی کے بال بچے دل سنگھ کے سپرد ہوئے تو اُس وقت اسکی جاگیرات ۳۵۰۰۰ روپیہ مالیت کی تھیں۔ بہت سے سرداران جو فتح سنگھ کے ماتحت لڑا کرتے تھے اب دل سنگھ کے ماتحت لڑائیوں پر جانے لگے اور اب یہ نہرنا بھی میدان جنگ میں ایسی ہی شجاعت دکھانے لگا جیسی کہ بڑے بڑے جاٹ سکھ سرداران دکھاتے تھے ÷

۱۸۱۴ء میں جبکہ رنجیت سنگھ خود پونچھ کے راستے کشمیر گیا تو دل سنگھ کو دیوان محکم چند کے پوتے رام دیال کے ساتھ دس ہزار فوج کی کمان دیکر نندسر کے راستے بزور شمشیر وہاں پہنچنے کے لئے بھیجا گیا۔ اس جمعیت کے مقابلے میں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی جنہوں نے اسے گھیر لیا اور صرف اس وجہ سے کہ اعظم خاں دیوان محکم چند کا دوست تھا دل سنگھ اس موقع پر بغیر ضرر اُٹھائے واپس آگیا۔ ۱۸۱۵ء کے موسم بہار میں اُس نے پھر رام دیال کے ساتھ ہوکر ملتان اور بہاولپور کے علاقوں کو تہ و بالا کیا ہر ایک شہر سے جرمانے اور چٹیاں وصول کیں بعدازاں اسی سال وہ بھمبر اور راجوڑی کے رئیسوں سے لڑنے بھیجا گیا اس نے ان دونوں رئیسوں کو زیر کرلیا اور شہر راجوڑ کا بہت سا حصہ جلا دیا۔

دل سنگھ ۱۸۲۳ء میں فوت ہوا۔ اس کے خاندان کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے ہیضہ سے انتقال کیا مگر عام طور پر یہ مشہور ہے کہ مہاراجہ نے اس کی اس فوج کی جو یہ خدمات کے لئے دیا کرتا تھا ردی حالت دیکھکر اسے بہت سی لعنت ملامت کی جس کی وجہ سے اس نے زہر کھا لیا۔ اس کی جاگیر اس کے بڑے بیٹے عطر سنگھ کو ملی ٭

۱۸۳۴ء میں عطر سنگھ شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت پشاور بھیجا گیا۔ یہ ابھی وہیں تھا کہ دیوان حاکم رائے نے جو شہزادہ کا ڈیوڑھی بان اور بڑا منظور نظر تھا عطر سنگھ کے ماتحت لڑنے والے سرداروں کو ورغلا کر ان کے دستوں سمیت اپنی طرف کر لیا۔ اس پر عطر سنگھ بلا اجازت فوج چھوڑ کر مہاراجہ سے شکایت کرنے لاہور آ گیا۔ یہاں اس کی اچھی طرح مدارات نہیں ہوئی اور حکم ملا کہ بلا توقف اپنی فوج میں جو اس وقت بنوں میں تھی جا کر شامل ہو جائے۔ عطر سنگھ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور مہاراجہ نے کلہ کی خاندانی جاگیر جو ۳۵۰۰ روپیہ مالیت کی تھی اور رحیم پور کی جاگیر جو ۷۵۰ روپیہ کی تھی چھوڑنے کے سوا باقی اس کی ساری جاگیریں ضبط کر لیں۔ رنجیت سنگھ کی وفات تک یہ جاگیریں ضبطی میں رہیں۔ مہاراجہ کے جانشین کھڑک سنگھ نے اس کی جاگیروں میں سے ۱۲۷۵۰ روپیہ کی جاگیر اس کے نام بلا معاوضہ خدمات بحال کر دی اور مہاراجہ شیر سنگھ نے اسکے گنگا سے جہاں وہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور شہزادہ نونہال سنگھ کی ہڈیاں لے کر گیا تھا واپس آنے پر اسے پنڈی گھیب اور میروال میں ۱۰۲۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں دیں۔ یہ آخر الذکر جاگیرات ۲۰۰ سوار خدماتی دینے کی شرط پر تھیں اور ان میں اسکے بیٹے لال سنگھ

کی ۲۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر بھی شامل تھی۔عطر سنگھ لاہور اور اس کے گرد و نواح کے اضلاع کا عدالتی بنایا گیا اور اسے پنڈی والے بے قاعدہ رسالے کی جو پہلے پہل ہلکا سنگھ پنڈی والے نے بھرتی کیا تھا کمان بھی دی گئی۔جواہر سنگھ کے وزیر ہونے تک عطر سنگھ کی جاگیر میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا اور اس وقت اس نے یہ درخواست کی کہ پنڈی گھیب کی جاگیر کی آمدنی گو برائے نام ۶۵۰۰۰ روپیہ ہے مگر درحقیقت اس سے صرف ۵۰۰۰ روپیہ آتا ہے اس پر جاگیر مذکور کا تبادلہ چونیاں۔ڈھنڈیاں الی اور کھڈیاں کی جاگیر سے جو ۶۰۰۰ روپیہ مالیت کی تھی کر دیا گیا۔

جب جواہر سنگھ کے حکم سے شہزادہ پشاورا سنگھ قتل کیا گیا تو فوج خالصہ نے وزیر کی اس کارروائی سے غیظ و غضب میں آکر وزیر کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور ریاست لاہور کی اطاعت سے منحرف ہوگئی۔۹ ستمبر کو رانی جنداں نے عطر سنگھ کو دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کے ہمراہ میانمیر کے کیمپ میں بھیجا کہ وہ باغی فوج کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائیں۔مگر فوج نے ان تینوں کی نصائح پر کچھ توجہ نہیں کی۔فقیر کو تو اُلٹا پھیرنے پر اکتفا کی مگر دیوان اور عطر سنگھ کی بے عزتی کی انہیں گالیاں دیں اور ان کو کیمپ میں قید کر رکھا یہاں تک کہ ۲۲ ستمبر کو وزیر مارا گیا تب کہیں فوج نے جو رانی سے ہمیشہ خائف رہتی تھی ان کو رہا کیا کہ وہ لاہور جا کر رانی سے ان کی مصالحت کرانے کی کوشش کریں۔

سردار عطر سنگھ ۴۶-۱۸۴۵ء کی ستلج کی لڑائی کے دوران میں لڑتا رہا اور فیروزشاہ کی لڑائی میں اس کا بھائی چتر سنگھ مارا گیا۔ستمبر ۱۸۴۶ء میں عطر سنگھ کو اس فوج کے ساتھ شامل ہونے کا حکم ملا جو بغاوت کے فرو کرنے کے لئے

کشمیر جارہی تھی اور پھر تاکید ہوئی کہ ضرور جاوے مگر اس نے ان احکام کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنی بھتیجی کی شادی کرنے کے بہانے امرتسر کے قریب اپنے گھر ہیں بیٹھا رہا۔ اس حکم عدولی کی وجہ سے اس کی جاگیر ضبط ہوگئی۔ مگر تھوڑے عرصے بعد پھر واگزار اور ۱۱۸۰۰ روپیہ کی کردی گئی۔ وہ اس کونسل ریجنسی کا ممبر بنایا گیا جو دسمبر ۱۸۴۶ء کو مقرر ہوئی اور اس عہدے پر پنجاب کے الحاق تک مامور رہا۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں ملتان کی بغاوت کی خبر پہلے ہی پہنچنے پر اسے تمام غیر آئین فوج کی جو اس وقت فراہم ہوسکی افسری ہیں وہاں جانے کا حکم ملا مگر جب صاحب رزیڈنٹ بہادر لاہور کو یہ معلوم ہوا کہ اس وقت ملتان میں ایک انگریزی فوج جلدی روانہ کرنی چاہیے تو اسے مع اور سرداروں کے واپس بلالیا گیا اور بعد ازاں عطر سنگھ رسالہ کا افسر ہوکر راجہ شیر سنگھ کے ہمراہ پھر ملتان گیا +

سردار کا اپنی زیر کمان فوج پر بہت کم رعب و داب تھا۔ وہ کمزور طبعیت اور ملتون مزاج آدمی تھا اور گو اس کی اپنی نیت اچھی تھی مگر اس قابل نہ تھا کہ اپنی ماتحت فوج کو ادائگی فرائض پر قائم رکھ سکتا۔ چنانچہ وہ دن بدن زیادہ سرکش ہوتی گئی اور جوق جوق باغی دیوان مول راج کے ساتھ ملتان میں ملتی گئی آخر کار تین سکھ جرنیلوں یعنی راجہ شیر سنگھ۔ سردار شمشیر سنگھ اور سردار عطر سنگھ کو باتفاق میجر ایڈورڈز صاحب بہادر و بمنظوری انگریز جنرل صاحب بہادر اس کے سوا کچھ نہ بن پڑا کہ فوج مذکور کو ملتان سے جہاں انہیں ترغیب ہوتی تھی دور بھیج دیں۔ چنانچہ سردار عطر سنگھ کی فوج کو اس بہانے سے کہ یہ سڑک کی حفاظت کریں تلمبہ بھیجنے کی تجویز ہوئی مگر بیشتر اس کے کہ اس تجویز پہ عملدرآمد ہوتا تمام سکھ فوج باغی ہوگئی اور اس نے راجہ شیر سنگھ کے

ساتھ شامل ہو کر ملتان کی جانب کوچ کر دیا۔ سردار عطر سنگھ اپنے گھوڑے پر سوار ہو چند سواروں کے ساتھ میجر ایڈورڈز صاحب بہادر کے کیمپ میں بھاگ آیا۔ اس کے بیٹے لال سنگھ کو بھی فوج کے لوگ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے مگر اس نے بھاگنے کا انتظام کر لیا اور ایڈورڈز صاحب بہادر کے کیمپ میں آ گیا۔

جون ۱۸۴۸ء میں لال سنگھ کو پانچسو سواروں کا کمیدان بنا کر حسن ابدال بھیجا گیا تھا اور وہاں وہ تیسری مئی ۱۸۴۸ء تک رہا جبکہ اسے راجہ شیر سنگھ کی فوج کے ساتھ جو ملتان جا رہی تھی شامل ہونے کا حکم ملا۔ دیوان کشن کور ہنالے کو عدالتی جب وقت باغیوں کے ساتھ مل گیا تو اس کی جگہ سردار لال سنگھ مقرر ہوا اور اس عہدے پر قریباً تین مہینے یعنی سکھوں کے راج کا خاتمہ ہونے تک مامور رہا۔

الحاق کے وقت سردار عطر سنگھ کی ساری ذاتی جاگیریں جو ۲۷۷۵۰ روپیہ مالیت کی تھیں اس کی حین حیات کے لئے بحال رہیں اُن میں ایک چوتھائی اس کے بیٹے لال سنگھ اور نرینہ وارثوں کے لئے نسلاً بعد نسلٍ جاری رہنی قرار پائی۔ سردار لال سنگھ کی ۳۶۰۰ روپیہ کی جاگیر چونکہ تھوڑے ہی عرصہ یعنی ۱۸۴۵ء سے ملی ہوئی تھی اس لئے ضبط ہو گئی مگر اس کے باپ کی جس کے ساتھ اس کا تنازع تھا جاگیروں سے اس کے واسطے ۸۰۰ روپیہ کا نقد وظیفہ مقرر ہو گیا۔

سردار عطر سنگھ دسمبر ۱۸۵۱ء میں فوت ہوا اور اس کی جاگیر کا ۳/۴ حصہ ضبط ہو گیا۔ اس کے بیٹے لال سنگھ کا حصہ فروری ۱۸۶۲ء میں بڑھا کے ۱۵۰۰ کر دیا گیا جو علے الدوام جاری ہے۔ لال سنگھ موضع کانہ ضلع امرتسر میں رہا کرتا تھا جہاں وہ ۱۸۸۵ء میں فوت ہوا۔ کئی سال تک اس نے مہاراجہ

رنجیت سنگھ کی سمادھ واقع لاہور کی کمیٹی کا ممبر ہونے کے علاوہ عوام الناس کے کاموں میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ پرانے سکھ سرداروں کا ایک بڑا اچھا نمونہ تھا اور اخیر دم تک اسے شکرے بازی وغیرہ میدانی تفریحوں کا شوق رہا۔ اس نے چار شادیاں کیں مگر اولاد نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے اس نے اپنے بھتیجے گلزار سنگھ کو متبنّٰے بنا لیا جس کے نام سر چارلس ایچیسن بالقابہ کی خاص سفارش پر گورنمنٹ نے ۱۵۰۰ روپیہ کی علے الدوام جاگیر جاری رکھی سردار گلزار سنگھ نے گھر میں ہی تعلیم پائی اور اب کلہ میں رہتا ہے۔ وہ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے۔ اور جاگیر کے علاوہ زرعی سکنی اور اور جائداد کا بھی مالک ہے ؞

# سردار بشن سنگھ رام گڑھیہ

ہرداس

بھگوان سنگھ

۱ سردار جے سنگھ (۱۸۰۶ء میں لاولد فوت ہوا) — ۲ سردار جسا سنگھ گدی نشین (وفات ۱۸۰۳ء) — ۳ سردار خوشحال سنگھ (وفات ۱۸۱۲ء) — ۴ سردار مالی سنگھ (وفات ۱۷۹۲ء) — ۵ سردار تارا سنگھ (وفات ۱۷۹۶ء)

۱ سردار جودھ سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء) — ۲ سردار ویر سنگھ (وفات ۱۸۲۶ء) — ۱ مہتاب سنگھ (متوفی) — ۲ صاحب سنگھ (متوفی) — ۳ گلاب سنگھ (متوفی) — دریام سنگھ (متوفی) — دیوان سنگھ (وفات ۱۸۲۴ء)

۱ سردار جیمل سنگھ (وفات ۱۸۴۵ء) — ۲ سردار سوبھا سنگھ (وفات ۱۸۴۵ء) — چار پسران (فوت ہو چکے ہیں) — سردار منگل سنگھ سی ایس آئی (وفات ۱۸۷۹ء)

۱ سردار اتم سنگھ (متوفی) — ۲ سردار فتح سنگھ (متوفی) — ۳ سردار جوالا سنگھ (متوفی) — اچھر سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — ۱ سردار گوردت سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء) — ۲ سچیت سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء) — ۳ شیر سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء)

دھنا سنگھ — مگھر سنگھ (متوفی) — ۱ گنگا سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء) — ۲ نرکٹا سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) — ۳ نرھنگ سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء) — ۴ کدار سنگھ (وفات ۱۸۶۸ء) — دربارا سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء) — بشن سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء)

۱ گجو سنگھ — ۲ چھجو سنگھ — ۱ نہتا سنگھ (ولادت ۱۸۵۶ء) — ۱ گہلا سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء) — ۲ ٹھاکر سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء) — ۳ چتر سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۱ سنت سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء) — ۲ سندر سنگھ (ولادت ۱۸۶۸ء)

۱ دیوا سنگھ (ولادت ۱۸۴۵ء) — ۲ ہیرا سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء) — ۳ سندر سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء) — ۴ ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) — بساکھا سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) — ۱ نرائن سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء) — ۲ ترلوچن سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

۱ جگت سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۲ سوہن سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — موہن سنگھ (ولادت ۱۹۱۱ء) — ۲ کرم سنگھ (ولادت ۱۹۰۸ء) — دیال سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء) — ۳ نہال سنگھ (ولادت ۱۹۰۸ء) — ۱ گلزار سنگھ (ولادت ۱۹۰۹ء) — ۲ امریک سنگھ (ولادت ۱۹۱۰ء)

واسدیو سنگھ (ولادت ۱۹۱۱ء)



سنگھ بہادر سردار جسّا سنگھ رام گڑھیہ گدّی نشین

Singh Bahadur Sardar Jasa Singh Ramgarhia, Gadi Nashin.



سردار باوقار سردار منگل سنگھ رام گڑھیہ سی ایس آئی رئیس امرتسر

The Late Sardar-i-Bawakar, Sardar Mangal Singh Ramgarhia, C.S.I. of Amritsar.



سردار بشن سنگھ رام گڑھیہ رئیس امرتسر

Sardar Bishan Singh Ramgarhia of Amritsar, Deputy Superintendent Police.

رام گڑھیہ مسل جس کے نام پر جسّا سنگھ کے خاندان کا نام مشہور ہے سکھوں کی زبردست ترین مسلوں میں تھی اور اٹھارھویں صدی کے اختتام کے قریب اس کے اندازاً ۱۸۰۰۰ جنگی سپاہی میدانِ جنگ میں آیا کرتے تھے۔ اس کے سرگروہوں میں سب سے زیادہ مشہور سرگروہ جسّا سنگھ تھا مگر اسکی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اس مسل کا بانی تھا کیونکہ بہت سے برس اسی کے سالوں میں یہ مسل خوشحال سنگھ اور نند سنگھ کے ماتحت ترتیب پاگئی تھی۔ اس کو زور اور شہرت اسی وقت حاصل ہوئے جبکہ ۱۷۵۸ء میں جسّا سنگھ اُس کا سردار ہوا +

جسّا سنگھ کا دادا ہرداس ہندو نجّار اور موضع سارسنگ ضلع لاہور کا باشندہ تھا۔ وہ اپنے گاؤں ہی میں اپنے ادنے پیشے پر قانع تھا مگر اسکے بیٹے بھگوان نے جو زیادہ صاحب ہمت شخص تھا پوہل لے لی اور اپنے نام کے ساتھ "سنگھ" ایزاد کر کے ملک میں گشت لگاتا اور لوگوں کو اپنے نئے مذہب میں شامل کرتا پھرا۔ بالآخر وہ اچوگل میں آباد ہوا جہاں اسکے ہاں پانچ بیٹے جے سنگھ۔ جسّا سنگھ۔ خوشحال سنگھ۔ مالی سنگھ اور تارا سنگھ پیدا ہوئے۔ ان میں سے اخیر چار مشہور آدمی اور رام گڑھیہ مسل کے سرگروہ ہوئے۔ ان بھائیوں کی عمروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا اور ۱۷۵۲ء میں بالغ ہوکر وہ مشہور و معروف نواب ادینہ بیگ خاں کی ملازمت میں داخل ہو گئے۔ اس لائق نواب نے جو اُس وقت بادشاہ کی طرف سے جالندھر دوآب کا ناظم تھا سکھوں کو احمد شاہ دُرّانی کا مقابلہ کرنے میں جرات اور رغبت اس اُمید سے دی کہ اُن کی مدد سے اسے صوبے میں اختیارات کامل حاصل ہو جائینگے اور غالباً یہ اُمید برآتی اگر ۱۷۵۸ء میں اُس کی پیش از وقت

موت نہ واقع ہوتی۔ جب احمد شاہ کے بیٹے شہزادہ تیمور نے اس کی سرزنش کے واسطے اس پر فوج کشی کی تو ادینہ بیگ پہاڑی علاقے کی طرف ہٹ گیا اور جسا سنگھ اور اُس کے بھائی اسے چھوڑ کر امرتسر آ گئے اور نند سنگھ سنگھانی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ تقریباً اسی وقت جے سنگھ افغانوں کے ساتھ ایک لڑائی میں مجیٹھہ کے قریب مارا گیا ٭

اس زمانے میں امرتسر صرف ایک بڑا موضع تھا اور افغانوں کے واپس چلے جانے پر نند سنگھ اور جسا سنگھ نے اسکی کچھ کچھ قلعہ بندی کی اور ایک حصّے کے گرد انہوں نے ایک اونچی کچی دیوار بنا دی جس کا نام رام رونی رکھا۔ جب ادینہ بیگ پہاڑی علاقے سے واپس آیا تو اس نے یہ خیال کر کے کہ سکھ بہت زور پکڑتے جاتے ہیں مرزا عزیز بخش کو نئے قلعے کے فتح کرنے کے لئے بھیجا جو درحقیقت کوئی بڑا مشکل کام نہ تھا۔ جسا سنگھ اور اُسکے دوست بہادری سے لڑے قلعہ سے نکل کر کئی مرتبہ حملے کئے مگر دشمن کی فوج کی تاب نہ لاسکے اور آخرکار رات کے وقت قلعے کو چھوڑ دیا اور گو بہت سا نقصان اُٹھایا مگر دشمن کی فوج چیر کر نکل گئے۔ رام رونی مسمار کر دی گئی لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ادینہ بیگ فوت ہو گیا اور جسا سنگھ نے اپنی مسل کی سرداری اختیار کر کے اُس قلعے کا نام جس میں اس نے ایسی بہادری سے مقابلہ کیا تھا رام گڑھ اور اپنی مسل کا نام رام گڑھیہ رکھ لیا۔ اس اثنا میں اس نے کنھیا مسل کی امداد سے دینا نگر۔ بٹالہ۔ کلانور۔ سری ہرگوبندپور۔ قادیان۔ گھماں اور اضلاع امرتسر اور گورداسپور کے بہت سے اور قصبے جن کے مالیہ کا چھ لاکھ سے دس لاکھ روپیہ تک تخمینہ کیا جاتا تھا لے لئے۔ علاوہ ازیں جسا سنگھ نے جو اس علاقے کا واحد مالک تھا دوآبہ جالندھر کے

بہت سے مواضعات حاصل کئے۔ اپنے بھائیوں کو بھی اس نے اپنے
ماتحت علیحدہ جاگیریں دیں۔ ان بھائیوں کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ
سے خاندان پر بڑی آفت آئی کیونکہ ایک مرتبہ جسّا سنگھ اہلووالیہ
گورداسپور کے قریب اچل کی طرف جو ایک تیرتھ کی جگہ ہے جا رہا تھا کہ
اس پر خوشحال سنگھ۔ مالی سنگھ اور تارا سنگھ نے حملہ کیا۔ جسّا سنگھ کی فوج
منتشر ہوگئی اور وہ خود قید ہوگیا۔ جسّا سنگھ رام گڑھیہ بہت خوش ہوتا
اگر اس کے بھائیوں نے اس کے رقیب یعنی جسا سنگھ اہلووالیہ کو
مار دیا ہوتا مگر جب اہلووالیہ قیدی بن کر آیا تو اسے اس کو بہت سے
تحائف دیکر چھوڑ دینے کے سوا کچھ چارہ نہ رہا کیونکہ پرانے سکھ سرداروں
میں سپاہ گری اور دلیری کے جوہر بہت تھے مگر اہلووالیہ سردار کے دل
میں سے اس امر کا غصہ نہیں مٹا۔ سردار مذکور کُلی خالصہ کا رئیس بلکہ بانی
مبانی گنا جاتا تھا اس کے ہمراہی اور خوشامدی اسے سلطان قوم کہتے
تھے اور اس پر ان رام گڑھیہ نوجوانوں نے جن کا سبزہ ابھی آغاز ہونا شروع
ہوا تھا اس کی توہین کی۔ چنانچہ اس نے سخت قسم کھائی کہ جب تک رام گڑھیوں
کے تمام املاک پر قبضہ نہ کریگا اپنی پگڑی نہ کھولیگا۔ بہت سے رؤسا اسکی
بے عزتی کے خیال سے نہیں بلکہ زیادہ تر لوٹ مار اور نئی جاگیروں کے
خیال سے اس کی امداد کو آئے۔ ان معاونوں میں گنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ
بھنگی۔ رام گڑھیوں کے پرانے دوست جے سنگھ اور حقیقت سنگھ کنھیا۔
چڑت سنگھ سوکرچکیہ۔ نار سنگھ چمیاری والہ اور بہت سے دوسرے رئیس بھی تھے۔
ان سب نے چاروں طرف سے جسّا سنگھ پر حملہ کر دیا اور ایک سخت لڑائی
کے بعد رام گڑھیوں کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ خوشحال سنگھ بھاگ وال

کے مقام پر جے سنگھ کنھیّا کے ساتھ لڑتا ہوا سخت زخمی ہوا۔ کلا نور تارا سنگھ کے ہاتھ سے نکل گیا اور جسّا سنگھ اپنے دو بیٹوں کو امر سنگھ والئ پٹیالہ کے پاس مدد مانگنے کے لئے بھیج کر بے قاعدہ فوج کے بہت سے سپاہیوں کے ساتھ ستلج پار سرسہ کی طرف بھاگ گیا +

سرسہ کے علاقے میں وہ ۱۷۸۳ء تک رہا اور اپنے رسالے کے ساتھ ملک کو تہ و بالا کیا حتیٰ کہ دہلی کی فصیلوں تک لوٹ مار کی۔ بلکہ ایک موقع پر تو خاص دہلی میں داخل ہوگیا اور مغلوں کے مستقر سے چار توپیں لے بھاگا۔ نواب میرٹھ نے اپنا علاقہ لوٹ مار سے بچانے کے لئے اسے ۱۰۰۰۰ روپیہ سالانہ خراج ادا کیا۔ ایک دن ایک برہمن نے اس کے پاس شکایت کی کہ حصار کا ناظم اُس کی دو لڑکیاں جبراً لے گیا ہے۔ چنانچہ جسّا سنگھ نے اپنی فوجیں جمع کر کے حصار پر چڑھائی کی اُسے لوٹ لیا اور لڑکیاں اُن کے باپ کو دلا دیں۔ ایک زمانے میں یہ بہت مفلس ہوگیا اور ایک قصہ مشہور ہے جو شاید ٹھیک بھی ہو کہ سرسہ کے مقام پر سردار کے ایک نوکر نے اتفاقیہ اپنا برتن ایک کنوئیں میں گرا دیا جسے نکالنے کے لئے ایک غوطہ زن بھیجا گیا جس نے کنوئیں کی تہ میں چار صندوق سونے کی مہروں سے جو پانچ لاکھ کی مالیت کی تھیں بھرے ہوئے پائے جن کی بدولت جسّا سنگھ اس قابل ہوا کہ اپنی فوج کو تنخواہ دے اور نئے رنگروٹ بھرتی کرے +

۱۷۸۳ء میں سرسہ ایک بڑے قحط کی وجہ سے ویران ہوگیا اور سردار پنجاب کی طرف واپس آگیا۔ لدھیانہ کے مقام پر اسے سردار مہان سنگھ سوکر چکیہ اور راجہ سنسار چند والئ کانگڑہ کے قاصد ملے جنہوں نے یہ ظاہر کیا کہ سردار اور راجہ اسے اس کے مقبوضات پھر دلا دینگے بشرطیکہ وہ سردار

جے سنگھ کنھیا کے خلاف اُن کے ساتھ مل جاے۔ جسا سنگھ بڑی خوشی سے راضی ہوگیا اور اُن کی فوجوں کے ساتھ اپنی فوج شامل کرکے ان سب نے بٹالے کی طرف کوچ کیا۔ جے سنگھ کا لڑکا گوربخش سنگھ ۸۰۰۰ آدمیوں کے ساتھ ان کے مقابلے کو آیا مگر شکست کھا کر مارا گیا اور کنھیا رئیس نے مجبوراً املاک رام گڑھیہ ان کے پُرانے مالک کو اور کانگڑے کا قلعہ جس پر اس نے چار سال سے قبضہ کر رکھا تھا سنسار چند کے حوالے کئے مگر جسا سنگھ کا ارادہ امن و امان سے رہنے کا نہ تھا اور کئی سال تک وہ کنھیا مسل کے ساتھ لڑائیوں میں لگا رہا جن میں وہ کبھی فتح یاب ہوا اور کبھی شکست کھائی ٭

سنہ ۱۷۹۶ء میں اس کی کنھیوں کے ساتھ آخری اور سب سے زیادہ سخت لڑائی ہوئی۔ سردار گوربخش سنگھ کی بیوہ مائی سداکور اُس وقت کنھیا مسل کی سرگروہ تھی اور اس نے تمام اپنی اور اپنے نوجوان داماد رنجیت سنگھ کی فوجوں کے ساتھ جسا سنگھ کو میانی کے قلعے میں جو بیاس کے قریب ضلع ہوشیارپور میں ہے گھیر لیا۔ جسا سنگھ نے کچھ عرصہ اپنے آپ کو بچایا مگر اس کا سامان جنگ بالکل کم ہوگیا اور اس نے ایک قاصد صاحب سنگھ بیدی کے پاس امرتسر یہ التجا کرنے بھیجا کہ وہ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان بیچ بچاؤ کردے۔ جب رام گڑھیہ قاصد پہنچا تو رنجیت سنگھ کے فرستادے جودھ سنگھ وزیرآبادیہ اور دل سنگھ گل بیدی کے ہاں موجود تھے جن کو صاحب سنگھ نے سداکور اور رنجیت سنگھ کے لئے یہ پیغام دیا کہ وہ قلعہ میانی سے اپنا محاصرہ ہٹالے مگر سداکور اپنے خاوند کی موت کا بدلہ لئے بغیر کب ہٹتی تھی اور پھر اُس وقت جبکہ دشمن اُس کے قبضے میں آیا ہوا تھا اس لئے بیدی

کے حکم کا کوئی خیال نہ کیا گیا ۔ جیا سنگھ نے دوبارہ قاصد بھیجا اور بیدی صاحب سنگھ نے کہا " وہ میری پرواہ نہیں کرتے مگر خدا خود تمہاری مدد کریگا " یہ قاصد میانی واپس آیا اور اُسی رات دریائے بیاس میں سیلاب آگیا اور کنھیا کیمپ کا بہت سا حصہ جس میں آدمی گھوڑے اور اونٹ شامل تھے بہا لے گیا نتیجہ یہ ہوا کہ سداکور اور رنجیت سنگھ بڑی مشکل سے بھاگ کر گوجرانوالہ کی طرف ہٹ گئے ۔

جیا سنگھ ۱۸۰۳ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا جودھ سنگھ جانشین ہوا ۔ یہ نیا سردار کسی قابلیت کا آدمی نہ تھا اور اُسکے چچیرے بھائی دیوان سنگھ نے جاگیر کا بہت سا حصہ چھین لیا آخرکار رنجیت سنگھ کے دل میں علاقۂ رام گڑھیہ پر قبضہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی اور اس نے بہانے سے سردار جودھ سنگھ پر بڑی مہربانی کرنی شروع کی چنانچہ اپنے اور رام گڑھیہ خاندان کے درمیان دائمی دوستی کا پیمان کیا اور امرتسر کے مقدس دربار صاحب میں گرنتھ صاحب کے سامنے اس نے اپنے شاہی اور اَن پڑھ طریق سے اپنے پنجے کو زعفران سے رنگ کر ایک کاغذ پر لگا دیا ۔ جودھ سنگھ کو اپنے داؤ میں اچھی طرح سے پھنسا لینے کے لئے وہ قلعۂ رام گڑھ میں تقریباً تنہا چلا گیا اور حکم دیا کہ اس کا گوبند گڑھ کا نیا قلعہ بھی رام گڑھ کے قلعے کی طرح بنایا جائے ۔ رنجیت سنگھ اپنی قسم پر چاہے وہ کتنی ہی مقدس ہو قائم رہنے کا بہت کم خیال کیا کرتا تھا اور اس موقع پر تو اس نے جودھ سنگھ کو پورا اپنے ہتھے پر چڑھا لیا تھا جودھ سنگھ بھی اس کا ایسا جان نثار پیرو بن گیا تھا کہ رام گڑھیہ علاقے کے رنجیت سنگھ کے علاقے کے ساتھ ملحق ہو جانے پر بھی اُسے کوئی عذر

نہ تھا۔ جودھ سنگھ اپنی تمام افواج سمیت مہاراجہ کے ہمراہ قصور گیا جہاں اُس نے قطب الدین خاں پر اخیر دفعہ چڑھائی کرکے کامیابی حاصل کی۔

سنہ ۱۸۱۶ء میں جودھ سنگھ کی وفات پر خاندان میں تنازعات شروع ہوگئے یعنی دیوان سنگھ ویر سنگھ اور بیوہ جودھ سنگھ تینوں جائداد کے دعویدار ہوئے۔ ان تنازعات کی خبر سُن کر مہاراجہ نے یہ وعدہ کیا کہ ثالث بنکر ان تنازعات کا فیصلہ کرادیگا۔ چنانچہ اُس نے تینوں چچیرے بھائیوں ویر سنگھ۔ مہتاب سنگھ اور دیوان سنگھ کو نادوَن بلایا۔ وہاں پہنچنے پر مہاراجہ ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آیا مگر موقع پاتے ہی ملاقاتی خیمے سے جسے چاروں طرف سے فوج نے گھیر رکھا تھا۔ خود باہر نکل گیا اور تینوں رام گڑھیہ قیدی بنالئے گئے۔ اس کے بعد رنجیت سنگھ نے امرتسر پر چڑھائی کی اور کچھ سخت لڑائی کے بعد رام گڑھ کا قلعہ لے لیا۔ پھر اس نے شمال کی طرف کوچ کرکے رام گڑھیوں کی بڑی جاگیروں پر قبضہ کرلیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کے تمام قلعے جو تعداد میں ایک سو سے زیادہ تھے فتح کرلئے۔ الغرض اس طرح سے وہ معاہدہ ٹوٹا جو مہاراجہ نے زعفران کا پنجہ لگاکر کیا تھا۔

ویر سنگھ اور مہتاب سنگھ بعد میں جلدی ہی چھوڑدئے گئے وہ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت رکھے گئے اور سردار نہال سنگھ اٹاری والے کے کہنے سُننے پر ۳۵۰۰۰ روپیہ کی جاگیر اس خاندان کو مل گئی۔ دیوان سنگھ کچھ عرصے تک اپنا قصبہ دھرم کوٹ جو ۶۰۰۰ کی مالیت کا تھا لینے سے انکار کرتا رہا اور قیدی بنا رہا مگر آخرکار بہلانے سے منظور کرلیا اور رہائی حاصل کرتے ہی پٹیالہ کی طرف بھاگ گیا جہاں پہلے پہل تو اس کی خوب آؤبھگت ہوئی مگر ایک سال کے بعد اسے شہر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا جس کے بعد

وہ کچھ عرصہ اِدھر اُدھر آوارہ پھرتا رہا مگر بالآخر اس نے اطاعت کرلینی ہی بہتر سمجھی اور لاہور واپس آکر اس مہم میں جو کشمیر جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی سات سو آدمیوں کی سرداری منظور کرلی۔ اس کے بعد اس کی نسبت سوائے اسکے کچھ معلوم نہیں کہ اپنی وفات یعنی ۱۸۳۴ء تک بارہ مولا کا جو سری نگر کی طرف جاتی ہوئی سڑک پر ایک مشکل پہاڑی قوم سے منتظم رہا۔ ویر سنگھ چھ سال پہلے یعنی ۱۸۲۷ء میں فوت ہوگیا تھا اور اس وقت اس کی دو تہائی جاگیر ضبط ہوگئی تھی +

سردار منگل سنگھ اپنی جوانی کی عمر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خاص اردلی میں خدمات کرتا رہا مہاراجہ نے اسے دھرم کوٹ۔ کالووالہ۔ تبرہ اور کنڈیلہ میں ۹۰۰۰ کی مالیت کی جاگیریں دے رکھی تھیں جن میں سے ۳۶۰۰ کی جاگیریں ذاتی تھیں اور ۵۴۰۰ کی خدمات کے عوض۔ ذاتی جاگیر اس کی اولاد کے لئے علی الدوام جاری ہے اور تھیرہ کلاں تحصیل اجنالہ اور رنگڑ ننگل اور روپووالی تحصیل بٹالہ میں واقع ہے۔ سردار منگل سنگھ اپنے باپ کی وفات کے بعد پرانے رام گڑھیہ فرقے کے چارسو پیادوں اور ایک سو دس سواروں کا کمیدان بناکر پشاور بھیجا گیا۔ یہاں سردار تیج سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے ماتحت اس نے اچھی خدمات انجام دیں اور اپریل ۱۸۳۷ء میں جمرود کی مشہور لڑائی میں لڑا جس میں بہادر ہری سنگھ مارا گیا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں اس کو واپس بلا لیا گیا اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت بیاس و ستلج کے درمیانی پہاڑی علاقے میں بھیجا گیا پھر جبکہ سردار مذکور پشاور کی طرف گیا ہوا تھا تو وہ پہاڑی قلعوں کا انصرام کرتا رہا اور ۱۸۴۰ء کی بغاوت کے فرو کرنے میں بھی خاص مستعدی دکھائی +

مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد حکومت میں وہ زیادہ تر لہنا سنگھ کے ماتحت سکیت۔ منڈی اور کلو میں کام کرتا رہا اور ۱۸۴۶ء میں ستلج کی لڑائی کے ختم ہونے تک وہیں رہا۔ راجپوت رؤساجن کا سرگروہ منڈی راجہ بلبیر سین تھا انگریزوں کے ساتھ لڑائی میں چپکے نہیں بیٹھے رہے تھے۔ اور اس وجہ سے سردار کو بہت کچھ کام کرنا پڑا مگر وہ اُس وقت تک اپنے علاقے میں اڑا رہا جبکہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو عہدنامہ ہوگیا اور جس کے بموجب وہ اپنے عہدے سے عزت کے ساتھ کنارہ کش ہوا +

سکھوں کی دوسری لڑائی کے دوران میں سردار منگل سنگھ وفادار رہا اور سڑکوں کی حفاظت اور اضلاع امرتسر و گورداسپور میں امن قائم رکھنے میں اس نے بہت اچھی خدمات کیں۔ اس موقع پر اس کا بڑا کارنمایاں یہ تھا کہ اس نے مشہور و معروف باغی اور دھاڑوی ہری سنگھ کو پکڑا جس نے کچھ عرصے سے امرتسر کے اردگرد کے علاقے میں کھلبلی ڈال دی تھی۔ ہری سنگھ کو اس نے رنگڑ ننگل کے قریب ساگرپورہ کے مقام پر گرفتار کیا اور بعد میں اسی ساگرپورے کا علاقہ اس کو ۳۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر میں دربار نے عطا کر دیا جو الحاق کے بعد بھی اس کے نام رہا +

۱۸۶۲ء میں سردار جودھ سنگھ مان کے علیحدہ ہونے پر سردار منگل سنگھ امرتسر کے سکھ گوردوارہ کا منیجر مقرر کیا گیا۔ یہ کام ہے تو کسی قدر دشوار مگر سردار نے اسے بڑی لیاقت اور ہنرمندی سے سنبھالے رکھا۔ اسی سال وہ شہر امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ ۱۸۷۶ء میں ہزرائل ہائینس شہزادہ پرنس آف ویلز نے اسے سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا کیا۔ وہ ۱۸۷۹ء میں فوت ہوا اور اس کی ۳۰۰۰ روپیہ کی خاص جاگیر جو سکھ دربار

نے دی تھی ضبط ہوگئی +

سردار منگل سنگھ اچھا پڑھا لکھا اور آزاد خیال آدمی تھا یہ زیادہ تر اُسی کے رسوخ اور مثال قائم کرنے کی وجہ تھی کہ شہر امرتسر میں تعلیم نسوان عام اور باقاعدہ طور پر پھیلنے لگی +

سردار منگل سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا گوردت سنگھ فروری ۱۸۵۸ء میں کرنیل ایبٹ صاحب بہادر سے ہوشیارپور میں اُس وقت ملا جبکہ کرنیل صاحب اودھ میں خدمات کے لئے ایک رسالہ بھرتی کر رہے تھے۔ گوردت سنگھ اس کا رسالدار بنایا گیا اور اودھ کی سوار پولیس میں اپنے افسروں کے حسب منشا اکتوبر ۱۸۵۹ء تک کام کرتا رہا پھر جب اُس وقت رسالہ مذکور تخفیف میں آگیا تو وہ امرتسر واپس چلا آیا اور یہاں انسپکٹر پولیس بنا دیا گیا اور ۱۸۸۸ء میں ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ پنشن پا کر اپنے عہدے سے سبکدوش ہوا۔ وہ میونسپل کمشنر۔ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری تھا۔ اسکے ۱۸۹۰ء میں فوت ہونے پر اس کا سب سے بڑا پس ماندہ بھتیجا بشن سنگھ ولد سچیت سنگھ جانشین ہوا۔ بشن سنگھ انسپکٹر پولیس اور ڈویژنل درباری ہے ۔ ۳۶۰۰ روپیہ کی جاگیر جو سردار منگل سنگھ کو علے الدوام عطا کی گئی تھی اب بشن سنگھ اور اُس کے چچیرے بھائی سندر سنگھ میں برابر تقسیم ہوتی ہے ۔ سندر سنگھ پنجاب یونیورسٹی کا بی۔ اے ہے اور اس نے رام گڑھیہ خاندان اور دربار صاحب امرتسر کی تاریخیں لکھی ہیں اس کا باپ شیر سنگھ چند سال ڈپٹی انسپکٹر پولیس رہا اور بشن سنگھ کا باپ سچیت سنگھ بھی منصف تھا +

سردار جتا سنگھ کی اولاد میں اور بھی بہت سے اصحاب فوج اور پولیس میں ملازم ہیں +

نوٹ۔ سردار بشن سنگھ اب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پراونشل درباری ہیں + (مترجم)

# بھائی گوربخش سنگھ

## بھائی رام سنگھ

بھائی صورت سنگھ

(۱) بھائی گورداس سنگھ — (۲) بھائی سنت سنگھ (وفات ۱۸۰۲ء)

بھائی گورداس سنگھ:
بھائی شیر سنگھ

بھائی سنت سنگھ:
(۱) بھائی جودھ سنگھ — (۲) بھائی گورمکھ سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء) — (۳) بھائی دیوا سنگھ

بھائی گورمکھ سنگھ:
(۱) بھائی پردومن سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء) — (۲) بھائی مادھو سودھن سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء) — (۳) بھائی لہنا سنگھ — (۴) بھائی ارجن سنگھ (وفات ۱۸۶۳ء)

بھائی ارجن سنگھ:
بھائی جواہر سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء)

بھائی پردومن سنگھ:
**بھائی گوربخش سنگھ** (ولادت ۱۸۶۵ء)

بھائی لہنا سنگھ:
(۱) بھائی ہردیو سنگھ (وفات ۱۸۶۷ء) — (۲) بھائی گنشام سنگھ (وفات ۱۸۶۷ء) — (۳) بھائی جھنڈا سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء) — (۴) بھائی ہرجگت سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)

بھائی جھنڈا سنگھ:
بھائی سندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)

بھائی گوربخش سنگھ:
(۱) بھائی صوبہ سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — (۲) بھائی سندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) — (۳) بھائی سرندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) — (۴) بھائی ہرندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۷ء)

بھائی ہردیو سنگھ:
سردار بہادر بھائی دیال سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)

سردار بہادر بھائی دیال سنگھ:
(۱) بھائی ہرنرائن سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — (۲) بھائی جیون سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

بھائی گوربخش سنگھ کے بزرگ چنیوٹ ضلع جھنگ میں رہا کرتے تھے اور ان میں سے کئی مختلف اوقات میں ملتان کے مسلمان رؤسا کے ملازم رہے مگر اس خاندان کی ابتدائی تاریخ کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتی۔ رام سنگھ سکھ ہو کر سری گورو گوبند سنگھ جی کا چیلا بنا۔ وہ اپنے علاقے میں مذہب سکھ کی بڑی سرگرمی سے تلقین کیا کرتا تھا یہاں تک کہ ملتان کے حکام کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کو پکڑ لینے کا حکم دیا۔ مگر اس کو وقت پر خبر مل گئی اور بھاگ کر امرتسر آگیا۔ ناظم ملتان نے رام سنگھ کے اکلوتے بیٹے صورت سنگھ کو اپنی ملازمت میں رکھ لیا اور رام سنگھ یہ خیال کر کے کہ اب کوئی خطرہ نہیں رہا اپنے گھر واپس آگیا جہاں کچھ عرصے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد صورت سنگھ ملتان چھوڑ کر اپنے باپ کی طرح ملک میں سکھ مذہب کی تلقین کرتا پھرا اور اس کی اس کارروائی سے ایسے ہی شبہات پیدا ہوئے جیسے کہ اس کے باپ سے ہوئے تھے مگر وہ کسی تدبیر سے اپنا بہت سا مال و اسباب لیکر امرتسر بھاگ گیا اور وہ رئیس جو اُس زمانے میں زور پکڑتے جاتے تھے اُس کے طرفدار ہو گئے اور امرتسر کے سکھ مندر یعنی دربار صاحب کا اُسے مہتمم مقرر کیا گیا۔ دوآبہ جالندھر میں اس نے تھوڑی سی جاگیر حاصل کی جہاں ایک قلعہ بنوایا اور اس کے بعد امرتسر واپس آکر مر گیا*

سنہ ۱۸۰۶ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوآبہ جالندھر کا میدانی علاقہ فتح کر لیا مگر اس نے سنت سنگھ کی جاگیر بحال رکھی اور اُس کے باپ کی جگہ دربار صاحب کی شکست و ریخت و آراستگی کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ بھائی سنت سنگھ ادنےٰ درجے کا سپاہی نہ تھا اور کئی موقع

پر اس نے کارہائے نمایاں کئے۔ سنہ ۱۸۲۱ء کی لڑائی میں مہاراجہ ایک چھوٹے سے قلعہ کا جو مانکیرا جاتے ہوئے سڑک پر واقع تھا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ یکایک آسمان پر اندھیرا چھا گیا اور ایک سخت طوفان آیا۔ رنجیت سنگھ ہوا کے ایک تند جھونکے سے اُس کھائی میں جا پڑا جہاں سے توپخانہ جوڑنے کے لئے مٹی نکالی گئی تھی۔ سنت سنگھ نے مہاراجہ کو گرتے ہوئے دیکھا اور اپنے فائدے کی اُمید پر خندق میں کود پڑا اور مہاراجہ کو اُٹھا کر بہادری سے اپنے خیمے میں لے گیا۔ اس خدمت کے عوض اس کو اضلاع امرتسر اور سیالکوٹ میں چھ ہزار آٹھ سو روپیہ مالیت کی جاگیریں ملیں۔ یہ قصہ سچا ہو یا جھوٹا۔ اتنی بات یقینی ہے کہ سنت سنگھ کی جاگیریں بیشمار تھیں اور یہ کہ وہ مہاراجہ کا بڑا منظور نظر تھا॥

قریب قریب اسی زمانے میں بھائی گورداس سنگھ جو دربار صاحب میں گرنتھ خواں تھا فوت ہوگیا اور سنت سنگھ نے اُس کی موت کے غم کے سبب سے دُنیا کو ترک کر دینے اور سری گورو گرنتھ کے پڑھنے اور اُسکے شلوکوں کی تفسیر کرنے میں مصروف ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس کی جگہ دربار میں اس کا بیٹا گورمکھ سنگھ داخل ہوا جو اپنے باپ کی طرح جلدی مورد الطاف شاہی ہوگیا۔ بھائی سنت سنگھ "گیانی" مشہور تھا اور اس کی موت کے زمانے تک اس کی بہت عزت رہی۔ اس نے رامائن کی ایک شرح اور رسم پوہل پر ایک رسالہ لکھا ہے॥

جب پردمن سنگھ تیرہ سال کی عمر کا تھا تو مہاراجہ نے اسے اپنی ملازمت میں لے لیا اور رکالیوال کی ۱۱۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر دی۔ بھائی گورمکھ سنگھ کا رنجیت سنگھ کی جیون حیات میں کچھ بہت رسوخ نہیں

رہا کیونکہ اس کا دشمن بھائی رام سنگھ مہاراجہ کا خاص مُنہ لگا مصاحب تھا۔ نونہال سنگھ کے ہاں اس کا اس سے بھی کم رسوخ تھا اور جب شہزادہ مذکور مارا گیا تو وہ بڑی سرگرمی سے شہزادہ شیر سنگھ کا طرفدار بن گیا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ رام سنگھ مائی چاند کور کی مخالف جماعت کا سرگروہ تھا۔

شیر سنگھ مہاراجہ ہو کر گورمکھ سنگھ کی خدمات کو نہیں بھولا۔ وہ اس کا بڑا لحاظ کرتا تھا اس کو بہت سی جاگیریں عطا کیں۔ مگر اصلی اختیارات وزیر راجہ دھیان سنگھ نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ مہاراجہ گو دھیان سنگھ سے نفرت کرتا تھا اور جانتا تھا کہ سکھوں کی قوم اسے اچھا نہیں سمجھتی پھر بھی اس سے اپنا پیچھا نہ چھڑا سکتا تھا چنانچہ اس نے گورمکھ سنگھ کو اس کے مقابلے پر کھڑا کیا۔ بھائی مذکور اپنی مذہبی بزرگی اور مہاراجہ کے ساتھ ایک عرصے کی دوستی کی وجہ سے اُس کے حضور سے خارج نہ ہو سکتا تھا مگر اور معاملات میں وزیر اور بھائی میں برابر کا مقابلہ نہ تھا۔ گورمکھ سنگھ کی طرفدار کوئی طاقتور جماعت نہ تھی اور نہ ہی اس میں کوئی خصوصیت یا لیاقت تھی برعکس اس کے راجہ دھیان سنگھ اگرچہ علانیہ اپنے دشمنوں پر وار کرنے اور اُن کے تباہ کرنے میں اعتدال سے زیادہ دلیری کر بیٹھتا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے زمانے کا نہایت قابل۔ تیز فہم۔ ظاہردار اور محتاط آدمی تھا۔ شیر سنگھ کے دوران حکومت میں بھائی راجہ دھیان سنگھ کے درپے رہا اور اُس کی جان لینے کے لئے جو سازش کی گئی اُس میں سندھانوالیوں کے ساتھ شریک ہوا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ مقتول وزیر کے بیٹے کو عروج حاصل ہوا تو اس نے بھائی رام سنگھ اور لال سنگھ کے ایما پر

گورمکھ سنگھ اور اُس کے دوست مصر بیلی رام توشہ خانے کو پکڑ لیا اور شیخ امام الدین کی حراست میں دیدیا جس نے ان دونوں کو مار ڈالا۔ بھائی رام سنگھ اپنے حریف گورمکھ سنگھ سے بہت زیادہ قابل آدمی تھا مگر اُسکے اطوار پسندیدہ نہ تھے۔ دونوں سیاہ باطن اور مفتری تھے اور دونوں نے اپنی افترا پردازیوں اور سازشوں کے لئے مذہب کو پردہ بنا رکھا تھا +

گورمکھ سنگھ کی وفات کے بعد خاندان کی تمام جاگیریں ضبط ہوگئیں اور اُن کے تمام مکانات اور ذاتی جائداد چھین لی گئی۔ بھائی پردمن سنگھ اور اُس کے بھائیوں کے امرتسر میں قید کرکے بیڑیاں ڈال دی گئیں اور اُن کے ساتھ نہایت تشدّد کیا گیا۔ شہر کی مذہبی انجمنوں نے ان کو چھڑانے کی بہت سی کوششیں کیں اور آخرکار پردمن سنگھ نے بھاگنے کا انتظام کر لیا اور اپنے سب سے چھوٹے بھائی ارجن سنگھ کو ساتھ لیکر لدھیانہ کی طرف فرار ہوگیا جہاں سرکار انگریزی کی حفاظت میں اُس وقت تک رہا جبکہ ہیرا سنگھ کے قتل ہوجانے کی وجہ سے اسے لاہور واپس آنے کا موقع ملا چاروں بھائیوں کے نام ان کی ضلع امرتسر کی جاگیروں کا ایک حصّہ جو ۵۴۸۸ روپیہ کی مالیت کا تھا واگزار ہوا۔ اس کے بعد بھائی پردمن سنگھ اپنے باپ کا کریا کرم کرنے کے لئے ہردوار روانہ ہوا اور اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا کہ واپسی پر گورمکھ سنگھ کی دوسری جاگیریں بھی مل جائینگی۔ اس کی واپسی پر اس کے امرتسر والے مکانات اس کو دیدئے گئے اور اگر اُس وقت جبکہ اس کا معاملہ زیر تجویز تھا انگریزوں کے ساتھ لڑائی نہ چھڑ جاتی اور اس لڑائی کے بعد ۱۸۴۹ء میں سکھوں کا ملک انگریزی علاقے میں شامل ہوجاتا تو غالباً وہ اپنی باقی جائداد بھی واپس لے لیتا۔ موضع چمل اور کلیر گھماں

کی جاگیر مالیتی ۵۴۸۸ روپیہ ان بھائیوں کی حین حیات کے لئے اس شرط پر واگزار ہوئی کہ وہ ایک چوتھائی مالیہ سرکار میں ادا کیا کریں اور اس سے زیادہ اس خاندان کے لئے سرکار انگریزی اور کچھ نہ کرسکتی تھی - بھائی گورمکھ سنگھ کو اس کی بڑی جاگیریں جس قدر کہ مذہبی فضیلت کی وجہ سے ملی تھیں اُسی قدر اُن کے حاصل کرنے میں اس کی سازشوں کو دخل تھا اُس نے دولت اور سیاسی اختیارات حاصل کرنے کے لئے بڑے نازک وقت اور جوکھوں میں داؤ ڈالا تھا مگر بازی ہار گیا تھا اگرچہ سکھ سرکار اور خاص کر فوج اس کے قتل ہو جانے پر جو خود فوج والوں کی بدعقیدتی کے باعث وقوع پذیر ہوا تھا از راہ ناسفت غالباً اس کے خاندان کو بارسوخ رتبے دیدیتی مگر سرکار انگریزی سے یہ توقع نہ ہوسکتی تھی کہ اس کو اس خاندان کے ساتھ کوئی ہمدردی ہوتی یا اُسکے بگڑ جانے پر کچھ افسوس ہوتا +

بھائی پردمن سنگھ ۱۸۵۳ء میں سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ہمراہ بنارس گیا - بعد ازاں امرتسر کے دربار صاحب کے شکست و ریخیت کا اسے منتظم بنایا گیا اور ۴۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر جو دربار صاحب کے قیام کے لئے دوامًا ملی ہوئی تھی اس کے زیر اہتمام رہی - بھائی پردمن سنگھ بڑا مستعد اور پبلک کا خیرخواہ تھا وہ دربار صاحب اور شہر کے متعلق ہر ایک امر میں بڑی دلچسپی لیا کرتا تھا - وہ امرتسر میں آنریری مجسٹریٹ تھا اور ۱۸۷۵ء میں فوت ہوا +

بھائی گوربخش سنگھ اپنے باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا اور اُس کی جگہ پر اونشل درباری ہوا - کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں اس کو بڑی احتیاط کے ساتھ تعلیم دلائی گئی اور اس نے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس

پاس کیا اس کے باپ کی جاگیر کا تین چوتھائی حصہ جو ۸۶۸ روپیہ سالانہ مالیت کا ہے اس کی حین حیات کے لئے جاری رکھا گیا اور ۲۴۰ روپیہ سالانہ پنشن اس کی ماں کو عطا کی گئی +

خاندان کی دوسری جائداد میں امرتسر کا ایک بڑا باغ دربار صاحب کے پاس ایک بُنگہ۔ شہر کے مختلف حصوں میں کچھ دُکانیں۔ ہردوار میں ایک مکان۔ تحصیل امرتسر میں قریباً ۳۵ بیگھے اراضی اور نہر چناب کی شاخ ترقیوں پر ۲۰۰ ایکڑ اراضی شامل ہیں۔ بھائی گوربخش سنگھ اپنے باپ کی جگہ دربار صاحب کے شکست و ریخت کے کاموں کا بھی مہتمم ہوا ہے اور جاگیر بھی جو گورنمنٹ نے مندر مذکور کے نام دی ہوئی ہے اسی کے زیر اہتمام ہے۔ بھائی گوربخش سنگھ ۱۸۹۵ء میں انگلستان گیا اور سن ۱۹۰۰ء میں بیرسٹر ہوکر آیا اس کے سب سے بڑے بیٹے صوبہ سنگھ کی شادی سردار جھنڈا سنگھ رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور کی پوتی سے ہوئی +

بھائی ارجن سنگھ ۱۸۶۳ء میں فوت ہوا۔ اس کے بیٹے جواہر سنگھ کو گورنمنٹ سے ایک سو روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا رہا جو اس کے بالغ ہونے پر بند ہوگیا۔ ارجن سنگھ کی بیوہ خزانہ امرتسر سے ۲۵۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے +

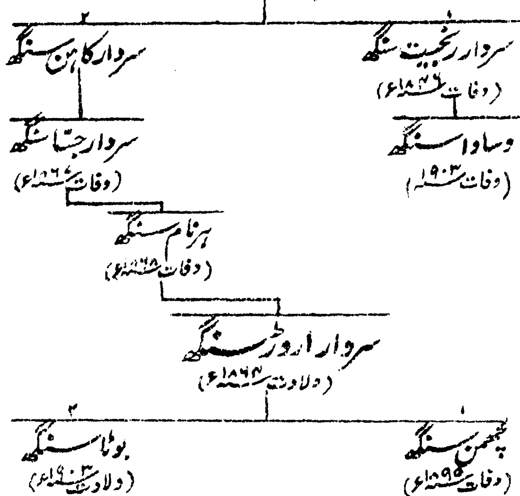
مادھوسدھن سنگھ ۱۸۵۷ء میں اُن دس سواروں کا جو اس کے بھائی نے بھرتی کئے تھے جمعدار ہوکر ملازمت میں داخل ہوا۔ اسی سال وہ اجنالہ کے مقام پر باغیوں کو گرفتار کرنے کے وقت موجود تھا اور اس کو رسالدار بنا کر تھانیسر بھیجا گیا جہاں وہ ۱۸۶۲ء میں فوت ہوگیا۔ اسکی بیوہ کو حین حیات کے لئے ۲۵۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دی گئی +

تیسرا بھائی لہنا سنگھ نائب تحصیلدار تھا مگر کنبے میں بہت سی موتیں ہو جانے کے باعث وہ ملازمت سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کا بیٹا جھنڈا سنگھ وکیل ہے اور اس کا انبالے میں اچھا کام چلتا ہے۔ اس کا پوتا دیال سنگھ ولد ہردیو سنگھ محکمہ کریمنیل انوسٹیگیشن میں انسپکٹر کے عہدے تک ترقی پا گیا ہے اور خطاب سردار بہادر و تمغہ رائیل وکٹورین حاصل کئے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں اس کے بہت اچھے کاموں کے عوض ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا نے اسے ایک اعزازی تلوار عنایت کی اور ایک سرٹیفکٹ بھی مرحمت فرمایا +

# سردار اروڑ سنگھ نوشہریہ

چوہڑ سنگھ

سردار مرزا سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۶ء)




رئیسانِ مجیٹھہ کی طرح سردار اروڑ سنگھ شیرگل جاٹ قوم کا ہے۔ چودھری سروانی نے جو شیربانی قوم سے پندرھویں پشت میں تھا شہنشاہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں موضع نوشہرہ تعمیر کیا جس کا دوسرا نام رائے پور سروانی مشہور ہے اور گرد و نواح کے علاقے کا مالیہ جمع کرنے کے عوض اس کے پاس یہ موضع بطور معافی رہا۔ کئی پشتوں تک اس خاندان میں چودھری کا عہدہ رہا اور یہ مالیہ شاہی خزانے میں ادا کرتے

رہے یہاں تک کہ قریباً ۱۷۵۲ء میں مرزا سنگھ سردار جے سنگھ اور حقیقت سنگھ کنھیا کی مسل میں شامل ہو گیا اور مفتوح علاقے میں سے اپنے حصے میں مواضعات رتن گڑھ ۔ اُچک ۔ پھوڑی ۔ بھیکو چک ۔ رام پور ۔ سالووال ۔ ملکانہ اور کئی اَور مواضعات جو سب ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کے تھے حاصل کئے۔

مرزا سنگھ ۱۷۸۰ء میں فوت ہوا اور حقیقت سنگھ کے بیٹے سردار جیمل سنگھ نے متوفی کی اعلےٰ اور کثیر خدمات کو اپنے دل سے محو کر کے اُس کی جاگیر کا بڑا حصہ ضبط کر لیا پھر سردار فتح سنگھ کنھیا نے انہیں اور بھی گھٹا دیا مگر جب مرزا سنگھ کے لڑکے جوان ہوئے تو سردار ندھان سنگھ کنھیا نے انہیں ماھو پور اور سالووال ضلع ہوشیار پور جو ۱۵۰۰ روپیہ مالیت کے تھے عطا کئے اور رنجیت سنگھ کی خوشدامن مائی سدا کور نے کاہن سنگھ کو مواضعات بھوگر ۔ بڑیالہ اور کوہالہ کہ ۲۰۰۰ کی مالیت کے تھے دئے ۔ جب رنجیت سنگھ نے کنھیا مسل کے مقبوضات چھین لئے تو کاہن سنگھ کے ہاتھ سے آخر الذکر مواضعات بھی نکل گئے مگر اسے غیر آئینی رسالے میں افسر بنا دیا گیا اور وہ اپنی رجمنٹ کے ساتھ قصور پر اور کانگڑہ کی ۱۸۰۹ء کی لڑائی میں لڑا ۔ جب سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کو بیاس اور ستلج کے درمیانی تمام پہاڑی علاقہ جات کا ناظم بنایا گیا تو کاہن سنگھ کو اُس کے ماتحت رکھا گیا اُس وقت سے لیکر کاہن سنگھ اور اُس کا بیٹا جیتا سنگھ دونوں رئیسان مجیٹھیہ کی ملازمت میں رہے ۔ یہ دونوں مجیٹھیہ سرداروں کے ہمراہ میدان جنگ میں جاتے رہے ۔ اُن کے ماتحت سول عہدوں پر مامور رہے اور ان کی تاریخ اپنے آقاؤں کی تاریخ سے کسی بڑی بات میں مختلف نہیں ہے ؎

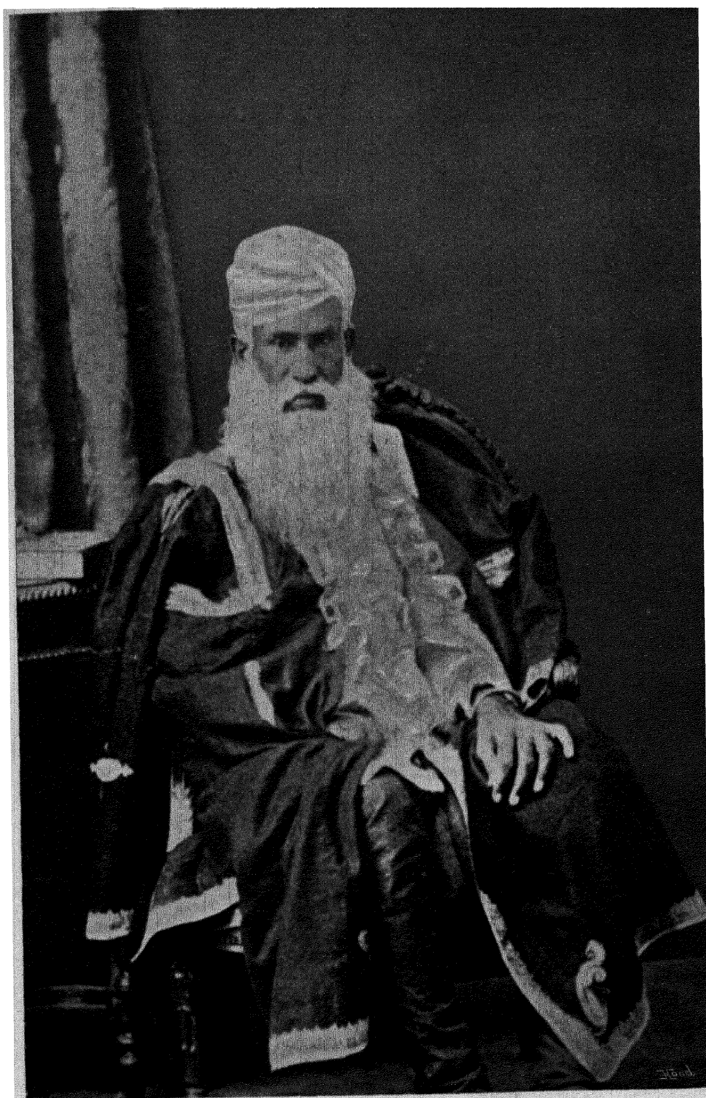
سردار جسّا سنگھ دو سال تک سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت دربار صاحب امرتسر کا منتظم اور لہنا سنگھ کے بنارس چلے جانے کے بعد دربار لاہور کا ملازم رہا مگر پنجاب کے الحاق پر یہ ملازمت سے علیحدہ کردیا گیا اور اس کی ۷۰۰ روپیہ کی نقد پنشن ضبط ہوگئی۔ اس کے قبضے میں ۲۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں تھیں جو زیادہ تر ضلع گورداسپور میں موضعات ملکانہ۔ جیاتی۔ سالووال۔ بہرام پور۔ ملکہ والا۔ رتن گڑھ اور شیر گڑھ میں تھیں ان کے علاوہ دو چاہ اور ایک باغ نوشہرہ ننگل میں تھے جہاں وہ عموماً رہا کرتا تھا۔ یہ جاگیریں خاندان کے نام علے الدوام واگزار ہیں۔

سردار جسّا سنگھ کا اکلوتا بیٹا ہرنام سنگھ محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر تھا اور اس کا انتقال ۱۸۶۸ء میں ہوا۔ کاہن سنگھ کا بھائی رنجیت سنگھ کبھی رئیسان مجیٹھیہ کے ماتحت نہیں تھا۔ وہ اپنے باپ کی وفات کے فوراً بعد اپنے باپ کی جاگیر کا نصف حصہ ترکے میں پاکر راجہ ہیرا سنگھ کے بریگیڈ میں رسالے کا ایک کمیدان بنا دیا گیا۔ اس نے ملتان۔ بنّوں۔ پشاور۔ اور اَور مقامات میں خدمات کیں مگر کچھ زیادہ ممتاز آدمی نہ تھا۔ وہ ۱۸۴۴ء میں ایک لڑکا وساوا سنگھ نامی جو اُس وقت چھ مہینے کی عمر کا تھا چھوڑ کر مارا گیا +

ہرنام سنگھ نے ایک لڑکا اروڑ سنگھ نامی چھوڑا جو اپنے باپ کی وفات پر ۴ سال کی عمر کا تھا۔ اس کی جائداد کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں رکھی گئی اور علے التّواتر متوفّی سردار گلاب سنگھ بھاگووالیہ اور اجیت سنگھ اٹاری والے کے انتظام میں رہی۔ اس نے گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں تعلیم پائی اور ۱۸۸۵ء میں سنِ بلوغ کو پہنچا۔ ۱۸۸۸ء میں

اسے تھانہ کتھونگل کے ۱۳۲ مواضعات پر اختیارات دیکر نوشہرہ کا آنریری مجسٹریٹ درجہ دوم بنایا گیا اور ۱۹۰۷ء میں اسی علاقے پر اسے مجسٹریٹ درجہ اوّل کے اختیارات دئے گئے۔ یہ پراونشل درباری اور دربار صاحب کا منیجر ہے جو بڑے رسوخ اور ذمہ داری کا عہدہ ہے ۱۹۰۳ء میں اپنے چچیرے بھائی وساوا سنگھ کی وفات پر اڑور سنگھ نے اُس کی تمام جائداد ترکے میں حاصل کی۔ اس کے قبضے میں قریباً ۱۵۰۰ روپیہ مالیت کی زیادہ تر ضلع گورداسپور کی جاگیریں نہر چناب کے ۳۲ مربعے اور ضلع امرتسر میں قریباً ۸۰۰ گھماؤں اراضی ہے*

اس کی لڑکی سردار منگل سنگھ آنریری مجسٹریٹ رئیس کوٹ شیرا ضلع گوجرانوالہ سے بیاہی گئی ہے*



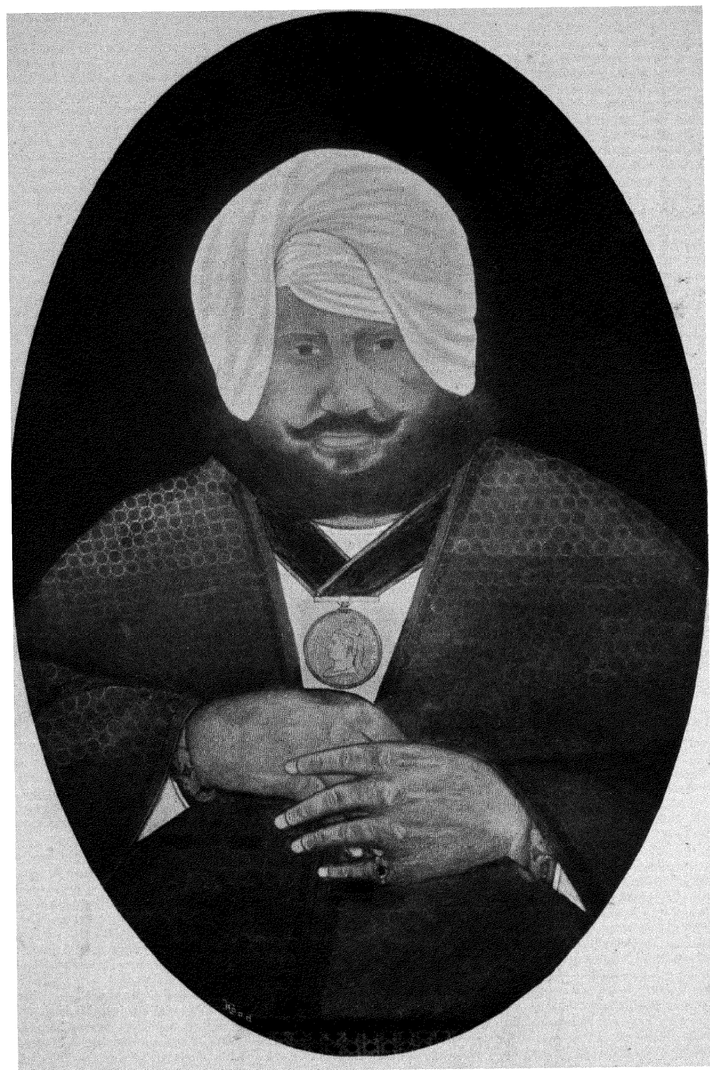
بیر بر راجہ سر صاحبدیال کے سی ایس آئی رئیس کشن کوٹ

The Late Birbar Raja Sir Sahib Dayal, K.C.S.I., of Kishankot.



راے گیان چند رئیس امرتسر

The late Rai Gayan Chand of Amritsar.



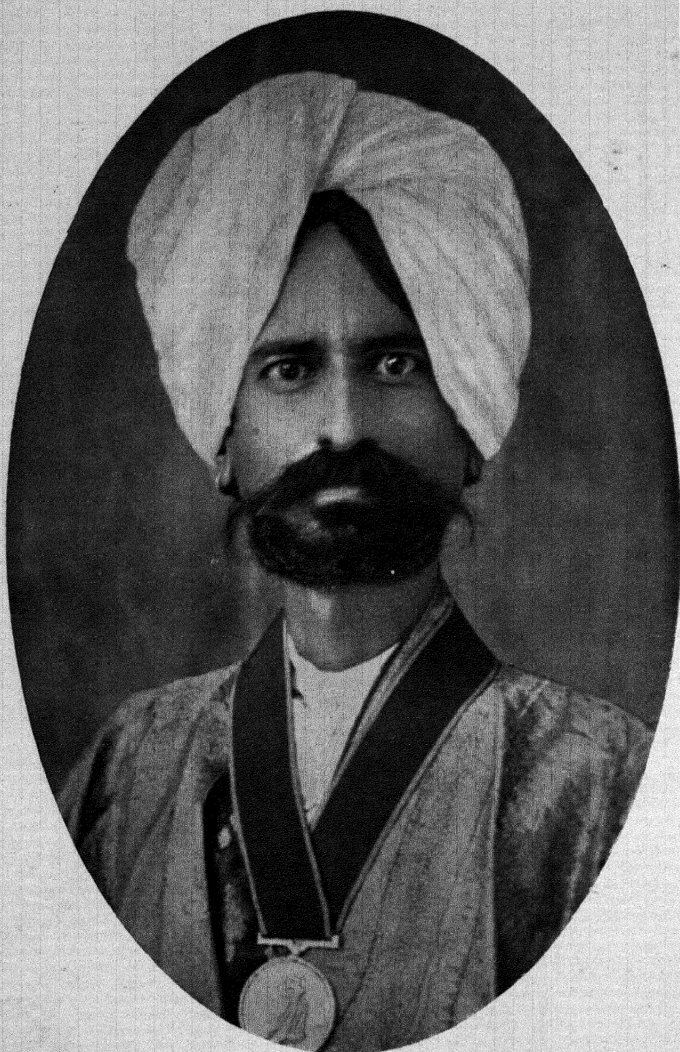
سردار ہرچرن داس رکن الدولہ رئیس امرتسر

The late Sardar Harcharan Das, Rukn-ud-daula, of Amritsar.



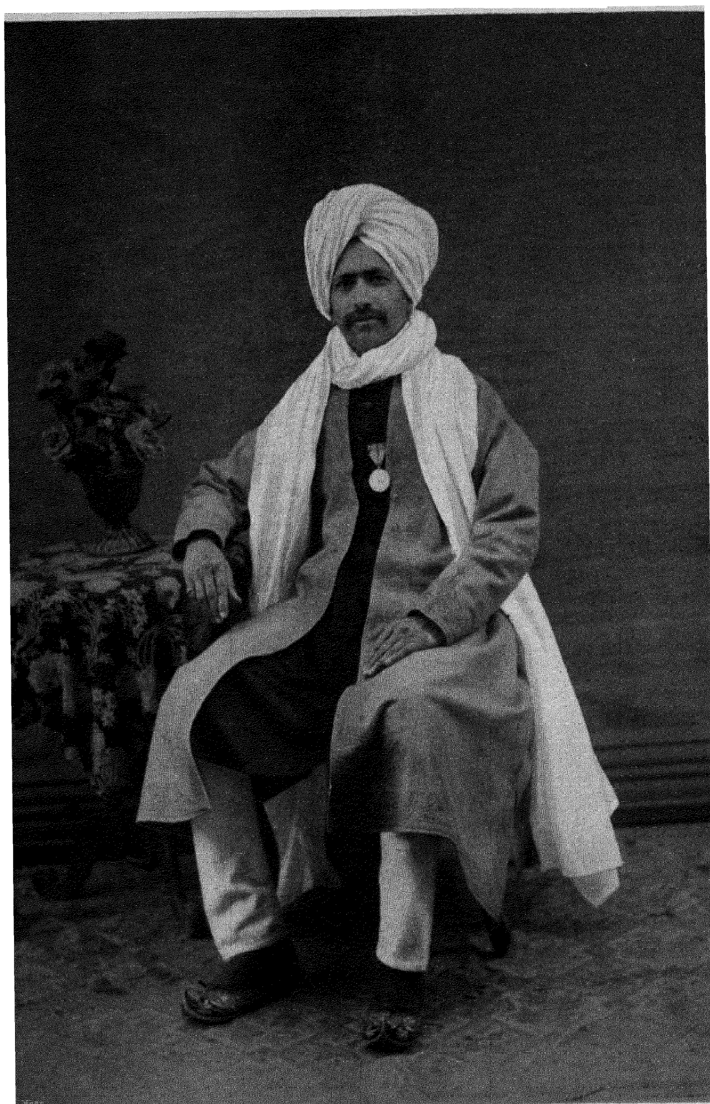
سردار لچھمی سہائے سردار بہادر رئیس امرتسر

Sardar Lachhmi Sahai, Sardar Bahadur, of Amritsar.



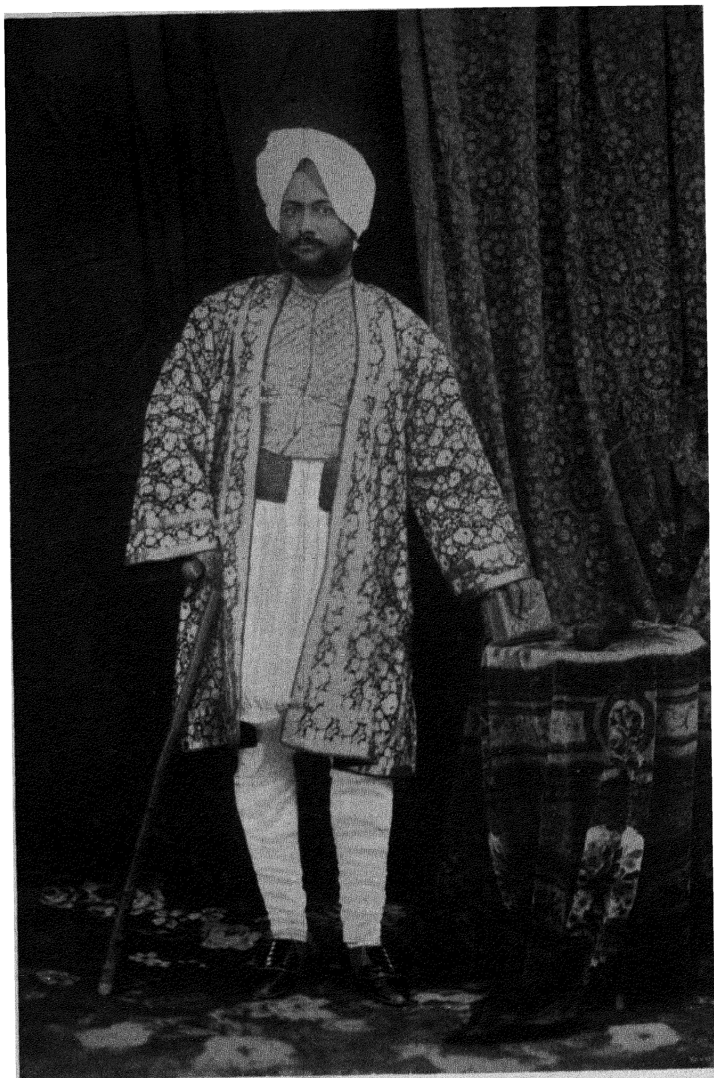
بیربر ٹھاکر ہرکشن سنگھ رئیس کشن کوٹ

Birbar Thakur Harkishan Singh of Kishankot



بیرسر ٹھاکر مہاں چند رئیس امرتسر

Thakur Mahan Chand of Amritsar.



سردار محکم چند رئیس امرتسر

Sardar Mohkam Chand of Amritsar.

# سردار بہادر لچھمی سہائے

## سوگھیا رام

کول نین

چھجو مل (وفات ۱۸۲۲ء)

۱ - راجہ رلیا رام (وفات ۱۸۶۴ء)
۲ - جھنڈا مل

راجہ رلیا رام کی اولاد:
۱ - اجودھیا پرشاد (وفات ۱۸۷۳ء)
۲ - راجہ صاحب دیال کے-سی-ایس-آئی (وفات ۱۸۸۵ء)
۳ - رائے گیان چند (وفات ۱۸۸۶ء)
۴ - شنکر ناتھ (وفات ۱۸۸۵ء)
۵ - سردار ہرچرنداس (وفات ۱۹۰۲ء)

جھنڈا مل کی اولاد: امین چند (متوفی)؛ امین چند کا بیٹا: مبیل چند

اگلی نسل: جے گوپال (وفات ۱۸۸۵ء)، بنسی لال (وفات ۱۸۸۶ء)، بالرام (وفات ۱۸۷۶ء)، سردار بہادر لچھمی سہائے (ولادت ۱۸۳۶ء)، بھگت رام (ولادت ۱۸۵۰ء)، مادھو رام، ٹھاکر داس

۱ - دھرم چند (ولادت ۱۸۵۳ء)
۲ - کشن چند (ولادت ۱۸۵۶ء)
۳ - کشوری لال (ولادت ۱۸۵۹ء)
۴ - ہری موہن چند (ولادت ۱۸۹۳ء)
۵ - شکار (ولادت ۱۹۰۱ء)
۶ - شاشی بھوشن (ولادت ۱۹۰۳ء)
بشیشر دیال (وفات ۱۸۸۶ء)
۱ - بخشی رام (ولادت ۱۸۹۳ء)
۲ - دونی چند (ولادت ۱۸۸۲ء)

۱ - موہن لال (ولادت ۱۸۹۳ء)
۲ - سوہن لال (ولادت ۱۸۹۶ء)
۳ - ہنسراج (ولادت ۱۸۹۹ء)

۱ - دینا ناتھ
۲ - بھواری ناتھ
۳ - شیو ناتھ
۴ - بسنت ناتھ
۵ - وشن ناتھ

۱ - رام ناتھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
۲ - پرتاب چند (بلرام کے متبنّیٰ بنا)
بیجناتھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
ویکنٹھ ناتھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
اُپیندر ناتھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

راجیشور سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)
درگا ناتھ (متوفی)
راج بلب ناتھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

محکم چند (ولادت ۱۸۵۵ء)
کشور چند (ولادت ۱۸۵۸ء)

۱ - مہر چند (ولادت ۱۹۰۰ء)
۲ - لڑکا (ولادت ۱۹۰۴ء)
جنگی (متوفی)
کرم چند (ولادت ۱۹۰۸ء)

ٹھاکر ہرکشن سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)
ٹھاکر مہاں چند (ولادت ۱۸۸۶ء)
پرتاب چند (وفات ۱۹۰۶ء)

۱ - مصر دیوی سہائے (ولادت ۱۸۵۲ء)
۳ - مصر جوالا سہائے (ولادت ۱۸۶۰ء)

۱ - رام سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)
۲ - رپودمن سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
۳ - للت چند (ولادت ۱۸۹۸ء)
جگدیش چند (ولادت ۱۸۹۸ء)
کاشی چند (ولادت ۱۹۰۵ء)

پریم چند (ولادت ۱۸۸۴ء)
ودیا سہائے (ولادت ۱۸۸۵ء)
شیو سہائے (ولادت ۱۸۸۵ء)
دویندر سہائے (ولادت ۱۸۹۳ء)

نریندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء)
راجندر سہائے (ولادت ۱۹۰۶ء)

سردار بہادر لچھمی سہائے ایک معزز برہمن خاندان سے ہے جسکے بزرگ شہنشاہان دہلی کی ملازمت میں تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سوگیا رام نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر محمد شاہ کی جان بچائی تھی کیونکہ ایک راجپوت قاتل ایک دن شاہی دربار میں آکر شہنشاہ پر حملہ کرنے کو تھا کہ سوگیا رام نے جھپٹ کر اُسے قتل کردیا گو ایسا کرنے میں وہ خود بھی سخت زخمی ہوا۔ اس کا بیٹا کنول نین ترک وطن کرکے لاہور آگیا جو اُن دنوں نادر شاہ اور احمد شاہ کے حملوں اور سکھوں کی جن کی طاقت اور دلیری بسرعت بڑھتی جاتی تھی روز افزوں راہ زنی سے ایسی جگہ نہ رہی تھی کہ یہاں آباد ہونا پسندیدہ ہو۔ افغانوں کے ساتھ ایک لڑائی میں اس کے پورے ۲۶ رشتہ دار مارے گئے اور خود کنول نین بڑی مشکل سے بھاگا۔ وہ اپنا اکلوتا بیٹا چھجو مل جو اُس وقت قریباً ۱۰ سال کی عمر کا تھا چھوڑ کر جوانی میں فوت ہو گیا +

چھجو مل جوان ہو کر سردار جے سنگھ کنھیا کی ملازمت میں داخل ہوا جو سکھ مسلوں میں سب سے زیادہ طاقتور مسل کا سردار تھا سردار کی فوج میں اسے کمان ملی اور گرد و نواح کے رؤسا کے ساتھ بہت سی مہمات میں شامل ہوا۔ وہ ۱۷۸۳ء میں اچل کی لڑائی میں موجود تھا جس میں سردار جے سنگھ کا لڑکا گوربخش سنگھ جسا سنگھ رام گڑھیہ اور مہان سنگھ سوکر چکیہ کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد اسے کنھیا گڑھے یا شہر امرتسر کے اُس محلے کا جو اُس وقت مشہور ہوتا جاتا تھا چودھری بنا دیا گیا اور جے سنگھ کی وفات پر رئیس مذکور کی بہو مائی سدا کور کے ماتحت بھی اسی عہدے پر مامور رہا۔ گرد و نواح کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ علاقہ جس کو

ایک عورت حکمران ہے بڑی آسانی سے فتح ہو جائیگا مگر اس عورت نے
جس کو چھجو مل کی اعانت سے تقویت تھی اس علاقے کو بڑی بہادری سے
بچایا۔ چھجو مل کو کئی دفعہ دشمنوں کے حملے سے اپنے کٹڑے کو بچانا پڑا
اور ایک موقع پر رام گڑھیوں کو پس پا کرنے میں اس نے دو برچھی کے زخم
کھائے۔ چھجو مل نے محصولات چنگی کو نصف سے زیادہ کم کر دیا اور اس طرح
بہت سے سوداگروں نے ادھر التفات کی اور کنھیا کٹڑہ میں آباد ہو گئے۔
نوجوان رنجیت سنگھ جو سدا کور کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد اپنے
دشمنوں یعنی بھنگیوں کے خوف سے بکمال احتیاط امرتسر آیا کرتا تھا چھجو مل
کے ہاں ہی ٹھیرا کرتا تھا اور چھجو مل نے ۱۸۰۲ء میں اس کو شہر کا قبضہ حاصل
کرنے میں بڑی امداد دی۔ چھجو مل رامانند کے ساتھ امرتسر کے محصولات
۱۸۱۳ء تک وصول کرتا رہا پھر اسے کانگڑے بھیج دیا گیا جہاں یہ تین
سال رہا اور بعد ازاں اجازت حاصل کر کے ہردوار اور بنارس کی جاترا
کے لئے گیا۔ ۱۸۲۰ء میں وہاں سے واپس آکر وہ پھر کام پر نہیں لگا
کیونکہ مہاراجہ نے سدا کور کے جس کی وجہ سے چھجو مل پہلے پہل رنجیت سنگھ
کی ملازمت میں داخل ہوا تھا تمام مقبوضات دبا لئے تھے۔ چھجو مل ۱۸۲۲ء
میں فوت ہوا +

چھجو مل کے بڑے لڑکے رلیا رام نے غیر معمولی طور پر اچھی تعلیم حاصل
کی تھی۔ اسے سنسکرت۔ فارسی اور ہندی سے خوب واقفیت تھی اور
یہ ریاضی و کیمیا کا عالم بھی تھا۔ ۱۸۱۱ء میں امرتسر کے ضلع کا انتظام اسکے
سپرد کیا گیا اور اس نے ڈکیتی اور راہزنی کے فرو کرنے میں بڑی ہمت
اور جرأت سے کام کیا۔ رنجیت سنگھ اس کی گرمجوشی سے ایسا خوش ہوا کہ

سنہ ۱۸۱۲ء میں محکمہ چنگی کا افسر مقرر کردیا۔ اس زمانے میں کشمیر اور ملتان اور ڈیرہ جات کے علاقے مفتوح نہ ہوئے تھے مگر جب ان علاقوں میں سے کوئی لیا جاتا تھا اسی وقت رلیا رام کو اس کے محکمہ چنگی کا انتظام سپرد کردیا جاتا تھا۔ اس کی تقرری سے پہلے محصولات کے وصول کرنے کا کوئی باقاعدہ دستور نہ تھا بلکہ ہر ناظم سوداگروں سے جو اُس کے علاقے میں سے گزرتے تھے زیادہ سے زیادہ ممکن الوصول رقم وصول کرلیتا تھا رلیا رام نے پنڈدادنخاں کی نمک کی کانوں کے محاصل بہت زیادہ کردئے اور روانے کا دستور جاری کیا +

سنہ ۱۸۲۱ء میں جب سکھ فوج مانکیرہ کی لڑائی میں مشغول تھی سردار جے سنگھ اٹاری والا باغی ہوگیا اور مصر رلیا رام کو دوسرے سرداروں کے ساتھ اُس کی سرزنش کے واسطے بھیجا گیا۔ ایک بھاری جمعیت کے ساتھ اس نے باغی سردار کے قلعہ کالر کہار پر حملہ کرکے اس کو فتح کیا اور جے سنگھ کو مجبوراً دوست محمدؐ خاں والیٔ کابل کے پاس پناہ لینے کے لئے بھاگ کر جانا پڑا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں رلیا رام جس کی مستعدی اور راستبازی کی وجہ سے دربار میں اس کے دشمن پیدا ہوگئے تھے موردِ عتاب ہوا اور اس کو ایک لاکھ روپیہ جرمانہ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عتاب زیادہ تر کرپا رام چوپڑے کے اثر سے تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں رلیا رام محافظ دفتر بنایا گیا۔ سنہ ۱۸۴۱ء میں اس نے کھڈ ضلع راولپنڈی میں ایک گندھک کی کان دریافت کی جس سے مہاراجہ شیر سنگھ اس قدر خوش ہوا کہ علاقہ جنڈیالہ میں ۱۱۰۰۰ روپیہ کی جاگیر عطا کی اور فارسی میں ایک اعزازی خطاب دیا +

مصر رلیا رام کا دوسرا بیٹا صاحب دیال اپنے باپ کے ماتحت محکمۂ چُنگی میں منشی ہوکر سکھوں کی ملازمت میں داخل ہوا اور ۱۸۳۲ء میں فوج باقاعدہ کے بخشی خانے میں اسکی تبدیلی کردی گئی۔ ۱۸۳۹ء میں اسے جالندھر کے محکمۂ چُنگی کا افسر بنایا گیا اور ستلج کی لڑائی کے ختم ہونے تک اسی عہدے پر مامور رہا۔ ۱۸۴۶ء میں جب جھنگ کا وسیع ضلع صوبہ ملتان سے جس کے یہ تیسرے حصّے کے برابر تھا علیحدہ کیا گیا تو مصر رلیا رام کو اس کا کاردار بنا دیا گیا اور یہ مع صاحب دیال اس کے ضوابط محصولات کی نظر ثانی کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ اگست ۱۸۴۷ء میں دونوں باپ بیٹوں نے فارسی میں اعزازی خطاب حاصل کئے اور اسی سال ستمبر کے مہینے میں سکھوں کے سارے علاقے کے محصولات ان کے زیر اہتمام کردئے گئے۔ ہر پندرھویں دن وہ حساب کی ایک نقل براہ راست رزیڈنٹ صاحب بہادر کی خدمت میں اور ایک دربار میں پیش کیا کرتے تھے اور تمام ماتحت افسران محکمہ کی تقرری و برطرفی کے ان کو اختیارات تھے۔ ان نئے انتظامات کا زیادہ بوجھ مصر صاحبدیال پر پڑا کیونکہ اس کا باپ اس زمانے میں بڈھا ہوگیا تھا اور صاحبدیال نے جس سرگرمی اور لیاقت سے اس انتظام پر عمل درآمد کیا بہت قابل تعریف ہے کیونکہ اس انتظام کے بہت سے مراتب خود اس کے خیالات سے جو وہ محکمہ مال کی نسبت رکھتا تھا۔ متضاد تھے۔

سکھوں کی عملداری میں تقریباً ہر جنس پر محصول لیا جاتا تھا۔ اسباب عیش و سامان مایحتاج میں امتیاز کرنے کا کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ بالفاظ دیگر امیر اور غریب میں محصول کا بوجھ حسب حیثیت تقسیم کرنے کا

کچھ فکر نہ کیا گیا تھا - ایندھن - سبزیات - غلّہ - گھی اور دیگر ضروریات
جو نہایت مفلس آدمی کے واسطے بھی لابد ہیں سب پر محصول لیا جاتا
تھا اور نہ صرف ان محاصل کی شرح نامناسب تھی بلکہ ان کی وصولی میں
بھی نہایت بیجا تشدّد کیا جاتا تھا ملک میں جابجا چُنگی خانے تھے جن میں
مسافر یا سوداگر سے گستاخانہ و جابرانہ سلوک کے علاوہ ان کو خواہ مخواہ
روک لیا جاتا تھا - ہر قصبے کی شرح محصول الگ تھی جب کوئی جنس قصبے
میں لائی جاتی تو اُس پر محصول درآمد لیا جاتا تھا - دوسرا محصول اسی جنس
پر اُس وقت لیا جاتا تھا جب یہ دُکاندار کے پاس پہنچتی تھی اور اسی پر
محصول برآمد اُس وقت لیا جاتا تھا جبکہ وہ شہر سے پھر باہر لیجائی جاتی تھی -
مزا یہ ہے کہ اس محصول سے جتنی لوگوں کو تکلیف اور بیوپار کا ہرج ہوتا
تھا اتنا محصولات کی اس قدر زیادتی پر بھی گورنمنٹ کو فائدہ نہ تھا - ۴۸
مدات سے محصولات کی کل آمدنی ۱۶۳۷۱۱۴ روپیہ ہوتی تھی اور خرچ
عملہ جو محصول کے وصول کرنے کے واسطے مامور تھا ۱۱۰۰۰۰ روپیہ
یا قریباً ساٹھ فی صدی تھا - دیوان مول راج کے حساب سے جو رلیارام سے
پہلے پنڈ دادنخاں کی کانہائے نمک کا منیجر تھا ظاہر ہوتا ہے کہ
۸۱۸۸۲۰ روپیہ کی آمدنی میں سے تیس روپیہ فی صدی اخراجات اور نقصان
میں چلے جاتے تھے ✤

میجر ایچ لارنس صاحب بہادر رزیڈنٹ اور اُنکے بھائی جان لارنس
صاحب بہادر کی زیر نگرانی جن کے قابل صلاح کار مصر رلیارام صاحب دیوان
تھے کل انتظام بدل گیا - چونگی خانے محصول گزرات اور محاصل شہر موقوف
ہوگئے - تین لینیں سرحد پر قائم کی گئیں ایک بیاس اور ستلج کے کنارے

ایک دریائے سندھ کے کنارے اور تیسری شمال مشرقی سرحد پر تجارت کشمیر کے واسطے۔ نئے محصولات فقط بائیس اجناس پر محدود کر دئے گئے جن کی آمدنی کا تخمینہ ۱۳۴۸۲۲ روپیہ ہوا جس پر سالانہ خرچ صرف ۲۷۰۰۰ یعنی تین فی صدی سے بھی کم تھا۔ نئے محاصل میں ایزادی آبکاری کے لائسنسوں سے کی جانی تجویز ہوئی ایک ہلکے محصول میر بحری سے تخمیناً ایک لاکھ روپیہ اور نکل آیا۔ کانہائے نمک کا بہترین اور زیادہ کفایت شعاری سے انتظام کیا گیا۔ تجارت کی اس عظیم الشان سہولت کے باوجود بھی محاصل میں صرف ایک آٹھواں حصہ کم ہوا۔ الحاق کے بعد پنجاب بھر میں محصولات موقوف کر دئے گئے مگر ۶ سال کے بعد محکمہ آبکاری کی ۲ لاکھ اور محصول نمک کی ۱۹ لاکھ آمدنی ہوئی اور تجارت کی رکاوٹیں دور ہو جانے سے ملک میں مادی لحاظ سے ایسی خوشحالی ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی *

نومبر ۱۸۴۷ء میں مصر صاحبدیال نے محسن الدولہ بیربر کا خطاب حاصل کیا۔ جون ۱۸۴۸ء میں ملتان میں بغاوت ہو جانے کے تین مہینے بعد مشہور و معروف باوا بیر سنگھ کا ایک چیلا بھائی مہاراج سنگھ اس قسم کے آدمیوں کی کثیر تعداد جمع کر کے جو سرکار سے ناخوش تھے مانجھا سے باغی مول راج کے ساتھ ملتان میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہوا سکھ فوج میں سے کوئی بھی بھائی مہاراج سنگھ کے گرفتار کر لینے کی جرأت نہ کرتا تھا مگر مصر صاحبدیال نے جو اُس وقت جھنگ کا جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے کاردار تھا اقرار کیا کہ اگر مہاراج سنگھ جھنگ کی طرف نکال دیا جائے تو وہ اُس کے آگے نہ بڑھنے کا ذمہ وار ہوگا۔ خوش قسمتی سے ایسا ہی ہوا کچھ غیر آئین فوج اور نمبر ۱۴ ڈریگون نے بھائی کی فوج کا تعاقب کیا

لنگر خاں ساہیوال - ملک صاحب خاں ٹوانہ اور دوسرے مسلمان رؤسا
اس کے عقب میں پھرتے رہے اور اُس وقت جبکہ بھائی مذکور جھنگ پہنچا
تو اُس کی سپاہ گھٹتے گھٹتے ۱۲۰۰ تھکے ماندے آدمی رہ گئے تھے جن پر
بابا مالی سنگھ تحصیلدار نے مصر صاحبدیال کی فوج سے بڑی سختی سے
حملہ کیا اور اُن کو چڑھے ہوئے دریائے چناب میں دھکیل دیا جس میں
آدھے سے زیادہ آدمی ڈوب گئے اور وہ جو بابا مالی سنگھ کی تلواروں
اور دریا سے بچ گئے قیدی بنا کر لاہور لائے گئے۔

اس لڑائی کے دوران میں صاحب دیال اور اُس کے باپ نے
بہت سی مہتم بالشان خدمات سر انجام دیں - انہوں نے دوآبہ رچنا
اور چج دوآب کے کچھ حصے میں امن قائم رکھا اور انگریزی فوج کو اسکے
کوچ کے وقت بہت سا غلہ دیا - جب باغی شیر سنگھ ملتان سے کوچ
کر رہا تھا تو صاحب دیال نے اس کے دو ہزار سے زیادہ خچر - اونٹ
اور بیل چھین لئے اور گو اس سے شیر سنگھ نے اپنے کوچ کی سمت نہ
بدلی مگر پھر بھی یہ ضرور ہوا کہ اُس کی فوج آگے بڑھنے سے رُک گئی -
نومبر میں صاحب رزیڈنٹ نے مصر صاحب دیال کو منتخب کر کے
اس کام کے لئے منتخب کیا کہ دربار کی طرف سے فوج انگریزی کے
مستقروں کے ساتھ رہے - اس خدمت کو مصر موصوف نے نہایت
سرگرمی اور عقلمندی سے انجام دیا - غنیم کی کارروائیوں کے باب
میں اس نے بڑی مفید معلومات حاصل کیں اور فوج کے لئے سامان
رسد افراط سے مہیا کر دئے - بعد ازاں شیخ امام الدین خاں سکندر خاں
اور بندا خاں وغیرہ کے ساتھ کرنیل ٹیلر کی فوج سے جا ملنے کے لئے

روانہ ہوا اور جب باغیوں کے سرغنوں نے اطاعت اختیار کی تو صاحب دیال نے رعایا سے ہتھیار چھیننے میں بہت امداد کی ۔ الحاق کے موقع پر رلیا رام کی ۱۱۰۰ کی جاگیر مع ۶۹۰۰ روپیہ نقد بھتے کے تا حین حیات واگزار ہوئی اور اس نقد ماوجب میں سے ۳۲۰۰ روپیہ اس کے بیٹے شنکر ناتھ کو ملنا قرار پایا ۔ صاحب دیال کی حین حیات کے لئے اس کی ۵۱۸۰ روپیہ کی جاگیر مع ۲۸۰۰ روپیہ نقدیہ مواجب کے ملے ۔ جاگیر میں سے ۹۸۵ روپیہ کی جاگیر تین پشتوں تک کے واسطے تھی اور ۱۲۰۰ روپیہ دوامی تھے ۔ رلیا رام اور صاحب دیال دونوں متموّل آدمی تھے ۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوا کہ جو نمک کی کانوں کا پٹہ دار ہو کر امیر نہ ہوا ہو کیونکہ ٹھیکہ دار سرکار میں ایک خاص رقم سالانہ ادا کرتا تھا اور اُس کو اختیار ہوتا تھا کہ جس وقت اور جس جگہ چاہے نمک فروخت کرے ۔ رلیا رام جیسے قابل آدمی کے ہاتھ میں نمک کی پٹہ داری متموّل ہونے کا بڑا ذریعہ تھی لیکن اس نے ذاتی فائدہ اٹھانے کے واسطے سرکار کے حق خدمت کو بھی فراموش نہیں کیا ۔ سرکار لاہور میں رلیا رام اور صاحب دیال جیسے لائق خدمت گزار بہت کم تھے اور اُنکے برابر دیانت دار تو کوئی بھی نہ تھا ۔ حکومت کے آخری دنوں میں کہ رشوت و فریب جعل و دغا کا بازار گرم تھا ۔ شاید صرف یہی دو آدمی تھے جنہوں نے مردمی اور وفاداری سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا یہی دو انگریزی رزیڈنٹ کی اعلےٰ پالیسی کو سمجھتے تھے اور اُسکی تائید کرتے تھے اور یہی پالیسی ایسی تھی جس سے ملک پنجاب کا اُن آفتوں سے بچ جانا ممکن تھا جو آخرکار اُس پر پڑیں ۔

۱۸۴۹ء میں رلیا رام اور صاحب دیال دونوں پنجاب سے روانہ ہوکر تیرتھ جاترا کے لئے گئے۔ رلیا رام جس کو ۱۸۴۳ء کی سکھ گورنمنٹ نے دیوان بنایا تھا ۱۸۵۱ء میں راجہ بنایا گیا اور صاحب دیال نے بھی یہی خطاب حاصل کیا۔ اُن کی ایسی عزتیں ہوئی بالکل بجا تھیں راجہ رلیا رام پنجاب میں پھر واپس نہیں آیا اور اپریل ۱۸۶۴ء میں بنارس میں فوت ہوگیا۔ راجہ صاحب دیال ۱۸۵۱ء میں واپس آیا اور کشن کوٹ ضلع گورداسپور میں اقامت اختیار کی۔ اس قصبے کا اسے بانی سمجھنا چاہئے۔ وہاں اس نے ایک سرائے۔ تالاب۔ تین شوالے اور پانچ کنوئیں بنائے۔ دوران غدر ۱۸۵۷ء میں راجہ صاحب دیال نے اپنی صلاح اور کارگزاری سے سرکار کی وفاداری ظاہر کی اور ۱۰۰۰ روپیہ کا خلعت پایا۔ ۱۸۶۰ء میں اس کو ۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر علی الدوام علاوہ جاگیر سابق کے عطا ہوئی۔ فروری ۱۸۶۴ء میں ہندوستان کی مجلس واضع آئین و قوانین کا ممبر مقرر کیا گیا اور کلکتہ میں کونسل مذکور میں شریک ہوا اجلاس کونسل کے برخاست ہونے کے بعد پنجاب واپس آیا نومبر ۱۸۶۶ء میں اسے کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں امرتسر میں اس کا انتقال ہوا جس کا ہر مذہب و ملت کے تمام لوگوں کو افسوس ہوا۔ اور پنجاب گورنمنٹ نے مفصلہ ذیل نوٹیفکیشن شائع کی:۔

"جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو راجہ صاحب دیال کے سی ایس آئی کی وفات کی خبر سن کر نہایت افسوس ہوا یہ ۱۷ فروری ۱۸۸۵ء کو امرتسر میں واقع ہوئی جس سے سرکار انگریزی کا ایک بھروسے کا

دوست اور صوبے کی اس جماعت کا ایک ممتاز آدمی جاتا رہا جس کے افراد سکھوں اور سرکار انگریزی دونوں کے عہد میں مہتم و ارکان سلطنت رہے - دونوں عملداریوں میں راجہ صاحب کی قابلیت اور دیانتداری اعزازی خطابوں کے ذریعے سے تسلیم کی گئی تھی - راجہ صاحب خیرخواہ اور وفادار مشیر تھے اور پہلے ہی سے سرکار انگریزی کی مصلحت کو سمجھ گئے تھے اور اُس کی تائید کرتے رہے تھے - ملکی طور پر راجہ صاحب سلطنت کے قابل اعتماد شخص تھے اور خانگی لحاظ سے وسیع خیالی و خلق و مروّت میں شہرۂ آفاق تھے" +

صاحب دیال کے دو لڑکے اس کی عین حیات میں فوت ہو گئے اور خاندانی جاگیر اس کے پوتے ٹھاکر ہرکشن سنگھ ولد بنسی لال کو ملی جو پراونشل درباری اور خاندان کی اس شاخ کا بزرگ ہے - ٹھاکر کشن کوٹ میں رہتا ہے جہاں کا وہ آنریری مجسٹریٹ ہے - اس کا بھائی ٹھاکر مہاں چند ایچیسن کالج میں تعلیم پانے کے بعد ۱۸۹۲ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا ۔ ۱۹۰۲ء میں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور ۱۹۰۶ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا ممبر ہوا - وہ پراونشل درباری ہے اور ۱۹۰۳ء میں دہلی کے دربار تاجپوشی میں بطور سرکاری مہمان کے مدعو کیا گیا جہاں اس نے تمغہ دربار حاصل کیا - اس کے قبضے میں ضلع امرتسر کی قریباً ۴۰۰ بیگھہ اراضی ہے اور لائلپور میں مربعے ہیں - وہ امرتسر میں رہتا ہے جہاں کا آنریری سب رجسٹرار ہے - راجہ سر صاحبدیال کے دوسرے بیٹے بلرام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس نے اپنے چچیرے بھائی پرتاب چند ولد دینا ناتھ کو متبنّے

بنایا۔ پرتاب چند ۱۹۰۲ء میں فوت ہوا اور اس کے بیٹے پریم چند نے بلرام کی جائداد حاصل کی جس میں ضلع امرتسر کی قریباً ۸۰۰ بیگھے زمین اور دوسری جائداد ہیں۔

راجہ رلیا رام کے دوسرے بیٹوں کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑا اجودھیا پرشاد گوشہ نشین آدمی تھا اور عبادت میں مصروف رہا۔ وہ جوانی میں فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا جے گوپال محکمۂ چنگی میں رلیا رام کے ماتحت ملازم تھا۔ جے گوپال ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا اس کا بیٹا دینا ناتھ ضلع لاہور میں تحصیلدار ہے۔ اس کے دو اور بیٹے بشن ناتھ اور بسنت ناتھ بنارس میں جا بسے جن میں سب سے چھوٹے بیٹے بنواری ناتھ کو سن بلوغ پر پہنچنے تک ۱۲۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی رہی۔

مہاراجہ کے عہد حکومت میں گیان چند پنڈ دادنخاں میں راجہ گلاب سنگھ کے ماتحت محصول نمک کے دفتر کا افسر تھا۔ سرکار انگریزی کے عہد میں وہ پنڈ دادنخاں کا تحصیلدار مقرر کیا گیا مگر ۱۸۵۴ء میں اپنے عہدے سے علیحدہ ہو کر امرتسر میں مقیم ہوگیا جہاں ۱۸۶۲ء میں اسے آنریری مجسٹریٹ بنادیا گیا۔ یہیں وہ ۱۸۷۸ء میں فوت ہوا۔ اس کے بڑے بیٹے سردار بہادر لچھمی سہائے پنشن یافتہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کو اس خاندان کا بزرگ خیال کرنا چاہئے۔ اسے ۱۸۹۴ء میں سردار بہادر کا خطاب ملا اور یہ پراونشل درباری ہے۔ خاندانی جائداد اس کے اور اس کے بھائی بھگت رام کے درمیان تقسیم ہوئی اور پنڈ دادنخاں تحصیل میں سو بیگھ کی معافی اس کے حصے میں اضافہ کردی گئی۔ اس نے ضلع لائل پور میں ۶ مربعے اراضی

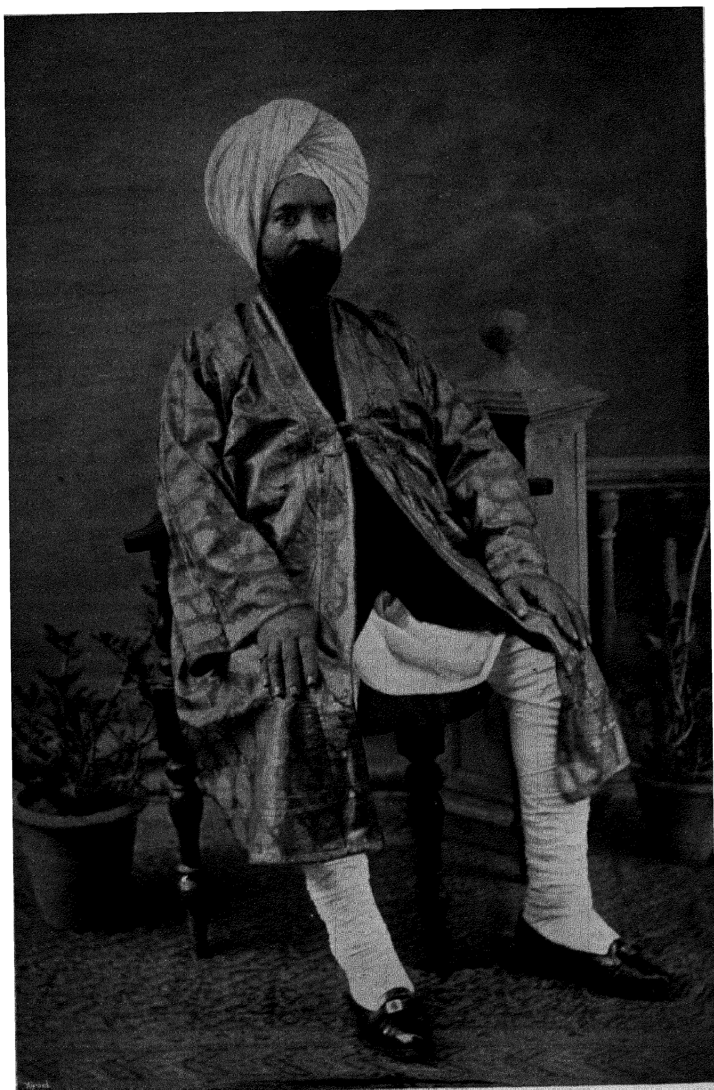
بھی حاصل کی ہے اور چک نمبر ۶۳ کا جس کا نام اس نے اپنے نام پر گڑھ لچھمی سہائے رکھا ہے نمبردار ہے۔ یہ دہلی کارونیشن دربار میں بطور سرکاری مہمان مدعو کیا گیا اور تمغۂ دربار حاصل کیا۔ اس کا بڑا لڑکا دیوی سہائے ریاست کشمیر میں ملازم تھا مگر اس نے اب نوکری چھوڑ دی ہے۔ اس کا چھوٹا بیٹا جوالا سہائے بی۔ اے اب اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر ہے اور چند سالوں سے ڈسٹرکٹ جج کا کام کرتا ہے۔ گیان چند کا دوسرا بیٹا بھگت رام ریاست کشمیر میں کئی سال تک ملازم رہ کر اب ملازمت سے علیحدہ ہو گیا ہے۔

شنکر ناتھ نے پہلے پہل ٹکسال امرتسر میں ایک عہدہ حاصل کیا اور بعد ازاں ضلع ہزارہ میں نائب بنا دیا گیا۔ ۴۹-۱۸۴۸ء کی بغاوت کے دوران میں اس نے اپنے تمام بھائیوں کی طرح اچھی خدمت کی اور بٹالہ۔ دینا نگر پٹھانکوٹ کے قریب علاقے میں امن قائم رکھا۔ وہ ۱۸۶۵ء میں بنارس میں فوت ہوا جہاں کچھ سالوں سے اس نے رہائش اختیار کر رکھی تھی اس کی وفات پر اس کے لڑکوں کو تین سو روپیہ سالانہ پنشن عطا کی گئی۔

سردار ہرچرنداس پہلے پہل محکمۂ جنگی میں نائب مقرر ہوا مگر راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت کے زمانے میں اسے مولراجیہ ڈیرے میں سات سو سواروں کا کمیدان بنا دیا گیا۔ ۱۸۴۶ء میں دربار نے اسے لاہور کا عدالتی مقرر کیا اور رکن الدولہ خطاب دیا۔ الحاق کے موقع پر اس کے قبضے میں ۱۰۰۰۰ کی جاگیر تھی جو اس کے نام واگزار رہی اور عدالتی کے عہدے کی بجائے اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

بنادیا گیا۔ سردار نے ۱۸۵۲ء میں استعفا دیدیا اور اس کی جاگیر گھٹ کر ۳۹۹۸ روپیہ کی رہ گئی۔ وہ امرتسر میں رہا کرتا تھا اس نے اپنے خرچ سے ایک خوبصورت سرائے لاہور و امرتسر کے درمیان بنوائی ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ خیرخواہی اور فیاضی کے لئے مشہور رہا جس کا ثبوت رفاہ عام کے بہت سے کاموں سے ملتا ہے جو اسکے اراکین نے اپنے خرچ سے پنجاب کے بیشتر حصص میں بنائے علاوہ انکے جن کا ذکر کردیا گیا ہے امرتسر کے رامباغ دروازے کے قریب کی سرائے راجہ رلیارام نے بنوائی۔ نیز ایک سرائے اور مندر دریائے بیاس پر نگھڑاوال سکھے گھاٹ کے پاس اور امرتسر شہر میں ایک تالاب بھی راجہ رلیارام کی یادگار ہیں *

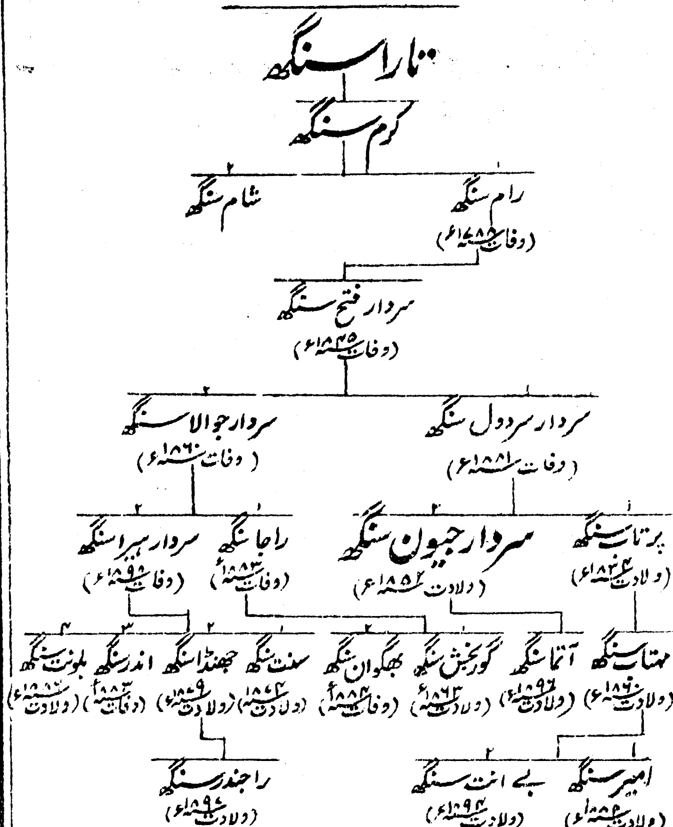
سردار ہرچرن داس ۱۸۸۴ء میں فوت ہوا۔ اضلاع امرتسر اور گورداسپور میں اس کی ۳۹۹۸ روپیہ کی جاگیریں اس کی وفات پر ضبط ہوگئیں۔ اسے ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ ریاست کپورتھلہ سے بھی ملا کرتا تھا۔ سردار مذکور امرتسر کے ممتاز اشخاص میں تھا اور شہر کا آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ اس کے بیٹوں میں سے محکم چند نے ریاست کپورتھلہ کی ملازمت مختلف عہدوں پر کی اور اب بہ مشاہرہ ۱۲ سو روپے سالانہ بہ حیثیت وکیل ریاست کپورتھلہ امرتسر میں رہتا ہے اور کشور چند اودے پور میں ریلوے راج وکیل ہے *



سردار جیون سنگھ مان رئیس مانانوالہ (ضلع امرتسر)

Sardar Jiwan Singh Man of Manawala.

# سردار جیون سنگھ مان




سردار جیون سنگھ مان اسی نسل سے ہے جس سے کہ مغل چک ضلع گوجرانوالہ کے مان سردار ہیں۔ قوم جاٹ مان کے کچھ حالات خاندان مغل چک کی تاریخ میں دئے گئے ہیں۔ قوم مان کی وہ شاخ جس میں جیون سنگھ ہے کئی پشتوں سے مانا والا ضلع امرتسر میں مقیم

ہے۔ جب یہ گاؤں قریباً ۱۷۶۰ء میں لوٹ کر مسمار کردیا گیا تو تارا سنگھ اپنے تمام کنبے سمیت اپنے سالوں کے پاس نارلی میں جا آباد ہوا۔ اس زمانے میں سکھ طاقتور ہوتے جاتے تھے اور تارا سنگھ نے سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جس میں خاص کر اسی کی قوم کے آدمی تھے ضلع امرتسر کے کئی مواضعات چھین لئے اور انہیں اپنی وفات تک قبضے میں رکھا۔ اس کا بیٹا کرم سنگھ اولوالعزم آدمی تھا اور اسے لوٹ مار کرکے مواضعات اپنے علاقے میں شامل کرلینے میں اپنے باپ سے بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔ وہ بھنگی مسل میں شامل ہوگیا اور اضلاع لاہور۔ سیالکوٹ اور امرتسر میں جاگیرات حاصل کیں۔ از سر نو موضع مانا والا آباد کیا اور وہیں بود و باش اختیار کی ؎

کرم سنگھ کے بعد اس کے دو بیٹے رام سنگھ اور شام سنگھ جانشین ہوئے۔ ۱۷۸۰ء کے قریب یہ نوجوان بھنگی مسل چھوڑ کر سردار مہان سنگھ سوکر چکیہ کے پاس چلے گئے جس نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اپنی لڑائیوں اور لوٹ مار دونوں میں ان کو حصہ دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رام سنگھ کو اپنے پرانے عُشرکاء (بھنگیوں) سے کچھ دشمنی نہ تھی کیونکہ اس نے اپنی اکلوتی لڑکی بی بی سدا کور کی شادی ایک بھنگی رئیس سردار صوبہ سنگھ ہالو والیہ کے ساتھ جو ضلع سیالکوٹ کے قلعہ صوبہ سنگھ کا بانی اور سردار بھاگ سنگھ ہالو والیہ کا بیٹا تھا کردی۔ رام سنگھ ۱۷۸۵ء میں فوت ہوا اور اس کے چھوٹے بھائی شام سنگھ نے ساری جائداد حاصل کی۔ مگر ۱۷۹۰ء میں سردار مہان سنگھ نے مانا والا اور رلیا بھادو کے علاوہ تمام جاگیر ضبط کرلی جو ۲۰۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کے تھے

اور جو شام سنگھ اپنی وفات تک وصول کرتا رہا اور اس کے معاوضے میں مہان سنگھ کی زندگی تک اس نے خدمت کے لئے کوئی فوج نہیں دی مگر رنجیت سنگھ کے عہد میں ۱۵ سوار دیتا رہا +

سردار فتح سنگھ کا اُس کے باپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں تعارف کرایا اور جب شہزادہ کھڑک سنگھ چند سال کی عمر کا تھا تو فتح سنگھ کو خاص کر اُس کی خدمت گزاری کے لئے مامور کیا گیا۔ سردار کانگڑے کی ۱۸۰۹ء کی لڑائی میں لڑا۔ ڈسکہ کی لڑائی پر گیا جہاں اس کا شانہ مجروح ہوا۔ چونیاں کی لڑائیوں میں شامل ہوا جہاں اس کے سر میں زخم لگا اور ساہیوال کی لڑائی میں بھی تھا جہاں قصبہ فتح خاں کے دینے کے بعد اس کو کمیدان مقرر کیا گیا اور وہاں وہ ایک سال تک رہا۔ ۱۸۱۱ء میں اس نے تین سو سوار خدمتی دینے کے عوض کھڑک سنگھ کی فانی جاگیروں میں سے ایک لاکھ روپیہ کی جاگیر حاصل کی۔ دوسرے جاگیردار جن کے کنٹنجنٹوں میں ۷۰۰ آدمی تھے اس کے ماتحت رکھے گئے اور لسے کچھ مفسدوں میں امن قائم کرنے کے لئے جموں اور بعد ازاں وہ دوسرے سرداروں کے ہمراہ کلو اور کانگڑے بھیجا گیا۔ وہ اٹک کی لڑائی میں لڑا اور ۱۸۱۴ء کی نحس مہم کشمیر میں بھی دیوان جیون مل کے ساتھ رام دیال کی فوج کے ہمراہ شہزادہ کھڑک سنگھ کی طرف سے گیا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد ہی سردار فتح سنگھ کو ایک بلوے کے فرو کرنے کے لئے پھر جموں بھیجا گیا۔ اس میں یہ کامیاب ہوا اور اس بلوے کے سب سرغنوں کو لاہور لے آیا مگر شہزادہ کھڑک سنگھ کے مختار بھائی رام سنگھ نے جو سردار چتر سنگھ کی طاقت اور رسوخ کی وجہ سے اُس سے نفرت کرتا تھا اُس کی شہرت کو بالکل مٹانے

کے لئے ایک خاص تدبیر کی +

اس نے گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ کو (جو بعد ازاں راجہ ہوئے) ترغیب دی کہ تم تر ہٹو اور ستھرا نام سرغنوں کو جو گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کے چچا میاں موتا کے قتل سے تعلق رکھتے تھے مار ڈالو۔ اور باقی سرغنوں کو چھوڑ دو اس ترغیب کے موافق عمل کیا گیا تو مفسدوں کے جو سرغنے اس طرح چھوٹے وہ پہاڑی علاقے کی طرف واپس بھاگ گئے اور پھر فساد برپا کر دیا۔ اس پر بھائی رام سنگھ کی توقع کے مطابق شہزادہ کھڑک سنگھ نہایت ناراض ہوا اور وہ جاگیر جو اس نے فتح سنگھ کو دے رکھی تھی ضبط کر لی۔ مگر مہاراجہ نے اس معتوب سردار پر رحم کھایا اور اسے ۲۵۰۰۰ روپے کی ایک جاگیر ۱۲۵ سوار خدمتی دینے کی شرط پر اور ۱۵۰۰۰ روپے کا نقد وظیفہ عطا کیا۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان کے مقام پر کوٹ بیجے خاں کے قلعے کی فتح سردار فتح سنگھ کے سپرد ہوئی جس میں وہ کامیاب ہوا۔ وہ کشمیر کی ۱۸۱۹ء کی مہم کے ساتھ بھی گیا اور دوسرے سال ستلج عبور کر کے اپنی جاگیر واقع مالاں میں آیا۔ مہاراجہ نے جو راولپنڈی کی طرف کوچ کر رہا تھا اُسے بلا بھیجا مگر اس نے کنٹنجنٹ کے ہمراہ صرف اپنے بیٹے سردول سنگھ کو بھیجا۔ اس کارروائی سے رنجیت سنگھ سخت غصے ہوا اور یہ شبہ کر کے کہ فتح سنگھ انگریزوں سے سازشیں کر رہا ہے مانا والا کے علاوہ اس کی ساری جاگیریں ضبط کر لیں +

دسمبر ۱۸۲۱ء میں مانکیرہ کے فتح ہونے تک یہی حالت رہی مگر اُس وقت فتح سنگھ نے ایسے بہادرانہ کام کئے کہ مہاراجہ پھر اس پر مہربان ہو گیا۔ اُسے نئی جاگیریں مرحمت ہوئیں اور مفتوح قلعہ مانکیرہ کا کمیدان بنا دیا گیا۔

۱۸۲۲ء میں وہ مہاراجہ کے ہمراہ پشاور گیا بعد ازآں بنوں کی دو لڑائیوں میں جو شہزادہ شیر سنگھ اور شہزادہ کھڑک سنگھ نے کیں شامل ہوا اور اس کا بیٹا اس کی بجائے مانکیرہ میں کام کرتا رہا۔

۱۸۲۹ء میں سردار فتح سنگھ پھر شہزادہ کھڑک سنگھ کے درباریوں میں داخل ہوا اور دو سال بعد اس کے بیٹے کو مانکیرہ سے بلا کر رسالے کے ایک ترب کا افسر بنایا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں یہ شہزادہ شیر سنگھ اور جنرل ونچورا کے ہمراہ اس لڑائی میں گیا جو انہوں نے مشہور و معروف سید احمد سے کی جس کا افغانوں اور این روئے سندھ کے علاقے میں اثر رہا تھا۔ اور جس نے اس بھروسہ پر کہ اقوام دھمتوڑ اور پکھلی اور اس کے ہندوستانی ہمراہی اس کی امداد کریں گے بالاکوٹ واقع ہزارہ کو اپنا صدر مقام بنا لیا تھا۔ یہاں سکھوں نے اس پر حملہ کر کے بالاکوٹ کا قلعہ لے لیا اور سید موصوف بمع اپنے بہت سے ہمراہیوں کے قتل کر دیا گیا گو بعد ازآں یہ دعویٰ کیا گیا کہ دریا نے پھٹ کر اس کے لئے جگہ کر دی اور وہ بچ گیا ۱۸۳۴ء میں سردار شہزادہ نونہال سنگھ کے ہمراہ پشاور گیا اور پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات تک بنوں۔ ٹونک اور پشاور میں نوکری دیتا رہا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے وقت فتح سنگھ نونہال سنگھ کے ماتحت پشاور میں اور سردول سنگھ ٹونک میں تھا۔ نئے مہاراجہ سے سردار نے ۳۰۰۰۰ روپے مالیت کی مزید جاگیریں کوٹ باری خاں ضلع گوجرانوالہ میں حاصل کیں جن کی وجہ سے اس کی تمام جاگیرات ۸۲۰۰۰ روپے کی ہو گئیں جن کے معاوضے میں ۱۰۰ اسوار خدمتی دینے کی شرط تھی۔

سردول سنگھ نے جنرل ونچورا کے ماتحت ۱۸۴۰ء میں منڈی

کی لڑائی میں اور کملاگرڑھ کے محاصرے اور فتح میں خدمات کیں۔اپریل ۱۸۴۱ء میں فتح سنگھ سات سُو سواروں کے ساتھ ۰۰۰۰۰۰۱ روپے کے خزانے کے جو کابل کو جانا تھا پہنچانے کے لئے فیروزپور سے پشاور گیا۔ فروری ۱۸۴۵ء میں راجہ لال سنگھ نے اپنے حریف سردار جواہر سنگھ کے ساتھ اس فوج کی افسری منظور کی جو راجہ گلاب سنگھ کے خلاف جارہی تھی۔اس نے یہ عہدہ لیتے وقت بہت کچھ تکرار کی تھی کیونکہ وہ جواہر سنگھ کو اپنے پیچھے لاہور میں چھوڑ جانے سے خایف تھا۔اُس وقت اُن افسروں میں جنہیں لال سنگھ نے اپنے ہمراہ لے جانے پر اصرار کیا فتح سنگھ بھی تھا۔ پھر فوج میں آتے ہی لال سنگھ نے دوسرے سرداروں کے ساتھ فتح سنگھ کو بھی عہد و پیمان کرنے کے لئے بھیجا۔گلاب سنگھ ان سفیروں کے ساتھ با اعزاز تمام پیش آیا اور وہی کیا جو وہ اکثر ایسے مواقع پر کیا کرتا تھا یعنی چند دن تک ان کو اس طرح دم دیتا رہا کہ کبھی اطاعت کا اقرار کرتا اور کبھی مقابلے کی دھمکی دیتا۔آخرکار یہ سفیر گلاب سنگھ سے یہ سُن کر کہ جو عہدنامہ اُس کے کارندوں نے لاہور میں کیا تھا وہ اُسی پر قائم رہے گا واپس آئے لاہور سے جتنے روپے کا دعوے ہوا تھا اس کے دینے سے راجہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ ثابت ہو جانے پر روپیہ ادا کیا جائے گا۔نیز ثبوت کے لئے یہ استدعا کی کہ اس کے بھتیجے ہیرا سنگھ کے خاص نوکروں وزیر بچنا*

* مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات تک بچنا جو جنڈیالہ پرگنہ شیخوپورہ کا جاٹ تھا پنڈت جلا کے ماتحت راجہ ہیرا سنگھ کے پہاڑی علاقے کا منیجر رہا۔جب پنڈت مذکور ہیرا سنگھ کے وزیر ہونے پر لاہور چلا گیا تو بچنا اس کی جگہ پہاڑی علاقے میں مقرر ہوا اور اُس کو وزیر کا خطاب ملا۔پھر راجہ گلاب سنگھ نے جنوری ۱۸۴۵ء میں علاقہ جسروٹہ دربار کو

ہیرا نند اور گنپت رائے کو جن کے اعتبار پر سرکار لاہور نے دعویٰ کیا ہے
اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ یہ سفیران تین آدمیوں کو ہمراہ لیکر
جموں واپس گئے۔

فتح سنگھ مان کے علاوہ اس ڈیپوٹیشن میں جو جموں گیا بابا میاں سنگھ
کہ ایک بڑا پارسا اور پرانا بیدی تھا اور رتن چند دوگل جو منشیوں کی
جماعت میں بڑا بارسوخ تھا اور سردار شیر سنگھ اٹاری والا شامل تھے۔ یہ
کچھ دن تک جموں میں رہے مگر کوئی معاملہ طے نہ پایا کیونکہ گلاب سنگھ
سکھ فوج کے ساتھ جن کی پنچائتیں جموں میں بھی تھیں علیحدہ عہد و پیمان کر رہا تھا
آخر کار ۲۸ فروری کو وزیر بچنا اور راجہ میں سخت تکرار ہونے کے
بعد آخر الذکر نے رقم مدعیّہ میں سے ۴۰۰۰۰ روپے بطور پیشگی دیدیا
اور ڈیپوٹیشن رخصت ہوا۔ ایک کانٹوں کی باڑ سے گزرتے ہوئے جو
شہر جموں کے گرد لگادی گئی تھی راجہ کی فوج نے سفیروں پر گولیاں بھی
چلائیں سردار فتح سنگھ اور وزیر بچنا تو وہیں ہلاک ہو گئے اور دیوان
گنپت رائے کو جوان دونوں کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر سوار تھا ایسا
مہلک زخم پہنچا کہ وہ دوسرے دن مرگیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے اپنی بیگناہی
اور افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ یہ معاملہ اُس کی خواہش اور حکم کے خلاف ہوا

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۶) دیا تو بچنا خزانہ دینے کے لئے وہاں رہا اور اُس کے بعد لاہور بلایا
گیا۔ وہاں سکھوں کی پہاڑی علاقے میں زیادتیوں کی خبر سے بے امنی پھیلی اس کا اس نے
یہ فایدہ اُٹھایا کہ دربار کے ماتحت پھر جسروٹہ کا ناظم مقرر ہو گیا اور اس منصب کا کام
لینے کو جاتا تھا کہ راہ میں اسے جموں بلا لیا گیا۔ یہ قابل شخص تھا اور پہاڑ کے لوگ
اس کی نرم مزاجی اور دیانت داری کی وجہ سے اسے عزیز رکھتے تھے۔

اور راجہ نے باوامیاں سنگھ، شیر سنگھ اور رتن چند کو اس معاملے کے طے کرنے کے لئے جموں میں ٹھیرالیا +

اس میں مطلق شبہ نہیں کہ گلاب سنگھ نے ہی سفیروں کے قتل کا یہ طریقہ تجویز اتھا۔ بالیقین اُس کو سردار فتح سنگھ سے کچھ عداوت نہ تھی مگر سردار اُس آدمی کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر سوار تھا جس کو مار دینے کا اس نے پختہ ارادہ کر رکھا تھا اور جس طرح کہ میاں اُدتم سنگھ نونہال سنگھ کے ساتھ مرا اسی طرح فتح سنگھ وزیر بچنا کے ساتھ مقتول ہوا +

جب بچنا دوبارہ جسرو ٹہ کا ناظم مقرر ہوا تو گلاب سنگھ نے سمجھا کہ اُس کا تقرر خود میرے اپنے قبضے کے برابر ہے۔ مگر اس میں اس کی توقع پوری نہ ہوئی۔ پنڈت جلّا نے بچنا کو گلاب سنگھ سے نفرت کرنے اور اس پر اعتبار نہ کرنے کی تعلیم دی تھی پھر جب بچنا ڈیپوٹیشن میں شامل ہوا تو راجہ گلاب سنگھ کو معلوم ہوگیا کہ جس کو وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھا وہ بالکل دربار کا خیر خواہ تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ بچنا دشمن بن کر اُس کو بہت نقصان پہنچا سکتا ہے کیونکہ وہ پہاڑی علاقے میں ایسا با رسوخ تھا کہ اس کے کہنے پر گلاب سنگھ کی راجپوت فوجیں بھی سکھوں کی طرف ہو جاتیں اور اسی وجہ سے راجہ نے اس کے مار دینے کا ارادہ کر لیا تھا +

سردار فتح سنگھ کی موت کا سرداروں کو بہت غم ہوا اور گو اس سردار کی موت سے گلاب سنگھ کے خلاف بہانہ بنا لینا آسان تھا تاہم فوج نے اس وقت سرداروں کی کچھ پرواہ نہ کی بلاشک وہ ایسے پرانے سردار کو جیسا کہ فتح سنگھ تھا ہیچ سمجھتی تھی کیونکہ سردار موصوف باقاعدہ فوج

کو ایک نہایت خوفناک جماعت سمجھتا تھا اور اس کے خیالات اور سب باتیں بڑے مہاراجہ کے زمانے کی سی تھیں +

دو مہینے بعد جب راجہ گلاب سنگھ لاہور لایا گیا تو ۸۰۰۰۰ ۳ روپے میں سے جو اُسے ادا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا ۱۱۰۰۰۰ روپیہ سردار فتح سنگھ کی موت کے تاوان کے طور پر لیا گیا +

مئی ۱۸۴۵ء میں سردار جواہر سنگھ نے ۳۰۰۰۰ روپے کی وہ جاگیر جو مہاراجہ کھڑک سنگھ نے فتح سنگھ کو دی تھی ضبط کرلی۔ سردول سنگھ اس موقع پر حسن ابدال میں تھا اور اسی سال کے اگست مہینے میں اس نے اٹاری والے اور دوسرے سرداروں کے ساتھ شہزادہ پشاورا سنگھ سے اٹک کا قلعہ واپس لیا۔ سردول سنگھ ستلج کی لڑائی میں بھی لڑا اور اگست ۱۸۴۶ء میں وزیر راجہ لال سنگھ نے بغیر کسی ظاہرا سبب کے مانا والے کی جاگیر کے علاوہ جو ۳۰۰۰ روپے کی تھی باقی تمام جاگیریں ضبط کرلیں۔ سردول سنگھ میجر لارنس صاحب بہادر کے پاس اپیل کرنے کے لئے شملہ گیا اور اُن ہی کے ساتھ واپس لاہور آیا۔ لال سنگھ کی معزولی اور جلاوطنی کے بعد سردار فتح سنگھ کے قرض خواہوں نے سردول سنگھ سے اس کے باپ کے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے قرضے کا تقاضا شروع کیا اور میجر لارنس صاحب بہادر نے دربار میں کہہ سُنکر اس کے نام ۳۰ سوار خدمتی دینے کے عوض ۱۲۰۰۰ روپے کی جاگیریں دلادیں۔ مگر ان سواروں میں سے ۲۰ سوار کا پانچ سال تک دینا معاف تھا اور اُن کی خدمت کے لئے ۶۰۰۰ روپے کی رقم قرضے کی ادائیگی میں دی جانی قرار پائی۔ الحاق کے موقع پر اس خاندان

کی ذاتی جاگیریں جو ۰۵۰۰ اروپے کی مالیت کی تھیں تاحین حیات اور ۳۰۰۰ روپے کی علی الدوام واگذار رہوئیں۔ ان میں ۲۱۴۷ روپے کی علی الدوام سردول سنگھ کی نرینہ اولاد کے لئے تھیں اور ۸۵۳ روپے کی جوالا سنگھ کی نرینہ اولاد کے لئے۔

سردار جوالا سنگھ جس کی سردول سنگھ کے ساتھ نہ نبتی تھی ۱۸۶۰ء میں فوت ہوا ان کی بہن بی بی کا کو جو سردار اجیت سنگھ سندھاوالئے کے ساتھ بیاہی گئی تھی ستمبر ۱۸۴۳ء میں اپنے خاوند کی وفات کی خبر سن کر جو قلعہ لاہور میں ہوئی نورنگ آباد میں اُس کے کپڑوں کے ساتھ ستی ہوگئی۔ بغاوت ۱۸۴۸ء کے دوران میں سردار سردول سنگھ سرکار کا خیر خواہ رہا اور ۱۸۵۷ء میں اپنی حیثیت اور پریشان حالی کے لحاظ سے اُس نے حتی المقدور ہندوستان میں خدمت کرنے کے لئے سوار بھرتی کئے۔

سردار سردول سنگھ مان ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا اس نے اپنی وفات سے پہلے عوام الناس کے کاموں میں کوئی نمایاں حصّہ نہیں لیا کیونکہ اس کے اوقات تمام وکمال خانگی نزاعوں میں صرف ہوتے تھے۔ چونکہ اس کا خاص قسم کا مزاج تھا اس لئے اکثر بیٹوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس کا عناد رہتا تھا۔ اس کی وفات پر ۷۵۰۰ روپے کی جاگیر میں سے ۲۱۴۷ روپے کی جاگیر اس کے دو پس ماندہ بیٹوں پرتاپ سنگھ اور جیون سنگھ کے نام جاری رہی اور باقی ماندہ ضبط ہوگئی۔ ان دونوں بیٹوں کے جدی مواضعات مانا والا اور میہو کا ضلع امرتسر میں حصے بھی ہیں اور نیز موضع مانا والا

تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں بھی جو اُن کے باپ نے آباد کیا تھا حصے ہیں۔ جیون سنگھ اب خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ مانا والے کا نمبردار۔ لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کا ممبر آنریری مجسٹریٹ اور ڈویژنل درباری ہیں۔ بذریعہ وراثت اور خرید اس کے قبضے میں قریباً ۸۰۰ ۵ کنال اراضی اور شہر امرتسر کا ایک باغ ہے۔ جدی مواضعات کے متذکرہ بالا حصص ان کے علاوہ ہیں +

جیون سنگھ نے چار شادیاں کیں۔ اس کی ایک بیوی سردار فتح سنگھ رئیس جالندھر کی لڑکی تھی۔ دوسری سردار اُوتم سنگھ انسپکٹر پولیس ساکن منٹگمری کی لڑکی اور تیسری سردار ہرنام سنگھ کی دختر تھی جو موضع نرندرپورہ ریاست پٹیالہ کا رئیس اور رئیس پٹیالہ کا رشتہ دار تھا +

بڑے بھائی پرتاپ سنگھ کے قبضے میں قریباً ۵۰۴ کنال اراضی ہے اور وہ سخت مقروض ہے۔ اس کے بیٹے مہتاب سنگھ کی شادی ارجن سنگھ رئیس موضع رائے پور ضلع لدھیانہ کی لڑکی سے ہوئی۔

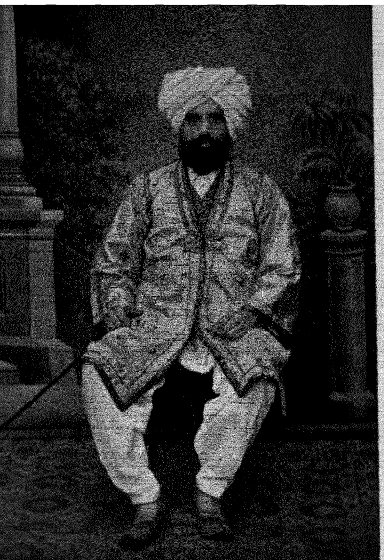
چوالا سنگھ کے لڑکے راجہ سنگھ اور ہیرا سنگھ نے اپنے باپ کی وفات پر اُس کی ۸۵۳ روپے کی جاگیر جو جدّی مواضعات مانا والا اور مہیو کا میں ہے حاصل کی۔ راجہ سنگھ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ اس کا اکلوتا پس ماندہ لڑکا گوربخش سنگھ المعروف فتح محمد جانشین ہوا۔ ہیرا سنگھ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر اور امرتسر کے لوکل بورڈ کا پریزیڈنٹ تھا۔ اس نے اس وقت جبکہ کابل کی لڑائی کے دوران میں باربرداری کے لئے لدو جانور خریدے جا رہے تھے اور نیز اور مواقع پر اچھی خدمات کیں۔ یہ ڈویژنل درباری تھا اور

سنہ ۱۸۹۸ء میں تین لڑکے چھوڑکر فوت ہوا جن کے درمیان اس کا حصہ جایداد منقسم ہوا۔ سب سے بڑا لڑکا سنت سنگھ مانا والے کا نمبردار ہے۔ دوسرا لڑکا جھنڈا سنگھ سندھ میں جہاں اسے زمین ملی ہوئی ہے رہتا ہے +



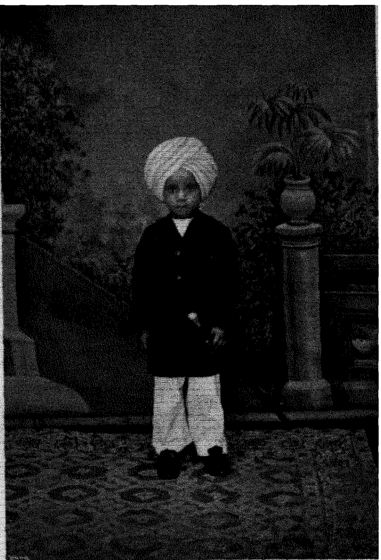
صورت سنگھ

Surat Singh



سردار ہرنام سنگھ ایمانوالہ رئیس امرتسر

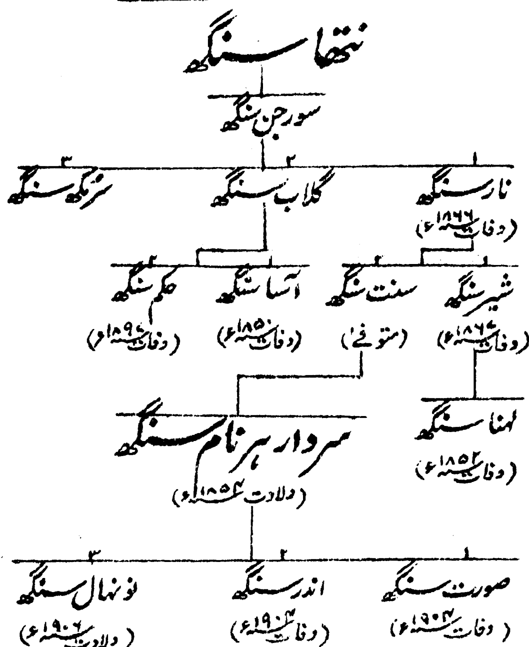
Sardar Harnam Singh Aimawala of Amritsar



گوردیال سنگھ

Gurdayal Singh

# سردار ہرنام سنگھ ایمہ والہ




قریباً ۱۷۳۹ء میں ایک اُپال کھتری نتھا سنگھ نامی اپنے وطن لکار کی ضلع گورداسپور سے نقل مکان کر کے امرتسر آگیا اور ایک ویران گاؤں پھر آباد کیا جس کا نام پہلے باشندوں کے حقوق کو زایل کرنے کے لئے اس نے ایمہ رکھا جس کے معنی گاؤں پر حقوق مالکانہ رکھنے کے تھے اس کے لڑکے سورجن سنگھ نے نہ صرف یہ گاؤں ورثہ میں پایا بلکہ اپنے چچا دل سنگھ کی جاگیریں بھی جو سردار سیوا سنگھ اولکھ والا کے ساتھ ایک

جھگڑے میں مارا گیا تھا حاصل کیں۔ یہ جاگیریں بہت بڑی تھیں جن میں بہت سے پرگنہ جات ڈسکہ پسرور اور اجنالہ کے گاؤں شامل تھے۔

۱۷۸۳ء* کی قحط سالی میں سورجن سنگھ نے چھار باجوا ضلع سیالکوٹ راجہ رنجیت دیو کے بیٹے برج راج دیو سے چھین کر قبضے میں کر لیا۔ وہ بھنگی مسل سے تعلق رکھتا تھا اور سردار کرم سنگھ کے ماتحت لڑتا رہا۔ اور ۱۷۹۹ء میں مر گیا اس کا بڑا بیٹا نار سنگھ سردار گلاب سنگھ بھنگی کے ساتھ شامل ہوا جو اس مسل کا سردار تھا جو رنجیت سنگھ کے لاہور پر قابض ہو جانے کے بعد اس کی مخالفت میں تیار کی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایک مہم رنجیت سنگھ پر بھیجی گئی تو نراین سنگھ بھی اس میں شریک تھا مگر سردار گلاب سنگھ اپنی بدکاری کی بدولت کوٹھانی میں مارا گیا۔ اور یہ مہم ٹوٹ گئی۔

اس کے بعد جلدی ہی ۱۸۰۳ء میں نار سنگھ رنجیت سنگھ سے جا ملا۔ اور پنڈی بھٹیاں کی لڑائی اور بعد ازاں بھنگیوں کے ساتھ قلعہ کالر کی لڑائی میں جہاں جودھ سنگھ اٹاری والے نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ وہ مہاراجہ کے ہمراہ تھا۔ ۱۸۰۴ء میں نار سنگھ پھر رنجیت سنگھ کے ہمراہ راجہ سنسار چند کٹوچ سے لڑنے گیا۔ سنسار چند نے جالندھر دوآب کے ایک حصے پر قبضہ کر لینے کی کوشش کی تھی مگر ہوشیارپور کے قریب شکست کھا کر پہاڑی علاقے کی طرف ہٹا دیا گیا۔ اس کے بعد کی لڑائی جس میں نار سنگھ

*۱۷۸۳ء کا قحط ایسا سخت تھا کہ پنجاب میں ویسا سخت قحط کسی کو یاد نہیں۔ دو سال پہلے خراب گزرنے اور یہ ۱۷۸۳ء تیسرا اور اخیر سال تھا۔ اس میں ہزاروں آدمی فاقے سے مر گئے اور بہت سے کشمیر اور ہندوستان کو چلے گئے۔ لوگوں میں سمت ۱۸۴۰ء ہونے کی وجہ سے یہ سال دونتہ ۲ مشہور ہے۔

نے حصہ لیا حافظ احمد خاں رئیس جھنگ کے ساتھ ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رئیس مذکور قید ہو گیا اور اس کا علاقہ لے لیا گیا۔ نارسنگھ نے ملتان کی پہلی ناکامیاب لڑائی میں خدمات کیں اور کشمیر کی دونوں مہموں میں شہزادہ کھڑک سنگھ کے ڈیرے میں دیوان رام دیال کے ماتحت خدمات بجا لایا۔ کشمیر کے فتح ہو جانے پر اسنے سمباہ علاقہ جموں میں ۱۴۰۰ روپے کی جاگیر حاصل کی۔ وہ ٹیری کی سنہ ۱۸۲۳ء کی لڑائی میں لڑا اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے ماتحت نارا کے مقام پر خدمات کیں۔ پھر سنہ ۲۶-۱۸۲۵ء میں شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت سکھ فوج میں شامل ہو کر وہ مٹھن کوٹ کے مزاریوں سے لڑنے کے لئے گیا۔

جب جواہر سنگھ وزیر ہوا تو نارسنگھ پر عنایتوں کی جھڑی لگ گئی کیونکہ اس نے اپنی دوسری شادی جواہر سنگھ کی بہن مہارانی جنداں کی چچی سے کی۔ اس کو تحفے کے طور پر ایک ہاتھی بمعہ طلائی ہودے کے ملا۔ مولراجیہ رجمنٹ کا سردار بنایا گیا اور سردار سمباہ کے ساتھ ان باغیوں کی سرزنش کے لئے گیا جنھوں نے پھالیہ اور گجرات کے اردگرد کا علاقہ تہ و بالا کر دیا تھا اور کیر صاحب کو لوٹا جو ایک تیرتھ کی جگہ ہے جہاں سری گورو نانک صاحب کیر یعنی چوہوں کی اکھاڑی ہوئی مٹی پر سوئے تھے سرکش لوگوں میں جلدی امن قایم کر دیا گیا اور ان سے بہت سا لوٹ کا مال واپس لیا گیا۔

ستلج کی لڑائی کے دوران میں نارسنگھ نے سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت خدمات کیں۔ ملتان کی بغاوت کے دوران میں یہ اور اس کے سواروں کا کنٹنجنٹ اپنی سرکار کے وفادار رہے اور کانہائے نمک کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر رلیا رام کے ماتحت اسے پنڈ دادنخاں بھیجا گیا۔ جہاں سے وہ راجہ دینا ناتھ

کے ساتھ لاہور اس وقت واپس آیا جبکہ آخر الذکر سردار چتر سنگھ کی فہمائش کے لئے گیا اور ناکام پھرا۔ ۱۸۲۵ء سے جبکہ اس کی بڑی جاگیریں ضبط ہوگئیں تو اس کے قبضے میں صرف ۲۲۰۰ روپے مالیت کی جاگیریں اور ۲۱۷۶ روپے کے نقد وظیفے رہے ۱۸۴۹ء میں اس کی جاگیریں اس کے نام مستقل طور پر واگذار ہوئیں اور ۱۸۶۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا +

نار سنگھ کا بھائی گلاب سنگھ ۵۰ روپے سالانہ مشاہرے پر سولراجیہ رجمنٹ میں ملازم رہا۔ اس کی لڑکی کی شادی سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ساتھ ہوئی مگر وہ شادی ہونے سے چھ مہینے کے اندر مرگیا۔ تیسرا بھائی سرمکھ سنگھ نوجوان فوت ہوا۔ سردار سنت سنگھ اپنے باپ نار سنگھ کی جگہ خاندان کا بزرگ ہوا مگر چونکہ نار سنگھ کی وفات پر جاگیریں ضبط ہوگئی تھیں اس لئے وہ مفلس رہ گیا۔ اس کی ماں مسمات کشن کور جو ۱۸۸۲ء میں فوت ہوئی ۲۴۰ روپے سالانہ وظیفہ بطور مراحم خسروانہ پاتی تھی۔ سنت سنگھ کی شادی ہو جانے کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاندان کے ساتھ رشتہ داری تھی۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا ہرنام سنگھ اس کا جانشین ہوا۔ وہ ڈویژنل درباری لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کا ممبر اور ترنتارن کا سب رجسٹرار ہے۔ ایمہ کلاں ضلع امرتسر کی قریباً ۱۰۰ بیگھہ اراضی اس کے قبضے میں ہے۔ اور خاص امرتسر میں کچھ جائداد سکنی ہے۔ اس کی آمدنی قریباً ۱۰۰۰ روپے سالانہ ہے۔ شادی کے ذریعہ سے سرداران مجیٹھیہ کے خاندان کے ساتھ اس کی رشتہ داری بھی ہے +

# سردار بہادر سردار ارجن سنگھ چاہل سی آئی ای مرحوم

## کتھا سنگھ

۱ سردار کرم سنگھ (وفات ۱۸۲۳ء) — ۲ نودھ سنگھ

سردار گورمکھ سنگھ (وفات ۱۸۳۶ء)

سردار جوالا سنگھ (وفات ۱۸۴۶ء)

سردار بہادر سردار ارجن سنگھ سی - آئی - ای (وفات ۱۹۰۹ء)

۱ اقبال سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء) — ۲ دیوندر سنگھ (وفات ۱۹۱۱ء) — ۳ اوتار سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — ۴ سوہن سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء) — ۵ ہرنند سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء)

ایک چاہل جاٹ کتھا سنگھ نامی نے بمعہ اپنے بھائیوں کے بھنگی سرداران لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ کی جنھوں نے ۱۷۶۴ء میں لاہور پر قبضہ کیا ملازمت اختیار کی - ان میں سے کسی کو بھی عروج نہیں ہوا اور اُن کے قبضہ میں خدمات کے عوض چھوٹی چھوٹی جاگیریں رہیں کتھا سنگھ بہاولپور کی سرحد پر ایک معمولی لڑائی میں مارا گیا اور اُس کا بیٹا کرم سنگھ اس کی جاگیروں کا جو ۵۰۰۰ روپے کی مالیت کی تھیں

وارث ہوا۔ چند سال کرم سنگھ بھنگی مسل کے ہمراہ لڑتا رہا اور اپنی بہادری اور قابلیت کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا کہ اتنے میں رنجیت سنگھ نے ۱۷۹۹ء میں سردار لہنا سنگھ کے بیٹے چیت سنگھ سے لاہور لے لیا۔ کرم سنگھ پہلے پہل تو اپنے پرانے آقا کے جس کو رنجیت سنگھ نے ۶۰۰۰ روپے کی جاگیر دیدی تھی دامن دولت سے وابستہ اور اس کی قسمت کا شریک رہا مگر آخر ایسے آدمی کے ساتھ جو کسی طرح بھی ترقی نہ کر سکتا تھا۔ رہنا فضول سمجھ کر اس نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کر لی جس نے اجنالہ کے علاقے میں اسے کئی مواضعات دئے۔ کرم سنگھ پر مہاراجہ کی نگاہ عاطفت دن بدن زیادہ ہوتی گئی یہاں تک کہ وہ ایک بڑا طاقتور سردار بن گیا۔ پنڈی بھٹیاں اور جھنگ کی لڑائیوں کے بعد اس نے کئی نئے گاؤں جاگیر میں حاصل کئے اور قصور کی لڑائی کے بعد جس میں اس نے اپنے آپ کو خاص طور پر ممتاز کیا رنجیت سنگھ نے اسے ڈوڈا اور کھائیوال کے علاقہ جات دئے۔ اس کی جاگیروں کی مالیت آخر کار ۱۵۰۰۰ روپے تک پہنچ گئی جن کے عوض ۲۵۰ سوار خدمتی دینے کی شرط تھی اور جن میں وہ مواضعات بھی شامل تھے جو اب تک خاندان کے قبضے میں ہیں۔ سردار کرم سنگھ ۱۸۲۳ء کی ٹیری کی لڑائی میں توپ کے گولے سے اس وقت مہلک زخم کھا کر گرا جبکہ یوسف زئی کے دیوانے غازیوں نے سکھوں کی بہترین فوج کو تقریباً شکست دے دی تھی۔ سردار کو اٹھا کر اس کے خیمے میں لے گئے مگر وہ دوسرے دن مر گیا اور اس کی موت کا علاوہ مہاراجہ

کے سپاہ نے جس میں یہ گورکھا فوج کا کمیدان تھا سخت افسوس کیا اس کا اکلوتا پس ماندہ لڑکا گورمکھ سنگھ تمام جاگیر کا مالک ہوا۔ یہ نوجوان پہلے کچھ سال اپنے باپ کے ماتحت نوکری دیتا رہا تھا اور ٹیٹری کی لڑائی میں بھی لڑا تھا۔ جب دیوان موتی رام کے دوسری دفعہ واپس بلائے جانے کے بعد دیوان چونی لال کشمیر کا ناظم مقرر ہوا تو گورمکھ سنگھ اس کی مدد کے لئے وہاں بھیجا گیا اور وہیں دو سال تک رہا۔ ۱۸۳۶ء میں اسے کوہاٹ جانے کا حکم ہوا جہاں اُس نے اچھی اور بہادرانہ خدمات کیں مگر اسی سال ستمبر مہینے میں بعارضہ ہیضہ فوت ہو گیا۔ جوالا سنگھ اپنے باپ کی وفات پر ۱۴ سال کی عمر کا تھا اور مہاراجہ نے علاوہ ایک جاگیر کے جو ۳۰۰۰ روپے کی مالیت کی تھی اور جو راجہ ہیرا سنگھ کے زیر اہتمام رکھی گئی باقی تمام جاگیریں ضبط کر لیں۔ ۱۸۴۶ء میں جوالا سنگھ بھی ۲۴ سال کی عمر میں ۷ سال کا ایک لڑکا ارجن سنگھ نامی چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اس کے گزارے کے لئے اور اس کے خاندان کے لحاظ سے مہاراجہ دلیپ سنگھ نے گھاٹی اور لاہیاں دو مواضعات جو دونو ۱۰۰۰ روپے کی مالیت کے تھے واگذار کر دئے اور پھر الحاق پنجاب کے وقت بھی یہ چاہل کے دو چاہات سمیت حین حیات کے لئے بحال رہے اور بعد ازاں علی الدوام کر دئے گئے۔ یہ خاندان اب چاہل پرگنہ ترنتارن ضلع امرتسر ہی میں بستا ہے۔

بندوبست قانونی میں جاگیر کی مالیت ۲۸۰۰ روپے سالانہ تشخیص ہوئی تھی۔ نیز ارجن سنگھ کے قبضہ میں تحصیل ترنتارن کی قریباً ۲۵۰۰ کنال اراضی اور ضلع لائلپور کے دس مربعے بھی تھے۔ وہ بڑے

اچھے چال چلن کا اور بڑا دانا آدمی تھا۔ اور علاوہ آنریری مجسٹریٹ اور سول جج درجہ اول رہنے کے اپنے ضلع کا اسسٹنٹ کلکٹر اور سب رجسٹرار لوکل بورڈ ترنتارن کا پریزیڈنٹ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو ایچیسن کالج کی کونسل کا ممبر اور پراونشل درباری تھا۔ ۱۸۹۴ء میں اسے سردار بہادر کا اور ۱۹۰۶ء میں سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔ یہ دربار صاحب امرتسر کا سات سال سے زیادہ عرصہ منیجر رہا اور ۱۸۹۶ء میں استعفا دیکر علیحدہ ہوا۔ ان تمام حیثیتوں سے اسنے سرکار کی بیش بہا خدمات کیں اور تمام مذہب وملت کے آدمی اس کی عزت کرتے اور اس سے بہ محبت پیش آتے تھے۔ سول جج کا کام بہ خاص طور پر محنت سے کرتا تھا اور کئی سالوں میں اس نے اتنے مقدمات کا فیصلہ کیا کہ صوبے میں کسی دوسرے آنریری جج نے نہیں کیا تھا۔ اس کے کام کی چیف کورٹ کے ججوں نے کئی دفعہ تعریف کی۔ سردار موصوف ۶۹ سال کی عمر میں دو نابالغ لڑکے چھوڑ کر جنوری ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ اس کی جائداد کا انتظام کورٹ آف وارڈز کے سپرد ہے ✦

خطاب سردار اس خاندان میں موروثی ہے ✦



سردار پنجاب سنگھ مرحوم رئیس رسولپور

The late Sardar Punjab Singh of Rasulpur.



سردار جوالا سنگھ مرحوم رئیس رسولپور

The late Sardar Jawala Singh of Rasulpur.



سردار سنت سنگھ رئیس رسولپور

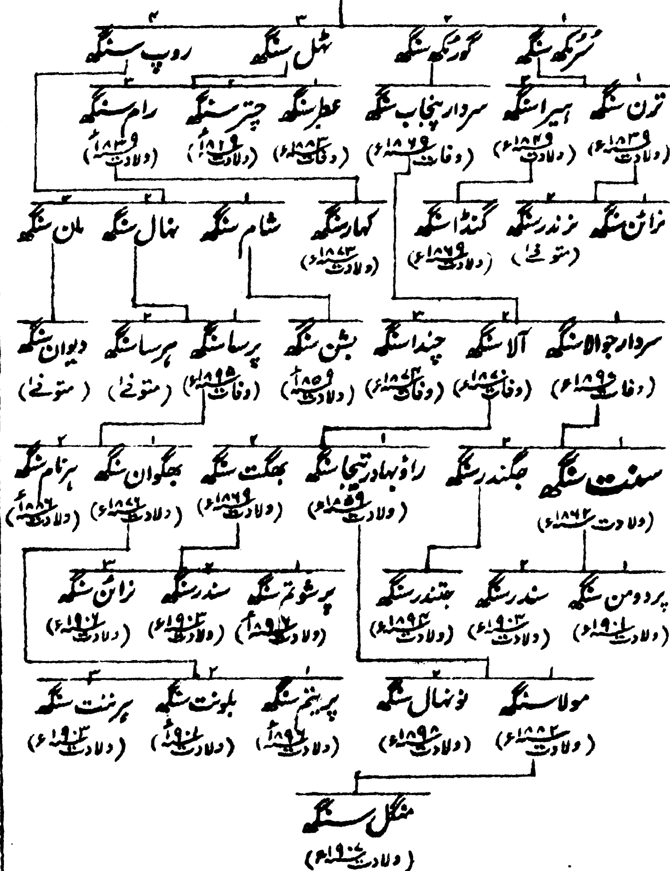
Sardar Sant Singh of Rasulpur.

# سنت سنگھ رسول پوریہ

سجان سنگھ

سردار جودھ سنگھ

(وفات ۱۸۵۷ء)



سردار سنت سنگھ کے جد اعلیٰ سجان سنگھ (سکھ جاٹ) نے ۱۷۶۰ء میں سوکر چکیہ مسل میں شامل ہو کر بانجھا کو چھوڑا اور پہلے انبالہ اور بعد ازاں دوآبہ جالندھر میں بڑی جاگیریں حاصل کیں جن کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۴۰۰۰ کی مالیت کی تھیں۔ اس کے بیٹے جودھ سنگھ کو علاقہ مولی ضلع انبالہ سے خود اس کے ہمنام خالصہ سردار نے نکال دیا پھر خاندان کے قبضے سے ہوشیار پور اور جالندھر کے بہت سے مقبوضات بھی نکل گئے۔ اُن کا وطن رسول پور تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے معمولی فوجی خدمات کی شرائط پر جودھ سنگھ کو ۰۰۰ اکی ایک جاگیر دی اور جب ۱۸۴۶ء میں لاہور کا علاقہ سرکار انگریزی کے علاقے کے ساتھ ملحق ہو گیا تو یہ جاگیر گھٹا کر ۲۰۰۰ کی کر دی گئی۔ اس جاگیر کے مواضعات رڑکی بیہرا اور سرائے تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیار پور تھے بعد ۱۸۹۶ء میں جودھ سنگھ کی وفات پر یہ عطیہ بھی ضبط ہو گیا اور موضع رڑکی کا ایک حصہ جس کی آمدنی ۲۳۰۶ روپے تھی مراحم خسروانہ کے طور پر اس کے ورثا کے نام جاری رہا۔ جودھ سنگھ کا پوتا پنجاب سنگھ ایک ممتاز سپاہی تھا جو اپنی فوجی ملازمت کے دوران میں ۳۲ لڑائیوں میں جانفشانی سے لڑا اور اپنی خدمات کے عوض سردار کا خطاب حاصل کیا۔ سکھوں کی قوت ٹوٹ جانے سے پہلے اس نے مہاراجہ کے گھوڑ چڑھوں میں پندرہ سال ملازمت کی تھی اور ملک کے سرکار انگریزی کے علاقے کے ساتھ ملحق ہو جانے کے تھوڑے عرصہ بعد پنجاب کا دوسرا غیر آئین رسالہ بننے پر اسے اس کا رسالدار بنا دیا گیا تھا۔ اس عہدے پر وہ ۱۸۵۵ء تک مامور رہا پھر کمیدان بنا کر اودھ کی سوار پولیس کی پانچویں

رجمنٹ میں تبدیل کر دیا گیا۔ ۱۸۶۰ء میں لفٹننٹ جرنیل سر سام براؤن صاحب بہادر بالقابہ نے اس کی نسبت مفصلہ ذیل تحریر کی :۔ "کسی شخص نے بھی ایسے بہادری کے کام نہیں کئے جیسے کہ پنجاب سنگھ نے کئے ہیں۔ اس کی قوت ممیّزہ و دور اندیشی اس کی بہادری کے برابر ہیں"۔ سر ہوپ گرانٹ صاحب بہادر بالقابہ نے جو ۱۸۵۸ء میں رسالے کے ایک حصے کے کمان افسر تھے۔ اس کو "ایک اولوالعزم اور بہادر سپاہی اور ہر قسم کے معاوضہ کا مستحق تحریر فرمایا۔" وہ دہلی کے محاصرے میں موجود تھا اور اس نے آخری حملے میں حصہ لیا نیز بلندشہر و علیگڑھ کی لڑائیوں میں کرنیل گریٹ ہیڈ کی فوج کے ساتھ شامل تھا۔ آگرہ اور کانپور کے گرد و نواح کی بہت سی لڑائیوں میں بھی شریک رہا اور اس نے لکھنؤ چھڑانے میں بھی مدد دی اس کی خدمات کے صلے میں اس کو آرڈر آف میرٹ اور آرڈر آف برٹش انڈیا ملے اور کھیری ضلع اودھ میں اراضی دی گئی جس کی آمدنی اب ۴۰۰۰ روپے سالانہ ہے۔ پنجاب میں رکھ سو کر چک تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر کی ۷۰۰ ایکڑ اراضی اسے عطا ہوئی جس کی قیمت ۵۸۴ روپے سالانہ اقساط سے لی جانی قرار پائی۔ وہ ۱۸۶۹ء میں مرا اور اس کا بڑا لڑکا جوالا سنگھ اس کی جگہ خاندان کا بزرگ ہوا۔ یہ ذیلدار ڈسٹرکٹ کمیٹی کا ممبر اور ڈویژنل درباری ہونے کی وجہ سے اپنے علاقے میں بہت ممتاز شخص تھا۔ اس نے کھیری ضلع اودھ میں ۴ مواضعات خریدے جن کے مالیہ کی تشخیص ۵۵۰۰ روپے اس عطیہ کی آمدنی کے علاوہ ہے جو اس کے باپ کو فوجی خدمات کے صلہ میں ملا تھا۔ ضلع امرتسر میں اس کی خاندانی املاک موضع رسول پور میں صرف ۵۰۰ بیگھہ اراضی ہونے کی

وجہ سے نسبتاً تھوڑے تھے۔ جوالا سنگھ ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا۔ اس کا بڑا بیٹا سنت سنگھ اب خاندان کا بزرگ ہے اور خاندانی جایداد اس میں اور اس کے بھائی جلندر سنگھ میں بحصہ مساوی تقسیم ہو گئی ہے۔ سنت سنگھ نے سنٹرل انڈیا رسالے میں ۱۵ سال ملازمت کی اور پنشن پر ملازمت سے علیحدہ ہونے کے وقت رسائیدار تھا۔ اودھ کی جایداد میں اس کے حصے کے علاوہ اس کے قبضہ میں ضلع گوجرانوالہ کے بیس مربعے اور ضلع امرتسر کی قریباً ۲۷۵ بیگھہ اراضی ہے۔ وہ ڈویژنل درباری ہے۔ اس کا چچیرا بھائی نہال سنگھ اودھ کی فوجی پولیس میں رسائیدار تھا اسے رکھ براولی پور تحصیل ترنتارن میں ۵۰ روپے کی علی الدوام جاگیر بھی عطا ہوئی تھی۔

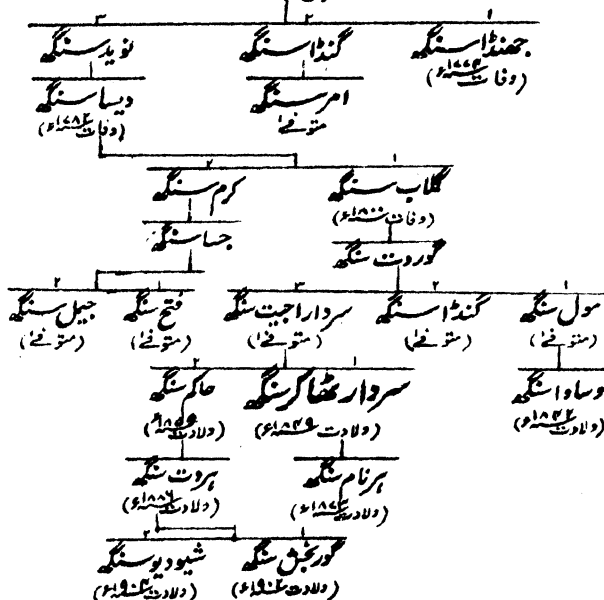
سنت سنگھ کا چچا آلا سنگھ بھی مشہور سپاہی تھا۔ یہ ۱۸۷۱ء میں سنٹرل انڈیا رسالے میں ملازمت کی حالت میں دو لڑکے جنھوں نے اپنے باپ کی طرح فوجی ملازمت کی چھوڑ کر فوت ہوا۔ بڑا لڑکا تیجا سنگھ بنگال کے گیارہویں رسالے میں رسائیدار تھا۔ یہ سر پیٹر لمسڈن صاحب بہادر کے ماتحت سرحدی کمیشن کے ہمراہ گیا اور پنجدہ کے حادثے میں اس نے اچھی خدمات کیں جن کے عوض اسے راؤ بہادر کا خطاب ملا۔ سنت سنگھ کا دوسرا چچا چندا سنگھ اسی رسالے میں وردی میجر تھا۔ اور تیجا سنگھ کا بھائی بھگت سنگھ بھی بنگال کے گیارہویں رسالے میں تھا۔

ٹہل سنگھ اور روپ سنگھ کی اولاد ہوشیار پور میں رہتی ہے جہاں موضع زڑکی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جوت سنگھ کو عطا کیا تھا ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہے۔ شادی کی وجہ سے سنت سنگھ کی خاندان گھنولی ضلع انبالہ اور خاندان نتھی ضلع لاہور سے رشتہ داری ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح اس کے بھائی گجندر سنگھ کی

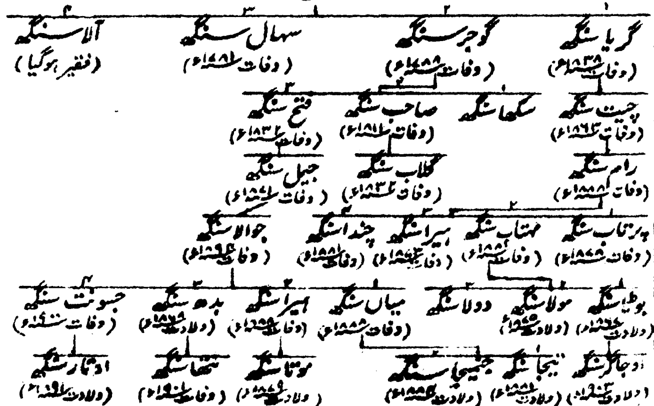


| | |
|---|---|
| سردار تیجا سنگھ بھنگی | سردار موتا سنگھ بھنگی |
| S. Teja Singh Bhangi. | S. Mota Singh Bhangi. |

# سردار ٹھاکر سنگھ بھنگی




## نتھا



قصور کا ایک باشندہ بھاما سنگھ نامی طاقتور بھنگی مسل کا بانی مبانی خیال کیا جاسکتا ہے مگر وہ ایک قزاق سے کچھ ہی بہتر تھا اور اس کے ہمراہی بھی ۳۰۰ سے زیادہ نہ تھے۔ اس کی جگہ اس کا بھتیجا ہری سنگھ جانشین ہوا جو بھوپ سنگھ کا لڑکا موضع پٹوہ متصل وڈنی کا زمیندار اور بڑا قابل آدمی تھا۔ اس نے قزاقوں کے گروہ کو فوج کی صورت میں متشکّل کردیا اور پنجاب کے ایک بڑے حصے کو کھونڈ ڈالا۔ چونکہ اس کو بھنگ پینے کی عادت تھی اس وجہ سے مسل کا نام بھنگی پڑ گیا۔ بعض کا بیشک یہ قول ہے کہ مسل کا یہ نام دراصل بھاما سنگھ کی وجہ سے پڑا جو ایسا مدمغ تھا کہ سکھ لوگ اس کو بالا باش کہا کرتے تھے۔ اس خطاب کے ترکی ہونے کی وجہ سے بھاما سنگھ ایسا دق ہوتا تھا کہ اُس نے اپنے رفیقوں سے التجا کی کہ وہ اس کا کوئی اور نام بدل دیں۔ چنانچہ جب یہ امرتسر کے دربار صاحب میں جاتا تھا تو اس کو خالصہ لوگوں کے لئے بھنگ گھوٹنے کا کام دیا جاتا تھا اور اس کو بھنگی کہتے تھے۔ عموماً اس نام کی یہی وجہ ہی زیادہ مانی جاتی ہے +

ہری سنگھ نے جس کا صدر مقام موضع سُہال ضلع امرتسر تھا۔ گرد و نواح کے بہت سے علاقے سیالکوٹ۔ کڑیال۔ میرووال پر قبضہ کرلیا۔ اس نے چنیوٹ اور جھنگ سیال کو لوٹا اور جموں پر حملہ کرکے اسے بھی اپنا باجگذار بنایا۔ حملہ تو اس نے ملتان پر بھی کیا تھا مگر ناکامیاب رہا۔ ۱۷۶۲ء میں اس نے موضع خواجہ سعید کے کوٹ پر جو لاہور سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور جہاں خواجہ آباد افغان ناظم کا اسلحہ خانہ تھا حملہ کیا اور بہت سا لوٹ کا مال ہتھیار اور رسامان جنگ لے گیا۔ ۱۷۶۳ء میں یہ کنھیا اور رام گڑھیوں کے ساتھ اُن کے قصور کے حملے میں شریک ہوا اور دوسرے سال راجہ امر سنگھ

والئے پٹیالہ کے ساتھ ایک لڑائی میں مارا گیا۔ پھر جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ دو بھائیوں نے جو اسکے ماتحت نوکر تھے اس کی جگہ بھنگی مسل کے ایک حصے کی کمان لی۔ یہ دونوں پنجوار نزد ترنتارن کے ڈھلون جاٹ تھے ان کی زیر افسری بھنگی مسل بڑی طاقتور ہوگئی ان کے ساتھ بہت سے مشہور رؤسا مثلاً بھاگ سنگھ اہلو والیہ۔ تارا سنگھ۔ شیر سنگھ اور رائے سنگھ بوڑیہ والا سدھ سنگھ ڈوڈیہ۔ صاحب سنگھ سیالکوٹیہ ندھان سنگھ اتو ملے ہوئے تھے اوران رؤسا کے ساتھ دگودرجے میں ان سے کم نہ تھے) دو بھنگی رؤسا گوجر سنگھ اور لہنا سنگھ بھی تھے جن کا حال اسی تاریخ میں آگے دیا گیا ہے +

۱۷۶۶ء میں جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ نے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ ملتان پر حملہ کیا وہاں کے ناظم شجاع خاں اور مبارک خاں والئے بہاولپور سے ستلج کے کناروں پر ان کی لڑائی ہوئی۔ مگر جانبین میں سے فتح کسی کی بھی نہیں ہوئی البتہ ایک عہدنامہ ہوگیا جس کے رو سے سکھ اور افغان ریاستوں میں پاک پٹن سرحد قرار پایا بعد ازاں جھنڈا سنگھ امرتسر واپس آگیا جہاں یہ قلعہ بھنگی کی جس کو ہری سنگھ نے بنانا شروع کیا تھا اور جس کے کھنڈرات لون منڈی بازار کے پچھلی طرف ابھی تک دکھائی دیتے ہیں تکمیل کرنے میں مصروف ہوا۔ رئیس ملتان کے ساتھ متذکرہ بالا عہدنامے کو ہوئے ابھی بہت عرصہ نہ ہوا تھا کہ جھنڈا سنگھ نے اس کی شرایط کو توڑ دیا اور رئیس مذکور کے علاقے پر ۱۷۷۱ء میں حملہ کیا۔ اس نے ڈیڑھ مہینے تک قلعے پر بغیر کسی کامیابی کے محاصرہ رکھا یہاں تک کہ افغان سپاہ جہاں خاں کے ماتحت قریب پہنچ گئی جسکی وجہ سے اسے اپنا سا منہ لے کے واپس ہونا پڑا +

دوسرے سال ۱۷۷۲ء میں اسے پہلے سال کی نسبت زیادہ کامیابی

ہوئی۔ شجاع خاں۔ شریف خاں سدوزئی اور شریف بیگ تکلو کا جو یکے بعد دیگر ملتان کے ناظم ہوئے آپس میں جھگڑا ہوگیا اور شریف بیگ تکلو نے جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ یہ دونوں سردار اس دعوت کے قبول کرنے کے لئے بالکل تیار تھے اور انہوں نے ایک بڑی فوج کے ساتھ جنوب کی جانب کوچ کرکے شجاع خاں اور اس کے مددگار بہاولپور کے داؤد پوتروں کو شکست دی اور ملتان پر اپنا قبضہ کرلیا شریف بیگ نے اس طرح سخت دھوکا کھاکر پہلے تلمبہ میں اور پھر خیر پور ٹمیوالی میں پناہ لی جہاں وہ جلد ہی مرگیا۔

پھر جھنڈا سنگھ نے دیوان چھاچھو والیا کو ایک مضبوط فوج دیکر ملتان کے قلعے میں چھوڑا اور شمال کی جانب کوچ کیا۔ پہلے یہ رام نگر گیا جہاں چٹھوں سے زمزم یا بھنگیوں والی توپ[*] واپس لی۔ وہاں سے جموں کی

[*] اس توپ کا حال قابل ذکر ہے۔ اس کو معہ اسی قدوقامت کی ایک اور توپ کے شاہ نظر نے ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ کے وزیراعظم شاہ ولی خاں کی فرمایش سے لاہور میں ڈھالا تھا۔ اس کے ڈھالے جانے کی تاریخ (۱۱۷۴ ہجری) ان بیس مصرعوں کے اخیر مصرع "پیکر اژدہائے آتش بار" سے بحساب ابجد نکلتی ہے جو اسپر کندہ ہیں۔ وہ مصالحہ جس سے یہ توپیں ڈھالی گئی تھیں تانبے اور پیتل کا مرکب تھا جو جزیہ میں لاہور کے ہر ایک گھر سے ایک برتن لیکر اکٹھا کیا گیا تھا جب احمد شاہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے مقام پر افغانوں پر فتح حاصل کرکے کابل واپس چلا آیا تو اس نے زمزم تو اس وجہ سے کہ اس کی باربرداری کا انتظام نہ ہوا تھا۔ خواجہ آباد کے جس کو اس نے ناظم مقرر کیا تھا سپرد کرکے لاہور چھوڑ دی۔ اور دوسری توپ اپنے ساتھ لے چلا مگر یہ بھی رستے میں دریائے چناب میں کھوئی گئی۔ زمزم

طرف روانہ ہوا جہاں اس کا ساتھی اور باجگذار راجہ رنجیت دیو اپنے بیٹے برج راج دیو اور رؤسائے کنھیا اور سوکر چکیہ سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا۔ عرصے تک کبھی ایک کو فتح ہو جاتی کبھی دوسرے کو۔ حتٰے کہ سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ اتفاقیہ مارا گیا تب پر معلوم ہوا کہ بھنگیوں کو عنقریب فتح نصیب ہو گی مگر یہ فتح کنھیا نے جھنڈا سنگھ کو جبکہ وہ اپنے کیمپ سے سوار ہو کر جا رہا تھا گولی سے مار کر اپنی طرف پھیر لی۔ یہ واقعہ ۱۷۷۴ء کا ہے +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۸) کو زیادہ عرصہ دنیا میں رہتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہری سنگھ بھنگی نے اس وقت جبکہ خواجہ آباد کا اسلحہ خانہ لوٹا یہ توپ بھی لے لی اور اسے امرتسر لے گیا۔ مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ بات تحقیق ہے کہ خواجہ آباد کے زمانہ نظامت یعنی ۱۷۶۱ و ۶۲ء میں توپ مذکور بیوں سے اتری ہوئی شاہ برج واقعہ لاہور میں پڑی رہی ۱۷۶۴ء میں جب لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ بھنگی نے لاہور لیا تو یہ اُن کے ہاتھ آئی۔ دو دن بعد سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ بھنگیوں کو مبارکباد دینے آیا اور اشارتاً ظاہر کیا کہ اُسے بھی لوٹ کا کچھ حصہ ملنا چاہئے۔ بھنگیوں نے جو جانتے تھے کہ چڑت سنگھ ان کو مبارکباد دینے نہیں آیا بالکل اس گدھ کی طرح جس کو لاش کی بو آ جاتی ہے آیا ہے۔ خیال کیا کہ اس کے ساتھ چالاکی کر جائیں اور چونکہ ان کو یہ منظور نہ تھا کہ ایسے مقتدر سردار کو اپنا دشمن بنا لیں اور اس امید پر کہ وہ اسے لے جا نہ سکیگا نہایت دلجوئی سے کہا کہ زمزم توپ جو ساری لوٹ میں بیش قیمت ترین چیز ہے لے جاؤ چڑت سنگھ نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ اور کچھ نہ آئیگا تو اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور بڑی محنت سے توپ مذکور پہلے اپنے کیمپ میں اور بعد ازآں اپنے گوجرانوالہ کے قلعے میں لے گیا۔ گوجرانوالہ سے یہ توپ احمد خاں چٹھے نے چھین لی اور اسے اپنے نئے قلعہ احمد نگر میں لے گیا مگر اس کے بھائی پیر محمد نے

جھنڈا سنگھ کی جگہ گنڈا سنگھ مسل کا سردار بنا۔ اور یہ دیکھکر کہ اب جموں میں کچھ کامیابی نہیں ہوسکتی امرتسر کی طرف ہٹ گیا جہاں یہ بھنگیوں کے کٹڑے کو بڑھانے اور سرداران کنھیا کے خلاف جنھوں نے اس کے بھائی کو مروا ڈالا تھا منصوبے باندھنے میں مشغول ہوا۔ اس کو سرداران مذکور کے ساتھ اپنی دشمنی ظاہر کرنے کا ایک موقع بھی بڑی جلدی مل گیا۔ جھنڈا سنگھ نے پٹھانکوٹ اپنے ایک مسل دار نند سنگھ کو جو منا سنگھ کے نام سے مشہور تھا

کہ وہ بھی اپنا دعوےٰ اس توپ پر سمجھتا تھا بہت رنج گیا اور اس پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے دونو بھائیوں کا آپس میں جھگڑا ہوا اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ جس میں پیر محمد کا ایک لڑکا اور احمد شاہ کے دو لڑکے قتل ہوئے۔ آخر کار پیر محمد نے گوجر سنگھ بھنگی کو اپنی مدد کے لئے بلایا جس نے احمد خاں کو قابو میں کرلیا اور ایک دن اور رات بغیر پانی دینے کے رکھا یہاں تک کہ اس نے توپ دیدینے کا وعدہ کیا اور گوجر سنگھ اپنے دوست سے دغا کرکے توپ کو خود گجرات لے گیا اور اپنے پاس رکھی یہاں یہ دو سال تک پڑی رہی حتیٰ کہ کسی ساعت نحس میں بھنگی اسے سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ سے لڑائی کے موقع پر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس لڑائی میں بھنگی شکست کھاکر بھاگے اور توپ کو بہت بھاری ہونے کی وجہ سے جلدی نہیں لے جائی جاسکتی تھی سوکرچکیہ سردار کے ہاتھ آگئی۔ ۱۷۷۲ء میں چٹھوں نے جو ہمیشہ سردار چڑت سنگھ کے ساتھ لڑتے رہتے تھے یہ توپ پھر واپس لیکر مانچر کے قلعے میں رکھی اور تھوڑی دیر بعد اس کو رسول نگر میں جو اب رام نگر کہلاتا ہے لے گئے۔ یہاں سے دوسرے سال سردار جھنڈا سنگھ بھنگی نے ملتان سے واپس آتے ہوئے اسے چھین کر امرتسر بھیج دیا۔ وہاں وہ ۱۸۰۲ء تک بھنگی قلعہ میں پڑی رہی اسی سال رنجیت سنگھ نے جسے اس پر قبضہ کرنے کی بڑی خواہش تھی بھنگیوں

دے رکھا تھا۔ نند سنگھ اور بھنڈا سنگھ قریب قریب ایک ہی وقت فوت ہوئے اور اول الذکر کی بیوہ نے اپنی لڑکی اور پٹھان کوٹ کی جاگیر حقیقت سنگھ کنھیا کے ایک نزدیکی رشتہ دار نارا سنگھ نامی کو دیدی اور گنڈا سنگھ نے بہت سی فوج جمع کر کے بھنگیوں والی توپ اور بہت سے رسالے رام گڑھیہ کو بطور مددگار ساتھ لے کر پٹھان کوٹ پر چڑھائی کی۔ حقیقت سنگھ نارا سنگھ اور گوربخش سنگھ کنھیا اور امر سنگھ بھاگا نے اس کے مقابلے کے لئے دینانگر کی طرف کوچ کیا اور یہاں ایک لڑائی ہوئی جس میں کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ مگر گنڈا سنگھ ابھی دینانگر میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھا کہ بیمار پڑ گیا اور دس دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کی فوج نے اس کے بھتیجے چڑت سنگھ کو اس کا جانشین ہونے کے لئے منتخب کیا مگر کنھیوں کے ساتھ پہلی ہی لڑائی میں چڑت سنگھ مارا گیا اور بھنگی مسل کوئی سرگروہ نہ رہنے کی وجہ سے امرتسر واپس آ گئی ٭

دیسا سنگھ اب بھنگی مسل کا سرگروہ ہوا اور ایک شخص گوجر سنگھ نامی اس کا وزیر بنا مگر بھنگیوں کی مقتدر مسل کے دن اب ختم ہونے کو تھے اور ایک لڑکے کی طاقت اور عقل اس قابل نہ تھی کہ بہت سے سرکش

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۰) کو امرتسر سے نکال دیا اور توپ لے لی۔ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں یہ توپ بڑی شان و شوکت سے پانچ مختلف لڑائیوں یعنی ڈسکہ قصور سجان پور۔ وزیرآباد اور ملتان میں لے جائی گئی۔ ملتان کے محاصرہ ۱۸۱۸ء میں اس توپ کو سخت آسیب پہنچا اور آئندہ کام دینے کے ناقابل سمجھی جا کر اسے لاہور لایا گیا اور ۱۸۶۰ء تک شہر لاہور کے دہلی دروازہ پر پڑی رہی۔ سن مذکور میں یہ لاہور کے عجائب خانہ کے سامنے رکھی گئی جہاں اب تک پڑی ہے ٭

سرداران کو جن کو ہری سنگھ اور جھنڈا سنگھ کے ماتحت لڑنے کا غرور تھا قابو میں رکھ سکے۔ بھاگ سنگھ اہلو والیہ نے پہلے پہل اپنے آپ کو خود مختار ظاہر کیا اس کے بعد جھنگ کے علاقے نے خراج دینا بند کر دیا اور ۱۷۷۹ء میں ملتان ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ یاد ہوگا کہ سردار جھنڈا سنگھ نے دیوان سنگھ کو ملتان کا ناظم بنایا تھا۔ کئی سال تک تو دیوان سنگھ سنبھالا رہا اور ۱۷۷۱ء میں رئیس بہاول پور اور شجاع خاں کے بیٹے مظفر خاں کو پس پا کیا گو خود بھی اُس نے بہت نقصان اُٹھایا مگر ۱۷۷۹ء میں احمد شاہ کے بیٹے تیمور شاہ نے ایک بڑی فوج کے ساتھ ملتان پر چڑھائی کی اور دیوان سنگھ کو ایک مہینے سے زیادہ اس سے لڑکر مجبوراً شکست ماننی پڑی اور دشمن نے بغیر کسی مضرت پہنچانے کے اس کو پیچھے ہٹ جانے کی اجازت دی۔ سردار مہان سنگھ سوکرچکیہ مسل کا سرگردہ بھی جواب بہت طاقتور ہوتی جاتی تھی دیسا سنگھ کا دشمن تھا اور ۱۷۸۲ء میں وہ ۸ سال تک بھنگی مسل کا سرگروہ رہنے کے بعد لڑائی میں مارا گیا مگر یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ چنیوٹ کے آگے جس کو یہ فتح کرنے گیا تھا مارا گیا یا مہان سنگھ کے ساتھ ایک لڑائی میں۔

اس کی جگہ اس کا بیٹا گلاب سنگھ جانشین ہوا اس سردار کا کچھ حال قابل ذکر نہیں ہے۔ یہ شخص ہمت کا پست اور عیاش تھا اس میں اس قدر جرات نہ تھی کہ جو ملک اس کا باپ چھوڑ گیا تھا اس کو سنبھالے رکھتا۔ چنانچہ سال بہ سال اس کا علاقہ گھٹتا گیا یہاں تک کہ امرتسر کا قصبہ اور مانجھا کے چند مواضعات ہی باقی رہ گئے +

۱۸۰۰ء میں رنجیت سنگھ کے خلاف جس نے سال گذشتہ کے جولائی مہینے میں لاہور لے لیا تھا اور جس کی کامیابیوں سے پنجاب کے تمام

رؤسا کے دل میں کھٹکا ہونا شروع ہو گیا تھا ایک جتھا قایم ہوا۔ اس کے بڑے رکن سرداران جبا سنگھ نوام گرامیہ۔ صاحب سنگھ اور گلاب سنگھ بھنگی اور نظام الدین خاں والئے قصور تھے اور یہ قرار پایا تھا کہ رنجیت سنگھ کو ایک کمیٹی میں دوستانہ طور پر بلا کر قتل کر دیا جائے مگر یہ نوجوان سردار اس قدر ہوشیار تھا کہ اتنی جمعیت کہ جو اُس کی جان کی حفاظت کر سکے اپنے ہمراہ لئے بغیر نہ گیا اور دو مہینے خوب عیش میں بسر کرتے رہنے کے بعد لاہور واپس آگیا اگرچہ رنجیت سنگھ جان سلامت لیکر بچ آیا مگر گلاب سنگھ کا نصیب ایسا زبردست نہ تھا۔ کوئی عیش کی مجلس ایسی نہیں گذری جس میں اس نے بہت شراب نہ پی ہو اور اس کمیٹی کے موقع پر جبکہ ہر ایک رات عیش وعشرت سے گزرتی تھی اس نے اتنی شراب پی کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کو زہر دیا گیا۔ مگر اس بیان کا کچھ ثبوت نہیں اور یہ شخص ایسا نالایق تھا کہ کوئی شخص بھی اس کو مار دینے کا خیال نہ کر سکتا تھا۔ گلاب سنگھ نے دس سال کی عمر کا ایک لڑکا گوردت سنگھ نامی چھوڑا اس کی شادی گوجر سنگھ کے بیٹے سردار صاحب سنگھ بھنگی اور سردار فتح سنگھ کنھیا کی لڑکیوں سے ہوئی تھی مگر رنجیت سنگھ کے آگے جس کا ارادہ امرتسر پر قبضہ کر لینے کا تھا قوی رشتہ داری بھی کچھ حقیقت نہ رکھتی تھی۔ ۱۸۰۲ء میں بھنگیوں کے ساتھ تنازعہ پیدا کرنے کے ارادے سے اس نے مشہور و معروف زمزم توپ گوردت سنگھ سے مانگ بھیجی مگر بھنگی مسل کی شان اور نام بہت کچھ اس توپ کے قبضے پر منحصر تھے اور اگرچہ گوردت سنگھ کی ماں مسمات سکھاں کو توپ دیدینے کے لئے بہت کچھ سمجھایا گیا مگر اُس نے ایک نہ مانا اور لڑنے پر تیار ہو گئی۔ مگر یہ سب تیاریاں فضول تھیں۔ رنجیت سنگھ

نے فتح سنگھ اہلووالیہ کے ساتھ امرتسر پر چڑھائی کی بھنگی قلعے پر حملہ کیا۔ اور اسے ۵ گھنٹے میں فتح کر لیا مسات سکھاں اور اس کے بیٹے نے سردار جودھ سنگھ رامگڑھیہ کے پاس جا کر پناہ لی اور رنجیت سنگھ نے تمام بھنگی مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ گورت سنگھ کا اس سے زیادہ حال کچھ معلوم نہیں کہ یہ اپنے آبائی گاؤں پانجور پرگنہ ترنتارن ضلع امرتسر میں فوت ہوا جہاں اس کی اولاد ابھی تک رہتی ہے۔

سردار گورت سنگھ کی اولاد میں ہونے کی حیثیت سے اُس کے خاندان کا بزرگ ٹھاکر سنگھ خیال کیا جا سکتا ہے۔ یہ پانجور کا ذیلدار ترنتارن کے لوکل بورڈ اور امرتسر کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر اور ڈویژنل درباری ہے اس کے اور اس کے بھائی حاکم سنگھ کے نام ۲۰۰ روپیہ سالانہ کی ایک جاگیر اور قریباً ۲۰۰۰ بیگھہ پر ان کی مالکی ہے۔ سردار ٹھاکر سنگھ کے بیٹے ہرنام سنگھ کی شادی سردار آتما سنگھ پڑھانیہ کے خاندان کے ایک رکن لکھا سنگھ نامی کی دختر سے ہوئی ہے اور اسکا چچیرا بھائی ہردت سنگھ سردار ہیرا سنگھ رئیس کھماؤں ریاست پٹیالہ کے رشتہ دار ویر سنگھ کی لڑکی سے جو خاندان سندھاوالیہ کے ایک رکن کی پوتی بھی ہے بیاہا ہوا ہے۔ ہرنام سنگھ کو ضلع لائل پور میں ۱۰ مربعے عطا ہوئے ہیں۔ یہاں بھنگی مسل کے دو اور متقدر سرداروں یعنی لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ کا ذکر بھی کر دینا چاہئے جو گوجھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کی بعض لڑائیوں میں شامل ہوئے تھے مگر ان کے اپنے حالات بہت کچھ علیحدہ ہیں۔ لہنا سنگھ کا دادا کیلون جاٹ قوم کا ایک زمیندار تھا جو قحط سالی کے زمانے میں اپنا گاؤں سدا والہ ضلع امرتسر کو چھوڑ کر مستاپور نزد کرتارپور واقع دوآبہ جالندھر میں جا رہا یہاں ایک شخص نے جو بڑھئی

پیشہ ہونے کے ساتھ گاؤں کا محصّل بھی تھا اس کو اپنا متبنٰی بنالیا اور یہیں اس کا بیٹا درگاہا پیدا ہوا۔ درگاہا کا بیٹا لہنا سنگھ ایک اولوالعزم لڑکا تھا اور ایک موقع پر اپنے باپ سے اس وجہ سے مار کھا کر کہ اس کے مویشی کھیت میں آوارہ ہو گئے تھے گھر سے بھاگ گیا اور کچھ عرصے تک آوارہ پھرنے کے بعد آخر کار موضع روڑاں والا میں پہنچا جو اٹاری سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جہاں گوربخش سنگھ بھنگی رہا کرتا تھا۔ یہ شخص سردار ہری سنگھ کے ماتحت بہترین جنگجوؤں میں سے تھا۔ اس کی ملکیت میں قریباً چالیس مواضعات تھے وہ سواروں کے ایک گروہ کے ساتھ ملک میں پھرا کرتا تھا اور دور و نزدیک سے لوٹ کا مال جمع کیا کرتا تھا۔ نوجوان لہنا سنگھ کو اس نے پسند کیا اور اپنے ترب میں داخل کر لیا بعد ازاں نو ولا ولد ہونے کی وجہ سے اسے متبنٰے بھی بنا لیا۔ گوربخش سنگھ ۱۷۶۳ء میں فوت ہوا جس کے بعد اس کے متبنٰے بیٹے لہنا سنگھ اور نواسے گوجر سنگھ میں جو دونوں جایداد کے دعویدار ہوئے جھگڑے شروع ہو گئے۔ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ بھنگی اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے و بیچ میں آئے مگر گوجر سنگھ نے ان کی ایک نہ سنی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روڑاں والا کی طرف روانہ ہو گیا۔ لہنا سنگھ نے اس کا تعاقب کیا اور جا لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں لڑائی ہوئی اور دونو جانب کے چند آدمی مارے گئے۔ آخر کار آپس میں قرارداد ہو گئی اور لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ نے جایداد آپس میں تقسیم کر لی۔ اول الذکر نے روڑاں والا لیا اور آخر الذکر نے بھڑوال اور رانی کے درمیان ایک نیا موضع آباد کیا اور اس کا نام لہنا سنگھ سے (جس کا اب یہ پکا دوست ہو گیا تھا) لڑائی کی یاد میں رن گڑھ رکھا۔

پھر دونو سرداروں نے لاہور لینے کی تجویز کی جس پر احمد شاہ کی طرف سے کابلی مل ناظم تھا۔ ناظم مذکور ڈرپوک اور ساتھ ہی ظالم بھی تھا اور چونکہ سکھوں کے رسالے نے جو دن بدن دلیر ہوتا جاتا تھا فصیل شہر تک لوٹ مار کی۔ تو ناظم کو اپنی سلامتی کا ڈر پیدا ہو گیا اور جب اس نے خفیہ طور سے بھنگیوں کے لاہور لینے کی تجویز کا حال سُنا تو شہر مذکور کو اپنے بھتیجے امر سنگھ کے حوالے کر کے بھاگ گیا۔ اس نے جموں کا راستہ لیا مگر بعض اشخاص۔ نے جو اس کے ظلم کے سبب سے لاہور چھوڑ کر چلے گئے تھے اس پر اتنی تعدی کی کہ اگر وہ تر ب جو راجہ رنجیت دیو نے اس کو جموں پہنچانے کے لئے دئے تھے نہ بچاتے تو وہ زندہ نہ رہتا۔ جموں کے راجہ نے اس کو راولپنڈی بھیج دیا جہاں احمد شاہ کی پس انداز فوج ٹھیری ہوئی تھی اور جہاں وہ تھوڑی مدت بعد مر گیا۔

ایک اندھیری رات کو لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ نے دو سو آدمی ساتھ لیکر لاہور پر اچانک قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ شہر کے تمام دروازے تو بند تھے مگر ایک شخص دیال سنگھ نے ایک بدررَو کا پتہ بتایا جس کی راہ سے سمٹ سمٹا کر اندر پہنچ جانا ممکن تھا۔ گوجر سنگھ اس راستے میں آگے ہوا اور لہنا سنگھ اور دوسرے سکھ اس کے پیچھے۔ اُنہوں نے قلعہ کو یکایک جا لیا۔ امیر سنگھ نائب ناظم کو جو اس وقت ناچ دیکھ رہا تھا پکڑ کے پا بہ زنجیر کر دیا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنا تسلط جما لیا۔ دوسرے دن علی الصبح جے سنگھ کا بھتیجا صوبا سنگھ کنھیا آیا۔ یہ افغانوں کی گزشتہ یورش کے وقت سے اپنے گانوں کاہنا میں چھپا ہوا تھا۔ گوجر سنگھ اور لہنا سنگھ کی سازش میں یہ بھی شریک تھا اور گو شہر لینے میں اس نے کوئی امداد نہ کی تھی تاہم اس فتح میں

اس کو حصہ دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے بھنگی اور کنھیا سرداران آئے اور سب سے اخیر جرّیت سنگھ سوکر چکیہ پہنچا جس کو خوش کرنا نہایت مشکل تھا اور جو اس وقت تک نہ ٹلا جب تک کہ بھنگیوں نے اُسے زمزم توپ نہ دیدی جسے وہ گوجرانوالہ لے گیا۔ اس کے بعد تین سرداروں نے لاہور کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ لہنا سنگھ نے تو قلعہ بمعہ مستی۔ خضری۔ کشمیری اور روشنی دروازوں کے لیا۔ گوجر سنگھ نے شہر کی دیواروں کے باہر اپنے لئے نیا قلعہ بنایا جس کا نام قلعہ گوجر سنگھ اور ۱۷۶۵ء میں اور علاقہ فتح کرنے کے لئے شمال کی طرف روانہ ہوا +

لہنا سنگھ اور صوبا سنگھ لاہور میں سلوک سے رہے یہاں تک کہ احمد شاہ نے ۱۷۶۷ء میں پنجاب پر آخری دفعہ یورش کی جبکہ یہ دونو سرداران پانجور کی طرف ہٹ گئے مگر درّانی بادشاہ معمر ہو گیا تھا اور کمزوری محسوس کرنے لگا تھا اور چونکہ اس کے پاس ادینہ بیگ خاں جیسا کوئی ہشیار آدمی نہ تھا جس کے سپرد وہ صوبے کا انتظام کرتا اس لئے اس نے سکھوں کے ساتھ آشتی کر لینے کا ارادہ کر لیا۔ لہنا سنگھ کو اُس نے کچھ میوے تحفے کے طور پر بھیجے مگر اس نے یہ کہکر واپس کر دئے کہ اس (لہنا سنگھ) جیسے گنواروں کی خوراک گندم ہے نہ کہ میوہ جات جو کہ بادشاہوں کو ہی مرغوب ہیں۔ اس انکسار کے جواب سے احمد شاہ نے خوش ہوکر لہنا سنگھ کو لاہور کا قبضہ دیدیا اور کابل واپس چلا گیا جہاں ۱۷۷۳ء میں رہ گراے عالم بقا ہو گیا۔ اس کے بعد بیس سال تک سرداران لاہور امن و امان سے سلطنت کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان نے جو کابل کے تخت پر بیٹھا تھا پنجاب پر یورش کی۔ لہنا سنگھ پھر لاہور سے چلا گیا اور شاہ زمان

کے چلے جانے کے بعد واپس آیا مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی اور اُسی سال فوت ہو گیا۔ اسی زمانے کے قریب صوبا سنگھ بھی فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا موہر سنگھ اور ادھر لہنا سنگھ کا جانشین چیت سنگھ ہوا ❊

۱۷۹۸ء میں شاہ زمان پھر آیا مگر لاہور میں صرف چند مہینے ٹھہرا کیونکہ ایران سے ایسی خبریں آئی تھیں کہ اس کا واپس جانا ضروری تھا سردار رنجیت سنگھ سوکرچکیہ نے ان خدمات کے عوض جو اس نے کیں اور جن میں سے بڑی خدمات یہ تھیں کہ سردار نے شاہ کی ۸ توپیں جو دریائے راوی میں ڈوب گئی تھیں بھیج دیں لاہور حاصل کیا مگر یہ عطیہ برائے نام تھا کیونکہ رنجیت سنگھ کو شہر کا قبضہ خود حاصل کرنا پڑا۔ یہ کچھ مشکل بات بھی نہ تھی۔ لاہور کے مشترک حکمرانوں میں سے قابل آدمی صرف گوجر سنگھ کا بیٹا صاحب سنگھ تھا وہ تو اس وقت گجرات میں تھا۔ رہا چیت سنگھ سو وہ ایک بزدل آدمی تھا اور موہر سنگھ کا نہ چال چلن اچھا تھا اور نہ کچھ صاحب اثر تھا۔ رعایا کو اُن کی حکومت سے نفرت تھی اور اُن کے اپنے متوسل بھائی گوربخش سنگھ حاکم رائے اور میاں عاشق محمد رنجیت سنگھ کے طرفدار تھے اور انہوں نے اُسکو یہ لکھکر بھیج رکھا تھا کہ تم آسانی سے شہر لے سکتے ہو۔ رنجیت سنگھ ایک بڑی فوج کے ساتھ انارکلی میں داخل ہوا اور چیت سنگھ کو جس نے اس کے مقابلے کے واسطے کوچ کرنے کا خیال کیا تھا اس کے مختار محکم الدین کوٹ نو کے چودھری نے جو لوہاری دروازے کا منتظم تھا سمجھایا کہ ایسا نہ کرو اور دروازہ مذکور دشمن کے لئے کھول دیا۔ اس طرح رنجیت سنگھ نے بغیر کسی تکلیف کے شہر پر قبضہ کر لیا اور چیت سنگھ اور موہر سنگھ بھاگ گئے ❊

کچھ عرصہ بعد رنجیت سنگھ نے چیت سنگھ کو ونیکے میں ۶۰۰۰ روپے کی ایک جاگیر دی جو اس کی وفات واقعہ ۱۸۱۵ء تک ملتی رہی۔ اس کی ۸ بیویاں تھیں جن میں سے ایک کے ہاں بھی لڑکا نہ تھا مگر اس کی موت کے چار مہینے بعد اس کی ایک بیوی مساۃ بی بی حکم کور کے ہاں لڑکا ہوا جس کا نام عطر سنگھ رکھا گیا اور جس کے لئے رنجیت سنگھ نے ونیکے میں ۶۰۰۰ روپے کی جاگیر واگذار کر دی۔ بعد ازاں یہ جاگیر بہت گھٹا دی گئی اور لاڈی کی جاگیر سے اس کا تبادلہ کر دیا گیا جس کی بجائے پھر ۱۸۱۹ء میں چک دیدو دیا گیا جو لہنا سنگھ کی پُرانی جاگیر کا حصہ تھا۔ الحاق کے موقع پر موضع چک دیدو عطر سنگھ اور اس کی ماں کی حین حیات کیلئے واگذار رہا۔

سردار گوجر سنگھ کی مہم میں جو وہ لاہور کے شمالی ملک فتح کرنے کے لئے لے گیا تھا کافی کامیابی ہوئی اور وہ بہت جلدی لہنا سنگھ یا صوبا سنگھ سے زیادہ طاقتور رئیس ہو گیا۔ پہلے پہل اُس نے گجرات پر جو اس وقت ایک گکھڑ رئیس سلطان مبارک نامی کے قبضے میں تھا حملہ کیا اور رئیس مذکور کو ایک لڑائی میں جو شہر کی دیواروں کے پاس ہی ہوئی شکست دیکر شہر اور گرد و نواح کے ملک دونو پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے گجرات کو اپنا صدر مقام بنا لیا اور دوسرے سال یعنی ۱۷۶۶ء میں جموں کی طرف کوچ کر کے اسے اُس نے تہ و بالا کیا اور جھنڈا سنگھ بھنگی کی شرکت میں اُسے اپنا باجگذار بنا لیا بعد ازاں پونچھ اسلام گڑھ اور دیوا بٹالہ کو بڑی کامیابی کے ساتھ فتح کر لیا ۱۷۶۷ء میں احمد شاہ نے ہندوستان پر اپنا اخیر حملہ کیا اور تمام نئے سکھ رئیسوں کو اپنے آگے بھگاتا ہوا چلا آیا کیونکہ سکھوں کو ان دنوں میں افغانوں کی فوج کا ایسا خوف تھا کہ میدان جنگ میں اُن کا مقابلہ کرنے کا کسی کو خیال

بھی نہیں گزرتا تھا چنانچہ احمد شاہ کے جانے کے بعد پنجاب میں یہ مثل مشہور تھی کہ "کھادا پیتا لاٹے دا رہندا احمد شاہ دا" یعنی جو کچھ کہ کھا پی چکے وہ تو ہمارا باقی احمد شاہ کا +

وہ رئیس جو احمد شاہ سے بھاگے اُن میں گوجر سنگھ بھی تھا۔ یہ پہلے تو لاہور گیا اور جب احمد شاہ آگے بڑھ کر وہاں بھی آن پہنچا تو فیروزپور بھاگ گیا۔ آخر جب درانی پنجاب سے واپس ہوا تو گوجر سنگھ نے شہر لاہور میں اپنا حصہ پھر حاصل کر لیا اور ایک نزدیکی رشتہ دار تخت سنگھ نامی کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد وہ امرتسر گیا اور اس مقدس شہر کے بچاؤ کے لئے قلعہ گوجر سنگھ کی اس جگہ بنیاد رکھی جہاں اب گوبندگڑھ کا نیا قلعہ موجود ہے۔ چڑت سنگھ سوکرچکیہ نے بھی دربار صاحب کے شمال کی جانب ایک قلعہ بنایا پھر مشرق میں جسا سنگھ رام گڑھیہ کا اور جنوب میں بھنگیوں کا قلعہ بنایا گیا۔ بعد ازآں اس نے اپنے موضع رن گڑھ میں اپنے بڑے لڑکے کی شادی بھاگ سنگھ اہلووالیہ کی لڑکی سے کی اور جونہی شادی کی رسومات ادا ہو چکیں تو اپنی تمام فوج کے ساتھ گجرات کی طرف روانہ ہوا اور اپنا تمام پُرانا فتح کیا ہوا ملک تھوڑی سی دشواری کے بعد واپس لے لیا۔ اس کے بعد اس نے سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے ساتھ مل کر رہتاس کے مشہور قلعے کا جو گکھڑوں کے قبضے میں تھا محاصرہ کیا چند ماہ محاصرے کے بعد یہ قلعہ اور راولپنڈی تک تمام گردونواح کا علاقہ معہ وہاں کی شاندار جنگجو قوموں یعنی جنجوہا۔ گکھڑ اور اوان کے ان دونو سرداروں کے تابع فرمان ہو گئے۔ بعد ازآں اس نے اپنے دوسرے لڑکے صاحب سنگھ کی شادی پہلے سردار چڑت سنگھ کی لڑکی سے اور تھوڑا عرصہ بعد ہمیر سنگھ والئے جیند کی لڑکی سے کی +

گوجر سنگھ نے اپنے علاقہ جات اپنے دو بڑے لڑکوں سکھا سنگھ اور صاحب سنگھ میں تقسیم کر دئے۔ ان دونو بھائیوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور چھوٹے نے سردار مہان سنگھ سوکر چکیہ کے ایما پر جسے دوسروں کی غلطیوں سے فایدہ اٹھانے کا ہمیشہ سے شوق تھا اپنے بڑے بھائی پر حملہ کیا۔ جو اس لڑائی میں مارا گیا۔ گوجر سنگھ یہ سن کر سخت طیش میں آیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ صاحب سنگھ کی تمام املاک چھین لے۔ چنانچہ اس نے گجرات پر چڑھائی کی اور کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ صاحب سنگھ کہ اب علانیہ سرکشی اختیار کر چکا تھا اسلام گڑھ میں قلعہ بند ہو گیا مگر گوجر سنگھ کی خواہش اس معاملے کو انتہائی درجے تک پہنچانے کی نہ تھی اور اس نے اپنے لڑکے کو اسی وقت جبکہ اس نے معافی مانگ لینے کی طرف میلان ظاہر کیا معاف کر دیا اور اس کے پرانے مقبوضات دیدئے۔ سکھا سنگھ کا علاقہ اس نے اپنے چھوٹے لڑکے فتح سنگھ کو دیا مگر ناتفاقی کا ایک اور سبب پیدا ہو گیا۔ سردار مہان سنگھ نے اپنے چٹھے دشمنوں کے دارالخلافہ رسول نگر کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ شہر سے ایک بڑا افسر بھاگ کر سردار گوجر سنگھ کے کیمپ میں پناہ گزین ہوا۔ مہان سنگھ نے اس مفرور پناہ گزین کو طلب کیا تو جواب صاف ملا۔ مگر صاحب سنگھ نے اپنی ساس کو اپنا شکر گزار کرنے کے لئے افسر مذکور کو مہان سنگھ کے حوالے کر دیا جس کو اس نے مار ڈالا۔ گوجر سنگھ اپنے بیٹے کی اس نافرمانبرداری پر نہایت ناراض ہوا۔ اور لعنت ملامت کر کے بددعا کی کہ جیسا اس نے اپنے باپ کی بے عزتی اور بے حرمتی کی ہے ویسا ہی اس کا لڑکا اس کی بے عزتی اور بے حرمتی کرے۔ صاحب سنگھ کی اس حرکت سے بوڑھے سردار کے دل کو ایسی تکلیف ہوئی کہ وہ

بیمار پڑ گیا اور اپنے تمام مقبوضات اپنے چھوٹے بیٹے فتح سنگھ کو دیکر لاہور چلا آیا جہاں ۱۷۸۵ء میں قضا کر گیا اسکی سمادہ سمن برج کے پاس واقع ہے +

گو گوجر سنگھ کی اپنے بڑے لڑکے کو جانشینی سے خارج کرنی کی کتنی ہی خواہش تھی مگر سرداران خالصہ اُس کا ایسا کرنے کا استحقاق کب ماننے والے تھے صاحب سنگھ نے اپنے باپ کی جاگیروں پر قبضہ کرلیا اور فتح سنگھ نے جو مہان سنگھ کے پاس رہنے کے لئے گوجرانوالہ چلا گیا تھا کچھ بھی مزاحمت نہ کی۔ کچھ عرصے تک تو سالے بہنوئی یعنی صاحب سنگھ اور مہان سنگھ میں صلح رہی مگر ۱۷۸۹ء میں ان کا علانیہ جھگڑا ہو گیا اور دو سال تک برابر خصومت رہی۔ آخر کار ۱۷۹۱ء میں مہان سنگھ نے صاحب سنگھ کو قلعہ سودھرا میں بند کرکے نہایت تنگ کیا۔ بھنگی سردار نے اپنی مدد کے لئے لہنا سنگھ والئے لاہور اور کرم سنگھ دھلوں کو بھی بلا لیا۔ اول الذکر تو مدد کے لئے روانہ نہ ہوا مگر کرم سنگھ بہت سی فوج کے ساتھ محاصرے کو ہٹانے کے لئے پہنچ گیا اور اس کے اور مہان سنگھ کے درمیان ایک لڑائی ہوئی۔ سوکر چکیہ سردار اس موقع پر بہت بیمار تھا وہ دراثنائے جنگ اپنے ہاتھی پر بے ہوش ہو گیا تو مہاوت نے ہاتھی لوٹایا اور اپنے آقا کو میدان جنگ سے باہر لے آیا۔ اُسکی فوجیں اپنا سردار نہ پا کر بھاگ گئیں۔ محاصرہ ہٹ گیا اور مہان سنگھ گوجرانوالہ واپس آگیا جہاں تین دن بعد مر گیا۔ مہان سنگھ کی موت اس سبب سے بھی جلدی واقع ہوئی کہ اس کا پرانا دوست جودھ سنگھ وزیرآبادیہ اُس کو دغا دیکر چھوڑ گیا تھا۔ ۱۷۹۶ء میں شاہ زمان نے پنجاب پر یورش کی اور صاحب سنگھ پہاڑی علاقے کی طرف ہٹ گیا۔ شاہ مذکور لاہور میں صرف چند دن رہ کر افغانستان واپس چلا گیا۔ شاہ زمان پنڈدادن خاں میں ایک افسر کو جو بھاپخی

کے نام سے مشہور تھا ... افغان فوج کے ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ وہ صاحب سنگھ کے گجرات واپس آنے پر ضلع جہلم کی مسلمان قوموں کو اپنی مدد کے لئے لیکر سردار مذکور سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ صاحب سنگھ نے نہال سنگھ اور وزیر سنگھ اٹاری والا۔ جودھ سنگھ وزیر آبادیہ اور کرم سنگھ دھلوں کو ساتھ لیکر سہانچی سے لڑائی کی اور اُس کو شکست دی۔ یہ واقعہ ۱۷۹۸ء میں ہوا۔ اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ سکھوں نے افغانوں کو میدان جنگ میں پوری شکست دی۔ سہانچی کے اس شکست کھانے کے چند مہینے بعد شاہ زمان نے پھر پنجاب پر یورش کی مگر اس نے تھوڑے عرصے قیام کیا اور رنجیت سنگھ کو لاہور عطا کر کے واپس چلا گیا الا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رنجیت سنگھ کو شہر مذکور اپنے زور بازو سے پھر لینا پڑا۔ فتح سنگھ بھنگی اب رنجیت سنگھ کے ساتھ شامل ہو گیا اور مہاراجہ نے بھی اس کے بھائی کے مقبوضات میں سے نصف حصہ دلا دینے کا وعدہ کیا چنانچہ یہ تقویت پاکر فتح سنگھ نے سودھرا اور فتح گڑھ پر جواب کوٹ باڑی خاں کہلاتا ہے قبضہ کر لیا۔ جب صاحب سنگھ نے لاہور کے فتح ہو جانے کی بابت سُنا تو رنجیت سنگھ کے ساتھ لڑنے کے لئے ایک بڑا سارا لشکر لیکر روانہ ہوا۔ رام گڑھیہ اور قصور کی فوجیں بھی مشرق اور جنوب سے اسی مقام کو روانہ ہوئیں ان سب کا بسین کے مقام پر مجمع ہوا مگر کوئی لڑائی وغیرہ نہیں ہوئی۔ اس سال کے اخیر حصے میں پھر آپس میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی اور کچھ عرصے تک رہی جس میں فتح سنگھ کی اپنے بھائی کے ساتھ صلح ہو گئی لیکن یہ صلح بالکل عارضی تھی۔ کیونکہ فتح سنگھ نے صاحب سنگھ کی زوجہ مائی صاحب کور کی جس نے اپنے خاوند کی تیسری شادی کر لینے کی وجہ سے قلعہ جلال پور

# چین سنگھ رئیس ہیراپور

## شام داس

- میا سنگھ
- امیر چند

رام کوثر — دیال سنگھ (متوفی) — جمعیت رائے — سردار جے سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۷ء)

سردار گنڈا سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۲ء) — گوردت سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۳ء) — تین دیگر پسران — موتی رام (وفات سنہ ۱۹۰۱ء) — رام لال (وفات سنہ ۱۸۹۶ء) — بھوپ چند (وفات سنہ ۱۸۹۳ء) — راجہ ہیرا سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۳ء) — دختر

امیں چند (وفات سنہ ۱۹۰۳ء) — روپ چند (ولادت سنہ ۱۸۵۶ء) — کاشی رام (ولادت سنہ ۱۸۶۷ء) — نند لال (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء) — صاحب دیال (ولادت سنہ ۱۸۴۹ء) — رلا رام (ولادت سنہ ۱۸۵۵ء) — بال مکند (ولادت سنہ ۱۸۶۰ء) — کرم سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء) متبنّٰی

پرتھی چند (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء) — کاہنی داس (ولادت سنہ ۱۸۹۰ء)

چیت رام (وفات سنہ ۱۸۹۶ء) — رام سرن (ولادت سنہ ۱۸۶۷ء) — خوشی رام (وفات سنہ ۱۸۹۰ء) — دولت رام (ولادت سنہ ۱۸۷۹ء) — سرمکھ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء)

گوچرن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۲ء) — بھرپور سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۸ء) — سندر داس (ولادت سنہ ۱۸۸۹ء) — درگا پرشاد (ولادت سنہ ۱۸۹۷ء) — موٹا سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — بشمبر داس (ولادت سنہ ۱۸۸۶ء) — شوچند (ولادت سنہ ۱۸۹۲ء) — ہر بھگت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)

گوربچن سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۲ء) — بسنت لال (ولادت سنہ ۱۸۸۵ء) — کشن دیال (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء) — شو رام (ولادت سنہ ۱۸۸۲ء) — شوچرن (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء) — نرندر ناتھ (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء) — دوارکا ناتھ (ولادت سنہ ۱۸۹۷ء)

جگن ناتھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء) — گنیشی لال (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء) — برج ناتھ (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء) — کیلاس ناتھ (ولادت سنہ ۱۸۹۵ء) — پرتاب سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۲ء) — اجیت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)

رام ناتھ (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — لابھ سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۸ء) — چین سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۹ء)

کرم سنگھ (اسے راجہ ہیرا سنگھ نے متبنّٰی بنایا) — دھرم سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء) — دھیان سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

امر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۹ء)

رام سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۷ء)



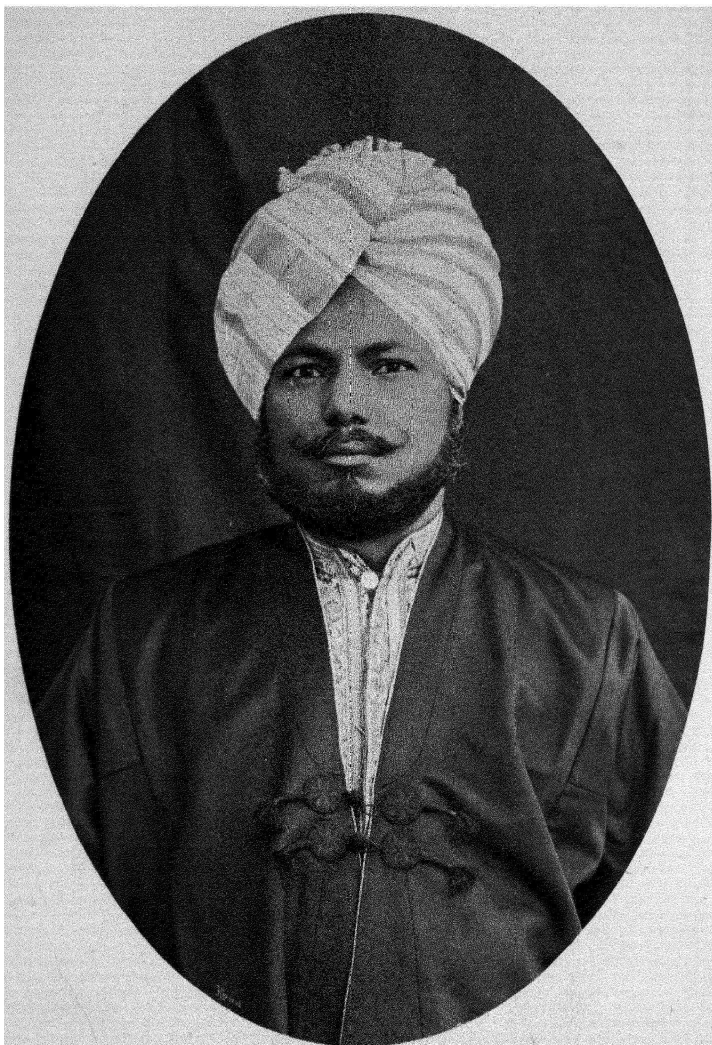
سردار بہادر کمیدان جے سنگھ رئیس ہیراپور وجمدان

The late Sardar Bahadur Jai Singh Commandant, of Hirapur, and Taalukdar of Jamdan.



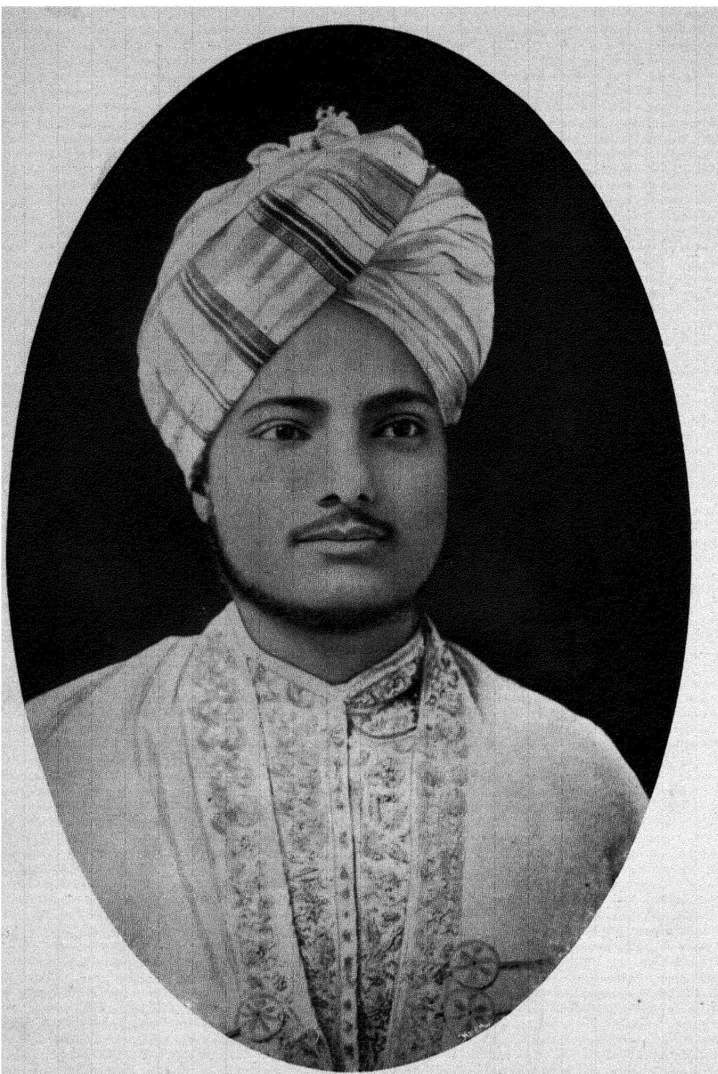
راجہ ہیرا سنگھ آف ہیراپور و جمدان

The late Raja Hira Singh of Hirapur and Taalukdar Jamdan.



سردار لابھ سنگھ رئیس ہیراپور و جمدان

The late Sardar Labh Singh of Hirapur and Taalukdar Jamdan.



سردار کرم سنگھ تعلقدار جمدان رئیس ہیراپور

Sardar Karam Singh of Hirapur and Taalukdar Jamdan.



سردار چین سنگھ رئیس ہیراپور

Sardar Chain Singh of Hirapur.

اس خان کے موجودہ بزرگ سردار چین سنگھ کا چچا راجہ ہیرا سنگھ گوندر سو دکھتری سکھ ساکن موضع ہیرا پور تھا۔ یہ موضع اس نے خود تحصیل ترنتارن کے نزدیک آباد کیا تھا۔ ہیرا سنگھ کا دادا خالصہ سرکار کے ماتحت ایک معمولی درجے کا محرر تھا۔ اس کا باپ سردار جے سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فرانسیسی رجمنٹ میں جمعدار بھرتی ہوا +

جب ۱۸۴۸ء میں پشاور کے مقام پر لارنس صاحب بہادر پر باغی سکھ فوج نے حملہ کیا تو جے سنگھ دلیری کا ایک نمایاں کام کرکے پنجاب کے پہلے غیرآئین رسالے کا جو سرہنری ڈیلے صاحب بہادر کا بھرتی شدہ اور خود انہیں کی زیرافسری تھا۔ رسالدار مقرر کیا گیا۔ سرہنری موصوف نے اس پُرانے نادر سکھ سردار کے بہادرانہ کاموں کی جو اُس نے سرحد کی مختلف لڑائیوں میں کئے بہت تعریف کی۔ اور اس کی نسبت تحریر کیا کہ:۔ "فوج میں جے سنگھ سے زیادہ کوئی بہادر سپاہی نہیں ہے اور نہ میں کسی ایسے آدمی کو جانتا ہوں جو اس سے زیادہ قابل اور تجربہ کار ہو" مزید برآں جرنیل جان واٹسن صاحب بہادر اس کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ "وہ سب سے قابل اور عمدہ ترین افسروں میں سے ہے اور مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا جو اس سے زیادہ دیانت دار اور کھرا ہو۔ غدر کی تمام لڑائیوں کے دوران میں یعنی دہلی کے محاصرے سے لکھنؤ کے فتح ہونے تک وہ میرے کاموں میں میرا دست راست رہا ہے" ان تعریفوں کی سرجیمس ہوپ گرانٹ بالقابہ نے جو لکھنو کے مقام پر رسالے کے افسر تھے اور سرکالن کیمپبل صاحب بہادر بالقابہ سپہ سالار نے بہت زور سے تصدیق کی ہے۔ لڑائی کے اختتام پر سردار جے سنگھ اودھ کی سوار پولیس کی چوتھی

رجمنٹ کا کمیدان بنا دیا گیا۔ اس کو علاوہ آرڈر آف میرٹ اور آرڈر آف برٹش انڈیا اور معمولی فوجی پنشن کے علاقہ جمدان ضلع بھرائچ کے ۲۶ مواضعات عطا کئے گئے۔ اس کی وفات ۱۸۶۷ء میں واقع ہوئی +

اس کا بیٹا ہیرا سنگھ ملکہ معظمہ دام اقبالہ کی وفاداری میں اپنے باپ سے کم نہ نکلا۔ اس نے ۱۸۵۵ء میں اپنے باپ کی رجمنٹ میں دفعدار ہو کر ملازمت شروع کی اور غدر کے شروع ہونے پر جمعدار بنا دیا گیا اور جب غدر ختم ہوا تو اسے رسالداری کا عہدہ ملا۔ اس نے بہت سی مشہور لڑائیوں میں حصہ لیا اور دہلی اور لکھنو کے فتح کے موقع پر موجود تھا جس کی وجہ سے آرڈر آف میرٹ حاصل کیا۔ پھر یہ چین میں خدمات کرنے کے لئے تیار رہا اور فین صاحب بہادر کے رسالے میں رسالدار ہو کر اچھی خدمات انجام دیں۔ اپنے باپ کی وفات پر وہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا اور اپنی اودھ کی تعلقداری جائداد کے بڑھانے میں مصروف ہوا جس کے ساتھ اس نے علاقہ پرتھاپور تحصیل ناپارہ ضلع بہرائچ کی ۸۰۰۰ بیگھہ اراضی خرید کر شامل کی اور مالکان اراضی کے واسطے قابل تقلید نمونہ بنا ہمیشہ عین وقت پر مالیہ ادا کرتا تھا اور اپنے کاشتکاروں کا مہربان اور قدردان تھا۔ اس نے ہیرا پور تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر کی جائداد بھی خریدی۔ وہ پنجاب اور اودھ دونوں جگہ غریبوں کا فیاض دوست اور تمام قابل اعانت خیراتی کاموں میں فراخ دلی سے چندہ دینے والا مشہور رہا۔ اس نے بہت سی رقم خاص اس لئے علیحدہ کی کہ اُس کے سود سے اس کی جاگیروں میں بخار کے مریضوں کے لئے کونین خریدی جایا کرے۔ اس نے اپنے آبائی گاؤں چھبل کے باشندوں کے لئے ۲۰۰۰ روپے خرچ کر کے ایک خوبصورت تالاب

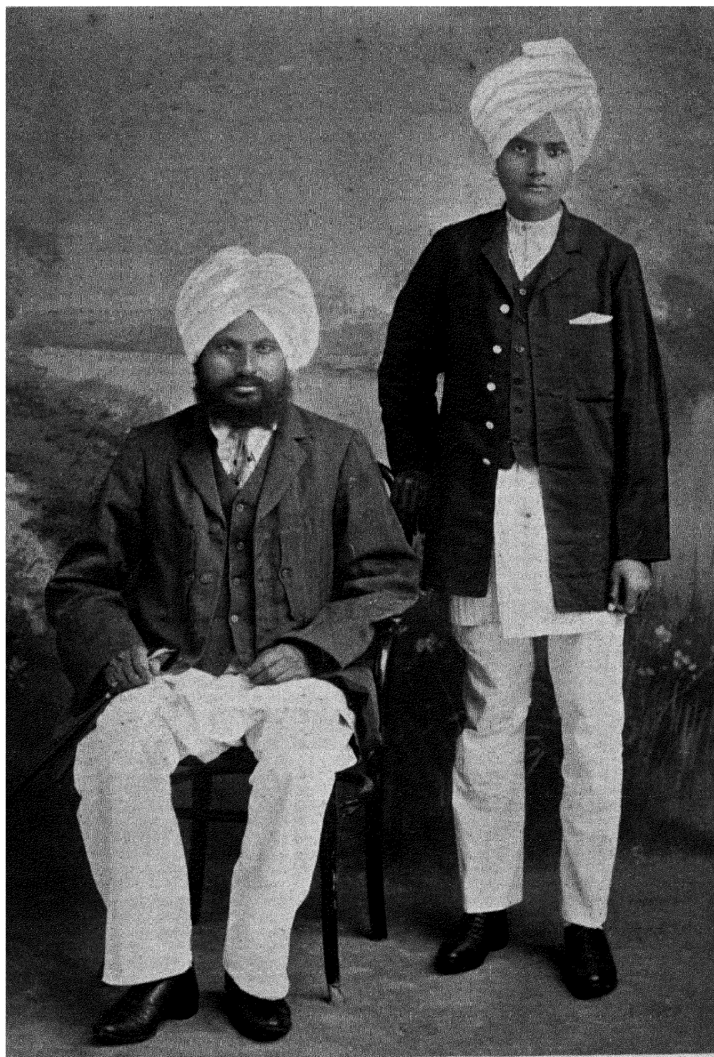
بنوایا اور ۱۰۰۰۰ روپے پرامزری نوٹوں میں لگادیا کہ جس کی آمدنی خاص اس کی مرمت وغیرہ کے لئے وقف رہے۔ امرتسر میں اس نے ایک بڑی سرائے بھی بنوائی اور ۵۰۰۰ روپے کے مالیت کی زمینیں وغیرہ اس کے اخراجات کے لئے وقف کیں۔ بھڑاپچ اور نیپال گنج میں اس نے رفاہ عام کے بہت سے کام کئے جن کے لوگ پورے طور پر معترف ہیں۔ یہ لوگ پنجاب کے دوسرے مالکان اراضی کی نسبت جو ان سے کبھی ہمدردی نہیں کرتے ہیرا سنگھ کو مطلق اجنبی نہ سمجھتے تھے +

سر آکلینڈ کولون صاحب بالقابہ کی سفارش سے ہز اکسلنسی مارکوئیس آف ڈفرن گورنر جنرل بہادر بالقابہ نے دسمبر ۱۸۸۶ء میں سردار ہیرا سنگھ کو خطاب راجگی عطا کیا۔ جنرل والٹر فین صاحب بہادر نے جو دوسرے انگریز افسروں کی نسبت ہیرا سنگھ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اُس کے متعلق مفصلہ ذیل تحریر فرمایا :۔ "میں کسی ہندوستانی کو نہیں جانتا جس کی ہیرا سنگھ کے برابر دل سے تعریف کرسکوں۔ جب میری رجمنٹ سے علیحدہ ہوا تو تمام افسر اور سپاہی افسوس کرتے تھے۔ اس نے دہلی کے سامنے اور بعد کے ۱۸۵۸ء کے معرکے میں بڑی بہادری کی اور نمایاں خدمات بجالایا۔ یہ پہلا شخص تھا جو چین کے اجنبی ملک میں خدمات کرنے کے لئے مستعد ہوگیا اور فین صاحب کے رسالہ بھرتی کرنے میں اس نے میری بہت امداد کی۔ میں اپنی رجمنٹ کے تمام افسر اور سپاہی دینے کو تیار ہوں مگر ہیرا سنگھ کو اپنے پاس سے جلدی علیحدہ نہیں کرسکتا۔ اُن تمام راست باز اور مستقل مزاج افسروں میں سے جن کے ساتھ مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میں یقینی طور پر ہیرا سنگھ کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں"۔

ہیرا سنگھ کا انتقال ۱۸۹۳ء میں ہوا اور اس کی لڑکی کا پوتا کرم سنگھ جسے لاولد ہونے کی وجہ سے اس نے متبنّے کر لیا تھا وارث ہوا۔ کرم سنگھ اودھ کا تعلقدار ہے اور زیادہ تر اپنی جاگیر واقعہ بہرائچ صوبہ اودھ میں رہتا ہے +

راجہ ہیرا سنگھ کی بہن کا ایک لڑکا سردار چین سنگھ ضلع امرتسر میں اس خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ اودھ میں ڈویژنل درباری ہے مگر ہیرا پور میں رہتا ہے۔ نہر چناب پر اسے ۱۰ مربعے زمین عطا ہوئی ہے +

راجہ ہیرا سنگھ کا دوسرا چچیرا بھائی سردار گنڈا سنگھ بنگال کے انیسویں رسالے میں کئی سال رسالدار رہا۔ گنڈا سنگھ کا بڑا بیٹا امین چند ریاست جموں میں افسر ضلع تھا اور اس کے دو اور بیٹے کپورتھلہ میں ملازم تھے + جمعیت رائے کا پڑپوتا شیورام گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہے +



سردار چندا سنگھ رئیس اٹاری

S. Chanda Singh of Atari.

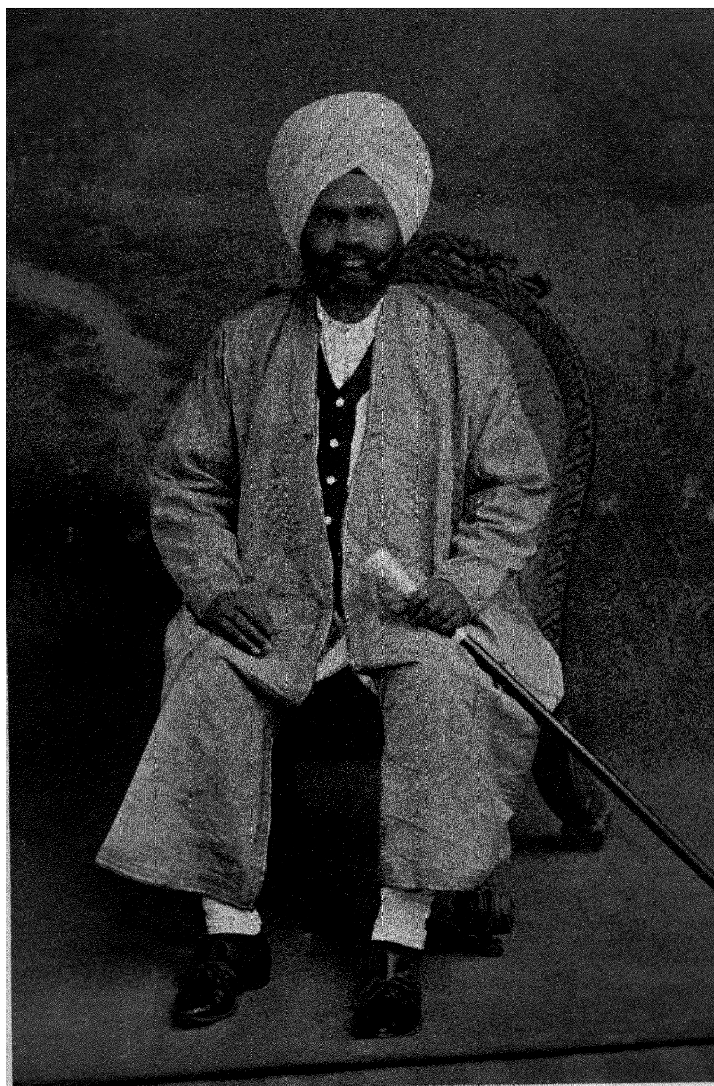
رگھبیر سنگھ

Raghbir Singh.



سردار صورت سنگھ رئیس اٹاری رسالدار پلٹن نمبر ۵۳

S. Surat Singh of Atari, Subadar, 53rd Infantry.

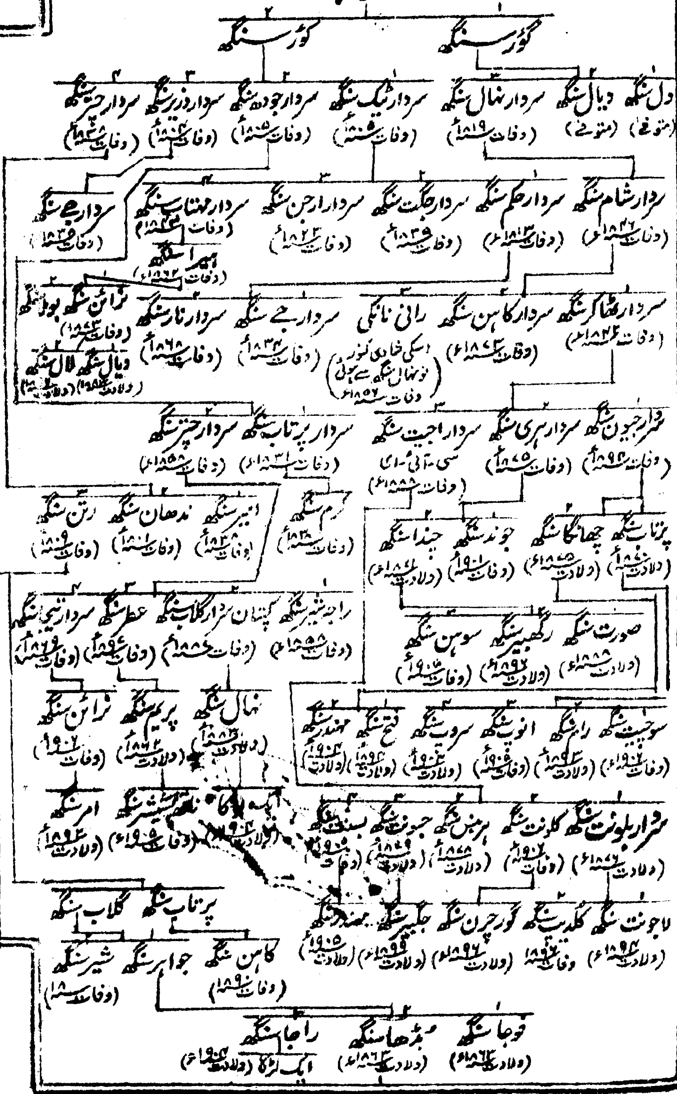


سردار چھانگا سنگھ رئیس اٹاری

S. Changa Singh of Atari.

# سردار بلونت سنگھ اٹاری والہ

## کاہن چند



خاندانِ اٹاری خاندان سندھانوالیہ کی طرح اصل میں راجپوت ہے اور جیسلمیر کی نواح سے نقل مکان کر کے پنجاب میں آیا۔ اگرچہ یہ دونو خاندان بھٹی راجپوتوں کی ایک ہی قوم سے ہیں مگر فی زماننا ایک ہی درجے کے نہیں ہیں۔ ان کی راجپوتی خصوصیات مٹے مدت ہوئی اور اب تو دونو جاٹ ہیں۔ سندھانوالئے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے نزدیکی رشتہ داری اور اپنی بہت سی املاک کے باعث نہایت زبردست تھے۔ اور دربار میں اٹاری والوں کی نسبت زیادہ رسوخ رکھتے تھے مگر اُن کی قومیت سانسی جاٹ ہے جو اٹاری والوں سے بدرجہا کمتر ہے۔ اٹاری والے سدھو جاٹوں کے سردار ہیں جن کی نسل مانجھے میں سب سے اعلیٰ ہے۔ اس خاندان کو اپنے حسب نسب پر اس بلا کا غرور تھا کہ سردار شام سنگھ اٹاری والے نے بدرجہ غایت تامل و توقف کرنے کے بعد اپنی بیٹی نانکی کی منگنی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پوتے کنور نونہال سنگھ کے ساتھ کی تھی اور اس رشتہ داری کو سردار موصوف اپنی ہتک سمجھتا تھا ؎

جگمل کا بیٹا دھیرا خاندان میں سے پہلا شخص تھا جو ۱۶۰۰ء کے قریب جیسلمیر چھوڑ کر معراج پھول واقع ریاست پٹیالہ میں آیا۔ دھیر علم موسیقی کا بڑا ماہر تھا اور ہندوستان کے ماہرانِ فن میں اس کا نام اب تک بہت مشہور ہے ۱۷۳۵ء کے قریب اس خاندان کے آدمی منتشر ہو گئے۔ بعض تو اندگڑھ علاقہ جگراؤں میں جا بسے اور گوَر سنگھ اور کوَر سنگھ دو بھائی پچیس سوار ہمراہ لیکر قسمت آزمائی کے لئے مانجھ میں آئے۔ تھوڑے عرصے بعد یہ دونو بھائی امرتسر آئے پورہل لیکر سنگھ بنے اور

گوربخش سنگھ روڑاں والا کی جو اس وقت بھنگی مسل کا سردار تھا ملازمت میں داخل ہو گئے۔ اس خاندان کی دونو شاخوں میں جلدی تنازعہ پیدا ہو گیا اور ان کے بعد ازآں کے واقعات ایسے الگ الگ ہو گئے کہ اُن کا بیان جداگانہ کرنا انسب ہے +

گورسنگھ باوا سولداس کا جو ایک بڑا متقی فقیر تھا چیلا بن گیا اور اُس نے اسے ہدایت کی کہ ٹبلیہ یا کریوا میں جا کر آباد ہو۔ چنانچہ گورسنگھ نے وہاں ایک اٹاری یعنی خس پوش مکان بنایا جس کے نام پر خاندان کا اور اُس گاؤں کا جو اُس اٹاری کے گرد بنا نام مشہور ہوا۔ گوربخش سنگھ بھنگی کی وفات کے بعد گورسنگھ سردار گوجر سنگھ اور لہنا سنگھ کے ماتحت ملازمت کرتا رہا۔ ۱۷۶۳ء میں اس نے اٹاری کے گرد ۷۰۰۰ روپے کی مالیت کے مواضعات پر قبضہ کر لیا اور دو سال بعد سردار گوجر سنگھ سے ۱۸۶۰۰ روپے مالیت کی ایک جاگیر حاصل کی۔ گوربخش سنگھ ۱۷۶۳ء میں فوت ہو گیا اور اُس کا بیٹا نہال سنگھ جاگیر مذکور پر سردار گوجر سنگھ کے بیٹے سردار صاحب سنگھ بھنگی کے ماتحت قابض رہا +

صاحب سنگھ گجرات کا رئیس تھا اور یہاں نہال سنگھ اپنی سپاہ اور اپنے کئی چچازاد بھائیوں یعنی گورسنگھ کے بیٹوں کو ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ نہال سنگھ نے اپنی دلاوری اور لیاقت کے سبب سے جلدی نام پیدا کر لیا اور ۱۷۹۶ء کی اُس لڑائی کی جو سکھ رئیسوں اور زمان شاہ کے افسر شہانچی باشی کے درمیان ہوئی فتح بڑی حد تک نہال سنگھ کی جرات و شہامت کی منت کش ہے۔ ۱۸۰۱ء میں رنجیت سنگھ کے لاہور پر قبضہ حاصل کر لینے کے بعد ہی سرداران بھنگی اور اُن کے رفیق سردار مقام

بسین پر اس بات کے واسطے جمع ہوئے کہ اب رنجیت سنگھ کے مقابلے کے واسطے تدابیر سوچیں۔ نہال سنگھ بھی اپنے آقا صاحب سنگھ کے ساتھ اس مقام پر آیا اور رنجیت سنگھ جسکی نظر اتفاقیہ اس پر پڑ گئی اس کی دلیر صورت اور شہسواری دیکھکر خاص طور پر متاثر ہوا۔ چنانچہ اُس نے اس کو بلا بھیجا اور ترغیب دی کہ سرداران بھنگی کی ملازمت چھوڑ کر اس کی ملازمت میں داخل ہو جائے۔ مگر سردار نہال سنگھ نے انکار کر دیا کیونکہ یہ اپنے پرانے آقا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اور اسے جو کچھ رنجیت سنگھ نے کہا تھا وہ صاحب سنگھ کے آگے بیان کر دیا جو اس کے انکار کرنے سے بہت خوش ہوا اور اس کی جاگیرات اور مواجب میں ازدیاد کر دی +

اس ترقی سے نہال سنگھ کے چچیرے بھائیوں ٹیک سنگھ جودھ سنگھ اور روز بیر سنگھ کے دلوں میں بہت حسد پیدا ہوا یہ تمام بھنگی رئیس کی ملازمت میں تھے اور اُن ہی کے کہنے سننے پر صاحب سنگھ نے جو کمزور اور متلوّن مزاج آدمی تھا نہال سنگھ کی ۵۰۰۰ روپے کی جاگیر ضبط کر لی۔ نہال سنگھ کو اس سے نفرت ہو گئی اور وہ بھنگیوں کی ملازمت چھوڑ کر اٹاری میں آگیا جہاں اس نے مویشی کی چوری اور ڈاکہ اپنے گزارے کی صورت بنا لیا۔ ایک دن اُس نے رنجیت سنگھ کے کچھ اونٹ چھین لئے اور اِن کے واپس طلب کرنے کے واسطے رنجیت سنگھ کے آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے اُن میں سے کئی اونٹ بیچ بھی ڈالے۔ جو اونٹ کہ باقی رہ گئے اُن کے واپس دینے کے لئے کچھ عرصہ کے بعد نہال سنگھ راضی ہو گیا اور رنجیت سنگھ اس رعایت سے ایسا خوش ہوا کہ اُس نے سردار مذکور سے پھر اپنی ملازمت میں داخل ہونے کے لئے کہا جس پر کچھ تامل کے بعد نہال سنگھ راضی ہو گیا۔

اسے ۱۴۶ سواروں کی افسری ملی اور ایک توپ اور سات شتری زنبورے دئے گئے۔

۱۸۰۳ء میں اس کو ۵۰۰ ۴۲ روپے جمع کی جاگیر واقع سکھو عطا کی گئی اور تین سال بعد قصور کا علاقہ ملا۔ جس کی جمع ۱۰۰۰۰ روپے تھی ۱۸۰۷ء میں نہال سنگھ قصور کی لڑائی پر مہاراجہ کے ہمراہ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قطب الدین خاں قصور پر شکست کھا کر علاقے سے بیدخل کیا گیا اور نہال سنگھ کو قصور کا سارا علاقہ جس کی جمع ۱۷۰۰۰ روپے تھی عطا کیا گیا۔ ستلج کے جنوب کی جانب ڈوگروں کی وحشی اور شورہ پشت قوم نے جو گوربخش سنگھ کے بیٹے دھنا سنگھ حاکم فیروزپور سے عناد رکھتی تھی نہال سنگھ کو فیروزپور پر حملہ کرنے کے لئے بلایا اور خود مدد دینے کا اقرار کیا۔ بخوشی سے راضی ہو گیا اور دریا کو عبور کر کے دھنا سنگھ فیروزپور والے کی سپاہ کو قلعہ دلچی سے نکال دیا۔ اس عرصے میں قوم ڈوگرا کے ایک اور فریق نے جو براکی میں آباد تھا اور اپنے رئیس دھنا سنگھ سے عناد بھی رکھتا تھا موراں طوایف محبوبۂ رنجیت سنگھ سے مدد چاہی۔ موراں نے مہاراجہ سے فیروزپور مانگا اور حاصل کر لیا چنانچہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس نے فوج بھیجی اور براکی پر قبضہ کر لیا۔ اب نہال سنگھ نے دھنا سنگھ سے کہا کہ میں مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور دھنا باوجود خوف کے اپنی کمزوری کی وجہ سے اس درخواست کو رد نہ کر سکا۔ دونوں سرداروں نے تب موراں کی فوج کو براکی میں سے نکال دیا اور نہال سنگھ نے فیروزپور پر حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ دوسرے سال یعنی ۱۸۰۸ء میں نہال سنگھ نے قلعہ کھائی پر فریب سے تصرف کر لیا اور دھنا سنگھ یہ دیکھ کر کہ اس کا دغاباز

دوست روز بروز قوی ہوتا جاتا ہے بہت خوشی سے ۱۸۰۹ء میں سرکار انگریزی کے سایۂ حمایت میں آگیا +

وہ علاقہ جس پر نہال سنگھ نے اس طرح ستلج کے جنوب میں قبضہ کیا ۱۸۰۰۰ روپے کی سالانہ جمع کا تھا۔ پھر جلدی ہی اٹاری کے گردونواح میں اس کو ۳۰۰۰ روپے کی جمع کے مواضعات بھی مل گئے۔ اسکی جاگیریں ۳۰۶۸۰۰ روپے کی تھیں جن میں سے ۱۵۰۰۰ روپے کی ذاتی تھیں اور ۵۶۸۰۰ روپے کی جاگیروں کے بدلے یہ خدمات کے لئے فوج دیا کرتا تھا +

سندھانوالیوں کے سوا کوئی سردار بھی نہال سنگھ سے زیادہ مہاراجہ کا موردِ الطاف نہیں تھا اس کی خدمات بے شمار اور بہت وقیع تھیں۔ واقعی یہ ہے کہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۰۸ء تک کوئی لڑائی بھی ایسی نہیں ہوئی جس میں اس نے نمایاں کام نہ کئے ہوں۔ وہ کشمیر کی پہلی لڑائی میں شامل ہوا۔ پنڈہ دادنخاں۔ کسک۔ دلور۔ نیلور۔ ٹلہ۔ چکوال۔ سعید پور۔ تراین گڑھ اور ملتان کی لڑائیوں میں لڑا۔ آخرالذکر مقام کی ۱۸۱۰ء کی لڑائی میں وہ ایک سرنگ کے اُڑ جانے سے جل گیا۔ عطر سنگھ دھاڑی جو اس کے برابر کھڑا تھا مارا گیا اور بہت سے عہدہ داروں کو سخت ضربیں پہنچیں اور نہال سنگھ کو علاج کے واسطے لاہور بھیجنا پڑا +

۱۸۲۶ء میں رنجیت سنگھ ونیکے میں بیمار ہو گیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ نہال سنگھ نے مہاراجہ کے عوض اپنی جان دیدی یعنی کچھ رسومات سے یہ مہاراجہ کے پلنگ کے گرد پھرا اور اس طواف کی وجہ سے مہاراجہ کی بیماری نہال سنگھ پر آگئی۔ یہ بدعت ہندوستان میں غیر معمولی نہیں ہے اور خواہ اتفاق سے اور خواہ نہال سنگھ کے وہم کے سبب کسی قدر یہ بدعت

سچ بھی ہوگئی کیونکہ نہال سنگھ اٹاری چلا گیا اور چند مہینے بیمار رہنے کے بعد مر گیا۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے نہال سنگھ نے اپنے بیٹے شام سنگھ کو مہاراجہ کی ملازمت میں داخل کیا تھا اور وہ اول ہی اول ملتان پر ۱۸۱۸ء میں لڑا جہاں قلعے کے جنوب کی طرف اس کو ایک توپخانہ کے مورچہ کی افسری ملی تھی۔ اس کے ساتھ توپخانوں کی افسری پر سرداران دل سنگھ نہرنہ۔ امیر سنگھ سندھانوالیہ اور دیسا سنگھ مجیٹھیہ تھے۔ بھنگیوں والی بڑی توپ لاہور سے لائی گئی تھی اور چار مرتبہ سر کی گئی تھی جس نے قلعے کی دیواروں کو بہت نقصان پہنچایا۔ آخر کار قلعہ ملتان سر ہو گیا جو شگاف دیواروں میں ہوا اس پر سردار شام سنگھ چند آدمیوں کے ساتھ سب سے پہلے پہنچا۔ اور یہاں شانے پر تلوار کا زخم بھی کھایا +

اس کے بعد اس نے بہت سی لڑائیوں میں خدمات کیں اور اپنے باپ کی طرح بہادری میں نام پایا۔ ۱۸۱۹ء کی کشمیر کی لڑائی میں جس میں مہاراجہ کی فتح ہوئی یہ بھی شامل تھا اور گندگڑھ ٹیٹری۔ ناری نلدی دو تحصیر۔ جہانگیرہ اور یوسف زئی کی لڑائیوں میں لڑتا رہا ۱۸۳۲ء میں دیوان تاراچند کے ہمراہ بنوں کی مہم پر گیا جس میں اس کا گھوڑا گولی سے مارا گیا +

اس کی لڑکی نانکی کی شادی جو ۱۸۳۲ء میں شہزادہ نونہال سنگھ سے منسوب کی گئی تھی ۷ مارچ ۱۸۳۷ء کو امرتسر میں قرار پائی۔ سر ہنری فین صاحب بہادر بالقابہ کمانڈر ان چیف بھی اس شادی میں شریک تھے جو بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ عروس کے جہیز میں ۱۱ ہاتھی ۱۰۰ گھوڑے ۱۰۰ اونٹ زر کثیر نقد اور بہت سا زیور دیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شادی میں سردار اٹاری کا ۱۵۰۰۰۰ روپے خرچ ہوا۔ دو مہینے بعد

سردار ہری سنگھ نلوہ کی شکست اور موت کی خبر پہنچی اور شام سنگھ کو اپنی فوج لیکر پشاور جانا پڑا جہاں وہ دو سال یعنی رنجیت سنگھ کی وفات تک رہا۔ مہاراجہ کی وفات کے بعد اگرچہ شام سنگھ فوج میں بہت سے فوجی کام کرتا رہا مگر ملکی امور میں اس نے بالکل دخل نہیں دیا۔ یہ اس فوج کا سردار تھا جو ۱۸۴۱ء میں شاہ شجاع کے خاندان کو پشاور پہنچانے گئی اور بعد ازآں اس کو ہزارہ میں تحصیل مالیہ کیلئے بھیجا گیا۔ شام سنگھ نے شورہ پشت رئیس پائندہ خاں کو اپنا بیٹا بطور یرغمال دینے پر مجبور کیا اور اُسے لاہور لے آیا جہاں سے اُسے فوراً بعد باعزاز رخصت کیا گیا۔ کھڑک سنگھ اور شیر سنگھ کے دوران حکومت میں شام سنگھ اپنی کل جاگیرات پر برابر قابض رہا۔ جواہر سنگھ کے قتل ہو جانے کے بعد یہ اپنے بیٹے کاہن سنگھ کی شادی کرنے کے بہانے ستلج عبور کرکے چلا گیا۔ مگر جب فوج خالصہ نے آنروے ستلج کے علاقے پر یورش کی تو شام سنگھ پنجاب سے باہر رہنا خلاف وضعداری سمجھ کر اٹاری میں واپس آگیا جہاں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ کوئی شخص اس کی شجاعت میں شک نہ لا سکتا تھا لیکن اُس کو یہ بات دیکھکر کہ فوج خالصہ ایک ایسی لڑائی پر آمادہ ہے جس کو وہ بالکل پسند نہیں کرتا اور یہ کہ فوج خالصہ بے ایمان اور نالایق آدمیوں کی ہدایت سے آپ اپنی تباہی کی طرف جارہی ہے اسکو بڑا تاسف اور تنفر ہوا اور لڑائی سے علیحدہ رہنے کا اس نے مصمم ارادہ کرلیا مگر ۲۱ دسمبر کو لال سنگھ کی فیروز شاہ پر شکست کھانے کی خبر لاہور میں پہنچنے کے فوراً بعد مہارانی نے یہ سُن کر کہ شام سنگھ اٹاری میں ہے دس سوار بھیجے جن کو حکم تھا کہ جب تک شام سنگھ فوج میں شامل نہ ہو جائے اسی پر تعینات رہیں۔ شام سنگھ نے مہارانی سے بار بار کہلا کے بھجوایا کہ وہ اس لڑائی سے باز آجائے

اور یہ کہ اس کی پالیسی ملک کو تباہ کر دیگی مگر اس سے کچھ فایدہ نہ ہوا اور آخر کار جب شام سنگھ کو یہ کہا گیا کہ وہ بزدل ہے اور مرنے سے ڈرتا ہے تو اس نے کیمپ میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا مگر قسم کھالی کہ شکست ہونے پر جو اس کے خیال میں یقینی تھی زندہ واپس نہ آئے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سبراؤں کی لڑائی سے پہلی شب کو جبکہ فوج انگریزی نے پہلا ہی حملہ کیا تو تیج سنگھ نے شام سنگھ کو اس کے ساتھ بھاگ نکلنے کی صلاح دی مگر شام سنگھ نے ایسا کرنے سے بکمال حقارت انکار کر دیا جس پر تیج سنگھ نے غصہ سے کہا: "اگر تم ایسے ہی بہادر ہو تو بہتر ہے کہ نہ بھاگنے کی قسم کھالو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم آخر کار میرے ساتھ ہی چلو گے"۔ سردار شام سنگھ نے گرنتھ صاحب منگوایا اور سچے دل سے قسم کھائی کہ اگر سکھوں کو شکست ہوگی تو وہ کبھی مورچوں پر سے زندہ نہ ہٹے گا۔ لڑائی کے دن یعنی ۱۰ فروری کی صبح کے وقت اس نے سفید پوشاک پہنی اور اپنی نقرہ گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تم جو خالصہ کے سچے پوت ہو دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا اور وہیں مر جانا"۔ لڑائی کے شروع میں سردار موصوف ہر ایک جگہ موجود تھا اور سکھوں کو بہادری سے لڑنے کی دلیری دیتا تھا مگر جب اس نے شکست ہوتے دیکھی تو اپنی گھوڑی کو ایڑ لگا کر تلوار ہلاتا ہوا اور اپنے سپاہیوں کو اپنے ساتھ بلاتا ہوا رجمنٹ منمبر ۵۰ پر بڑھا۔ اس کے سپاہیوں میں سے تقریباً پچاس نے اس کا ساتھ دیا مگر انگریزی فوج نے اُن کو ہٹا کر دریا میں ڈال دیا اور شام سنگھ سات گولیوں سے چھدا ہوا اپنی گھوڑی پر سے مر کر گرا۔ لڑائی کے بعد اس کے نوکر تیر کر دریا کے پار گئے اور سردار کی لاش ڈھونڈھنے کی اجازت طلب کی۔ یہ اجازت عطا کر دی گئی

اور بڈھے سردار کی لاش جو سفید پوشاک اور سفید لمبی ڈاڑھی سے نمایاں تھی اس جگہ پڑی ہوئی پائی گئی جہاں لاشوں کے ڈھیر تھے۔ اس کے نوکروں نے لاش کو تختے پر رکھ لیا اور دریا عبور کر آئے لیکن تین دن سے پہلے لاش مذکور اٹاری نہیں پہنچ سکی اور اس کی بیوہ جو جانتی تھی کہ سردار کا ارادہ شکست کے بعد زندہ رہنے کا نہ تھا اُن کپڑوں کو لیکر جو سردار نے اپنی شادی کے دن پہنے تھے لاش پہنچنے سے پہلے ہی ستی ہو گئی۔ پنجاب میں یہ اخیر ستی تھی اور ایک ستون اس موقع کو جہاں یہ ستی ہوئی ظاہر کرتا ہے اور ابھی تک اٹاری کی دیواروں کے باہر موجود ہے ؂

سردار شام سنگھ قوم جاٹ ہیں جو مردمی دیانت داری۔ طاقت اور بہادری کے لحاظ سے دنیا بھر میں کسی قوم سے کمتر نہیں ہے نہایت اچھا شخص تھا۔ اس کی وفات سے سخت نقصان ہوا کیونکہ اس کا ثانی کوئی آدمی نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ گوجرانوالہ۔ لاہور اور امرتسر کے گرد و نواح کے دیہات میں اکثر معمولی رتبہ کے آدمی ایسے تھے جو بہادری۔ سادگی اور اپنے ملک کے واسطے جانفشانی کرنے میں سردار شام سنگھ کے برابر تھے مگر اس کے پایہ کا آدمی دربار کے متنفی سرداروں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ اگر شام سنگھ کے ہم خیال اور بھی سردار ہوتے تو ستلج کی لڑائی کبھی نہ ہوتی اور قوم سکھ کی آزادی جس کو اس نے دیوانگی سے کھو دیا برابر قایم رہتی۔ سردار شام سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا ٹھاکر سنگھ اپنے باپ سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا۔ یہ کسی قابلیت کا آدمی نہ تھا مگر اپنے باپ کے ماتحت اس نے بنوں اور پشاور میں توپخانہ کا کمیدان ہو کر خدمات کی تھیں۔ اُس کے تین بیٹے تھے جن کے واسطے جاگیر شکوراں جس کی جمع ۷۵۰۰ روپے تھی مقرر

ہوئی تھی اور قرار یہ پایا تھا کہ یہ جاگیر اُن کی اولاد کے پاس برابر حصوں میں علی الدوام رہے گی۔ یہ تین سرداران جیون سنگھ۔ ہری سنگھ اور اجیت سنگھ اٹاری میں رہا کرتے تھے ستلج کی لڑائی کے اختتام پر راجہ لال سنگھ نے شام سنگھ کی جاگیر میں سے ۱۵۹۳۰۰ روپے کی جاگیر ضبط کر لی۔ ۱۲۰۰۰ روپے کی آمدنی محصول چونگی کے موقوف کر دینے سے گھٹ گئی اور باقی ماندہ ۹۷ سواروں ۲۵ پیادوں اور ۱۰ زنبورے خدمت میں دینے کی شرط پر سردار کاہن سنگھ کے نام جاری رہی ۱۸۴۸ء میں ملتان کے مقام پر کاہن سنگھ کی کنٹنجنٹ فوج راجہ شیر سنگھ کی فوج میں شامل تھی۔ شیر سنگھ کے باغی ہو جانے کے بعد ۲۰ سوار تو راجہ کے پاس رہے اور باقی ماندہ شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ چلے آئے۔ کاہن سنگھ کے دیوان نراین سنگھ نے بھی گنڈا سنگھ والا اور قصور دونو مقامات پر فوج انگریزی کے واسطے رسد رسانی اور باربرداری بہم پہنچانے میں بہت کوشش کی۔ اس کی وفاداری کے سبب سے کاہن سنگھ کی ذاتی جاگیر الحاق کے موقع پر واگذار رہی جس میں سے ۶۰۵۰ روپے کی علی الدوام تھی ۔

سردار کاہن سنگھ کا دماغ ضعیف تھا اور اپنی وفات سے جو ۱۸۷۳ء میں واقع ہوئی پہلے چند سال تک برابر بیمار رہا اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور اپنے بھتیجوں کے ساتھ اٹاری میں رہا کرتا تھا۔ ان بھتیجوں میں سے ایک یعنی سردار اجیت سنگھ کے نام کاہن سنگھ کی ۲۵۵۰۰ روپے کی جاگیروں میں سے ۷۵۰۰ روپے وظیفہ کے طور پر ہو گیا تھا اور باقی ماندہ جاگیر ضبط ہو گئی اس طرح پر سردار اجیت سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ یہ پنجاب کے جیھنیۂ سکھوں میں اچھا اردو پڑھا ہوا اور انگریزی میں بھی کچھ علمیت رکھنے کی وجہ

سے نہایت قابل آدمی تھا۔ ۱۸۶۵ء میں اسے اٹاری کا سب رجسٹرار مقرر کیا گیا اور دوسرے سال مجسٹریٹی اختیارات دے گئے پھر تین سال تک امرتسر میں کام کرتا رہا جس میں اچھا تجربہ حاصل کر کے اٹاری کے علاقے کا تنہا منتظم ہونے کے قابل ہو گیا اور علاقہ مذکور اس کے سپرد کر دیا گیا۔ ۱۸۷۲ء میں اس نے اسسٹنٹ کمشنری کے محکمی (ڈیپارٹمنٹل) امتحان تعریف کے ساتھ پاس کیا اور اس کو اٹاری کے گرد کے دو سو موضعات پر پورے اختیارات عمل میں لانے کی اجازت دی گئی۔ تین سال بعد محکمہ مال کی طرف سے کالکٹر کے اختیارات دے جا کر گزٹ میں شایع کیا گیا۔ ۱۸۷۵ء میں اس نے اسسٹنٹ کمشنر کا عہدہ حاصل کیا اور ۱۸۸۷ء میں اس کی طویل اور قیمتی خدمات کے صلے میں اور صوبہ کے ممتاز افراد میں ہونے کی وجہ سے سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا گیا۔ تھوڑے عرصے بعد اسے ۵۰۰ روپے کی مالیت کے دیوانی مقدمات کے فیصلے کے اختیارات دیکر آنریری ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کے عہدے پر معزز کر دیا گیا +

لوکل سلف گورنمنٹ کی تجویز کے مطابق جو ۱۸۸۴ء میں ہوئی سردار اجیت سنگھ امرتسر ڈسٹرکٹ بورڈ کا پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا اور اسی عہدے پر وہ اپنی باقی زندگی بھر مامور رہا۔ زراعتی ترقیوں میں اس کو بہت دلچسپی تھی اور کئی سال تک امرتسر کی مویشی منڈی کی کمیٹی کا سرگرم ممبر رہا۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو اور ایچیسن کالج کی کونسل کا ممبر تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اپنی وفات سے پہلے جو ۱۸۸۹ء میں واقع ہوئی ۲۵ سال تک سردار مذکور پبلک کے سچے خدمت گذاروں اور بڑے قابل جوڈیشل اور ایگزیکٹو افسروں میں ایک اعلیٰ رتبہ رکھتا تھا۔ وہ ۵ لڑکے ۴ لڑکیاں اور ۲ بیوگان

چھوڑ کر ۹۴ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اب اس کا سب سے بڑا لڑکا سردار بلونت سنگھ خاندان اٹاری کا بزرگ ہے +

لالہ گرمکھ رائے امرتسر کا ایک مقتدر وکیل کورٹ آف وارڈز کے ماتحت جاگیر کا منیجر اور لڑکوں کا جو اس وقت نابالغ تھے سرپرست مقرر ہوا۔ چار بڑے لڑکے ایچیسن کالج لاہور میں بھیجے گئے۔ سردار اجیت سنگھ کی جایداد منقولہ اور غیر منقولہ ۵۰۰۰۰۰ روپے کی مالیت کی تھی۔ ۷۵۰۰ روپے کی خاندانی جاگیر منجملہ اجیت سنگھ کی ۲۵۰۰ روپے کی ذاتی جاگیر کے بڑے لڑکے سردار بلونت سنگھ کے نام واگذار ہوئی۔ اجیت سنگھ کی وفات کے وقت اِن بچوں کی تمام مدات کی آمدنی کا تخمینہ ۲۵۰۰۰ روپے کیا جاتا ہے +

سردار بلونت سنگھ نے ۱۸۹۵ء میں سردار کاسیہ کی لڑکی سے جو مرحوم راجہ جیند کی نواسی ہے شادی کی۔ اس کا بڑا لڑکا لاجونت سنگھ ایچیسن کالج میں ہے۔ اجیت سنگھ کے تیسرے لڑکے ہربنس کی شادی راؤ امراؤ سنگھ والئے کچائی کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کے قبضے میں قریباً ۱۲۰۰ بیگھہ اراضی ہے اور اس کی آمدنی قریباً ۵۰۰۰ روپے ہے +

اجیت سنگھ کے چوتھے لڑکے جسونت کی شادی رئیس جھر کی ضلع آگرہ کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کی جاگیر کی جمع قریباً ۴۰۰۰ روپے سالانہ ہے یہ گیارھویں کے۔ ای۔ او رسالے میں براہ راست کمیشن افسر بھرتی ہوا۔ اور اب رسالدار ہے۔ اجیت سنگھ کا دوسرا بیٹا کلونت سنگھ ۱۹۰۶ء میں فوت ہوگیا اور اس کی جاگیر کا حصہ جس کی جمع ۲۲۰۰ روپے ہے اب اُس کی بیوہ کے قبضہ میں ہے +

اجیت سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا بسنت سنگھ امپیریل کیڈٹ کور

میں تھا اور رانتیسویں رسالے (دکھن کا رسالہ) میں مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ۱۹۰۵ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا مندر سنگھ جو نابالغ ہے اس کی جاگیر کا وارث ہوا جس کی جمع قریباً ۴۰۰ روپے سالانہ ہے۔ بسنت سنگھ نے اودھ کے ایک تعلقدار سردار جوالا سنگھ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ سردار اجیت سنگھ کا بھائی سردار جیون سنگھ درباری اور امرتسر لوکل بورڈ کا ممبر تھا یہ ۱۸۹۵ء میں فوت ہوا اور اس کی جاید اد اس کے بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے بڑے لڑکے پرتاب سنگھ کی شادی سردار دیسا سنگھ رئیس منصوروال ضلع فیروزپور کی لڑکی سے ہوئی ہے اور چھانگا سنگھ سردار کاہن سنگھ رئیس و آنریری مجسٹریٹ مجیٹھیہ کی لڑکی سے بیاہا ہوا ہے۔ ان دونوں بھائیوں کی ملکیت مواضعات اٹاری۔ نیشتہ کھاریاں والا اور میراں کی تقریباً ۲۴۰۰ بیگھہ اراضی پر ہے اور انہوں نے اپنے باپ کی ۲۵۰۰ روپے کی جاگیر بھی حاصل کی ہے۔ اور اس طرح کل آمدنی ۱۰۰۰۰ روپے بیان کی جاتی ہے ✦

سردار اجیت سنگھ کا تیسرا بھائی ہری سنگھ ۱۸۷۵ء میں اور اس کا بڑا بیٹا جوند سنگھ ۱۹۰۱ء میں لاولد فوت ہوئے اس لئے چندا سنگھ (ہری سنگھ کے دوسرے بیٹے) نے اپنے باپ کی ساری جایداد ورثے میں حاصل کی۔ وہ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ڈویژنل کرسی نشین ذیلدار حلقۂ اٹاری اور پنجاب چیفس ایسوسی ایشن کا ممبر ہے اور کرنیل بدھ سنگھ رئیس مانیا والے کی لڑکی سے بیاہا ہوا ہے۔ منجملہ اس کے باپ کے ۲۵۰۰ روپے کی جاگیر کے اس کی ملکیت تقریباً ۳۲۰۰ بیگھہ اراضی پر ہے۔ اس کی کل آمدنی قریباً ۱۵۰۰۰ روپے ہے۔ اس کے بڑے لڑکے صورت سنگھ نے ایچیسن کالج میں

تعلیم پائی اور ۱۸۸۵ سکھ پلٹن میں براہ راست جمعدار بھرتی ہوا۔ اور اب صوبیدار ہے۔ اس کی شادی سردار برج چندر سنگھ رئیس و آنریری مجسٹریٹ سوہانہ کی لڑکی سے ہوئی۔ سردار ہری سنگھ پراونشل درباری تھا۔

اب ہم جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے خاندان کی چھوٹی شاخ کا حال بیان کرتے ہیں۔ ۱۸۱۰ء تک یعنے جب نہال سنگھ اٹاری والہ نے سردار صاحب سنگھ بھنگی کی ملازمت چھوڑ دی تب تک نو خاندان کے دونو شاخوں میں نزاع پیدا نہیں ہوئی دونوں فریق اکٹھے رہتے سہتے تھے اور ایک ہی آقا یعنے سرداران بھنگی کی نوکری لاہور اور گجرات میں کرتے تھے۔

کور سنگھ کے بیٹوں میں سے ٹیک سنگھ اور جودھ سنگھ سب سے زیادہ نامور تھے اور سردار صاحب سنگھ کی ملازمت میں بڑا اقتدار اور عزت رکھتے تھے۔ انہیں کے رسوخ کی وجہ تھی کہ نہال سنگھ کو مجبوراً بھنگیوں کی ملازمت چھوڑنی پڑی اور اسی سبب سے عداوت شروع ہوئی جو آج کے دن تک اٹاری والوں میں برابر چلی جاتی ہے۔ وزیر سنگھ اور چڑت سنگھ (فرزندان کور سنگھ) نامی آدمی نہ تھے۔ سردار ٹیک سنگھ کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے صاحب سنگھ کی ملازمت ترک کر دی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں جو اس وقت کوٹ باہی خاں پر لڑ رہا تھا آ گئے اور بغیر مہاراجہ کے حضور میں آداب بجا لانے کے میاں غوث خاں کے توپ خانہ میں شامل ہو گئے اور جب تک محاصرہ رہا برابر کام کرتے رہے جسمیں حاکم سنگھ کی پیشانی پر زخم بھی لگ گیا۔ قلعہ کے فتح ہو جانے کے بعد رنجیت سنگھ نے اُن کی اس بہادرانہ کارروائی سے بہت خوش ہو کر ان دونوں نوجوانوں کو اوان میانی اور باہو چینیا میں جاگیریں

عطا کیں۔ حاکم سنگھ سنہ ۱۸۱۰ء کے ملتان کے حملہ میں موجود تھا اور سنہ ۱۸۱۲ء میں مہاراجہ کے ہمراہ جہلم گیا جہاں وہ (مہاراجہ) فتح خاں وزیر کابل سے ملا۔ حاکم سنگھ اگلے ہی سال فوت ہوگیا اور چونکہ اس کے لڑکے نابالغ تھے اس لئے جاگیریں اس کے بھائی جگت سنگھ کو مل گئیں مگر جے سنگھ نے بڑے ہوکر میانی اور ٹہنا کے علاقے حاصل کر لئے ✤

سردار وزیر سنگھ کا بیٹا جے سنگھ سنہ ۱۸۱۲ء میں مہاراجہ سے باغی ہوگیا اس بغاوت کا حال یوں ہے کہ اُس نے اپنے چچیرے بھائی جگت سنگھ اور سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ مل کر مہاراجہ کی جان لینے کی سازش کی اور یہ دونوں اٹاری والے اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے لئے سمن برج میں داخل ہوگئے مگر ناگاہ مہاراجہ وہاں پہنچ گیا اور جے سنگھ سے وہاں آنے کا سبب دریافت کیا تو وہ ایسا گھبرایا اور خوف زدہ ہوا کہ مہاراجہ کو ان کی قاتلانہ سازش کا شبہ ہوگیا یا کم از کم جے سنگھ کو تو یہی یقین ہوگیا کہ مہاراجہ کو اس پر شبہ ہوگیا ہے جس پر وہ اپنے قلعہ کالر کھار کی طرف چل دیا اور بعجلت اسے مضبوط کر کے سپاہ متعین کر دی۔ مہاراجہ نے مصر دیا رام اور دوسرے سرداروں کے ماتحت اس کے مقابلہ کو فوج بھیجی جس سے شکست کھا کر جے سنگھ دریائے سندھ کے پار ہوکر دوست محمد خاں کے پاس جو اس زمانے میں فروغ پاتا جاتا تھا پناہ گزین ہوگیا۔ اس واقع کے تھوڑے عرصہ پہلے جے سنگھ کسی خدمت پر مامور ہوکر پشاور بھیجا گیا تھا جہاں وہ بارک زئی رئیس کا بڑا بے تکلف دوست ہوگیا اور ان دونوں نے مل کر باغ نورا خاں واقع پشاور میں بڑے جلسے اُڑائے تھے۔ رنجیت سنگھ کو اپنے سرداروں اور غیر قوم کے

آدمیوں میں اتحاد ہونا بہت ناگوار گزرتا تھا چنانچہ جے سنگھ کے پشاور سے (جلسے اُڑانے کے بعد) واپس آنے پر وہ اس کے ساتھ روکھے پن سے پیش آیا اور اس کی طرف سے بدظن رہا۔ اب جو سردار مذکور پر مصیبت پڑی تو وہ آپ سے آپ اپنے افغان یار غار کے پاس چلا گیا جو اس کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آیا۔

سنہ ۱۸۲۳ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اٹک پر تصرف کر لیا اور پشاور پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تو دوست محمد خاں اور محمد عظیم خاں رئیسان بارک زئی اس کے مقابلہ کے ارادہ سے آئے اس وقت جے سنگھ اُن کے ہمراہ تھا۔ ایک روز دونوں فوجوں میں لڑائی ہونے کے بعد تیس سکھوں کے سر جے سنگھ کے مکان پر رکھ دئے گئے جس نے بہت سے افغانوں کے ساتھ عداوت پیدا کر لی تھی۔ جے سنگھ اس اشارہ کو سمجھ گیا اور ٹیری کی لڑائی کے بعد پشاور چھوڑ کر اکھوڑے کے مقام پر رنجیت سنگھ سے آملا۔ مہاراجہ نے تپاک کے ساتھ اس سے ملاقات نہیں کی اور گو برائے نام اس کا قصور معاف ہو گیا پھر بھی وہ آیندہ کبھی مورد الطاف نہیں ہوا۔ جے سنگھ ان ایجنٹوں میں سے تھا جو محمد اعظم خاں کے ڈھاکے کی طرف ہٹ جانے کے بعد یار محمد خاں اور دوست محمد خاں سے مہاراجہ کی ملاقات کرا دینے پر مامور کئے گئے تھے۔ اسی ملاقات کے وقت مہاراجہ نے ان دونوں رئیسوں پر اپنے بھائی کے ساتھ دغا کرنے کے انعام میں صوبہ پشاور جس پر مہاراجہ خود تصرف نہ رکھ سکتا تھا تقسیم کر دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد جلدی ہی جے سنگھ مر گیا۔ اس کا چچیرا بھائی جے سنگھ پسر حاکم سنگھ سنہ ۱۸۳۴ء میں بمقام دلاسہ ضلع بنوں اس وقت مارا گیا

تھا جبکہ دیوان تارا چند نے رئیس دلاسہ سے شکست فاش کھائی اور اس کے بھائی نار سنگھ نے ۷۰ سوار خدمات میں دینے کی شرط پر ٹہنا اور اوان کی جاگیریں حاصل کیں۔ ملتان کی بغاوت کے موقع پر نار سنگھ کے قبضہ میں ۲۶۵۵۰ روپے کی جاگیر تھی جس میں سے ۱۷۵۰۰ روپے کی جاگیر خدمات کے عوض میں تھی۔ ۷ ستمبر ۱۸۴۹ء کو راجہ شیر سنگھ کے باغیوں کے ساتھ مل جانے کے بعد نار سنگھ قلعہ لاہور میں مقید کر دیا گیا۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس کا باغیوں کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق تھا یا نہیں؟ البتہ اس کے ستر سواروں میں سے آٹھ یا دس سواروں کے علاوہ باقی سب سوار دشمن کے ساتھ جا ملے جس کی وجہ سے اس کی جاگیریں ضبط ہوگئیں۔ لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد اسے ۲۰۰۰ روپے سالانہ کا وظیفہ عطا کر دیا گیا +

سردار جودھ سنگھ نے اپنے آقا سردار صاحب سنگھ بھنگی کی طرفداری میں بڑی دلیری سے کوشش کی کہ قلعہ کالر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھوں میں جانے سے بچ رہے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوا اور ۱۸۰۵ء میں مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ مہاراجہ اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا اور پوٹھوار کے علاقے میں اسے ۲۰۰۰۰ روپے کی مالیت کا ایک بڑا علاقہ جس میں ٹپہ ہائے برسالی۔ بشندر۔ سعید پور وغیرہ شامل تھے دو سو سوار خدمتی دینے کی شرط پر عطا کیا۔ جودھ سنگھ اس کے بعد فوراً فوت ہوگیا اور اس کے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور چتر سنگھ اس کے وارث ہوئے۔ پرتاب سنگھ ۱۸۲۳ء کی ٹیڑی کی لڑائی میں لڑا جس میں اس کے ہاتھ پر زخم آگیا۔ بالاکوٹ کی لڑائی میں جہاں خلیفہ سید احمد شکست کھا کر قتل ہوا پرتاب سنگھ سخت زخمی ہوگیا تھا اور اپنی جاگیروں پر واپس آکر چند مہینے بعد اسی زخم کی وجہ سے

فوت ہوا۔ اس کا بیٹا کرم سنگھ اس کے بعد فوراً اوائل عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اور اس کی جاگیر کا حصہ اس کے چچیرے بھائی شیر سنگھ کو مل گیا۔ سردار چتر سنگھ بہت اچھا کاشتکار تھا اس کی ہنرمندی اور نگہداشت کی وجہ سے جاگیر کی مالیت بہت بڑھ گئی۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں امور سلطنت میں زیادہ دخل نہیں دیا مگر دربار میں اس خاندان کا بڑا رسوخ تھا اور ۱۸۴۲ء میں چتر سنگھ کی بیٹی تیج کور نوجوان مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ منسوب ہوئی۔ مگر سردار چتر سنگھ دل و جان سے راجہ گلاب سنگھ والئے جموں کا طرفدار تھا اور جب دسمبر ۱۸۴۴ء میں پنڈت جلا کی اشتعال انگیزی کی بدولت گلاب سنگھ اور اس کے بھتیجے ہیرا سنگھ وزیر لاہور کے مابین نزاع ہوئی تو چتر سنگھ نے ہتھیار اُٹھا لئے اور اپنے علاقے میں راجہ کے نام سے تصرف رکھا۔ چھ مہینے بعد راجہ گلاب سنگھ نے جس کو شہزادہ پشاورا سنگھ کی قوت اور خصومت کا خوف تھا جواہر سنگھ کو جو لاہور میں زور پکڑ گیا تھا ترغیب دی کہ سردار چتر سنگھ اور فتح خاں ٹوانے کو شہزادہ مذکور کے مقابلے پر بھیجے مگر شہزادہ کے مقابلہ میں جانا چتر سنگھ کو بالکل پسند نہیں تھا کیونکہ ایک سکھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زبان زد لڑکے کا بھی بہت پاس تھا لیکن اس موقع پر چتر سنگھ انکار نہ کر سکتا تھا چنانچہ اسنے ٹوانہ رئیس کے ہمراہ اٹک پر جہاں پشاورا سنگھ تھوڑی فوج لیکر چلا گیا تھا چڑھائی کی۔ چند روز کی گفت وشنید کے بعد شہزادہ نے اطاعت قبول کر لی جس پر سرداروں نے اُس کی سلامتی اور لاہور پہنچ کر اس کے تمام دعووں پر پورے غور کئے جانے کا پختہ وعدہ کر لیا۔ مگر دوسرے دن جبکہ لاہور کی طرف کوچ جاری تھا۔ انہوں نے شہزادے کو اس کے محافظوں میں سے نکال کر پا بازنجیر کر دیا اور اٹک کو

واپس لے گئے جہاں یقین کیا جاتا ہے کہ اُسے اسی رات قتل کر دیا گیا اور اُس کی لاش کو دریائے اٹک میں پھینک دیا جو قلعہ کے قریب سے تاریکی میں زیادہ تیزی کے ساتھ گزرتا ہے۔ فوج خالصہ شہزادے کے یوں ظلم اور دغابازی سے قتل کئے جانے پر چتر سنگھ سے سخت برانگیختہ ہو گئی مگر چتر سنگھ نے یہ اُستادی کی کہ لاہور میں اس وقت تک نہ آیا جب تک کہ فوج نے جواہر سنگھ کو قتل کر کے اپنے غصے کو ٹھنڈا نہ کر لیا اور اس معاملے میں اس کی شرکت نہ بھول گئے۔ چتر سنگھ کا بڑا بیٹا سردار شیر سنگھ ۱۸۴۴ء میں سردار تیج سنگھ کی جگہ جس کو لاہور بلا لیا گیا تھا پشاور کا ناظم مقرر کیا گیا۔ یہ قابل اور اولوالعزم آدمی تھا اور اس نے اس شورہ پشت ضلع کا انتظام سرکار لاہور کے قابل اطمینان کیا۔ اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ علاقہ یوسف زئی کی بغاوت ۱۸۴۶ء کو فرو کیا مگر اس کا انتظام گو بڑا زبردست تھا پھر بھی اس میں غیر معمولی طور پر رشوت ستانی ہوتی تھی۔ راجہ لال سنگھ وزیر لاہور کو اس سے سخت عداوت تھی اور اگست ۱۸۴۶ء میں چتر سنگھ اپنے بیٹے شیر سنگھ کی جگہ پشاور میں مقرر کیا گیا اور آخر الذکر لاہور واپس آ گیا۔ چتر سنگھ اپریل ۱۸۴۷ء تک اسی عہدے پر مامور رہا مگر اس کا انتظام بھی ایسا ہی گندہ تھا جیسا کہ اُس کے بیٹے کا۔ اس رشوت ستانی نے جس کے باپ بیٹے دونوں عادی تھے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے عہدہ داروں کو بھی چکرا دیا۔ سرکاری محاصل میں سالانہ غبن کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ روپے کیا جاتا تھا ایسی حرکتوں سے چشم پوشی تو نہ کی جا سکتی تھی مگر یہ خاندان ایسا طاقتور تھا کہ اُن کا ناراض کرنا بھی آسان نہ تھا اور مہاراجہ کے ساتھ رشتہ داری ایسی قریب تھی کہ اُن کو خارج از امور سلطنت کرنا بھی ناممکن تھا۔ چنانچہ چتر سنگھ کو جہلم

اور سندھ کے درمیانی علاقے کا ناظم مقرر کر دیا گیا جہاں اسے بہت اختیارات حاصل تھے اور شیر سنگھ کونسل میں داخل کر لیا گیا مگر شیر سنگھ اس تقرر سے کسی طرح بھی رضامند نہ تھا۔ اس کو خیال تھا کہ اس کے دشمن راجہ لال سنگھ کی معزولی کے بعد اس کا عہدہ بھی اسی طرح مل جائے گا جس طرح اس کی بجائے مہارانی کی آشنائی مل گئی ہے۔ مگر وزارت سے مایوسی ہوئی تو وہ بہت جھلایا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیر سنگھ کا انتخاب عہدہ وزارت پر شاید سب سے موزوں ہوتا مگر وہ اپنے باپ کے برابر ہرگز حقدار نہ تھا۔ ادھر اس کا باپ چتر سنگھ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ایسا قابو میں تھا کہ اس کو لاہور میں وزیر مقرر کر دینا نہایت خطرناک تھا لیکن آخر کار اٹاری والے خاموش اور رضامند نظر آنے لگے یہ حکم دیا گیا کہ اُن بے شمار دعاوی کی تحقیقات نہ کی جائے جو پشاور میں شیر سنگھ پر کئے گئے تھے اور جن کی مقدار نصف لاکھ روپے سے زیادہ تھی اور یہ کہ سردار مذکور فقط ۸۰۰۰ روپے ان دعویداروں کو دیدے جو بہت مفلس تھے اور جن کے پاس اپنے دعووں کا پختہ ثبوت تھا۔ اس انتظام سے شیر سنگھ کی بہت تشفی ہو گئی اور چونکہ اس کے بھائیوں گلاب سنگھ اور عطر سنگھ کو بھی ہزارہ اور لاہور میں خدمت مل گئی اس لئے اس کو وزارت کے نہ ملنے کا رنج فراموش ہو گیا۔

۷۔ اگست ۱۸۴۶ء کو سردار چتر سنگھ نے رزیڈنٹ کی سفارش پر اُسی وقت اعزازی خطاب حاصل کیا جس وقت کہ سردار تیج سنگھ کو راجہ کا خطاب ملا۔ اسی سال کے ماہ نومبر کی ۲۶ تاریخ کو شیر سنگھ نے راجہ کا خطاب حاصل کیا۔ اسی خطاب کی چتر سنگھ کے لئے سفارش کی گئی تھی مگر اخیر وقت میں سردار مذکور نے درخواست کی کہ یہ خطاب اس کے بجائے

اس کے بیٹے شیر سنگھ کو دیا جائے اور یہ درخواست منظور ہوگئی +

۱۹۔ اپریل ۱۸۴۸ء کو ملتان میں فساد برپا ہوا۔ دو انگریزی افسروں کو دغابازی سے حملہ کرکے قتل کردیا گیا اور دیوان مولراج سرکار لاہور سے باغی ہوگیا۔ اس مفسدے کی خبر لاہور میں ۲۱۔ اپریل کو پہنچی اور صاحب رزیڈنٹ نے فوراً، پیادہ پلٹنوں ۲ باقاعدہ رسالے کو رجمنٹوں اور ۱۲۰۰ غیر آئین سوار کو سردار عطر سنگھ کالیان والے کے ماتحت ملتان کی طرف روانہ کیا۔ یہ تمام فوج جس کے ہمراہ راجہ شیر سنگھ بھی تھا ۲۴ تاریخ کو لاہور واپس بلالی گئی کیونکہ فوج انگریزی کے کماندران چیف کی مرضی نہ تھی کہ انگریزی فوج کو گرمی کے موسم میں ملک کے ملتان جیسے حصے میں جو بیماری کا گھر ہونے میں مشہور تھا مذکورہ بالا فوج کی امداد کے لئے بھیجا جائے مگر کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا اور صاحب رزیڈنٹ کو ملتان پر راجہ شیر سنگھ سردار شمشیر سنگھ اور عطر سنگھ کالیانوالے کے ماتحت ایک سکھ فوج مجبوراً کھینچنی پڑی۔ اس فوج کی جمعیت میں ایک رجمنٹ پیادہ آئین اور نصف رجمنٹ غیر آئین ... ۳ سوار ۱۰ توپیں اور ۲ توپیں بم گولوں کی تھیں۔ راجہ شیر سنگھ اس فوج کا سپہ سالار تھا مگر اس کی کمان خاصکر پلٹن پر تھی اور دوسرے دونو سردار رسالے کے افسر تھے +

۱۲ جون کو یہ فوج چیچاوطنی میں پہنچ گئی اور آگے بڑھنے کو تیار تھی مگر اس وقت تک اس کا جلدی بڑھانا مصلحت نہ سمجھا گیا جب تک کہ لفٹنٹ ایڈورڈ صاحب بہادر اور فوج بہاولپور مولراج پر کوئی نمایاں کامیابی نہ حاصل کرلے۔ شیر سنگھ اور اس کے ہمراہی سرداروں کو دغا یا فریب کا کچھ خیال نہ تھا مگر ان کی فوجیں باغیوں سے ہمدردی کرتی تھیں

اور اُن کے ساتھ مل جانے میں نہایت خوش تھیں۔ ۲۲ جون کو شیر سنگھ تلمبہ پہنچا۔ اس کو یہیں ٹھیرنے کا حکم ہوا مگر یا تو اس کی فوج گننے میں نہ رہی تھی یا یہ خیال کرکے کہ فوج کی وفاداری پر اس کو بھروسہ ہے اس نے چاہا کہ انگریزوں کی فتوحات میں شامل ہو جائے کیونکہ اس موقع پر کنیری کی لڑائی ہو رہی تھی۔ یہ گگراں کی طرف جو شہر ملتان سے ۹ میل کے فاصلے پر ہے بڑھا۔ لفٹنٹ ایڈورڈ صاحب بہادر نے اس وقت شیر سنگھ کو ہدایت کی کہ اُن کے ساتھ مل جائے۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کی اور ٹبّی سے ۳ میل سورج کنڈ کے مقام پر جہاں لفٹنٹ موصوف خیمہ زن تھے اپنے خیمے گاڑ دئے اور اس مقام پر ۶ جولائی کو پہنچ گیا۔

اگرچہ سکھ فوج سرکشی پر آمادہ تھی مگر بڑے بڑے سرداروں کو اس پر اسقدر اقتدار حاصل تھا کہ گو بہت سے آدمی اُن کو چھوڑ کر مولراج سے جا ملے تھے پھر بھی باقی ماندہ فوج کو یہ تھوڑا بہت آمادہ رکھ سکتے تھے اور ۲۰ جولائی کو شیر سنگھ ہوشیاری سے اور حسب مراد اس فوج کے ساتھ آملا جو انگریز افسروں کے ماتحت تھی یہ صورت ۱۸۔ اگست یعنی اس وقت تک رہی جب تک کہ جنرل وش صاحب بہادر گورہ فوج کو لیکر ملتان کے سامنے پہنچ گئے۔

سردار چتر سنگھ اس وقت ہزارہ کا ناظم تھا۔ اس کی فوج مشہور سرکش تھی مگر اُس نے اپنی فوج کی بدنیتی کی حکام انگریزی کو خبر نہ دی بلکہ اس بدنیتی میں وہ خود شریک تھا اور خود سرکشی کی ترغیب دیتا تھا۔ ۶ اگست کو یہاں تک نوبت پہنچی کہ کرنیل کنورا جو سکھوں کی ملازمت میں توپخانے کا امریکی کمیدان تھا قتل کر دیا گیا۔ اس کو چتر سنگھ نے ہری پور کے قلعہ سے

توپیں باہر لانے اور شہر کے باہر کھلے میدانوں میں خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا مگر کرنیل مذکور نے جسے چتر سنگھ کے متفنی ارادوں کا شبہ ہو گیا تھا اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک کہ کپتان ایبٹ صاحب بہادر سرحدی کمشنر اور رزیڈنٹ ہزارہ کے نائب منظوری نہ دے دینگے میں نہ خود باہر آؤنگا اور نہ توپیں نکالونگا۔ پھر وہ توپوں کے بیچ میں کھڑا ہو گیا اور ان میں چھرہ بھر کر دھمکی دی کہ جو شخص اس کے پاس آئے گا اس پر توپ سر کر دیگا مگر چتر سنگھ نے اصرار کیا اور چونکہ کرنیل مذکور وہ توپیں نہ دیتا تھا جو اس کے سپرد تھیں اس لئے ایک جمعیت سکھ سپاہیوں کی اس کی پشت کی طرف چپکے چپکے گئی اور اس کو گولی سے مار دیا۔ جب اس قتل کی خبر لاہور پہنچی تو صاحب رزیڈنٹ نے سردار جھنڈا سنگھ بٹالیہ کو چتر سنگھ کے بیٹے گلاب سنگھ کے ایک معتمد خاص کے ہمراہ اس واسطے بھیجا کہ چتر سنگھ کو سمجھا کر لے آوے تا کہ اس کی اس حرکت کی لاہور میں تحقیقات کی جائے مگر چتر سنگھ اپنے دل میں کچھ اور ٹھان چکا تھا اور جھنڈا سنگھ کا جانا رائیگاں گیا۔ راجہ دینا ناتھ بھی جو اسی مطلب کے لئے ہزارہ بھیجا گیا تھا ناکامیاب واپس آیا۔ چتر سنگھ کی بغاوت کے وقت اس کی فوج میں دو ہزار آدمیوں سے زیادہ نہ تھے مگر یہ تعداد بہت جلدی بڑھ گئی۔ اس نے امداد کے لئے اپنے بیٹے کو ملتان اور مہاراجہ گلاب سنگھ اور دوست محمد خاں کو لکھا۔ اپنے علاقہ پوٹھوار میں فوج بھرتی کی اور حتی المقدور اپنی بغاوت کو مضبوط و مستقل بنانے میں کوشش کی +

۱۹۔ اگست کو ہزارہ میں بغاوت ہو جانے کی خبر راجہ شیر سنگھ کے کیمپ میں جو ملتان کے آگے تھا پہنچی۔ راجہ شیر سنگھ نے باوجودیکہ اس کے

چاروں طرف بغاوت اور بدنیتی تھی اپنی سرکار کا فرض منصبی ادا کرنے کی کوشش کی۔ بہت سخت سزائیں دیکر اور انعامات کے وعدے دے کر اس نے اپنی فوج کو مستقل رکھا اور اگست میں اپنے باپ کی چٹھیاں وصول کرکے بھی جادہ وفاداری سے اس نے لغزش نہ کی۔ اس کو یقین نہ تھا کہ اس کا باپ سرکشی کرنے پر پورے طور سے آمادہ ہے اور اُمید تھی کہ سردار جھنڈا سنگھ اور راجہ دینا ناتھ کے کہنے سننے پر ہر ایک کام خاطر خواہ ہو جائیگا۔ یکم ستمبر کو جب ایڈورڈ صاحب بہادر کی فوج کو اپنی جگہ بدلنے کی ضرورت ہوئی اور دشمن نے اس پر حملہ کیا تو راجہ نے جان بوجھ کر توپیں باہر نکالیں اور فوج کی حرکت میں مدد دی۔ پھر ۳ ستمبر کو اس نے خصوصاً اس غرض سے کہ اس کی اپنی فوج اور مفسدوں میں ہمدردی جاتی رہے سول راج کی فوج پر گولہ باری کی اور اُسے پل پر حیران کر دیا۔ مگر شروع ستمبر میں ہزارہ سے بہت تاکیدی خط اس مضمون کے پہنچے کہ سردار چتر سنگھ معافی کی بالکل پروا نہ کرکے باغی ہو گیا ہے اور یہ کہ شیر سنگھ اور تمام سچے سکھوں کو اُس کے ساتھ شامل ہونا چاہیئے۔ ہزارہ سے پیامبروں نے آکر جن میں سب سے بڑا آدمی صورت سنگھ مجیٹھیہ تھا سپاہ کو یہ کہکر ورغلایا کہ اب فرنگیوں کو ملک سے نکال دینے کا وقت ہے اور جو سردار چتر سنگھ کی اس بغاوت کے برخلاف ہوگا وہ خالصہ کا دشمن ہوگا۔ سکھ فوج سے ایسا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ ۱۳ ستمبر کو اسے اس اشتعالک کی جگہ یعنی ملتان سے کہیں اور لے جانے کی تجویز ٹھیر گئی۔ یہ قرار پایا کہ اٹاریوالہ کالیانوالہ اور سندھانوالیہ سرداروں کی فوجیں مختلف جوانب کو کوچ کریں اور شیر سنگھ کی فوج بظاہر پُل کی حفاظت کرنے کے لئے راج گھاٹ پر جائے۔ ۱۴ - تاریخ کی

صبح کوچ کے لئے مقرر کی گئی مگر سپاہی کب ہلتے تھے۔ تمام کیمپ صورت سنگھ اور دوسروں کے بھڑکانے سے باغی ہوگیا۔ سپاہی لوگ سرداروں کو گالیاں اور دھمکیاں دیتے تھے یہاں تک کہ اُن کی سلامتی بھی مخدوش نظر آنے لگی۔ آخرکار راجہ شیر سنگھ مایوس ہوکر مفسدوں میں شامل ہوگیا اور اپنی تمام فوج کے ساتھ ملتان کی طرف کوچ کیا جہاں پہنچ کر اس نے حضوری باغ میں ڈیرے ڈالے کیونکہ دیوان کو اس پر اعتبار نہ تھا جس کی وجہ سے اُس نے اسے قلعے میں آنے دینے سے انکار کردیا۔

شیر سنگھ کی فوج کی علیحدگی کے سبب سے جرنیل وش صاحب بہادر کو لاچار ملتان کا محاصرہ اُٹھا لینا پڑا مگر یہ صرف حوالی شہر کی طرف ہٹ گئے جہاں ٹھیر کر کمک اور محاصرہ کی توپوں کا انتظار کرنے لگے۔ شیر سنگھ نے اب حتی المقدور کوشش کرنی شروع کی کہ سرکشی پھیل کر ساری قوم باغی ہوجائے اور تمام ملک میں فتنہ انگیز خطوط جاری کرکے سکھ قوم کو سرکشی کی اشتعالک دی مگر مولراج کو ابھی تک یہی گمان تھا کہ یہ یا تو انگریزوں کا طرفدار ہے یا اگر اُن کے خلاف ہے تو قلعہ ملتان سکھوں کے لئے حاصل کرنے کا خواہشمند ہے اور اس نے اُس کے تمام کاموں کو دیکھ کر بھی اس پر کچھ اعتبار نہ کیا۔ اس نے شیر سنگھ سے مع اس کے افسروں کے سری گورو گرنتھ صاحب پر قسم لی کہ اُن کا کوئی ارادہ بُرا نہیں ہے مگر باوجود اس قسم کھانے کے بھی ان میں سے کسی ایک کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوئی۔

آخرکار شیر سنگھ نے ہزارہ میں اپنے باپ کے ساتھ شامل ہونے کا ارادہ کرلیا۔ مولراج اس کے اس ارادے پر بہت خوش ہوا اور جلدی کوچ کرنے کے لئے اسے نقد روپیہ بطور قرضہ دیا۔ چنانچہ ۹۔ اکتوبر کو راجہ شیر سنگھ معہ

اپنے ۵۳۰۰ آدمیوں کی فوج کے ملتان چھوڑکر ہزارہ کی جانب روانہ ہوا۔ ۱۱ تاریخ کو اس نے تمام فوج کے ساتھ دریائے راوی عبور کیا اور جھنگ کی جانب روانہ ہوئے۔ یہاں اس کی فوج نے مسجدیں شہید کیں اور مسلمان باشندوں کو لوٹ کر نہایت وحشیانہ برتاؤ کئے۔ اسی مقام پر شیر سنگھ کے ساتھ بنوں کی وہ فوج بھی جو دلیپ گڑھ کا قلعہ لے کر اور بہادر فتح خاں ٹوانہ کو قتل کرکے باغی ہوگئی تھی شامل ہوگئی اور شیر سنگھ نے چناب کے ساتھ ساتھ وزیر آباد کی طرف کوچ کیا جو لال سنگھ مرا ریہ دوابہ سندھ ساگر کے اعلےٰ جج کے قبضے میں تھا جو ۲۰۰۰ غیر آئین فوج لیکر باغی ہوگیا تھا ◆

سردار چتر سنگھ اکتوبر مہینے میں ہر طرف فتنہ برپا کرتا رہا۔ سرداران بارک زئی سے اس نے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کی امداد کریں گے تو اُس کے عوض میں یہ اُنہیں پشاور کا علاقہ دے دیگا۔ الغرض وہ پشاور کی تمام سکھ فوج کو اپنے ساتھ مل جانے کے لئے برانگیختہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پشاور کی اس فوج کی جو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں ثابت قدم رہے کوشش کرنے کے باوجود فوج ۲۰۔ اگست کو سرکش ہوگئی اور اس نے چتر سنگھ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے کوچ کر دیا۔ کپتان ایبٹ صاحب بہادر ہزارہ میں بڑی بہادری سے جمے رہے اور لفٹنٹ ہربرٹ صاحب بہادر جنوری تک قلعہ اٹک کو بچائے رہے اور جب کہ ان کو مدد کی کوئی اُمید نہ رہی اور اُن کی فوج ان کو چھوڑ کر غنیم کی طرف چلی گئی تو اُن کو مجبوراً گریز کرنا پڑا پھر اٹک کے فتح ہو جانے کے بعد چتر سنگھ اپنے بیٹے شیر سنگھ کے ساتھ ملجانے کیلئے آگے بڑھا ◆

راجہ شیر سنگھ کے ماتحت فوج نے ۱۰ نومبر کو رام نگر کے مقام پر لارڈ گف صاحب بہادر کے ماتحت انگریزی فوج سے سخت شکست کھائی۔

یہ معرکہ محض رسالے اور توپخانے سے جیتا گیا اور اس کو جنگ نہیں کہہ سکتے پہلی دسمبر کو سر جوزف تھکول صاحب بہادر نے فوج کے پیش دستے کو لیکر چناب عبور کیا اور راجہ کے لشکرگاہ کی طرف بڑھے۔ موروچوں کے سامنے کسی قدر سخت لڑائی ہوئی مگر خاص موروچوں پر حملہ نہیں کیا گیا اور ۳ دسمبر کی رات کو شیر سنگھ نے جہلم۔ جلال پورا اور پنڈ دادنخاں کے رستوں سے واپس کوچ کر کے چیلیانوالے میں جا مقام کیا جہاں ۱۳ جنوری کو انگریزی فوج اس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھی۔ اس لڑائی کے حالات جس میں انگریزی فوج کا پلہ بھاری رہا اکثر بیان کیا گیا ہے اس کو فتح کہا جاتا ہے مگر نہ تو سکھ جرنیل اور نہ سکھ فوج سمجھتی تھی کہ ان کو شکست ہوئی ہے۔ تمام آدمی اچھی طرح لڑے مگر اس دن کی خاص جوانمردی ہری سنگھ بڑے سکھ جرنیل کے بیٹے جواہر سنگھ نلوہ کے نام رہی جس نے سواروں کے ساتھ ایسا حملہ کیا کہ لڑائی کے نتیجے پر اس کا بہت کچھ اثر پڑا۔

اس لڑائی کے دو یا تین دن بعد سردار چتر سنگھ اپنے بیٹے کے لشکر میں شامل ہوا جس میں توپوں کی شاہی سلامی سے اس کا استقبال کیا گیا اور یہ اپنے ہمراہ میجر جارج لارنس صاحب بہادر اور لفٹنٹ ہربرٹ اور لفٹنٹ بوئی صاحبان کو قید کر کے لایا۔ چتر سنگھ نے امیر دوست محمد خاں کو اس کی مدد کے عوض میں ۳۰۰۰۰ روپے نقد اور ۵۰۰۰ روپے کی شالیں دیکر اور ۵۰۰۰ روپے راولپنڈی میں ادا کرنے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس دین کے عوض میں امیر موصوف نے پشاور کے صوبے پر تصرف کر لیا۔ اٹک کے محاصرے میں ساتھ دیا اور ۱۰۰۰ سوار اپنے بیٹے اکرم خاں کے ماتحت چتر سنگھ کی فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لئے بھیجے۔

۲۱ فروری کو گجرات کی لڑائی ہوئی جس میں افغانوں اور سکھوں کی متفق فوج کو شکست فاش ہوئی اور اُن کی ۵۳ توپیں لے لی گئیں۔ اصل میں تو لڑائی یہیں ختم ہو گئی مگر اس فتح کے بعد دشمن کا تعاقب کیا گیا اور ۱۴ مارچ کو راولپنڈی کے مقام پر چتر سنگھ اور شیر سنگھ نے بمعہ ۱۶۰۰۰ آدمی کے جو سکھ فوج میں رہ گئے تھے ہتھیار ڈال دئے +

اس لڑائی کے بڑے واقعات جس قدر کہ سرداران اٹاری والا سے متعلق تھے یہی تھے جو بیان کر دئے گئے ہیں مگر اس جگہ تھوڑا سا بیان ان بواعث کا جن کی وجہ سے یہ لڑائی ہوئی لکھا جانا بے محل نہ ہوگا +

ستلج کی لڑائی کے اختتام پر سکھ فوج جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات سے تعداد میں زیادہ ہوتی گئی تھی بہت سی گھٹا دی گئی۔ مواضعاتِ پنجاب میں غیر قانع سپاہی بھرے تھے۔ امن وامان کے پیشوں سے اُن کو نفرت تھی اور اُن کو پختہ یقین تھا کہ جو شکست اُن کو ہوئی فقط ان کے سرداروں کی دغابازی اور نالیاقتی کے سبب سے ہوئی۔ یہ لوگ خواہشمند تھے کہ ایک دفعہ اور میدان جنگ میں بخت آزمائی کریں۔ دارالخلافہ میں راجہ لال سنگھ سے جس کی حمایت کرنی سرکار انگریزی کو ضروری تھی کوئی خوش نہ تھا۔ فوج کو اس سے بایں وجہ نفرت تھی کہ ستلج کی تباہی میں اس نے حصہ لیا تھا اور مہارانی کے ساتھ ساز باز کرتا رہتا تھا نیز سرداروں کو اس کے لالچ نے جس سے بہتوں کی جاگیریں جاتی رہی تھیں متنفر بنا دیا تھا۔ اس کی معزولی کے بعد جو نیا انتظام ہوا اس سے بھی لوگوں کی تشفی نہیں ہوئی۔ راجہ تیج سنگھ کسی لایق نہ تھا اور دفعتاً عروج پا گیا تھا اور جو کچھ اس کو حاصل ہوا تھا اس کے نصیبوں کی وجہ سے ہوا تھا نہ کہ قابلیت

کی وجہ سے لوگوں کو یہ گمان تھا کہ یہ بالکل میجر ایچ لارنس صاحب بہادر برٹش رزیڈنٹ کے تابع فرمان ہے۔ ناراضگی کے اور بھی چھوٹے چھوٹے بواعث تھے۔ گاؤکشی اب جرم نہ سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں کو جن سے نفرت کی جاتی تھی اور جن پر سکھوں کی حکومت میں ہمیشہ ظلم ہوتا رہا تھا اب اجازت ہو گئی تھی کہ اپنی مراسم مذہبی علانیہ بے کھٹکے ادا کریں۔ عام لوگوں کو یہ یقین بھی تھا کہ انگریزوں کا ارادہ کبھی پنجاب چھوڑنے کا نہیں حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ انگریزی فوج محض بڑے سردار کی قلبی استدعا کے موافق ٹھیر گئی۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ دوبارہ ویسی ہی بدعملی اور طوایف الملوکی نہ پھیل جائے جیسی کہ قبل جنگ ستلج پھیل گئی تھی۔ اس طرح اسباب بغاوت کافی موجود تھے مگر اس پر بھی میجر لارنس صاحب بہادر کی دانشمندی سے اور اس اعتبار کی وجہ سے جو دیسیوں کو ان پر تھا امن قایم رہنا ممکن تھا اگر میجر موصوف ایسے نازک وقت میں بوجہ علالت ملک کو چھوڑنے پر مجبور نہ ہو جاتے۔

سنہ ۱۸۴۸ء کی بغاوت مفسدہ ملتان سے شروع ہوئی جو از سرتاپا اتفاقیہ تھی۔ کوئی وجہ یہ یقین کرنے کی نہیں ہے کہ افسران انگریزی پر جو حملہ ہوا وہ دیوان مولراج کے حکم یا اس کے اغماض سے ہوا۔ مگر جب اس حملے کی وجہ سے اس پر سختی کی گئی تو اس کو یاد آگیا کہ میں بھی دولت کثیر اور فوج پر حکومت کامل رکھتا ہوں۔ اور ہندوستان شمالی کا مضبوط ترین قلعہ میرے قبضے میں ہے۔ مزید برآن یہ کہ وہ طاقت جو اسے سزا دے سکتی تھی یا اس سے بدلہ لے سکتی تھی بہت دور پڑی ہوئی تھی بلکہ وہ اس سے بخوبی واقف بھی نہ تھا۔ الغرض دو قباحتوں میں سے اس نے بغاوت کو کمتر سمجھا۔ ملتان کے مفسدے کی خبر پہلے پہل لاہور پہنچنے پر اگر ایک

انگریزی فوج ملتان پر چڑھائی کرتی اور جرم کے واقع ہونے کے بعد سزا قطعی اور فوراً دے دی جاتی تو سکھ سرکش نہ ہوتے مگر ایک مفسد کے سزا دینے میں جو تاخیر ہوئی اس سے سکھوں کو یقین کی گنجایش ہو گئی کہ ممکن ہے سلطنت کے خلاف فساد کی بھی سزا بالکل نہ ملے +

راجہ شیر سنگھ کی نیت جو ملتان پہنچ کر باغی ہوا پہلے سے سرکشی کرنے کی نہ تھی۔ ۱۲ ستمبر کی رات تک وہ نہایت غیر معمولی ترغیبات کے باوجود پکا نمک خوار بنا رہا۔ فوج میں اس کا بڑا رسوخ تھا اور یہ ممکن تھا کہ شیر سنگھ اس کو محاصرہ کے اختتام تک جادۂ وفا سے منحرف نہ ہونے دیتا اگر اس کے باپ کی منتیں اس کی مرضی کے بالکل برخلاف اس کو مفسدے میں شریک ہونے کی ترغیب نہ دیتیں۔ سردار چتر سنگھ کے باغی ہونے سے اسکا بیٹا بھی باغی ہو گیا۔ چتر سنگھ کی بغاوت سے پہلے پنجاب کے دور دور کے اضلاع میں تھوڑے تھوڑے کئی فساد ہوئے تھے مگر یہ صرف سردار چتر سنگھ تھا جس نے بغاوت کو ایک قومی بغاوت بنایا اور ملک کو تباہ کرا دیا +

اب دیکھنا یہ ہے کہ چتر سنگھ کے ایسے طریق اختیار کرنے کے اسباب کیا تھے اس کا فرزند ایسا وفادار تھا تو خود اس کی طبیعت مایل بہ فساد کیوں ہو گئی۔ اس بات کا یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ خود حریص تھا اور اپنا عروج چاہتا تھا۔ وہ بڈھا ضعیف و نحیف اور دایم المریض تھا۔ اس کی دانشمندی جو کبھی بڑی ثابت نہیں ہوئی بیماری اور دیرینہ سالی کی وجہ سے اور بھی کمزور ہو گئی تھی۔ ایک عرصے سے وہ کئی دفعہ دنیا کے کاروبار چھوڑ کر جاترا کے لئے گنگا چلے جانے کی بابت کہا کرتا تھا اور اس نے راجہ کا خطاب بھی خود نہ لیا بلکہ اپنے بیٹے کو دلا دیا اور نہ ہی اس کو یہ امید ہو سکتی تھی کہ وہ انگریزوں کو

پنجاب سے باہر نکال کر اپنے بیٹے کو فایدہ پہنچائے گا۔ انگریزوں نے شیر سنگھ کو سکھ امرا کا سرگروہ بنا دیا تھا اور اس کو معقول امید ہو سکتی تھی کہ کچھ عرصے میں وہ لاہور کی وزارت حاصل کرے گا اور نوجوان شہزادے کا جس کے ساتھ اس کی بہن منسوب ہو چکی تھی سرپرست بن جائیگا۔ اس رشتہ داری کی وجہ سے بھی سکھوں کی نسبت انگریزوں کی نظروں میں اس خاندان کی بڑی وقعت ہو گئی تھی کیونکہ غالباً مہاراجہ جوان ہو کر بہت سی اور شادیاں کر لیتا اور پنجاب میں بی بی کا زور محل سرا کی دیواروں کے باہر کچھ نہیں چلتا۔ شیر سنگھ کو جو امیدیں تھیں ان کی وجہ سے یہ بالکل قانع تھا اور چتر سنگھ کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ایک دفعہ یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ کپتان ایبٹ صاحب بہادر کے شبہات کی وجہ سے چتر سنگھ باغی ہو گیا مگر وہ قابل افسر شک صرف اسی وقت کیا کرتا تھا جبکہ اس کے پاس ایسا کرنے کی معقول وجہ ہوتی تھی اور اب اس باب میں ان کی رائے کا درست اور صحیح ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے ؛

سردار چتر سنگھ ڈرپوک اور ضعیف آدمی تھا اور اُسے اپنے سے زیادہ عقیل اور پر حوصلہ آدمی کی صلاح پر بھروسہ کرنے کی عادت تھی۔ تمام دوسرے آدمیوں سے بڑھکر صرف ایک آدمی مہاراجہ گلاب سنگھ تھا جس پر یہ اعتماد کرنے کا بہت عادی تھا۔ گزشتہ کئی سالوں میں پنجاب میں کوئی ایسی سازش نہیں ہوئی جس میں گلاب سنگھ نہ شامل ہوا ہو اور جس سے اس نے فایدہ نہ اُٹھایا ہو۔ گلاب سنگھ تمام درباریوں میں سب سے زیادہ قابل۔ تمام مدبروں میں سب سے زیادہ تیز اور تمام متفنیوں میں سب سے زیادہ متفنی تھا اور چتر سنگھ کا بھی یہ سب سے زیادہ خطرناک دوست ثابت ہوا۔

چتر سنگھ اور گلاب سنگھ میں بڑی گاڑھی دوستی تھی۔ جب چتر سنگھ کا بھائی فوت ہوا تو یہ گلاب سنگھ کے رسوخ کی وجہ تھی کہ متوفی کی آدھی جاگیریں سردار چتر سنگھ کو مل گئیں اور متوفی کا بیٹا دانت پیستا رہ گیا۔ راجہ ہیرا سنگھ کے زمانے میں جو تکلیفیں ہوئیں ان میں چتر سنگھ نے بہادری سے اپنے دوست کا ساتھ نہ چھوڑا اور صرف اسی کی خاطر وہ شہزادہ پشاورا سنگھ کے قتل کرنے میں شریک ہوا۔ چتر سنگھ نے گلاب سنگھ سے کبھی صلاح کئے بغیر بغاوت کا ارادہ نہ کیا ہوگا اور اگر وہ ایسا کرتا بھی تو گلاب سنگھ بغیر کسی تکلیف کے اُسے اس سے باز رکھ سکتا تھا۔

اگرچہ گلاب سنگھ کی اس بغاوت میں شریک ہونے کے ثبوت ایک قانونی عدالت کو اطمینان نہیں دلا سکتے تاہم کافی وجوہات ہیں کہ جن سے تاریخ اس کے خلاف فیصلہ کر سکتی ہے۔ اول یہ کہ عام لوگوں کو جن میں مرحوم دوست محمد خاں بھی شامل ہے یہ یقین ہے کہ گلاب سنگھ اس مفسدے کا بانی مبانی تھا اور یہ کہ اس کی مرضی کے خلاف چتر سنگھ ہاتھ نہ اُٹھا سکتا تھا۔ ہیرانند کا جسے چتر سنگھ نے اپنا ایجنٹ بنا کر مہاراجہ کے پاس بھیجا تھا بیان جو اکتوبر ۱۸۴۹ء میں قلمبند کیا گیا گو بہت سے مقامات پر مبالغہ آمیز اور متناقض ہے تاہم عام طور پر سچا ہے۔ اگر اس کا بیان سچا سمجھا جائے تو مہاراجہ کے باغیوں کے ساتھ تعلق ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہیرانند کے پاس مہاراجہ پر ناحق الزام لگانے کی کوئی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی اور اُس کے بیان کے بہت سے ضروری واقعات کی دوسرے گواہوں سے تصدیق ہوتی ہے جن کے بیان بعد ازاں لئے گئے۔ کوئی تحریری بیان جو کسی صورت میں ضروری ہو پایا نہیں گیا مگر مفسدہ پرداز بدمعاشوں سے

یہ امید نہیں ہوسکتی کہ وہ جو کچھ زیادہ بیان ہوسکے یا کسی علامت کے ذریعے ظاہر کیا جاسکے یا ایک انگلی کے دبانے سے معلوم ہوسکے تحریر کردیگا کم سے کم یہ تو یقینی ہے کہ باغیوں کے خاندانوں نے گلاب سنگھ کے علاقہ جات میں پناہ لی اور یہ کہ باغی فوجیں اس کے علاقے میں سے بغیر کسی ضرر رسانی کے گزر گئیں اور وہاں سے اپنے لئے سامان رسد لیتی رہیں اور یہ کہ گو مہاراجہ کا کاروبار بہت تھا مگر اُس نے سرکار لاہور کو جو امداد دی وہ بہت تھوڑی تھی *

مگر ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کے یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی خواہش تھی کہ انگریزوں کو شکست ہوجائے۔ اگر گلاب سنگھ کی جگہ کسی اور آدمی کو علاقہ دیا جاتا تو امید تھی کہ وہ شکریہ کرنے کا احساس کرتا مگر اس بات کو بھی نظرانداز کرکے گلاب سنگھ خوب واقف تھا کہ میرا بہ حیثیت حکمران راجہ کے رہنا صرف فوج انگریزی کے پنجاب میں رہنے پر منحصر ہے۔ اس نے چتر سنگھ کو باغی ہونے کی ترغیب دی اس لئے کہ وہ باپ بیٹے دونوں کی تباہی کا خواہشمند تھا کیونکہ اسے لاہور کی سلطنت کے غارت ہوجانے اور پنجاب میں سرکار انگریزی کے اقتدار ہوجانے کی امید تھی۔ اور محسوس کرتا تھا کہ اگر ملک میں امن وامان قایم رہا تو انگریز جیسا کہ طے پاچکا ہے یہاں سے چلے جائینگے اور راجہ شیر سنگھ کو اختیارات حاصل ہوجائینگے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ایسا ہوگیا تو سکھوں کے ہتھیار سب سے پہلے اسی پر اُٹھینگے۔ یہ کشمیر کا بادشاہ بن کر ایسا متحیر تھا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہوتا وہ جانتا تھا کہ صوبہ کشمیر کے نکل جانے سے تمام سکھ قوم کو شرم ہے اور وہ غصے سے بھری ہوئی ہے کیونکہ صوبہ مذکور کے حاصل کرنے

میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بہت سی مشکلیں پیش آئی تھیں اور اس کے بہت سے بہادر سرداروں کے خون بہہ گئے تھے۔ اس کو صرف سکھوں ہی کا خوف نہ تھا۔ دوست محمد خاں کو یاد تھا کہ کشمیر ایک زمانے میں کابل کی ملکیت تھی اور وہ پہلے ہی موقع ملنے پر اس پر حملہ کرنے کو تیار تھا یہی وجہ تھی کہ خان مذکور سکھوں سے جن سے اسے نفرت تھی دوستی اور ہزارہ کی مسلمان وحشی قوموں کے ساتھ سازش کر لی تھی۔ گلاب سنگھ خوب واقف تھا کہ انگریزوں کی مدد کے بغیر سکھ اور افغان اسے لازمی طور پر تباہ کر دینگے ؞

چونکہ اُس کی پالیسی انگریزوں کی طرفداری کرنے کی تھی اس لئے اس کے باغیوں سے الگ رہنے کا سبب ظاہر ہے۔ چونکہ یہ خود بغاوت کا بانی مبانی تھا اس لئے ظاہر طور پر اس کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو ضرور تھا کہ باغیوں کو اس سے نفرت ہو جاتی۔ سکھ اور افغان ضرور اُسکے مخالف مل کر کشمیر کو تہ و بالا کر دیتے اور ادھر انگریزی فوجیں مشکل سے اس قابل تھیں کہ میدانی ملک میں اپنے آپ کو بچا سکتیں۔ وہ اس بات کے انتظار میں تھا کہ انگریزی فوج کو کوئی حقیقی فتح نصیب ہوئے تو اپنا دل و جان سے اُن کی طرف ہونا ظاہر کرے مگر چیلیانولہ کی لڑائی کے بعد اس کو یہ شبہ ہونا شروع ہو گیا تھا کہ انگریز ملک پر تصرف رکھنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ پر سکھوں نے ۱۸۴۵ء میں انگریزوں سے جو شکست فاش کھائی اس سے اس کو یقین ہو گیا کہ اگر سکھوں کی زیادہ فوج بھی ہو اور اُن کو لڑائی کا مقام بھی اچھا مل جائے جیسا کہ لاہور اور امرتسر ملا ہوا ہے تو بھی انگریز ان پر آسانی سے فتح پالیں گے۔ اگر انگریز عارضی طور پر بھی لڑتے ہوئے پیچھے ہٹ جائیں تو اس کی جان پر بن جائے گی اور اسی لئے جب کہ

اس نے دیکھا کہ لڑائی کے پہلے معرکے میں کچھ فیصلہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے اطمینان کے مطابق کوئی کام ہوا ہے تو یہ نتیجہ پر نظر کرکے کانپ گیا اور سکھوں سے رشتہ اتحاد توڑ دینے کی جرات نہ کی۔ اگر گلاب سنگھ کھلم کھلا اور بہادری سے انگریزوں کے ساتھ مل جاتا تو لڑائی کا جلدی فیصلہ ہو جاتا مگر یہ ناممکن تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ ایک تجویز کے فیصلہ کرنے میں احتیاط اور تامل کرنا اس کے اسی تجویز پر بہادری سے عمل درآمد کرنے کے برابر تھا۔ وہ جو بات کہ کرنے لگتا تھا اُس میں اس کی باریک بین دانشمندی کو اتنے خطرات نظر آتے تھے کہ جب تک واقعات ہی اُسے مجبور نہ کردیں وہ کبھی اس بات کو نہ کرتا تھا۔ گو خود بہادر تھا اور لڑائی کا مشتاق تھا مگر اس نے شہرت اپنے زور بازو سے نہیں بلکہ فریب سے پائی تھی۔ وہ اپنی ساری عمر میں کبھی کسی نقصان اُٹھانے والی جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوا اور فایدہ اُٹھانے والی جماعت کے ساتھ بھی اس وقت تک شامل نہیں ہوا جب کہ اس کی کامیابی بلاشبہ اور یقینی نہ ہو۔ بہرکیف گلاب سنگھ کے قیاس کا تیر نشانے پر بیٹھا سکھ مغلوب ہوئے۔ افغان بدنامی کے ساتھ پنجاب سے نکال دے گئے اور اُن کی بربادی کا تیز فہم موجد اس قوم کی حفاظت میں جس کو اس نے ایک ہی قابل اعتماد قوم پایا تھا امن و امان سے سلطنت کرتا رہا +

مہاراجہ گلاب سنگھ کے خلاف گواہی گو اُن کو جنھوں نے اُس زمانے کی تواریخ کا مطالعہ کیا ہے کیسی ہی یقین دلانے والی ہو مگر پھر بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ گواہی مکمل اور فیصلہ کن نہیں ہے۔ اس کے حق کی کوئی گواہی کبھی سنی نہیں گئی اور اگر اس کے معتمدوں میں سے دیوان جوالا سہائے یا

دوسروں کے بیان لئے جاتے تو وہ بہت سے ایسے نکتے بیان کرتے جن کے سننے سے اب بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں چتر سنگھ کی بغاوت میں گلاب سنگھ کا کچھ بھی دخل ہو مگر سکھوں کی دوسری لڑائی کا سبب صرف یہی نہیں تھا۔ پرانی خالصہ فوج اور تمام قوم سکھ جو بحیثیت مجموعی اور بحیثیت مذہب فوجی قوم تھی سرکار انگریزی کے ماتحت زور آزمائی کئے یا شکست کھائے بغیر کبھی امن دامان سے نہ رہتی اور اسی شکست کی وجہ سے (جیسا کہ گجرات پر شکست کے بعد ہوا) ان کو اپنے سے طاقتور کی اطاعت قبول کرنے کے بغیر اور کچھ بن نہ پڑا۔ اور تو اور سردار چتر سنگھ کی فوج بھی ایسی ناراض تھی کہ اگر اس کو گلاب سنگھ مدد نہ بھی دیتا اور برانگیختہ بھی نہ کرتا تب بھی ہر ایک طرح ممکن تھا کہ وہ جلدی یا دیر میں باغی ہو جاتی۔ بہرکیف مہاراجہ گلاب سنگھ انگریزوں کے برخلاف نہ تھا۔ اگر اس کی خواہش ہوتی اور وہ سکھوں کی حکومت کے تباہ کر دینے کی سازش کرتا تو بھی اس پر الزام لگانا ناممکن ہے کیونکہ سکھ بھی اس سے ایسی ہی نفرت کرتے تھے جیسی کہ وہ ان سے کرتا تھا اور گلاب سنگھ کی تباہی بھی سکھوں کی نظر میں بری نہ ہوتی +

سردار چتر سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ اور سردار عطر سنگھ جو باغیوں کے ساتھ مل گئے تھے اٹاری میں نظر بند رکھے گئے مگر یہ معلوم کر کے کہ وہ مفسدانہ خط وکتابت کر رہے ہیں ان کو جنوری ۱۸۵۰ء میں قیدی بنا کر پہلے الہ آباد اور پھر کلکتہ بھیج دیا گیا۔ ان کی تمام جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ لڑائی سے پہلے چتر سنگھ کے قبضے میں ۲۲۰۰۰ روپے کی مالیت کی جاگیریں تھیں جن میں سے ۵۷۰۰۰ روپے کی ذاتی اور ۶۵۰۰۰ روپے کی خدمات کی شرط پر تھیں۔ راجہ شیر سنگھ اور اس کے بھائی کے پاس ۲۲۲۰۴ روپے کی ذاتی جاگیریں تھیں۔ ان کو

۲۴۰۰ روپے بطور وظیفہ ملتا تھا یعنی چتر سنگھ شیر سنگھ اور عطر سنگھ کو ۲۴۰۰ روپے فی کس۔ گلاب سنگھ چونکہ لاہور میں نظر بند تھا اس لئے باغیوں کے ساتھ شامل نہیں ہوا۔ گلاب سنگھ اور اس کے بھائی شیر سنگھ کو خورد سال مہاراجہ کی سرپرستی اور قلعے کے خانگی امور کا اہتمام سپرد تھا اور گلاب سنگھ ظاہرا اپنے باپ سے شامل ہونے کے لئے لاہور سے چلے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ۷ استمبر کو پکڑا گیا اور لڑائی کے ختم ہونے تک زیر نگرانی رہا۔ مگر اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوا اس کی پنشن بھی ۳۰۰۰ روپے ہو گئی اور یہ اس رقم کے برابر تھی جو اسے لڑائی کے پہلے ملا کرتی تھی ؛

بی بی تیج کور کی مہاراجہ دلیپ سنگھ سے شادی نہیں ہوئی۔ لڑائی کے بعد یہ نسبت ٹوٹ گئی اور آخر کار بی بی مذکور کی شادی سردار الیشر سنگھ گل ماڑی والا کے بیٹے جھنڈا سنگھ سے ہو گئی جس سے اس کو دو لڑکے ہوئے۔ بی بی تیج کور کا انتقال ۱۸۶۲ء میں ہوا۔ چتر سنگھ شیر سنگھ اور عطر سنگھ کو جن کا رویہ الحاق کے زمانے سے لیکر نا قابل اعتراض رہا تھا جنوری ۱۸۵۴ء میں قید سے رہا کر دیا گیا اور اجازت دی گئی کہ یہ خاص حدود کے اندر اپنی بود و باش کے لئے جگہ پسند کر لیں۔ ان کے وظیفے بھی بڑھا دئے گئے یعنی چتر سنگھ کا بڑھا کر ۸۰۰۰ روپے کر دیا تھا اور شیر سنگھ کا ۶۰۰۰ روپے۔ برہما ایران اور سنتھال کی لڑائی میں راجہ شیر سنگھ نے سرکار کی خدمات کرنے کی درخواست کی اور چین کی لڑائی میں جانے کے لئے بھی اپنے آپ کو آمادہ ظاہر کیا۔ جب غدر ہوا تو سردار گلاب سنگھ نے کمان حاصل کی اور لڑائی کے دوران میں نمایاں بہادری سے خدمات کیں۔ اس نے کپتان کا خطاب پایا۔ اور اس کے بھائیوں یعنی تیجا سنگھ اور عطر سنگھ نے اودھ میں ۲۸۸۰۰

روپے سالانہ کی زمینداری حاصل کی۔ ان دونو بھائیوں میں سے ہر ایک کو تاحین حیات پنشن بھی ملتی تھی۔ راجہ شیر سنگھ کی وفات پر یہ پنشن بڑھا کر ۲۰۰ روپے کردی گئی شیر سنگھ ۱۸۹۵ء میں بنارس کے مقام پر فوت ہوا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے بموجب راجہ شیر سنگھ کی زندگی بھر کے عیوب اس کا انجام بخیر ہونے کی وجہ سے معاف ہوگئے۔ جب اس نے اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھا تو برہمنوں کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا کہ تناسخ کے عذاب سے (جس کا ہندوؤں کو ہمیشہ خوف رہتا ہے) وہ کس طرح بچ سکے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ سات روز تک فاقہ کرکے گنگا کے کنارے پر پڑا رہنا چاہئے اور بھاگوت گیتا جو اٹھارہ پرانوں میں سب سے زیادہ متبرک ہے سنتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ ہر روز صبح کے وقت جان بلب راجہ کو دریا کے کنارے لے جاتے تھے اور وہ دن بھر میں پرانوں کے الفاظ جہاں تک کہ اُس کے ہوش وحواس کام کرتے تھے سنتا رہتا تھا۔ ساتویں دن کی شام کو اس نے برہمنوں کو ۲۰۰۰ روپے دان کئے اور فوت ہوگیا۔ اس طرح پر بعید از وطن بنارس کے متبرک شہر میں مقدس دریا کے کنارے راجہ شیر سنگھ نے قبل از وقت وفات پائی +

اس کا باپ سردار چتر سنگھ اسی سال کے شروع میں بمقام کلکتہ فوت ہوگیا تھا۔ سردار چتر سنگھ کے چار بیٹوں میں سے عطر سنگھ نے رائے بریلی واقع ممالک مغربی وشمالی میں رہنا پسند کیا اور آہستہ آہستہ پنجاب سے بالکل قطع تعلق کرلیا۔ یہ ۱۸۹۷ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا پریم سنگھ جانشین ہوا جس کی تعلقداری کی آمدنی تقریباً ۲۸۰۰۰ ہزار روپے ہے +

کپتان گلاب سنگھ کا معاملہ اس کے پرانے دوست اور لڑائی

کے سابقی لارڈ نپیئر آف مگڈالہ بالقابہ نے اس وقت بڑے زور سے اُٹھایا جبکہ لارڈ موصوف ہندوستان کے کمانڈر ان چیف تھے ۔ سرہنری ڈیوس صاحب بہادر بالقابہ کو سردار کے معاملے میں بڑی دلچسپی تھی اور انہوں نے ۱۸۷۰ء میں اس حکم کو منسوخ کیا جس کے رو سے اُسے پنجاب میں رہنے کی ممانعت تھی ۔ اس وقت سے سردار مذکور خاندان اٹاری کی چھوٹی شاخ کا سرکردہ خیال کیا جاتا تھا ۔ وہ ۱۸۷۸ء میں امرتسر آ رہا ۱۸۸۴ء میں اسے مجسٹریٹ بناکر اس کا نام گزٹ میں شایع کیا گیا اور اسی سال ہز اکسلنسی مارکوئیس آف رپن بالقابہ کے لاہور میں تشریف آوری پر بحیثیت ایڈیکانگ وایسرائے کے سٹاف میں شامل کیا گیا ۔ دو سال بعد یہ ۳۰۰۰ روپے سالانہ تنخواہ پر مہاراجہ جموں اور کشمیر کا وزیر مقرر ہوا ۔ یہ پراونشل درباری تھا اور ۱۸۹۰ء میں صرف ایک ہی لڑکا تہال سنگھ نامی چھوڑ کر فوت ہوا جو اس وقت چار سال کی عمر کا تھا ۔ کپتان موصوف کی وفات پر اس کے قبضے میں رائے بریلی اور اٹاری کی ۷ لاکھ روپے کی مالیت کی جایداد تھی جس کی آمدنی قریباً ۷۰۰۰ روپے سالانہ تھی ۔ یہ جایداد کورٹ آف وارڈز کے ماتحت لالہ گورمکھ رائے ساکن امرتسر کے انتظام میں رکھی گئی ۔ نابالغ تہال سنگھ ۳۶۰۰ روپے سالانہ وظیفہ سرکار انگریزی سے پاتا تھا اور اسی قدر مہاراجہ جموں سے ۔ متوفی گلاب سنگھ مہذب آدمی تھا اور اس نے اپنی فیاضی ۔ فراخ حوصلگی اور مہربانیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہر دلعزیز بنا لیا تھا ۔ پنجاب کی اعلیٰ قوموں کے بڑے بڑے آدمی اور ہر ایک انگریز افسر جو اسے جانتے تھے اس کے مدّاح اور اس کی عزت کرتے تھے ۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس کی اچانک

موت سے جو دل کی بیماری سے قبل از وقت واقع ہوئی سکھوں کو بڑا نقصان پہنچا ہے +

تہال سنگھ ۱۹۰۸ء میں اپنی تعلیم کی تکمیل کے لئے انگلستان گیا۔ اس کی جایداد کی آمدنی اب قریباً ۲۵۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے +

سردار تیجا سنگھ کا بیٹا نراین سنگھ ۱۹۰۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا امر سنگھ اس کا جانشین ہوا جس کی تعلقداری اودھ میں قریباً ۲۵۰۰۰ روپے سالانہ کی ہے +

# بیچا سنگھ مجیٹھیہ

**مانا سنگھ**
(وفات سنہ ۱۸۰۲ء)

۱ دسونڈھا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۰۰ء) — ۲ جے سنگھ — ۳ سردار امر سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۸ء)

۱ سردار مہتاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۵ء) — ۲ سردار گوردت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۳ء) — ۳ مت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۴ء) — ۴ کاہن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۸ء) — ۵ ہردت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۲ء)

۱ بچتر سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۸ء) — ۲ بیچا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۴۴ء) — ۳ بشن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۶ء) — ۱ پریتم سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۷۹ء) — ۲ پرگات سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۶ء) — ۱ پرتاب سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۶ء) — ۲ بھوپ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۸ء)

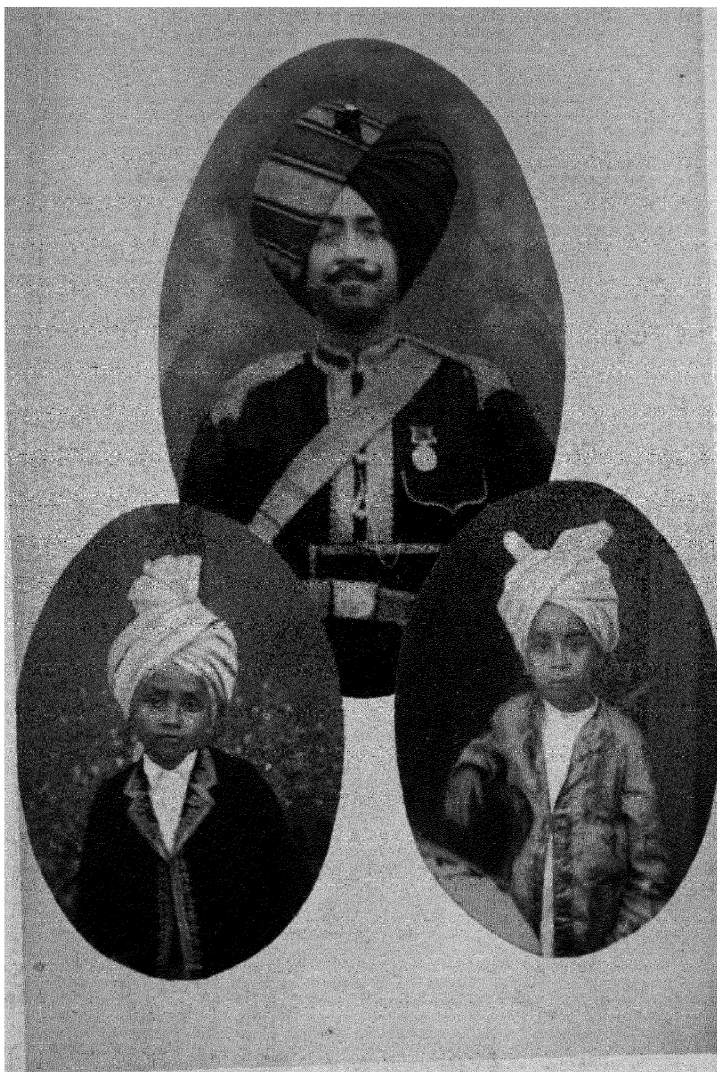
۱ سنت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۷۷ء) — ۲ صاحب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۲ء) — ۳ پراگ سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۷۶ء) — ۴ ہرنام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۷۷ء) — ۱ ٹھاکر سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۴ء) — ۲ بلبیر سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۷ء)

دو پسران (وفات سنہ ۱۸۵۸ء) — ۱ ارجن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء) — ۲ ہربنس سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء) — ہربچن سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء) — ۱ ارجن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۸ء) — ۲ نرائن سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء)

۱ اندر سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۹ء) — ۲ کرپال سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء) — ۳ سندر سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۵ء) — کرپا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

---

مانا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کا مقلد تھا۔ یہ اپنے آقا کے ساتھ چٹھوں کی لڑائی میں لڑا اور خدمات کی شرط پر چار ہزار روپے کی جاگیر حاصل کی۔ سردار مہان سنگھ کے ماتحت بھی اس نے خدمات انجام دیں اور ضلع جہلم میں جاڈا کی جاگیر حاصل کی۔



ٹھاکر سنگھ — رسالدار سردار بشن سنگھ رئیس مجیٹھہ — بلبیر سنگھ

Thakur Singh. Risaldar Sardar Bishan Singh of Majitha. Balbir Singh.

جب رنجیت سنگھ نے ۱۷۹۹ء میں لاہور لیا تو مانا سنگھ بڈھا ہو گیا تھا مگر ابھی تک بھی وہ چست وچالاک تھا اور ۱۸۰۰ء کی لڑائی میں لڑا۔ اسی سال چنیوٹ کے قلعے کے آگے جسے رنجیت سنگھ جبا سنگھ بھنگی سے چھین لینے کی کوشش کر رہا تھا مارا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا دسوندھا سنگھ اپنے باپ کی عین حیات میں ہی فوت ہو گیا تھا اس لئے تمام جاگیر ضبط ہو گئی +

جوں ہی امر سنگھ (مانا سنگھ کا تیسرا بیٹا) اتنی عمر کا ہوا کہ ہتھیار اٹھا سکے مہاراجہ نے اسے ۱۵۰۰ روپے کی مالیت کے مواضعات تلاں والا اور شیخوپور دیکر ڈیرہ خاص میں رکھ لیا جو سکھ امرا کے بیٹوں سے بھرتی کی ہوئی غیر آئین رسالے کی ایک رجمنٹ تھی ۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان کے محاصرے کے وقت نوجوان امر سنگھ نے بہادری دکھائی اور ان خدمات کے عوض ماجرا کا علاقہ حاصل کیا۔ دوسرے سال کشمیر کی لڑائی کے بعد اس نے جاڈا جو اس کے باپ مانا سنگھ کو ملا ہوا تھا حاصل کیا۔ اسے رکھڑی ضلع شاہ پور کے باغیوں کو جنہوں نے مالیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا مغلوب کرنے کے لئے بھیجا گیا اور اس کی یہ مہم پوری کامیابی کے ساتھ طے ہوئی ۔ ۱۸۳۴ء میں یہ شہزادہ نونہال سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کی ماتحت فوج کے ہمراہ پشاور گیا جب کہ وہ صوبہ باقاعدہ طور پر سکھ سلطنت سے ملحق کر لیا گیا۔ اس لڑائی میں باہر کی چوکیوں کی خدمات امر سنگھ کے سپرد تھیں جس کی وجہ سے اس نے افغانوں کے ساتھ بہت سی سخت لڑائیاں کیں۔ شب قدر کے مقام پر جب افغانوں نے ایک بھاری شب خون مارا تو امر سنگھ گولی سے زخمی ہو گیا مگر گو اس پر اچانک حملہ ہوا تھا پھر بھی اس نے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے دشمن کو بھگا دیا +

اسے بہت کچھ لوٹنے کا موقع ملے گا اس رقم میں ایک پیسہ بھی دینے سے انکار کر دیا جس پر امیر سنگھ ایسا ناخوش ہوا کہ اس نے نوکری سے استعفےٰ دیدیا دوہم یہ کہ سکھوں کے بڑے گورو بابا بیر سنگھ کے معاملہ میں ہیرا سنگھ نے خود مہتاب سنگھ سے چال کھیلی یعنی ملائم الفاظ سے انعامات سے اور وعدے وعید سے مہتاب سنگھ کو ورغلا کر سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ پر فوج کشی کرادی جس میں ایسا فریب ہوا کہ اسے فوج کشی کرنے کے بعد مجبوراً لڑائی کرنی پڑگئی اختتام جنگ پر یہ معلوم ہوا کہ یہ فوج کشی فریب سے مقدس بابا بیر سنگھ پر کرائی گئی تھی جو زمین پر دم توڑتا ہوا ملا اور مہتاب سنگھ یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گیا کہ میں ہی اس موت کا باعث ہوا ہوں لیکن اس کا دل صاف بھی تھا تو بھی وہ سکھ فوج اور سکھوں کی لعنت ملامت سے نہ بچا اور اس کا بریگیڈ مع جرنل کورٹ کے بریگیڈ کے جس کا افسر گلاب سنگھ کا کتیہ تھا اور ڈیرہ چار یاری جس کا افسر جواہر مل دت تھا مدت تک "گورو مار" کے لقب سے مشہور رہے ؎

مہتاب سنگھ ستلج کی لڑائی میں برابر خدمت کرتا رہا۔ اسے بھی دوسرے سکھ سرداروں کی طرح گمان تھا کہ فتح سکھوں کی ہوگی اور اس نے دفتر خزانہ کے منشیوں سے دہلی کی لوٹ میں سے نقرئی نہیں (ہوگا نہیں؟) لا دینے کا وعدہ کیا تھا ستلج کی لڑائی کے بعد راجہ لال سنگھ نے اسے سردار بنادیا اور دیہ اور اس کا بھائی گوردت سنگھ جو ترقی پاکر جرنیل کے عہدے پر پہنچ گیا تھا دونوں پشاور میں تعینات ہوئے مگر مئی ۱۸۴۷ء میں مہتاب سنگھ کو پنڈ دادنخاں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسوقت دربار میں اسکا کوئی طرفدار نہ تھا اور صرف سردار شیر سنگھ اٹاری والا تھوڑا بہت اس کا

طرفدار تھا۔ مگر میجر لارنس صاحب بہادر کے رسوخ کی وجہ سے یہ موقوف ہونے سے بچ گیا۔ ۱۸۴۹ء میں جب پنجاب کے شمالی حصہ میں بغاوت ہوئی تو سردار مہتاب سنگھ بمع پانچسو سواروں کے میجر نکلسن صاحب بہادر کے ماتحت راولپنڈی میں تعینات تھا۔ میجر صاحب بہادر اس کی کارروائیوں کے بڑے معترف تھے۔ اس کی فوج اور اس کا بھائی مت سنگھ لڑائی کے دوران میں سرکار لاہور کے ساتھ وفادار رہے اور گجرات کی لڑائی میں انگریزوں کی طرف سے لڑے۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر سردار مہتاب سنگھ کی ۹۴۸۵ روپے کی مالیت کی سب ذاتی جاگیریں دو پشتوں کے واسطے واگذار ہوئیں۔ اور ۱۸۶۲ء میں اس جاگیر میں سے نصف سردار کے وارثان صلبی کے نام نسلاً بعد نسل ہوگئی۔

۱۸۵۷ء میں سردار مہتاب سنگھ نے ہندوستان میں خدمات کرنے کے لئے کچھ سوار بھرتی کئے جو وہاں اس کے بھتیجے بچتر سنگھ کے ماتحت بھیج دئے گئے۔ اس جمعیت نے اودھ میں قابل تعریف خدمات کیں اور اس کی باغیوں سے کئی دفعہ مڈبھیڑ ہوئی۔ ۱۸۵۸ء میں کانپور کے مقام پر بچتر سنگھ کا ہیضہ سے انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ اسکا بھائی بیجا سنگھ جمعدار مقرر کیا گیا۔

مت سنگھ جو ۱۸۴۴ء میں فوج سکھ میں کرنیل تھا ۱۸۵۰ء میں فوت ہوا۔ کاہن سنگھ اپنے باپ (سردار امر سنگھ) کی جگہ ۱۸۴۳ء میں کنٹنجنٹ کا افسر مقرر ہوا اور رہردت سنگھ (امر سنگھ کا چھوٹا بیٹا) مہاراجہ دلیپ سنگھ کی نوخیز فوج کا جرنیل تھا۔

سردار مہتاب سنگھ اپنی وفات یعنے ۱۸۶۵ء تک مجیٹھہ میں زندگی

بسر کرتا رہا۔ لاہور اور امرتسر دونوں شہروں میں اس کی سکنی جایداد تھی اور ۱۸۶۲ء میں وہ امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ بھی مقرر ہوا۔ یہ بڑا شکاری تھا اور اپنے وقت کا بہت حصہ کپورتھلہ میں اہلووالیہ راجہ کے پاس جو اس کا بے تکلف دوست تھا گذارا کرتا تھا۔ اس کی ایک ہی لڑکی تھی جس کی شادی سردار بخشیش سنگھ سندھانوالیہ سے ہوئی جو ۱۸۸۹ء میں لاولد فوت ہوگئی۔ سردار مت سنگھ کے لڑکوں میں سے بچا سنگھ نے جو اب خاندان کا بزرگ ہے مشہور و معروف جرنیل کاہن سنگھ کی جس کی شہرت ملتان میں ہوئی لڑکی سے شادی کی۔ یہ اور اس کے لڑکے بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں مگر اس کا بھائی بشن سنگھ جو بنگال احاطہ کے سولھویں رسالہ میں رسالدار تھا اور اب پنشن پا چکا ہے بڑا با رسوخ آدمی ہے۔ خاندان کی قریباً تمام اراضی اسی ریشن سنگھ کے نام ہے اور اضلاع امرتسر اور گوجرانوالہ میں اس کی اور جایداد بھی ہے۔ ضلع میں جہاں یہ اچھے رنگروٹ بھرتی کرانے میں افسران بھرتی کنندہ کو بہت امداد دیتا ہے۔ اس کی بڑی عزت ہے۔ وہ مجیٹھہ میں رہتا ہے اور اس کی ایک شادی تو رسالدار لہنا سنگھ رئیس مانوالہ کی لڑکی سے اور دوسری کرنیل جیون سنگھ رئیس پٹیالہ کی بہن سے جو رئیسان پٹیالہ اور دھولپور کا رشتہ دار ہے ہوئی ہوئی ہے +

سردار کاہن سنگھ جو آنریری مجسٹریٹ تھا ۱۸۸۸ء میں دو لڑکے پرتیم سنگھ اور سرگات سنگھ چھوڑ کر فوت ہوگیا۔ پرتیم سنگھ تو سکھ پونیر ۲۳ میں براہ راست افسر بھرتی ہوا اور اب صوبہ دار ہے اور سرگات سنگھ مجیٹھہ کی میونسپل کمیٹی کا ممبر ہے۔ دونوں بھائیوں نے ایچیسن کالج لاہور

میں تعلیم پائی ہے۔ سردار ہردت سنگھ ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا پرتاب سنگھ امرتسر میں رہتا ہے اور اینٹوں کے بھٹے کا کام کرتا ہے ہردت سنگھ کا دوسرا بیٹا بھوپ سنگھ پنجابیوں کی پلٹن ۲۲ میں براہ راست کمیشن افسر بھرتی ہوا مگر دو سال ملازمت کرنے کے بعد اس نے استعفیٰ دے دیا اور افواج جموں میں ایڈجوٹنٹ ہو کر سات سال تک اس عہدے پر مامور رہا +

# بشن سنگھ رئیس چھینہ

ملکھی

گیانا

سردار کرم سنگھ

سردار سدھو سنگھ (متوفی) — بدھ سنگھ (وفات ۱۸۲۷ء)

سردار جے سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء) — ہری سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء) — بدن سنگھ (وفات ۱۸۷۷ء) — امر سنگھ (وفات ۱۸۹۷ء) — سردار بہادر سردار ہردت سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء) — کشن سنگھ — کھڑک سنگھ (وفات ۱۸۶۰ء)

نہال سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) — کہار سنگھ (ولادت ۱۸۵۰ء) — بشن سنگھ (ولادت ۱۸۵۶ء) — پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء) — رندھیر سنگھ (ولادت ۱۸۶۸ء) — رام سنگھ (متوفی) — بسنت سنگھ (ولادت ۱۸۵۰ء) — جسونت سنگھ (ولادت ۱۸۵۷ء)

بینت سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — لال سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) — داتار سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — اوتار سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) — دھیان سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء) — گیان سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)

گندا سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء) — ہیرا سنگھ (متوفی) — راجہ سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — موتی سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — تیجا سنگھ — اندر سنگھ (متوفی) — لچھمن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء) — بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)

منگل سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) — ہردت سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — صورت سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — پہلوان سنگھ (ولادت ۱۹۰۷ء) — اوتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) — گوردیال سنگھ (متوفی) — مہندر سنگھ

نانک سنگھ (ولادت ۱۹۱۹ء)

گوپال سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء) — کرپال سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — سنت سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) — ایشر سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — مانک سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — گوربخش سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

پریتم سنگھ (ولادت ...) — جواہر سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — سوہن سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء) — سردار بہادر مہتاب سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء) — مہان سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء) — مہر سنگھ — جواہر سنگھ (متوفی)

اجاگر سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — نرندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) — جگدیش سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ہربنس (ولادت ۱۸۹۳ء) — دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)

ہرنام سنگھ (متوفی)

رام سنگھ (ولادت ۱۸۷۱ء) — مان سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء) — بھگوان سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) — لچھمن سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء) — اجیت سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء)

دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء) — لال سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء) — ہربنت سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — تارا سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — گورچرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء) — شبدیو سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء) — چرن سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

اس خاندان کے ایک بزرگ ہیرو نامی نے جو قوم گل کا جاٹ تھا موضع چھینہ راجہ سانسی ضلع امرتسر سے پانچ میل کے فاصلہ پر قریباً ۱۶۰۰ء میں آباد کیا۔ اس کے بڑے بیٹے دادو نے اسی نام کا ایک اور موضع جستروال کے قریب بسایا اور یہاں اس کی اولاد آج کے دن تک رہتی ہے۔ ملکھی کے وقت تک جو تارا سنگھ شہید کی مسل میں شامل ہوا اس خاندان کے لوگ سیدھے سادے کسان تھے۔ ملکھی کی اولاد میں سب سے زیادہ نامی کرم سنگھ تھا جس کو لاولد تارا سنگھ نے متبنیٰ کر لیا تھا۔ تارا سنگھ کی وفات کے بعد کرم سنگھ بھنگی مسل میں شامل ہو گیا اور چھینہ اور اس کے گردونواح کے مواضعات پر قبضہ رکھنے کے علاوہ اس نے مواضعاتِ فیروزکی۔ کالاکی۔ رڑکی اور باجرا ضلع سیالکوٹ پر تصرف کر لیا۔ جب تمام بھنگی سرداران رنجیت سنگھ کے مقابلے میں ایک ایک کر کے مفقود ہو گئے تو کرم سنگھ کا بھی یہی حال ہوا اور اس کی تمام جاگیرات ہاتھ سے نکل گئیں۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس نے ۷۰ سوار خدمت میں دینے کی شرط پر چھینہ ناگراں اور فیروزکی کی ۵۰۰۰ روپے کی مالیت کی جاگیریں پھر لے لیں۔ بمعہ اپنے دو بیٹوں سدھ سنگھ اور بدھ سنگھ کے اس نے بہت سی لڑائیوں یعنی ملتان کشمیر اور پشاور میں خدمات کیں اور اس کی وفات پر اس کی جاگیر اس کے بیٹوں نے بحصہ مساوی تقسیم کر لی ؂

ان تمام انقلابات میں جو رنجیت سنگھ کی وفات پر واقع ہوئے۔ یہ جاگیر سالم رہی یہاں تک کہ ۱۸۴۶ء میں راجہ لال سنگھ نے اسے گھٹا کر ۲۱۶۰۰ روپے کا کر دیا اور اس پر ۲۵ سواروں کی خدمت کی شرط

لگادی۔ دو سال بعد اس خاندان کے بہت سے اراکین شیر سنگھ کے ماتحت باغیوں سے مل گئے اور اُن کے ساتھ لڑائی میں لڑے۔ بایں سبب الحاق کے موقع پر جے سنگھ۔ مہر سنگھ۔ ہری سنگھ۔ ہردت سنگھ امر سنگھ۔ عطر سنگھ اور فتح سنگھ کے حصص ضبط کر لئے گئے اور تاحین حیات ۴۸ روپے فی کس وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ ضبط شدہ حصے ۱۵۷۲۵ روپے سالانہ کی مالیت کے تھے اور صرف بدن سنگھ اور دھان سنگھ کے نام جو خیر خواہ ثابت ہوئے تھے اُن کے حصے کی جاگیر جس کی مالیت ۵۰۷۵ روپے کی تھی واگذار رہی جس میں سے ۱۷۵۰ روپے ذاتی تھی اور ۱۲۵ روپے خدمات کی شرط پر۔ ایام غدر میں جے سنگھ۔ ہردت سنگھ اور امر سنگھ ہاڈسن صاحب کے رسالے میں داخل ہو گئے۔ جے سنگھ کو رسالداری ملی اور ہردت سنگھ کو جمعداری۔ یہ فروری ۱۸۵۹ء تک اسی نامی رسالے میں رہے جبکہ عام تخفیف ہو جانے کی وجہ سے جے سنگھ اور امر سنگھ برطرف ہو گئے۔ جے سنگھ کو تاحین حیات کے لئے ۳۰۰ روپے کی جاگیر عطا ہوئی اور امر سنگھ کو رکھ اوتھیاں تحصیل اجنالہ میں ۵۰ گھماؤں اراضی ملی جس کا معاملہ معاف تھا۔

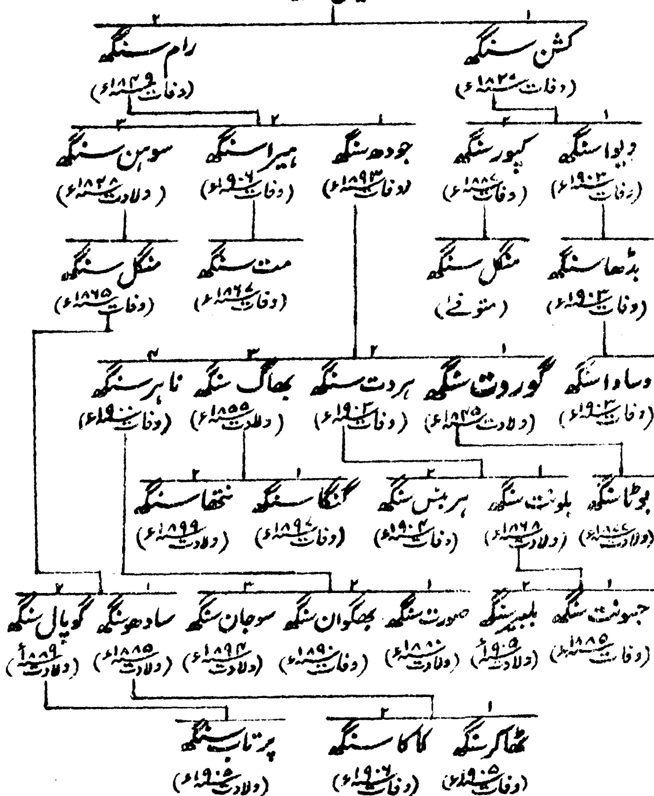
ہردت سنگھ بنگال کے رسالہ نمبر ۹ میں رسالدار رہا اور اس کو سردار بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۸۷۶ء میں اپنے بھائی سردار جے سنگھ کی وفات پر یہ اس کی جگہ پر ادنشل درباری بنایا گیا اور خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ اس کا لڑکا مہتاب سنگھ بنگال کے رسالہ نمبر ۶ میں رسالدار میجر تھا۔ ۱۸۸۲ء کی مصر کی لڑائی میں خدمات کرنے کے صلے میں مہتاب سنگھ کو سردار بہادر کا خطاب ملا۔ سردار جے سنگھ کی پنشن اور جاگیر ۱۸۷۶ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ اُسکی بیوہ کو چھوٹے

بچوں کے گزارے کی امداد میں ۱۲ سال کی میعاد کے لئے ۱۲۰ روپے سالانہ پنشن ملی اور بیوۂ مذکور ۱۸۸۵ء میں فوت ہوئی۔ اسی طرح ۱۸۸۵ء میں سردار ہری سنگھ کے وظیفے بھی ضبط ہو گئے اور اس کے بیٹے نتھا سنگھ کے نام ۱۲۰ روپے سالانہ پنشن جاری ہوئی۔ سردار بدن سنگھ ۱۸۸۵ء میں ۵ لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا جن کے نام گورنمنٹ نے ان کے باپ کی ایک تہائی مواضعات چھینہ اور چاک کی جاگیر جس کی مالیت ۲۳۶۰ روپے سالانہ تھی جاری رکھی اس کے لڑکوں میں سے دو پرتاب سنگھ اور رام سنگھ فوت ہو گئے اور اُن کی جاگیر کے حصے ضبط ہو گئے ہیں۔ اس کا دوسرا بیٹا بشن سنگھ ہرت سنگھ کی وفات پر خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ یہ دیسی فوج کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے میں بڑی امداد دیتا رہا ہے اور بھرتی کنندہ افسران اسکے مداح رہے ہیں۔ اسے اور اس کے بھائیوں کہار سنگھ اور رنبیر سنگھ کو مشترک طور پر برابر حصوں میں اس جاگیر کا باقی ماندہ حصہ ملتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جس کی مالیت ۲۱۶ روپے ہے۔ موضع چھینہ کرم سنگھ کی ۶۵۰ کنال اراضی پر اسکی مالکی بھی ہے اور اسکی شادی بھرت گڑھ ضلع انبالہ کے سردار ان گھنولی کے خاندان میں ہوئی ہوئی ہے۔ اسکے دو نو بیٹے لچھمن سنگھ اور بلونت سنگھ براہ راست افسر بھرتی ہوئے لچھمن سنگھ پنجابی پلٹن نمبر ۲۶ میں صوبیدار ہے اور بلونت سنگھ سکھ پلٹن نمبر ۴۵ میں جمعدار۔ سردار بشن سنگھ کا بھتیجا داتار سنگھ ریاست پٹیالہ میں ملازم ہے اور سردار گورمکھ سنگھ سی۔ آئی۔ ای پریذیڈنٹ کونسل ریجنسی پٹیالہ کی ایک رشتہ دار سے بیاہا ہوا ہے۔ دوسرا بھتیجا نیجا سنگھ پنجابی پلٹن نمبر ۱۹ میں جمعدار۔ شادی کی وجہ سے اس خاندان کی رشتہ داری سرداران ننگہ۔ کنڈولہ راجہ سانسی (امرتسر) سے بھی ہے اور اسے ابھی تک بڑا بارسوخ سمجھنا چاہیئے۔

# گوردت سنگھ چپہ والا

بیگ سنگھ

سدا سنگھ




موضع دادو باجرا ضلع سیالکوٹ کے ایک غریب کاشتکار کا لڑکا دیال سنگھ

تارا سنگھ کنھیا کی فوج میں سوار بھرتی ہوا۔ اس نے بہت سی لڑائیوں میں اپنے آقا کی خدمت کی اور اس سے ضلع پٹھانکوٹ میں ۵۰۰۰ روپے کی ایک جاگیر حاصل کی۔ تارا سنگھ کی وفات پر جانشینی کے بارے میں اس کے لڑکوں میں بہت سے جھگڑے اُٹھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں لڑائیاں شروع ہوگئیں جن میں سے ایک میں دیال سنگھ مارا گیا اور فاتح نے اُس کی جاگیر پر تصرف کرلیا۔ اس کے دو بیٹے کشن سنگھ اور رام سنگھ دنیا میں اسی طرح غریب رہ گئے جس طرح کہ اُن کا باپ نوکری کرنے سے پہلے تھا۔ یہ موضع چیچہ ضلع امرتسر میں چلے گئے جہاں ان کا باپ وطن ترک کرنے کے بعد پہلے ہی پہل آباد ہوا تھا اور جہاں ایک ٹیلے پر اُس نے اپنے مکان کے گرد لکڑی کا جنگلہ یا "چیچہ" بنایا تھا جس کی وجہ سے اس خاندان اور موضع کا نام بھی چیچہ مشہور ہوگیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان دونو بھائیوں کشن سنگھ اور رام سنگھ کو اپنی ملازمت میں رکھ لیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے زیر حکم ۵۰۰ سواروں کی کمیدانی دی۔ کشن سنگھ ۱۸۲۳ء کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کے بھائی نے جس نے اسی موقع پر نام پیدا کیا تھا ضلع امرتسر میں سات مواضعات کا عطیہ حاصل کیا۔ جب کھڑک سنگھ کا منظور نظر چیت سنگھ مارا گیا تو شہزادہ نے رام سنگھ کو جس پر وہ ہمیشہ نظر عنایت رکھتا تھا اپنی مُہر سپرد کی اور اضلاع امرتسر اور شاہ پور میں جاگیریں دیں۔ کھڑک سنگھ کے بیٹے نونہال سنگھ کو کو اپنے باپ کے نوکروں سے محبت نہ تھی اور اس نے رام سنگھ کو قید کر دینے کی دھمکی دی اور وہ غالباً اس پر عمل بھی کر دکھاتا اگر اس دن جس دن اس کے باپ کی لاش جلائی گئی۔ خود بھی نہ مارا جاتا۔ شیر سنگھ کے ماتحت رام سنگھ کو کوئی فوجی عہدے ملے اور راجہ دھیان سنگھ کی سفارش پر جسے یہ مہاراجہ

کھڑک سنگھ کے متعلق خفیہ خبریں پہنچانے کا عادی تھا اس کی ذاتی جاگیر بڑھا کر ۱۵۰۰ روپے سالانہ کی کردی گئی ؂

۱۸۴۷ء میں سردار رام سنگھ سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت کچھ غیر آئین فوج کا افسر بنا کر بنوں بھیجا گیا۔ سردار شمشیر سنگھ اس سکھ فوج کا افسر تھا جس کو دربار نے ایڈورڈز صاحب بہادر کی مدد کے لئے بھیجا تھا جو ضلع مذکور میں بندوبست اور قیام امن کی تدبیر کر رہے تھے۔ رام سنگھ اس سکھ فوج کا بڑا بھکانے والا تھا جو ۱۸۴۸ء میں قلعہ دلیپ گڑھ میں باغی ہوگئی تھی۔ رام سنگھ کا دشمن فتح خاں ٹوانہ قلعہ مذکور کا جس کا سکھوں نے محاصرہ کرلیا تھا افسر تھا۔ فتح خاں بہادری سے لڑتا رہا مگر محصورین کو پانی نہ ملا جس کی وجہ سے یہ سنبھل نہ سکے فتح خاں مارا گیا اور قلعہ لے لیا گیا۔ مدان کے ٹپوں میں سے ایک ٹپے کا مالک ملک میر عالم خاں نامی تھا اس کے ساتھ رام سنگھ نے بڑی دوستی پیدا کرلی تھی اور اس کو اس نے مالیہ کا بقایا ادا کرنے کے لئے روپیہ قرض دے دیا تھا۔ اس ملک کی ہی بہت کچھ امداد سے یہ قلعہ فتح ہوا تھا اور جب رام سنگھ نے سکھ فوج سمیت راجہ شیر سنگھ کے ساتھ ملنے کے لئے کوچ کیا تو قلعہ اسی کے سپرد کردیا گیا۔

سردار رام سنگھ سکھ فوج کے بڑے بہادر افسروں میں سے تھا۔ یہ رام نگر اور چیلیانوالہ کے مقامات پر نہایت بہادری سے لڑا اور جنگ گجرات کے نامور مقتولین میں تھا۔ بغاوت کی وجہ سے اس خاندان کی ساری جاگیریں ضبط ہوگئیں مگر ۱۸۵۷ء میں دیوا سنگھ بحیثیت رسالدار گورنمنٹ کی ملازمت میں داخل ہوا اور اس کے اور اس کے چچیرے بھائی جودھ سنگھ کے مکانات واگذار کردئے گئے۔ دیوا سنگھ کو ضلع امرتسر میں بنجر زمین بھی عطا

کی گئی۔ وہ اور اس کا بیٹا اور پوتا ۱۹۰۳ء میں پلیگ سے مر گئے۔ ان کی بیوگان ان کی اراضی پر قابض ہیں جو قریباً ۵۰۳ ایکڑ ہے۔

سردار جودھ سنگھ جو پراونشل درباری تھا ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا اور اس کی سوگھماؤں اراضی کی جایداد اس کے چار بیٹوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوئی۔ سب سے بڑا گوردت سنگھ اپنے باپ کی جگہ موضع چبہ کا اعلیٰ نمبردار بنا اور سفید پوش بھی ہے۔ جودھ سنگھ کو تھوڑی سی پنشن ملتی تھی جو اس کی وفات پر ضبط ہوگئی اور اس کے بھائی سوہن سنگھ کو ابھی تک ۶۰ روپے سالانہ پنشن ملتی ہے۔

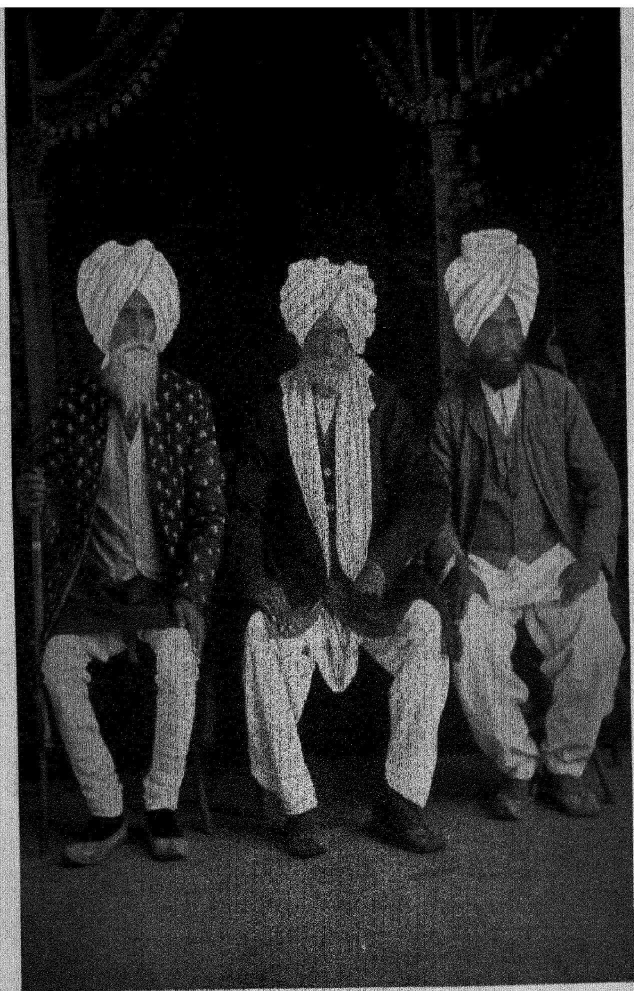
# بھگوان سنگھ چمیاری رندھاوا

**نار سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۰۶ء)

- ۱ رام سنگھ (وفات سنہ ۱۸۱۰ء)
  - ۱ ہروت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۳۴ء)
    - ۱ راجکور (متوفیٰ)
    - ۲ جواہر سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۵ء)
      - ۱ نرائن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۵ء)
        - ۱ سچیت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۹ء)
          - ۱ کرتار سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۹ء)
          - ۲ گوردیال سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء)
        - ۲ حکم سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۸ء)
          - ۱ ہرچرن سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)
          - ۲ گورچرن سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۴ء)
        - ۳ تیجا سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۱ء)
        - ۴ کاکا سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۱ء)
      - ۲ گوپال سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۸ء)
      - ۳ لہنا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۱ء)
      - ۴ ارجن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۸ء)
  - ۲ گوردت سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۸ء)
    - ۱ پرتاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۶ء)
    - ۲ نہال سنگھ (وفات سنہ ۱۸۷۳ء)
      - ۱ بھگوان سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۵ء)
        - ۱ بخشیش سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۹ء)
        - ۲ آوتار سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۳ء)
        - ایک لڑکا (متوفیٰ)
      - ۲ شام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۶۲ء)
        - ۱ مان سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء)
        - ۲ امر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۸ء)
        - ایک لڑکا (متوفیٰ)
        - سکھدیو سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)
        - ۱ چھمن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء)
          - ۱ راجندر سنگھ
          - ۲ بلدیپ سنگھ (ولادت سنہ ۱۹۰۷ء)
        - ۲ بلونت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء)
- ۲ جے سنگھ (وفات سنہ ۱۸۱۲ء)
  - ۱ گوربکھ سنگھ (متوفیٰ)
    - سنت سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۴ء)
  - ۲ رہنمائی سنگھ (متوفیٰ)
    - نرائن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۵۰ء)
- ۳ ہری سنگھ (متوفیٰ)
  - ایشا سنگھ
    - نرائن سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۴۶ء)

(سنت سنگھ، نرائن سنگھ، نرائن سنگھ) ضلع گورداسپور میں آباد ہوگئے ہیں

خاندان چمیاری کا بانی مبانی اس خاندان کا اصلی مورث اعلیٰ نار سنگھ



سردار بھگوان سنگھ رئیس چمیاری
S. Bhagwan Singh of Chamiyari

شام سنگھ رئیس چمیاری
Sham Singh of Chamiyari

شبدیو سنگھ رئیس چمیاری
Shibdeo Singh of Chamiyari

نہ تھا بلکہ ایک دور کا رشتہ دار ساول سنگھ نامی تھا جس نے قریباً ۱۷۵۵ء میں سکھ مذہب اختیار کیا اور بھنگی مسل میں شامل ہوگیا۔ یہ اپنے سردار ہری سنگھ کی طرف ہوکر بہت سی لڑائیوں میں لڑا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ذاتی مفاد کو فراموش نہیں کیا کیونکہ چند سال ہی بعد راوی کے بائیں کنارے پر اس کے قبضے میں بڑا علاقہ تھا جس میں اجنالہ اور چمیاری یا چمبیاری جس جگہ کے نام پر اس خاندان کا نام مشہور رہا ہے شامل تھے۔ ساول سنگھ ایک لڑائی میں لاولد مارا گیا مگر اس کی بیوہ مائی مالکیاں نے جایداد اپنے مرحوم خاوند کے ایک چچازاد بھائی اور جاں نثار ہمراہی نار سنگھ نامی کو دیدی جو بڑا بہادر اور اولوالعزم آدمی تھا۔ اس انتظام کو گرمتا یعنی سکھوں کی قومی پنچایت نے منظور کرلیا اور نار سنگھ ساول سنگھ کے کل علاقے کا مسلّم وارث بنکر فتوحات پر آمادہ ہوگیا۔ دریا کے اس طرف جدھر کہ امرتسر تھا علاقہ فتح کرنے پر اس نے قناعت نہ کرکے ضلع سیالکوٹ پر یورش کی اور پسرور اور اس کے گرد و نواح کے بہت سے مواضعات پر قبضہ کرلیا۔ بعد ازآں یہ کنھیا مسل میں جسے اس وقت عروج ہو رہا تھا آگیا اور نونر ضلع سیالکوٹ کے مقام پر اپنے پرانے رفیقوں سے ایک سخت لڑائی کی۔ نوجوان سوکرچکیہ رئیس مہان سنگھ اس کی طرف تھا اور جھنڈا سنگھ اور نام بہادر بھنگی رئیس اس کے مقابلے میں۔ جھگڑے کی بنا بالکل معمولی تھی یعنی یہ کہ نار سنگھ نے جھنڈا سنگھ کے ایک گاؤں میں سے ہوکر گزرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایک کھیت کی طرف جس میں چھوٹے چھوٹے گیہوں تھے چرنے کے لئے پھیر دیا۔ بھنگی رئیس بڑے غصے میں آیا اور گھوڑوں کو موڑ لینے پر اصرار کیا۔ نار سنگھ

نے چرتے ہوئے گھوڑوں کو موڑنے سے انکار کیا۔ جھنڈا سنگھ یہ بے عزتی کب گوارا کر سکتا تھا اس نے اپنے تمام آدمیوں کو جمع کر کے اور اتنے مددگار بنا کر جتنے کہ وہ بنا سکا نار سنگھ پر چڑھائی کی جو اس کے مقابلے کے لئے تیار تھا۔ یہ لڑائی فیصل نہ ہوئی اور اس کے فوراً بعد نار سنگھ کے سوکر چکیہ دوست اس بات سے ناراض ہو گئے کہ اس نے سردار جھنڈا سنگھ کے بھتیجے امر سنگھ کے ساتھ اپنی بیٹی کرم کور کی شادی کر دی مگر اس نے سوکر چکیوں سے ظاہر طور پر قطع تعلق نہیں کیا اور ۱۷۹۹ء میں لاہور کے لینے میں مہان سنگھ کی مدد کی +

نار سنگھ ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا۔ اس کا بڑا بیٹا رام سنگھ اس سے کچھ مہینے پہلے مرہٹہ رئیس جسونت راؤ ہلکر کے کیمپ میں بیٹھے سے مرگیا تھا۔ نار سنگھ کی وفات پر رنجیت سنگھ نے اس خاندان کی جاگیروں کے بہت سے حصے پر جن میں سیالکوٹ کے مواضعات اور سادوال۔ دھانی والا اور چمیاری کے تعلقات شامل تھے قبضہ کر لیا۔ قصبہ چمیاری اس خاندان کے قبضے میں رہ گیا جس پر اس کے اب تک حقوق مالکانہ ہیں +

چمیاری ایک بڑا پرانا قصبہ ہے اور اس کی اصلیت کی نسبت کئی روایتیں ہیں جو اس جگہ بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ راجہ سالواہن والئے سیالکوٹ نے جو ۹۰سنہ عیسوی میں حکمران تھا اس مقام کے قریب جہاں اب قصبہ چمیاری واقع ہے اپنے اُمرا کے ساتھ گزرتے ہوئے ایک نوجوان لڑکی کو کسی کنوئیں پر پانی بھرتے دیکھا اس کے حسن دلفریب سے حیرت زدہ ہو کر اس نے اس کا نام پوچھا جس پر معلوم ہوا کہ اس کا نام چمبہ ہے اور وہ اس علاقے کے ایک راجپوت

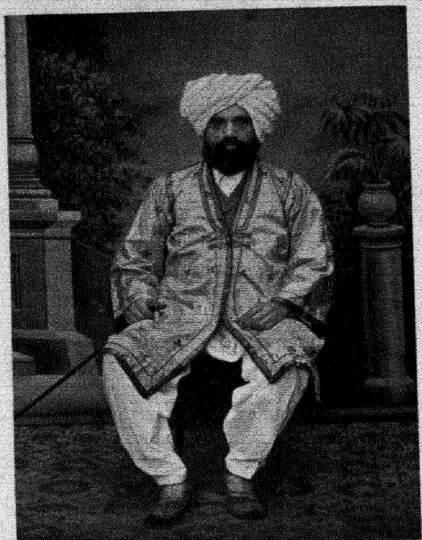
رئیس کی بیٹی ہے۔ سالواہن نے اس لڑکی سے شادی کرنی چاہی مگر اس کے باپ نے انکار کردیا کیونکہ پنجاب بھر میں والدین اور ان کی لڑکیاں راجہ کے نام سے گھبراتے تھے جس کی عادت روز نئی بیوی کرنے کی تھی اور اس وجہ سے ملک میں کواری عورتوں کا ٹوٹا ہوگیا تھا مگر راجہ چمبہ کے باپ کے انکار کو کب مانتا تھا۔ اس نے قسم کھالی کہ اگر چمبہ کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے تو وہ آٹھ دن تک اور شادی نہ کرے گا چنانچہ اس معقول وجہ پر چمبہ کا باپ مان گیا مگر آٹھ دن کے بعد راجہ سالواہن حسین چمبہ پر ایسا مفتون ہوگیا تھا کہ اس نے اپنی تمام دوسری زوجگان کو طلاق دیدی اور تمام عمر کے واسطے چمبہ ہی کو رکھا اور اپنے عشق کا نام ہمیشہ یادگار رکھنے کے لئے اس نے اس کنوئیں کے گرد جس پر چمبہ کو پہلے پہل پانی بھرتے دیکھا تھا اس کے نام پر قصبہ چمیاری بسایا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ چمیاری کا نام راجہ سالواہن کی خاص بیوی لونا کے نام پر رکھا گیا تھا جو راجہ پیپہ والئے پیپا کھاکی بیٹی اور ذات کی چمیل راجپوتنی تھی۔ لونا رسالو کی ماں تھی جس کے نام پر سیالکوٹ پہلے رسالکوٹ کہلاتا تھا۔ لونا گو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے مشہور تھی مگر جیسا کہ مفصلہ ذیل قصے سے ظاہر ہوتا ہے باعصمت نہ تھی۔ راجہ سالواہن کی بہت سی عورتوں میں ایک عورت کے ہاں ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام پورن رکھا گیا۔ نجومیوں نے جو نومولود بچے کا زائچہ دیکھنے کے لئے محل میں جمع ہوئے ظاہر کیا کہ اگر لڑکے کا باپ لڑکے کو بارہ سالہ ہونے سے قبل دیکھے گا تو اُس (لڑکے) پر بہت سی مصیبتیں نازل ہونگی۔ ان دنوں میں نجومیوں کے کہنے پر یقین کیا جاتا تھا چنانچہ ایک بڑا برج بنایا



صورت سنگھ

Surat Singh



سردار ہرنام سنگھ ایمانوالہ رئیس امرتسر

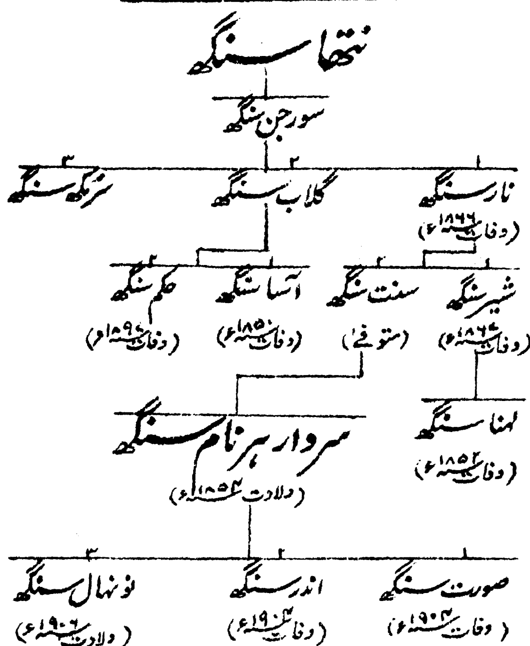
Sardar Harnam Singh Aimawala of Amritsar



گوردیال سنگھ

Gurdayal Singh

۱۸۹۸ء میں تین لڑکے چھوڑکر فوت ہوا جن کے درمیان اس کا حصہ جایداد منقسم ہوا۔ سب سے بڑا لڑکا سنت سنگھ مانا والے کا نمبردار ہے۔ دوسرا لڑکا جھنڈا سنگھ سندھ میں جہاں اسے زمین ملی ہوئی ہے رہتا ہے +

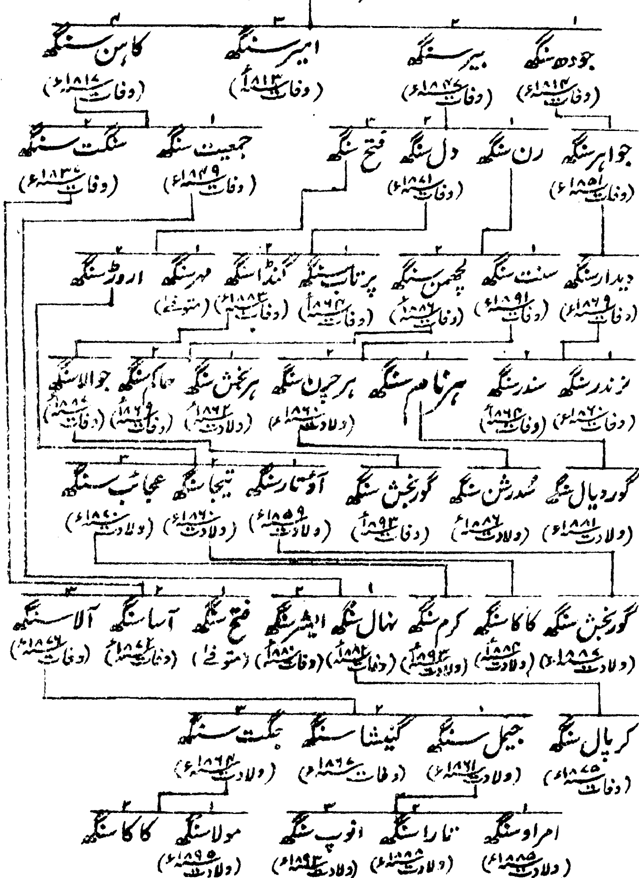



قریباً سنہ ۱۷۴۳ء میں ایک اُپال کھتری نتھا سنگھ نامی اپنے وطن لکار کی ضلع گورداسپور سے نقل مکان کرکے امرتسر آگیا اور ایک ویران گاؤں پھر آباد کیا جس کا نام پہلے باشندوں کے حقوق کو زایل کرنے کے لئے اس نے ایمہ رکھا جس کے معنی گاؤں پر حقوق مالکانہ رکھنے کے ہیں اس کے لڑکے سورجن سنگھ نے نہ صرف یہ گاؤں ورثہ میں پایا بلکہ اپنے چچا دل سنگھ کی جاگیریں بھی جو سردار سیوا سنگھ اولکھ والا کے ساتھ ایک

یہ ضلع گورداسپور میں آباد ہو گئے ہیں۔ گوردت سنگھ کی اولاد چمیاری میں رہتی ہے۔ بھگوان سنگھ اعلیٰ نمبردار ہے اور موضع ابدال ضلع گورداسپور کی بیس گھماؤں اراضی کے علاوہ موضع چمیاری کی قریباً ۲۰۰ ایکڑ زمین پر اس کی مالکی ہے۔ اس کے اور اس کے بھائی شام سنگھ کے پاس موضع دھاری وال تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کی ۶۰۰ روپے کی جاگیر بھی ہے۔ بھگوان سنگھ چند سال فوج میں ملازم رہ چکا ہے +

# ہرنام سنگھ ویگلیہ

## صاحب سنگھ




صاحب سنگھ قریباً ۱۷۶۰ء میں کنھیا مسل میں شامل ہوا اور

جے سنگھ اور حقیقت سنگھ دونو کے ماتحت لڑتا رہا اس نے تاراگڑھ
پرگنہ پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور پر قبضہ کر لیا اور سردار مہان سنگھ کی
اس کامیاب مہم جموں کے بعد صاحب سنگھ نے جو سردار مہان سنگھ
کے ہمراہ گیا تھا سیدگڑھ جمبی ۲۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر حاصل کی۔ اس نے موضع مچویا
آباد کیا جہاں تادم مرگ یعنی ۱۸۰۵ء تک رہا۔ اس کی تاراگڑھ۔ سیدگڑھ
اور وچویا کی جاگیریں ۹۰۰۰ کی مالیت کی تھیں اور یہ تمام بجنسہ اُس کے
چار بیٹوں کے قبضہ میں رہیں یہاں تک کہ ۱۸۱۲ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے تاراگڈھ پر چڑھائی کی اور تھوڑے سے محاصرے کے بعد قلعہ فتح کر کے
جاگیر کا بہت سا حصہ دبا لیا۔ ۱۰۰۰ روپے کی مالیت کے بارہ مواضعات
جن میں وچویا بھی شامل تھا اس وقت بھی بلا معاوضۂ خدمات چھوڑ دے گئے
مگر متذکرہ بالا ضبطی کے بعد دس سال کے عرصہ میں چاروں بھائی مر گئے
اور جاگیر پر جواہر سنگھ مع اپنے چچیرے بھائیوں جمعیت سنگھ۔ سنت سنگھ اور
رن سنگھ قابض ہوا۔ گو یہ جاگیر گذارہ کے لئے تھی اور اس پر نوکری دینے
کی کوئی شرط نہ تھی تاہم یہ تمام مہاراجہ کی بہت سی لڑائیوں میں لڑتے
رہے یہاں تک کہ دیسا سنگھ مجیٹھیہ نے جو دوابہ جالندھر کا ناظم تھا جواہر سنگھ
سے کہا کہ ہر سردار کو اگر وہ اپنا نام قایم رکھنا چاہے سرکار کی خدمت کے لئے
سپاہ دینی چاہئے اور مناسب سمجھکر اس کی جاگیر پر ۵ اسواروں کی شرط لگادی
خاندان ویکلیہ کی جاگیروں کے ساتھ ۱۸۴۶ء تک کوئی چھیڑ چھاڑ
نہیں ہوئی اور اس وقت راجہ لال سنگھ نے جو اس خاندان کے مربی
سردار دیسا سنگھ سے کچھ محبّت نہ رکھتا تھا سردار کے بنارس چلے جانے کا
موقع دیکھکر اس خاندان کی کل جاگیر ضبط کر لی مگر ایک سال بعد دربار نے

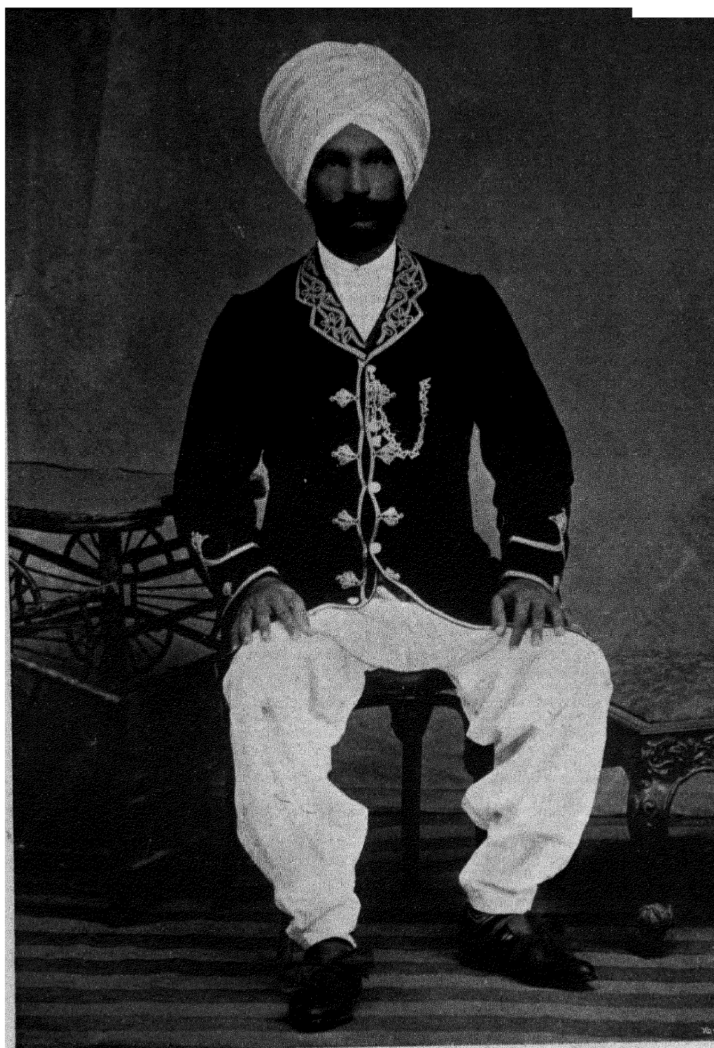
صاحب رزیڈنٹ کی منظوری پر یہ جاگیر بحال کردی بلکہ ۲۱۰۰ روپے کی اس میں ایزادی کر کے ۲۰ سواروں کی نوکری دینے کی شرط لگا دی۔ ۴۹-۱۸۴۸ء کے فسادات کے دوران میں خاندان ویگلیہ سرکار کا خیر خواہ رہا۔ دیدار سنگھ اپنے کنٹنجنٹ سمیت کپتان ہاڈسن صاحب کے ساتھ شامل ہوگیا اور رنگڑ ننگل۔ پرمانند اور دوسرے مقامات پر اچھی خدمات کیں۔ الحاق کے وقت خاندان کی تمام ذاتی جاگیر جو مالیتی ۸۶۰۰ روپے تھی واگذار ہوئی اور حکم ہوا کہ ہر حصے دار کے حصے کی ایک تہائی اس کے نرینہ وارثان صلبی کے نام علی الدوام رہے گی۔ دیدار سنگھ فوجی پولیس میں رسالدار ہوگیا اور عام تخفیف کے وقت نوکری سے برطرف ہوا۔ اس کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا +

رن سنگھ کا بیٹا سنت سنگھ محاصرے میں محافظ رسالے کے ساتھ خدمات کرنے کے لئے اس رسالے کا جمعدار کر کے دہلی بھیجا گیا جو جولائی ۱۸۵۷ء میں میجر آر لارنس صاحب بہادر نے بھرتی کیا تھا۔ اس رسالے کا ایک حصہ مستقل طور پر گائیڈ کور میں تبدیل کر دیا گیا باقی ماندہ دہلی کی سوار پولیس میں شامل ہوگیا اور اس میں سنت سنگھ کی رسالدار کے عہدے پر ترقی ہوگئی۔ یہ جنگی پولیس کی تخفیف تک لیاقت اور سرگرمی سے کام دے کر نوکری سے علیحدہ ہوا۔ بعد ازآں پراونشل پولیس میں انسپکٹر ہوگیا ۱۸۶۶ء میں اس کی اپنی درخواست پر اسے رسالدار کر کے بنگال کے چوتھے رسالے میں تبدیل کر دیا گیا جس میں یہ بعد ازآں وردی میجر اور رسالدار بنا یا گیا۔ اس نے ۸۰-۱۸۷۹ء کی کابل کی لڑائی میں خدمات کیں اور کئی موقع پر دشمن سے خوب مقابلہ کیا۔ ۲۳ سال کی اعلیٰ خدمات کے بعد

وہ ۱۸۸۲ء میں ۳۶۰ روپے سالانہ پنشن پاکر نوکری سے علیحدہ ہوا اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہوگیا۔ اس کا بڑا بیٹا ہرنام سنگھ اب خاندان کا بزرگ مانا جاتا ہے۔ دوسرا بیٹا ہرچرن سنگھ محکمہ ٹرانسپورٹ اور دفتر ضلع امرتسر میں نوکری کرنے کے بعد اب ضلع گورکھپور کی ریاست ڈومری کا منیجر ہے ہرچرن سنگھ کا بیٹا سُندرشن سنگھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتا ہے اور اس کی شادی ضلع لاہور کے خاندان پدہانیہ میں اور ہرنام سنگھ کے بیٹے گردیال سنگھ کی شادی راجہ سانسی کے خاندان سندھاوالیہ میں ہوئی ہے +

خاندان کے زندہ اصحاب کے پاس تقریباً ۱۰۲۵ روپے آمدنی کی جاگیر ہے جس میں سے ۱۲۵ روپے کی جاگیر تووچو یا تحصیل اجنالہ میں ہے۔ اور ۹۰۰ روپے کی تاراگڑھ تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور میں جو خاندان کا اصلی وطن ہے۔ ان کی مالکی مواضعاتِ نرگاٹا۔ نوشہرہ۔ پٹھان چک اور گوبند سر ضلع گورداسپور اور وچوٹا تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کی قریباً ۲۲۰۰ بیگھہ اراضی پر بھی ہے +

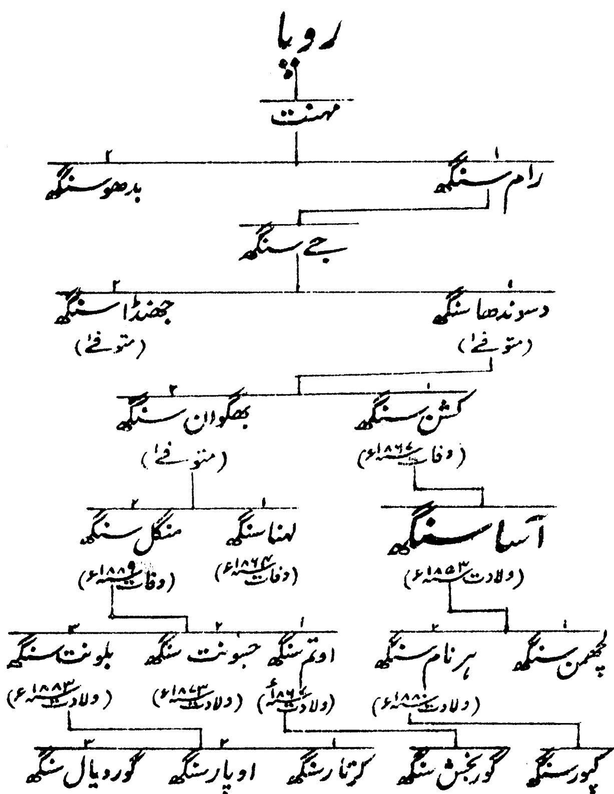
اس خاندان کی چھوٹی شاخوں کے کئی افراد فوج میں ملازم ہیں یا رہ چکے ہیں +



سردار بلونت سنگھ سدھو رئیس بھیلووال

Sardar Balwant Singh Sidhu of Bhilowal.

# آسا سنگھ سدّھو رئیس بیہلووال




سدھو خاندان کی بیہلووال والی شاخ میں کوئی نامی رئیس نہیں ہے۔ بدھ سنگھ نے ضلع امرتسر میں کئی دیہات پر تصرف کر لیا تھا اور احمد شاہ کے حملوں میں سے ایک حملے میں مارا گیا۔ اس کا بھائی رام سنگھ اسکے بعد جانشین ہوا مگر سکھوں کی تاریخ کے ابتدائی زمانے میں چند ہی سردار ایسے تھے جو

اپنے بستروں پر قدرتی موت مرے۔ چنانچہ رام سنگھ بھی چند سال بعد ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اسکی وفات پر اسکا بیٹا جے سنگھ بالکل بچہ تھا اور ماہی سنگھ نے جاگیر پر قبضہ کرلیا جسکو اس نے بہت بڑھایا اور بڑی دانشمندی سے اس کا انتظام کرتا رہا یہاں تک کہ جے سنگھ نے جوان ہوکر اپنے حقِ وراثت کا دعویٰ کیا۔ اس نے اپنے چچیرے بھائی (ماہی سنگھ) سے بہیلووال اور کچک وال دو مواضعات لیکر قناعت کرلی اور اس انتظام کے دو سال بعد ایک نابالغ لڑکا دسوندھا سنگھ چھوڑکر فوت ہوا جس سے ماہی سنگھ نے کچک وال جو اس نے جے سنگھ کو بہت بُرے دل سے دیا تھا واپس لے لیا۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بغیر کسی رعایت کے ان دونوں کے مقبوضات پر تصرف کرلیا۔ دسوندھا سنگھ کو ڈیرہ سوریاں میں جو پہلے شاہزادہ شیر سنگھ کے اور بعد ازآں جمعدار خوشحال سنگھ کے ماتحت تھا ۵ سوار مہیا کرنے کی شرط پر ...۳ روپے سالانہ کی جاگیر عطا کردی گئی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کشن سنگھ رجمنٹ میں اس کا جانشین ہوا مگر اس کے کنٹنجنٹ کے سوار ۵ سے بڑھاکر ۹ کردئے گئے جو الحاق پنجاب کے وقت تک دینے پڑے مگر الحاق کے بعد جاگیر ضبط ہوگئی۔ کیونکہ وہ راجہ شیر سنگھ کے ساتھ مل گیا تھا۔ کشن سنگھ ۱۸۶۷ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا آسا سنگھ اب اس خاندان کا جواب بہت معتدر نہیں رہا ذی اثر رکن ہے۔ اس خاندان کے قبضہ میں کوئی جاگیر نہیں اور تقریباً ۲۶۰ کنال پر ہی اس کی مالکی ہے +

آسا سنگھ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے خاندان میں بیاہا ہوا ہے اور اس کا بھتیجا بلونت سنگھ محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر ہے +

# عطر سنگھ بھکھا

**چڑت سنگھ**

- ۱ پنجاب سنگھ
- ۲ صوبہ سنگھ (وفات ۱۸۲۴ء)
  - ہری سنگھ (وفات ۱۸۵۷ء)
    - ایشر سنگھ (وفات ۱۸۷۲ء)
      - ۱ عطر سنگھ (ولادت ۱۸۴۷ء)
        - دھنا سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)
      - ۲ چتر سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)
        - ۱ بھگوان سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
        - ۲ رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)
      - ۳ مہتاب سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء)
        - ۳ دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) (اسکو ارجن سنگھ نے متبنیٰ بنایا)
        - ۴ گورچرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)
        - ۵ ہرنام سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)
        - ۶ کرتار سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
      - ۴ ارجن سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)
        - رگھبیر سنگھ (متبنیٰ) (ولادت ۱۸۸۶ء)
- ۳ فلبا سنگھ

عطر سنگھ کے بزرگ سترھویں صدی کے آغاز کے قریب مالوے سے پنجاب آئے اور چونیاں ضلع لاہور کے قریب آباد ہوئے ۱۷۳۸ء میں انہوں نے یہاں سے بھی نقل مکان کر دیا اور بھکھا میں آرہے جس کے نام پر اس خاندان کا نام مشہور ہے۔ سردار چڑت سنگھ ایک مقتدر جنگی رئیس سردار سادل سنگھ اولکھ والہ کا ہمشیرزادہ تھا۔ سادل سنگھ کے لا ولد فوت ہونے پر سکھوں کے گورمتھا (پنچایت) نے اس کی جاید اد اس کے پتر لیے نار سنگھ

چمیاری اور ہمشیرہ زادے چڑت سنگھ میں تقسیم کردی۔ نار سنگھ کا حصہ چڑت سنگھ کے حصے سے زیادہ تھا مگر چڑت سنگھ کے حصہ کی جاگیریں بڑی وسیع اور قیمتی تھیں جن پر وہ اپنی وفات تک قابض رہا۔ اس کے بیٹے صوبہ سنگھ کو سردار حقیقت سنگھ کنھیا سے ایکسو پچاس سوار خدمتی کی شرط پر ۴۰۰۰۰ روپے مالیت کی جاگیریں ملی ہوئی تھیں مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۲ء میں پانچ سوار خدمتی دینے کی شرط پر جو صوبہ سنگھ کے ساتھ گھوڑ چڑھ کلاں میں مامور تھے ۷۰۰۰ روپے کی جاگیر کے علاوہ باقی ساری جاگیریں چھین لیں۔ اس کے فوراً بعد چونکہ صوبہ سنگھ نے مہاراجہ کو اپنی لڑکی شادی میں دینے سے انکار کرکے ناراض کر دیا تھا اس وجہ سے اس کی جاگیریں اور گھٹا کر مواضعات گوریالا اور بھکھا کی ۲۱۱۶ روپے کی کردی گئی۔ صوبہ سنگھ ۱۸۲۴ء میں فوت ہوا جس پر موضع گوریالا کی جاگیر بھی ضبط کر لی گئی اور صرف موضع بھکھا کی ۶۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر اس کے بیٹے ہری سنگھ کو دی گئی۔

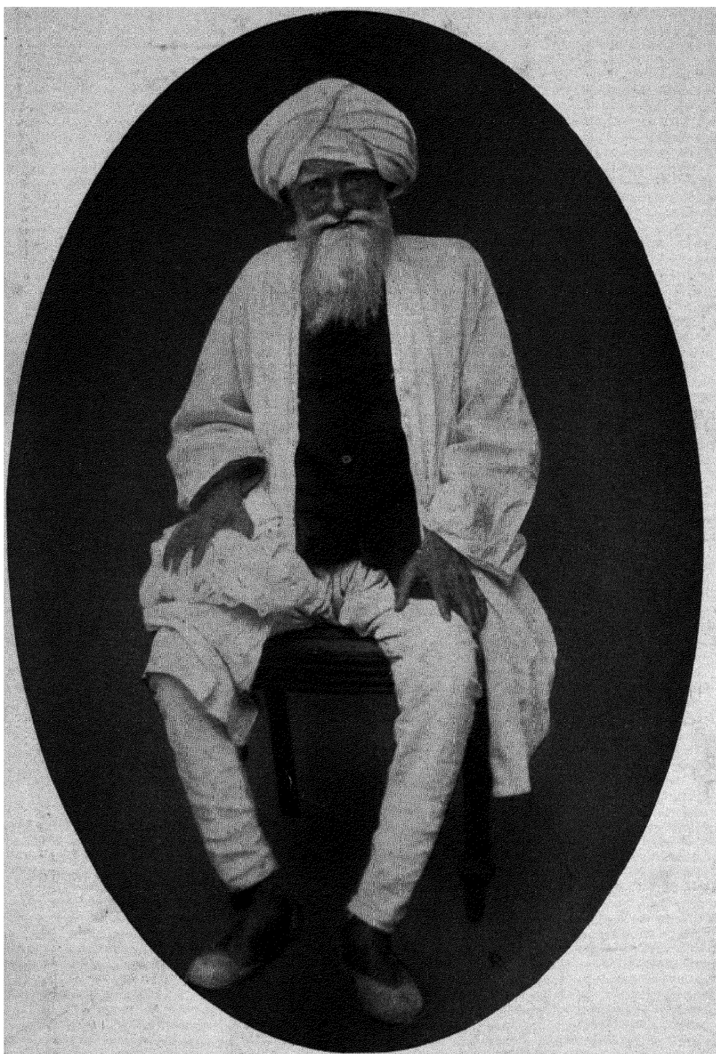
۱۸۴۸ء میں ہری سنگھ نے کپتان ہاڈسن صاحب بہادر کے ماتحت رنگڑ ننگل وغیرہ مقامات پر خدمات انجام دیں اور سن مذکور کے فسادات میں سرکار کا خیر خواہ رہا۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر متذکرہ بالا جاگیر اس کے نام واگذار رہی۔ ہری سنگھ ۱۸۵۶ء میں فوت ہوا اور اس کے بیٹے ایشر سنگھ کو نصف موضع بھکھا پرگنہ اجنالہ کی جاگیر دوامی دے دی گئی ایشر سنگھ کا انتقال ۱۸۷۲ء میں ہوا۔ اس کا بیٹا عطر سنگھ خاندان کا موجودہ بزرگ سفید پوش اور دو مواضعات کا نمبردار ہے اور بھکھا ہری سنگھ میں رہتا ہے۔ اس کا بھائی مہتاب سنگھ بنگال رسالہ ۱۲ میں جمعدار

رہ چکا ہے - اور اپنے رسالے کے ساتھ مصر اور چین کی لڑائیوں میں خدمات کر کے پنشن پا کر نوکری سے علیحدہ ہوا ہے - اب وہ خچر باتری میں عہدہ مددگاری پر ہے - اس کا لڑکا بھگوان سنگھ رسالہ ۲۳ میں براہِ راست افسر بھرتی ہوا - اس خاندان کی باہمی ازدواج کی وجہ سے سرداران چھینہ راجہ سانسی اور اٹاری سے رشتہ داری ہے *

عطر سنگھ - مہتاب سنگھ اور ارجن سنگھ تینوں بھائی اُس جاگیر کے جواب ۶۰۰ روپے سالانہ کی مالیت کی ہے حصہ دار ہیں *

# نہال سنگھ رئیس کوٹ سید محمود

جے سنگھ سندھو جاٹ ساکن کوٹ سید محمود (جو شہر امرتسر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا موضع ہے) سردار گلاب سنگھ بھنگی کے ہاں سوار تھا۔ ۱۸۰۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کی لڑکی روپ کور سے شادی کر لی جس کی وجہ سے خاندان کے نصیب جاگ اُٹھے کیونکہ مہاراجہ نے دو سو سوار خدمتی دینے کی شرط پر ۳۰۰۰۰ روپے کی مالیت کا علاقہ اکھنور چڑت سنگھ اور بھوپ سنگھ کے نام کر دیا۔ یہ علاقہ پندرہ سال اُن کے پاس رہنے کے بعد ضبط کر لیا گیا اور اس کی بجائے چڑت سنگھ نے دھاروال کی ۲۵۰۰ روپے کی جاگیر حاصل کی جس پر خدمات کی کوئی شرط نہ تھی نیز چڑت سنگھ کو ایک غیر آئین رجمنٹ کا کمیدان بنا دیا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں چڑت سنگھ سید کی سرائے کی لڑائی میں جو شہزادہ شیر سنگھ نے سید احمد شاہ سے کی تھی سخت زخمی ہو گیا۔ ۱۸۳۸ء میں بھوپ سنگھ خیبر میں مارا گیا اور اس کی ۲۰۰۰ روپے کی جاگیر اس کے بیٹوں کے نام کر دی گئی ۱۸۴۸ء میں اس خاندان کے چند اراکین کے علاوہ باقی سب باغیوں کے ساتھ مل گئے لہذا ان کی جاگیریں ضبط ہو گئیں۔ چڑت سنگھ کو ۱۰۰۰ روپے سالانہ اور رانی روپ کور کو جو ۱۸۷۸ء میں فوت ہوئی ۱۹۸۰ روپے پنشن ملتی تھی۔ اس خاندان کے قبضہ میں موضع کوٹ سید محمود کا پانچواں حصہ بھی ہے۔ رانی روپ کور نے اپنے بھائی گلاب سنگھ کے پوتے سندر سنگھ کو متبنٰے کیا اور اس نے اس کی ساری منقولہ جائیداد جو بڑی بیش قیمت بتائی جاتی ہے ورثہ میں پائی۔



سردار نہال سنگھ رئیس کوٹ سید محمود

S. Nihal Singh of Kot Sayad Mahmud.



مولا سنگھ رئیس کوٹ سید محمود

Mula Singh of Kot Sayad Mahmud.

اس خاندان کے بہت سے آدمی موضع کوٹ سید محمود میں رہتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی آسودہ حال نہیں ہے۔ یہ تمام اب گھٹ کر اسی حیثیت کے ہو گئے ہیں جس حیثیت کے اُن کے بزرگ اس وقت تک تھے جب تک کہ رنجیت سنگھ نے روپ کور کو اپنے عقد میں نہ لیا تھا +

پنجاب سنگھ کا بیٹا اور جے سنگھ کا پوتا بشن سنگھ اس موضع کا اعلیٰ نمبردار ہے مگر چڑت سنگھ کا بیٹا نہال سنگھ خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ نہال سنگھ کے بیٹے سولا سنگھ نے جو پنجاب پلٹن ۲۴ میں صوبیدار تھا پانچ مربعے زمین لیکر پنشن پائی ہے +

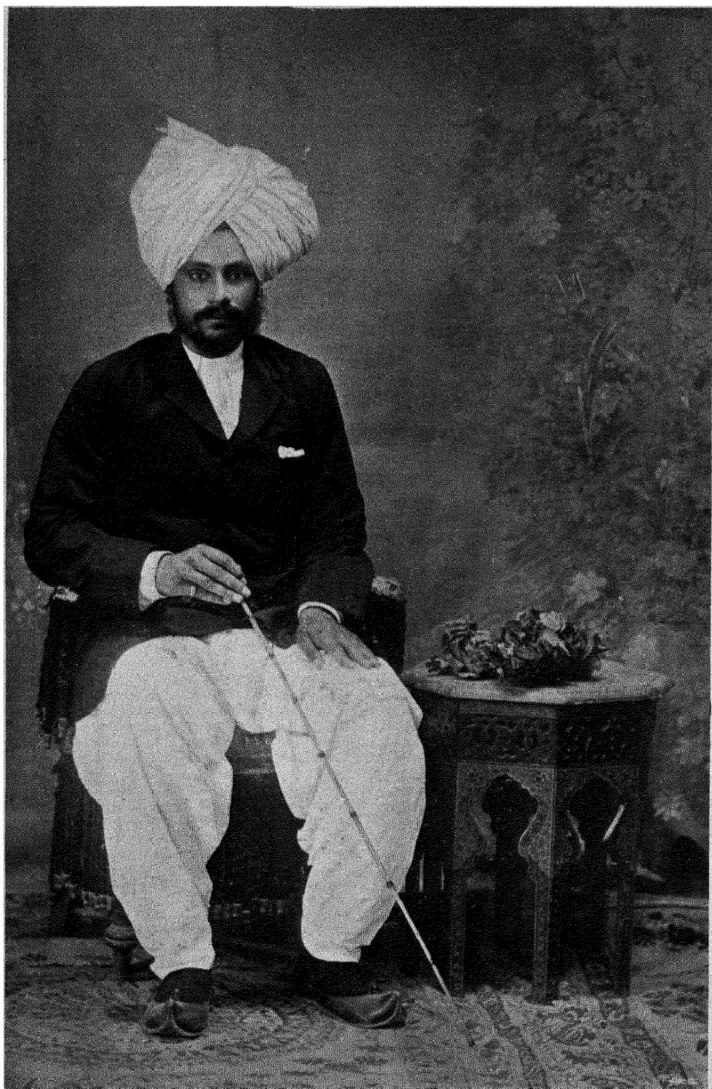
# امر سنگھ رئیس تانگ

صاحب سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۴ء)

فتح سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۳ء)

| ۳ | ۲ | ۱ |
|---|---|---|
| ندھان سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۷ء) | سرمکھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۳ء) | گورمکھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۰ء) |
| سنت سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۴ء) | جودھ سنگھ (وفات سنہ ۱۸۶۵ء) | نرائن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۹۷ء) |
| امر سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۸۲ء) | گھنایا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۷۳ء) | |

موضع تانگ نزد امرتسر کے سکھ تانگ راجپوتوں کے ایک پرانے خاندان سے ہیں جس نے قریباً اٹھارویں صدی کے شروع میں دہلی سے نقل مکان کرکے اپنے نام پر موضع مذکور آباد کیا۔ آہستہ آہستہ یہ خاندان باہمی میل ملاپ اور ازدواج سے جاٹوں کا خاندان بن گیا اور سکھوں کے عروج پانے پر اسکے آدمی جسا سنگھ کے ماتحت رام گڑھیہ مسل میں شامل ہوگئے۔ صاحب سنگھ نے اپنے آقا جسا سنگھ سے تانگ بمعہ اسکے گرد و نواح کے کچھ مواضعات کے جاگیر میں حاصل کیا اور سنہ ۱۸۰۴ء میں فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا فتح سنگھ ایک برس پہلے مر چکا تھا۔ مگر فتح سنگھ کے تین بیٹے رام گڑھیہ



سردار امرسنگھ رئیس ٹانگ

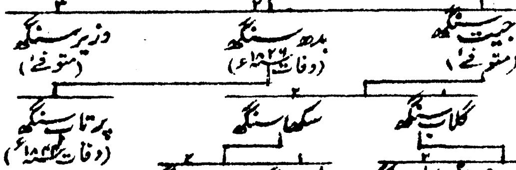
Sardar Amar Singh of Tang.

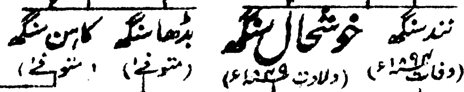
سردار جودھ سنگھ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے رام گڑھیہ مسل کے تمام مقبوضات چھین لئے اور ان تینوں بھائیوں نے خوشی سے فاتح مہاراجہ کی ملازمت کر لی۔ گورمکھ سنگھ اور ندھان سنگھ دونوں کو ایک ایک سو سوار کی کمان ملی اور یہ پہلے مصر دیوان چند کے ماتحت اور اس کے فوت ہو جانے کے بعد سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت نوکری دیتے رہے۔ یہ دونو بھائی ملتان کی سنہ ۱۸۱۸ء کی لڑائی میں موجود تھے جس کے فتح ہو جانے کے بعد اُن کو اُن کا آبائی موضع تانگ جو ۷۵۰ روپے کی مالیت کا تھا تین سوار خدمتی دینے کی شرط پر تین حصوں میں دے دیا گیا اور اُن کی تنخواہوں میں بہت ترقی کر دی گئی۔ گورمکھ سنگھ رام گڑھیہ بریگیڈ میں کمیدان تھا اور اس نے ملتان۔ مانکیرہ۔ تیرہ۔ کشمیر اور پشاور میں خدمات کیں۔ یہ ستلج کی سنہ ۱۸۴۵-۴۶ء کی لڑائی میں بھی لڑا جس میں اس کا بھائی ندھان سنگھ مارا گیا۔ دربار کے ماتحت یہ گمانی لال اور لال سنگھ تلونڈی کے ماتحت مانجھ کے علاقہ میں مقرر رہا۔ اور بعد ازاں دیوان حاکم رائے کے ماتحت سوریاں کی طرف بھیجا گیا۔ اور آخر سنہ ۱۸۵۰ء میں فوت ہو گیا۔

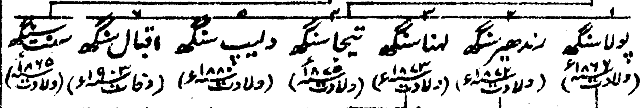
سرمکھ سنگھ اور جودھ سنگھ کی جاگیریں ان کی وفات پر ضبط ہو گئیں اپنے والد کی وفات پر سنت سنگھ کو بالغ ہونے تک ۲۶۰ روپے سالانہ پنشن ملتی رہی۔ یہ موضع تانگ کا جس کی بہت سی اراضی پر اس کی مالکی تھی نمبردار تھا۔ اس خاندان میں اب صرف اس کا بیٹا امر سنگھ زندہ ہے۔ اور شادی کی وجہ سے اس کی سرداران رندھاوا سے رشتہ داری ہے۔

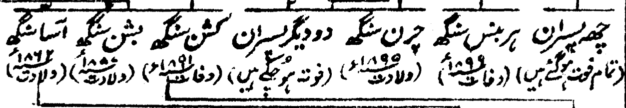
# خوشحال سنگھ رندھاوا رئیس کتھونگل

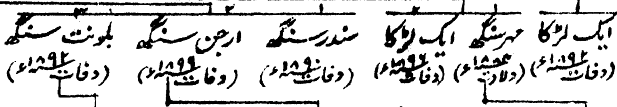
صاحب سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۰ء)

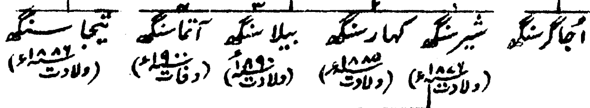


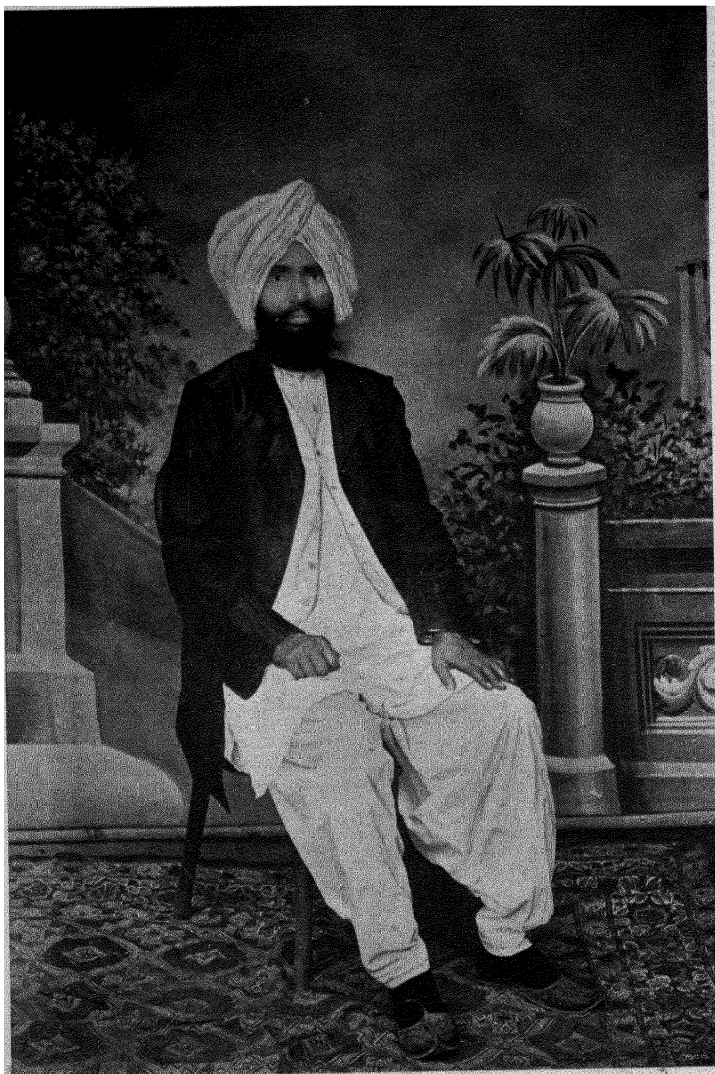




صورت سنگھ
(ولادت سنہ ۱۹۰۷ء)

چودھری دالا نے جو رندھاوا سے دسویں پشت میں تھا موضع چوندا ضلع امرتسر آباد کیا۔ اس کے چار لڑکوں گاگو۔ جاجھو۔ رام اور لکھن نے مواضعات کھتونگل۔ ساہنی والا۔ وریام ننگل اور رویو والی آباد کئے



سردار خوشحال سنگھ رندھاوا رئیس کتھونگل

Sardar Khushhal Singh Randhawa of Kathunangal.

صاحب سنگھ نے ۱۷۷۱ء میں پوہل لیکر سکھ ہوگیا وہ گاگو کا پوتا تھا۔ اس نے سردار جے سنگھ کنہیا کا شریک ہوکر کھتونگل۔ دھرم کوٹ اور رچپا کوواں کے گرد و نواح میں قریباً تیس مواضعات پر قبضہ کیا۔ صاحب سنگھ بڑا جری آدمی تھا اور اس کے جسم پر چودہ زخموں کے نشان موجود تھے۔ یہ کنہیوں کی تقریباً تمام لڑائیوں میں ان کے ساتھ ہوکر لڑا اور آخرکار رام گڑھیہ فوج کے ساتھ ایک چھوٹی سی لڑائی میں اکال گڑھ کے قلعہ کے سامنے مارا گیا اس کے دو بیٹوں جیت سنگھ اور بدھ سنگھ نے اس کی جاگیر حاصل کی مگر ان دونوں میں سے بڑا اس کے فوراً بعد رام گڑھیوں کے ساتھ جنہوں نے اس کے باپ کو مارا تھا لودھا منڈ والہ کے مقام پر مارا گیا ؛

جن کنہیا سرداروں نے رنجیت سنگھ کی اطاعت سب سے اخیر اختیار کی بدھ سنگھ ان میں سے تھا۔ رنجیت سنگھ نے بھی اسے اور جیت سنگھ کے بیٹوں کو ان کی جاگیروں پر قابض رہنے دیا۔ بدھ سنگھ سکھوں کی فوج کے ساتھ ہزارہ یوسف زئی اور کشمیر میں ۱۸۲۳ء تک خدمات کرتا رہا۔ جب کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے اسے ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا اور مہاراجہ نے لدھا منڈا مالیتی ۳۰۰۰ روپے اور کھتونگل کے ایک حصہ کے علاوہ اس کے سارے مواضعات ضبط کرلئے۔ اس واقع کے تین سال بعد وہ مرگیا اور اس کا اکلوتا بیٹا پرتاب سنگھ پہلے گھوڑچڑھا کلاں رجمنٹ میں رکھا گیا بعد میں اسے ایڈجوٹنٹ کرکے پا ونڈیا رجمنٹ میں تبدیل کردیا گیا جس کا ۱۸۴۰ء میں یہ کمیدان ہوگیا۔ ۱۸۴۲ء میں اسے کرنیل بنادیا گیا اور کھیلی کی ایک ہزار روپے مالیت کی جاگیر عطا کی گئی یہ ۱۸۴۴ء میں لاولد فوت ہوا ؛

خاندان کے دوسرے افراد میں سے کوئی بھی کسی طرح مشہور نہ تھا۔
نند سنگھ نے جو ۱۸۹۴ء میں مرا ۱۸۴۸ء میں استعفیٰ دیکر اپنی جاگیر کھو دی۔ یہ موضع کھتو ننگل میں جہاں ایک چاہ پر اس کی مالکی اور نصف موضع پر حقوق مالکانہ تھے رہا کرتا تھا۔ اس کا بھائی خوشحال سنگھ کھتو ننگل کا نمبردار اور سفید پوش بھی ہے۔ اور کچھ عرصہ تک بنگال کے اٹھارویں رسالہ میں بھی ملازم رہا ہے +

اس خاندان کی مالکی کھتو ننگل کی قریباً ۵۰۰ ایکڑ اراضی پر ہے۔ نند سنگھ کے بیٹے رندھیر سنگھ کی شادی سردار ٹھا ٹھر کی ایک لڑکی سے ہوئی ہے +

